سُبُلُ الھُدیٰ والرشاد

فِی

سیرتِ خیرُ العبادؐ (اُردو)

گیارہویں - بارہویں

11 - 12

تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

M Awais Sultan

سُبُل الهُدیٰ والرَّشاد
فی سِیرۃ خیرُ العِباد ﷺ
(اُردو)
تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۰ لاہور
Voice:042-37248657 Fax:042-37112954
Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email : zaviapublishers@gmail.com

2015ء

باراول.......................1100

ہدیہ..........................1080

زیرِ اہتمام.........نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز | شوروم

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37300642 042-37248657

Email: zaviapublishers@gmail.com

صبحِ نور پبلی کیشنز غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور 0423-7350476

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد

0333-7413467

فہرست (جلد ۱۱)

چچے پھوپھیاں اور ماموں اور ان کی اولاد

ازواج مطہرات

عشرہ مبشرہ کے فضائل

آپ کے عہد ہمایوں کے قاضی، فقہاء، مفتی، حفاظ القرآن، وزراء، امراء، عمال اور مدینہ طیبہ پر نائب

فہرست (جلد ۱۲)

امورِ دنیا میں آپ ﷺ کے اختصاصات اور وہ عوارضِ بشریہ جو آپ پر طاری ہوتے تھے

جس نے آپ کو یا انبیائے کرام کو برا بھلا کہا یا ان کی تنقیص شان کی اس کا حکم

طب میں سیرتِ پاکیزہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض اور وصال

جِلد گیارھویں

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

www.zaviapublishers.com

فضائل آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کے نسب پاک کے ابواب میں عرب، قریش، بنو ہاشم کے فضائل پر کچھ رقم کیا جا چکا ہے اس باب میں ہم وہ ذکر کریں گے جس کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا۔

پہلا باب

آپ کی قرابت کے فضائل، اس کے فوائد اور ان سے محبت کی ترغیب

ابو داؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، امام احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قوموں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتی ہیں: میری قرابت فائدہ نہ دے گی۔ ہاں! بخدا! میری قرابت دنیا اور آخرت میں نفع بخش ہے۔ ارے! میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔ جب میں وہاں گیا تو بہت سے لوگ اٹھے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں فلاں ہوں، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فلاں ہوں۔ میں کہوں گا: میں تمہیں جانتا ہوں لیکن تم میرے بعد بدل گئے تھے۔ میں الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔"

ابن ماجہ، الرویانی اور حاکم نے صحیح میں، الطبرانی اور ابن عساکر اور امام احمد نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم قریش کے بعض لوگوں سے ملتے وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے وہ بات کرنے سے رک جاتے۔" ہم نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے ہیں، جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں وہ اپنی بات کو روک لیتے ہیں۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ عمدہ چہروں سے ملاقات کرتے ہیں۔ جب وہ ہمارے ساتھ ملاقات کرتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔" یہ رویہ دیکھ کر آپ کو غصہ آیا۔ فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے رب تعالیٰ کسی شخص کے دل میں ایمان کو داخل نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ میرے اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میری قرابت کے لیے محبت کرنے لگے۔

امام احمد، امام ترمذی، بغوی اور محمد بن نصر نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی:''ہم باہر نکلتے ہیں ہم قریش کو پاتے ہیں کہ وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے ہیں، ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔''یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آ گیا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان رگڑا پھر فرمایا:''بخدا! مسلمان کے قلب میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ تم سے رب تعالیٰ اور میری قرابت کی وجہ سے پیار کرنے لگ جائے۔''ایک روایت میں ہے''للہ وللرسول۔''

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''حضرت عباس بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی:''آپ نے ہم میں شدید عداوت چھوڑی ہے جب سے ذبح کیا ہے جو کیا ہے۔''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''وہ بھلائی کو نہ پا سکیں گے یا ایمان کو نہ پا سکیں گے حتیٰ کہ وہ تم سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میری قرابت کی وجہ سے پیار کرنے لگیں۔کیا وہ امید کرتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں لیکن وہ بنو عبدالمطلب سے پیار نہیں کرتے۔''

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جو رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن پاک سے محبت کرتا ہے جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے صحابہ اور قرابت سے محبت کرتے ہیں۔''

ابن ابی عاصم، الطبرانی، ابن مردویہ اور ابن مندہ نے ثقہ راویوں سے (سوائے عبدالرحمان بن بشیر دمشقی کے۔ ابن حبان نے اسے ثقہ اور ابن ابی حاتم نے اسے ضعیف کہا ہے۔) حضرات ابن عمر، ابو ہریرہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:''حضرت ذرہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔خواتین نے کہا:''تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جس کے متعلق رب نے فرمایا ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ (سورہ لہب:۱)

ترجمہ: ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ برباد ہو گیا۔

انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے، پھر لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی، پھر انہیں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:''مجھے کیا ہے کہ مجھے میرے اہل کے متعلق اذیت دی جاتی ہے۔بخدا! میری شفاعت میرے رشتہ داروں تک پہنچے گی حتیٰ کہ اسے صداء، حکم، حاء سلہب اسے روز حشر پا لیں گے۔''آپ نے فرمایا:''اقوام کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت تک نہ پہنچے گی۔میری شفاعت حاء اور حکم تک پہنچے گی۔''حاء اور حکم دو قبیلے ہیں۔

ابن مندہ، امام الزاہد عمر ملّا الموصلی نے (یہ بہت بڑے امام تھے یہ جامع الموصل کے خطیب تھے۔سلطان نورالدین شہید ان کی بات مانتا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتا تھا۔) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ حضرت سبیعہ بنت ابی لہب بارگاہ رسالت مآب میں آئیں۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ اس ابولہب کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔'' آپ ﷺ اٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ مجھے میری قرابت کی وجہ سے تکلیف دیتے ہیں۔ جس نے میری قرابت کی وجہ سے مجھے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ جس نے مجھے اذیت دی اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔''

امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے قبیلہ بنو ہاشم! اس رب تعالیٰ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے اگر میں نے باب جنت کا حلقہ پکڑ لیا تو میں آغاز تم سے کروں گا۔''

ابوبکر بن یوسف نے طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ بنو ہاشم کا بغض نفاق ہے۔''

ابو قاسم حمزہ السہمی نے 'فضائل عباس' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے بنو ہاشم کو سات اشیاء عطا کی ہیں: (۱) صباحت، (۲) فصاحت، (۳) سماحت، (۴) شجاعت، (۵) علم، (۶) حلم، (۷) لوگوں سے محبت۔'' امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرط پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بنو عبد المطلب! میں نے رب تعالیٰ سے تمہارے متعلق تین امور کا سوال کیا ہے کہ وہ تمہیں سخی، بہادر اور رحم کرنے والا بنا دے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''وہ تمہارے قائم کو ثابت فرما دے، تمہارے ظالم کو ہدایت دے دے۔ تمہارے جاہل کو علم دے دے۔ میں نے اس سے سوال کیا ہے کہ وہ تمہیں جوداء، نجداء اور رحماء بنا دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے مابین دو پاؤں کو جمع کرے۔ نمازیں پڑھے روزے رکھے جب وہ اہل بیت محمد (ﷺ) کا بغض رکھ کر رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ اسے آگ میں داخل کر دے گا۔''

عمر الملا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے بنو عبد المطلب! میں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ تمہارے قائم کو ثابت فرما دے تمہارے گمراہ کو ہدایت دے دے۔ تمہارے جاہل کو علم سکھا دے وہ تمہیں رحماء اور نجداء بنا دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے مابین دونوں پاؤں کو جمع کرے وہ نمازیں پڑھے روزے رکھے، پھر وہ اس حالت میں مرے کہ وہ اس گھر کے اہل سے بغض رکھتا ہو وہ اسے آگ کے حوالے کرے گا۔''

❁❁❁

دوسرا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے کچھ فضائل

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

ا-اہل بیت اور کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لینا

امام ترمذی نے،انہوں نے اسے حسن کہا ہے،حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے حجۃ الوداع کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔میں آپ کو سن رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے:''میں تم میں دو ایسی اشیاء چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں۔''

۲-آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور خلفاء راشدین کی اہل بیت کے بارے وصیت

امام ترمذی نے،انہوں نے اسے حسن کہا ہے،العسکری نے الامثال میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''میرے مخلص ساتھی جن کی طرف میں پناہ حاصل کرتا ہوں وہ میرے اہل بیت ہیں میرے راز کی جگہ انصار ہیں۔اس کے برے سے درگزر کرو اور ان کے نیک سے قبول کرلو۔'' دیلمی کے الفاظ یہ ہیں:''میرے مخلص ساتھی میرے اہلِ بیت ہیں۔الانصار پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ہے وہ میرے رازوں سے آگاہ ہیں۔میں ان پر اعتماد کرتا ہوں۔''

۳-اہل بیت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے امام ہیں

ابن ابی شیبہ،مسدد،ابویعلی،حکیم ترمذی،الطبرانی اور ابن عساکر نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔'' حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔جب وہ ختم ہو گئے تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔میں اپنے صحابہ کرام کے لیے امان ہوں۔جب میں چلا گیا تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔میرے اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔جب وہ چلے گئے تو ان کے پاس وہ کچھ آجائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔''امام حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ستارے اہلِ زمین کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں میرے اہل بیت میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں۔جب عرب کے کسی قبیلہ نے ان کی مخالفت کی تو وہ اختلاف کرنے لگیں گے وہ ابلیس کا گروہ بن جائیں گے۔''امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو اہل آسمان ختم ہو جائیں گے میرے اہل بیت اہلِ زمین کے لیے امان ہیں جب وہ چلے جائیں گے تو وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔''

۴-ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا

دیلمی اور عمر الملا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اہل بیت ہیں ہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔''

۵-ان کی حفاظت کی ترغیب

امام بخاری نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں آپ کی پاسداری کرو۔'' دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں چار افراد کی روز حشر شفاعت کروں گا۔ (۱) میری اولاد کی عزت کرنے والے کی۔ (۲) ان کی ضروریات کو پورا کرنے والے کی۔ (۳) ان کی مجبوری کے وقت اس کے امور کے لیے سعی کرنے والے کی۔ (۴) دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والے کی۔

۶-ان کے لیے جنت کی بشارت اور ان کا مقام بلند

بشرطیکہ وہ شریعت مطہرہ اور آپ کی سنن مطہرہ پر عمل پیرا ہوں پہلے باب میں آپ کے غصے کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ (نافرمانی اور عصیاں شعاری کی صورت میں) آپ کی شفاعت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ جصاص نے حضرت زید بن علی رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (سورۃ الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت جنت میں داخل ہو جائیں۔ ثعلبی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے بارگاہِ رسالت مآب میں لوگوں کے حسد کا تذکرہ کیا آپ نے مجھے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم چار میں سے چوتھے ہوں۔ سب سے پہلے جنت میں میں، تم، حسن، حسین داخل ہوں گے۔ ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی۔ ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔''

الطبرانی نے کمزور سند سے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں چاروں میں سے پہلا ہوں جو جنت میں داخل ہوں گے۔ میں اور تم، حسن وحسین، ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی ہماری ازواج ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ ہمارے ساتھی ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔'' ابن السری اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم بنو عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں، حمزہ، علی،

جعفر، حسن، حسین اور مہد (رضی اللہ عنہم) فردوس میں ہوں گے۔" حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہو۔"

۷-اہل بیت کے بغض اور اذیت سے بچنا

الطبرانی نے الاوسط میں، دیلمی نے کمزور سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے حوض پر سب سے پہلے میرے اہلِ بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے آئیں گے۔" امام ترمذی نے حسن، الطبرانی، حاکم نے صحیح الاسناد سے، بیہقی نے الشعب میں، ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ رحمتوں کا ابر کرم برسا رہا ہے۔ محبت الٰہیہ کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔" ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھے اذیت دی اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔" امام احمد نے مناقب میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو میرے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔"

الطبرانی ابو شیخ بن حیان نے "الثواب" میں، البیہقی نے الشعب میں اور دیلمی نے ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے ان کی جان سے محبوب ہو جاؤں۔ میرے اہل بیت اسے اپنے اہل خانہ سے محبوب نہ ہو جائیں۔ میری اولاد اسے اپنی اولاد سے محبوب نہ ہو جائے۔ میں اسے ان سب سے بڑھ کر محبوب نہ بن جاؤں۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہمارے ساتھ صرف منافق بغض رکھتا ہے۔" یا "میرے اہل بیت کے ساتھ صرف بدبخت ہی بغض رکھ سکتے ہیں۔"

حاکم، ابن حبان نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اہلِ بیت سے جو بھی بغض رکھے گا رب تعالیٰ اسے آگ میں ڈالے گا۔" اسے الطبرانی نے الاوسط میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: "معاویہ! ہمارے بغض سے بچو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہمارے ساتھ بغض اور حسد رکھنے والے کو روز حشر حوض کوثر سے آگ کے کوروں کے ساتھ ہانک کر دور کر دیا جائے گا۔"

ابوبکر البرقانی نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا اس نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو برا بھلا کہا۔" ان سے ہی روایت ہے: "جس نے ہمارے ساتھ محبت کی اس نے حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے محبت کی جس نے ہمارے ساتھ عداوت رکھی اس نے حضور اکرم ﷺ کی وجہ

سے عداوت رکھی۔"

حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمارے محب کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی نسبت ہمارے محبین کے ساتھ ہے اور ہمارے ساتھ بغض رکھنے والے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی نسبت ہمارے ساتھ بغض رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔" انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھے اور میری عترت کو اذیت دی، اس پر رب تعالیٰ کی لعنت۔"

انہوں نے ان سے بلا سند روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جنت کو اس شخص پر حرام کر دیا گیا ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان کے ساتھ جنگ کی یا ان کے خلاف مدد کی یا انہیں برا بھلا کہا۔" الطبرانی نے الدعاء میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں پانچ یا چھ افراد پر لعنت کرتا ہوں۔ ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (۱) رب تعالیٰ کی کتاب پر اضافہ کرنے والا۔ (۲) رب تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ (۳) میرے عترت میں سے وہ کچھ حلال سمجھنے والا جسے رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سنت مبارکہ کا تارک۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جو آل محمد (ﷺ) کے ساتھ بغض رکھے گا وہ روز حشر اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس۔"

ابوشیخ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ذرہ بنت ابی لہب نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ میرے اہل خانہ کے متعلق مجھے اذیت دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور وہ مجھ سے محبت نہ کرنے لگے گا حتیٰ کہ وہ میری قرابت سے محبت کرنے لگے۔"

الطبرانی، ابوشیخ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی تین حرمات ہیں جس نے ان کی حفاظت کی رب تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت کرتا ہے۔ جس نے ان کی حفاظت نہ کی رب تعالیٰ اس کے دین اور آخرت کی حفاظت نہیں کرتا۔" میں نے عرض کی وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے اہل بیت کی حرمت۔"

تنبیہ

اگر کسی نے کہا: "لعن اللہ بنی ہاشم" اس نے کہا: "میرا ارادہ ان میں سے ظالم ہیں یا آپ کی ذریت میں سے کسی کو برا قول کہا۔ اس کے آباء، نسل یا اولاد میں سے کسی کو برا قول کہا حالانکہ اسے علم تھا یہ آپ ﷺ کی اولاد میں سے ہے۔ کوئی ایسا قرینہ

نہ تھا جس سے اس کے کسی آباء کی تخصیص ہوتی یا حضور اکرم ﷺ کے ازواج کی تخصیص ہوتی جس نے ان میں سے کسی کو گالی دی تو قاضی برہان الدین الخنائی المالکی نے بعض امراء کو مذاقتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے قاضی حسام الدین محمد بن جریز کے آباء میں سے کسی کو برا بھلا کہا تھا، حالانکہ انہوں نے اسے بتا دیا تھا۔ میں شریف ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام میرے نانا جان ہیں۔ اس کی گردن اڑا دی گئی تھی۔ حافظ ابن حجر نے اس کا تذکرہ ''ابعائہ'' میں کیا ہے یہ واقعہ ۸۴۲ھ کا ہے۔

۸- اہل بیت پر درود

شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں کعب بن عجرہ سے ملا، انہوں نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جسے میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''ضرور۔'' انہوں نے کہا: ''ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود کیسے بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہو:

اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید و بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

شیخان نے حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یوں عرض کرو۔''

اللهم صل علی محمد و ازواجه و ذریته کما صلیت علی ابراهیم و بارك علی محمد و ازواجه و ذریته کما بارکت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ وہ پورے پیمانے سے تولے، جب وہ ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو یوں کہے:

اللهم صل علی محمد النبی و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته و اهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید

امام نسائی اور امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو پورے پیمانے سے ماپنا چاہتا ہے وہ ہم پر درود پڑھے تو یوں پڑھے:

اللهم اجعل صلواتك و برکاتك علی محمد النبی و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته کما صلیت علی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

دار قطنی اور بیہقی نے حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود شریف نہ پڑھا اس سے وہ نماز قبول نہ کی جائے گی۔'' یہ روایت ان دونوں کے ہاں موقوف ہے یہ ابو مسعود کا قول ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر میں ایسی نماز پڑھوں جس میں میں آلِ محمد ﷺ پر درود نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز مکمل ہو۔'' دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ یہ ان اشعار کے قائل کے لیے حجت ہے۔

یا اهل بیت رسول الله حبکم	فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوة له

اے حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اسے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں اتارا ہے تمہاری عظیم قدر و شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود شریف نہ پڑھا اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔

۹- جس نے اہل بیت پاک سے نیکی کی ہوگی روز حشر اسے اس کا صلہ ملے گا

الطبرانی نے الاوسط میں ضیاء المقدسی نے مختارہ میں، خطیب نے تاریخ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بنو عبد المطلب سے کسی پر احسان کیا جس کا بدلہ وہ نہ چکا سکا تو کل میں اس کا بدلہ چکاؤں گا، جب وہ مجھ سے ملے گا۔''

الملا اور ابو سعید نیشاپوری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا میں روزِ حشر اس کا بدلہ دوں گا۔'' دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چار افراد میں روز حشر شفیع ہوں گا۔ (۱) میری اولاد کا احترام کرنے والا۔ (۲) ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا۔ (۳) ان کی مجبوری کے وقت ان کی آسائش کے لیے تگ و دو کرنے والا۔ (۴) دل اور زبان کے ساتھ ان سے محبت کرنے والا۔''

۱۰- ان کے لیے آپ کی دعا

ابو سعید نیشاپوری اور عمر الملا نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے اس نے میری یہ التجاء قبول کر لی ہے۔''

۱۱- سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ اپنے اہل بیت کی شفاعت فرمائیں گے

دیلمی نے فردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: ''میں روزِ قیامت

سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریبی اور قریبی رشتہ داروں کی، پھر الانصار کی پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لایا اور میری اتباع کی پھر سارے عرب کی پھر سارے عجم کی۔“

۱۲-اہل بیت پاک کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہیں

بزار، الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے، بزار نے حضرت عبداللہ بن زبیر، ابن جریر، حاکم اور خطیب نے ”المتفق اور المفترق“ میں حضرت ابوذر سے، الطبرانی نے الصغیر میں اور الاوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جیسے وہ اپنی قوم میں تھی جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا یا ہلاک ہو گیا، یا ان کی مثال حطۃ بنی اسرائیل ہے۔“ الحافظ ابوالخیر السخاوی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض طرق بعض کی تقویت کرتے ہیں۔“

۱۳-آپ نے بتادیا کہ وہ آپ کے بعد ترجیح دیکھیں گے

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہم اہل بیت ہیں رب تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت کو دنیا سے زیادہ پسند کیا ہے۔ میرے بعد میرے اہل بیت ترجیح، وطن سے نکال دینا اور جلاوطنی دیکھیں گے، حتیٰ کہ ایک قوم اس سمت سے آئے گی۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ ان کے جھنڈے سیاہ ہوں گے۔ وہ بھلائی کا سوال کریں گے۔ دو یا تین دفعہ انہیں نہ دی جائے گی۔ وہ قتال کریں گے ان کی نصرت کی جائے گی۔ انہیں وہ کچھ عطا کر دیا جائے گا جو وہ مانگیں گے۔ وہ اسے قبول نہ کریں گے حتیٰ کہ وہ میرے اہل بیت میں سے ایک فرد کے حوالے کر دیں گے۔ وہ زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دے گا جیسے پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ وہ یہ دن پالے وہ ان کے پاس آجائے اگرچہ وہ برف پر سرکتا ہوا آئے۔“

۱۴-رب تعالیٰ کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ جو میرے اہل بیت میں سے توحید کا اقرار کرے گا اور میرے لیے تبلیغ کی گواہی دے گا وہ اسے عذاب نہ دے گا۔“

۱۵-اہل بیت کون ہیں؟

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک

صاف کر دے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، مسلم، ترمذی، ابن جریر، الطبرانی وغیرہم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں اپنے بستر پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیبری کی چادر تھی۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آگئیں۔ ان کے پاس ایک ہنڈیا تھی جس میں خزیرہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے خاوند محترم، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلاؤ، انہوں نے انہیں بلایا۔ یہ حضرات قدسی کھا رہے تھے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک سے دست اقدس باہر نکالا۔ اس سے آسمان کی سمت اشارا کیا، پھر عرض کی: "مولا! یہ میرے اہل بیت اور خاص ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کر دے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اسی طرح عرض کی۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے باہر تشریف لے گئے آپ پر سیاہ بالوں کی منقش چادر تھی۔ حضرات حسنین کریمین آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ داخل کر لیا، پھر حضرت سیدہ آئیں۔ آپ نے انہیں بھی ان کے ہمراہ داخل کر لیا۔ حضرات حسنین کریمین کو اس میں بٹھا لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں اور حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بائیں طرف بیٹھ گئیں۔" الطبرانی میں ہے: "آپ نے فدک کی چادر ان پر ڈال دی، پھر اپنا دست اقدس ان پر رکھا، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" یا "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں" "مولا! اپنی صلوات اور برکات آل محمد پر اسی طرح ڈال دے جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی تھیں تو حمید اور مجید ہے۔" حضرت ام سلمہ نے فرمایا: "میں نے چادر اٹھائی تاکہ میں بھی ان کے ہمراہ داخل ہو جاؤں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ فرمایا: "تم بھلائی پر ہو۔" ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ گھر میں سات ہستیاں تھیں حضرات جبرائیل، میکائیل، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔ میں دروازے پر کھڑی تھی۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم خیر پر ہو۔ تم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہو۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے پردہ میں اپنا سر داخل کیا میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تمہارے ساتھ ہوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم خیر پر ہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسی طرح فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی جگہ ٹھہرو تم خیر پر ہو۔" حضرت واثلہ کی روایت میں ہے: "میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ بالوں کی منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ حضرات امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ آپ کے ساتھ داخل ہو گئے، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ نے انہیں بھی ان کے ساتھ داخل کر لیا، پھر حضرت سیدہ خاتون جنت آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی ان کے ہمراہ داخل کر لیا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف

اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بائیں طرف بیٹھ گئیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ آیت طیبہ پانچ ہستیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ میرے بارے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بارے۔"

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

ابن سعد، ابن ابی حاتم اور الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاشانہ اقدس میں چلی گئیں تو آپ چالیس صبح تک ان کے دروازے پر آتے رہے۔ آپ نے فرمایا:

السلام علیکم اھل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ الصلاۃ رحمکم اللہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ابن جریر، منذر اور الطبرانی نے ابو الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے یاد ہے کہ آٹھ ماہ تک۔۔۔ الطبرانی کی روایت میں ہے: "میں نے مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ یہ ایک بار کی بات نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز صبح کے لیے تشریف لاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جاتے، اس کی دونوں اطراف پر دست اقدس رکھتے پھر فرماتے: "نماز! نماز۔"

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات ماہ تک دیکھا۔ آپ ہر نماز کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تشریف لے جاتے، فرماتے:

السلام علیکم اھل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ الصلاۃ رحکم اللہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ترمذی نے حسن، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لاتے۔ جب آپ نماز فجر کے لیے تشریف لے جاتے۔ آپ فرماتے:

الصلاۃ یا اھل البیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ (سورہ احزاب، ۳۳)

امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ان سے پوچھا گیا: ''آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''اہل بیت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے۔وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

۱۶-اسلاف اہل بیت کی تعظیم کیسے کرتے تھے؟

امام بخاری وغیرہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ سے کہا: ''اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بخدا! جس روز تم نے اسلام قبول کیا اس روز تمہارا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ تھا (اگر وہ اسلام لاتا) امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنو زہرہ کے کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت ان پر وہ بہت زیادہ مہربان ہوگئی تھیں کیونکہ ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری تھی۔'' رزین بن عبید نے لکھا ہے: ''میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں تھا۔ان کے پاس حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔'' انہوں نے کہا: ''حبیب بن حبیب کو خوش آمدید۔''

امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے نماز جنازہ پڑھی، پھر ان کی خچران کے پاس لے جائی گئی تاکہ وہ اس پر سوار ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے۔انہوں نے اس کی رکاب تھام لی۔حضرت زید نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد! اسے چھوڑ دیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم اپنے علماء سے اس طرح کرتے ہیں۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ چوم لیے۔فرمایا: ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کریں۔''

حضرت عبداللہ بن حسین بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں کسی ضروری کام کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا انہوں نے مجھے کہا: ''جب آپ کو کوئی ضروری کام ہو تو میری طرف پیغام بھیج دیا کریں یا میری طرف لکھ دیا کریں مجھے رب تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ آپ کو اپنے دروازے پر دیکھوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: اگر حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کسی کام کے لیے میرے پاس آئیں تو میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کام کروں گا کیونکہ ان کی حضور

اکرم ﷺ کے ساتھ رشتہ داری ہے۔میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ میں انہیں ان سے مقدم کروں۔"ان تینوں روایات کا تذکرہ قاضی علیہ الرحمہ نے "شفاء" میں کیا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی۔وہ مدینہ طیبہ میں چل رہے تھے۔انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دور کیا پھر کہا: اے حضرت علی المرتضیٰ کی نور نظر! روئے زمین پر ایسا کوئی گھرانہ نہیں جو مجھے تمہارے گھرانے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔" المجالسہ میں روایت ہے کہ حضرت ابوعثمان نہدی کوفہ کے مساکین میں سے تھے۔جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ بصرہ چلے گئے۔انہوں نے کہا: "میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کا شاہزادہ شہید ہوا ہو۔" الشفاء میں ہے: "جب جعفر بن سلیمان نے حضرت امام مالک سے تعرض کیا۔انہیں کوڑے مارے انہیں بے ہوشی کی حالت میں اٹھایا گیا۔لوگ ان کے پاس آئے۔انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا: "میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔"

❀❀❀

تیسرا باب

حضور ﷺ کی اولاد پاک

آپ ﷺ کی اولاد پاک میں کیا اختلاف ہے کیا اتفاق ہے۔جن حضرات قدسی پر اتفاق ہے وہ چھ ہیں۔حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما۔چار صاحبزادیاں، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن ان سب نے اسلام کو پایا۔آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔دیگر میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے ان کے علاوہ آپ کے ہاں کوئی پیدا نہ ہوا۔مشہور اس کے برعکس ہے۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت طیب اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہما بھی صاحبزادے تھے اسی طرح تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔زبیر بن بکار اور الطبرانی نے ان سے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم اور حضرت قاسم کے علاوہ حضرت عبداللہ بھی تھے۔یہی اکثر اہل نسب کا قول ہے۔دار قطنی نے لکھا ہے یہی مؤقف اثبت ہے حافظ عبدالغنی المقدسی نے اسی کی تصحیح کی ہے۔انہی کا اسم مبارک طیب و طاہر بھی تھا کیونکہ ان کی ولادت نبوت کے بعد ہوئی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ طیب و طاہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں۔اس طرح آپ کے پانچ صاحبزادے ہوئے۔ایک قول یہ ہے کہ طیب و طاہر ایک شکم اطہر سے پیدا ہوئے تھے اس طرح آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعداد گیارہ بنتی ہے۔"ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ ساری اولاد اطہار اسلام کے قبل جہان رنگ و بو میں آئی تھی۔آپ کے صاحبزادوں نے اسلام سے قبل عالم شیر خوارگی میں ہی وصال کیا تھا۔ایک اور قول

کے مطابق حضرت عبداللہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔اسی لیے ان کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے صاحبزادے سات تھے۔دو ہر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام۔ پانچ میں اختلاف ہے وہ حضرات عبداللہ، طیب، مطیب، طاہر اور مطہر ہیں۔اصح اور جمہور کا قول ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے تھے جو حضرات قاسم، عبداللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہما تھے۔ چار صاحبزادیاں تھیں، انہی پر اتفاق ہے۔" یہ سارے حضرات قدسی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے صدفِ بطن سے تھے۔سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔وہ حضرت ماریہ القبطیہ کے شکم اطہر سے تھے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت سلمیٰ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی خادمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دایا تھیں۔ آپ ہر صاحبزادے کے لیے دو اور صاحبزادی کے لیے ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ ہر دو بچوں کے مابین ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا انہیں اپنا شیر مبارک پلاتی تھیں۔ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔" جمہور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی تھیں، جبکہ حضرت زبیر بن بکار وغیرہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو بڑا کہا ہے لیکن پہلا قول اصح ہے۔زبیر اور ان سے ابوعمرو نے نقل کیا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہی کو الطیب کہا جاتا تھا۔انہی کو طاہر کہا جاتا تھا۔یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے، پھر حضرت ام کلثوم تھیں پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔انہی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت تھی، پھر حضرت طاہر پھر حضرت طیب پیدا ہوئے۔حضرت قاسم، طیب اور طاہر کا وصال زمانہ جاہلیت میں ہو گیا تھا۔آپ کی ساری صاحبزادیوں نے اسلام کو پالیا۔اسلام لائیں اور آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔" ابوعمرو نے لکھا ہے کہ علی بن عبدالعزیز الجرجانی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک میں سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے پھر حضرت زینب تھیں۔" ابن الکلبی نے لکھا ہے: حضرت زینب پھر حضرت قاسم، پھر حضرت ام کلثوم، پھر حضرت فاطمہ پھر حضرت رقیہ، پھر حضرت عبداللہ، انہی کو الطیب و الطاہر کہا جاتا تھا۔یہ اجمالاً ذکر جمیل ہے۔تفصیلی تذکرہ آرہا ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فاوّل ولد المصطفی القاسم الرضی ... بہ کنیۃ المختار فافھم و حصّلا
و زینب تتلوھا رقیّہ بعدھا ... و فاطمۃ الزھراء جاءت علی الولا
کذا ام کلثوم تعد و بعدھا ... فی الاسلام عبداللہ جاء مکمّلا
ھو انسب المیمون و الطاھر الرضی ... و قد قیل ذا فی غیرہ فتمثلا
و کلھم کانوالہ من خدیجہ ... و قد جاء ابراھیم فی طیبہ تلا

من المرأۃ الحسناء ماریہ فقل علیهم سلام الله مسکاً و منولا

آپ کے سب سے پہلے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے۔اس سے آپ نے کنیت اختیار فرمائی۔اس بات کو سمجھو اور حاصل کرو، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔آپ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شمار ہوتا ہے۔اس کے بعد اسلام میں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے وہ تکمیل کے لیے آئے۔یہی وہ پاکیزہ نفس ہیں۔طاہر اور پسندیدہ نفس ہیں جب یہ کسی اور کے بارے میں کہا جائے تو وہ کسی دوسری چیز کو بطور مثال پیش کرنا ہے آپ کی یہ ساری اولاد امجاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی۔جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ میں بعد میں پیدا ہوئے۔وہ ایک خوبصورت خاتون حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔تم ان تمام پر اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجو۔جو بھرپور اور لبریز ہو۔

تنبیہات

۱- ابن الجوزی نے "تحقیق" میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن البرقی نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد اطہار کی تعداد سات ہے۔دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد آٹھ ہے۔وہ یہ ہیں حضرات القاسم، الطاہر، الطیب، ابراہیم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمۃ رضی اللہ عنہم۔"
العیون میں ہے: "اگر وہ سات یا آٹھ کا قول نہ کرتے تو میں کہتا کہ شاید یہ کاتب کی غلطی ہے یہ عجیب امر ہے یہ وہم ہے یا البرقی کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے، اگر یہ کہا جائے کہ شاید انہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے دوسرے لخت جگر مراد لیے ہوں۔جنہیں حضرت ابراہیم کہا جاتا تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول معروف نہیں ہے اس قول سے بھی اس کا انکار ہوتا ہے کہ آپ کی ساری اولاد اطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی بلاشبہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔"

۲- الھیثم بن عدی نے ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عبدالعزیٰ، عبد مناف (نعوذ بالله من هذه الخرافات) اور قاسم پیدا کیے۔ہیثم کہتے ہیں "میں نے ہشام سے کہا: الطیب و الطاہر کہاں گئے؟ انہوں نے کہا: اہل عراق یہ تم ان کے اوصاف بیان کرتے ہو جبکہ ہمارے شیوخ عبدالعزیٰ اور عبد مناف کہتے ہیں۔(نعوذ باللہ منہ)
امام ذہبی نے المیزان میں اور الحافظ نے اللسان میں لکھا ہے یہ ہیثم کا ہشام پر افتراء ہے۔ابو الفرج نے لکھا ہے کہ ہیثم کذاب تھا اس کے اس قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ہمارے شیخ ابن ناصر نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے صاحبزادوں کا نام عبد مناف اور عبدالعزیٰ نہیں رکھا۔ہیثم کو بخاری، ابوداؤد، عجلی اور ساجی نے کذاب کہا ہے۔" ابن حبان نے کہا ہے: اس سے نہ تو استدلال کرنا درست ہے نہ ہی اس سے روایت کرنا درست

ہے سوائے از راہِ اعتبار۔ ابن سکن، ابن شاہین، ابن الجارود اور دارقطنی وغیرہم نے اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔
"المورد" میں ہے: "کسی کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام رکھے ہوں۔" اگر یہ کہا جائے کہ یہ نام آپ کے علاوہ کسی اور نے رکھے تھے احتمال یہ ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے ہوں تو آپ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوں اور جب آپ تشریف لائے ہوں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اہل خانہ میں سے کسی نے یہ نام رکھ دیے ہوں۔ آپ اس کے نام سے آگاہ نہ ہو سکے ہوں اس بچے کی زندگی طویل نہ ہوئی ہو۔ آپ نے نہ اسے دیکھا ہو نہ ہی اس کا نام رکھا ہو۔ جن وانس کے شیطان میں سے کسی نے یہ جھوٹ گھڑا ہو جب آپ کا کوئی بچہ پیدا ہوا ہو تا کہ کمزور ایمان والے کے دل میں اس سے التباس پیدا ہو جائے جب آپ تک یہ پہنچا تو آپ نے اسے تبدیل کر دیا ہو یا کسی اور نے اسے تبدیل کرایا ہو۔"
امام طحاوی مشکل الحدیث میں بیہقی نے السنن میں، ابوسعید نقاش اور جوزقانی نے اسے موضوعات روایات میں لکھا ہے۔ کسی ثقہ راوی نے اسے عن ہیثم عن ہشام سے اسے روایت ہی نہیں کیا۔

۳- امام علامہ شیخ الاطباء ابن نفیس رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "کیونکہ آپ کے مزاج مبارک میں شدید اعتدال پایا جاتا تھا اس لیے آپ کے ہاں صرف صاحبزادیاں ہی پیدا نہ ہوئیں کیونکہ یہ ٹھنڈے مزاج سے پیدا ہوتی ہیں نہ ہی آپ کے ہاں صرف صاحبزادے پیدا ہوئے کیونکہ وہ گرم مزاج سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کا مزاج معتدل تھا لہٰذا لازم تھا کہ آپ کے ہاں صاحبزادے اور صاحبزادیاں پیدا ہوں۔ یہ بھی لازم تھا کہ ان کی عمریں طویل نہ ہوں کیونکہ اگر ان کی عمریں طویل ہوتیں وہ نبوت کی عمر تک پہنچ جاتیں تو یا وہ تو انبیاء ہوتے یا انبیاء نہ ہوتے۔ وہ انبیاء نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آخری نبی تھے وہ غیر انبیاء نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آپ کے حق میں نقص تھا بہت سے انبیاء کرام کے درجہ سے انحطاط تھا بہت سے انبیائے کرام کی اولاد میں انبیاء تھیں آپ کی صاحبزادیوں کی زندگیاں طویل ہوئیں کیونکہ عورتیں نبوت کی اہل نہیں ہوتیں۔"

۴- ابن الاعرابی نے "المعجم" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے ایک جنین ساقط ہوا تھا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ اسی پر ان کی کنیت تھی۔ اس روایت کی سند کا مدار داؤد بن محبر ہے یہ متروک تھا۔ ایک جماعت نے اس پر حدیث وضع کرنے کا الزام لگایا ہے۔ اس کو وہ روایت رد کرتی ہے جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر کنیت رکھ لیں یا روایت ہے کہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لیں کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ کو ان کے والدین سے لے لیا تھا۔ یہ ان کی آغوش میں تھے۔ انہیں ان کی "امی" کہا جاتا تھا۔

چوتھا باب

سیدنا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کی اولاد اطہار میں سب سے بڑے تھے۔ انہی پر آپ کی کنیت تھی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی اولاد تھے۔ سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ میں بعثت سے قبل پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں ہی ان کا وصال ہو گیا تھا دوسرا قول ہے کہ وہ سن تمہز کو پہنچ چکے تھے۔ زبیر بن بکار اور محمد بن نضلہ نے بعض مشائخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ زندہ رہے حتیٰ کہ وہ چلنے لگے مجاہد نے لکھا ہے کہ حضرت قاسم سات راتیں زندہ رہے۔ "المملا" نے اس میں خطاء کی ہے۔ ابن سعد نے محمد بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت قاسم کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک دو سال تھی۔ قتادہ سے بھی اسی طرح روایت ہے مجاہد سے روایت ہے کہ وہ سات دن تک زندہ رہے۔ مفضل بن غسان نے لکھا ہے یہ لغزش ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ سترہ ماہ زندہ رہے تھے۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ وہ چلنے پھرنے کی عمر تک پہنچ گئے تھے لیکن ان کی رضاعت مکمل نہ ہوئی تھی۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا انہوں نے نبوت کا زمانہ پایا تھا یا نہیں۔ یونس بن بکیر نے زیادات المغازی میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت قاسم اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ وہ سواری پر سوار ہو سکتے تھے وہ ٹیلے پر چل سکتے تھے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتر ہو گئے ہیں۔" ان کے جواب سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ان کا وصال بعثت کے بعد ہوا تھا۔"

طیالسی اور ابن ماجہ نے حضرت فاطمہ بنت حسین سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتی ہیں کہ جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "قاسم کے لیے دودھ زیادہ ہو گیا ہے کاش! وہ زندہ رہتا حتیٰ کہ وہ اپنی رضاعت کو پورا کر لیتا۔" آپ نے فرمایا: "اس کی رضاعت جنت میں مکمل ہوگی۔" ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں یہ جان لیتی تو میرے لیے یہ غم برداشت کرنا آسان ہوتا۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں وہ اس کی آواز تمہیں سنا دیتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم کی تصدیق کرتی ہوں۔" الحافظ نے لکھا ہے: "اس سے بہت زیادہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کا وصال اسلام میں ہوا تھا لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔"

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ہشام بن عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم اسلام سے قبل وصال کر گئے تھے ابن ابی عاصم اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ قبر کی تنگی (دبانے) سے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی بھی

نہ بچ سکا۔ عرض کی گئی: قاسم بھی نہیں، فرمایا: نہ قاسم نہ ابراہیم۔ حضرت ابراہیم ان میں سے چھوٹے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ اور حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ہشام بن عروہ کی روایت کے مخالف ہے۔

تنبیہ

جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا تو آپ کو ابتر کس نے کہا تھا؟ اس میں اختلاف ہے ایک قول کے مطابق یہ بد بخت عاص بن وائل سہمی تھا۔ بہت سے علماء نے یقین کے ساتھ اسی ہی لکھا ہے۔ ایک قول کے مطابق ابو جہل تھا ایک قول کے مطابق کعب بن اشرف تھا۔ اگر ہم کہیں کہ وہ عاص تھا تو اس کی اولاد تھی مثلاً عمرو اور ہشام اس کی اولاد میں سے تھے۔ اس کا ابتر اور منقطع النسل ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ صاحب اولاد تھا لیکن اس کے اور اس کی اولاد کے مابین انقطاع تھا۔ وہ اس کے پیروکار نہ تھے کیونکہ اسلام نے انہیں روک دیا تھا۔ وہ نہ تو عاص کے وارث بنے نہ ہی عاص ان کا وارث بنا۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-ان کی والدہ ماجدہ، ولادت، عقیقہ، نام مبارک اور آپ کی مسرت

ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون تھا۔ ان کے مناقب امہات المؤمنین کے مناقب میں آرہے ہیں۔ یہ ۸ ھ ذوالحجہ کے ماہ مبارک میں العالیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے جبکہ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ وہ سفید رنگت والی اور خوبصورت تھیں۔ آپ نے انہیں ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر رکھا ہوا تھا۔ ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا از وجہ ملکیت آپ نے ان کے ساتھ مباشرت کی۔ انہیں اس مال میں منتقل کر دیا جو العالیہ میں تھا۔ یہ بنو نضیر کے اموال میں سے تھا۔ وہ گرم اور پھل چننے کے موسم میں تھیں۔ آپ وہیں ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ یہ دینی لحاظ سے بہت عمدہ تھیں۔ ان کے ہاں آپ کا لخت جگر پیدا ہوئے۔ جن کا اسم گرامی "ابراہیم" رکھا گیا۔ آپ نے ساتویں روز ایک بکری سے ان کا عقیقہ کیا ان کا حلق کرایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی مساکین میں صدقہ کی۔ ان کے بال زمین میں دفن کر دیئے گئے ان کی دایا کا نام سلمیٰ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ وہ اپنے خاوند حضرت ابورافع کے پاس گئیں انہیں بتایا کہ حضرت

ماریہ کے ہاں نور نظر پیدا ہوا ہے۔ حضرت ابو رافع بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ کو بشارت دی آپ نے انہیں ایک غلام ہبہ کر دیا اس وقت آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بہت زیادہ غیرت کا اظہار کیا۔ ان پر شدت اختیار کی کیونکہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے اور یوں سلام عرض کیا: السلام علیك یا ابا ابراهیم! امام احمد، امام مسلم اور ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت صبح ہمارے ہاں تشریف لائے فرمایا: آج رات نور نظر پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام پر رکھا ہے۔" زبیر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو بکروں کے ساتھ ان کا عقیقہ کیا ابو ہند نے ان کے سر کا حلق کیا۔ اسی روز آپ نے ان کا نام رکھا۔ یہ ساتواں دن تھا۔

رضاعت

ابن سعد اور زبیر نے حضرت عبداللہ ابن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انصار کی عفت مآب خواتین نے باہم مقابلہ کیا کہ انہیں کون دودھ پلائے گی۔ انہوں نے پسند کیا کہ وہ حضرت ماریہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فارغ کر دیں کیونکہ آپ انہیں پسند فرماتے تھے۔ آپ نے انہیں حضرت ام بردہ بنت المنذر کے حوالے کیا ان کے خاوند کا نام اوس بن خالد تھا۔ وہ انہیں شیر پلاتی تھیں وہ بنو نجار میں اپنے رضاعی والدین کے ہاں تھے آپ حضرت ام بردہ کے پاس تشریف لاتے تھے۔ وہاں قیلولہ فرماتے تھے وہ حضرت ابراہیم کو آپ کے پاس لاتیں۔ آپ نے انہیں نخلستان کا ایک ٹکڑا بھی عطا کیا تھا۔" شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ام سیف کو عطا کیا تھا۔ ان کے خاوند کا نام ابو سیف تھا۔ یہ لوہار پیشہ تھے۔ آپ روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا، حتیٰ کہ ہم ابو سیف تک پہنچ گئے۔ وہ اپنی بھٹی میں پھونکیں مار رہے تھے۔ گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ میں تیزی سے آپ کے آگے گیا حتیٰ کہ میں ابو سیف تک پہنچ گیا میں نے کہا: "ابو سیف! رک جاؤ۔" آپ اپنے صاجزادے کے پاس تشریف لائے۔ انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور وہ کچھ فرمایا جو رب تعالیٰ نے چاہا۔

ان سے ہی روایت ہے: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل پر اتنا شفیق ہو جتنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل پر تھے حضرت ابراہیم العالیہ میں دودھ پیتے تھے آپ ان کے پاس تشریف لاتے ہم بھی آپ کے ساتھ آتے کمرہ میں تشریف لے جاتے وہاں دھواں ہوتا۔ ان کا رضاعی باپ لوہار تھا۔ آپ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیتے تھے اور ان کے بوسے لیتے تھے۔

۳- ان کا وصال، تاریخ وصال، نماز جنازہ اور آپ کا غم

یہ دس ہجری کو وصال کر گئے۔ اس روز منگل تھا ربیع الاول کے دس دن گزر چکے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ اٹھارہ ماہ زندہ رہے۔ (امام احمد) صحیح البخاری میں ہے: انہوں نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال کیا تھا۔ محمد بن المؤمل نے کہا ہے: ان کی عمر سترہ ماہ اور آٹھ دن تھی۔ ابن سعد نے مکحول سے اور عطاء سے، ابن سعد نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے، بکیر بن عبداللہ سے قتادہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کا ہاتھ تھاما انہیں اس نخلستان میں لے گئے جہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیم عالم نزع میں تھے۔ آپ نے انہیں اپنی آغوش میں رکھ لیا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو چشمان مقدس سے آنسو گرنے لگے، حضرت عبدالرحمان نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے رونے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نوحہ اور دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا ہے ایک لعب ولہو کا نغمہ اور مزامیر شیطان۔ دوسری مصیبت کے وقت کی آواز چہرہ نوچنا، گریبان چاک کرنا اور شیطان کی طرح چلانا۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے نوحہ سے منع کیا تھا۔ میت کے لیے وہ اوصاف یاد کر کے رویا جائے جو اس میں نہیں، پھر فرمایا: یہ رحمت ہے۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ابراہیم! اگر یہ حق نہ ہوتا۔ سچا وعدہ نہ ہوتا، جامع دن نہ ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں ہے: اگر معدود اجل نہ ہوتی، وقت معلوم نہ ہوتا صادق وعدہ نہ ہوتا یہ جانے کا رستہ ہے۔ ہمارا آخری ہمارے اول کے ساتھ مل جائے گا تو ہمارا غم آپ پر اس سے بھی شدید ہوتا۔ ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے محزون ہیں آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمزدہ ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔

دوسری روایت میں ہے: میں نے انہیں دیکھا ان پر نزع کا عالم طاری تھا چشمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنسو گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: آنکھ سے آنسو گر رہے ہیں، دل غمگین ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔ بخدا! اے ابراہیم! ہم آپ کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔

امام مسلم، ابوداؤد، ابن سعد، امام احمد اور عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمزدہ ہے ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو راضی کر دے۔ ابراہیم! ہم تمہارے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں۔ ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آنکھ سے آنسو گر رہے ہیں دل غمگین ہے ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کر دے۔ اگر یہ سچا وعدہ نہ ہوتا یہ جامع موعود ہے ہمارا آخری پہلے کی اتباع کرے گا، تو ہم آپ پر اس سے زیادہ غم کرتے۔ ابراہیم! ہم آپ کی وجہ سے مغموم ہیں۔

ابن سعد نے حضرت بکیر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر روئے مگر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری۔ آپ نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا آپ رو رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رونا رحمت کی وجہ سے اور چیخنا شیطان کی طرف سے ہے۔

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے میرا ہاتھ تھاما۔ اس نخلستان میں تشریف لے گئے جس میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں اپنی گود مبارک میں اٹھالیا ان پر نزع کا عالم تھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو رونے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا تھا۔ (۱) لہو ولعب اور شیطان کے مزامیر کی آواز (۲) مصیبت کے وقت کی آواز چہرہ نوچنا، گریبان چاک کرنا اور شیطان کی طرح چیخنا۔

حضرت عبداللہ بن نمیر کی روایت میں ہے: یہ رحمت ہے جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ابراہیم! اگرچہ یہ امر حق نہ ہوتا، سچا وعدہ نہ ہوتا۔ یہ لوگوں کے جانے کا رستہ ہے۔ ہمارا آخری فرد پہلے فرد سے مل جائے گا۔ ہم آپ پر اس سے بھی شدید غمزدہ ہوتے ہم آپ کی وجہ سے مغموم ہیں۔ آنکھ آنسو بہارہی ہے دل غمزدہ ہے لیکن ہم وہ بات نہیں کرتے جو ہمارے رب تعالیٰ کو ناراض کردے۔

ابن ماجہ اور حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسے کفن میں نہ لپیٹنا حتیٰ کہ میں اس کی طرف دیکھ لوں۔ آپ ان کے پاس آئے ان پر جھک گئے اور رونے لگے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی یا نہیں۔ امام احمد اور ابن سعد نے کہا یہ جابر جعفی کی سند ہے یہ ضعیف تھا، حضرت براء ہے بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے، ابن ماجہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ابویعلیٰ اور ابن سعد نے حضرت انس سے، ابوداؤد اور بیہقی نے عطا بن ریاح سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لخت جگر کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے: المقاعد میں اسی جگہ جنازے پڑھے جاتے تھے۔ آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں۔ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔

ابن سعد عطاء ہے اور مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نظر کی قبر انور کے کنارے پر تھے۔ آپ نے لحد میں شگاف دیکھا۔ کھدائی کرنے والے نے ڈھیلا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس سے نہ نفع ہوتا ہے نہ ہی نقصان لیکن زندہ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ آپ اپنی مبارک انگلیوں سے اسے برابر کرنے لگے۔ فرمایا: جب تم میں سے کوئی عمل کرے تو اسے پختگی سے کرے۔ اس سے مصیبت زدہ کے نفس کو تسلی ملتی ہے۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے: جب ان کی تدفین ہوگئی تو ان کی قبر پر بوسہ دیا۔ بلند آواز سے دعا مانگی سب سے پہلے اسی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ ابن سعد نے آل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن کردیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی مشکیزہ لے کر آئے گا؟ ایک انصاری شخص نے پانی کا مشکیزہ پیش کیا۔ آپ نے اسے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھڑک دیا۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر انور راستے کے قریب تھی۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ دار عقیل کے قریب تھی۔

۴- سورج گرہن لگنا

ابن سعد نے عبدالرحمان بن حسان سے، انہوں نے اپنی والدہ حضرت سرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت وہیں تھی میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب میں یا میری بہن چیخ مارتی آپ ہمیں منع نہ کرتے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو آپ نے ہمیں چیخنے سے منع کر دیا۔ انہیں حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر انہیں اٹھالیا گیا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ ان کی قبر کے کنارے پر تھے حضرت عباس آپ کے پہلو میں تھے۔ حضرات فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہما نیچے اترے۔ میں ان کی قبر کے پاس رو رہی تھی۔ مجھے کسی نے منع نہ کیا۔ اس روز سورج گرہن لگ گیا لوگوں نے کہا: یہ ابراہیم کے وصال کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے سورج گرہن نہیں لگتا۔ آپ نے اینٹوں میں شگاف دیکھا۔ اسے بند کرنے کا حکم دیا جب عرض کی گئی تو فرمایا: یہ نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان لیکن اس سے آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے جب زندہ شخص کوئی کام کرے تو رب تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اسے محکم انداز سے کرے۔ ان کا وصال منگل کے روز کو ہوا ۱۰ھ تھی۔ ربیع الاول کی دس راتیں گزر چکی تھیں۔

۵- جنت میں رضاعت کی تکمیل

ابن ماجہ نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو آپ نے فرمایا: جنت میں انہیں ایک دودھ پلانے والی ہوگی اگر وہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ ماموں قبط کو آزاد کرا دیتے اور کسی قبطی کو غلام نہ بنایا جاتا۔

۶- اس امر کا رد کہ آپ نے حضرت ابراہیم کو تلقین کی تھی

زبانوں پر مشہور ہے کہ آپ نے دفنانے کے بعد سیدنا ابراہیم کو تلقین کی تھی یہ چیز کتب احادیث میں موجود نہیں ہے۔ اس کا تذکرہ المتولی نے "تتمہ والابانہ" میں کیا ہے۔ روایت ہے کہ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا، تو آپ نے فرمایا: اللہ ربی و رسولی ابی و الاسلام دینی عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انہیں تلقین کر رہے ہیں ہمیں کون تلقین کرے گا؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ (سورۃ ابراہیم، ۲۷)

ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ اہل ایمان کو اس پختہ قول کی برکت سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

استاذ ابوبکر بن فورک نے اپنی کتاب "النظامی" میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو آپ ان کی

قبر انور پر کھڑے ہو گئے فرمایا: نور نظر! دل غمزدہ ہے۔ آنکھ آنسو برسا رہی ہے ہم ایسی بات نہیں کرتے جو ہمارے رب کو ناراض کر دے انا للہ و انا الیہ راجعون. فرزند دلبند! کہو: اللہ ربی، اسلام دینی و رسول اللہ ابی۔ صحابہ کرام رونے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی باآواز بلند رونے لگے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو حضرت عمر فاروق اور ان کے ساتھی رو رہے تھے۔ فرمایا: عمر! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ آپ کے فرزند دلبند تھے یہ بلوغت تک نہ پہنچے تھے۔ نہ ہی ان پر قلم رواں ہوا تھا۔ نہ اسے تلقین کی ضرورت تھی آپ جیسی ذات ہی اس وقت توحید کی تلقین کر سکتی ہے۔ عمر کا حال کیا ہو گا وہ بالغ عمر کو پہنچ چکا ہے اس پر قلم رواں ہو چکا ہے اسے آپ جیسا ملقن بھی نصیب نہ ہو سکے گا اس حالت میں اس کی نجات کی صورت کیا ہو گی؟ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رونے لگے۔ حضرت جبرائیل امین اترے حضور اکرم ﷺ سے ان کے رونے کا سبب پوچھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق کی بات سنا دی۔ حضرت جبرائیل امین اوپر چڑھے پھر نیچے اترے۔ کہا: آپ کا رب تعالیٰ آپ کو سلام دیتا ہے اور کہتا ہے:

يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ (سورۃ ابراہیم، ۲۷)

اس سے مراد موت کا وقت ہے سوال کا وقت ہے حضور اکرم ﷺ نے انہیں یہ آیت طیبہ پڑھ کر سنائی ان کے قلوب خوش ہو گئے۔ نفس مسرور ہو گئے۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو یہ بہت ہی منکر روایت ہے بلکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۷- اگر وہ زندہ ہوتے تو نبی ہوتے

امام بخاری اور ابن ماجہ نے اسماعیل بن خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن ابی اوفی سے عرض کی: "کیا آپ نے حضور اکرم ﷺ کے فرزند دلبند حضرت ابراہیم کی زیارت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا: "ان کا وصال چھوٹی عمر میں ہو گیا تھا۔ اگر یہ فیصلہ ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہو گا تو آپ کا لخت جگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس روایت کو امام احمد نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر آپ کے بعد کسی نے نبی ہونا ہوتا تو آپ کے فرزند دلبند حضرت ابراہیم کا وصال نہ ہوتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ابن سعد نے اس سند سے روایت کیا ہے جو امام مسلم کی شرط پر ہے کہ سدی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا اگر سید ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ ابن عساکر نے دو اسناد سے حضرت سدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس سے عرض کی: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: وہ پنگھوڑے میں بچے تھے اگر بحیات رہتے تو نبی

ہوتے لیکن وہ باقی نہ رہے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ الماوردی نے المعرفہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ان کے لیے دایا ہوگی اگر وہ زندہ ہوتے تو صدیق نبی ہوتے۔

ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔

فائدہ

امام سبکی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔ اگر تم کہو نبوت وصف ہے اس کے موصوف کا ہونا ضروری ہے۔ چالیس سال کے بعد بعثت ہوتی تھی۔ آپ کے وجود سے قبل اور رسالت سے قبل یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے اجساد سے قبل ارواح کو تخلیق کیا۔ "کنت نبیا" سے اشارہ آپ کی روح، حقیقت اور ان حقائق کی طرف ہوتا ہے جن کی معرفت سے ہمارے عقل قاصر ہیں۔ انہیں صرف ان کا خالق ہی جان سکتا ہے اور وہ جان سکتا ہے جس کی رب تعالیٰ نے نور الٰہی سے مدد کی ہو، پھر ان حقائق میں سے ہر ہر حقیقت رب تعالیٰ اس وقت میں دیتا ہے جب چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو تخلیق آدم سے پہلے یہ وصف عطا کر دیا ہو رب تعالیٰ نے اسے اس کے لیے تیار کر رکھا ہو رب تعالیٰ نے اس وقت اسے یہ وصف عطا کر دیا آپ نبی بن گئے۔

یہ ساری روایات اس کتاب مستطاب کے شروع میں گزر چکی ہیں۔ اسی سے سیدنا ابراہیم ابن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن میں نبوت کی تحقیق کو سمجھا جاسکتا ہے اگرچہ وہ وحی کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔

۸-ان کے ننھال قبط کے متعلق وصیت

ابن سعد نے زہری سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم القبط کے مالک بن جاؤ تو ان کے ساتھ احسان کرو ان کے ساتھ عہد ہے ان کے ساتھ رشتہ داری ہے۔ حضرت ابی بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبط کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرو ان کا عہد اور رشتہ داری ہے۔ الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اللہ! مصر کے قبط کے متعلق! عنقریب تم ان پر غالب آجاؤ گے وہ تمہارے لیے راہ خدا میں معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔

تنبیہات

۱- پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم کو ام بردہ خولہ بنت منذر نے دودھ پلایا جبکہ مشہور یہ ہے کہ یہ سعادت حضرت ام سیف نے حاصل کی تھی۔ حضرت قاضی عیاض نے ان کا نام خولہ بنت منذر لکھا ہے۔

۲- حضرت انس اور حضرت ابن زبیر کے ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ ان کا نام ساتویں روز رکھا گیا تھا بلکہ اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ نام ساتویں روز سے قبل رکھا گیا تھا جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا تقاضا ہے ساتویں روز نام کو ظاہر کیا گیا۔ ساتویں روز نام رکھنے کے حکم کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ ساتویں روز سے موخر نہ کیا جائے کیونکہ اسی وقت میں نام رکھا جاتا ہے یہ وقتِ ولادت سے لے کر ساتویں روز تک ہے۔ (محب الطبری)

۳- حکیم ترمذی نے لکھا ہے: اولاد رب تعالیٰ کی طرف سے پھول ہوتی ہے۔ مؤمن اسے سونگھتا ہے۔ اس سے لذت پاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آخری عمر میں اسے رب تعالیٰ یہ پھول بطور زادراہ دے۔ آپ کا ان پر جھکنا سونگھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے بچے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔ آپ کا ان پر جھکنا جبکہ وہ کفن میں لپٹے ہوئے تھے۔ یہ آپ کا ان سے زادراہ لینا تھا ان پر رونا ان پر فراق کی وجہ سے تھا کیونکہ ان کا سونگھنا جنت کا پھول سونگھنا تھا۔ دوسری روایت میں ریحان اللہ کا لفظ ہے آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کیونکہ رب تعالیٰ کی عنایت ہے جو اندر سے لطف اور نیکی سے لبریز ہے ظاہر امتحان ہے کبھی آپ ان کے لیے رحمت کا اظہار کرتے ہوئے ان پر روئے کیونکہ اجسام مردے ہوتے ہیں انہیں ارواح سے زینت ملتی ہے یہ عبودیت سے چمکتے ہیں۔

۴- امام احمد، بزار اور ابو یعلی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، ان کی عمر اٹھارہ ماہ تھی۔ ان کی نماز جنازہ نہ ادا کی گئی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کی سند حسن ہے ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے لیکن امام احمد نے حسن کی روایت میں اسے منکر کہا ہے خطابی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اتصال کے اعتبار سے اس روایت سے عمدہ ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن یہ اولی ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت صحیح نہیں ہے۔ جمہور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جب وہ شہید ہو جائیں یہ عمل اسلاف و اخلاف میں رائج ہے۔ صرف سمرہ بن جندب سے مروی روایت اس کے مخالف ہے۔ شاید ان کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی ہو یا صحابہ کرام کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہو مگر آپ موجود نہ ہو لہذا یہ اس کے مخالف نہ رہی کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ روایت کو اسی مفہوم پر محمول کرنا اولی ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: جمہور علماء کا موقف ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ جنہوں نے یہ کہا

ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی انہوں نے اس کے سبب میں اختلاف کیا ہے۔ایک گروہ نے کہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی وجہ سے نماز جنازہ سے مستغنی تھے یہ شفاعت ہی ہوتی ہے جیسے شہید اپنی شہادت کی وجہ سے نماز جنازہ سے مستغنی ہوتا ہے۔دوسرا گروہ کہتا ہے:اسی روز سورج گرہن لگا ہے آپ سورج گرہن کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ سکے تھے کیونکہ صلاۃ الکسوف میں مصروف رہے تھے ایک اور گروہ کہتا ہے:ان آثار میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔دوسری روایت میں ہے مثبت کو اولی سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں علم کی زیادتی ہوتی ہے۔جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو جائے تو اثبات کو مقدم سمجھا جائے گا۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھی تھی کیونکہ وہ نبی تھے۔نبی کی نماز جنازہ نہیں ہوتی لیکن یہ صحیح نہیں صحیح موقف یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔

۵- ابو عمر نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کا انکار کیا ہے انہیں "تمہید" میں لکھنے کے بعد لکھا ہے:میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے حضرت نوح کا بیٹا نبی نہ تھا جیسے کہ غیر نبی کے ہاں نبی پیدا ہوئے۔اسی طرح روا ہے کہ نبی کے ہاں غیر نبی پیدا ہو۔اگر نبی کے ہاں صرف نبی ہی پیدا ہوتا تو ان میں سے ہر ایک نبی ہوتا کیونکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا۔حضرت آدم نبی مکرم ہیں۔ان کی اولاد میں سے صرف حضرت شیث علیہ السلام ہی نبی تھے۔امام نووی نے اپنی تہذیب میں "ابراہیم" کے تحت لکھا ہے کہ جو یہ روایت ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو وہ نبی ہوتے۔یہ باطل ہے یہ غیب پر گفتگو کرنے کی جسارت ہے یہ ناعاقبت اندیشی اور بڑی لغزشوں پر ہجوم ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے:یہ عجیب بات ہے،حالانکہ اسے تین صحابیوں سے روایت بھی کیا ہے لیکن ان کی تاویل کی وجہ بیان نہیں کی۔اس کے انکار میں انہوں نے لکھا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ وقوع کو مستلزم نہیں ہے۔صحابی کے متعلق گمان نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنی رائے سے ایسی بات کی ہو۔یہ انہوں نے الاصابہ میں لکھا ہے:الفتح میں لکھا ہے اگر امام نووی کو یہ روایات یاد ہوتیں تو وہ کچھ نہ کہتے جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔

✿✿✿

چھٹا باب

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

۱-ولادت مبارکہ

اس میں اختلاف نہیں کہ آپ صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔اختلاف صرف ان میں اور حضرت قاسم

ؓ میں ہے کہ ان میں سے کس کی ولادت سب سے پہلے ہوئی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: انہوں نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن محمد سلیمان ہاشمی سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ زینب ؓ کی ولادت کے وقت آپ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ انہوں نے اسلام کو پایا۔ ہجرت کی۔ حضور اکرم ﷺ اپنی اس صاحبزادی سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔

۲- نکاح

ان کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔ ان کا نام لقیط تھا۔ یا ہشیم تھا۔ یا مہشم تھا۔ والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا۔ یہ حضرت خدیجہ کی بہن تھی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابوالعاص مکہ مکرمہ کے ان افراد میں شمار ہوتے تھے جو مال، تجارت اور امانت میں بے نظیر تھے۔ حضرت خدیجہ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ تجویز پیش کی۔ آپ نے ان کی مخالفت نہ کی۔ یہ نزولِ وحی سے پہلے کی بات ہے آپ نے حضرت زینب ؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ جب رب تعالیٰ نے رسالت کا تاج زرنگار آپ کے سر پر سجایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں آپ پر ایمان لے آئیں۔ جب آپ نے قریش کو دعوت دی تو وہ ابوالعاص کے پاس آئے انہوں نے کہا: اپنی زوجہ سے جدا ہو جاؤ۔ ہم تمہاری شادی قریش کی جس عورت سے چاہتے ہو کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: بخدا! نہیں! میں اپنی زوجہ محترمہ سے جدا نہ ہوں گا۔ مجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ ان کے بدلے میں قریش کی کوئی عمدہ عورت ملے۔

۳- ہجرت

الطبرانی اور بزار نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاوند ابوالعاص سے اذن طلب کیا کہ وہ اپنے والد گرامی حضور اکرم ﷺ کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ کنانہ یا ابن کنانہ بن ربیع کے ساتھ عازم سفر ہوئیں۔ قریش ان کے تعاقب میں نکلے۔ ہبار بن اسود نے انہیں پالیا وہ ان کے اونٹ کو لگا تار اپنا نیزہ مارتا رہا حتیٰ کہ وہ گر پڑیں اور ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ ان کا خون بہہ گیا۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں جھگڑا ہو گیا انہوں نے کہا: "ہم ان کے مستحق ہیں۔ یہ ہمارے چچا زاد ابوالعاص کی زوجیت میں ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے کہا: یہ تمہارے والد کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا: کیا تم جاتے نہیں ہو اور زینب کو نہیں لے آتے؟ انہوں نے عرض کی: ضرور! یارسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: میری انگوٹھی لے جاؤ اور اسے دو۔" حضرت زید عازم سفر ہوئے۔ وہ نرمی برتتے رہے۔ وہ ایک چرواہے سے ملے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: کس کی بکریاں چروا رہے ہو؟ اس نے کہا: ابوالعاص کی۔ فرمایا: یہ بکریاں کس کی ہیں؟ کہا: حضرت زینب ؓ کی۔ وہ ان کے ساتھ چلے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں کچھ دوں تو وہ حضرت زینب ؓ کو دے دو گے اور کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہ کرو گے؟ چرواہے نے کہا: ہاں! انہوں نے اسے انگوٹھی دی۔ چرواہا روانہ ہوا۔ اس کی بکریاں داخل کیں۔ انہیں انگوٹھی پیش کر دی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا۔ فرمایا:

تمہیں یہ کس نے دی ہے؟ اس نے کہا: ایک شخص نے۔ انہوں نے پوچھا: تو نے اسے کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: فلاں جگہ۔ وہ خاموش ہو گئیں۔ رات کے وقت ان کے پاس تشریف لے گئیں۔ جب وہ ان کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: میرے آگے میرے اونٹ پر بیٹھ جائیں۔ انہوں نے فرمایا: نہیں! تم آگے بیٹھو۔ وہ سوار ہوئے۔ وہ ان کے پیچھے سوار ہو گئیں، حتیٰ کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ میری بہترین صاحبزادی ہیں۔ انہیں میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔ الطبرانی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بدر کے قیدیوں میں ابوالعاص بھی تھے۔

۴۔ حضرت ابوالعاص کا اسلام

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے ہجرت کی۔ ابوالعاص اپنے دین پر ہی تھے۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ وہ تجارت کے لیے شام کا سفر کریں جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو کچھ مسلمانوں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تاکہ ان کا سامان لے لیں اور انہیں قتل کر دیں۔ یہ بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی سن لی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مسلمانوں کا عہد اور پناہ ایک نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: آپ گواہ بن جائیں میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ جب مسلمانوں نے یہ سنا تو وہ اسلحہ کے بغیر ان کی طرف نکلے۔ انہوں نے کہا: ابوالعاص! تم قریش میں معزز انسان ہو تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد اور آپ تمہارے سسر ہیں کیا تم اسلام قبول کر لیتے ہو اور قریش مکہ کا اموال بطور مال غنیمت لے لیتے ہو؟ انہوں نے کہا: تم نے مجھے کتنا برا مشورہ دیا ہے کہ میں اپنا دین دھوکے سے چھوڑ دوں۔ وہ گئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ ہر صاحب حق کا حق ادا کیا، پھر فرمایا: اے اہل مکہ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: بخدا! ہاں! انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں، پھر وہ مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہو گئے۔

۵۔ نئے نکاح کے بغیر آپ نے حضرت زینب انہیں لوٹا دیں

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی سالوں بعد اپنی نور نظر انہیں پہلے نکاح پر واپس لوٹا دیں اور نیا حق مہر مقرر نہ کیا۔

۶۔ آپ حضرت ابوالعاص کی تعریف فرماتے تھے

شیخان نے حضرت مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی کو پیغام نکاح دیا۔ ان کی زوجیت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں عرض کی:

آپ کی قوم باتیں کر رہی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ علی ہیں جو ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کر رہے ہیں۔ حضرت مسعود نے کہا: حضور اکرم ﷺ اٹھے۔ میں نے شہادت دیتے ہوئے آپ کو سنا پھر فرمایا: میں نے ابوالعاص سے اپنی نورِ نظر کا نکاح کیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے بات کی اور سچ بولا۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں مجھے ناپسند ہیں کہ تم انہیں آزمائش میں مبتلاء کرو۔ بخدا! حضور اکرم ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام نکاح ترک کر دیا۔

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ ابوالعاص قریش کے علاوہ کسی اور کارواں میں شام کی طرف گئے۔ آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ کارواں شام سے آ رہا ہے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے العیص کے ایک طرف جمادی الاول ۶ھ میں اس کارواں سے ملاقات کر لی۔ انہوں نے سامان پر قبضہ کر لیا اور کچھ لوگ بھی گرفتار ہوئے۔ ان میں ابوالعاص بھی تھے۔ وہ مدینہ طیبہ آئے۔ وقتِ سحر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے۔ یہ ان کی زوجہ کریمہ تھیں۔ انہوں نے ان سے پناہ طلب کی۔ انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔ جب آپ نے نماز فجر ادا کر لی تو وہ حجرہ مقدسہ کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ بلند آواز سے کہا: میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے پوچھا: لوگو! کیا تم نے وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ مجھے اس کا کچھ علم نہ تھا حتیٰ کہ تم نے وہ سنا جو کچھ میں نے سنا ہے۔ مسلمان اپنے علاوہ متفق ہیں ان کا کمتر شخص بھی کسی شخص کو پناہ دے سکتا ہے۔ جس کو انہوں نے پناہ دی ہے ہم نے بھی اسے پناہ دی ہے۔'' جب آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ عرض کی کہ ابوالعاص سے لیا ہوا سامان واپس کر دیا جائے۔ آپ نے اسی طرح کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے قریب نہ جائے۔ وہ جب تک مشرک ہے۔ وہ ان کے لیے حلال نہیں ہے۔ حضرت ابوالعاص مکہ مکرمہ آئے۔ ہر حقدار کو اس کا حق ادا کیا، پھر اسلام قبول کیا۔ مسلمان بن کر ہجرت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ماہ محرم تھا ۷ھ تھا۔ حضرت زینب کو آپ نے پہلے نکاح پر واپس کر دیا۔

۷- ان کا وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ابن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص آیا۔ قریش کے دو افراد اس کے ساتھ لڑنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے اس پر غلبہ پا لیا۔ انہوں نے حضرت زینب کو گرا دیا وہ چٹان پر گر پڑیں۔ ان کا حمل گر پڑا خون بہہ گیا۔ وہ انہیں ابوسفیان کے پاس لے گئے۔ بنو ہاشم کی خواتین ان کے پاس آ گئیں۔ اس نے انہیں ان کے سپرد کر دیا، پھر وہ ہجرت فرما کر آپ کے پاس آ گئیں۔ وہ اسی درد کی وجہ سے وصال کر

گئیں۔اسی درد کی وجہ سے انہیں شہیدہ کہا جاتا ہے۔ان کا وصال ۸ ھ کے اوائل میں ہوا۔انہیں حضرت ام ایمن اور حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ نے غسل دیا۔آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ان کی قبر میں اترے۔آپ کے ہمراہ حضرت ابوالعاص بھی تھے۔ان کے لیے نعش بنائی گئی۔سب سے پہلے انہی کے لیے نعش بنائی گئی تھی۔

۸-اولاد پاک

ابوعمر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوالعاص سے ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام علی تھا لیکن وہ مرگیا۔وہ قریب البلوغ تھا۔یہ فتح مکہ کے روز آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔آپ کی حیات طیبہ میں ہی اس کا وصال ہوگیا تھا۔ان کے ہاں ایک بچی بھی پیدا ہوئی تھی۔جسے امامہ کہا جاتا تھا۔ان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کرلی تھی۔ان سے اولاد نہ ہوئی تھی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔نماز میں انہیں اٹھالیتے تھے جب سجدہ فرماتے تو انہیں اتار دیتے تھے۔جب اٹھتے تو انہیں اٹھالیتے تھے۔

امام احمد،ابویعلی اور الطبرانی نے حسن سند سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ کی خدمت میں پتھر کا ایک ہار پیش کیا گیا۔جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک حجرہ مقدسہ میں جمع تھیں۔حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بچی تھیں وہ حجرہ کی ایک سمت میں مٹی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسے لگتا ہے؟انہوں نے اسے دیکھا: عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اتنا حسین اور عجیب ہار کبھی نہیں دیکھا۔آپ نے فرمایا: اسے میری طرف لوٹا دو۔آپ نے فرمایا: بخدا! میں اسے اس گردن میں ڈالوں گا جو مجھے اپنے اہل بیت میں سے سب سے پیاری ہوگی۔ام المومنین نے فرمایا: مجھے یہ خدشہ طاری ہوگیا کہ آپ اسے میرے علاوہ کسی اور کو نہ پہنا دیں۔یہی کیفیت میرے علاوہ ہر ام المومنین کی تھی۔ہم سب خاموش ہوگئیں۔آپ اسے لے آئے اور اسے حضرت امامہ کو پہنا دیا۔وہ مسرور ہوگئیں۔

زبیر اور الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوالعاص نے اپنی نور نظر کو حضرت زبیر کے متعلق وصیت کی تھی انہوں نے ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کردیا تھا اس وقت حضرت سیدہ خاتون جنت کا وصال ہو چکا تھا۔جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی زوجیت میں حضرت امامہ تھیں۔انہوں نے ضعیف سند سے محمد بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو انہوں نے حضرت امامہ سے فرمایا: شادی نہ کرنا۔اگر کرنا چاہو تو مغیرہ بن نوفل کی رائے کے بغیر نہ کرنا۔معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام نکاح دیا۔حضرت مغیرہ نے کہا: میں تمہارے لیے ان سے بہتر ہوں۔اپنا معاملہ میرے سپرد کردو۔انہوں نے اسی طرح کیا۔انہوں نے کچھ افراد بلائے اور ان سے نکاح کرلیا۔ان کے ہاں ہی حضرت امامہ کا وصال ہوا ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت امامہ کے ہاں حضرت مغیرہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔جسے یحییٰ کہا جاتا تھا۔

ساتواں باب

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۱-ولادت، نام نامی اور نکاح

جب حضرت رقیہ آپ کے ہاں پیدا ہوئیں تو اس وقت آپ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ آپ نے ان کا نام رقیہ رکھا۔ جب ان کی والدہ نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ جب خواتین نے آپ کی بیعت کی تو انہوں نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں۔ جب سورۃ لہب نازل ہوئی جبکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتبہ کی زوجیت میں تھیں۔ ابولہب نے کہا: میرا سر تمہارے سروں کے مابین اس وقت تک مرا رہے جب تک تم دونوں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوران نظر کو طلاق نہ دے دو۔ ان کی ماں نے کہا: میرے بیٹے! اسے طلاق دے دے یہ صابی ہوگئی ہے۔ انہوں نے آپ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں کر دیا گیا۔ انہوں نے ان کے ہمراہ دو ہجرتیں کیں حبشہ کی طرف، مدینہ طیبہ کی طرف۔ دولابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح جاہلیت میں ہوا تھا۔ دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ نکاح اسلام کے بعد ہوا تھا۔ الطبرانی نے دو حسن اسناد سے اور زبیر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ کی زوجیت میں تھیں جب سورہ ابی لہب کا نزول ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتبہ سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مطالبہ کیا ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔ ان کے ہاں ہی ان کا وصال ہوا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: قریش عتبہ بن ابی لہب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر کو طلاق دے دے۔ ہم تیری شادی کر دیتے ہیں۔

۲-حضرت عثمان ذوالنورین سے ان کا نکاح وحی سے ہوا تھا

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ میں اپنی نور نظر کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

۳-حسن و جمال

ابوعمرو نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ باجمال تھیں۔ محمد بن قدامہ نے کہا ہے: وہ بہت حسین تھیں۔ کہا جاتا تھا: بہترین شریک حیات بہترین شریک حیات کے ساتھ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تاکہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک پیالہ لے جاؤں جس میں گوشت تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔اس وقت حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے پاس ہی تھیں۔میں نے ان سے بڑھ کر حسین شریکان حیات نہیں دیکھے۔میں ایک نظر حضرت عثمان غنی پر اور دوسری نظر حضرت سیدہ رقیہ پر ڈالتا۔جب میں واپس آیا تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کے ہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے ان سے بڑھ کر حسین جوڑا کبھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک نظر سے حضرت عثمان غنی کو اور دوسری نظر سے حضرت سیدہ رقیہ کو دیکھتا رہا۔اسے الطبر انی نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: یہ پردے کے احکام کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔اس میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا بقیہ راوی صحیح کے ہیں۔حضرت عبداللہ بن حزم المازنی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔میں نے مرد وخواتین میں سے ان سے بڑھ کر حسین کسی کو نہ دیکھا تھا۔اسے الطبر انی نے روایت کیا ہے اس میں ربیع بن بدر ہے جو متروک ہے۔حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے روز جمعۃ المبارک کو حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا۔انہوں نے ازار پہنا ہوا تھا۔وہ ازار عدن کا تھا۔موٹا تھا۔اس کی قیمت چار یا پانچ دراہم تھی اور آپ نے کوفی اون کی چادر پہنی تھی ان کی ریش مبارک طویل اور چہرہ خوبصورت تھا۔اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔اس کی سند حسن ہے۔موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: جمعۃ المبارک تھا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ سارے لوگوں سے بڑھ کر حسین تھے۔دو زرد رنگ کی چادریں ازار اور چادر اوڑھ رکھیں تھیں۔آپ منبر کے پاس آئے اور اس پر بیٹھ گئے۔اس کو طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے۔یہ ضعیف ہے۔عبداللہ بن عون القاری سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ذوالنورین کی زیارت کی۔ان کی ریش مبارک سفید تھی۔اسے الطبر انی نے روایت کیا ہے۔اس میں ہے: میں نے انہیں نہ پہچانا۔عبدالرحمٰن بن سعد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی ریش مبارک زرد تھی۔

ہجرت

حضرت انس سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ صاحبزادیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔آپ کو ان کی خبر نہ پہنچی۔ان کے متعلق آپ لوگوں سے پوچھنے لگے۔قریش کی ایک عورت آئی۔آپ نے اس سے پوچھا۔اس نے کہا: میں نے انہیں دیکھا ہے۔آپ نے پوچھا: تم نے انہیں کس حال میں دیکھا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں گدھے پر بٹھا رکھا تھا۔ وہ اسے ہانک رہے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ ان کی تمنائیں پوری کرے۔حضرت عثمان پہلے شخص ہیں

جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔

ان کی دعا کا قبول ہو جانا

ابو محمد بن قدامہ نے روایت کیا ہے کہ اہل حبشہ میں کچھ جوان حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آتے تھے انہیں دیکھتے تھے۔ ان کے جمال سے متعجب ہوتے تھے۔ اس طرح انہیں اذیت دیتے تھے انہوں نے ان سب کے لیے بد دعا کی اور سارے ہلاک ہو گئے۔

وصال

حضرت مصعب بن زبیر نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے ہاں مدینہ طیبہ میں ہی وصال فرما گئیں۔ ان کی ہی وجہ سے وہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ آپ نے حکم دیا تو ان کا حصہ بھی نکالا گیا اور اجر و ثواب میں بھی انہیں شامل کیا گیا۔

ابن شہاب نے لکھا ہے: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ انہیں درد تھا۔ ان کا وصال اسی روز ہوا جب اہل بدر مدینہ طیبہ آئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حصہ نکالا تھا۔ ثواب میں انہیں شامل کیا تھا۔ انہوں نے ہجرت سے سترہ ماہ بعد وصال فرمایا تھا۔

اولاد پاک

ان کا ایک حمل ضائع ہو گیا پھر حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ مصعب بن زبیر نے لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حبشہ میں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ اسی پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔ جب ان کی عمر دو سال ہوئی یا چھ سال ہوئی تو ان کی آنکھوں میں مرغ نے چونچیں مار دیں ان کا چہرہ سوج گیا اور ان کا وصال ہو گیا۔ العیون میں ہے: ان کا وصال اپنی والدہ ماجدہ کے وصال سے چار سال بعد ہوا تھا۔ ان کے علاوہ ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ ان کی قبر میں ان کے والد گرامی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اترے تھے۔ دولابی نے لکھا ہے: وہ عالم شیر خوارگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ حضرت عثمان غنی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ سیرت نگاروں نے ان کی بات کو تسلیم نہیں کیا۔

❀❀❀

آٹھواں باب

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۱۔ولادت اور نکاح

یہ اپنی بہن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سے بڑی تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام ام کلثوم رکھا تھا اس کے علاوہ وہ کسی اور نام سے معروف نہ تھیں۔وہ کنیت سے ہی معروف تھیں۔جب ان کی بہنوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور ان کے ساتھ ہی بیعت کی۔آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔جب حضرت رقیہ کا وصال ہو گیا تو آپ نے حضرت ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا۔ربیع الاول میں حضرت رقیہ کا وصال ہوا تھا جمادی الاول میں ان کی رخصتی ہوئی تھی۔ساتویں باب میں گزر چکا ہے کہ عتبہ بن ابی لہب سے ان کا نکاح ہوا تھا، پھر اس نے انہیں جدا کر دیا تھا۔ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی۔حضرت رقیہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کی وجہ سے ہوا تھا۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے اور عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ کے حق مہر اور ان کی صحبت کی مثل پر کر دیں۔ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔انہوں نے کہا: رب تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت رقیہ کے حق مہر اور انہی کی صحبت پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔

ابن ماجہ اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مسجد نبوی کے دروازے کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملے۔آپ نے فرمایا: عثمان! یہ جبرائیل امین ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت ام کلثوم کا نکاح آپ سے حضرت رقیہ کے حق مہر اور ان ہی کی صحبت پر کر دوں۔

نکاح کی کیفیت

ابن عساکر نے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان! یہ جبرائیل امین ہیں جو مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہے ہیں کہ میں حضرت ام کلثوم کا نکاح تم سے حضرت رقیہ کے حق مہر جتنے حق مہر پر اور انہی کی صحبت و رفاقت جیسی صحبت و رفاقت پر کر دوں۔

وصال

العیون میں ہے: ہجرت کے نویں سال ماہ شعبان میں ان کا وصال ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی قبر انور پر بیٹھ گئے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے۔ ان کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا تھا۔

❁❁❁

نواں باب

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ولادت اور اسم مبارک

ابوعمرو نے عبیداللہ بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو آپ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی لیکن یہ اس کے مخالف ہے جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے کہ آپ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بعثت سے قبل ہوئی تھی۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اس وقت قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔ امام واقدی سے روایت ہے کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو خانہ کعبہ تعمیر ہو رہا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔ المدائنی نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے ایک سال قبل ہوئی۔ وہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً پانچ سال بڑی تھیں۔ محرم کے اوائل میں دوسرے سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چار ماہ بعد آپ کی نسل منقطع ہوگئی تھی۔ اپنے والد گرامی کی والدہ ماجدہ کی کنیت پر ان کی کنیت تھی۔ جس نے اس کے علاوہ اور کچھ کہا ہے۔ اس نے خطاء کی ہے۔

نکاح، حق مہر اور جہیز

ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔ اس وقت عمر مبارک ۱۵ سال اور پانچ یا چھ ماہ تھی۔ ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ رمضان المبارک میں نکاح ہوا تھا۔ رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی۔ یا رجب یا صفر میں نکاح ہوا تھا۔ اس وقت ان کی عمر اکیس برس اور چھ ماہ تھی۔ ان کی حیات طیبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہ کی۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے نکاح ۲ھ کو ماہ صفر میں کیا تھا جبکہ رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی تھی جبکہ ہجرت کو ۲۲ ماہ گزر چکے تھے۔ ابوعمر نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد۔ دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے

چار ماہ پندرہ دن بعد۔ نکاح سے سات ماہ بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی۔

مسدد نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے کوفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سماعت کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لیے بارگاہ رسالت مآب میں جانا چاہتا تھا، پھر مجھے یاد آجاتا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، پھر مجھے آپ کی شفقت اور صلہ رحمی یاد آجاتی۔ میں نے آپ سے رشتہ طلب کر لیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: مجھے وہ حطمیہ قمیص دکھاؤ جو میں نے تمہیں فلاں روز دی تھی۔ میں نے عرض کی: وہ میرے پاس ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ ہی سیدہ کو دے دو، پھر فرمایا: کچھ نہ کرنا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم پر ایک چادر تھی۔ جب ہمیں دیکھا تو آہٹ پیدا کی آپ نے برتن منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس میں دعا مانگی پھر ہم پر چھڑک دیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کس سے آپ زیادہ پیار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تم سے زیادہ مجھے پیاری ہیں اور تم میرے ہاں ان سے زیادہ معزز ہو۔ الطبرانی نے حضرت حجر بن عنبس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت سیدہ کے لیے پیغام نکاح دیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے ہیں۔ اس روایت کو بزار نے لکھا ہے۔ ان کے راوی ثقہ ہیں لیکن حجر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا نہیں۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں دجال نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم دجال نہیں ہو۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی سے کر دوں۔

بیہقی اور خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا: انس! کیا جانتے ہو کہ حضرت جبرائیل امین عرش کے مالک سے ابھی ابھی کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ میں نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہما سے کر دوں۔

اسحاق نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا نکاح حضرت سیدہ سے ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عام حق مہر میں خوشبو رکھ لو۔ ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنی ذرہ کو بیچا۔ کچھ گھریلو سامان بیچا۔ یہ کل ۴۸۰ دراہم بنے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے دو ثلث خوشبو میں اور ایک ثلث کپڑوں میں صرف کر دو۔ آپ نے پانی کے گھڑے میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اس سے غسل کر لو۔ فرمایا: بچوں کو دودھ پلانے میں جلدی نہ کرنا۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلدی دودھ پلا دیا جبکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے وہ عمل کیا جو کسی کو معلوم نہیں۔ وہ ان

دونوں میں سے زیادہ عالم تھے۔ ابن ابی خیثمہ اور ابن سعد نے علباء بن احمر الیشکری سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ سے نکاح ۴۸۰ دراہم پر کیا۔ آپ نے فرمایا: دو ثلث خوشبو کے لیے اور ایک ثلث کپڑوں کے لیے صرف کر دو۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے: حضرت علی نے اپنا اونٹ فروخت کر دیا۔ اس کو ۴۸۰ دراہم میں فروخت کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے دو ثلث خوشبو میں اور ایک ثلث کپڑوں میں فروخت کر دو۔

الطبرانی، ابن ابی خیثمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یعلی سے اور البزار نے محمد بن ثابت (یہ دونوں ضعیف ہیں) کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسی روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ ابن ثابت نے کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ کہا: تم سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ان کا نکاح مجھ سے نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا: اگر آپ تم سے ان کا نکاح نہ کریں گے تو پھر کس سے کریں گے؟ تم آپ کے ہاں سب سے زیادہ معزز ہو۔ اسلام میں سب سے زیادہ قدیم ہو۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گئے۔ فرمایا: عائشہ! جب آپ کا مزاج مبارک خوشگوار ہو اور آپ متوجہ ہوں تو عرض کرنا کہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کر رہا تھا۔ شاید رب تعالیٰ انہیں میرے لیے آسان بنا دے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو خوشگوار اور متوجہ دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو یاد کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کروں۔ آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ فیصلہ نازل ہو جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: والد گرامی! میری تمنا تھی کہ میں اس امر کا تذکرہ نہ کرتی جس کا آپ نے تذکرہ کیا تھا۔ یحییٰ نے کہا: سیدنا صدیق اکبر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری رفاقت اور اسلام میں میری قدامت کو جانتے ہیں۔ فرمایا: کس لیے؟ عرض کی: سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لیے۔ آپ لمحہ بھر خاموش رہے یا ان سے اعراض فرمایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ کہا: میں برباد ہو گیا۔ میں نے خود کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا رشتہ آپ سے طلب کیا۔ آپ نے مجھ سے اعراض فرمایا۔ ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کے پاس گئے۔ انہیں کہا: جب تم دیکھو کہ آپ خوشگوار حالت میں ہیں اور تمہاری طرف متوجہ ہیں تو آپ ان کے ہاں تذکرہ کرنا کہ میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو یاد کر رہا تھا۔ شاید رب تعالیٰ انہیں میرے لیے آسان فرما دے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی حالت خوشگوار تھی۔ آپ متوجہ تھے۔ انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: حتیٰ کہ فیصلہ نازل ہو جائے۔ ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت عمر فاروق بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری رفاقت اور اسلام میں قدامت کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کس لیے؟ عرض کی: سیدہ کے رشتہ کے لیے۔ آپ نے ان سے اعراض کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس

آئے۔کہا: آپ سیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے امر الٰہی کے منتظر ہیں۔حضرت عمر فاروق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔یحییٰ نے کہا ہے: سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: آؤ ہم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کریں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں حضرات میرے پاس آئے۔میں اس وقت رستے میں تھا۔انہوں نے کہا: اپنی چچازاد کا رشتہ طلب کرو۔انہوں نے اہم مسئلہ کی طرف میری توجہ مبذول کرائی تھی، میں اٹھا۔میری چادر کندھے پر تھی دوسرا کنارہ زمین پر تھا۔میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا۔ابن ثابت نے کہا ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی مانند کوئی نہ تھا۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرلی۔عرض کی: سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور۔میرے پاس حطمیہ قمیص ہی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا جاتا جو بھی تذکرہ کرتا آپ اس سے اعراض فرماتے حتیٰ کہ سب مایوس ہو گئے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔کہا: بخدا! میری رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ صرف آپ سے کرنا چاہتے ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ تمہاری رائے ہے؟ میں دو افراد میں سے ایک بھی نہیں ہوں۔میں صاحب دنیا نہیں ہوں کہ مجھ سے کچھ طلب کیا جائے۔میرے پاس سونا اور چاندی بھی نہیں ہے۔کسی کافر کے ساتھ بھی تعلق نہیں جس کے پاس سے کچھ لے لیتا۔میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔حضرت سعد نے فرمایا: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اس سے میری مدد لینا۔مجھے آسائش حاصل ہے۔انہوں نے فرمایا: میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا: یوں کہنا، میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں مرحبا کہا، پھر وہ حضرت سعد کے پاس تشریف لے گئے۔فرمایا: میں نے اسی طرح کہا تھا جس طرح تم نے کہا تھا لیکن آپ نے مجھے مرحبا کہنے سے زائد کچھ نہ فرمایا۔حضرت سعد نے فرمایا: آپ تمہارا نکاح کر دیں گے۔مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے نہ ہی آپ جھوٹ بولتے ہیں۔میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں ضرور جاؤ اور عرض کرو۔یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اپنی فرزندی میں کب لیں گے؟ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: یہ امر تو مجھے پہلے سے بھی دشوار نظر آتا ہے کیا میں اس طرح نہ کہوں: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حاجت؟ انہوں نے کہا: اسی طرح کہو۔جیسے میں کہہ رہا ہوں۔حضرت علی المرتضیٰ روانہ ہوئے۔عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی فرزندی میں کب قبول کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات، ان شاء اللہ۔

امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے الرویانی نے اپنی مسند میں البزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے جن میں سے اکثر راوی صحیح کے ہیں، روایت کیا ہے کہ انصار کے کچھ افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش! آپ سیدہ خاتون جنت کو پیغام نکاح دیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔دوسرے الفاظ میں ہے: کاش! آپ

کے کاشانۂ اقدس میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا جلوہ افروز ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ابوطالب کے نور نظر کی کیا حاجت ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سیدہ کے رشتہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا اھلا۔ اس سے زائد کچھ نہ فرمایا۔ وہ انصار کے اس گروہ کے پاس چلے گئے۔ وہ ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے علم نہیں سوائے اس کے کہ آپ نے مجھے مرحبا اھلا فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک ہی کافی ہے آپ نے تو تمہیں الاھل اور الرحب بھی عطا فرمادیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد نے کہا: علی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نور نظر کا نکاح تم سے کردیں گے۔ بخدا! آپ جھوٹ نہیں بولتے وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آپ نے پوچھا: علی! تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس میرا گھوڑا اور حطمیہ زرہ ہے۔ آپ نے فرمایا: گھوڑا تمہارے لیے ضروری ہے۔ زرہ بیچ دو۔ میں نے اسے ۴۸۰ دراہم میں فروخت کردیا۔ دراہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ انہیں آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے ان میں سے مٹھی بھرلیا۔ فرمایا: بلال! ان سے خوشبو لے کر آؤ۔ ابن ثابت نے کہا ہے کہ آپ نے تین مٹھیاں بھریں۔ انہیں حضرت ام ایمن کو عطا فرمایا۔ فرمایا: ان سے کچھ خوشبو خرید لو۔ بقیہ افراد نے کہا ہے کہ وہ اشیاء بھی خرید لاؤ جو عورت کے لیے مناسب ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح کردیا۔ جب میں جہیز سے فارغ ہوا تو میں نے انہیں گھر میں داخل کردیا۔

حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد آپ نے فرمایا: علی! ولیمہ بھی کرنا ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: میرے پاس بکرا ہے۔ انصار نے کچھ مکئی جمع کردی۔ اس روایت کو امام احمد نے لکھا ہے۔ عبدالکریم کے علاوہ ان کے راوی صحیح کے ہیں وہ مستور ہے یحییٰ کی روایت میں ہے: آپ نے سیدہ کے لیے جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان کے لیے ایک چارپائی، جسے رسی سے بنایا گیا تھا۔ چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں ریت ڈالی۔ فرمایا: جب تک میں نہ آؤں کچھ نہ کرنا۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آگئیں۔ وہ کمرہ کے ایک کونے میں، میں دوسرے کونے میں بیٹھ گیا۔

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو آپ کے ہمراہ چادر، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے تھے، ایک بیل، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔

دولابی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ہی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کرکے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ ان کے بستر اور تکیہ میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ امام احمد نے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ کے لیے ایک چادر، مشکیزہ اور ایک تکیہ بھیجا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ بلاذری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس صرف بکرے کا چمڑا تھا۔ ہم کونے میں اسی پر سوتے تھے۔ اسی پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کونے میں آٹا گوندھتی تھیں۔

ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حق مہر سے مٹھی بھر دراہم لیے۔ حضرت بلال سے فرمایا: ان سے ہمارے لیے خوشبو خریدو۔ آپ نے انہیں جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ایک چارپائی بنائی جو رسی سے بنی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ بنایا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ابو بکر بن فارس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس بستر پر رات بسر کی تھی وہ بکرے کا چمڑا تھا۔

حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے لیے فیصلہ فرمایا کہ وہ گھر کے امور سرانجام دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے فیصلہ کیا کہ وہ گھر سے باہر کے امور سرانجام دیں۔

مسدد نے مرسل حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ کے سپرد گھریلو امور اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد باہر کے امور کیے تھے۔ احمد بن منیع نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی کا نکاح قمیص، تولیہ، سفید نصف چادر اور ایک پیالے پر ہوا تھا۔ اگر ان کی قمیص تمہیں ڈھانپ سکے۔ ان کے لیے دوپٹہ نہ تھا۔ آپ نے مجھے کچھ کھجوریں اور جو عطا کیے اور فرمایا: جب تمہارے پاس انصار کی خواتین آئیں تو انہیں ان میں کھلانا۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کی شادی کے وقت حاضر تھے۔ ہم نے اتنی عمدہ شادی کسی کی نہ دیکھی تھی۔ آپ نے ہمارے لیے کشمش اور کھجوریں تیار کیں۔ ہم نے اس میں سے کھایا۔ اس رات ان کا بستر مینڈھے کی جلد کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے حضرت سیدہؓ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا تو ان کے ہمراہ ایک چادر، ایک کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ، اذخر، دو مشکیزے بھیجے وہ چادر نیچے بچھا لیتے تھے۔ آدھی کو اپنے اوپر اوڑھ لیتے تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تمہاری نانی جان تمہارے نانا جان کے گھر گئیں تو ان کے بستر اور تکیہ میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولیمہ کیا۔ اس وقت کا کوئی ولیمہ بھی ان کے ولیمہ سے افضل نہ تھا۔ ان کی زرہ ایک یہودی کے پاس ایک شطر جو کے عوض پڑی تھی۔

دولابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے حضرت فاطمہ کا ولیمہ کیا یہ ولیمہ جو اور کھجوروں سے کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ فرمایا: بلال! میں نے اپنی صاحبزادی کی شادی اپنے چچازاد سے کر دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری امت کے لیے نکاح کے وقت کھانا کھلانا سنت بن جائے۔ ایک بکری اور چار یا پانچ مدلو۔ اسے کسی پیالے میں ڈالو۔ مہاجرین و انصار کو بلالو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو اسے میرے لیے لے آنا۔ انہوں نے اسی طرح کیا جیسے آپ نے انہیں حکم دیا تھا، پھر انہوں نے وہ پیالہ آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔ اس کی چوٹی پر مبارک انگلیاں ماریں۔ فرمایا: لوگوں کو گروہ در گروہ داخل کرو۔ جو گروہ پہلے

آجاتے اسے دوبارہ نہ آنے دینا۔ لوگ آنے لگے۔ جب بھی ایک گروہ کھا جاتا تو دوسرا آجاتا حتیٰ کہ لوگ فارغ ہو گئے پھر بقیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ فرمایا: بلال! انہیں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس لے جاؤ۔ انہیں عرض کرو کہ خود بھی اس میں سے کھائیں اور جو خواتین آئیں انہیں بھی کھلائیں۔

پھر فرمایا: علی! اپنی اہلیہ محترمہ سے کچھ نہ کرنا۔ حضرت اسماء سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سیدہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تو ہم نے ان کے کمرہ میں پھیلی ہوئی ریت، ایک تکیہ، جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، گھڑا اور کوزے کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ آپ نے انہیں فرمایا: اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس نہ جانا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ آپ تشریف لائے۔ فرمایا: کیا میرا بھائی ہے؟ آپ نے انہیں بلایا: ان پر پڑھا جو رب تعالیٰ نے چاہا، پھر ان کے سینے اور چہرے پر دست اقدس پھیرا پھر حضرت سیدہ خاتون جنت کو بلایا۔ وہ حیاء کی وجہ سے چادر میں لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ اسی پانی میں سے کچھ ان پر چھڑکا، پھر وہ کچھ پڑھا جو رب تعالیٰ نے چاہا، پھر فرمایا: میں نے اپنے اہل میں سے اپنی محبوب ترین ذات کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔

حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا۔ وضو کیا پھر بقیہ حضرت علی المرتضیٰ پر انڈیل دیا۔ یہ دعا مانگی: مولا! ان دونوں میں برکت فرما۔ ان کے بچوں میں برکت فرما۔ ضیاء المقدس نے المختارہ میں حضرت اسماء سے روایت کیا ہے: پھر آپ نے پردے کے پیچھے یا دروازے کے پیچھے سایہ دیکھا، پوچھا: کون؟ عرض کی: میں اسماء ہوں۔ میں آپ کی عزت و توقیر کے لیے آئی ہوں۔ آج رات حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہے۔ آج رات ان کے پاس کسی عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ اگر انہیں کوئی ضرورت ہو تو وہ عورت ان کی ضرورت پوری کر دے۔ آپ نے میرے لیے دعا کی۔ یہ دعا میرا سب سے بڑا سہارا ہے، پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اہلیہ کے پاس جاؤ۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ برابر ان کے لیے دعائیں کرتے جا رہے تھے حتیٰ کہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: میں نے اپنی نور نظر کا نکاح اپنے چچا زاد سے کر دیا ہے تم جانتی ہو کہ یہ نور نظر مجھے کتنی پیاری ہے۔ میں انہیں ان کے ہاں بھیجنے لگا ہوں۔ اٹھو۔ وہ خواتین اٹھیں انہوں نے خوشبو لگائی۔ کپڑے پہنے زیورات پہنے، پھر آپ تشریف لائے۔ جب خواتین نے آپ کو دیکھا تو وہ چلی گئیں۔ آپ کے سامنے پردہ تھا۔ اس کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے انہیں کہا: ٹھہرو۔ وہیں ٹھہرو۔ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی ہوں جو آپ کی نور نظر کی نگہبانی کر رہی ہے۔ آج ان کی رخصتی کی رات ہے آج ان کے پاس ایسی عورت کا ہونا ضروری ہے۔ جو ضرورت کے وقت ان کے کام آسکے۔ میں اس مقصد کے لیے ہوں، پھر آپ نے حضرت سیدہ کو بلایا۔ فرمایا: پانی لے آؤ۔ وہ گھر میں موجود پیالے کی طرف گئیں اس میں پانی ڈالا اور پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں کلی کی۔ فرمایا: اٹھو۔ آپ نے ان کے سر اور سینے پر چھڑکا یہ دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد

کے لیے شیطان ملعون سے پناہ مانگتا ہوں، پھر فرمایا: پانی لے کر آؤ۔ میں جان گئی کہ آپ کیا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے پیالہ بھرا۔ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس پانی کو منہ مبارک میں ڈالا۔ اس میں کلی کی، پھر اسے میرے سر پر اور میرے سینے پر پھینکا، پھر دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے فرمایا: کمر دوسری طرف کرلو۔ میں نے کمر دوسری طرف کر دی۔

آپ نے وہ پانی میرے کندھوں کے مابین چھڑکا اور یہ دعا مانگی: مولا! میں تجھ سے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، پھر مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور برکت کے ساتھ اپنی اہلیہ کے پاس چلے جاؤ۔

۳- آپ کو حضرت سیدہ سارے لوگوں سے پیاری تھیں

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے وہ بیٹھے ہنس رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے تھے۔ جب تم نے مجھے دیکھا تو تم خاموش ہو گئے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جلدی سے عرض کرنے لگیں۔ انہوں نے فرمایا: میرے والدین آپ پر فدا! انہوں نے کہا ہے کہ میں تم سے زیادہ آپ کو پیارا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں تم سے زیادہ آپ کو پیاری ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ فرمایا: نورِ نظر! تمہارے لیے والد (گرامی) کی رقت ہے اور وہ مجھے تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ابوداؤد طیالسی، الطبرانی، حاکم، ترمذی اور بغوی نے معجم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل بیت میں سے مجھے سب سے پیاری فاطمہ ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو پیارا ہوں یا فاطمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے فاطمہ تم سے پیاری ہے اور تم مجھے ان سے زیادہ معزز ہو۔

۴- رب تعالیٰ ان کی رضا سے راضی اور ان کی ناراضگی سے ناراض ہو جاتا ہے

الطبرانی نے حسن سند سے اور ابن انس نے معجم میں، ابوسعید نیشاپوری نے الشرف میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: رب تعالیٰ تمہاری ناراضگی سے ناراض اور تمہاری رضا سے راضی ہو جاتا ہے۔

۵-آپ ان کا بوسہ لیتے تھے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو گفتگو اور کلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر مشابہت رکھتا ہو جتنی مشابہت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ سے تھی۔جب وہ آپ کے پاس آتیں تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ان کا بوسہ لیتے انہیں خوش آمدید کہتے۔ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔جب آپ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تو اٹھ کر آپ کا استقبال کرتیں۔آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کا دستِ کرم تھام لیتی۔

۶-سفر کرتے وقت سب سے آخر میں اور واپسی پر سب سے پہلے آپ سے ملتے

امام احمد، بیہقی نے الشعب میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ملتے۔جب آپ واپس آتے تو سب سے پہلے ان سے ملتے۔ابو عمر نے حضرت ابو ثعلبہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اور جب آپ سفر یا غزوہ سے واپس تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے دو رکعتیں پڑھتے پھر سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر تشریف لے جاتے۔

۷-آپ کی ان کے لیے غیرت

الطبرانی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا۔یہ بات سیدہ خاتون جنت تک پہنچ گئی۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔عرض کی: اسماء حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں۔آپ نے انہیں فرمایا: ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیں۔الطبرانی نے المعاجم الثلاثہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا۔آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم نے اس سے نکاح کرنا ہے تو ہماری نور نظر ہمارے گھر بھیج دو۔بخدا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔البزار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا: عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ سارے صحابہ کرام خاموش رہے۔میں واپس آیا تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے فرمایا: مرد اسے نہ دیکھیں۔میں نے اس کا تذکرہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیا۔آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

۸-وہ وقار میں، ہدایت میں، حسن سلوک میں، چلنے میں اور گفتگو میں آپ کے مشابہ تھیں

جب وہ آتیں تو آپ انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے آپ نے فرمایا کہ میری نور نظر اس امت کی عورتوں کی اور اہل

جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت کی چال آپ کی چال کے ساتھ مشابہ تھی۔ آپ نے فرمایا: میری نورِ نظر کو خوش آمدید! انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھالیا۔ ان سے سرگوشی فرمائی۔ جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر دوسری بار سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرا اٹھی۔ (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔) میں نے انہیں کہا: آپ کیوں روئیں؟ انہوں نے کہا: میں آپ کا راز افشانہ کروں گی۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آج جتنا قریب خوشی کو غم کے دیکھا۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ رونے لگیں تو میں نے کہا: ہمیں چھوڑ کر آپ نے تمہیں کسی بات کے لیے مختص کیا ہے پھر بھی تم رو رہی ہو؟ میں نے اس راز کے متعلق پوچھا تو کہا: میں آپ کا راز افشانہ کروں گی۔ جب آپ کا وصال ہوگیا تو میں نے یہی بات حضرت سیدہ سے پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ حضرت جبرائیل امین ہر سال آپ کے ساتھ قرآن کا دور ایک بار کرتے تھے اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ اس کا سبب فقط یہ ہے کہ میرے وصال کا وقت آگیا ہے۔ تم سب سے پہلے مجھے ملوگی میں تمہارے لیے بہترین سلف ہوں۔ میں اس وجہ سے رونے لگی تھی، پھر آپ نے مجھے سرگوشی کی۔ فرمایا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ اسی وجہ سے میں مسکرا پڑی۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے حسن روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو وقار، ہدایت اور گفتگو میں جو قیام اور قعود میں آپ ﷺ کے مشابہ ہو سوائے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے۔ ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو کلام اور گفتگو میں حضور اکرم ﷺ کے اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنی مشابہت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اپنے والد گرامی کے مشابہ تھیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آتیں تو اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا بوسہ لیتے خوش ہوتے۔ آپ کا ہاتھ تھام لیتے۔ انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے ان کی بھی عادت کریمہ یہ تھی جب حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں جلوہ افروز ہوتے تھے تو وہ اٹھ کر آپ کا استقبال کرتی تھیں۔ آپ کا بوسہ لیتیں۔ آپ کا دست ہدایت بخش تھام لیتیں۔ اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ وہ اس مرض میں آپ کی خدمت میں آئیں جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی کی وہ رونے لگیں پھر ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں سمجھتی تھی کہ ان سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہماری خواتین پر ہے یہ انہی میں سے ایک خاتون ہیں یہ ابھی رو رہی تھیں کہ ابھی مسکرانے لگیں۔ جب آپ کا وصال ہوگیا تو میں نے سیدہ سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: پہلے آپ نے سرگوشی کی تھی کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ میں رونے لگی، پھر آپ نے سرگوشی فرمائی کہ اپنے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی۔ میں خوش ہوگئی۔

امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے اور ترمذی نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت فاطمہ ان کی خواتین کی سردار ہیں۔ سوائے حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

الطبرانی نے الاوسط اور الکبیر نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار حضرت مریم کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ اور خدیجۃ الکبریٰ پھر حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے ایک فرشتے نے کبھی بھی میری زیارت نہ کی۔ اس نے رب تعالیٰ سے اذن لیا کہ وہ میری زیارت کرے اس نے اسے اذن دے دیا۔ اس نے مجھے بشارت دی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی خواتین کی سردار ہیں۔

۹- ان کی فضیلت اور اقارب کی فضیلت

الطبرانی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام میں سے بہترین ہیں۔ وہ تمہارے والد گرامی ہیں ہمارے شہید شہداء میں سے بہترین ہیں وہ آپ کے والد گرامی کے چچا ہیں۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیدہ فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا سوائے ان کے والد گرامی کے۔

۱۰- آپ سارے لوگوں سے زیادہ راست گو تھیں

ابویعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو اتنا راست گو نہیں دیکھا جتنی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ سوائے ان کے والد گرامی کے۔

ابوعمر نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو سچا نہیں دیکھا۔ سوائے ان کے والد گرامی کے۔

۱۱- والد محترم کے ساتھ حسن سلوک

ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دنوں کے کچھ نہ کھایا، حتیٰ کہ آپ پر یہ گراں گزرا۔ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں گئے۔ کسی سے کچھ نہ ملا۔ آپ سیدہ کے گھر تشریف لے گئے۔ فرمایا: نور نظر! کیا کچھ کھانے کے لیے ہے؟ مجھے بھوک لگی ہے۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! بخدا! جب آپ واپس تشریف لے آئے تو ان کی ہمسائی نے روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا بھیجا۔ انہوں نے اسے لیا اسے پیالے میں رکھا اور پرے ڈھانپا۔ فرمایا: آج میں خود پر اور اپنی اولاد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترجیح دوں گی۔ وہ سب ہی کھانے کے ضرورت مند تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین کو بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو عرض کی: میرے پاس کچھ آیا ہے۔ میں نے اسے آپ کے لیے چھپا کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نور نظر! لے آؤ۔ انہوں نے پیالے سے پردہ اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے لبریز

تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ وہ جان گئیں یہ رب تعالیٰ کی برکت ہے انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اس کے نبی دو جہاں ﷺ پر درود شریف پڑھا۔ اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے بھی اسے دیکھا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ فرمایا: نور نظر! یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: والد محترم! یہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا کر دیتا ہے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، امام حسن، امام حسین، ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کھایا سارے اہل بیت نے جی بھر کر کھایا۔ ابھی پیالہ پہلے کی طرح تھا۔ بقیہ کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس میں برکت اور خیر کثیر رکھ دی تھی۔

۱۲- تنگی، اپنی خدمت صبر جمیل کے ساتھ

دولابی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ ابو یعلیٰ صحیح کے راویوں سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی امی جان سے عرض کی: انہوں نے فرمایا تم حضرت سیدہ فاطمہ کے لیے پانی لے کر آیا کرو۔ میں ضروری کام کے لیے باہر جاتا وہ گھر کے اندر آپ کی خدمت کرتیں مثلاً چکی پینا، آٹا گوندھنا۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے عتبہ بن حمید کے ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے ایک جماعت نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: فاطمہ! میرے قریب آجاؤ۔ وہ قریب ہو گئیں، پھر فرمایا: فاطمہ میرے قریب ہو جاؤ، اور قریب ہو گئیں، پھر فرمایا: فاطمہ! میرے اور قریب ہو جاؤ۔ آپ قریب ہو گئیں حتیٰ کہ بالکل سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے زردی دیکھی جو ان کے چہرۂ انور پر تھیں۔ خون ختم ہو گیا تھا۔ آپ نے انگلیوں کو کھولا۔ اپنا دستِ اقدس ان کے سینہ پر رکھ دیا۔ سر اقدس اوپر اٹھا لیا۔ عرض کی: مولا! اے بھوکے کو سیر کرنے والے! ضرورت پوری کرنے والے، گمنام کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا کو بھوکا نہ رکھ۔ میں نے دیکھا بھوک کی زردی ان کے چہرے سے ختم ہو گئی تھی۔ خون ظاہر ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے عرض کی تو انہوں نے مجھے فرمایا: اس کے بعد مجھے بھوک نہیں لگی۔ امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بخدا! میں نے اتنا پانی لایا ہے کہ اب میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے تمہارے والد گرامی کے پاس قیدی آئے ہیں۔ آپ کی خدمت میں جائیں۔ عرض کریں: بخدا! میں نے اتنی چکی چلائی ہے حتیٰ کہ میرے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا: نور نظر! کس لیے آئی ہو؟ عرض کی: سلام عرض کرنے آئی ہوں وہ سوال کرنے سے شرما گئیں۔ واپس آ گئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: مجھے حیاء آ گئی تھی کہ میں آپ

سے سوال کروں۔" پھر دونوں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے اتنا پانی لایا ہے کہ اب میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے۔حضرت سیدہ نے عرض کی: میں نے اتنی چکی چلائی ہے کہ اب میرے ہاتھ پر آبلے نکل آئے ہیں۔آپ کے پاس قیدی اور آسائش آگئی ہے۔آپ کچھ خادم عطا فرمادیں۔آپ نے فرمایا: نہیں! بخدا! میں تمہیں عطا نہ کروں گا کہ میں اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک سے بل کھا رہے ہیں۔میرے پاس کچھ نہیں کہ میں ان پر خرچ کروں، لیکن میں ان قیدیوں کو فروخت کروں گا۔ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔وہ واپس آگئے، پھر حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔وہ اس وقت اپنی چادر میں داخل ہو چکے تھے۔جب وہ اپنے سر ڈھانپتے تو پاؤں عریاں ہو جاتے۔جب قدم ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے۔آپ وہیں تشریف لے گئے۔آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے مانگا ہے۔انہوں نے عرض کی: ضرور! آپ نے فرمایا: یہ ایسے کلمات ہیں جنہیں مجھے حضرت جبرائیل نے سکھایا ہے۔تم ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہا کرو۔جب تم اپنے بستر پر جانے لگو تو تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہا کرو۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ کلمات آپ سے سنے ہیں۔میں نے انہیں ترک نہیں کیا۔ابن الکواء نے پوچھا: صفین کی رات کو بھی ترک نہ کیے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! رب تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے۔نہ ہی شب صفین کو بھولا تھا۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ ان کے پاس آئے۔فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے اس حال میں صبح کی ہے کہ ہمارے گھر میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جسے کھانے والا کھا سکے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں انہیں لے جاتا ہوں مجھے خدشہ ہے کہ یہ تمہارے پیچھے پیچھے پھریں گے۔تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔وہ فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں۔حضور اکرم ﷺ ان کے پاس گئے۔آپ نے انہیں پایا کہ وہ اپنے سامنے کھجوریں رکھ کر کھیل رہے تھے۔آپ نے فرمایا: علی! کیا آپ سخت گرمی ہو جانے سے پہلے میرے بیٹوں کو گھر نہیں لے جائیں گے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: وقتِ صبح ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا۔یارسول اللہ ﷺ! کاش آپ کچھ دیر بیٹھ جائیں تاکہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔آپ بیٹھ گئے۔انہوں نے سیدہ کے لیے کچھ کھجوریں جمع کیں۔انہیں تھیلے میں ڈالا، پھر آگئے۔آپ نے ایک شہزادے کو اور حضرت علی نے دوسرے شہزادے کو اٹھایا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ انہیں لے کر گھر آگئے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز صبح میں دیر سے آئے۔حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہیں کس نے روکے رکھا؟ انہوں نے عرض کی: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرا۔آپ چکی پیس رہی تھیں۔بچے رو رہے تھے۔میں نے عرض کی: اگر آپ پسند کریں تو میں چکی میں آپ کی کفایت کرتا ہوں۔آپ

میرے لیے بچوں کی کفایت کریں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ چکی چلا لیں میں بچے کو اٹھا لیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنے بچوں پر تم سے زیادہ شفیق ہوں۔ اس امر نے مجھے رو کے رکھا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ ان پر اور تم پر رحم کرے۔

۱۳-وصال اور وصیت

الطبرانی نے کئی اسانید سے جن میں سے ایک سند صحیح کی ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور امام بخاری نے بھی ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہو گیا۔ دوسری روایت میں ہے: اس دن منگل تھا۔ رمضان المبارک کے تین ایام گزر چکے تھے۔ ۱۱ھ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت ہی دفن کر دیا تھا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے یہ واقعہ نہیں پایا۔ اس میں حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کی طرف سے انقطاع ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے تین ماہ تک زندہ رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں ہنستا ہوا نہ دیکھا گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ ان کے پوروں کی طرف کو حرکت دی جاتی۔

الطبرانی نے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے منقطع روایت کیا ہے کیونکہ عبداللہ نے یہ واقعہ نہ پایا تھا۔ جب حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: ان کے لیے غسل کا پانی رکھیں۔ پاکیزگی حاصل کی۔ کفن کے کپڑے منگوائے۔ ان کے لیے سخت کھردرے کپڑے لائے گئے۔ انہوں نے وہ پہنے خوشبو لگائی، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے وصال کے بعد انہیں عریاں نہ کیا جائے۔ انہی کپڑوں میں انہیں دفن کر دیا جائے۔" میں نے انہیں کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کس نے اور کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! کثیر بن عباس نے کیا تھا۔ انہوں نے اپنے کفن کی اطراف میں لکھا تھا کہ کثیر گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

امام احمد نے ایسی سند سے جس میں ایک غیر معروف شخص ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا علیل ہو گئیں۔ اسی مرض میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ میں ان کی تیمارداری کر رہی تھی۔ وقتِ صبح میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اس مرض کے ایام میں سے سب سے زیادہ بہتر نظر آ رہی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی ضروری کام کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے مجھے فرمایا: امی جان! میرے غسل کے لیے پانی انڈیلیں۔ میں نے پانی ڈالا۔ انہوں نے بہت عمدہ انداز سے غسل کیا، پھر مجھے فرمایا: امی! مجھے نئے کپڑے دیں۔ میں نے کپڑے پیش کیے۔ انہوں نے انہیں پہنا پھر فرمایا: میری چارپائی گھر کے وسط میں لے جائیں۔ میں نے اسی طرح کیا۔ وہ قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں۔ اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھا۔ فرمایا: امی! ابھی میرے وصال کا وقت ہے میں نے پاکیزگی حاصل کر لی ہے۔ مجھے کوئی عریاں نہ کرے۔ اسی جگہ ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے انہیں بتایا۔

ابونعیم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت اسماء سے فرمایا: اسماء! جس طرح عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے مجھے بڑا قبیح لگتا ہے۔ عورت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جو اسے عیاں کرتا ہے۔ حضرت اسماء نے عرض کی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر! کیا میں آپ کو وہ چیز نہ دکھاؤں جسے میں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ انہوں نے تر شاخیں منگوائیں انہیں پتوں سے صاف کیا پھر ان پر کپڑا ڈالا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ انداز کتنا حسین اور جمیل ہے۔ اس سے مرد سے عورت کی پہچان ہو سکتی ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے تو تم نے اور علی المرتضیٰ نے مجھے غسل دینا ہے۔ میرے پاس کوئی نہ آئے پھر میرے ساتھ اسی طرح کرنا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرات اسماء اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے انہیں غسل دیا پھر ان کے ساتھ اسی طرح کیا گیا جیسے انہوں نے حکم دیا تھا۔

۱۴۔ رب تعالیٰ نے ان پر اور ان کی اولاد اطہار پر آگ کو حرام فرمایا ہے

بزار نے، تمام نے فوائد میں، الطبرانی، ابن عدی، عقیلی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے ابن شاہین نے مسند "الزھر" میں، ابن عساکر اور الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ نے گوہر عصمت کی حفاظت فرمائی تھی رب تعالیٰ نے ان پر اور ان کی اولاد پر آگ حرام فرما دی ہے۔ ابن کریب نے لکھا ہے: یہ مژدہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے اور ان میں سے اس کے لیے جس نے اطاعت الٰہیہ کی۔ دوسری روایت میں ہے: رب تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔ خطیب نے لکھا ہے کہ امام علی بن موسیٰ المدینی سے اس روایت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔

تنبیہ

صحیح موقف یہ ہے کہ اس روایت کی سند حسن کے قریب ہے۔ اس پر موضوع ہونے کا حکم لگانا لغزش ہے۔ میں نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

۱۵۔ روز حشر آپ کی کیفیت

تمام نے اپنے "فوائد" میں، حاکم، الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابوبکر الشافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، تمام نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے، ابوالحسین بن بشران اور خطیب نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے الازدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان کی اسناد ضعیف ہیں جب یہ باہم مل جائیں تو قبول کا فائدہ دیتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز حشر عرش کے وسط سے ایک منادی ندا دے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہیں جھکا لو۔ سر نیچے کر و حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام جنت کی طرف چلی جائیں یا پل صراط عبور کر لیں، وہ گزریں گی۔ انہوں نے دو

سبز چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

۱۶- اولاد پاک

ابن سعد نے کہا ہے کہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کے ہاں حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت امام محسن پیدا ہوئے۔ صاحبزادیوں میں حضرات زینب، ام کلثوم اور رقیہ شامل ہیں۔ حضرت محسن کا وصال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کا ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے قبل بچہ پیدا ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ ان کا وصال انہی کے ہاں ہوا۔ ان سے ان کے ہاں حضرات علی، عون، محمد، جعفر، عباس اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ الشیخ نے کہا ہے: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی یہ اولاد کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ انہوں نے اس اعتبار سے ان پر گفتگو کی ہے۔

۱- وہ بالاجماع آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت ہیں، کیونکہ آپ کی آل بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے اہل یمان ہیں۔

۲- یہ بالاجماع آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

۳- کیا ان کا شمار حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں ہو گا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔
اس کا جواب ہے: نہیں، کیونکہ جو کسی شخص کی اولاد ہو اور جو اس کی طرف منسوب ہو ان میں فرق ہے۔

۴- کیا ان پر اشراف کا اطلاق ہو سکتا ہے؟
جواب: اہل مصر کی اصطلاح میں شرف کی کئی انواع ہیں۔ (۱) عام۔ سارے اہل بیت کے لیے۔ (۲) خاص اولاد کے لیے۔ اس میں زینب بھی شامل ہیں۔ ان میں شرف النسبۃ اخص ہے۔ یہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے ساتھ خاص ہے۔

۵- بالاجماع ان پر صدقہ حرام ہے، کیونکہ بنو جعفر آل میں سے ہیں۔

۶- یہ بالاجماع ذوالقربیٰ کے حصے کے مستحق ہیں۔

۷- یہ بالاجماع برکۃ الحبش کے وقف کے مستحق ہیں، کیونکہ اس کا نصف اشراف کے لیے وقف ہے۔ اس سے مراد امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد ہے۔ اس کا نصف طالبین کے لیے ہے۔ ان سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آل ہے، یعنی محمد بن حنفیہ اور ان کے بھائی، اولاد جعفر بن ابی طالب اور اولاد عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اسی میں شامل ہیں۔ اس اعتبار سے یہ وقف چیف جسٹس بدرالدین بن یوسف السنجاوی کے فیصلے کے مطابق ہے جو انہوں نے ۱۲ ربیع الاول ۶۴۰ھ میں کیا تھا، پھر اسی کے ثبوت شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کو اسی سال ۱۹ ربیع الآخر کو ملے،

پھر اس کے ثبوت چیف جسٹس بدر الدین بن جماعت کو ملے۔اس کا تذکرہ ابن المتوج نے اپنی کتاب ''ایقاظ المتغفل واتعاظ المتوسل'' میں کیا ہے۔

۸- کیا یہ سبز علامت پہن سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ شریف وغیرہ میں سے جو بھی اس کا ارادہ کرے اسے نہ تو منع کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شریف وغیرہ میں سے اسے ترک کرنے والے کو اس کا حکم دیا جا سکتا ہے کیونکہ اسے ۷۷۳ھ میں بادشاہ شعبان بن حسین کے حکم سے بنایا گیا تھا۔زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے اس لیے بنایا گیا تا کہ اس کے ذریعے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز ہو سکے۔انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی تھی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی مکرم! ﷺ آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ ڈال لیا کریں اپنے اوپر چادر کے پلو اس طرح وہ بآسانی پہچان لی جائیں پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا۔

اس سے بعض علماء کرام نے اہل علم کے لباس کی تخصیص کی ہے جو طویل آستینوں والا لباس اور چادر اوڑھنا وغیرہ تا کہ ان کی پہچان ہو سکے اور علم کی وجہ سے ان کی تکریم ہو سکے۔یہ مروجہ ہے۔واللہ اعلم!

۹- کیا وہ اشراف کے لیے وصیت میں شامل ہوں گے یا نہیں؟

۱۰- کیا اشراف کے لیے وقف میں شامل ہوں گے۔ان کا جواب یہ ہے اگر موصی اور واقف کے کلام میں ایسی نص پائی گئی جو ان کے دخول یا خروج کا تقاضا کرتی ہو تو اس کی اتباع کی جائے گی۔اگر اس میں کچھ بھی نہ ہو تو پھر فقہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وصیت اور وقف شہر کے عرف کے مطابق ہوگا اور اس طرف پر ہوگا جو خلفاء الفاطمیین کے عہد سے آج تک ہے۔شریف کا لفظ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کے لیے خاص ہے۔وہ اس عرف کے مقتضیٰ کے مطابق داخل نہ ہوں گے۔وہ برکۃ الحبش کے وقف میں داخل ہوں گے کیونکہ اس کے واقف سے یہ نص بیان کر دی تھی کہ ان کا نصف اشراف کے لیے اور نصف طالبین کے لیے ہے۔

تنبیہات

۱- ''فاطمہ'' نام کا مادہ اشتقاق ''الفطم'' سے ہے۔اس کا معنی ''القطع'' ہے اسی سے فطم الصبی ہے جب وہ دودھ چھوڑ دے۔ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے: واللہ لافطمنك عن كذا بخدا! میں تجھے اس سے روک دوں گا۔ اسے خطیب نے روایت کیا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ اس میں مجہول راوی ہیں۔ابن جوزی نے اسے موضوعات

میں لکھا ہے لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ اس پر موضوع کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے ان کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچالیا۔

۲- پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زرہ بطور حق مہر دی۔ انہوں نے وہ زرہ بیچی کچھ گھریلو سامان بیچا اور چار سو دراہم ان کا حق مہر تھا۔ محب الطبری نے لکھا ہے کہ شاید یہ عقد نکاح زرہ پر ہوا ہو۔ جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت دلالت کرتی ہے۔ یا حضرت علی نے اسے بھیجا ہو پھر آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا ہو تا کہ وہ اسے فروخت کریں۔ انہوں نے اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت لے آئے ہوں۔ دو حدیثوں میں تضاد نہ رہے۔ قائل ان دونوں کے مدلول کی طرف جا سکے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ کا حق مہر یہ زرہ تھا۔ وہاں سونا اور چاندی نہ تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دراہم چار سو اسی تھے۔ آپ نے ان کے ثلث سے خوشبو خریدنے کا حکم دیا۔

۳- حضرات ابن عباس، علی المرتضیٰ اور انس رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ مختلف افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس نکاح پر ابھارا تھا۔ یہ متضاد روایات لگتی ہیں، لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ احتمال ہے کہ ان کی مولاۃ، پھر سیدنا صدیق اکبر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انہیں ترغیب دی ہو۔ یا اس کے برعکس ہو، پھر جب وہ اس مقصد کے لیے عازم سفر ہوئے ہوں تو انہیں انصار ملے ہوں۔ انہوں نے انہیں اس کی ترغیب دی ہو۔ ان میں سے ایک کو دوسرے کا علم نہ ہو۔

۴- شاید اس روایت میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس ولیمہ کا تذکرہ کیا ہو جو انہوں نے خود کیا تھا اور یہ اس ولیمہ کے علاوہ تھا جو انصار بکرا اور مکئی لے کر آئے تھے، تا کہ دونوں روایتوں کو جمع کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کھجوروں اور جو کے کئی صاع دیئے ہوں۔ جو کچھ انصار لے کر آئے ہوں۔ وہ مردوں کے لیے ولیمہ ہو اور جو کچھ آپ نے عطا کیا ہو وہ عورتوں کے لیے ولیمہ ہو جیسے ان سے روایت اسی پر دلالت کر رہی ہے۔

۵- آپ نے پانی کیسے چھڑکا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مختص کرنے میں وہ روایت مخالف ہے جسے ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ محب الطبری نے کہا ہے کہ شاید آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کیفیت کے ساتھ مختص کیا ہو جیسے کہ روایت میں ہے۔ اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں ہے اور اس کیفیت میں ان دونوں حضرات قدسی پر پانی چھڑکا ہو جیسے کہ حضرت ابن حبان کی روایت میں ہے۔

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دو امور کے بارے میں بتایا تھا کہ سب سے پہلے وہ آپ سے ملاقات کریں گی۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں۔ دوسری بار صرف ایک امر کے بارے بتایا کہ وہ اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہیں یا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یہ سن کر وہ مسکرانے لگیں۔ دولابی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ پہلے آپ نے اپنے وصال کے بارے بتایا جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر

یہ بتایا کہ وہ اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہیں اور وہ سب سے پہلے آپ سے ملاقات کریں گی۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی روایت جسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان سے روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ پہلے آپ نے انہیں اپنے وصال کے بارے بتایا وہ رونے لگیں پھر یہ فرمایا کہ وہ سب سے پہلے آپ سے ملیں گی۔ یہ سن کر وہ مسکرانے لگیں۔ شاید یہ مختلف محافل میں ہوا ہو۔ اس طرح یہ روایات جمع ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کا رونا جیسے کہ امام مسلم کی روایت ہے دو خبروں کے مجموعہ کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے وصال کی وجہ سے ہے۔ روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے وصال اور ان کی پہلے ملاقات کے بارے میں علیحدہ علیحدہ بتایا تھا جیسے کہ ام المومنین کی روایت میں ہے۔ اس اعتبار سے وہ پہلے روئیں اور پھر مسکرائیں۔ اگر ان کا رونا ان دونوں کے مجموعہ کے اعتبار سے ہو تو پھر یہ ان میں سے کسی ایک کے لیے یا ان میں سے ہر ایک کے لیے نہ ہو جیسے کہ وہ دوسری بار مسکرائیں تھیں۔ دولابی کی روایت میں ان کا مسکرانا دو خبروں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے لیے ہے۔ اگر یہ دونوں امور کے لیے ہو تو ان میں سے کسی ایک کے لیے مستقل نہیں ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مستقل ہے، جیسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حاتم نے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ ہر امر کے لیے علیحدہ علیحدہ مسکرانا اور رونا تھا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعض مناقب

۱- آپ کا ان دونوں شہزادوں کا عقیقہ کرنا، ان کا حلق کرانے کا حکم دینا، ختنہ کرانے کا حکم دینا

ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین کے لیے عقیقہ کیا۔ ایک ایک بکرا ذبح کیا امام نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو بکرے ذبح کیے۔ امام احمد نے "المناقب" میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ ماجدہ نے عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا عقیقہ نہ کرو۔ ان کا حلق کراؤ، اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اسی طرح کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف سے خود عقیقہ کیا۔ اسے چھوڑا نہیں۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عقیقہ کیا پھر فرمایا: فاطمہ! ان کا حلق کراؤ اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ ان کا وزن درہم اور درہم کا کچھ حصہ بنا۔

الطبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا اور ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا۔ دولابی نے حضرت محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ساتویں روز ان کا ختنہ کیا۔

۲- ان کے نام مبارک

امام احمد نے مناقب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے: میں نے عرض کی: میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں! اس کا نام حسن ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدت ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: حرب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس کا نام حسین ہے۔ جب تیسرا شہزادہ پیدا ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی: حرب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ محسن ہے، پھر فرمایا: میں نے ان شہزادوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں شبر، شبیر اور مبشر پر رکھے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنگ کو پسند کرنے والا شخص تھا۔ جب حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھنا چاہا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔

امام بغوی نے اپنی "معجم" میں اور دولابی نے امام جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ساتویں روز آپ نے ان کے نام رکھے۔ حسین کے نام کو حسن کے ساتھ سے مشتق کیا۔ دولابی نے عمران بن ابی سلیمان سے روایت کیا ہے کہ حسن و حسین اہل جنت کے ناموں میں سے ہیں۔ یہ جاہلیت میں نہ تھے۔

۳- سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کے باپ اور عصبہ حضور اکرم ﷺ ہیں

امام احمد نے مناقب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر اولاد کا باپ ان کا عصبہ ہوتا ہے۔ سوائے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ میں ان کا عصبہ اور باپ ہوں۔ الطبرانی نے حضرت عمر سے اور حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر عورت کی اولاد کا عصبہ ان کا باپ ہوتا ہے سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے۔ میں ان کا عصبہ اور ابو ہوں۔

ابن ابی حاتم نے ابو اسود سے، دیلمی، ابو شیخ، حاکم اور بیہقی نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ کیا تم اسے قرآن پاک میں پاتے ہو۔ میں نے تو اسے سارا پڑھا ہے میں نے تو یہ نہیں پایا۔ اس نے کہا: وہ آپ کی اولاد میں سے نہیں۔ یحییٰ نے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حجاج نے کہا: مجھے دلیل دو۔ انہوں نے کہا: کیا تو نے

سورۃ الانعام نہیں پڑھی۔اس میں ہے:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (الانعام،۸۴)

ترجمہ: اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان۔

حتیٰ کہ وہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ذکرِ خیر تک پہنچ گئے۔فرمایا: ہاں! کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں؟ حالانکہ ان کا باپ نہیں ہے دوسری روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی طرف سے حضرت آدم کی اولاد میں سے ہیں۔حجاج نے کہا: تم نے سچ کہا ہے۔

۴-ان کے لیے آپ کی محبت اور دعا

ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! میں دونوں شہزادوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔میں ان سے بغض رکھتا ہوں جو ان سے بغض رکھے۔ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جس نے ان کے ساتھ پیار کیا اس نے میرے ساتھ پیار کیا جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے مقدام بن معدی کرب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن مجھ سے اور حسین مجھ سے ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم اور ابن عساکر نے یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین اسباط میں سے دو سبط ہیں۔ابن عساکر نے حضرت سلمان سے اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن وحسین سے محبت کی، وہ اسے جنات النعیم میں داخل کرے گا۔جنہوں نے ان کے ساتھ بغض رکھا یا ان پر بغاوت کی تو میں نے اس کے ساتھ بغض رکھا جس کے ساتھ میں نے بغض رکھا رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بغض رکھا جس کے ساتھ اس نے بغض رکھا وہ اسے جہنم میں داخل کرے گا اس کے لیے دائمی عذاب ہے۔
الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔مولا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔امام احمد، ابن ماجہ، ابن سعد، ابویعلیٰ اور الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن وحسین سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا۔جس نے ان شہزادوں سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی۔

ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ان سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا۔جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا یعنی حضرات حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم۔

الطبرانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرات حسن وحسین اوران کے والدین کریمین سے محبت کی وہ جنت میں میرے درجہ پر ہوگا۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرات حسن وحسین سے پیار کیا تو میں نے اس سے پیار کیا جس کے ساتھ میں نے پیار کیا اس کے ساتھ رب تعالیٰ نے محبت کی جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے محبت کی وہ اسے جنات النعیم میں داخل کرے گا جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا یا بغاوت کی تو میں نے اس کے ساتھ بغض رکھا۔ جس کے ساتھ میں نے بغض رکھا اس کے ساتھ رب تعالیٰ نے بغض رکھا۔ جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے بغض رکھا وہ اسے جہنم کے حوالے کرے گا اس کے لیے دائمی عذاب ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے ان دونوں شہزادوں سے محبت کرنا چاہیے، یعنی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غریب روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے پیار کیا۔ ان دونوں سے اور ان کے والدین کریمین سے محبت کی۔ وہ روز حشر میرے درجہ پر میرے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی نے حضرت اسامہ سے حسن صحیح روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مولا! میں ان دونوں شہزادوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔ ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! میں دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھ۔ الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا کے لیے ہمارے ساتھ پیار کیا۔ صاحب دنیا کو پاکباز اور فاجر پیار کرتا ہے جس نے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہم اور وہ روز حشر اس طرح ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سبابہ اور وسطی انگلیوں سے اشارہ کیا۔

عقیلی اور ترمذی نے حضرت انس سے حسن غریب روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسن اور حسین۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: میرے لیے میرے بچوں کو بلاؤ۔ آپ انہیں سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے تھے۔ امام احمد نے المناقب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔ فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی۔ ان دونوں سے محبت کی۔ ان کے والدین کریمین سے محبت کی۔ وہ روز حشر میرے ساتھ میرے درجہ پر ہوگا۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے: وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام احمد نے المناقب میں اور دولابی نے حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دوڑتے دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا آپ نے فرمایا: اولاد کی محبت بخیل اور کمزور کرنے والی

ہوتی ہے۔

۵- حضور اکرم ﷺ کی محبت ان شہزادوں کی صحبت کے ساتھ ملی ہوتی ہے

الطبرانی، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں، فاطمہ، حسن، حسین اور وہ اکٹھے ہوں گے جس نے ہمارے ساتھ پیار کیا۔ ہم کھائیں گے پئیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمادے گا۔ یہ فرمان کسی شخص کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا: اس نے بتایا اور کہا: حساب وکتاب کا کیا بنے گا؟ میں نے اسے کہا: صاحب یٰسین کا حساب اس وقت کہاں گیا جب اسی وقت اسے جنت میں داخل کر دیا گیا؟

۶- یہ دونوں شہزادے آپ کے دنیا کے ریحان تھے، آپ ان کا بوسہ لیتے اور انہیں سونگھتے تھے

ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کیا ہے اور امام نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسن وحسین دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر اور جو ان سے بغض رکھے اس کے ساتھ بغض رکھ۔

ابن ضحاک نے حضرت یعلیٰ بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی طرف آئے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے پہنچ گیا۔ اس کا ہاتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اسے اپنے بطن اقدس کے ساتھ لگا لیا، پھر دوسرا شہزادہ آیا اس کا ہاتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اسے اپنے شکم اطہر کے ساتھ چمٹا لیا، کبھی ایک کو چومتے کبھی دوسرے کو۔ عرض کی: مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر، پھر فرمایا: اے لوگو! اولاد وجہ بخل، کمزوری اور سبب جہالت ہے۔

ابن ضحاک نے حضرت یعلیٰ عامری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یہ دونوں شہزادے دوڑتے ہوئے آپ کی سمت آئے آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا: اولاد کمزوری اور بخل کا سبب ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ یا آپ کے حجرہ مقدسہ میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں؟ یہ دنیا کے میرے دو ریحان ہیں۔ میں انہیں سونگھتا ہوں۔

۷- آپ کی بعض صفات انہیں بطور وراثت ملیں

حضرت ابورافع نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے، ابن مندہ اور ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ وہ اپنے

بیٹوں کو آپ کے پاس اس مرض میں لے کر آئیں جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ کچھ وراثت میں انہیں عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے۔ حسین کے لیے میری جرأت اور سخاوت ہے۔ ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں کو بارگاہ رسالت مآب میں لے کر آئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ انہیں کچھ عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! حسن کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت دے دی۔ حسین کو میں نے اپنی بہادری اور سخاوت عطا کر دی۔

۸۔ خَلق اور خُلق میں مشابہت

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کے وصال کے کچھ راتیں بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ وہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے باہر نکلے۔ انہوں نے حضرت حسن کو دیکھا جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ بخدا! یہ حضور ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت علی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکراتے رہے۔

اسماعیل بن ابی خالد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابو جحیفہ کو فرماتے سنا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرور کائنات ﷺ کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مشابہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ انور حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سینے سے لے کر سر تک حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چہرہ سے لے کر ناف تک آپ کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے نیچے آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔ محمد بن ضحاک سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ آپ کے چہرۂ انور کے ساتھ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم اطہر آپ ﷺ کے جسم اقدس کے ساتھ مشابہت رکھتا تھا۔ ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینہ تک اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے نیچے آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔

تنبیہ

شیخ نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اتنے مشابہ کوئی نہ تھا جتنی مشابہت حضرت حسن رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔ یہ قول ان کے اس قول سے معارضت نہیں رکھتا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے، کیونکہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد تھا جبکہ ان کے وصال سے قبل وہی آپ کے زیادہ مشابہ تھے۔ اسی طرح یہ قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے ساتھ بھی تضاد نہیں رکھتا کہ میں نے آپ سے قبل یا آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا، کیونکہ اس فرمان میں مشابہت کی عمومیت کی نفی ہے جبکہ اس کی اصل یا بڑا حصہ ثابت کیا گیا ہے۔

۹-وہ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں

ابن سعد اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی کہ حسن وحسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے سلام دیا۔ وہ اس سے قبل آسمان سے نہ اترا تھا۔ اس نے مجھے مژدہ سنایا کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، رویانی نے اپنی مسند میں، ابن مندہ، ابن قانع، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت جہم سے امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں سوائے دوخالہ زاد حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے۔

دوسری روایت میں ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: جو اہل جنت کے سرداروں کو دیکھنا چاہے وہ ان دونوں کو دیکھ لے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے یہ دونوں بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے والد گرامی ان سے بہتر ہیں۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میرے علاوہ ہر نبی کے نبی پیدا ہوا ہے۔ تمہارے یہ دونوں فرزند اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں سوائے دوخالہ زاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک رات آپ کے ہاں گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: یہ فرشتہ ہے۔ جب سے میں مبعوث ہوا ہوں اس وقت سے لے کر آج تک یہ نیچے نہیں اترا۔ یہ آج میرے پاس آیا ہے اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک روز ہم نے آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے اثرات دیکھے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے اثرات ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں کیوں نہ خوش ہوں۔ میرے پاس جبرائیل امین آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ امام حسن اور امام حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے والد گرامی ان سے افضل ہیں۔

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے حسن روایت کیا ہے۔امام نسائی نے بھی ان سے روایت کیا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا، تاکہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔آپ نے نماز مغرب پڑھی پھر نماز عشاء پڑھی، پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے جانے لگے۔میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔آپ نے میری آواز سنی تو پوچھا: کون؟ حذیفہ ہو۔میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ رب تعالیٰ تمہیں اور تمہاری امی جان کو معاف کرے۔یہ فرشتہ آج رات سے پہلے کبھی بھی نازل نہ ہوا تھا۔اس نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے بشارت دے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور حسن وحسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔یہ روایت حضرات علی، حسن، عمر، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۱۰-ان کو آتے دیکھ کر آپ منبر سے اتر آتے

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آئے انہوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی تھیں وہ لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ایک کو ایک پہلو میں اور دوسرے کو دوسرے پہلو میں اٹھالیا، پھر منبر پر جلوہ افروز ہوگئے۔فرمایا: رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ (التغابن: ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں۔

میں نے ان دونوں شہزادوں کو دیکھا۔یہ لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے۔مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔میں نے گفتگو روکی اور نیچے اتر آیا۔

۱۱-آپ کی کمر انور پر سوار ہونا

ابن حبان اور عبد بن حمید نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ کی کمر انور پر چڑھ جاتے تھے۔صحابہ کرام انہیں دور ہٹانے لگتے تو آپ فرماتے: میرے والدین فدا! جو مجھ سے پیار کرتا ہے وہ ان دونوں سے بھی پیار کرے۔

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم آپ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے۔جب آپ سجدہ میں جاتے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی کمر پر سوار ہوجاتے جب آپ سر اقدس اٹھاتے تو انہیں ہلکے انداز میں پکڑتے اور کمر انور سے اتار لیتے۔جب آپ دوبارہ سجدے میں جاتے تو وہ پھر لوٹ آتے۔آپ نے نماز ادا کرنے کے بعد انہیں اپنی رانوں پر بٹھالیا۔میں آپ کی خدمت میں گیا عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ان دونوں کو گھر چھوڑ

آؤں؟ بجلی چمکی۔آپ نے انہیں فرمایا: اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے جاؤ۔بجلی کی چمک برقرار رہی حتیٰ کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس چلے گئے۔

۱۲-اپنی خچر پر اور اپنے کندھے پر سوار کرنا

امام مسلم نے حضرت ایاس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کی خچر شہباء پر آپ کے دونوں بیٹے امام حسن اور امام حسین سوار تھے۔میں خچر کو ہانک کر لے جا رہا تھا، حتیٰ کہ میں نے انہیں آپ کے حجرہ میں داخل کر دیا۔ایک شہزادہ آگے تھا۔دوسرا پیچھے تھا امام مسلم نے حضرت براء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور سیاح لامکان ﷺ کو دیکھا۔آپ حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی اونٹنی پر سوار کیسے ہوئے تھے۔آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں، تو بھی ان سے پیار کر۔

۱۳-آپ کا انہیں دم فرمانا

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما تو یوں دم فرماتے تھے: اعیذکما بکلمات اللہ التامّۃ من کل شیطان و ھامّۃ و من کل عین لامّۃ۔آپ فرماتے: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزندوں حضرات اسماعیل اور اسحاق کو انہی کلمات سے دم کرتے تھے۔

۱۴-آپ کے سامنے ان کی زور آزمائی

ابن الاعرابی نے اپنی المعجم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کشتی کر رہے تھے۔آپ فرما رہے تھے۔یہ حسین ہے۔سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ یوں کیوں نہیں فرما رہے۔یہ حسن ہے۔فرمایا: حضرت جبرائیل امین کہہ رہے ہیں۔یہ حسن ہے۔امام بغوی اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما باہم کشتی کر رہے تھے۔اچانک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آگئے۔آپ فرما رہے تھے۔حسن کو پکڑو۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ یوں فرمائیں۔حسین کو پکڑیں۔آپ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین یوں کہہ رہے ہیں: حسین کو پکڑو۔

۱۵-وہ روز حشر آپ کی اونٹنیوں عضباء اور قصواء پر اٹھیں گے

سلفی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: انبیاء کو ان کی سواریوں پر اٹھایا جائے گا۔حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا جبکہ میری نور نظر سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کو میری اونٹنی عضباء یا قصواء پر اٹھایا جائے گا۔مجھے براق پر اٹھایا جائے گا جس کا قدم منتہائے نظر پر ہوگا، جبکہ حضرت بلال کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔

۱۶- ان کا کرم

امام بخاری نے حضرت حرملہ جو حضرت اسامہ کے غلام تھے سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت اسامہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔فرمایا: وہ مجھ سے سوال کریں گے وہ پوچھیں گے: تمہارے صاحب نے تمہارے لیے کیا چھوڑا ہے؟ وہ تم سے کہیں گے کہ اگر تم شیر کے جبڑوں میں ہوتے تو میں پسند کرتا کہ وہاں تمہارے ساتھ ہوتا، لیکن میں نے یہ امر نہ دیکھا۔نہ ہی انہوں نے مجھے کچھ دیا۔میں امام حسن، امام حسین اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے جانور لاکر دیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

صرف امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱- ولادت مبارکہ، عمر مبارک اور وصال

آپ نصف رمضان المبارک ۳ھ کو اس جہانِ رنگ و بو میں آئے۔ابو عمر نے لکھا ہے۔یہ اصح قول ہے۔ایک قول شعبان المعظم کا بھی ہے۔دولابی نے لکھا ہے کہ اس وقت ہجرت کے ساڑھے چار سال گزر چکے تھے۔ایک قول چوتھے سال کا بھی ہے؟ ایک قول پانچویں سال کا بھی ہے۔یہ ''الاصابۃ'' میں لکھا ہوا ہے۔پہلا قول زیادہ اثبت ہے۔ان کا وصال ہفتہ کی رات ۸ محرم ۴۵ھ کو ہوا تھا۔یہ درست معلوم ہوتا ہے۔دوسرا ماہ ربیع الاول کا بھی ہے جبکہ ۴۹ھ کا سال تھا۔ایک قول پچاس ہجری کا قول ہے۔یا اکاون ہجری کا قول بھی ہے۔ایک قول ۵۸ ہجری کا بھی ہے۔اسی سے آپ کی عمر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں حضرت قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنا شیر مبارک پلایا۔جعدہ بنت الاشعث نے انہیں زہر دیا۔حضرت سعید بن العاص نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔جمہور علماء کے نزدیک اس وقت عمر مبارک ۴۷ سال تھی۔

ابو القاسم بغوی اور دولابی نے قابوس بن المخارق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک عضو میرے گھر میں آگیا ہے۔آپ نے فرمایا: تم نے عمدہ خواب دیکھا ہے۔میری نور نظر فاطمہ کے ہاں نور نظر پیدا ہوگا۔تم قثم کے ساتھ اسے دودھ پلاؤ گی۔حضرت حسن پیدا ہوئے انہوں نے انہیں دودھ پلایا۔ابن ماجہ کی روایت میں حسن یا حسین کے الفاظ ہیں۔انہوں نے فرمایا: ایک دن میں انہیں

لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا۔ میں نے ان کے کندھے پر مارا۔ آپ نے فرمایا: تم نے میرے بیٹے کو تکلیف دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

۲- آپ کی ان سے محبت، دعا، شانۂ اقدس پر سوار کرنا، ان سے محبت کرنے کا حکم دینا

امام احمد، شیخان، ابن ماجہ، ابن حبان، ابو یعلی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعید بن زید سے الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مولا! میں حضرت حسن کو پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر اور ان سے پیار کرنے والے سے پیار کر۔ شیخان اور ابن حبان نے حضرت البراء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانۂ اقدس پر دیکھا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔

امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا ہوا تھا۔ آپ نے یہ دعا کی: مولا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا: بچے! تم نے کتنے خوبصورت سوار پر سواری کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوار بھی تو کتنی شان والا ہے۔

امام احمد نے المناقب میں الازد کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ حضرت امام حسن کے متعلق فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اس شہزادے سے بھی محبت کرے۔ شاہد کو غائب تک یہ پیغام پہنچانا چاہیے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں تم سے یہ روایت کبھی بیان نہ کرتا۔

طیالسی نے حضرت براء سے اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اس کے ساتھ (حسن کے ساتھ) محبت کرنا چاہیے۔ امام احمد، شیخان، ابن ماجہ، ابن عدی نے الکامل میں اور ابو یعلی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعید بن زید سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس کے ساتھ محبت کر۔

۳- ان کے لیے دعائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک ران پر اور حضرت امام حسن کو دوسری ران پر بٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا: میں ان سے محبت کرتا ہوں تو ان پر رحم

فرما۔الدولابی نے مدنی بنی ہاشم محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا۔آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے سلامتی عطا فرما۔اس سے سلامتی عطا فرما۔

۴۔رب تعالیٰ ان کے ذریعے دو گروہوں میں صلح فرمائے گا

یہ خلافت کی برکت تھی۔یہ کسی علت یا ذلت کی وجہ سے نہ تھا ان کے ذریعے رب تعالیٰ نے دو گروہوں ان کے گروہ اور حضرت امیر معاویہ کے گروہ کے درمیان صلح کرادی۔یہ آپ کے معجزہ کی رونمائی تھی۔

امام ترمذی نے حسن صحیح روایت کی ہے۔امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابوبکرہ سے، ابن عساکر نے ابوسعید سے، یحییٰ بن معین نے فوائد میں، الطبرانی اور بیہقی نے الدلائل میں، خطیب، ابن عساکر اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے یا میرا ریحان ہے مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کے ذریعے صلح فرمائے گا۔یا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح فرمائے گا۔

۵۔حضرت حسن کا لعاب چوسنا، ان سے محبت اور ان کی مبارک ناف کا بوسہ لینا

امام احمد نے المناقب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ حضرت امام حسن کے لب یا زبان چوس رہے تھے۔جس زبان یا لب کو حضور اکرم ﷺ نے چوسا ہو اسے عذاب نہ ہوگا۔ابن الاعرابی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں اس وقت سے لگا تار اس شخص (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا رہا۔جب سے میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ کیا۔میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسن آپ کی گود میں تھے۔وہ اپنی انگلیوں سے آپ کی ریش مبارک کے ساتھ کھیل رہے تھے۔آپ نے ان کی زبان کو اپنے منہ میں ڈال رکھا تھا۔یا ان کی زبان آپ کے منہ مبارک میں تھی۔آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، اور اس سے محبت فرما جو ان سے محبت کرے۔

۶۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ناف کا بوسہ لینا

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی ایک گلی میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ان سے عرض کی: میرا باپ آپ پر فدا! اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھائیں، حتیٰ کہ میں آپ کو اسی جگہ بوسہ دے لوں۔جہاں حضور اکرم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ وہ اسے چوم رہے تھے۔انہوں نے شکم اطہر سے کپڑا اٹھایا۔انہوں نے ان کی ناف چوم لی۔

۷۔حضور اکرم ﷺ کی کمر انور پر سوار ہونا

ابن ابی الدنیا اور ابو بکر الشافعی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت امام حسن کو دیکھا۔وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تھے۔آپ سجدہ میں تھے وہ آپ کی کمر پر چڑھ گئے۔آپ سجدہ ریز رہے، حتیٰ کہ وہ خود ہی اترے۔وہ آتے۔آپ رکوع کی حالت میں ہوتے آپ ان کے لیے ٹانگوں کو کھلا کر دیتے حتیٰ کہ وہ دوسری جانب نکل جاتے۔ابن الاعرابی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: امام حسن آئے۔اس وقت حضور اکرم ﷺ سجدہ میں تھے۔وہ آپ کی کمر پر سوار ہو گئے۔آپ نے انہیں پکڑا۔انہیں اپنی مبارک کمر پر سیدھا کر دیا، پھر رکوع کیا انہیں چھوڑ دیا وہ چلے گئے۔

۸۔ان کا علم

ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں محمد بن معشر الیربوعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے امام حسن سے فرمایا: ایمان اور یقین میں کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے عرض کی: چار انگلیوں کا۔عرض کی: یقین وہ ہوتا ہے جسے تمہاری آنکھیں دیکھیں اور ایمان وہ ہوتا ہے جسے تمہارے کان سنیں۔آپ اس کی تصدیق کریں گے۔انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے ایک ہو جن کے متعلق کہا گیا ہے: ذرية بعضها من بعض۔

۹۔جس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس روز ان کا خطبہ

الدولابی نے حضرت زید بن حسن سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب ان کے والد گرامی شہید ہو گئے تو انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا: آج رات وہ ذات بابرکات شہید ہو گئی ہے جس سے اولون سبقت نہ لے جاسکے۔جسے آخرون نہ پاسکیں گے۔کبھی حضور اکرم ﷺ انہیں اپنا عَلَم مبارک عطا کرتے تھے۔حضرت جبرائیل ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل ان کے بائیں طرف قتال کرتے تھے وہ واپس نہ آتے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان کے ہاتھوں فتح عطا فرما دیتا۔انہوں نے زمین پر سونا اور چاندی نہیں چھوڑا سوائے سات سو دراہم کے۔وہ ان کے ساتھ اپنے اہل خانہ کے لیے خادم خریدنا چاہتے تھے، پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے۔جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن علی ہوں۔میں ابن الرضی ہوں۔میں ابن البشیر ہوں۔میں ابن النذیر ہوں۔میں ابن داعی الی اللہ باذنہ و السراج المنیر ہوں۔میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کے گھر حضرت جبرائیل امین آتے تھے۔وہ وہاں سے اوپر جاتے تھے میں ان اہل بیت سے ہوں جن سے رب تعالیٰ نے ناپاکی کو دور کر دیا ہے اور انہیں خوب پاک وصاف کر دیا ہے۔میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر فرض کی ہے۔اس نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ (الشوریٰ،۲۳)

ترجمہ: آپ فرمائیے! میں نہیں مانگتا (اس دعوت حق) پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔
جو نیکی کرتا ہے تو اس میں اس کے لیے حسن ڈال دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنا ہم اہل بیت میں اضافہ کرتا ہے۔

۱۰-ان کی بیعت، حضرت معاویہ کی طرف جانا اور والد گرامی کی شہادت کے بعد معاملہ ان کے سپرد کر دینا

رمضان المبارک کے تیرہ روز باقی تھے چالیس ہزار سے زائد افراد نے آپ کی بیعت کر لی۔ صالح بن امام احمد نے کہا ہے: نوے ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی تھی۔ وہ خلافت سے دستکش ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس میں یہ شرط بھی تھی کہ ان کے بعد خلافت کا تاج آپ کے سر سجایا جائے گا۔ وہ اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق کسی چیز کا تقاضا نہ کریں گے جو ان کے والد گرامی کے ایام میں تھی۔ وغیرہ۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ نمودار ہو گیا کہ میرا یہ نور نظر سید ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ آپ کے ایام میں خونریزی نہ ہوئی تھی۔ آپ تقریباً چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ ان حضرات کی صلح ۴۱ھ کو ہوئی ابھی ربیع الاول کے پانچ روز باقی تھے۔ حضرت امام حسین بھی ان کے ساتھ تھے جس مدت خلافت کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ وہ آپ کی خلافت کے ساتھ ختم ہو گئی، پھر ملوکیت رہ گئی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے محفوظ کر لیا۔ دولابی نے لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ۴۱ھ تک کوفہ میں رہے۔ عبدالرحمان بن ملجم قتل ہو گیا تھا یا اس نے خودکشی کر لی تھی، پھر آپ حضرت امیر معاویہ کی طرف گئے کوفہ کے ایک گھر میں ملاقات کی۔ باہم صلح کر لی۔ آپ نے معاملہ ان کے سپرد کر دیا، اور ۴۱ھ جبکہ ربیع الاول کے پانچ روز باقی تھے ان کی بیعت کر لی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان سے ایک لاکھ دینار لے کر صلح کر لی۔ ان کی خلافت کی مدت ۶ ماہ ۵ دن تھی۔

الحافظ ابونعیم وغیرہ نے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اس خطبہ کے وقت وہیں تھا جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاملہ حضرت معاویہ کے سپرد کیا تھا۔ انہوں نے خطبہ دیا۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: داناؤں میں سے دانا متقی ہے۔ احمقوں میں سے احمق فاجر ہے۔ وہ امور جن میں میرا اور معاویہ کا اختلاف ہوا تھا وہ میرا معاملہ تھا۔ اگر معاویہ اس کے مستحق تھے تو وہ ان کا حق ہے۔ اگر وہ میرا حق تھا میں نے مسلمانوں کی اصلاح اور خون ریزی سے بچنے کے لیے یہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔

وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ (الانبیاء،۱۱۱)

ترجمہ: اور میں کیا جانوں (اس ڈھیل سے) شاید تمہارا امتحان لینا اور ایک وقت تک تمہیں لطف اندوز کرنا مطلوب ہو۔

۱۱-جود و سخا، زہد، مکارم اخلاق، صحابہ کرام کی تکریم

انہوں نے فرمایا: مجھے حیاء آتی ہے میں رب تعالیٰ سے ملاقات کروں اور میں چل کر اس کی طرف نہ گیا ہوں۔

انہوں نے مدینہ طیبہ سے چل کر بیس حج کیے تھے۔ دوسری روایت میں ہے: انہوں نے پندرہ حج پیدل کیے تھے۔ عمدہ سواریاں ان کے ہمراہ تھیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے تین بار قسم اٹھائی حتیٰ کہ آپ اونٹ دے دیتے تھے۔ گھوڑے روک لیتے تھے۔ محمد بن سیرین نے لکھا ہے: وہ کبھی کبھی ایک شخص کو ہی ایک سو دراہم دے دیتے تھے۔ انہوں نے انصار کے لوگوں سے ایک باغ چار لاکھ دراہم میں خریدا پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ پہلے مالک اس کے محتاج ہو گئے ہیں۔ انہوں نے انہیں وہ لوٹا دیا۔ انہوں نے کبھی کسی سائل کو "نہیں" نہیں کہا تھا۔ وہ کسی سے محبت نہ کرتے تھے کہ اسے کسی غیر کا محتاج رہنے دیتے۔ انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو روٹی کا ایک لقمہ خود کھا رہا تھا دوسرا کتے کو کھلا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: اس امر پر کس نے تمہیں ابھارا ہے؟ اس نے کہا: مجھے حیاء آتی ہے کہ خود کھاؤں اسے نہ کھلاؤں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہیں ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ وہ اس کے آقا کے پاس گئے۔ اسے خریدا۔ اس باغ کو خریدا جس میں وہ غلام تھا۔ غلام آزاد کر دیا۔ اسے باغ دے دیا۔ اس غلام نے عرض کی: جو باغ آپ نے مجھے دیا تھا اسے میں نے آپ کو ہبہ کر دیا۔

آپ سردار، حلیم، زاہد، عاقل، فاضل، فصیح، وقار و سکون کے عادی، فیاض، فتنوں سے نفرت کرنے والے اور خونریزی سے اجتناب کرنے والے تھے۔ یہ آپ کا تقویٰ، زہد اور علم ہی تھا جس کی بناء پر انہوں نے خلافت کو خیر آباد کہہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ روز حشر کم و بیش ستر ہزار افراد آئیں گے جن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ یہ سارے لوگوں سے حسین تھے ان سے زیادہ کریم، جواد اور عمدہ کلام فرمانے والے تھے۔ سب سے زیادہ باحیاء تھے، اکثر روزہ سے ہوتے تھے۔ مکارم اخلاق اور جود و سخا میں فعل قول سے آگے ہوتا تھا اپنے بھائیوں پر بہت زیادہ کرم فرماتے تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی غافل نہ رہتے تھے۔ انہیں سوال کرنے کی نوبت نہ آتی ہے، بلکہ سوال سے قبل ہی عطا شروع فرما دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا: میں تمہیں اپنے اس بھائی کے متعلق بتاتا ہوں جو میری نگاہوں میں سب سے بڑا تھا۔ اس عظمت کی وجہ یہ تھی کہ دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر تھی۔ وہ باطنی سلطنت سے خارج تھا۔ اسے اس کی خواہش نہ تھی جو اسے نہ ملتا۔ جب اسے مل جاتا تو وہ کثرت کا خواہاں نہ ہوتا تھا۔ اس نے ایسے کلمہ نہ سنا جس سے خوفزدہ ہوتا اس سے سب سے بڑی بات یہ سنی تھی کہ اس کے اور کسی شخص کے مابین عداوت تھی۔ اس نے اسے کہا: ہمارے پاس ایسی چیز ہی ہے جو اس کو رسواء کر دے۔ ان سے عرض کی گئی کہ سیدنا ابوذر نے فرمایا ہے کہ مجھے فقر غنا سے زیادہ پسندیدہ ہے، مجھے مرض صحت سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ میں تو کہتا ہوں جس نے رب تعالیٰ کے حسن اختیار پر یقین کر لیا وہ اس حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس کے لیے رب تعالیٰ منتخب فرما دے۔ یہ ان امور میں رضا پر وقوف کی حد ہے جس میں قضا تصرف کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اپنے جسم کے ساتھ دنیا میں اور اپنے دل کے ساتھ آخرت میں رہو۔ وہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرماتے تھے: اے میرے بیٹو! اور بھتیجو! علم سیکھو۔ جو تم میں سے اسے یاد نہ کر سکے یا روایت نہ کر سکے اسے اس کو لکھ لینا چاہیے اور اسے اپنے گھر میں رکھ لینا چاہیے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی بہت عزت و توقیر، تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کی بہت عزت و توقیر بجالاتے تھے۔ یوم الدار کو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے ان کے پاس تلواریں تھیں تاکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے قتال کریں۔ انہیں ان کے متعلق خدشہ لگا۔ انہوں نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ اپنے گھر چلے جائیں، تاکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل کو تسلی ہو اور انہیں ان کے متعلق خطرہ بھی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیجا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے عزت و توقیر کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی رکاب تھام لیتے تھے۔ اسے ایک نعمت شمار کرتے تھے۔ جب یہ شہزادے محو طواف ہوتے تھے تو قریب ان پر اژدھام کی وجہ سے انہیں روند ڈالتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: بخدا! عورتیں امام حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے رہ نہیں سکتیں۔ امام باقر فرماتے تھے: ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ کسی ضرورت کے لیے مدد طلب کی انہوں نے اس وقت اعتکاف کیا ہوا تھا۔ معذرت کی۔ وہ ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے مدد طلب کی۔ انہوں نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ فرمایا: کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے بڑھ کر ہے۔ آپ بہت زیادہ شادیاں کرتے تھے۔ چار آزاد عورتیں کسی حال میں بھی جدا نہ رہیں۔ وہ بہت زیادہ طلاقیں دینے والے اور بہت زیادہ حق مہر دیتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے فرماتے تھے: ان کے ساتھ نکاح نہ کیا کرو وہ بہت زیادہ طلاقیں دیتے ہیں۔ وہ عرض کرتے: امیر المومنین! بخدا! اگر وہ ہر روز ہمیں شادی کا پیغام دیں۔ ہم ہر روز ان کی شادی کر دیں یہ صرف خاندان نبوت کے ساتھ سسرالی رشتہ داری بنانے کے لیے ہے۔

۱۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت

ابو عمر نے لکھا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے مابین قل ھو اللہ احد لکھا ہوا تھا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ یہ بات حضرت ابن مسیب تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے فرمایا: اگر ان کا یہ خواب سچا ہے تو انہیں کہو کہ ان کے وصال کا وقت قریب ہے۔ اس کے بعد وہ کچھ دن ہی زندہ رہے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ وہ خلافت کا تقاضا نہ کریں۔ انہیں دنیا میں سے زہد اختیار کرنے اور اس سے اعراض کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہت سی وصیتیں کرنے کے بعد آخر میں لکھا: رب تعالیٰ نے ہمارے لیے انکار کر دیا ہے کہ ہم اہل بیت کے لیے نبوت اور خلافت کے ساتھ ساتھ ملوکیت کو رکھے۔ دنیا کو رکھے۔ اس کی اطاعت سے بچیں۔ اس امر سے بچیں کہ اہل کوفہ آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کریں۔ آپ اس وقت نادم ہوں جب ندامت فائدہ نہ دے، پھر نگاہ پاک کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ عرض کی: مولا! میں نے تیرے دربار سے حصول ثواب کے لیے صبر کیا۔ میں اس کی مثل تک نہیں پہنچا۔ میری اس حالت پر رحم فرما۔ قبر میں

میری تنہائی پر رحم فرما۔ میری غربت پر رحم فرما۔ یاارحم الراحمین۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو فرمایا: میری چارپائی گھر کے صحن کی طرف نکالو۔ میں ملکوت السموات کو دیکھ لوں۔ اہل بیت نے چارپائی گھر کے صحن میں نکالی۔ سرِ اقدس بلند اٹھایا اور دیکھا۔ کہا: مولا! میں تیرے دربار میں حصولِ ثواب کے لیے صبر کرتا ہوں۔ یہ جان مجھے سب سے پیاری تھی۔

۱۳- اولاد پاک

امام ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں ابن سعد سے الطبقات میں روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک میں محمد اصغر، جعفر، فاطمہ محمد الاکبر، زید، حسن، ام حسن، ام خیر، اسماعیل، یعقوب، قاسم، ابوبکر عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کے ساتھ حضرات قاسم اور ابوبکر شہید ہوئے تھے۔ یا حضرات طلحہ اور عبداللہ شہید ہوئے تھے۔ حضرات زید اور حسن کی اولاد تھی۔ ان کے علاوہ کسی کی اولاد نہ تھی۔ حسین الاثرم، عبدالرحمان، ام سلمہ، عمر اور ام عبداللہ طلحہ، عبداللہ الاصغر۔ محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ ان کے ہاں پندرہ صاجزادے اور آٹھ صاجزادیاں پیدا ہوئیں، علی اکبر، علی اصغر، جعفر، فاطمہ، سکینہ، ام الحسن، عبداللہ، قاسم، زید، عبدالرحمان، احمد، اسماعیل، حسین، عقیل اور حسن رضی اللہ عنہم۔

بلاذری نے الانساب میں صرف یہ اولاد پاک لکھی ہے: حسن، زید، حسین الاثرم، عبداللہ، ابوبکر، عبدالرحمان، قاسم، طلحہ اور عمر رضی اللہ عنہم۔ امام الطبری نے ذخائر میں ابوبشر سے اور دولابی نے لکھا ہے کہ اولاد پاک میں حسن، عبیداللہ، عمر، زید، ابراہیم شامل تھے۔ ابوبکر بن وراع نے لکھا ہے کہ وہ گیارہ صاجزادے اور صاجزادیاں تھیں عبداللہ، قاسم، حسن، زید، عمر، عبداللہ، عبدالرحمان، احمد، اسماعیل، حسین، عقیل اور ام الحسن رضی اللہ عنہم۔

❀❀❀

بارھواں باب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب

۱- ولادت، عمر مبارک، شہادت

آپ کی ولادت ماہ شعبان کی پانچ تاریخ ۴ھ کو ہوئی۔ یا ۶ھ یا ۷ھ کو ہوئی۔ امام جعفر بن محمد نے لکھا ہے کہ حضرت حسن کی ولادت اور امام حسین کے حمل میں صرف ایک طہر تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید دس ماہ بعد ان کی ولادت ہوئی ہو اور

دو ماہ طہر تاخیر سے آیا ہو۔آپ نے لعاب دہن سے گھٹی دی۔کانوں میں خوشبو لگائی۔منہ مبارک میں لعاب دہن ڈالا۔ان کے لیے دعا کی اور ان کا اسم گرامی "حسین" رکھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ساتویں روز نام نامی رکھا۔ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔ان کی شہادت یوم جمعۃ المبارک یوم عاشوراء کو ہوئی ۶۱ھ کو میدان کربلا میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔یہ زمین عراق میں ہے اکثر علماء کے نزدیک اس وقت عمر مبارک ۵۶ سال تھی۔یا ۵۸ سال یا ۵۵ سال تھی۔قاتل کا نام سنان بن انس النخعی تھا۔اصح قول یہی ہے۔

۲-آپ کا ان کا منہ مبارک سے بوسہ لینا،ان کے لیے دعا کرنا،لب چومنا،آپ کا لعاب چوس لینا اور آپ کے لیے زبان باہر نکالنا

ابو عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میری آنکھوں نے دیکھا۔میرے کانوں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ان کے قدم آپ کے قدمین شریفین پر تھے۔آپ فرما رہے تھے: تم ایک عظیم چشمہ ہو۔بچے نے اپنے قدم آپ کے سینے پر رکھ دیے۔آپ نے ان سے فرمایا: منہ کھولو، پھر آپ نے انہیں چوم لیا پھر یہ دعا مانگی: مولا: میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

ابن ابی خیثمہ اور ضحاک نے (ابن ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور حامئ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما۔ہم بنو قینقاع کے بازار کی طرف گئے واپس آئے تو آپ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔فرمایا: لکع کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے۔آپ کی گود میں گر پڑے۔اپنی انگلیاں آپ کی ریش مبارک میں پھیرنے لگے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھولا۔اپنی زبان ان کے منہ میں داخل کر دی پھر عرض کی: مولا! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بھی میں انہیں دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگتے ہیں۔ابن ابی شیبہ نے حضرت یعلی عامری سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے کے لیے گئے۔آپ کو دعوت دی گئی تھی۔حضرت امام حسین رستے میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔آپ صحابہ کرام سے آگے نکلے۔آپ نے ہاتھ پھیلا دیے۔شہزادہ ادھر ادھر دوڑنے لگا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہنسانے لگے حتیٰ کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا،اپنے منہ مبارک کے نیچے ایک ہاتھ سے پکڑ لیا۔دوسرا ان کی گدی کے نیچے تھا۔سر کو بلند کیا اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ دیا۔ان کا بوسہ لیا۔فرمایا: حسین مجھ سے ہیں،میں حسین سے ہوں جس نے حسین سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔

ابن ابی عاصم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ان کا سر اقدس ابن زیاد کے پاس لایا گیا،تو وہ ان کے دانتوں پر چھڑی مارنے لگے۔ان کے دانت بہت خوبصورت

تھے۔میں نے دل میں کہا: میں تجھے ضرور ذلیل کروں گا۔میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔آپ وہ جگہ چوم رہے تھے۔ جہاں تیری چھڑی لگی ہے۔

قابوس بن ابی ظبیان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: بخدا! حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی ٹانگیں کھول لیتے تھے اور ان کا منہ چوم لیتے تھے۔

ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکال لیتے تھے شہزادہ آپ کی زبان کی سرخی کو دیکھتا اور دوڑ کر اس کی طرف آتا۔عیینہ بن بدر ازدی نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا۔آپ اس شہزادے کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں۔اگر میرا اس طرح بچہ ہو جو چہرہ نکال کر آئے میں اس کا کبھی بوسہ نہ لوں۔آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ابن ضحاک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا آپ حضرت امام حسین کا لعاب دہن یوں چوس رہے تھے جیسے انسان کھجور چوستا ہے۔

۳-آپ کے ساتھ ان کی شباہت، ۴-وہ اہل جنت میں سے ہیں

ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جو کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے یا اہل جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۵-آپ کی کمر انور پر سوار ہو جانا

امام بغوی نے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔وہ آپ کی کمر پر اچھلنے لگے پیٹ پر چڑھ گئے انہوں نے پیشاب کر دیا۔ہم اٹھ کر آپ کی طرف گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔آپ نے پانی منگوایا اسے اپنے کپڑوں پر چھڑک دیا۔

۶-حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

سعید بن منصور، امام ترمذی نے حضرت یعلی بن مرہ عامری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے پیار کرتا ہے۔رب تعالیٰ اس کے ساتھ پیار کرتا ہے۔حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حسن وحسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سے دو سبط ہیں۔الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ان دونوں شہزادوں سے پیار کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

۷-امام مہدی ان کی اولاد میں سے ہوں گے

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزری، تو فرمایا: تمہارے شکم میں بچہ ہے۔ جب تم اسے جنم دے لو تو اسے میرے پاس لے آنا۔ جب بچہ پیدا ہوا میں اسے لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا۔ فرمایا: خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ میں نے حضرت عباس کو بتایا وہ بہت زیادہ لباس پہنتے تھے۔ انہوں نے کپڑے پہنے پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ام فضل کو کیا بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے انہیں یہی بتایا ہے کہ یہ بچہ ابوالخلفاء ہے، حتیٰ کہ اس سے سفاح پیدا ہوگا۔ مہدی پیدا ہوگا۔ وہ پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

۸-آپ کے رونے سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت ہوتی تھی

امام بغوی نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے نکلے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے دروازے پر سے گزرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ فرمایا: سیدہ! آپ جانتی نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

۹-حضرت جبرائیل اور بارش کے فرشتے نے آپ کو بتایا کہ یہ شہزادہ شہید ہو جائے گا انہوں نے آپ کو خاک کربلا بھی دکھادی

الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل امین نے بتایا ہے کہ میرا نور نظر حسین سرزمین ''الطف'' میں شہید ہو جائے گا۔ وہ یہ خاک لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ وہیں ان کی قبر انور ہوگی۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارش کے فرشتے نے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوں۔ اس نے اسے اذن دے دیا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ذرا دروازے کی نگرانی کرنا، کوئی اندر نہ آئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ وہ اچھل کر داخل ہو گئے، حتیٰ کہ آپ کے کندھوں پر

چڑھ گئے۔فرشتے نے کہا: کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کی: آپ کی امت انہیں شہید کر دے گی۔اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھا سکتا ہوں جس پر یہ شہید ہوں گے۔اس نے اپنے ہاتھ مارے آپ کو سرخ خاک دکھائی۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے لی اپنے کپڑے کے کنارے میں باندھ لی۔ہم سنا کرتے تھے کہ وہ میدان کربلا میں شہید ہوں گے۔اس روایت کو امام بیہقی نے وہب بن ربیعہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک دن آپ لیٹے ہوئے تھے۔آپ بیدار ہوئے تو آپ کو کمزوری محسوس ہو رہی تھی، پھر آپ لیٹ کر سو گئے، پھر جاگے تو کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔یہ پہلی کمزوری سے کم تھی پھر آپ لیٹ گئے۔آپ جاگے تو آپ کے دستِ اقدس میں سرخ مٹی تھی آپ اسے لٹ پلٹ کر کے دیکھ رہے تھے۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون سی مٹی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے جبرائیل نے بتایا ہے کہ میرا یہ نورِ نظر سرزمین عراق میں شہید ہوگا۔میں نے کہا: جبرائیل! مجھے اس زمین کی خاک تو دکھاؤ۔انہوں نے کہا: یہ اس کی خاک ہے۔

البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت جبرائیل امین نے پوچھا: کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں۔یہ میرے دل کا ٹکڑا ہیں۔انہوں نے عرض کی: آپ کی امت انہیں عنقریب شہید کر دے گی۔کیا میں آپ کو ان کی قبر انور کی جگہ نہ دکھا دوں؟ انہوں نے مٹھی بھر مٹی دی وہ سرخ خاک تھی۔

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے۔جب وہ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے تو فرمایا: عبد اللہ! خیر ہی ہو۔میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! کیا ہوا؟ فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو آپ کی چشمان مقدس سے آنسو نکل رہے تھے۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ امام حسین کو دریائے فرات کے کنارے شہید کر دیا جائے گا۔انہوں نے مجھے کہا: کیا میں آپ کو اس جگہ کی خاک نہ سونگھاؤں۔میں نے کہا: ہاں! انہوں نے مٹھی بھر خاک لی اور مجھے دے دی۔میں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا۔

امام احمد نے حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بچے کو رولایا نہ کرو۔حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین سے فرمایا: کسی کو اندر نہ آنے دینا۔حضرت امام حسین آ گئے۔میں نے انہیں پکڑ لیا گود میں لیا۔وہ رونے لگے۔میں نے انہیں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ آپ کی گود مبارک میں بیٹھ گئے۔حضرت جبرائیل امین نے عرض کی۔آپ کی امت آپ کے اس شہزادے کو عنقریب شہید کر دے گی۔آپ نے فرمایا: کیا وہ اسے شہید کر دیں گے حالانکہ وہ مؤمن ہوں گے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں!

انہوں نے خاکِ کربلا بھی آپ کو دکھائی۔ دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: جبرائیل! کیا میں درگاہِ خداوندی کی طرف رجوع نہ کروں؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس سے فراغت ہو گئی ہے۔

امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حجرہ مقدسہ میں ایسا فرشتہ آیا جو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا: آپ کا یہ شہزادہ حسین شہید ہو جائے گا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو وہ خاک دکھاؤں جہاں یہ شہید ہوں گے۔ اس نے سرخ خاک نکال کر دکھائی۔ امام بغوی نے حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ میرا یہ نورِ نظر یعنی حسین زمین کربلا میں شہید ہو جائے گا۔ جو وہاں موجود ہو۔ وہ ان کی نصرت کرے۔ حضرت انس بن حارث کربلا کی طرف نکلے۔ حضرت امام حسین کے ہمراہ جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

ابن سعد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ خاک کربلا سے گزرے وہ صفین جا رہے تھے۔ اس جگہ کا نام پوچھا۔ عرض کی گئی: کربلا۔ وہ نیچے اترے۔ وہاں درخت کے پاس نماز پڑھی۔ انہوں نے فرمایا: اس جگہ شہداء شہید ہوں گے۔ وہ شہداء میں سے بہترین ہوں گے۔ وہ حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا کسی چیز سے وہاں نشان لگا دیا گیا۔ اسی جگہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

۱۰-حضرات ام سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے خواب

ابن ابی الدنیا نے حضرت علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ فرمایا: امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ بخدا! ان کے ساتھیوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں خون سے لبریز شیشی تھی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا ہے؟ انہوں نے میرے فرزند حسین کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا لہو مبارک ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں لے کر جا رہا ہوں۔ انہوں نے وہ دن لکھ لیا جس میں خواب دیکھا تھا۔ اس میں لکھا تھا وہ اس وقت میں۔'' کچھ دنوں کے بعد خبر آ گئی کہ وہ اسی روز اور اسی وقت میں شہید ہوئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت سلمیٰ سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی وہ رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کی: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے سر اقدس اور ریش مبارک پر خاک پڑی تھی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ابھی ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا۔

ابن سعد نے حضرت شہر بن خوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر

تھے۔میں نے انہیں چیختے ہوئے سنا۔میں ان کے پاس گیا انہوں نے فرمایا: امام حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔انہوں نے فرمایا: انہوں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔رب تعالیٰ ان کی قبور یا گھروں کو آگ سے بھرے۔انہوں نے انہیں شہید کر دیا ہے۔وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑیں، ہم اٹھ کر آ گئے۔

۱۱۔شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کی نوحہ خوانی

کئی افراد نے بیان کیا ہے کہ اہل کربلا لگاتار امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جنات کے نوحے سنتے رہتے تھے۔وہ کہہ رہے ہوتے تھے:

مسح الرسول جبینه فله بریق فی الخدود
ابواه فی علیاء قریش وجده خیر الجدود

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جبین اطہر کو مس کیا تھا۔ان کے رخساروں میں بجلی رواں تھی۔ان کے والدین قریش میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان کے نانا جان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نانوں میں سے بہترین تھے۔

بعض لوگوں نے انہیں جواب دیا تو انہوں نے کہا:

خرجوا به و فدا الیه فهم له شر الوفود
قتلوا ابن بنت نبیهم سکنوا به دار الخلود

ترجمہ: وہ وفد کی صورت میں ان کے ساتھ نکلے۔وہ ان کے لیے بدترین وفود تھے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کو شہید کر دیا۔اسی وجہ سے وہ ابدی مقام (جہنم) کے مکین بن گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جن عورتیں نوحہ کرتے ہوئے کہتی تھیں:

ایها القاتلون ظلما حسینا ابشروا بالعذاب و التنکیل
کل اهل السماء یدعو علیکم و نبی مرسل و قبیل
قد لعنتم علی لسان داود و موسی و صاحب الانجیل

ترجمہ: اے وہ بدبختو! جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا تھا۔تمہیں عذاب اور اذیت کی بشارت ہو۔تمام اہل آسمان تمہارے لیے بددعا کرتے ہیں۔نبی مرسل اور پیروکار تمہارے لیے بددعا کرتے ہیں۔تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا میں نے جنات کا نوحہ نہ سنا تھا مگر اسی رات کو سنا۔مجھے یقین ہو گیا کہ میرے نور نظر حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔انہوں نے اپنی

خادمہ سے کہا: باہر نکلو اور دیکھو۔اس سے سوال کرو۔اسے بتایا گیا کہ انہیں ذبح کر دیا گیا ہے ایک عورت جن کہہ رہی تھی۔

الا یاعین فاحتلفی بجهدی ومن یبکی علی الشهداء بعدی

علی رهط تقودهم المنایا الی متجبر فی ملك عبدی

ترجمہ: ارے اے میری آنکھ! میری کوشش کی طرف بھرپور توجہ دے۔میرے بعد شہداء پر کون روئے گا۔اس قبیلے پر جسے اموات اس متکبر کی طرف لے کر رہی تھیں جو میرے بندے کی ملکیت میں تھا۔

ابونعیم نے بریدہ بن جابر الحضرمی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے جنات کو سنا وہ حضرت امام حسین پر نوحہ خوانی کر رہے تھے وہ کہہ رہے تھے:

انعی حسینا هبلا کان حسین جبلا

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے ہبل کو بتادے۔امام حسین رضی اللہ عنہ (صبر و استقامت) کا کوہ گراں تھے۔

ابونعیم نے ابوقبیل سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین شہید ہو گئے۔دشمنانِ خدا نے ان کا سر جدا کر دیا وہ پہلے مرحلہ پر نبیذ پی رہے تھے۔وہ سر اقدس سے دور تھے۔باغ سے لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ لکھا:

اترجو امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: کیا وہ امت جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔روز حشر آپ کے نانا جان کی شفاعت کی امید کر سکتی ہے؟

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین کے سر اقدس کو دمشق سے گزارا جا رہا تھا تو میں اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے آگے آگے ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ (الکہف:۹)

ترجمہ: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں۔

رب تعالیٰ نے سر کو بولنے کی توفیق دی۔اس نے بلند آواز سے کہا: اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا قتل اور اسے اٹھانا ہے۔

۱۲- جب شہادت کا تعین ہو گیا تو ان کا خطبہ

حضرت زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے محمد بن حسین نے بتایا ہے، انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو وہ خطبہ دینے کے لیے اٹھے۔رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا:

جو امر نازل ہو چکا ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ دنیا تبدیل ہو چکی ہے یہ عجیب ہو چکی ہے۔ اس کی بھلائی جا چکی ہے۔ اس کی نیکی ختم ہو چکی ہے حتیٰ کہ اس میں اس طرح بچ گیا ہے جیسے برتن کے لیے بچا ہوا چرواہوں کے دودھ کیا تم حق نہیں دیکھ رہے۔ کیا حق کو دیکھ نہیں رہے کیا اس پر عمل ہو رہا ہے۔ باطل سے رکا نہیں جا رہا۔ مومن کو رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات میں ترغیب رکھنی چاہیے۔ میں اسی وقت شہادت کو دیکھ رہا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ رہنا ندامت ہے۔ انہوں نے بہت سے امور کا تذکرہ کیا انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے نماز پڑھتے، استغفار کرتے اور آہ و زاری کرتے ہوئے رات بسر کی دشمن کے نگرانوں کے گھوڑے ان کے پیچھے گھوم رہے تھے۔ فلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. انا للہ و انا الیہ راجعون.

حضرت امام زین العابدین نے فرمایا: میں شام کو بیٹھا ہوا تھا جس کی صبح کو میرے والد گرامی شہید ہوئے تھے۔ میری پھوپھو جان میرے پہلو میں تھیں۔ انہوں نے میرے والد گرامی کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

یا دھراف لک من خلیل — کم لک بالاشراق و الاصیل
من صاحب او طالب قتیل — والدھر لا یقنع بالبدیل
و انما الامر الی الجلیل — و کل حیّ سالک السبیل

ترجمہ: اے زمانہ! تیرے لیے خلیل کی طرف سے اف ہے۔ کتنے ہی اشراق یا عصر کے وقت تیرے صاحب یا طالب قتیل ہیں زمانہ بدل پر قناعت نہیں کرتا۔ معاملہ جلیل (اللہ رب العزت) کی طرف ہے ہر زندہ راہ کی سمت چلنے والا ہے۔

انہوں نے دو یا تین بار یہی اشعار پڑھے۔ میں جان گیا کہ ان کا ارادہ کیا تھا مجھے آنسوؤں نے گھیر لیا میری پھوپھو اٹھ گئیں وہ ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے مجھے کہا: بخدا! شاید آج موت مجھ سے زندگی چھین رہی ہیں۔ میری امی جان کا وصال ہو گیا۔ میرے والد گرامی بھی شہید ہو گئے۔ میرے بھائی حسن بھی شہید ہو گئے۔ اے خلیفہ الماضی! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا۔ فرمایا: بہن! شیطان! تمہارا حلم نہ لے جائے۔ انہوں نے عرض کی: ابو عبداللہ! میرے والد آپ پر فدا! وہ رونے لگیں۔ آہ و بکاء کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ حضرت امام پاک اٹھ کر ان کی طرف گئے۔ ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ فرمایا: میری بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس سے تسلی حاصل کرو۔ جان لو سارے اہل زمین مر جائیں گے۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ وہ پاک ہے برتر ہے۔ بہنا! میرے والد گرامی مجھ سے بہتر تھے۔ میری والدہ ماجدہ مجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی جان مجھ سے بہتر تھے میرے لیے ان کے لیے اور سارے مسلمانوں کے لیے حضور اکرم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ میری شہادت کے بعد بے صبری نہ کرنا، پھر انہوں نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور میرے پاس لے آئے۔

ابوبکر الانباری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنا سر اقدس خیمہ سے باہر نکالا۔ جب ان کے برادر محترم حضرت امام حسین شہید ہو گئے۔ انہوں نے بآواز بلند کہا:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم — ما ذا فعلتم و انتم آخر الامم
بعترتی و باھلی بعد مفتقدی — منھم الساری قتلی ضرّ جوابدم
ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم — ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

ترجمہ: تم اس وقت کیا کہو گے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں فرمایا: تم نے کیا کیا؟ جبکہ تم آخری امت تھے۔ تم نے میری اولاد پاک اور اہل بیت کے ساتھ کیا۔ جبکہ میرا وصال ہو چکا تھا۔ ان میں سے کچھ قیدی بنے کچھ شہید ہوئے۔ انہیں لہو میں لت پت کر دیا گیا تھا۔ جبکہ میں نے تم سے خلوص کا اظہار کیا۔ کیا یہی میری جزاء ہے کہ تم میرے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرو۔

حضرت امام حسین کے کلام میں سے ہے: جان لو! کہ لوگوں کی تمہاری طرف احتیاجات تمہارے لیے نعمتیں ہیں۔ نعمتوں سے اکتانہ جایا کرو، ورنہ یہ انتقام بن جائیں گی۔ جان لو! نیکی تعریف کماتی ہے۔ اجر لاتی ہے۔ اگر تم نیکی کو ایک مرد کی صورت میں دیکھتے تو ایسا مرد دیکھتے جو حسین و جمیل ہوتا جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا۔ عالمین سے فائق ہوتا۔ اگر تم ملامت کو مرد کی شکل میں دیکھتے تو اسے بدشکل اور قبیح دیکھتے جس سے دل نفرت کرتے۔ آنکھیں اسے دیکھ نہ سکتیں۔ جان لو! جس نے سخاوت کی۔ وہ سردار بن گیا۔ جس نے بخل سے کام لیا۔ وہ ذلیل ہو گیا۔ جس نے اپنے بھائی کے لیے بھلائی کی جلدی کی وہ کل جب اس کے پاس آئے گا تو اسے پالے گا۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا: آل ابی طالب کا خون بہانے سے رک جانا۔ میں نے بنو حرب کو دیکھا جب انہوں نے حضرت امام حسین کو شہید کیا۔ رب تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔

۱۳- سرزمین عراق کی طرف جانا

حضرات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آپ کو جانے سے روکا۔ بہت سے سرکردہ کوفیوں نے آپ کو آنے کے لیے خطوط لکھے کہ وہ آپ کی مدد کریں گے، مگر انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔

ابن حبان اور طیالسی نے مسند میں امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو علم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہ مدینہ طیبہ سے دو یا تین راتوں کی مسافت پر انہیں ملے۔ پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: عراق۔ ان کے ہمراہ خطوط کے طومار تھے۔ حضرت ابن عمر: ان کے پاس نہ تشریف لے جائیں۔ حضرت امام حسین: یہ ان کے خطوط اور بیعت نامے ہیں۔ حضرت ابن عمر: رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند کیا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر ہیں۔ بخدا! کوئی اسے تم سے دور نہیں کر سکتا۔

صرف اس چیز کے لیے اسے تم سے دور کیا جا سکتا ہے جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ واپس لوٹ چلیں، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا: یہ ان کے خطوط اور بیعت نامے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں گلے لگایا اور کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کی تھی وہ تو واقع ہو چکی تھی کیونکہ خلافت اب ملوکیت بن چکی تھی۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو ملوکیت اور دنیا سے بچا لیا تھا۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے سفر کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ مجھ پر اور آپ پر عیب لگایا جائے گا تو میں اپنے ہاتھ سے آپ کا سر اقدس پکڑ لیتا۔ آپ نے فرمایا: فلاں فلاں جگہ میرا شہید ہو جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ مکرمہ کی حرمت کو حلال کروں۔ اس سے میرے نفس کو تسلی ہوتی ہے۔

بشر بن غالب نے کہا کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت امام حسین سے عرض کی: آپ اس قوم کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا۔ بھائی کو طعن کیا۔ انہوں نے فرمایا: میرا فلاں فلاں جگہ شہید ہو جانا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں حرم کعبہ کو حلال کروں۔

۱۴-شہادت گاہ میں کرامات

عمر الملا نے بنو کلب کے ایک شخص سے روایت کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند کہا: پانی پلاؤ۔ انہیں ایک شخص نے تیر مارا جو ان کے لبوں پر لگا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ تجھے سیراب نہ کرے۔ وہ شخص اتنا پیاسا ہوا کہ اس نے خود کو فرات میں گرا لیا۔ اتنا پانی پیا کہ وہ مر گیا۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عباس بن ہشام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو زرعہ کہا جاتا تھا۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھا۔ اس نے آپ پر تیر مارا جو آپ کے حلق پر لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے پانی مانگا اس نے تیر پھینکا۔ آپ کے اور پانی کے مابین حائل ہو گیا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے پیاسا رکھ۔ مجھے اس شخص نے بتایا جو اس کی موت کے وقت وہاں تھا کہ وہ اپنے پیٹ کی پیاس کی وجہ سے چلا رہا تھا۔ وہاں گرمی تھی کمرے میں سردی تھی۔ اس کے سامنے پنکھے اور برف تھی۔ ان کے پیچھے چولہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ مجھے پلاؤ۔ مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے پاس شہد لایا جاتا اس میں ستو ہوتے۔ پانی اور دودھ لایا جاتا۔ اگر اسے پانچ افراد پی لیتے وہ انہیں کافی ہو جاتا وہ اسے پیتا اس کی پیاس لوٹ آتی۔ وہ کہتا: مجھے پلاؤ۔ مجھے پیاس نے برباد کر دیا ہے۔ اس کا پیٹ اس طرح پھٹ گیا جیسے اونٹ پھٹتا ہے۔ امام بغوی نے علقمہ بن وائل یا وائل بن علقمہ سے روایت کیا ہے۔ یہ وہاں تھے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص اٹھا۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں حسین ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: آگ کی بشارت ہو۔ آپ نے کہا: رب رحیم

اور شفیع مطاع کی قسم! تمہیں بشارت ہو۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جویرہ ہوں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے آگ کی طرف لے جا۔ بخدا! اس کی سواری اسے لے کر بھاگ نکلی۔ اس کی ٹانگ رکاب میں پھنس گئی۔ بخدا! اس کی صرف ٹانگ بچی۔

ابو معشر نے بعض مشائخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل جب ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے قتل کی کیفیت بیان کی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا کیونکہ اس نے آپ سے گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا: آپ کا چہرہ سیاہ ہو جائے۔ عمر الملا نے حضرت سفیان سے اور انہوں نے اپنی دادی جان سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دو ایسے افراد دیکھے جو شہادت حسین کے وقت وہاں موجود تھے۔ ایک کا ذکر لمبا ہو گیا وہ اسے لپیٹتا تھا۔ دوسرا مشکیزے کی طرف جاتا وہ اسے پی کر بھی سیراب نہ ہوتا تھا۔

سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے دو افراد نے حضرت امام حسین کی شہادت میں شرکت کی۔ ایک کو پیاس میں مبتلاء کر دیا گیا۔ اگر وہ مشکیزہ پی لیتا وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ دوسرے کا ذکر لمبا ہو گیا جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اس کی گردن کے ارد گرد لپیٹ لیتا تھا۔ ان کی دادی جان نے بیان کیا ہے کہ قاتلین حسین میں سے ایک شخص ورس اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کا ورس راکھ بن گیا۔

امام احمد نے المناقب میں ابو رجاء سے روایت کیا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے: نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی اہل بیت کو برے الفاظ سے یاد کیا کرو۔ بنو ہجیم کا ایک شخص ہمارا پڑوسی تھا۔ وہ کوفہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا: کیا تم اس فاسق بن فاسق کو نہیں دیکھتے؟ رب تعالیٰ اسے قتل کرے، یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ۔ رب تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں دو شرارے پھینکے۔ اس کی نظر ختم ہو گئی۔ منصور بن عمار نے ابو قبیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور امام حسین شہید ہو گئے۔ ان کا سر اقدس یزید کے پاس بھیجا گیا۔ قافلہ والے پہلے مرحلہ پر اترے۔ وہ شراب پینے لگے وہ سر اقدس کو کھرچنے لگے۔ باغ سے لوہے کا قلم نکلا۔ اس نے خون سے یہ سطر لکھ دی:

اترجو امة قتلت حسينا   شفاعة جده يوم الحساب

ترجمہ: کیا وہ امت جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اُن کے جد امجد کی شفاعت کی روز جزاء کی امید رکھتی ہے؟

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کے لیے روم کے شہروں کی طرف گیا۔ انہوں نے ان کے کنیسا میں یہ شعر لکھا ہوا دیکھا۔ انہوں نے پوچھا: اسے کس نے لکھا ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے یہاں لکھا گیا تھا۔ ابو نعیم نے الدلائل میں نضریہ ازدیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش نازل ہوئی۔ ہمارے چہرے اور اعضاء خون آلود ہو گئے۔ امام بغوی نے مروان مولی ہند بنت مہلب سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایوب بن عبید اللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ

کے سرکو لایا گیا تو میں نے دارالامارہ سے خون بہتا ہوا دیکھا۔ حضرت جعفر بن سلیمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مجھے میری خالہ حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ اس وقت گھروں اور دیواروں پر خون کی بارش ہوئی۔ یہ بارش خراسان، شام اور کوفہ میں ہوئی تھی۔

سدی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو ہم پر خون کی بارش ہوئی۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو شام میں جس پتھر کو اٹھایا جاتا نیچے سے خون نکلتا۔ امام ترمذی نے عمارہ بن عمیر سے صحیح روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب سر حسین رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے پاس لایا گیا اسے مسجد کے صحن میں رکھا گیا۔ میں ان کی طرف گیا۔ انہوں نے کہا: وہ آگیا۔ وہ آگیا۔ اچانک ایک سانپ، آیا۔ وہ لوگوں کے سروں کو روندھتا ہوا آیا۔ عبید اللہ اور اس کے ساتھیوں کے نتھنوں میں داخل ہوگیا۔ وہیں کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر غائب ہوگیا دو یا تین دفعہ اسی طرح ہوا۔

۱۵-آپ کے بدلے میں کتنے افراد قتل ہوئے

عمر الملا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے بدلے میں ستر ہزار افراد قتل ہوئے اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے ستر ہزار ستر ہزار افراد قتل کرائے گا۔

۱۶-اولاد پاک

ابن جوزی نے یہ اولاد پاک ذکر کی ہے: علی الاکبر، علی الاصغر۔ (یعنی زین العابدین سے آپ کی نسل چلی) جعفر، فاطمہ، عبدالملک، سکینہ، محمد رضی اللہ عنہم۔ بلاذری نے جعفر کو ساقط کیا ہے محب الطبری نے ذخائر میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاں چھ بچے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ علی ابو بکر یہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، علی زین العابدین، علی الاصغر، محمد، عبد اللہ، یہ بھی آپ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے جعفر، سکینہ، فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ محب الطبری نے علی اصغر کو زین العابدین بنایا ہے۔ یہ درست نہیں۔

تنبیہ

انساب بلاذری کے میرے نسخے میں، یہ صحیح نسخہ ہے۔ اس کا کئی بار مقابلہ کیا گیا ہے کہ المدائنی نے لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے: حسین، باقر، عباس، عثمان، محمد۔ یہ حضرت علی کی اولاد میں سے تھے۔ علی بن حسین، ابو بکر، عبد اللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح ابو بکر، عبد اللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح ابو بکر، عبد اللہ، قاسم یہ امام حسین کی اولاد میں تھے۔ بلاشبہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ دراصل یہ بنو حسن تھے۔

۱۷- آپ کے کچھ اشعار

انہوں نے رب تعالیٰ پر اعتماد اور خلق میں طمع کرتے ہوئے لکھا:

لا تخضعن لمخلوق على طمع — فان ذالك و هن ذالك فى الدين

او سترزق الله مما فى خزائنه — فان ذالك بين الكاف و النون

ترجمہ: مخلوق کی طرف طمع کرتے ہوئے نہ جھکو یہ دین میں کمزوری ہے۔ رب تعالیٰ سے وہ رزق طلب کرو جو اس کے خزانوں میں ہے یہ کاف اور نون کے مابین ہے۔

❁❁❁

چچے، پھوپھیاں اور ماموں اور ان کی اولاد

پہلا باب

آپ ﷺ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا اجمالاً تذکرہ

حضرت عبدالمطلب کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد تیرہ ہے۔ ایک قول کے مطابق بارہ ہے۔ ایک قول کے مطابق نو ہے۔ جس نے تیرہ کا قول کیا ہے اس نے ان کے نام یہ بتائے ہیں: حارث، ابوطالب، زبیر، عبدالکعبہ، حمزہ، عباس، مقوم، حجل (ان کا نام مغیرہ ہے) ضرار، قثم، ابولہب، الغیداق اور حضور اکرم ﷺ کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ (جس نے ان کی تعداد بارہ بیان کی ہے انہوں نے عبدالکعبہ کو گرادیا ہے انہوں نے اسے مقوم ہی شمار کیا ہے۔ اس نے حجل اور غیداق کو ایک ہی شمار کیا ہے۔ جس نے یہ تعداد نو لکھی ہے اس نے قثم کو ساقط کردیا ہے۔ اس نے آپ کے والد محترم کا بھی تذکرہ نہیں کیا۔ ابن اسحاق اور ابن قتیبہ نے ان کے علاوہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ حافظ عبدالغنی نے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ انہوں نے آپ کے والد گرامی کا بھی تذکرہ کیا ہے حارث ان کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام پر ان کی کنیت تھی۔ چشمہ زمزم کی کھدائی کے وقت یہی ان کے ساتھ تھے۔ یہ اپنے باپ کی زندگی میں ہی مرگئے تھے انہوں نے اسلام کو نہیں پایا تھا۔ ان کی والدہ صفیہ بنت جندب بنو ہاشم کی خواتین میں سے تھیں۔ قثم، قاثم سے معدول ہے۔ اس کا معنی عطا کرنے والا ہے۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے: یہ بچپن میں ہی مرگئے تھے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اسلام نہ پایا تھا۔ ابن زبیر نے اسی طرح ذکر کیا ہے عبدالغنی نے اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ابن کلبی نے لکھا ہے عباس اور زبیر جڑواں تھے، بعض نے زُبیر پڑھا ہے بلاذری کے ایک نسخہ میں جسے میں نے اصول صحیحہ پر تین بار پرکھا ہے اس میں یہ زبیر ہے۔ اس سے میں خوش ہوگیا ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ مؤرخین نے اس کے تتمہ میں اس کا تذکرہ نہیں کیا شیخ الاسلام نے وسعتِ علمی کے باوجود اس کا تذکرہ التبصیر میں نہیں کیا۔ الحمد للہ! ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ قریش کے فیصلے کرنے والوں میں سے ایک تھے یہ حضرت عبداللہ سے بڑے تھے۔ ابوطالب سے بھی بڑے تھے یہ نغز گو شاعر تھے۔ یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے رئیس تھے اور

حرب الفجار میں فیصلے کرتے تھے۔صاحب نظر وفکر تھے انہوں نے اسلام کو نہ پایا تھا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویعلی یا ابوعمارہ تھی۔یہ دونوں ان کے بیٹے تھے۔والدہ کا نام ہالہ بنت وہب تھا۔یہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔حضرت حمزہ آپ سے چار سال بڑے تھے۔حاکم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔امتاع میں اس پر دو اشکال وارد کیے گئے۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے کہ حضرات حمزہ اور عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما کو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ نے بھی ان کے ساتھ ہی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔صحیح مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قریش میں دلچسپی لے رہے ہیں مگر ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نور نظر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہیں۔وہ میرے رضاعی بھائی کی نور نظر ہیں۔اس میں اشکال کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار سال بڑے تھے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ ثویبہ نے ان دونوں کو اکٹھا دودھ پلایا۔یہ حدیث صحیح ہے یہ کسی اور پر مقدم ہے الا یہ کہ اس نے ان کو علیحدہ علیحدہ اوقات میں دودھ پلایا ہو۔بلاذری کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔اس نے کئی ایام تک آپ کو دودھ پلایا تھا۔اس کے بعد آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ان کے اس لخت جگر کے ساتھ دودھ پیا جس کا نام مسروح تھا۔انہوں نے اس سے قبل حضرت حمزہ کو دودھ پلایا تھا۔اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہو۔اس سے یہ اشکال حل ہو جاتی ہے۔

۲۔ مشہور ہے کہ جناب عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر رب تعالیٰ نے انہیں بیٹے عطا کیے تو وہ ان میں سے ایک کو خانہ کعبہ کے پاس ذبح کریں گے،لیکن یہ اشکال اس سے دور ہو جاتا ہے جو بلاذری نے روایت کیا ہے۔انہوں نے محمد بن عمر اسلمی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے پوچھا کہ جناب عبدالمطلب نے چشمہ زمزم کب کھودا تھا؟ انہوں نے کہا: اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔میں نے پوچھا: انہوں نے اپنا لخت جگر کب ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اس سے تیس سال بعد۔میں نے عرض کی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل۔انہوں نے فرمایا: ہاں! حضرت حمزہ کی ولادت سے بھی قبل۔حضرت حمزہ کے سر پر غزوہ احد میں شہادت کا تاج سجایا گیا تھا۔اس وقت ان کی عمر ۵۴ رسال تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ان کے دس بیٹے تھے سب کو صحابیت کا شرف ملا۔تین بیٹیاں تھیں۔حضرت فضل سب سے بڑے تھے۔انہی کے نام پر ان کی کنیت تھی۔عبداللہ رضی اللہ عنہ یہی حبر تھے۔عبیداللہ یہ سخی تھے۔قثم،معبد،ام حبیب ان کی والدہ ایک تھیں۔عبدالرحمٰن،کثیر،تمام،ان کی والدہ رومیہ تھی۔علماء نے لکھا ہے کہ ہم نے کسی کے فرزندوں کی قبریں اتنی دور نہیں دیکھی جتنی دور ام فضل رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کی تھیں۔ام فضل کا نام لبابہ

بنت حارث الکبریٰ تھا۔حضرت فضل شام میں یرموک کے مقام پر واصل باللہ ہوئے۔حضرت عبداللہ کا وصال طائف میں ہوا۔ عبیداللہ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔قثم کی قبر سمرقند میں ہے۔معبد کی قبر افریقہ میں ہے۔حضرت عباس بنو ہاشم میں سے ثروت مند تھے۔بنو ہاشم کے عریاں کو وہ لباس دیتے تھے۔ان کے بھوکوں کے لیے انہوں نے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ان کے جاہلوں کے لیے پیغام بیداری تھے۔وہ پڑوسی کو روکتے تھے مال خرچ کرتے تھے۔مصائب میں عطا کرتے تھے جاہلیت میں ابوسفیان ان کا دوست تھا۔حضرت عباس آپ کے ہمراہ عقبہ میں تھے تاکہ انصار کے ساتھ معاہدہ کریں۔اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا، پھر اسلام لے آئے تھے۔اس کے قبول اسلام کے وقت میں اختلاف ہے روایت ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر سے قبل اسلام قبول کیا تھا لیکن وہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔دوسرے قول کے مطابق واقعہ خیبر کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھے۔حنین اور طائف میں بھی آپ کے ہمراہ تھے۔یوم حنین میں آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔

ابوطالب، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جڑواں بھائی تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد کے بعد آپ کی انہوں نے ہی کفالت کی تھی۔انہوں نے آپ کی نصرت کی تھی۔وہ آپ کی نبوت کا اقرار کرتے تھے لیکن عار کی وجہ سے یہ دین قبول نہ کیا۔ رب تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔انہوں نے نبوت کے دسویں سال نصف شوال کو انتقال کیا۔اس وقت ان کی عمر اسی سال سے زائد تھی۔یا اس سے بھی زائد تھی۔ان کے ہاں چار بچے اور دو بچیاں پیدا ہوئیں۔طالب، یہ حالت کفر میں مرا تھا۔یہ ان کی اولاد میں سے سب سے بڑا تھا۔اسی پر ان کی کنیت تھی۔حضرات علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم۔حضرت ام ہانی، ان کی کنیت ان کے بیٹے پر تھی۔ان کا نام فاختہ تھا۔یا عاتکہ تھا اور جمانہ۔ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان سب سے چھوٹے تھے۔حضرت جعفر ان سے دس سال بڑے تھے۔حضرت عقیل ان سے دس سال بڑے تھے۔طالب ان سے دس سال بڑا تھا۔

ابولہب اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔اس کے مرنے کا واقعہ غزوۂ بدر کے آخر میں گذر چکا ہے۔اس کی اولاد میں سے عتبہ اور معتب تھے۔یہ یوم حنین کو آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔حضرت معتب کی آنکھ پر زخم آیا۔فتح مکہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔آخری لڑکا عتیبہ تھا۔یہ حالت کفر میں مرا تھا۔اس پر رب تعالیٰ نے شیر کو مسلط فرما دیا تھا۔ عبدالکعبہ۔اس نے اسلام نہ پایا تھا۔بلاذری نے درج صغیر کاذکر کیا ہے۔اس کی اولاد نہ تھی یہ حضرت عبداللہ کا سگا بھائی تھا۔ حجل۔اس کا نام مغیرہ تھا۔یا مصعب یا عمیر تھا۔ضرار۔یہ ان دنوں میں مرا تھا جب آپ پر وحی کا نزول ہوا تھا۔یہ جمال اور سخاوت میں سارے قریش سے بڑھ کر تھے۔ان کی نسل نہیں چلی۔یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔الغیداق۔یہ ان کا لقب تھا۔انہیں سخاوت کی وجہ سے الغیداق کہا جاتا تھا۔یہ مال و دولت میں سارے قریش سے بڑھ کر تھے۔ابن سعد نے ان کا نام مصعب لکھا ہے۔دمیاطی نے نوفل لکھا ہے ان کی ماں ممنعہ بنت عمرو تھی۔المقوم۔اس کی کنیت ابوبکر تھی بنی

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

المدد ضرارًا ان عددوت فزائدا و اللیث حمزہ و اعدد العباسا
و اعدد زبیرا والمقوم بعدہ و الصمت حجلا و الفتی الرآسا
و ابا عبیدہ فاعدد نہ ثامنا و القرم عبدامناف العباسا
و العرم عبدا ما یعد حجاجا سادوا علی رغم العدو الناسا
و الحارث الفیاض ولیّ ماجدا ایام نازعہ الھمام لکاسا
ماللانام عمومہ کعمومتی انّی وھم خیر الاناس اناسا

ترجمہ: تم ضرار کو شمار کرلو۔ اگر شمار کرنا چاہو۔ زائد لیث اور حضرت حمزہ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی شمار کرلو۔ حضرت زبیر کو بھی شامل کرلو ان کے بعد مقوم کو بھی۔ خاموش حجل بھی ہیں اور نوجوان الرّاس اور ابو عبید ہیں۔ انہیں آٹھواں شمار کرلو۔ بڑے سردار عبد مناف عباس ہیں۔ العرم غلام کٹ حجتی کرتے ہوئے شمار نہیں کیا جاتا وہ دشمن کے نہ چاہتے ہوئے بھی سردار بن گئے۔ حارث فیاض بھی ہیں جو بزرگی کے والی بنے اس وقت ہمام نے ان کے ساتھ نزاع کیا وہ سر کے بل گر پڑا لوگوں میں سے کس کے چچا میرے چچاؤں کی طرح ہیں کیسے ہوسکتا ہے وہ انسان ہونے میں سارے لوگوں سے بہترین ہیں۔

عاتکہ یہ حضرت عبداللہ کی سگی بہن تھی۔ ابو عبداللہ نے لکھا ہے اکثر علماء نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ابن فتحون نے الاستیعاب کے تتمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اس شعر سے ان کے اسلام پر استدلال کیا ہے جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں کہا تھا۔ آپ کے وصف نبوت کی تعریف کی تھی۔ دارقطنی نے لکھا ہے: یہ اشعار کہتی تھیں جن میں آپ کی تصدیق کرتی تھیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہ مشہور خواب انہوں نے ہی دیکھا تھا۔ یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں عبداللہ اور زہیر پیدا ہوئے۔ یہ تمام ابوجہل کے چچازاد اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ یہ ان کے باپ کی طرف سے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اسلام لانے سے قبل انہیں اسلام سے شدید عداوت تھی۔ انہوں نے ہی کہا تھا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ (بنی اسرائیل، ۹۰)

ترجمہ: ہم آپ کے لیے ایمان نہ لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ رواں فرمادیں۔

یہ ہجرت کرنے کے لیے نکلے۔ آپ اس وقت فتح مکہ کے لیے آرہے تھے۔ انہوں نے سقیا اور رفرع کے مابین آپ سے ملاقات کی آپ نے ان سے اعراض فرمایا، حتیٰ کہ یہ اپنی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے، اور سفارش کے لیے عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی سفارش کو قبول کرلیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ فتح مکہ، حنین اور طائف کے غزوات

میں شرکت کی۔ طائف کے دن انہیں تیر لگا جو شہادت کا سبب بنا۔ زہیر بن امیہ اور امیمہ کے اسلام میں اختلاف ہے ابن اسحاق نے اس کی نفی کی ہے ابن سعد کے علاوہ کسی نے ان کا تذکرہ نہیں کیا انہوں نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں خیبر کی چالیس وسق کھجوریں دی تھیں یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے ان کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ وہ جحش بن رئاب کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں عبداللہ، عبیداللہ، ابواحمد، زینب اور حمنہ پیدا ہوئیں۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا تھا تینوں بیٹوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی لیکن عبیداللہ وہاں نصرانی بن گیا اس کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما اس سے جدا ہوگئیں۔

ان کی تمام بیٹیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ بیضاء بہت زیادہ پاکدامن تھیں۔ ناقابل بیان حد تک عمدہ خاتون تھیں یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جڑواں تھیں۔ ام حکیم یہ کریز بن ربیعہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں عامر پیدا ہوئے کچھ بیٹیوں کی نہ تو تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے نہ ہی ناموں کا اور نہ ہی ان کے اسلام کا۔ حضرت عامر نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ خلافت عثمانیہ تک زندہ رہے۔ یہ اس عبداللہ کے والد ہیں جنہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عراق اور خراسان کا والی بنایا تھا اس وقت ان کی عمر چوبیس برس تھی۔

برہ یہ ابی رھم بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں بعد میں ان کا نکاح عبداللہ سد بن ھلال مخزومی سے کیا ان کے ہاں وہ حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے جن کے ہاں حضرت ام سلمہ تھیں پھر انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہء عقد میں آنے کا شرف ملا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پہلے اسلم پھر ابورھم کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت ابوسلمہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ غزوہء بدر میں شرکت کی تھی غزوۂ احد میں زخم آیا جو پہلے مندمل ہوگیا تھا پھر وہ پھٹ گیا اور اس سے ان کا وصال ہوگیا۔ ان کے بعد آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح فرمایا۔ صفیہ یہ حضرت زبیر بن عوام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ یہ حضرت حمزہ کی سگی بہن تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اپنے نور نظر حضرت زبیر کے ہمراہ ہجرت بھی کی آپ سے روایت بھی کی غزوۂ خندق میں شرکت بھی کی ایک یہودی کو واصل جہنم بھی کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حصہ بھی نکالا۔ یہ جاہلیت میں حارث بن حرب کی زوجیت میں تھیں۔ وہ مرگیا تو حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کی زوجیت میں آگئیں ان کے ہاں حضرت زبیر، حضرت سائب اور عبدالکعبہ پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر اور حضرت سائب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت زبیر جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے۔ حضرت صفیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں وصال کیا تھا۔ اس وقت ۲۰ ھ تھی۔ عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ جمانہ، اروی ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت اروی کی داستان سے ان کا تعاقب کیا گیا ہے۔ عقیلی نے انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے۔ محمد بن عمر نے ان کے اسلام کا قصہ لکھا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت اروی نے اسلام قبول کیا تھا اور ہجرت بھی کی تھی۔ زادالمعاد میں ہے کہ بعض نے ان کے اسلام کو صحیح کہا ہے۔ ابن سعد

نے ان کے وہ اشعار بھی رقم کئے ہیں جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت کہے تھے۔ وہ عمدہ اشعار یہ ہیں۔

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا ۔۔۔ علی حدث بنا برّا و تك جافیا

ترجمہ: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہماری امید تھے آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے آپ ہم سے اعراض نہیں کرتے تھے۔

افاطم صلی رب محمد ۔۔۔ علی حدث امسی یثرب ثاویا

ترجمہ: اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب تعالیٰ اس قبر انور پر درود شریف بھیجے جس میں آپ وقت شام جلوہ افروز ہو گئے۔

ابا حسن فارقته و ترکته ۔۔۔ سبك بحزن آخر الدھر شا حبا

ترجمہ: اے ابوالحسن! رضی اللہ عنہ تم آپ سے جدا کئے گئے اور آپ کو چھوڑ دیا آخر زمان آپ پر غم کی وجہ سے زار زار روؤ۔

فدی لرسول ما امی و خالتی ۔۔۔ و عمی و نفسی قصرۃ ثم خالیا

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری امی اور خالہ میرا چچا میرا نفس چچازاد بھائی اور میرا ماموں فدا ہو۔

صبرت و بلغت الرسالۃ صادقا ۔۔۔ و قمت صلیب الدین ابلج صافیا

ترجمہ: آپ نے صبر کیا رب تعالیٰ کا پیغام احسن انداز میں پہنچا دیا دین کے ستون کو سیدھا کیا۔ وہ مکمل صاف اور شفاف ہو گیا۔

فلو ان رب الناس ابقاك بیننا ۔۔۔ سعدنا ولکن امرنا کان ماضیا

ترجمہ: اگر لوگوں کا رب تعالیٰ آپ کو ہم میں باقی رکھتا تو ہم سعادت مند ہوتے لیکن ہمارا امر تو طے ہو چکا ہے۔

علیك من ما السلام تحیۃ ۔۔۔ وادخلت جنات من العدن راضیا

ترجمہ: آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور تحیہ۔ آپ کو جنات عدن میں اس طرح داخل کر دیا گیا کہ رضا کا تاج آپ کے سر پر تھا۔

کنت بنا رؤفا رحیما بیننا ۔۔۔ لبیك علیك الیوم من کان ناکیا

ترجمہ: آپ ہم پر رؤف اور رحیم تھے رونے والے کو آج آپ پر رو لینا چاہیے۔

لعمرك ما ابکی النبیّ النبی لموته ۔۔۔ ولکن لھترج کان بعدك آیتا

ترجمہ: تمہاری حیاتی کی قسم میں آپ پر آپ کے وصال کی وجہ سے نہیں رو رہی بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے جو آپ کے بعد آنے والی ہے

کان علی قلبی لذکر محمد ۔۔۔ وما حفت من بعد النبی المکاویا

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک کی وجہ سے میرے دل پر داغ ہیں آپ کے بعد مجھے کوئی خدشہ نہیں ہے۔
انہوں نے ہی واقعہ بدر سے پہلے خواب دیکھا تھا اسے الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ مصعب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے یہ عمر بن قصی کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں کلیب پیدا ہوئے بعد میں ان سے نکاح کلدہ بن عبد مناف نے کرلیا طلیب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہی اپنی والدہ کے اسلام لانے کا سبب بنے تھے۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت طلیب نے دارارقم میں اسلام قبول کرلیا تھا، پھر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے کہا: میں نے محمد عربی ﷺ کی اتباع کرلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا: بخدا! یہ حق ہے کہ تم اپنے ماموں کے بیٹے کا بوجھ اٹھانے لگے ہو۔ بخدا! اگر ہم لوگوں کی طرح طاقتور ہوتے تو ان سے لوگوں کو دور کرتے۔ ان کا دفاع کرتے۔ حضرت طلیب نے کہا: تم ایمان کیوں نہیں لاتیں اور آپ کی اتباع کیوں نہیں کرلیتیں۔ تمہارے بھائی حضرت حمزہ نے اسلام قبول کر لیا ہے انہوں نے کہا: میں دیکھوں گی کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں پھر میں ان سے ایک بن جاؤں گی۔ میں نے عرض کی: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ کو سلام کرو۔ آپ کی تصدیق کرو لا الہ الا اللہ کی گواہی دو۔ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی ﷺ اس کے رسول ہیں، پھر یہ اپنی زبان سے آپ کی حفاظت کرتی تھیں۔ لوگوں کو آپ کی نصرت اور آپ کے معاملہ پر ابھارتی تھیں۔ حضرت طلیب رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی ان کی اولاد نہ تھی اجنادین یا یرموک کی جنگ میں شہادت سے سرخرو ہوئے۔ جناب عبدالمطلب کے بیٹوں اور بیٹیوں کی مائیں مختلف تھیں۔ حضرت حمزہ، مقوم، حجل، صفیہ اور عوام کی والدہ ہالہ بنت وھیب تھیں۔ حضرت عباس، ضرار، قثم نتلہ بنت جناب سے تھے۔ یہ پہلی عربیہ خاتون تھیں جنہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کو دیباج اور مختلف کپڑوں سے بنا ہوا غلاف چڑھایا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عباس گم ہوگئے۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر وہ مل گئے تو وہ بیت اللہ کو غلاف چڑھائیں گی۔ وہ مل گئے تو انہوں نے غلاف چڑھایا۔ حارث، اروی اور قثم صفیہ بنت جندب سے تھے۔ ابولہب لبنیٰ بنت ہاجر سے تھا۔ حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر، عبدالکعبہ، عاتکہ، برہ اور بیضاء فاطمہ بنت عمرو سے تھے۔ الغیداق ممنعہ بنت عمرو سے تھے۔ بیٹوں میں سے صرف چار کی نسل چلی۔ حارث، عباس رضی اللہ عنہ، ابوطالب اور ابولہب۔ چار کے علاوہ اسلام کو کسی نے نہ پایا۔ وہ ابوطالب، ابولہب، حمزہ اور عباس ہیں پھوپھیوں میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بلاشک وشبہ اسلام قبول کرلیا تھا جب کہ عاتکہ اور اروی کے متعلق اختلاف ہے۔ عقیلی نے ان کے اسلام کا تذکرہ کیا ہے اور انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے عاتکہ کا بھائی اور بہنوں میں ذکر کیا لیکن اروی کا ذکر نہ کیا۔ چچاؤں کی اولاد کل تعداد پچیس تھی۔ صرف دو نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ طالب اور عتیبہ نے۔ باقیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہیں صحابی ہونے کا بھی شرف ملا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ طالب حالت کفر میں مرا۔ جب کہ حضرت عقیل، جعفر اور علی رضی اللہ عنہم کو اسلام لانے کی سعادت ملی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس فرزند تھے۔ فضل، عبداللہ، عبیداللہ،

قثم، عبدالرحمٰن معبد کثیر اور تمام رضی اللہ عنہم ایک ماں سے تھے جب کہ حارث کی والدہ ھذیلہ تھیں۔ آمنہ، ام کلثوم اور صفیہ دیگر زوجہ کے تھے۔ ہشام نے العکبی میں صبیح اور شہر کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کی اتباع کسی نے نہیں کی۔ ابراہیم مزنی نے لبابہ، آمنہ، معقل، عون، ام حبیب کا اضافہ کیا ہے۔ ان کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت حارث تھیں۔ حارث کی اولاد پانچ افراد پر مشتمل تھی۔ ابو سفیان، نوفل، ربیعہ، مغیرہ اور عبد شمس زبیر کی اولاد بھی تین افراد پر مشتمل تھی۔ عبداللہ ضباعہ وررامر الحکم حضرت عبداللہ نے غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ یہ مشہور شہ سوار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا چچازاد اور محبوب فرماتے تھے۔ یا ابن ابی اور حبی فرماتے تھے ابوعمرو نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی کوئی روایت یاد نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ انہوں نے جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے ان کی اولاد نہ تھی۔ حضرت حمزہ کے دو فرزند تھے۔ عمارہ، یعلی مصعب نے لکھا ہے کہ اس کے ہاں پانچ فرزند ہوئے لیکن ان کی اولاد نہ چلی۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ یعلی سے اولاد چلی تھی۔ ان کے ہاں پانچ فرزند ہوئے مگر آگے نسل نہ چلی ابولہب کے تین فرزند تھے عتبہ، معتب اور عتیبہ۔ عتیبہ حالت کفر میں مرا تھا۔

دس بیٹیاں تھیں۔ جناب ابوطالب کی دو بیٹیاں تھیں۔ ام ہانی اور جمانہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ ام حبیبہ، صفیہ اور امیمہ۔ حارث کی ایک بیٹی تھی اروی۔ زبیر کی دو بیٹیاں تھیں ضباعہ اور ام ہانی۔ حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ تھیں۔ ان کا تذکرہ صاحب عیون نے کیا ہے۔ انہیں صحابیات میں شمار کیا ہے ابولہب کی تین بیٹیاں تھیں ذرہ، خالدہ اور عزہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی امامہ تھیں یا انہیں امتہ اللہ کہا جاتا تھا امام واقدی نے انہیں عمارۃ لکھا ہے۔

خطیب نے لکھا ہے کہ اس قول میں واقدی منفرد ہیں۔ عمارہ ان کے باپ کی بیٹی تھیں عیون میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور بھی بیٹی تھیں ام الفضل کہا جاتا تھا ایک بیٹی فاطمہ تھی بعض لوگ انہیں ایک ہی شمار کرتے ہیں۔ یہی فاطمہ ان فواطم میں سے ایک ہے جن کے متعلق آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جبکہ آپ کو استبرق کا حلہ پیش کیا گیا تھا کہ انہیں فواطم کے لئے دوپٹے بنا دو۔ انہوں نے اسے چار حصوں میں منقسم کیا تھا۔

ایک حضرت فاطمہ بنت اسد کے لیے، ایک سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لئے، ایک فاطمہ بنت حمزہ کے لئے ایک فاطمہ بنت عتبہ کے لئے رضی اللہ عنہن۔

پھوپھیوں کی اولاد گیارہ مردوں اور تین عورتوں پر مشتمل ہے مردوں میں سے عامر بن بیضاء بن کریز ہیں۔ عبداللہ اور زبیر یہ عاتکہ کے فرزند تھے۔ عبداللہ، عبیداللہ، ابوامیہ اور طلیب اروی سے تھے۔ زبیر، سائب اور عبدالکعبہ حضرت صفیہ سے تھے عبداللہ بن جحش کے علاوہ سب نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے تھے عورتوں میں زینب، حمنہ اور ام حبیبہ امیہ بن جحش کی بیٹیاں تھیں لیکن ام حکیم کی بیٹیوں کی تعداد، نام اور اسلام کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ اسود بن عبد یغوث بن وھب آپ کا ماموں تھا۔ البلاذری نے لکھا ہے کہ یہ آپ کا ماموں نہیں تھا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت

جبرائیل امین نے اسود کو گردن سے پکڑا اس کی کمر جھک گئی حتیٰ کہ وہ پھول گیا۔ آپ نے فرمایا: میرا ماموں! میرا ماموں! انہوں نے فرمایا: محمد عربی ﷺ اسے چھوڑ دیں۔

خرائطی نے محمد بن عمیر بن وھب سے روایت کیا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ماموں تھے وہ آئے تو آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں وارث ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی نے اپنی المعجم میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ماموں اسود بن وھب سے کہا: میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ رب تعالیٰ انہیں اس کو سکھلاتا ہے جس کے ساتھ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا ہو پھر اسے بھلاتا نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ ﷺ فرمایا: یوں کہو: اللھم انی ضعیف فقونی رضاك صنعفی وخذ الی الخیر بناصیتی و اجعل الاسلام منتھی رضائی۔ ابن مندہ نے اسود بن وھب سے روایت کیا ہے یہ آپ کے ماموں تھے آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ایسی چیز کے بارے نہ بتاؤں جس کے ساتھ رب تعالیٰ تمہیں نفع دے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: سود کے کئی دروازے ہیں اس کا ایک دروازہ گناہوں کے برابر ہے کم درجے کا گناہ مرد کا اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنے کے برابر ہے۔ ادبی ربا یہ مرد اپنے بھائی کے سامان میں حق کے بغیر پالے۔ ابن شاہین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ماموں اسود بن وھب نے آپ سے اذن طلب کیا۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ فرمایا: ماموں! داخل ہو جاؤ۔ آپ نے ان کے لیے اپنی چادر مبارک پھیلا دی۔ خرائطی نے مکارم اخلاق میں ضعیف سند کے ساتھ محمد بن عمیر بن وھب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسود بن وھب آئے آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کے لئے چادر پھیلا دی۔ انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں باپ ہی ہوتا ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱- اسلام قبول کرنے کا وقت

انہوں نے بعثت کے دوسرے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے چھٹے سال اسلام قبول کیا تھا اس وقت آپ دارارقم میں تشریف لے گئے تھے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مارا گیا۔ جب کفار نے آپ پر غلبہ پایا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تین روز قبل اسلام قبول کیا

تھا۔ ان کے اسلام کا سبب، غزوہ احد میں بہادری اور شہادت کا ذکر خیر پہلے گزر چکا ہے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے جھنڈا باندھا تھا۔ اسلام کو ان کی وجہ سے تقویت ملی۔ قریش کے مظالم آپ پر کم ہو گئے۔ یہ ان کا خوف ہی تھا۔ انہیں علم تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہیں روک دیں گے۔ یہ آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ ان میں سے ہر ایک کی والدہ ماجدہ دوسرے کی ماں کی چچازاد تھیں۔

9

۲- آپ اسد اللہ اور اسد رسول اللہ تھے

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ عمر بن اسحاق نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے قتال کر رہے تھے ان کے پاس دو تلواریں تھیں وہ کہہ رہے تھے: میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا شیر ہوں۔
الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور امام بغوی نے معجم میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے ساتویں آسمان پر لکھا ہے کہ حمزہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے شیر ہیں۔ حاکم اور ابن ہشام نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ حضور سیاح لامکاں ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ ساتویں آسمان پر لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے شیر ہیں۔

۳- آپ کے چچاؤں میں سے بہترین ہیں

ابن عساکر اور ابو نعیم نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے چچاؤں میں سے بہترین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیلمی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بھائیوں میں سے بہترین علی اور چچاؤں میں سے بہترین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

۴- وہ سید الشہدا ہیں

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، خلعی نے حضرت ابن مسعود سے، دیلمی، حاکم، خطیب اور ضیاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر حضرت حمزہ سید الشہدا یا خیر الشہدا ہوں گے اور وہ شخص بھی ان کے ہمراہ ہوگا جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اسے حکم دیا اسے روکا۔ اس نے اسے شہید کر دیا۔

۵- آپ کی ان کے لئے جنت کی گواہی

ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آج رات جنت میں

داخل ہوا میں نے وہاں حضرت حمزہ کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ دیکھا رضی اللہ عنہم۔

۶- جو آیات ان کے متعلق اتریں

سدی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرت حمزہ کے بارے نازل ہوئی:

اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ ۔ (القصص:۶۱)

ترجمہ: کیا وہ شخص جس کے ساتھ ہم نے عمدہ وعدہ کیا ہو پس وہ اس کے ساتھ ملاقات کرنے والا ہو۔

سلفی نے بریدہ سے روایت کیا ہے کہ ان فرمان الٰہی کے متعلق حضرت حمزہ نے فرمایا کہ یہ میرے متعلق اترا ہے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۞ (الفجر:۲۷)

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ۔

۷- ان کی شہادت پر آپ کا غم واندوہ

ابن جوزی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آپ ان پر کھڑے ہو گئے جس عضو کو بھی دیکھتے اسے دیکھ کر آپ کو بہت اذیت ہوتی۔

۸- ملائکہ کا غسل دینا

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت حمزہ بن راھب شہید ہوئے یہ جنبی حالت میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتے دیکھے جو انہیں غسل دے رہے تھے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے صحیح الاسناد روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے فرشتوں نے انہیں غسل دیا تھا۔

۹- کفن

ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز آپ حضرت حمزہ کے پاس سے گزرے ان کا ناک کاٹا جا چکا تھا ان کا مثلہ ہو تھا آپ نے فرمایا: اگر مجھے حضرت صفیہ سے خدشہ نہ ہوتا تو میں انہیں چھوڑ دیتا حتیٰ کہ روز حشر درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے اٹھتے۔ ایک چادر میں انہیں کفن دیا گیا جب ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت حمزہ کی شہادت ہوئی تو ان پر چادر تھی۔ اس میں انہیں قبر انور میں داخل کیا گیا جب اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں عریاں ہو جاتے جب پاؤں

ڈھانپے جاتے تو سر عریاں ہو جاتا۔اس کے متعلق آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: ان کے سر کو ڈھانپ دیا جائے اور علجان کی بوٹی کو ان کے پاؤں پر ڈال دیا گیا۔

۱۰-عمر مبارک

اس وقت ان کی عمر مبارک ۵۹ سال تھی انہیں اوران کے بھانجے عبداللہ بن جحش کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔

۱۱-اولاد پاک

ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔حضرت عمارہ۔ان کی والدہ خولہ بنت قیس تھیں۔حضرت یعلیٰ، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کی عمر چند سال تھی ان میں سے کسی سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔بچی کا نام امامہ تھا جیسے ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ان کی والدہ کا نام زینب بنت عمیس تھا۔اس کو آغوش میں لینے کے بارے میں حضرات علی، جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے اپنا دعویٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میری چچازاد ہیں۔حضرت جعفر نے عرض کی: یہ میری چچازاد ہیں اوران کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں۔آپ نے ان کی خالہ کے لئے ان کا فیصلہ کیا تھا۔فرمایا تھا: خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔بخاری نے روایت کیا ہے کہ یہ قریش میں سے سب سے زیادہ باجمال تھیں۔

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-ولادت، نام، کنیت اور حلیہ

یہ واقعہ فیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔یہ آپ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ابن ابی العاصم نے ابو رزین سے، بغوی نے اپنی المعجم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ انہوں نے فرمایا: آپ مجھ سے بڑے ہیں میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔وہ بہت زیادہ خوبصورت اور سفید رنگت کے تھے۔ان کی دو نرم مینڈھیاں تھیں۔قامت معتدل تھی دوسری روایت میں ہے کہ قد کے دراز تھے۔

ابن ابی عاصم اور ابن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انصار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس وقت قمیض پہنانے کا ارادہ کیا جب غزوہ بدر میں وہ قید بن کر آئے تھے انہیں عبداللہ بن ابی کی قمیض ہی پوری آئی۔ وہی انہیں پہنا دی گئی جب ابن ابی مرا تو آپ نے اسے قمیض پہنا دی۔ اس پر اپنا لعاب دہن بھی لگایا حضرت سفیان کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ حضرت عباس کی قمیض کا بدلہ تھا۔ یہ قریش میں رئیس تھے۔ مسجد حرام کو آباد کرنا انہی کے ذمہ تھا۔ وہ کسی کو اس میں گالیاں نہ نکالنے دیتے تھے۔ برے الفاظ نہ نکالنے دیتے تھے اس پر قریش کا اتفاق واجماع تھا۔ وہ ان کی مدد کرتے تھے انہوں نے اس کو تسلیم کیا تھا۔ حضرت عباس سخی تھے۔ بہت سے لوگوں کو کھلاتے تھے۔ وہ صلہ رحمی کرتے تھے۔ عمدہ رائے رکھتے تھے۔

۲-آپ پر ان کی شفقت

امام مسلم وغیرہ نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے سب کی خیریت دریافت کی جب میرے متعلق پوچھا تو میں نے عرض کی: میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ہوں۔ اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنا دست شفقت میری طرف بڑھایا میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ میری قمیض کا اوپر کا بٹن کھولا پھر نیچے والا بٹن کھولا اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھ دیا میں ان دنوں نوجوان تھا۔

انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! تمہیں خوش آمدید! مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ میں نے ان سے کچھ سوالات کیے وہ اس وقت نابینا تھے۔ نماز کا وقت آ گیا وہ ایک چادر اوڑھ کر کھڑے ہو گئے جب اس کے پلو اپنے کندھے پر رکھتے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نیچے گر جاتا ان کی بائیں طرف کھونٹی پر چادر لٹک رہی تھی انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے عرض کی کہ آپ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے متعلق بتائیں۔ انہوں نے اپنے دست اقدس سے نو کا اشارہ کیا پھر فرمایا: آپ مدینہ طیبہ میں نو سال تک اقامت گزیں رہے آپ نے کوئی حج نہ کیا۔ دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ آپ حج کے لئے تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگ آ گئے وہ سب آپ کی اتباع کرنا چاہتے تھے وہ آپ کے عمل کی طرح عمل کرنا چاہتے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور عرض کی۔ اب میں کیا کروں؟ آپ نے انہیں فرمایا: غسل کرو۔ کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر اونٹنی مبارکہ قصواء پر سوار ہوئے حتیٰ کہ وہ بیداء پر سیدھی ہو گئی میں نے تاحد نظر اپنے سامنے دیکھا تو مجھے سوار اور پیدل لوگ نظر آئے میرے دائیں، بائیں اور پیچھے لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم تھا آپ ہمارے سامنے تھے آپ پر نزول قرآن ہو رہا تھا۔ اس کی تاویل آپ ہی جانتے تھے۔ آپ جو عمل کرتے ہم بھی اسی طرح کرتے۔ آپ نے توحید کے ساتھ یہ تلبیہ کہا:

لبیك اللهم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمة لك والملك لا شریك لك۔

لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کہا آپ نے اس تلبیہ پر کچھ زیادتی نہ کی آپ اسی طرح تلبیہ کہتے رہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم صرف حج کی نیت کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم آپ کے ہمراہ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو استلام کیا پہلے تین چکروں میں رمل کیا بقیہ چار میں عام چال چلے۔ آپ مقام ابراہیمی پر آئے آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

مقام ابراہیمی کو اپنے اور بیت اللہ کے مابین رکھا۔ دو رکعتیں پڑھیں ایک میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔

آپ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ استلام کیا بیت اللہ سے باہر صفا کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

فرمایا: میں سعی کا آغاز وہیں سے کروں گا جس کے ذکر سے رب تعالیٰ نے ابتداء کی ہے۔ آپ نے کوہ صفا سے آغاز کیا اس کے اوپر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ نظر آنے لگا قبلہ رخ ہو کر اس کی توحید اور عظمت بیان کی اور فرمایا: ربِ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا ملک ہے اس کے لئے حمد ہے وہ ہر شئے پر قادر ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر لیا اپنے بندۂ خاص کی مدد کی۔ تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی پھر یہی کلمات تین بار دہرائے پھر مروہ کی طرف تشریف لے گئے حتیٰ کہ قدم مبارک وادی میں پہنچ گئے آپ دوڑے جب ہم چڑھے تو آپ چلنے لگے حتیٰ کہ آپ مروہ تک پہنچ گئے آپ نے مروہ پر بھی اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا۔

جب مروہ پر آخری چکر لگایا فرمایا: اگر میں اس امر کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا جس کی طرف بعد میں توجہ کی تھی تو اپنے ساتھ ھدی نہ لاتا میں اسے عمرہ بنا دیتا جس کے پاس ھدی نہیں وہ احرام کھول دے اسے عمرہ بنا دے۔ حضرت سراقہ بن مالک جعشم اٹھے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے ان کے ہمراہ آپ کے اونٹ تھے انہوں نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ بھی لوگوں کے ساتھ احرام اتار چکی تھیں۔ انہوں نے رنگدار کپڑے پہنے ہوئے تھے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عراق میں یہ کہہ رہے تھے

کہ میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے احرام کھولنے کی شکایت لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: میں نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے آپ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا انہوں نے سچ کہا ہے جب آپ نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے کہا تھا کہ میں اسی نیت کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ آپ نے احرام باندھا ہو گا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس قربانی کا جانور ہے تم حلال نہ ہونا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اونٹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے اور جو آپ کے پاس تھے وہ کل ایک سو ہو گئے تھے۔ سارے لوگوں نے احرام کھول دیے۔ انہوں نے بال کٹوا دیے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان لوگوں نے احرام نہ کھولے جن کے پاس قربانی کے جانور تھے جب آٹھویں ذوالحجہ آئی تو ان لوگوں نے منیٰ جا کر احرام باندھا۔ آپ بھی سوار ہوئے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کیں پھر کچھ دیر آپ رکے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا آپ نے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ غزہ میں نصب کرنے کا حکم دیا آپ روانہ ہوئے قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام میں قیام کریں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزر کر عرفات پہنچے وہاں خیمہ ایستادہ دیکھا اس میں قیام فرمایا جب سورج ڈھل گیا تو ناقہ مبارکہ قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا آپ بطن وادی میں آئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

آپ نے فرمایا: تمہاری جانیں اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس ماہ مقدس شہر مبارک اور آج کے دن کی حرمت ہے۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے۔ زمانہ جاہلیت کے خون میرے قدموں کے نیچے ہیں میں سب سے پہلے جس خون کو معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا تھا جس کو ھذیل نے قتل کر دیا تھا اس طرح زمانہ جاہلیت کے سارے سود میرے قدموں کے نیچے ہیں میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں۔

وہ حضرت عباس کا سود ہے ان کا سارا سود چھوڑ دیا گیا ہے تم عورتوں کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تم نے انہیں رب تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے اس کے حکم (نکاح) کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی سزا دو جس سے انہیں چوٹ نہ لگے ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق انہیں خوراک دو۔ لباس دو میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ چیز قرآن پاک ہے۔

اگر تم سے روز حشر میرے بارے میں پوچھا گیا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حق رسالت ادا کر دیا ہے۔ اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی کی ہے، پھر آپ نے شہادت کی انگلی کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا اور تین بار فرمایا: میرے مولا! گواہ بن جا، پھر اذان اور اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا کی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز عصر پڑھی ان دونوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی۔ آپ سوار ہو کر موقف تشریف لے گئے

اپنی ناقہ مبارکہ کا پیٹ پتھروں کی طرف کر دیا ایک پگڈنڈی کو اپنے سامنے کر دیا۔قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تھوڑی تھوڑی زردی جاتی رہی سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور واپس تشریف لائے۔قصواء کی نکیل اس قدر کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوے کے اگلے حصے کے ساتھ لگ رہا تھا آپ اپنے دست اقدس کے ساتھ لوگوں کو آہستہ آہستہ چلنے کی تلقین کر رہے تھے جب رستے میں کوئی پہاڑی آجاتی آپ نکیل ڈھیلی کر لیتے تاکہ وہ آسانی سے چل سکے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی۔ان دونوں فرضوں کے مابین نفل نہ پڑھے آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔جب روشنی پھیل گئی تو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نماز صبح پڑھی پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے قبلہ کی طرف منہ کیا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی: اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھا روشنی اچھی طرح پھیلنے تک وہیں رہے طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ان کے بال خوبصورت تھے رنگ گورا تھا وہ ایک خوبصورت جوان تھے جب آپ روانہ ہوئے تو عورتوں کی ایک جماعت بھی جا رہی تھی ایک ایک اونٹ پر ایک ایک عورت سوار تھی۔حضرت فضل ان کی طرف دیکھنے لگے آپ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا وہ دوسری طرف دیکھنے لگے آپ نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا آپ وادی محسر میں پہنچ گئے آپ نے اونٹنی کو تیز چلایا اور بڑے جمرہ کی طرف جانے والی درمیانی راہ لی۔درخت کے قریب جو جمرہ ہے اس کے پاس پہنچے۔سات کنکریاں ماریں ہر کنکری پر اللہ اکبر کہا یہ وہ کنکریاں تھیں جنہیں چٹکی سے پکڑ کر پھینکا جاتا ہے آپ نے وادی کے درمیان سے کنکریاں ماریں پھر آپ منیٰ کی طرف گئے وہاں تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بقیہ اونٹوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا۔آپ نے اپنی ھدی میں انہیں بھی شریک کر لیا تھا آپ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر ہر جانور کا ایک ایک ٹکڑا لے کر ہنڈیا میں پکایا جائے آپ نے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو کھایا اس کا شوربہ پیا آپ سوار ہوئے طواف افاضہ فرمایا۔نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا کی آپ بنو عبد المطلب کے پاس سے گزرے وہ لوگوں کو پانی پلا رہے تھے آپ نے فرمایا: بنو عبد المطلب! پانی بھرو اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں بھی پانی نکالتا۔انہوں نے ایک ڈول آپ کو پیش کیا آپ نے اس سے نوش فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن جمیل نے منع کیا خالد بن ولید اور عباس رضی اللہ عنہما نے روکا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل اس لئے انتقام لے رہا ہے کہ وہ فقیر تھا۔رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے فضل سے غنی کر دیا جہاں تک خالد کا تعلق ہے تم ان پر ظلم کر رہے ہو۔انہوں نے اپنی زرہیں روک رکھی ہیں راہ خدا میں انہیں تیار کر رکھا ہے۔حضرت عباس مجھ پر ہیں اس کے ہمراہ اس کے مثل بھی ہے۔آپ نے فرمایا: عمر! کیا تمہیں علم نہیں کہ انسان کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے۔

۳۔عقبہ کی شب حضرت عباس کا آپ کے ہمراہ ہونا

ابن اسحاق، ابن قتیبہ، ابن سعد اور ابوعمرو نے روایت کیا ہے کہ اہل عقبہ میں کچھ لوگ آئے وہ آپ سے کچھ عرض کر رہے تھے۔ان سے کہا گیا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر۔وہ وہاں آگئے حضرت عباس نے کہا: تمہاری قوم میں ہی تمہارے مخالف لوگ ہیں اپنا امر مخفی رکھو حتیٰ کہ حاجی منتشر ہو جائیں ہم اور تم ملاقات کر لیں گے۔ہم تمہارے لئے اس امر کی وضاحت کریں گے کسی واضح معاملہ کو اپنا لینا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ اس رات کا وعدہ کیا۔بس کی صبح خوب روشن تھی کہ گھاٹی کے نیچے آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سوئے ہوئے کو نہ جگائیں غائب کا انتظار نہ کریں اس رات وہ قوم چپکے سے نکلی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے آپ کے ہمراہ حضرت عباس تھے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔آپ سارے معاملات میں انہی پر اعتماد کرتے تھے۔جب یہ جمع ہو گئے تو سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بات چیت کی۔طویل اور بلاغت سے لبریز گفتگو کی۔حضرت براء بن معرور نے کہا: جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا ہے۔بخدا! اگر ہمارے نفوس میں اس کے علاوہ کچھ ہوتا جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے تو ہم ضرور کہتے لیکن ہم وفاء اور صدق چاہتے ہیں ہم آپ پر اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے۔انہوں نے اس رات انصار کی بیعت کو مؤکد کیا تھا۔امام شعبی کی روایت میں ہے۔آپ ان ستر افراد کی طرف تشریف لے گئے جنہوں نے عقبہ کے پاس اسلام قبول کیا تھا۔اس وقت حضرت عباس بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

۴۔فتح خیبر کے وقت ان کا سرور

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو حضرت حجاج بن علاط نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں میرا مال ہے۔وہاں میرے اہل خانہ بھی ہیں۔میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔کیا آپ سے اجازت ہے کہ میں کچھ خلاف واقع کہہ لوں؟ آپ نے انہیں کچھ خلاف واقع کہنے کی اجازت دے دی۔ وہ پہلے اپنی زوجہ کے پاس گئے۔انہوں نے کہا: جو مال تمہارے پاس ہے اسے جمع کرو میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے اموال غنیمت خریدنا چاہتا ہوں۔ان کا مال مباح ہو گیا ہے۔ان کے اموال مفتوح ہو گئے ہیں۔یہ خبر مکہ مکرمہ میں پھیل گئی۔اسے سن کر مسلمان مغموم ہو گئے۔مشرکین نے فرحت و انبساط کا اظہار کیا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ تک ہی یہ خبر پہنچ گئی۔گویا کہ وہ اس محفل میں منجمد ہو گئے۔وہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رکھتے تھے۔معمر نے کہا ہے: حضرت عباس نے اپنا بیٹا قثم لیا۔یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔وہ نیچے لیٹ گئے۔انہیں اپنے سینے پر رکھا وہ کہہ رہے تھے: میرا محبوب قثم ہے۔یہ اونچی ناک والے کے مشابہ ہیں۔جو یہ گمان کرتا ہے۔اس کی ناک خاک آلود ہو۔

انہوں نے اپنا غلام حضرت حجاج کے پاس بھیجا اور کہا: جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس سے تمہارے لئے ہلاکت ہو۔ انہوں نے اس غلام سے کہا: ابوالفضل کو میرا اسلام دینا اور انہیں کہنا: تمہیں بشارت ہو؟ میں کسی تنہا کمرہ میں آپ سے ملاقات

کرنا چاہتا ہوں میرے پاس ایسی خبر ہے جو انہیں خوش کر دے گی۔ان کا غلام دروازے تک پہنچا۔اس نے کہا: ابوالفضل آپ کو بشارت ہو۔ایسی خبر ہے جو آپ کو خوش کر دے گی۔حضرت عباس خوشی سے اچھل پڑے۔غلام کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا پھر حضرت حجاج حضرت عباس کے پاس آئے۔انہوں نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا ہے۔ان کے اموال کو بطور مال غنیمت حاصل کر لیا ہے۔ان کے اموال میں مسلمانوں کے حصے بن گئے ہیں۔آپ نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔آپ نے انہیں اختیار دیا ہے کہ آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ آپ کی زوجہ کریمہ بن جائیں یا اپنے اہل کے پاس چلی جائیں۔انہوں نے آزاد ہو کر آپ کی زوجہ بننے کو ترجیح دی ہے۔میں تو اس مال کے لیے یہاں آیا ہوں جو یہاں ہے میں اسے جمع کر کے لے جانا چاہتا ہوں۔میں نے آپ سے اذن طلب کیا تو آپ نے مجھے کچھ خلاف واقع کہنے کا اذن دے دیا۔تین روز تک میرا یہ راز مخفی رکھنا پھر جو پسند آئے کہہ لینا۔ان کی بیوی نے اپنے زیورات جمع کئے۔سازو سامان جمع کیا اور انہیں پیش کر دیا۔وہ عازم سفر ہو گئے جب تین روز گزر گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حجاج کی زوجہ کے پاس آئے۔ان سے پوچھا: تمہارے خاوند نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ تو چلے گئے ہیں۔اس نے کہا: ابوالفضل! رب تعالیٰ آپ کو غمزدہ نہ کرے۔جو خبر پہنچی ہے وہ ہم پر بڑی شاق گزری ہے۔انہوں نے فرمایا: ہاں! رب تعالیٰ مجھے مغموم نہ کرے، لیکن الحمد للہ! وہی خبر آئی ہے جو مجھے پسند ہے۔حجاج نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خیبر کو فتح کرا دیا ہے۔اس میں حصے رواں ہو گئے ہیں۔آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔اگر تجھے اپنے خاوند سے کچھ کام ہو تو اسے جا ملو۔اس عورت نے کہا: بخدا! میرا گمان ہے کہ تم سچے ہو۔انہوں نے فرمایا: بخدا! میں ہی سچا ہوں۔معاملہ اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھے بتایا ہے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی محافل میں آئے۔وہ کہہ رہے تھے: ابوالفضل! آپ کو بھلائی ہی پہنچے۔انہوں نے فرمایا: بخدا! مجھے بھلائی ہی پہنچی ہے۔حجاج نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خیبر کو فتح کرایا ہے۔اس میں رب تعالیٰ کے حصے رواں ہو گئے ہیں۔آپ نے اپنے لئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کر لیا ہے۔انہوں نے مجھے کہا تھا: کہ میں تین روز تک اس خبر کو مخفی رکھوں۔وہ اپنا مال لینے آئے تھے، پھر وہ چلے گئے ہیں۔رب تعالیٰ نے وہ تکلیف دور کر دی جو مسلمانوں کو تھی۔اس سے مشرکین کو تکلیف ہوئی۔مسلمان غمزدہ ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔انہوں نے انہیں صحیح واقعہ بتایا جسے سن کر مسلمان خوش ہو گئے۔مشرکین رسوا ہو گئے۔

۵-حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ کو رنج والم

ابن عمر، ابن جوزی نے حضرت سوید بن الاصم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی بنے تو آپ نے ساری رات جاگ کر گزار دی۔کسی صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں جاگ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عباس کی آہ آہ کی وجہ سے۔وہ شخص اٹھا۔انہوں نے ان کی بیڑیاں ڈھیلی کر دیں۔آپ نے

فرمایا: سارے قیدیوں کو اسی طرح کر و یہ اس عدل و احسان کی وجہ سے تھا جس کا حکم آپ کو دیا گیا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور بھلائی کرو (ہر ایک کے ساتھ)۔

۶- حضرت عباس کا اسلام

تاریخ کا علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے وہ مجبوراً مشرکین کے ہمراہ غزوہ بدر میں نکلے آپ نے فرمایا: جو حضرت عباس سے ملے تو وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوراً نکلے ہیں۔ ابوالیسر کعب بن عمرو نے انہیں قید کیا تھا۔ انہوں نے اپنا فدیہ ادا کیا پھر مکہ مکرمہ آ گئے پھر ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ گئے تھے۔ (ابو سعد)

دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ فتح مکہ کے روز ابراء کے مقام پر آپ کا استقبال کیا۔ فتح مکہ کے روز آپ کے ہمراہ رہے۔ انہی پر ہجرت ختم ہوگئی۔ ابو عمر نے لکھا ہے: فتح خیبر سے قبل انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کی فتوحات کی وجہ سے خوش ہوئے فتح مکہ کے روز اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے غزوۂ حنین، طائف اور تبوک میں شرکت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ مشرکین کی خبریں آپ تک پہنچاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان ان کی وجہ سے قوی تھے۔ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف لکھوا بھیجا: مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام بہتر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابورافع نے آپ کو حضرت عباس کے بارے میں بتایا تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔

۷- حضرت عباس کی تعظیم اور ان کے ساتھ لطف و مہربانی

ابو عمرو نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کے اسلام لانے کے بعد ان کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: یہ میرے چچا اور میرے باپ کی مانند ہیں۔ امام بغوی نے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عباس کی اتنی تعظیم کرتے تھے جو مجھے تعجب میں ڈال دیتی تھی۔ ابوالقاسم السہیلی نے لکھا ہے امام جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھتے تھے۔ وہ آپ کے کاتب تھے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے وہ اس جگہ بیٹھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سارے لوگوں سے زیادہ حضرت عباس پر لطف فرماتے تھے۔ ان کے غلام حضرت کریب سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اس طرح احترام

کرتے تھے جیسے ایک بیٹا اپنے والد کا احترام کرتا ہے۔

یہ وہ خصوصیت ہے جو سارے لوگوں کو چھوڑ کر رب تعالیٰ نے حضرت عباس کے ساتھ مختص کی تھی۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام الفضل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس آپ کی خدمت میں آئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا، پھر فرمایا: یہ میرے چچا ہیں جو چاہے اپنے چچا پر فخر کرلے۔ انہوں نے آپ سے کچھ بات کی تو آپ نے فرمایا: میں یوں کیوں نہ کہوں: آپ میرے چچا ہیں۔ میرے آباء کا بقیہ ہیں۔ چچا باپ ہی ہوتا ہے۔ ابن حبان نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کسی لشکر میں موجود تھے۔ حضرت عباس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: عباس! تمہارے نبی کریم ﷺ کے چچا قریش میں سے زیادہ سخی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے۔

۸- آپ کا فرمان: چچا باپ کی مثل ہوتا ہے، جو انہیں اذیت دیتا اسے جھڑکنا آپ کی وصیت

امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے صدقات کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ہم حضرت عباس سے دو سال کی زکوٰۃ لے لیتے تھے۔ امام بغوی نے اپنی معجم سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو یاد ہے جب آپ نے حضرت عباس کا شکوہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں کہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس میرے چچا ہیں۔ میرے باپ کی مثل ہیں۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ امام ترمذی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، ابن ابی الدنیا نے مناقب عباس میں، خرائطی نے مساوی الاخلاق میں، ابن نجار اور خطیب نے مطلب سے، ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے مرسل روایت کیا ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث نے کہا: حضرت عباس آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: جس نے حضرت عباس کو تکلیف دی۔ اس نے مجھے تکلیف دی۔ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ حضرت عباس کے بارے میں میری حفاظت کرو یہ میرے آباء میں سے بقیہ ہیں۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس حضور اکرم ﷺ کے چچا ہیں۔ چچا باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔ ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عباس میرے چچا ہیں میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن العباس سے، عبدالرزاق اور ابن جریر نے حضرت مجاہد سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس کے متعلق مجھے اذیت نہ دیا کرو۔ کسی کا چچا اس کے باپ کے مثل ہی ہوتا ہے۔ یا وہ میرے آباء میں سے بقیہ ہیں کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کو اذیت نہ دو ورنہ تم مجھے اذیت دو گے۔ جس نے عباس کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے حسن غریب، حاکم اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے، ابوداؤد طیالسی، امام احمد، ابوداؤد اور ضیاء نے حضرت براء سے، ابن سعد نے ابی مجلز سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عباس مجھ سے اور میں عباس سے ہوں۔ ابوعوانہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔

ابن مندہ نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد متصل اور مشہور ہیں۔ جماعت کی شرط پر یہ ثابت ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: عباس میرے والد گرامی کی مثل ہیں جس نے عباس کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی۔ خلیلی نے ان سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عباس میرے وصی اور وارث ہیں حضرت علی مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عباس مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ ہمارے اموات کو اذیت نہ دو اس سے تم ہمارے زندہ کو تکلیف دو گے۔ ابن قانع نے حنظلہ الکاتب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگوں میں حضرت عباس کا فرزند دلبند ہوں۔ اسے جان لو وہ میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔ میں ان کا پیش رو ہوں۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کے متعلق میری حفاظت کیا کرو۔ وہ میرے آباء کا بقیہ ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے بلاغاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے چچا کے بارے میں میری حفاظت کیا کرو کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرو وہ میرے چچا اور میرے والد گرامی کی مثل ہیں۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھلائی کیا کرو ایک شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

۹- خلافت ان کی اولاد میں ہوگی۔ ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کی صبح کو تم اور تمہاری اولاد میرے پاس آجائے حتیٰ کہ میں تمہارے لئے دعا کروں۔ ھیثم بن کلیب اور ابن عساکر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! عباس اور اولاد عباس کی نصرت فرما۔ آپ نے تین بار یہ دعا مانگی پھر فرمایا: چچا جان! کیا آپ نہیں جانتے کہ مہدی آپ کی اولاد میں سے ہوں گے انہیں توفیق ملے گی۔ وہ اپنے رب تعالیٰ اور ان کا رب تعالیٰ ان سے راضی ہوگا۔

الرویانی، شاشی، خرائطی اور حاکم اور ابن عساکر نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت گرمی کے موسم میں باہر نکلے۔ آپ ایک جگہ فروکش ہوئے۔ آپ اٹھ کر غسل کرنے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ چادر لے کر آپ کو پردہ کرنے لگے۔ حضرت سہل نے فرمایا: میں چادر کی ایک طرف سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ نے سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ آپ وضو کر رہے تھے: مولا! حضرت عباس اور ان کی اولاد کو آگ سے بچا لے۔ ابن عساکر نے حضرت محمد بن ابراہیم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی: مولا! میرے چچا عباس نے مجھے مکہ مکرمہ میں اہل شرک سے بچایا۔ رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور میری تصدیق کرتے ہوئے اسلام میں میری خدمت کی۔ مولا! تو ان کی حفاظت فرما۔ ان کے نصیب اچھے فرما۔ ان کی اور ان کی اولاد کی ہر ناپسندیدہ امر سے حفاظت فرما۔

امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) ابو یعلی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! حضرت عباس کی نصرت فرما، یا حضرت عباس کی بخشش فرما۔ جو وہ ظاہر کرتے ہیں یا مخفی کرتے ہیں۔ جو اعلانیہ کرتے ہیں جو پوشیدہ کرتے ہیں۔ جو کچھ ان سے ہوا یا ہوگا اور جو کچھ ان کے اولاد سے روز آخر تک ہوگا اسے معاف فرمایا۔ ان کی اولاد کو بھی اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے کو بھی معاف فرما: یا حضرت عباس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو معاف فرما: یا ان کی اولاد کو ایسی مغفرت عطا فرما جو ظاہری اور باطنی ہو جو کسی گناہ کو باقی نہ رکھے۔ مولا! ان کی اولاد کی مغفرت فرما۔

۱۰- حضرت عباس کو بشارت کہ انہیں دربار خداوندی سے اتنا کچھ ملے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے انہیں اور ان کی اولاد کو آگ سے عذاب نہ ہوگا

دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی: مولا! یہ میرے چچا ہیں۔ یہ میرے والد گرامی کے مثل ہیں۔ عرب کے چچاؤں میں سے بہترین ہیں: مولا! انہیں میرے ساتھ بیت الاعلیٰ میں سکونت عطا فرما۔

۱۱- جنت میں ان کا مقام

ابن ماجہ، الحاکم نے الکنی میں اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اس طرح اپنا خلیل بنالیا ہے جیسے اس نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ جنت میں میرا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مقام آمنے سامنے ہوگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہمارے مابین اس طرح ہوں گے

جیسے ایک مومن دو خلیلوں کے مابین ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جنت میں بالا خانہ ہوگا جیسے بالا خانے ہوتے ہیں وہ اس پر سے مجھ سے اور میں ان کے ساتھ ہم کلام ہوں گے۔

۱۲- غزوۂ حنین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: غزوۂ حنین میں میں نے آپ کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی۔ میں نے اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ کو لازم پکڑ لیا تھا کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوئے تھے۔ آپ اپنی بیضاء خچر پر تھے جسے فروہ بن نفاثہ الجذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جب مسلمان اور کفار باہم نبرد آزما ہوئے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر کو کفار کی طرف لے جا رہے تھے۔ حضرت عباس نے فرمایا: میں آپ کی خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا۔ میں اسے کھینچ رہا تھا تاکہ وہ جلدی نہ کرے۔ حضرت ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: عباس! یوں صدا لگاؤ یا اصحاب السمرہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بلند آواز شخص تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا: اصحاب السمرہ کہاں ہیں؟ بخدا! جب انہوں نے میری آواز سنی تو وہ یوں لوٹ آئے جیسے گائے اپنے بچے کی طرف لوٹ آتی ہے۔ انہوں نے کہا: یا لبیک! یا لبیک! وہ اور کفار باہم نبرد آزما ہو گئے۔ انصار میں یوں صدا لگائی گئی اے گروہ انصار! اے گروہ انصار! پھر بنو حارث بن خزرج کی طرف صدا لگائی گئی۔ یا بنی حارث یا بنی حارث! آپ نے اپنی خچر پر سے دیکھا۔ گویا کہ آپ اس پر سے ان سے قتال کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اب جنگ کا تندور گرم ہوا ہے، پھر آپ نے کچھ سنگریزے لئے۔ انہیں کفار کے چہروں کی طرف پھینکا پھر فرمایا: رب محمد کی قسم! انہیں شکست ہوگئی۔ میں دیکھنے کے لئے گیا تو قتال اپنی سابقہ کیفیت پر تھا۔ بخدا! جونہی آپ نے وہ سنگریزے پھینکے تو بخدا! ان کی تیزی جاتی رہی۔ ان کا معاملہ روگرداں ہوگیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

۱۳- صحابہ کرام کا ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا

امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام پر بارش نہ ہوتی تو وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگتے۔ وہ کہتے: مولا! ہم تجھ سے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں۔ تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں، کہ ہم پر ابر کرم نازل فرما۔ اس وقت ان پر بارش نازل ہو جاتی۔ حضرت عباس بن عتبہ نے کیا خوب کہا ہے:

بعمی سقی اللہ الحجاز واھلہ ۔۔۔ عشیۃ یستسقی بشیبہ عمر
توجہ بالعباس فی الجدب راغبا ۔۔۔ الیہ فا ان رام فی اتی المطر

و منا رسول ما فینا تراثه　　　فهل فوق هذا فی المفاخر مفتخر

میرے چچا کے طفیل رب تعالیٰ نے حجاز اور اہلِ حجاز کو سیراب کیا اس رات شیبہ کے طفیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابر کرم مانگا تھا۔ وہ قحط سالی میں حضرت عباس کی طرف رغبت رکھتے تھے وہ جب بھی ان کا قصد کرتے بارش نازل ہو جاتی۔ ہم میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم میں ہی آپ کی وراثت ہے۔ کیا اس سے بلند تر فخر کوئی فخر ہو سکتا ہے۔

۱۴-صحابہ کرام بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے

ابن شہاب نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو جانتے تھے۔ وہ انہیں آگے کرتے تھے۔ ان سے مشورہ کرتے تھے ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے وہ سوار ہوتے تو وہ نیچے اتر جاتے حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزر جاتے۔ یہ ان کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ وہ کہتے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان! اس روایت کو ابو عمر نے روایت کیا ہے۔

۱۵-حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک اور اس کے لئے دعا

سلفی نے المشیخۃ البغدادیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے والد گرامی حضرت عباس علیل ہو گئے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے۔ انہوں نے مجھے ان کے پاؤں کے پاس پایا۔ انہوں نے انہیں میرے ہاتھ سے پکڑ لیا اور میری جگہ پر بیٹھ گئے۔ فرمایا: میں تم سے زیادہ اپنے چچا جان کا مستحق ہوں۔ اگر رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا وصال فرمایا تو اس نے میرے چچا عباس کو میرے لئے رکھا، کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہوتا ہے۔ مولا! میرے چچا جان کو عافیت عطا فرما۔ ان کا درجہ بلند فرما۔ انہیں اپنے ہاں مقام علیین پر فائز فرما۔

۱۶-حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سقایہ عطا فرمانا، انہیں اس وجہ سے منیٰ میں رات بسر کرنے کی رخصت عطا فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت عباس نے انہیں عرض کی: مجھے بیت اللہ کی چابیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں وہ چیز عطا کروں گا جو تمہارے مال میں کمی کرے تم اسے کم نہ کر سکو۔

۱۷-امت کے لئے انہیں رخصت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے

رخصت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں سقایہ کی وجہ سے مکہ میں ہی بسر کرلیں۔ آپ نے انہیں رخصت دے دی۔

۱۸-آپ کی فراست کے بارے، ۱۹-سیاست کے متعلق

ابومحمد بن سقاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد گرامی نے فرمایا: نورنظر! امیر المؤمنین تمہیں بلاتے ہیں۔ تم سے مشورہ کرتے ہیں۔ مجھ سے تین امور یاد کرلو۔ ۱-تمہاری زبان پر جھوٹ نہ آئے۔ ۲-ان کا راز افشانہ کرنا۔ ۳-ان کے ہاں کسی کی غیبت نہ کرنا۔

۲۰-مسجد نبوی میں توسیع کے لئے گھر صدقہ کردیا

حضرت کعب سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں توسیع کرنا چاہی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وہ گھر طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔

۲۱-غلام آزاد کرنا

ابن ابی عاصم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر غلام آزاد کیئے۔

۲۲-مکارم اخلاق اور وصال

حضرت زبیر بن بکار نے فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کے عریاں لوگوں کو کپڑے دیتے تھے۔ وہ ان کے بھوکوں کو کھلاتے تھے وہ پڑوسی کو روکتے تھے۔ وہ مال خرچ کرتے تھے اور عطیات دیتے تھے۔

حضرت ابن مسیب نے لکھا ہے: حضرت عباس کا پیالہ بنو ہاشم کے فقراء پر گھومتا رہتا تھا۔ وہ بھوکے کو کھلاتے تھے احمق کا ادب کرتے تھے۔ امام زہری نے لکھا ہے: بخدا! یہی سرداری ہے۔ وہ مکہ مکرمہ کے کمزوروں کے مددگار تھے۔ وہ قریش کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ ان پر احسان کرتے تھے۔ صحابہ کرام ان کی عزت وتوقیر کرتے تھے۔ ان کو مقدم کرتے تھے اور ان سے مشاورت کرتے تھے۔ ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ وہ بلند آواز والے تھے۔ امام نووی نے لکھا ہے: الحازمی نے المؤتلف میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کوہ سلع پر کھڑے ہوتے اپنے بچوں کو رات کے آخری حصے میں آواز دیتے وہ جنگل میں ہوتے وہ آپ کی آواز سن لیتے تھے جب کہ کوہ سلع اور اس جنگل کا مابین آٹھ میل کا فاصلہ ہوتا تھا۔

انہوں نے آپ سے ۳۵ احادیث روایت کی ہیں۔ تیس احادیث پر امام مسلم اور امام بخاری متفق ہیں۔ ایک روایت میں امام بخاری اور تین میں امام مسلم منفرد ہیں۔ ان سے ان کے بیٹوں، حضرات عبداللہ، کثیر، جابر، احنف بن قیس، عبداللہ بن حارث وغیرہم صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ ان کی قامت معتدل تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں روز جمعۃ المبارک کو ان کا وصال ہوا۔ رجب کے ۱۴ دن گزر چکے تھے۔ ۳۲ھ تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

چوتھا باب

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مناقب

۱-اسم مبارک، کنیت اور ہجرت

10

ان کا نام نامی جعفر ہے۔کنیت عبداللہ اور لقب الطیار ہے اس طرح ان کو ذوالجناحین، ذوالھجرتین اور الجواد بھی کہتے ہیں۔وہ قدیم الاسلام تھے۔جب صحابہ کرام دوسری بار حبشہ گئے تو وہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں وہاں ان کے ہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔یہ پہلے فرزند تھے جو حبشہ میں مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔صرف ان کی اولاد ہے دوسرے دونوں بھائیوں کی اولاد نہیں۔ان کے نام محمد اورعون ہیں۔وہ حبشہ میں ہی ٹھہرے رہے حتیٰ کہ غزوہ خیبر کے وقت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے دو ہجرتیں کیں۔ان کی والدہ ماجدہ کی طرف سے یہ بھائی ہیں محمد بن ابی بکر، یحییٰ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ ہمارے چچا ابو طالب کے مشابہ ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ان کی کنیت ابوالقاسم تھی یہ تستر کے مقام پر شہید ہوئے تھے۔حضرت عون بھی تستر کے مقام پر شہید ہوئے ان کی اولاد نہ تھی۔

۲-ہجرت حبشہ کی فضیلت

شیخان نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہمیں آپ کی ہجرت کے بارے میں علم ہوا۔اس وقت ہم یمن میں تھے۔ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ہماری کشتی نے ہمیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ہمیں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ملے۔ہم ان کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے آپ نے فرمایا: اہل کشتی! تمہارے لئے دو ہجرتوں کا ثواب ہے۔

۳-حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں

امام بغوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور امام شعبی سے روایت کیا ہے جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد اور فتح خیبر کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ میں کس پر زیادہ مسرور ہوں۔حضرت جعفر کی آمد پر یا فتح خیبر پر؟ آپ نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس بن مسلم سے، اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آپ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ فرمایا: مجھے علم نہیں کہ میں فتح خیبر پر زیادہ خوش ہوں یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے خیبر کو فتح کر لیا تو آپ کو بتایا گیا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس سے آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے علم نہیں کہ میں کس کی زیادہ خوشی کروں فتح خیبر کی یا آمد جعفر طیار کی۔

وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے مجاہد کے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جعفر حبشہ سے آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ معانقہ کیا۔ الطبرانی نے (اس کی سند میں علی بن عبداللہ الرعینی ہے یہ اس کی مناکیر میں سے ہے) حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ملاقات کی۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو وہ ایک ٹانگ پر چلنے لگے۔ یہ آپ کی تعظیم کے لئے تھا۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا فرمایا: مجھے حبشہ کی کچھ عجیب وغریب باتیں سناؤ۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر فدا! میں حبشہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا میں نے ایک بڑھیا دیکھی اس کے سر پر ٹوکرا تھا۔ ایک جوان آیا وہ گھوڑے پر اچھل کود کرتے ہوئے آ رہا تھا۔ اس نے بڑھیا سے مزاحمت کی۔ اسے چہرے کے بل گرا دیا ٹوکرا اس کے سر سے نیچے گر پڑا اس نے کھڑے ہو کر افسوس کیا۔ میں نے اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی: کل تیرے لئے ہلاکت! جب بادشاہوں کا بادشاہ اپنی کرسی پر بیٹھے گا۔ وہ ظالم سے مظلوم کے لئے بدلہ لے گا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: میں نے آپ کو دیکھا آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر بڑے بڑے موتیوں کی مانند تھے۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں کرتا جس میں ظالم سے مظلوم کا حق ہکلائے بغیر نہیں ملتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت

امام احمد، امام ترمذی اور ابن حبان حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام احمد، الطبرانی، البغوی، الحاکم اور الضیاء نے محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی، جعفر اور زید بن حارث رضی اللہ عنہم جمع ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں جاتے ہیں اور آپ سے پوچھتے ہیں۔ حضرت اسامہ نے فرمایا: وہ آپ کی خدمت میں آئے اذن طلب کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: باہر نکلو اور دیکھو کہ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: حضرات جعفر، علی اور زید رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ آپ نے

فرمایا: نہیں اذن دے دو۔ وہ حجرہ مقدسہ میں آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے عرض کی: ہم مردوں میں سے پوچھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جعفر! تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ تم مجھ سے ہو۔ میری نسل سے ہو، علی! تم میرے داماد ہو میری اولاد کے باپ ہو میں تم سے اور تم مجھ سے ہو۔ زید! تم ہمارے مخلص دوست ہو۔ تم مجھ سے ہو اور مجھے ساری قوم سے پیارے ہو۔ امام احمد نے حسن سند کے ساتھ حضرت اسلم مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جعفر سے فرماتے تھے: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جعفر سے فرماتے تھے: تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔ اس نسل سے ہو جس سے میں ہوں۔

ابن سعد نے حضرت محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جعفر! تمہاری خَلق میری خَلق تمہارا خُلق میرے خُلق کے مشابہ ہے تم مجھ سے اور میری نسل سے ہو۔

۵-وہ مساکین کے لئے سب لوگوں سے عمدہ تھے

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مساکین سے محبت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے تھے۔ آپ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھ دی۔

۶-اونٹوں پر سوار ہونے میں سے آپ کے بعد سب سے افضل ہیں

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن صحیح روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: کسی جوتا پہننے والے نے جوتا نہ پہنا، کوئی سواری پر سوار نہ ہوا کسی نے عمامہ نہ باندھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے سخی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۷-حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت

ابوعمر نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگتا وہ منع فرماتے تو میں انہیں کہتا: بحق جعفر۔ وہ مجھے عطا کر دیتے۔

۸-وہ دو پروں کے ساتھ ملائکہ کے ہمراہ جنت میں اڑتے رہتے ہیں

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے عمر بن ہارون کے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آپ کو ملی تو آپ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ اور محمد پسران جعفر رضی اللہ عنہم کو اپنی ران پر بٹھایا۔ فرمایا: حضرت جبرائیل نے مجھے بتایا ہے کہ رب تعالیٰ نے

حضرت جعفر کے سر پر شہادت کا تاج سجا دیا ہے۔ ان کے دو پر ہیں۔ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں، پھر یہ دعا مانگی: مولا! حضرت جعفر کی اولاد میں ان کا قائم مقام بنا جا۔

الطبرانی نے دو اسناد سے جن میں سے ایک حسن ہے حضرت ابن عباس سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جعفر کو دیکھا ان کے دو پر ہیں جن کے ذریعے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کے پاؤں مبارک خون آلود ہیں۔ الطبرانی نے حسن اسناد سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: عبداللہ! تمہیں مبارک ہو! تمہارے والد گرامی فرشتوں کے ہمراہ آسمان پر محو پرواز رہتے ہیں۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے (سوائے سعدان بن ولید کے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے قریب ہی تھیں آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: اسماء! یہ جعفر ہیں جو حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں۔ وہ ہمارے اوپر سے گزرے ہیں میں نے انہیں سلام کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ فلاں فلاں روز انہوں نے مشرکین کے ساتھ جہاد کیا۔ میرے جسم کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے ۷۳ زخم آئے، پھر میں نے علم اسلام اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا۔ وہ کٹ گیا تو علم اسلام بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا وہ بھی کٹ گیا۔ رب تعالیٰ نے ان کے بدلے میں مجھے دو پر عطا کئے ہیں جس کے ذریعے میں حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں۔ اس کے پھلوں میں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔

حضرت اسماء نے عرض کی: حضرت جعفر کو مبارک! لیکن مجھے خدشہ ہے کہ لوگ میری تصدیق نہ کریں گے۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوں۔ لوگوں کو بتائیں۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جبرائیل و میکائیل کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کے بازو کے بدلے انہیں دو پر عطا کئے ہیں وہ ان کے ذریعے جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ ان کا معاملہ اس وقت کیسا ہوا تھا جب انہوں نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں کے لئے عیاں ہو گیا کہ حضرت جعفر نے ان کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ اس سے ان کا لقب جعفر طیار رضی اللہ عنہ پڑ گیا۔

الطبرانی نے صحیح میں حضرت سالم بن ابوالجعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں دیکھا آپ نے حضرت جعفر کے دو پر دیکھے جو خون آلود تھے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو ان کے سامنے تخت پر تھے۔

دارقطنی نے الافراد میں اور حاکم اور ابن عساکر نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دو پر عطا کئے ہیں جو خون سے رنگے ہوئے ہیں وہ ان کے ذریعے ملائکہ کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔ دارقطنی نے غرائب

مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کے ایک گروہ میں مجھ پر سے حضرت جعفر گزرے انہوں نے مجھے سلام کیا: ابن سعد نے عبداللہ بن مختار سے مرسل روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے پاس سے حضرت جعفر طیار فرشتوں کے ایک گروہ کے ہمراہ گزرے ان کے دو پر تھے جو خون آلود تھے اور قدم سفید تھے۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے اپنے پروں سے انہیں سایہ کر رہے ہیں۔ ابو سہل بن زیاد نے فوائد میں حاکم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسماء! یہ جعفر ہیں جو جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ فلاں دن انہوں نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا۔ انہوں نے مجھے بتایا: کہ میرے جسم کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے ستر سے زائد زخم آئے تھے، پھر میں نے جھنڈا اپنے دائیں بازو میں تھام لیا وہ کٹ گیا پھر بائیں بازو میں تھام لیا یہ بھی کٹ گیا۔ رب تعالیٰ نے مجھے ان کے عوض دو پر عطا کئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حضرات جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ اڑتا رہتا ہوں جنت میں جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں اور جو پھل پسند کرتا ہوں انہیں کھالیتا ہوں۔

۹- ان کی شہادت اور اہل خانہ کے لئے دعا

امام بغوی اور ابو عمر نے عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے فرمایا: مجھے میرے رضاعی باپ نے بتایا ہے۔ وہ بنو مرہ کا ایک شخص تھا۔ اس نے کہا: میں حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ تھا جب جنگ شروع ہوئی میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنے گہرے بھورے رنگ کے گھوڑے سے نیچے اترے۔ اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ دشمن سے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ سب سے پہلے اسلام میں گھوڑے کی کونچیں انہوں نے ہی کاٹی تھیں۔

امام بخاری، ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو سپہ سالار حضرت جعفر ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو گئے تو سپہ سالار حضرت ابن رواحہ ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں اس غزوہ میں شریک تھا ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ان کے جسم پر ستر سے زیادہ تلوار اور نیزے کے زخم تھے۔

وہ اور حضرت زید ۹ ھ جمادی اولیٰ میں شہید ہوئے تھے۔ واقدی، ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے، ابن سعد نے حضرت عامر سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، الطیالسی، ابن سعد، امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جعفر عمدہ ثواب کی طرف پہنچے ہیں ان کی اولاد میں وہ بہترین جانشین بنا جو کسی کی اولاد میں سے تو نے

بہترین جانشین نہیں بنایا ہو۔ یا جعفر کی اولاد کا تو بھی قائم مقام ہو جا: مولا! عبداللہ کے سودے میں برکت فرما۔ ابن اسحاق نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد حبشہ سے واپس آئے۔ آپ نے خیبر کے مال غنیمت میں سے ان کے حصے نکالے طیالسی، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے)، ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، بیہقی اور ضیاء نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر کے لئے کھانا بناؤ۔ ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مصروف کر دیا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر اپنے شہید کے متعلق مصروف ہیں تم ان کے لیے کھانا بناؤ۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت جعفر یوم موتہ کو بلقاء کے مقام پر شہید ہوئے۔

✿✿✿

پانچواں باب

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱- ولادت

وہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ وہ مسلمانوں کے ہاں حبشہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ انہوں نے آپ سے احادیث یاد کیں اور انہیں روایت کیا۔

۲- بیعت

امام بغوی اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت بیعت کی جب ان کی عمر سات سال تھی۔ آپ نے انہیں دیکھا تو تبسم ریز ہوئے۔ ہاتھ آگے بڑھایا اور انہیں بیعت فرمالیا۔

۳- آپ کی ان کے لئے دعا

ابو یعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ حضرت عبداللہ کے سودے میں یا خرید و فروخت میں برکت فرما۔ امام احمد اور امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے تین باران کے سر پر ہاتھ پھیرا اور عرض کی: مولا! جعفر کی اولاد میں ان کا قائم مقام بنا جا۔ ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے، طیالسی، ابن سعد، امام احمد الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابن عساکر اور واقدی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے، ابن سعد نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! جعفر عمدہ ثواب کی طرف چلے گئے ہیں ان کی اولاد میں ایسا قائم مقام بنا جو اس سے عمدہ ہو جسے تو نے کسی کی اولاد میں قائم مقام بنایا ہو: مولا! عبداللہ کے سودے میں برکت فرما۔

۴-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں اپنی سواری پر سوار کرالینا

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب آپ سفر سے واپس آتے تو اہل بیت کے بچوں کے ساتھ ملاقات کرتے۔ آپ سفر سے واپس آئے میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا پھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے کوئی ایک آگیا۔ آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا اس طرح ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ طیبہ داخل ہوئے۔

۵-ان کا جود و کرم اور بعض اوصاف حمیدہ

ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جواد، ظریف، حلیم، عفیف اور سخی تھے۔ انہیں سخاوت کا سمندر کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ اسلام میں ان سے بڑھ کر سخی کوئی نہ تھا۔ لوگ کہتے تھے اسلام میں عرب کے دس افراد قدسیہ سخی تھے۔ حجاز کے سخیوں میں حضرات عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس، سعید بن عاص تھے۔ کوفہ کے سخیوں میں سے حضرات عتاب بن ورقاء، احمد بن ریاح، اسماء بنت خارجہ اور عکرمہ بن ربعی رضی اللہ عنہم تھے۔ اہل بصرہ کے سخیوں میں سے عمر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی بکر تھے۔ اہل شام کے سخیوں میں سے حضرت خالد بن عبداللہ تھے، لیکن یہ تمام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی نہ تھے۔ کوئی مسلمان سخاوت میں ان تک نہ پہنچ سکا۔ اس کے متعلق حضرت عبداللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے ایک عادت سے نوازا لوگوں کو ایک عادت دی مجھے خدشہ ہے اگر میں نے اسے ختم کیا تو یہ مجھ سے ختم ہو جائے گی۔

۶-حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت

امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے نائی کو بلایا۔ اس نے ہمارے سروں کا حلق کیا۔ آپ نے فرمایا: محمد ہمارے چچا ابو طالب کے مشابہ ہیں۔ عبداللہ خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہیں، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور یہ دعا مانگی: مولا! جعفر کے اہل میں ان کا قائم مقام بنا جا عبداللہ کے سودے میں برکت ڈال دے: آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا: حضرت اسماء آئیں وہ اپنے شہید کو یاد کر رہی

تھیں آپ نے فرمایا: اس پر تنگدستی کا عوض دیا جائے گا۔ میں دنیا اور آخرت میں ان کا سرپرست ہوں۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعض مناقب

۱- اسم اور اخلاق

فزاری نے لکھا ہے کہ حضرت عقیل غزوہ بدر میں کفار قریش کے ساتھ نکلے۔ وہ مجبوراً نکلے تھے، مگر گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ ادا کیا صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کر لیا اور غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ الطبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا ہے۔ حضرت عقیل فتح خیبر کے وقت حاضر تھے۔ آپ نے ان کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا۔

۲- آپ کی ان سے محبت

امام اسحاق، الطبرانی، بغوی اور ابو عمر نے ثقہ راویوں سے حضرت محمد بن عقیل سے، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم، ابن عساکر نے ابن اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے، حاکم نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عقیل نے فرمایا: اے عقیل! ابو یزید! میں تم سے دو محبتیں کرتا ہوں ایک محبت رشتہ داری کی دوسری اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ میرے چچا تم سے محبت کرتے تھے۔ ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عقیل سے فرماتے تھے: میں تم سے دو محبتیں کرتا ہوں! ۱- ایک تمہارے لئے محبت۔ ۲- دوسری محبت اس لیے کہ تم میرے چچا کے پسندیدہ ہو۔

۳- آپ کا انہیں مرحبا کہنا

امام بغوی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ابو یزید! خوش آمدید! صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے عرض کی: بھلائی کے ساتھ! رب تعالیٰ آپ کی صبح بھلائی کے ساتھ کرے! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴- نسب کے علم اور ایام عرب کے ماہر

زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ وہ ان کے آباء کے

متعلق سب سے زیادہ جانتے تھے۔ان کے لئے ایک چٹائی تھی جسے مسجد میں بچھایا جاتا تھا۔وہ اس پر نماز پڑھتے تھے۔ ایام عرب اور نسب کے بارے میں جاننے کے لئے لوگ جمع ہو جاتے۔وہ سب سے تیزی سے جواب دیتے تھے۔اسے نظر ثانی کے لئے ان کی طرف لوٹا دیتے تھے۔وہ ان سب سے زیادہ اس میں بلیغ تھے۔

۵-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف جانا

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عقیل عراق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے کچھ مانگا۔انہوں نے کہا: اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس مال کے متعلق لکھ دیتا ہوں جو ینبع میں ہے میں اس میں کچھ تمہیں عطا کر دیتا ہوں۔انہوں نے کہا: میں اس شخص کے پاس جا رہا ہوں جو میرے لئے تم سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔انہوں نے ان کی قدردانی کی۔ابو عمر نے لکھا ہے: حضرت عقیل، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے وہ حضرت معاویہ کے پاس گئے۔وہ ان کے ہاں ٹھہر گئے گمان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت معاویہ نے انہیں کہا: یہ ابو یزید ہیں۔اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ اپنے بھائی سے بہتر ہیں تو یہ میرے پاس نہ ٹھہرتے۔انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔حضرت عقیل نے کہا: میرے برادر محترم میرے دین میں میرے لئے بہتر ہیں تم میری دنیا میں میرے لیے بہتر ہو۔

ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عقیل بصرہ پھر کوفہ پھر شام چلے گئے۔حضرت مسلم اور یزید ان کے بیٹے تھے انہی پر ان کی کنیت تھی۔

✿✿✿

ساتواں باب

جناب ابو طالب کی بیٹیاں

ان کی دو بیٹیاں تھیں۔۱-ام ہانی۔ان کا نام فاختہ یا ھند تھا۔فتح مکہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ان کا نکاح ھبیرہ بن ابی وھب سے ہوا تھا۔وہ نجران کی طرف بھاگ گیا تھا۔حالت شرک پر ہی مرا تھا۔۲-جمانہ۔ان کا نکاح ان کے چچا زاد حضرت ابو سفیان بن حارث سے ہوا تھا۔ان سے اولاد بھی ہوئی تھی۔

✿✿✿

آٹھواں باب

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے بعض مناقب

۱-نام نامی، وصال اور اولاد

جاہلیت اور اسلام میں ان کا نام فضل تھا۔ابو عبداللہ یا ابو محمد کنیت تھی۔ چہرہ کے اعتبار سے سب سے خوبصورت تھے۔
امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مزدلفہ سے منیٰ تشریف لے گئے، تو آپ کے پیچھے حضرت فضل رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ان خوش نصیب افراد میں شامل تھے جنہوں نے آپ کو غسل دیا اور دفن کیا تھا، پھر وہ جہاد کرنے کے لئے شام چلے گئے تھے۔اردن کی ایک جانب طاعون عمواس میں وصال فرمایا۔
اس وقت ۱۲ھ تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ان کے لخت جگر کا نام محمد تھا۔اسی پر ان کی کنیت تھی۔ ان کی اولاد ایک بیٹی ہی تھی۔جنہیں ام کلثوم کہا جاتا تھا۔وہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری کی زوجیت میں تھیں۔

✿✿✿

نواں باب

حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-نام اور کنیت

یہ اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔

۲-جودوکرم

یہ کریم اور جمیل تھے۔خوبصورت تھے۔جمال میں اپنے والد گرامی کے مشابہ تھے۔یہ سخی، فیض اور قابل ستائش تھے۔
وفدان کے پاس آتے تھے۔وہ فرماتے تھے: اگر عطا کرنے میں لذت نہ ہوتی میں محامد کی پوشاک زیب تن نہ کرتا۔ایک دن ان کے پاس چھ ہزار دراھم آئے انہوں نے اس روز انہیں تقسیم کر دیا۔ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتے تھے اہل مدینہ صبح و شام انہی کے پاس کھاتے تھے۔انہوں نے سب سے پہلے راستوں پر دستر خوان بچھانے کا طریقہ رائج کیا۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی سفر میں کسی عرب کے خیمہ کے پاس اترے۔ اعرابی نے ان کی شکل اور حسن و جمال دیکھا تو بہت متاثر ہوا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا ہمارے مہمان کے لئے کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہمارے پاس اس چھوٹی سی بکری کے علاوہ کچھ بھی نہیں جس کے دودھ پر تمہاری بچی کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اس نے کہا: اسے ضرور ذبح کرنا ہوگا۔ عورت: کیا تو اپنی بچی کو قتل کر دے گا؟ اس نے کہا: اگرچہ یہ بھی ہو جائے۔ اس نے چھری لی اور بکری لی۔ اسے ذبح کرنے لگا۔ اس کا چمڑا اتارنے لگا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا جارتی لا توقظی البنیة ان تو قظیها تنتحب علیه

و تنزع اشفرة من یدیه

ترجمہ: اے میری لونڈی! میری نور نظر کو بیدار نہ کرنا۔ اگر تو نے اسے بیدار کر دیا تو وہ مجھ پر پھوٹ پھوٹ کر روئے گی۔ وہ میرے ہاتھ سے چھری کو نیچے گرا دے گی۔

پھر اس نے اسے بطور کھانا پکایا اسے اٹھایا اور اسے حضرت عبید اللہ اور ان کے غلام کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ حضرت عبید اللہ نے ان میاں بیوی کا مکالمہ بکری کے بارے میں سن لیا تھا۔ جب انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا تو اپنے غلام سے کہا: تیرے لئے ہلاکت! تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا: پانچ سو دینار جو آپ کے خرچہ سے زائد ہیں۔ انہوں نے کہا: وہ اعرابی کو دے دو۔ اسے بتا دو کہ ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ غلام نے کہا: سبحان اللہ! آپ اسے پانچ سو دینار دے رہے ہیں اس نے ہمیں ایسی بکری دی ہے جو پانچ دراہم کی بھی نہیں۔ حضرت عبید اللہ نے فرمایا: بخدا! وہ ہم سے زیادہ سخی اور جواد ہے ہم اسے اپنی رقم کا کچھ عطا کر رہے ہیں۔ اس نے ہم پر سخاوت کی۔ ہمیں اپنے نفس، اولاد اور ہر چیز پر ترجیح دے دی ہے۔

امام احمد نے ان سے ایک روایت نقل کی ہے۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے لیکن حبیب نے حضرت ابوایوب سے نہیں سنا۔ حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا: جب وہ سرزمین روم جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ حضرت معاویہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ان پر جفا کی۔ جب وہ غزوہ سے واپس آئے تو ان پر جفا کی، مگر انہوں نے سر نہ اٹھایا۔ فرمایا: مجھے حضور اکرم ﷺ نے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم آپ کے بعد ترجیح دیکھیں گے۔ حضرت امیر معاویہ نے پوچھا: آپ نے تمہیں کس چیز کا حکم دیا؟ انہوں نے فرمایا: آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا: پھر صبر کرو۔ وہ بصری میں حضرت عبد اللہ کے پاس گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں کا عامل بنایا تھا۔ انہوں نے کہا: ابوایوب! میں ارادہ کر رہا ہوں کہ آپ کو اس طرح کچھ عطا کروں جیسے آپ حضور اکرم ﷺ کو پیش کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو حکم دیا، انہوں نے آپ کے لئے کچھ جمع کیا، ہر وہ چیز انہیں عطا کر دی جس پر انہوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا۔ جب وہ جانے لگے تو پوچھا: کوئی حاجت؟ انہوں نے فرمایا: میری حاجت یہ ہے کہ میرا وظیفہ دیا جائے اور آٹھ غلام دیئے جائیں

جو میری زمین میں کام کریں۔ان کا وظیفہ چار ہزار دراہم تھا۔انہوں نے اسے پانچ گنا کر دیا۔انہیں بیس ہزار دراہم اور چالیس غلام عطا کر دیئے۔

۳-وصال،اولاد

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے: کہ انہوں نے ۵۸ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال کیا یا شام میں یا یمن میں وصال کیا۔اس وقت ان کی عمر مبارک اسی سال سے زیادہ تھی۔ان کے ہاں بہت سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

✿✿✿

دسواں باب

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-اسم مبارک

یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ابن ابی عاصم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت قثم کو پکڑتے تھے جب کہ وہ بچے تھے انہیں اپنے سینے پر بٹھا لیتے تھے وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

یا قثم یا شبیه ذی الکرم منا و ذی الانف الاشم برغم من زعم

ترجمہ: اے قثم! اے ہم میں سے کریم ذات کے مشابہ! بلند ناک والے کے مشابہ۔اس شخص کو رسواء کر کے جو لالچ کرتا ہے۔

۲-وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے، ۳-آپ حضرت قثم کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے

امام احمد، ابوعمر و اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: کاش! تم مجھے قثم اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو دیکھ لیتے۔جب کہ ہم بچے تھے۔ہم کھیلا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس سے گزرتے۔آپ فرماتے: اسے اوپر میری طرف بلند کرو۔آپ مجھے اٹھاتے اور اپنے آگے سوار کر لیتے۔آپ نے حضرت قثم کے لئے فرمایا: اسے میرے لئے اوپر اٹھاؤ۔انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیتے۔حضرت عبیداللہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت قثم سے زیادہ پیارے تھے۔آپ قثم کو اٹھا لیتے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے تھے۔آپ نے تین بار میرے سر پر دست اقدس پھیرا۔یہ دعا مانگی: مولا! جعفر کی اولاد میں قائم مقام ہو جا۔

ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔میں

بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ مجھے اور بنو عباس میں سے ایک بچے کو سواری پر سوار کر لیا۔ ہم تین تھے۔

۴-وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سے سب سے آخر میں نکلے تھے

حاکم نے تاریخ نیسا پور میں لکھا ہے: حضرت قثم حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے نکلے تھے۔ حضرت ام الفضل کی روایت۔ بہت سی اسانید کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک حصہ میرے گھر میں گر پڑا ہے۔ میں یہ خواب دیکھ کر گھبرا اٹھی۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور اس خواب کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اچھا خواب ہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر شہزادہ پیدا ہوگا۔ تم اپنے لخت جگر قثم کے دودھ کے ساتھ اس کی بھی کفالت کرو گی۔ انہوں نے فرمایا: حضرت حسن کی ولادت ہوئی۔ میں ان کے پاس گئی۔ انہیں دودھ پلایا، حتیٰ کہ وہ چلنے پھرنے لگے میں انہیں بارگاہِ رسالت لے کر آئیں۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا۔

۵-ان کا وصال

وہ خراساں کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ سہیل بن عثمان بھی تھے حضرت معاویہ نے سعد کو خراسان کا والی بنایا تھا۔ حضرت سعد نے انہیں کسی غزوہ میں کہا: چچازاد! میں تمہارے لئے ایک سو حصے نکالوں گا۔ انہوں نے کہا: میرے لئے ایک حصہ اور میرے گھوڑے کے لئے دو حصے کافی ہیں یہی مسلمانوں کا آئین ہے۔ انہوں نے سمرقند میں وصال فرمایا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے وہاں جام شہادت نوش کیا۔ ان کی اولاد نہ تھی۔

۶-ان کے محاسن اخلاق

بلاذری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: وہ جواد تھے جب ان سے کچھ مانگا جاتا تو عطا فرما دیتے تھے۔ دیکھتے جوان کے لئے جان کی بازی لگاتا۔ اس پر فضل و کرم کی حد کر دیتے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

۱-ولادت، نام، کنیت اور حلیہ

ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں ولادت ہوئی۔ ابھی بنو ہاشم اس سے باہر نہ نکلے تھے۔ جب حضور اکرم

ﷺ کا وصال ہوا تو ان وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ بہت دراز قد تھے۔ جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو گویا کہ ارد گرد کے لوگ پیدل ہوتے اور وہ سوار ہوتے۔ اس کے باوجود وہ اپنے والد گرامی کے کندھوں تک ہوتے تھے۔ جب کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت عبد المطلب کے کندھوں تک ہوتے تھے۔ الطائی نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں گھٹی دی۔ لعاب دہن کے ساتھ گھٹی دی۔ یہ دعا مانگی: مولا! اس میں برکت ڈال۔ اس سے (دین کو) پھیلا، اسے حکمت کی تعلیم دے۔ آپ نے ان کا نام ترجمان القرآن رکھا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک ۱۳ سال تھی۔ انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے خود ہی بیان کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو میری عمر دس سال تھی۔

میں نے المفصل سورتیں پڑھ لی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے۔ اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی اور میرا ختنہ ہوا تھا۔ محب الطبری نے لکھا ہے کہ شاید یہی روایت زیادہ بہتر ہے۔ جو ان سے روایت ہے حجۃ الوداع کے وقت میں بالغ ہوا تھا۔ ابو عمر نے پہلے قول کو درست قرار دیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوا تھا۔ ہم اس وقت شعب ابی طالب میں تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت میری عمر تیرہ سال تھی۔ انہوں نے ان سے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت میری عمر پندرہ (۱۵) سال تھی۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ ان کے بال طویل تھے وہ خود بھی طویل اور سفید اور سرخ رنگت کے تھے۔ بڑے جسم والے، بڑے حسین اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ داڑھی کو ورس سے یا مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس کی طرف دیکھا وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ اس نے ان کی ہیبت کو دیکھا۔ لمبے قد کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا: رب تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے؟ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس بہت طویل تھے۔ رنگت سرخ و سفید تھی۔ جسم بھاری تھا۔ باجمال تھے۔ خوبصورت چہرہ رکھتے تھے۔ ان کی دو مینڈھیاں ہوتی تھیں (الطبرانی) انہوں نے حسن سند کے ساتھ حسین علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس کو دیکھا منیٰ کے دن تھے۔ ان کے بال لمبے تھے۔ انہوں نے ازار باندھا ہوا تھا۔ اسے تھوڑا سا پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔ ان پر زرد چادر تھی۔ انہوں نے صحیح سند سے حضرت حبیب بن ابی ثابت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس کی زیارت کی۔ ان کے بال لمبے تھے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی ان کے متعلق بشارت

الطبرانی نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت ام الفضل

نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ میں گزر رہی تھی حضور اکرم ﷺ حجر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ام الفضل! میں نے عرض کی: لبیک یارسول اللہ! ﷺ۔ فرمایا: تمہارے صدف شکم میں ایک بچہ ہے۔ انہوں نے عرض کی: وہ کیسے؟ حالانکہ قریش نے عہد کیا ہے کہ وہ عورتوں کو بچے نہیں جننے دیں گے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ہوگا۔ جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ جب وہ اس دنیا میں آجائے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو میں اسے لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگئی۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ لعاب دہن سے اسے گھٹی دی۔ فرمایا: اسے لے جاؤ۔ تم اسے بہت دانا پاؤ گی۔ میں نے حضرت عباس کو بتایا تو وہ مسکرائے۔ ابونعیم کے الفاظ ہیں: ابوالخلفاء کو لے جاؤ۔ میں نے حضرت عباس کو بتایا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: تو آپ نے فرمایا: اس طرح ہوگا جیسے میں نے بیان کیا ہے۔ یہ ابوالخلفاء ہے، حتیٰ کہ اس سے سفاح پیدا ہوگا حتیٰ کہ اس سے مہدی پیدا ہوگا اس کی اولاد سے وہ پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔

۳- آپ کی ان کے لئے دعا

امام احمد اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے میرے کندھے یا شانے پر ہاتھ رکھا۔ عرض کی: مولا! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما، اور تاویل کا علم سکھا۔ انہوں نے الکبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم بہت اچھے ترجمان القرآن ہو۔ جبرائیل امین نے دو دفعہ تمہارے لئے دعا کی ہے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سینے پر رکھا۔ انہوں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر یہ دعا مانگی: مولا! ان کا پیٹ حکمت اور علم سے بھر دے۔ انہوں نے کسی شخص کے مسئلے سے اپنے سینے میں وحشت محسوس نہیں کی۔ وہ تادم وصال اس امت کے متبحر عالم رہے۔ ابن ماجہ، ابن سعد اور الطبرانی نے الکبیر میں ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! انہیں حکمت اور کتاب کی تاویل سکھا۔

۴- علمی وسعت، حبر امت

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ۱۶۶۰ احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے ۹۵ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔ جب کہ ۱۲۰ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں، اور ۴۹ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔

امام بیہقی نے مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر میں تقریباً ایک سو احادیث ثابت ہیں۔

ان سے حضرات ابن عمر، انس، ابوالشعثاء، ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہم نے اور تابعین سے ان گنت لوگوں نے روایت کیا ہے۔

امام احمد وغیرہ نے لکھا ہے: آپ صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ فتویٰ دیتے تھے۔ مجاہد نے لکھا ہے: لیکن کثرت علم کی وجہ سے انہیں حبر کہا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر بغاوت کر دے تو رب تعالیٰ باغی کو

ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ وہ اپنی زبان کے کنارے کو پکڑ لیتے وہ فرماتے: تیرے لئے ہلاکت! خیر کی بات کر۔ تجھے فائدہ ہو گا اور بری بات سے رک جا تو سلامتی پا جائے گی۔ جب اس کے متعلق ان سے عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: مجھے علم ہوا ہے کہ روز حشر بندے کے لئے زبان کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو گی جو زبان سے زیادہ مستحق ہو۔ انہوں نے فرمایا: جب دینار اور درہم بنائے گئے تو ابلیس نے انہیں پکڑ لیا۔ انہیں اپنی آنکھوں سے لگایا۔ کہا: تم میرے دل کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ تمہارے ساتھ میں بغاوت کروں گا۔ تمہارے ساتھ آگ میں داخل کروں گا۔ تمہارے ساتھ میں کفر کروں گا۔ میں بنو آدم کو مجبور کروں گا کہ وہ دنیا سے محبت کریں۔ جو ان سے پیار کرے گا وہ میرا بندہ بن جائے گا۔ یہ صحیح ہے دینار اور دراھم کی محبت پر لغزش کی بنیاد ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس قوم میں بغاوت ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں دو موتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿٨٩﴾ (الشعراء: ٨٩)

ترجمہ: مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ کے حضور قلب سلیم۔

یہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہر مومن اور فاجر کا رزق حلال رب تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ صبر کرتا ہے تو رب تعالیٰ اسے دے دیتا ہے اگر وہ جزع کرتا ہے وہ حرام لیتا ہے تو رب تعالیٰ اس کے رزق حلال میں کمی کر دیتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا حلق کرتا ہے پھر وہ ان کلمات سے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔

بسم الله، ماشاء الله، لا يسوق الخير الا الله بسم الله ما شاء الله لا يصرف السوء الا الله بسم الله ماشاء الله ما كان من نعمة فمن الله بسم الله ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله العظيم۔

جس نے اسے پڑھا۔ وہ ہر مصیبت، آفت، دشمن، ظالم، شیطان، سلطان، سانپ اور بچھو سے محفوظ ہو گیا۔ جو یوم عرفہ کو غروب آفتاب کے وقت یہ پڑھے گا تو رب تعالیٰ اسے صدا دے گا: اے میرے بندے! تو نے مجھے راضی کر دیا ہے۔ میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں جو چاہو مجھ سے مانگو۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم وہ کچھ تجھے دوں گا۔ انہوں نے فرمایا: مریض کی پہلی بار زندگی سنت اور اس سے زائد نفل ہے۔

سعید بن منصور، ابن سعد، بخاری، ابن جریر، ابن منذر اور الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق مجھے بدر کے شیوخ میں داخل کرتے تھے۔ وہ اہل بدر کو اذن دیتے تو ان کے ساتھ مجھے بھی اذن دیتے تھے۔ کسی نے کہا: آپ اس جوان کو کیوں داخل کرتے ہیں؟ ہمارے بیٹے اس کی مثل ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تم وہ ہو جو یہ جانتے ہو۔ ایک دن انہیں بلایا۔ مجھے بھی ان کے ہمراہ بلایا۔ انہوں نے مجھے اس لئے بلایا تھا۔ انہوں

نے مجھے دکھانے کے لئے انہیں بلایا تھا۔ انہوں نے ان سے پوچھا اس آیت طیبہ کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ (النصر:۱)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح (نصیب ہو جائے)۔

کسی نے کہا: رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں۔ اس سے مغفرت طلب کریں جب رب تعالیٰ کی نصرت آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے۔ کسی نے کہا: میں نہیں جانتا۔ کچھ خاموش رہے۔ انہوں نے مجھے پوچھا: ابن عباس! کیا تم بھی اس طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کی: یہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کی خبر تھی۔ رب تعالیٰ نے آپ کو آپ کے وصال کے متعلق بتایا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے بھی یہی ہے۔ اس مشاہدہ کے بعد تم مجھے اور کیوں ملامت کرتے ہیں۔

ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس سے فرمایا: بخدا! آپ کا چہرہ ہمارے سارے جوانوں سے حسین ہے۔ آپ عقل کی رو سے ان سے بہتر ہیں۔ کتاب الٰہی کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن عباس کتنے بہترین ترجمان القرآن ہیں۔ وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد تقریباً ۳۵ سال زندہ رہے۔ لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ساری اطراف سے ان کے پاس آتے تھے۔ حضرت طاؤس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا جب وہ حضرت ابن عباس سے مذاکرہ کر رہے ہوتے ان کی مخالفت کرتے وہ اپنی بات منواتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کے قول پر راضی ہو جاتے۔ حضرت مجاہد سے روایت ہے: میں نے کسی جوان کو نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حسین ہو۔ وہ اس وقت اتنا خوبصورت لگتا ہو جب وہ قال رسول اللہ ﷺ کہتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اصم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت امیر معاویہ حج کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پورا کارواں تھا جو ان سے علم حاصل کرتا تھا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبد الملک بن مسرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ستر یا اسی شیوخ صحابہ کرام سے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک بھی حضرت ابن عباس کی مخالفت نہیں چاہتا تھا وہ جب بھی ان سے ملاقات کرتے تو وہ کہتے: بات آپ کی درست ہے۔ یا آپ نے سچ کہا ہے: مسروق اور اعمش نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم حضرت ابن عباس کو دیکھ لیتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے حسین ہیں۔ جب وہ محو تکلم ہوتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے فصیح ہیں۔ جب وہ روایت بیان کرتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ اعمش نے کہا: جب وہ خاموش ہو جاتے تو تم کہتے: یہ تو سارے لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سفیان بن ابی وائل سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس نے ہمیں خطبہ دیا۔ حج کا زمانہ تھا۔ انہوں نے سورۃ النور سے آغاز کیا یا سورۃ البقرہ سے آغاز کیا وہ پڑھنے لگے متغیر ہونے لگے۔ میں نے کہا: میں نے اس طرح کا

کلام نہ سنا ہے نہ ہی ایسی شخصیت دیکھی ہے اگر انہیں ایرانی رومی اور بستیوں والے سن لیتے تو وہ اسلام لے آتے۔ الطبرانی نے حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمارے اس منبر پر کھڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے شاید عرفہ کی رات کہا: وہ سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھتے اور ان کی تفسیر بیان کرتے یا ایک ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے۔ وہ نجد اور مغرب کی طرف رخ کرتے۔ الطبرانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت ابن عباس کا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: وہ ایک حسین جوان ہے اس کی زبان بہت زیادہ سوال کرنے والی ہے۔ اس کا دل بہت زیادہ سمجھنے والا ہے۔ دوسری روایت میں ہے۔ ان کی زبان بہت زیادہ پوچھنے والی اور دل بہت زیادہ سمجھنے والا ہے۔

ابن جوزی نے حضرت عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے اس آیت طیبہ کے بارے پوچھا:

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ (الانبیاء: ۳۰)

ترجمہ: آپس میں ملے ہوتے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا۔

انہوں نے کہا: اس شیخ کے پاس جاؤ۔ ان سے پوچھو: انہوں نے کہا: آسمانوں میں پھٹن تھی وہ بارش نہ برساتے تھے۔ زمین میں درزیں تھیں وہ سبزہ نہ اگاتی تھی۔ اس نے آسمان کو بارش سے پھاڑا زمین کو نباتات سے پھاڑا۔ وہ شخص حضرت ابن عمر کے پاس گیا۔ انہیں بتایا: انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو علم عطا کیا ہے جسے وہ بیان کرتے ہیں۔ میں تعجب کرتا تھا کہ وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرنے کی جرأت کیسے کر لیتے ہیں۔ اب مجھے علم ہوا ہے کہ انہیں علم و حکمت عطا کی گئی ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ میں نے ایک انصاری شخص سے کہا: آؤ ہم صحابہ کرام سے علم سیکھتے ہیں۔ آج ان کی تعداد کثیر ہے۔ میں نے عرض کی: بخدا! یا ابن عباس! تعجب ہے۔ لوگ آپ کے محتاج ہیں، اور لوگوں میں آپ صحابہ کرام کی جستجو کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی مسئلہ کی طرف توجہ کرتا۔ میں صحابہ کرام کی جستجو میں رہتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ کسی صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت سنی ہے۔ میں اس کی طرف جاتا میں اسے سویا ہوا پاتا۔ میں اس کے دروازے پر اپنی چادر کا سہارا لے لیتا۔ ہوا مٹی اڑا کر میرے چہرے پر پھینکتی حتیٰ کہ وہ شخص باہر آجاتا جب وہ مجھے دیکھتا تو کہتا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد! آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ میں کہتا: مجھے علم ہوا ہے کہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث پاک سنی ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ وہ آپ سے سنو۔ وہ کہتا: آپ نے میری طرف پیغام کیوں نہ بھیجا کہ میں خود حاضر ہو جاتا۔ میں کہتا: تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ میں تمہاری خدمت میں حاضر ہوں۔ وہ شخص مجھے دیکھتا۔ صحابہ کرام کا وصال ہو گیا ہے۔ لوگ منقول کے محتاج ہو گئے ہیں۔ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔

حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی محفل کو نہیں دیکھا جو خیر کے اعتبار سے حضرت ابن عباس کی محفل سے عمدہ ہو۔وہاں حلال وحرام، عربی، انساب اور اشعار سیکھے جاتے تھے۔حربی نے عطاء سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی محفل میں اشعار، انساب، ایام عرب، ان کے واقعات کے لیے آتے تھے کچھ علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ہر قسم جو پسند کرتی ہے۔اسے اسی طرح کی توجہ ملتی تھی۔

ابن عمر نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس علم میں لوگوں سے اس طرح بلند تھے جیسے لمبی کھجور وادی میں چھوٹے پودوں سے بلند ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے فرمایا: میں کسی کو نہیں جانتا جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم ہو۔رائے میں پختہ ہو یا ان سے زیادہ غور وفکر میں صائب ہو۔حضرت عمر فاروق انہیں مشکلات کے لیے تیار کرتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا اجتہاد بھی تھا، اور مسلمانوں کے لئے ان کا غور وفکر بھی تھا۔

قاسم بن محمد سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے ان کی محفل میں باطل کو نہ دیکھا میں نے کوئی فتویٰ ایسا نہ دیکھا جو ان کے فتویٰ سے زیادہ سنت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔صحابہ کرام انہیں بحر اور حبر کہا کرتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہرقل نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر ان میں نبوت میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے ان سوالات کے جوابات دیں جو میں ان سے پوچھوں گا۔اس نے ان سے کہکشاں، قوس قزح اور زمین کے اس ٹکڑے کے متعلق پوچھا جسے دھوپ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے لگی تھی۔

جب ان کے پاس اس کا مکتوب اور قاصد آیا تو فرمایا: میں آج ان سے یہی سوال کرنا چاہتا تھا۔انہوں نے وہ مکتوب لپیٹا اور اسے حضرت ابن عباس کی طرف بھیج دیا۔انہوں نے اس کے جواب میں لکھا: قوس قزح اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان ہے۔کہکشاں آسمان کا وہ دروازہ ہے جہاں سے شق ہوگا۔وہ قطعۂ زمین جسے صرف ایک بار دھوپ پہنچی تھی۔وہ سمندر ہے جسے بنو اسرائیل کے لئے شق کیا گیا تھا۔

۵-بعض خوارج نے ان کی بات مان لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قتال سے رک گئے

بکار بن قتیبہ نے اپنی مشیخته میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: خوارج جمع ہوئے۔ان کی تعداد چھ ہزار یا چوبیس ہزار تھی میں نے عرض کی: امیر المومنین! نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھیں۔شاید میں اس قوم کے راہ نما سے ملاقات کرلوں۔انہوں نے فرمایا: مجھے آپ کے متعلق ان سے خطرہ ہے۔میں نے کہا: ہرگز نہیں۔میں اس سے کنارہ کش ہونے پر پوری طرح قادر ہوں۔میں ان کے پاس گیا وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے۔میں ایسی قوم کے پاس گیا میں نے کسی قوم کو نہ دیکھا جو ان سے زیادہ کوشش کرنے والا ہو جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: تم میں ایک ان کی نماز

کے سامنے اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: خوش آمدید! ابن عباس! آپ کیسے آئے ہیں؟ میں نے کہا: میں صحابہ کرام کے متعلق تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ وحی کا نزول ہوا وہ اس کی تاویل کو سب سے بہتر جانتے ہیں، بعض نے کہا: ان سے بات نہ کرو۔ بعض نے کہا: ہم ان سے ضرور بات کریں گے۔ میں نے ان سے کہا: تم حضور اکرم ﷺ کے چچازاد اور داماد سے یہ انتقام کیوں لے رہے ہو؟ وہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ صحابہ کرام بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم تین امور کی وجہ سے ان سے انتقام لے رہے ہیں۔ میں نے کہا: وہ کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا: انہوں نے دین الٰہی میں مردوں کو حکم بنایا ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط (الانعام:۵۷)

ترجمہ: نہیں ہے حکم (کسی کا) سوائے اللہ کے۔

میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے قتال کیا۔ نہ تو کسی کو قیدی بنایا نہ ہی مال غنیمت لیا۔ اگر وہ کافر تھے تو ان کے اموال حلال تھے۔ اگر وہ اہل ایمان تھے تو ان کے خون ان پر حرام تھے۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: انہوں نے خود کو امیر المؤمنین سے بچایا ہے۔ اگر وہ امیر المؤمنین نہ تھے تو پھر کافرین کے امیر تھے۔ میں نے کہا: اگر میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت مصطفیٰ ﷺ سے کچھ پڑھ کر سناؤں جسے تم عجیب نہ سمجھو کیا تم لوٹ آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: رب تعالیٰ کے دین حق میں مردوں کو حکم بنایا گیا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ (المائدہ:۹۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ مارو شکار کو جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو، اور جو قتل کرے شکار کو تم میں سے جان بوجھ کر تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسی قسم کا جانور دے جو اس نے قتل کیا ہے فیصلہ کریں دو معتبر آدمی تم میں سے۔

رب تعالیٰ نے عورت اور اس کی بیوی کے متعلق کہا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ج (النساء:۳۵)

ترجمہ: اگر خوف کرو تم ناچاقی کا ان کے درمیان تو مقرر کرو ایک پنچ مرد کے کنبہ سے اور ایک پنچ عورت کے کنبہ سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مہاجرین کو تعلیم دیتا تھا۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے میں منیٰ میں ان کے خیمے میں تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ یہ حضرت عمر کے آخری حج کا موقعہ تھا جب حضرت عبدالرحمٰن میرے پاس لوٹ کر آئے تو انہوں نے فرمایا: کاش! آپ اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المؤمنین کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو کہتا کہ عمر کا وصال ہو

گیا تو میں فلاں کی بیعت کروں گا۔حضرت ابوبکر کا وصال اچانک ہو گیا تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے پھر کہا: انشاء اللہ! میں آج شام کے وقت لوگوں کے درمیان کھڑا ہوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو لوگوں کے ایسے امور میں دخل دیتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کی: امیرالمؤمنین! آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ یہ حج کا موقعہ ہے۔ان پڑھ اور کم سمجھ لوگ جمع ہیں۔آپ جب لوگوں کے مابین کھڑے ہوں تو آپ کے قریب یہی لوگ غالب ہوں گے۔مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کھڑے ہوں گے اور بات کریں گے تو ہر شخص اپنا مطلب نکالے گا اور وہ بات سمجھ نہیں سکیں گے اور اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھیں گے۔آپ تھوڑا ٹھہر جائیں حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ آئیں۔وہ دارالہجرۃ اور دارالسنتہ ہے۔وہاں صرف اہل فقہ اور معزز لوگ آپ کے پاس ہوں گے۔آپ جو کہیں گے اطمینان سے کہیں گے۔اہل علم اس بات کو یاد رکھیں گے۔اس کو صحیح امر پر محمول کریں گے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انشاء اللہ! میں مدینہ طیبہ میں جس مقام پر کھڑا ہوں گا۔یہی بات بیان کروں گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم ذوالحجۃ کے آخری دنوں میں مدینہ طیبہ آئے۔جب جمعہ کا دن تھا تو سورج ڈھلتے ہی میں نے نماز کی طرف جانے کے لیے جلدی کی، حتیٰ کہ میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو منبر کے پاس پایا۔میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔تھوڑی دیر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔میں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو میں نے حضرت سعید سے کہا: آج خطبہ جمعہ پہ ایسی گفتگو کریں گے کہ خلیفہ بننے سے لے کر آج تک ایسی بات کبھی نہیں کی۔حضرت سعید نے انکار کرتے ہوئے کہا: مجھے تو ایسی امید نہیں کہ وہ ایسی بات کریں گے۔جو اس سے پہلے کبھی نہ کی ہو۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے جب مؤذن خاموش ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔رب تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا: امابعد! میں تم سے ایک بات کرنے والا ہوں۔جن کا کہنا میری تقدیر میں لکھا گیا ہے۔میں نہیں جانتا شاید یہ میرے وصال سے قبل کی گفتگو ہو۔جو اس کو سمجھے اور یاد کرے تو اسے بیان کرے۔جہاں اس کی سواری پہنچے اور جسے اندیشہ ہو کہ وہ اس کو نہیں سمجھے گا۔میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ بولے۔رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی۔جو رب تعالیٰ نے نازل فرمایا۔اس میں آیت رجم بھی ہے ہم نے اسے پڑھا۔اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کیا۔اس کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ لمبا ہو جائے گا تو کوئی کہنے والا کہے ہم تو کتاب اللہ میں آیت رجم نہیں پاتے ہیں۔وہ ایسے فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے جسے رب تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔رجم کتاب اللہ میں زانی پر حد ہے۔جب مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو۔جب دلیل قائم ہو جائے یا حمل ہو جائے یا وہ اعتراف کر لے، پھر ہم جو کتاب اللہ میں پڑھتے تھے ہم اس میں یہ بھی پڑھتے تھے کہ تم اپنے آباء سے انحراف نہ کرو کیونکہ اپنے آباء سے انحراف کرنا تمہاری ناشکری ہے۔خبردار، پھر آپ نے فرمایا: میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔تم یوں کہو: عبداللہ و رسولہ، پھر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی ایک کہتا ہے: اللہ کی قسم! اگر عمر وصال کریں گے تو میں ان کی جگہ بیعت کروں گا۔تمہیں

کوئی شخص یہ کہہ کر فریب میں نہ ڈالے کہ سیدنا صدیق اکبر کا وصال اچانک ہو گیا تھا۔ ارے! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، لیکن رب تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا۔ تم میں سے کوئی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثل نہیں ہے جس کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر کسی کی بیعت کرے گا، تو جس نے بیعت کی اور جس کی بیعت کی وہ دونوں دھوکے سے مارے جائیں گے، اور ہماری داستان یوں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ وہ بنو سقیفہ کی حویلی میں جمع ہو گئے۔ ہم میں سے حضرات علی، زبیر اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی۔

مہاجرین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر سے عرض کی: صدیق اکبر! ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلو ہم انہی کے ارادہ سے چلے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان کے دو نیک خصلت شخص ملے انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا جس پر انصار متفق ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا: اے گروہ مہاجرین! تم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا: ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: تم ان کے پاس نہ جاؤ۔ اپنا فیصلہ خود کر لو۔ میں نے کہا: بخدا! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے، حتیٰ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے دوسروں کے مابین بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا: انہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہیں بخار ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے خطیب نے کلمہ طیبہ پڑھا، پھر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر کہا: اما بعد! ہم رب تعالیٰ کے انصار اور لشکر اسلام تھے۔ مہاجرین! تم ایک علیحدہ گروہ تھے جو اپنی قوم سے نکل کر آئے تھے۔ اب وہ گروہ ہمیں جڑ سے اکھیڑنا چاہتا ہے ہمیں خلافت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ جب وہ خطیب خاموش ہوا تو میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ایک عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے وہ تقریر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان کا غصہ دور کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے گفتگو کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ میں نے انہیں ناراض کرنا پسند نہ کیا انہوں نے گفتگو شروع کی وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور صاحب وقار تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے ذہن میں جو عمدہ تقریر تیار کر رکھی تھی۔ انہوں نے اسے فوراً کر دیا، بلکہ اس سے عمدہ تقریر کر دی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے اپنے بارے میں خیر اور بھلائی کا تذکرہ کیا ہے تم فی الحقیقت اسی کے اہل ہو لیکن خلافت تو صرف قبیلہ قریش کے لیے جائز ہے یہ نسب اور گھرانے کے اعتبار سے عربوں سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لئے ان دو امور کو پسند کرتا ہوں تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو۔ انہوں نے میرا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا وہ ہمارے مابین بیٹھے ہوئے تھے مجھے اس کے علاوہ ان کی کوئی بات ناپسند نہ تھی۔ بخدا! مجھے آگے کر کے میری گردن اڑا دیا جائے جب کہ میں بے گناہ ہوں مجھے اس سے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اس قوم پر حکمرانی کروں جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ الا یہ کہ وقت مرگ میرا نفس اور خیال پیدا کر دے۔ اب تو میں ایسی کوئی بات نہیں پاتا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں وہ لکڑی ہوں جس کے ساتھ اونٹ اپنا جسم رگڑتا ہے۔

میں وہ بار ہوں جسے حفاظت کے درخت کے ارد گرد لگایا جاتا ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو۔ اے گروہ قریش! شور وغل زیادہ ہوا تو میں اختلاف کی وجہ سے ڈر گیا۔ میں نے کہا: ابوبکر! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو میں نے ان کی بیعت کر لی، پھر دوسرے مہاجرین نے بھی ان کی بیعت کر لی، پھر انصار نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ ایک کہنے والے نے کہا: تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے کہا: بخدا! اس صورت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کوئی امر ضروری محسوس نہ ہوا۔ ہمیں اندیشہ تھا۔ ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم نے لوگوں کو اسی طرح چھوڑ دیا اور کسی کی بیعت نہ کی تو یہ ہمارے بعد کسی اور شخص کی بیعت کر لیں گے پھر ہمیں ناپسندیدگی سے اس کی بیعت کرنا پڑے گی۔ اگر ہم نے ان کی مخالفت کی تو فساد بپا ہو گا جس نے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کی جو بیعت کرنے والا اور کرانے والا دھوکے سے قتل ہو جاتے ہیں۔

ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت رافع نے کہا: حضرت ابن عباس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شریک کار تھے۔ وہ اس کے مستحق بھی تھے۔ وہ انہیں قرآن پاک سکھاتے تھے۔

۷۔ حضرت جبرائیل امین کی زیارت کرنا

امام ترمذی اور ابو عمر نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دو بار زیارت کی آپ نے دو بار میرے لئے حکمت کی دعا کی۔ دوسری روایت میں ہے۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں گیا۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے فرمایا: یہ اس امت کے متبحر عالم ہوں گے۔ اس کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ امام احمد الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں اپنے والد گرامی کے ساتھ گیا۔ ایک شخص آپ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ گویا کہ آپ میرے والد گرامی سے اعراض کر رہے تھے۔ میرے والد گرامی نے مجھے کہا: نور نظر! کیا تم نے اپنے چچا زاد کو نہ دیکھا گویا کہ وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے؟ میں نے عرض کی: والد محترم! ان کے پاس ایک شخص تھا جس کے ساتھ آپ سرگوشی فرما رہے تھے۔ ہم بارگاہ رسالت مآب میں واپس آ گئے۔ والد گرامی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عبداللہ سے اس طرح کہا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص تھا آپ اس کے ساتھ سرگوشی فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: وہ حضرت جبرائیل تھے۔ انہوں نے مجھے آپ سے مصروف رکھا ہے۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا میں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ حضرت دحیہ الکلبی سے گفتگو کر رہے تھے۔ وہ حضرت جبرائیل تھے۔ میں انہیں جانتا نہ تھا۔ انہوں نے مجھے سلام کیا۔

دوسروں کے لئے خیر سے محبت

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا: تو نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ تین خوبیاں ہیں۔ میں کتاب الٰہی پڑھتا ہوں تو میں خواہش کرتا ہوں کہ جو کچھ میں جانوں سب لوگ اسے جان لیں۔ جب میں کسی مسلمان حاکم کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ عدل کر رہا ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں، شاید میں اس کے پاس کبھی جاؤں۔ جب میں سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے کسی شہر میں بارش نازل ہوئی ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں۔ اگرچہ وہاں میرا ایک جانور بھی نہ ہو۔

۹- یہ ابوالخلفاء ہیں

ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے لے جاؤ۔ ابوالخلفاء ہے۔

۱۰- صبر و تحمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی حالت میں بھی صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ خصوصاً جب کہ ان کی بصارت ختم ہو گئی تھی۔ ان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اگر اپنے بھائی سے کسی ناپسندیدگی کی خبر ملے تو اسے تین درجات میں سے کسی ایک پر رکھتا ہوں۔

۱- یا تو وہ مجھ سے بالا درجہ ہوگا۔ میں اس کی قدر و منزلت کو جانتا ہوں۔

۲- یا وہ میری ہم مثل ہوگا تو میں اس پر مہربانی کرتا ہوں۔

۳- یا وہ درجہ میں مجھ سے کم ہوگا۔ میں اس کی طرف توجہ نہیں دیتا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے ابن عباس! جب انہوں نے اس کی ضرورت پوری کر دی تو فرمایا: عکرمہ! کیا اس آدمی کی کوئی ضرورت ہے جسے ہم پورا کریں۔ اس شخص نے از روئے ندامت اپنا سر جھکا لیا۔

حضرت عکرمہ بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس کے ساتھ تھا۔ ان کے ساتھ کھایا ایک قوم آئی اس نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما اندھے کہاں ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ (الحج: ۴۶)

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

۱۱- دین حق سے محبت

حضرت طاؤس علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رب تعالیٰ کی

حرمات کی اس طرح تعظیم کرتا ہو جیسے حضرت ابن عباس کرتے تھے۔ ابو محمد الابراہیمی نے کتاب الصلاۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ ان کی بصارت چلی گئی تو وہ شخص آیا جو آنکھوں میں سوراخ کر کے خون نکالتا تھا اس نے کہا: ہمیں اجازت دیں کہ ہم آپ کی آنکھ کا پانی نکال دیں، لیکن آپ کو پانچ دنوں تک نماز نہیں پڑھنا ہوگی۔ انہوں نے فرمایا: واللہ! ایک رکعت بھی نہیں چھوڑنا۔ میں بیان کرتا ہوں کہ جس نے ایک نماز بھی چھوڑی تو رب تعالیٰ اسے ناراضگی کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ آخری شدت جس کو مؤمن برداشت کرتا ہے وہ موت ہے۔ اس طرح ان کے والد اور دادا جان کی بینائی بھی ختم ہو گئی تھی۔

۱۲- کرم وسخاوت

روایت ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو چار ہزار دراھم دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے انہیں بنو عبد المطلب میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے کہا: ہم صدقہ قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے فرمایا: یہ صدقہ نہیں۔ بلکہ ھدیہ ہے۔

۱۳- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نفع بخش کلمات سکھائے

عبد بن حمید، خلعی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تمہیں فائدہ دیں۔ رب تعالیٰ (کے دین) کی حفاظت کرو۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس کے دین کی حفاظت کرو تم اسے اپنے آگے پاؤ گے۔ عمدہ حالات میں رب تعالیٰ کو یاد رکھو وہ تمہیں شدت میں یاد رکھے گا۔ جب مانگو تو رب تعالیٰ سے مانگو۔ جب مدد مانگو تو رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ روز حشر تک جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔ جان لو کہ اگر ساری مخلوق جمع ہو جائے کہ وہ تمہیں ایسی چیز دیں جسے رب تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں نہیں لکھا وہ اس پر قدرت نہ رکھیں گے۔ یا وہ تم سے وہ چیز روک لیں جسے رب تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اس پر قادر نہ ہو سکیں گے۔ رضا اور یقین کے ساتھ رب تعالیٰ کے لیے عمل کرو۔ جان لو نصرت صبر کے ساتھ ہے۔ ناپسندیدہ امر پر صبر خیر کثیر ہے۔ کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے تنگی کے بعد کشادگی ہے۔

۱۴- بچپن سے ہی خیر سے محبت

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی۔ شام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: کیا بچے نے نماز پڑھ لی ہے۔ اہل خانہ نے بتایا: ہاں! آپ آرام فرما ہو گئے جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آپ اٹھے وضو کیا۔ میں بھی اٹھا اور آپ کے بقیہ پانی سے وضو کیا۔ اپنی چادر اوڑھی اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان سے پکڑا اور مجھے گھما کر اپنی دائیں سمت کھڑا

کر دیا۔ آپ نے پانچ یا سات رکعتیں ادا کیں اسی کے ساتھ وتر پڑھے ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ میں نے کہا: میں آج آپ کے معمولات ضرور دیکھوں گا۔ آپ نے رات کے وقت قیام فرمایا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا۔ آپ نے پیشاب کیا۔ ہلکا سا وضو کیا، پھر آپ لوٹ آئے، پھر آپ اٹھے، پھر پیشاب کیا، پھر بہت عمدہ وضو کیا۔ رات کے وقت نماز ادا کی۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ مجھے سر سے پکڑا مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے چار، پھر چار رکعتیں ادا کیں پھر تین رکعتوں سے انہیں وتر بنا دیا پھر آپ سو گئے میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی، پھر مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے تازہ وضو نہ کیا۔ ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی۔ آپ رات کے وقت نماز پڑھنے کے لئے اٹھے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان یا سر سے پکڑا مجھے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔

امام عبدالرزاق نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی۔ آپ نے رات کے وقت قیام کیا۔ آپ روشندان کے پاس آئے، پھر تشریف لائے چہرہ انور اور ہاتھ دھوئے، اٹھے اور قیام فرمایا۔

پھر مشکیزہ کے پاس آئے تو دو وضوؤں کے مابین وضو کیا۔ اسے کثرت سے نہ کیا، پھر آپ اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ میں تیزی سے چلا تا کہ آپ مجھے دیکھ نہ لیں، پھر آپ نے قیام فرمایا۔ میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کانوں سے پکڑا اور دائیں سمت کر لیا۔ آپ نماز پڑھنے لگے۔ آپ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں ان میں دو فجر کی رکعتیں تھیں پھر آپ لوٹ گئے۔ سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے آپ کو نماز کے لئے جگایا۔ آپ نماز کے لئے چلے گئے۔ آپ نے وضو نہ کیا۔ انہوں نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھا۔ آپ اٹھے۔ آپ رات کی نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ ہر رکعت میں آپ نے سورت مزمل کے برابر قیام کیا۔

۱۵- یہ قریش کے شیخ ہیں

ابوزرعہ رازی نے العلا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آیا۔ میں نے عرض کی: میں رات تمہارے ہاں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: تم ہمارے ہاں کیسے رات بسر کرو گے۔ ہمارے پاس ایک ہی بستر ہے۔ میں نے کہا: مجھے تمہارے بستر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا آدھا

ازار نیچے بچھالوں گا۔ میں تمہارے تکیہ کے پچھلے حصے پر اپنا سر رکھ لوں گا۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت میمونہ نے آپ کو حضرت ابن عباس کی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: یہ قریش کا شیخ ہے۔

۱۶۔ مصیبت کے وقت نماز کی طرف رجوع

الطبرانی نے حضرت حسان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم گروہ انصار کو والی سے ایک کام پڑ گیا۔ ہم نے اس سے ایک مشکل کام کرانا تھا۔ ہم قریش کے کچھ افراد لے کر اس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ بات کی، اور حضور اکرم ﷺ کی ہمارے بارے میں وصیت یاد کرائی۔ کام کے مشکل ہونے کا تذکرہ کیا قوم نے معذرت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے بہت زیادہ اصرار کیا۔ بخدا! اسے کام کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

ہم باہر نکلے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں لوگ جمع تھے۔ حضرت حسان نے فرمایا: تو میں مسکرا پڑا۔ بخدا! وہ اس کے تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ نبوت کے بقیہ اور احمد مجتبیٰ ﷺ کے وارث ہیں۔

قوم نے کہا: حسان! اعتدال کے ساتھ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حسان! انہوں نے سچ کہا ہے: اعتدال کے ساتھ۔ حضرت حسان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔ انہوں نے یہ اشعار کہے۔

اذا ما ابن عباس بدالك وجهه ... رائيت له فی كل مجمعة فضلا

ترجمہ: جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ تمہارے سامنے آئے گا تو تم کو ان کے پورے جسم میں فضیلت ہی نظر آئے گی۔

اذا قال لم يترك مقالا لقائل ... بمنتظمات لاترى بينها فصلا

ترجمہ: جب وہ بات کرتے ہیں تو کہنے والے کے لئے کسی بات کو ترک نہیں کرتے۔ ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ تمہیں ان میں فاصلہ نظر نہ آئے گا۔

كفی وشفی ما فی النفوس فلم يدع ... لذی ارب فی القول جدا و هزلا

ترجمہ: وہ کافی ہوتا ہے۔ جو کچھ نفوس میں ہوتا ہے اور اس کے لئے شافی ہوتا ہے وہ کسی دانا کے لئے کوئی جھگڑا یا غیر سنجیدہ بات نہیں چھوڑتے۔

سموت الی العلياء بغير مشقة ... فنلت ذراها لا دنيا ولا و غلا

ترجمہ: تم مشقت کے بغیر ہی رفعتوں تک پہنچ گئے۔ تم نے اس کی چوٹی کو پالیا۔ نہ نکمے پن سے نہ ہی بن بلائے۔

خلقت خليقا للمروة والندى ... بليجا ولم تخلق كهاما ولا خبلا

ترجمہ: تمہیں مروت اور سخاوت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تم تاباں ہو تمہیں بزدل اور کم ہمت پیدا نہیں کیا گیا۔

والی نے کہا: کھام۔ سے مراد اس نے میری ہی ذات لی ہے۔ رب تعالیٰ میرے اور ان کے مابین ہے۔

١٧-وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال طائف میں ہوا ہم نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ایک پرندہ آیا۔اس کی طرح کا پرندہ پہلے نہیں دیکھا گیا تھا۔جو اس کی نعش میں داخل ہو گیا جب انہیں دفن کیا گیا تو ان کی قبر پر یہ آیات پڑھی گئیں۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾ (الفجر: ٢٧تا٣٠)

ترجمہ: اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی ہے شامل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

عبداللہ بن یاسین نے اپنے والد گرامی سے اس طرح روایت کیا ہے مگر انہوں نے فرمایا: سفید پرندہ آیا جسے الغرنوف کہا جاتا تھا۔یحییٰ بن بکیر نے فرمایا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وصال ٦٨ھ کو ہوا اس وقت ان کی عمر ٧١ یا ٧٢ سال تھی۔وہ اپنی داڑھی کو صفرے رنگتے تھے۔

اولاد پاک

ان کی اولاد میں سے حضرات عباس، علی البحار، فضل، محمد، عبیداللہ، لبابہ اور اسماء رضی اللہ عنہم تھے۔

❁❁❁

بارھواں باب

بعض بنو عباس کا تعارف

ان کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا

١- عبدالرحمٰن۔ان کی ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ہوئی۔ان کی اولاد نہ تھی۔یہ اپنے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔بلاذری نے لکھا ہے: ان کا وصال طاعون عمواس میں ہوا تھا لیکن مصعب نے لکھا ہے: یہ اپنے بھائی حضرت معبد کے ہمراہ افریقہ میں شہید ہوئے تھے۔اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی اور ہجرت کا پینتیسواں سال تھا۔حضرت عبداللہ بن ابی سرح بھی ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔ابن کلبی نے لکھا ہے: وہ شام میں شہید ہوئے تھے۔

۲۔ حضرت معبد رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئے، مگر آپ سے کچھ بھی روایت نہیں کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ مکرمہ پر عامل مقرر کیا تھا۔ یہ افریقہ میں شہید ہوئے۔ ان کی اولاد تھی۔

۳۔ حضرت کثیر رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو تمام تھی۔ یہ آپ کے وصال سے کچھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ہجرت کو دس سال ہو چکے تھے۔ یہ فقیہ، ذکی اور فاضل تھے۔ ان کی اور ان کے بھائی تمام کی والدہ کا نام سبا تھا وہ رومیہ یا حمیریہ تھیں۔

۴۔ السراج تمام۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: دانتوں پر زرد میل لے کر میرے پاس نہ آیا کرو۔ اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (بغوی)۔

ابو عمر نے لکھا ہے: حضرت تمام رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے سب سے چھوٹے تھے وہ انہیں اٹھا کر یہ اشعار پڑھتے تھے۔

تمو ابتمام فصارو اعشرہ ۔ یارب فاجعلھم کراما بررہ

واجعل لھم ذکرا وانم الشجرہ

ترجمہ: تمام کے ساتھ مکمل ہو جاؤ۔ دس بن جاؤ: مولا! انہیں کریم اور پاکباز بنا دے۔ مولا! انہیں تذکرہ بنا دے اور نسل کی نشوونما فرما۔

ابن سعد نے لکھا ہے: بیٹیوں میں حضرات ام حبیبہ، زمیمہ اور صفیہ تھیں۔ ان کی اکثر اولاد حضرت ام الفضل سے تھی۔

تنبیہ

جو کچھ ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ تمام چھوٹے تھے یہ اس مؤقف کے معارض ہے جو کثیر کے متعلق پہلے گزر چکا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے: کہ حضرت کثیر آپ کے وصال کے چند ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت تمام نے آپ سے روایت کیا تھا، تو یقیناً حضرت کثیر ان سے چھوٹے ہی ہوں گے۔

❁❁❁

تیرہواں باب

حضرت ابوسفیان بن حارث کے مناقب

۱۔ولادت اور نام

ان کا نام ابوسفیان تھا۔یہ آپ کے چچا تھے۔رضاعی بھائی بھی تھے ان کی والدہ کا نام غزیہ بنت قیس تھا۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المغیرہ تھا۔دارقطنی نے اس کے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں کیا۔ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کا نام ہی ہے۔مغیرہ ان کا بھائی تھا۔یہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔جب آپ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے عداوت کی اور ہجو بیان کی۔

۲۔اسلام قبول کر لینا

انہوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔حیاء کی وجہ سے کبھی آپ ﷺ کے سامنے سر نہ اٹھایا۔ان کے ہمراہ ان کے لخت جگر حضرت جعفر نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ الابواء کے مقام پر آپ سے ملے اور آپ کے دخول مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اور عبداللہ بن ابی امیہ نے سقیا اور عرج کے مابین آپ سے ملاقات کی۔آپ نے ان سے اعراض فرمایا:حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی:اپنے چچازاد اور بھائی کا انکار نہ فرمائیں اپنے پھوپھی زاد کا بھی انکار نہ فرمائیں کہ وہ سب سے زیادہ بدبخت ہو جائیں گے۔ان سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:تم آپ کے چہرۂ انور کی سمت آنا اور وہ کچھ عرض کرنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے عرض کی تھی۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ۝۹۱ (یوسف:۹۱)

ترجمہ: خدا کی قسم!بزرگی دی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر اور بیشک ہم ہی خطاکار تھے۔

آپ پسند نہیں فرماتے کہ کوئی آپ سے عمدہ بات قول لے کر آئے۔ابوسفیان نے اسی طرح کیا آپ نے فرمایا:وہ آج تمہیں معاف کر دے۔وہ سارے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

۳۔ان کے لئے جنت کی بشارت

حضرت ابوعمر نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:ابوسفیان اہل جنت کے جوانوں سے ہیں۔وہ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔(ابن سعد،حاکم) حاکم اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوحیہ بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:ابوسفیان میرے اہل میں سے بہترین ہیں۔آپ نے روز حنین فرمایا تھا:میں جس سمت میں دیکھتا آپ نے فرمایا:وہ میرے اہل میں سے بہترین ہیں۔

۴-ان کے کچھ فضائل

انہوں نے غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ بہت بہادری کا اظہار کیا۔ وہ آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا ہاتھ آپ کی خچر کی لگام سے دور نہ ہوا تھا۔ یا رکاب سے دور نہ ہوا تھا حتیٰ کہ لوگ دور چلے گئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ آپ ان سے محبت کرتے تھے۔

۵-وصال

۲۰ھ کو ان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ دار عقیل بن ابی طالب میں مدفون ہوئے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہ ینبع میں مدفون ہوئے۔ یا ان کا وصال ۱۵ھ کو ہوا۔ انہوں نے اپنے وصال سے تین روز قبل اپنی قبر انور کھودلی تھی۔ اس کے وصال کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے سر میں پھنسی تھی۔ نائی نے ان کا حلق کیا اسے کاٹ دیا۔ وہ مریض رہے حتیٰ کہ حج کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ جب وصال کا وقت آیا تو فرمایا: مجھ پر نہ روؤ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے ایک خطا بھی نہیں کی۔

۶-اولاد

ان کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے آپ کی زیارت کی اور آپ سے روایت کیا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے بچے کا نام جعفر تھا۔ انہوں نے غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ہمراہ آپ کو لازم پکڑے رکھے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت جعفر کا وصال حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا تھا۔ ایک اور بیٹے کا نام ابو الھیاج تھا۔ یا ان کا نام عبداللہ تھا یا علی تھا۔ بیٹیوں میں حضرت عاتکہ تھیں۔ ان کے ساتھ معتب بن ابی لہب نے نکاح کیا تھا۔ ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ ابن سعد نے ان کی اولاد میں مغیرہ، حارث اور کعب کو شامل کیا ہے۔ انہوں نے روایت بھی کی ہے۔ ان کا لقب ببہ تھا۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب

ا-اسم اور کنیت

ان کا نام نوفل وارد نہیں ہے۔ ان کی کنیت ابو الحارث تھی۔ یہ اپنے بھائیوں سے بڑے تھے بلکہ بنو ہاشم کے

سارے مسلمانوں سے بڑے تھے حتیٰ کہ حضرات حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بڑے تھے۔ غزوۂ بدر میں اسیر ہوئے۔ حضرت عباس نے ان کا فدیہ ادا کیا۔ یا خود اپنا فدیہ ادا کیا۔

۲۔اسلام قبول کرنا

غزوۂ خندق کے دنوں میں اسلام لائے اور ہجرت کی یا اس روز اسلام قبول کرلیا تھا جب فدیہ دیا تھا۔ ابن سعد نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے۔ جب نوفل اسیر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے اپنا فدیہ ادا کروں۔ آپ نے فرمایا: اپنے وہ نیزے بطور فدیہ دے دو جو جدہ میں ہیں۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! میرے رب تعالیٰ کے بعد میرے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ جدہ میں میرے نیزے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۳۔فضائل

انہوں نے فتح مکہ، حنین اور طائف کے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ یوم حنین کو آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے تین ہزار نیزوں سے آپ کی مدد کی۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں تمہارے نیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو مشرکین کی کمریں توڑ رہے ہیں۔ آپ نے ان کے اور حضرت عباس کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا تھا۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

۴۔وصال

حضرت نوفل کا جب وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو ایک سال اور کچھ ماہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع لے گئے۔ وہیں ان کو دفن کر دیا۔

۵۔اولاد

ان کی اولاد میں حارث، عبداللہ، عبیداللہ، مغیرہ، سعید، عبدالرحمٰن اور ربیعہ تھے۔ حارث کا لقب ببہ تھا، کیونکہ ان کی ماں ہند بنت ابوسفیان انہیں لوریاں دیتے ہوئے کہتی تھیں:

لا نکحن ببه جاریه حدلبه   مکرمه محبه بحب اهل الکعبه

ترجمہ: میں ببہ کا نکاح کروں گی ایسی لڑکی کے ساتھ جو موٹی اور بھاری بھر کم ہوگی۔ جو تکریم اور محبت کرنے والی ہوگی جیسے اہل کعبہ محبت کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کے عہد ہمایوں میں جوان تھے۔ ان کے ہاں

عبداللہ پیدا ہوئے۔ وہ لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ آپ نے انہیں گھٹی دی۔ ان کے لئے دعا کی حضور اکرم ﷺ نے انہیں مکہ مکرمہ کے کچھ امور پر عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں عامل بنایا تھا، پھر مدینہ طیبہ سے بصرہ چلے گئے۔

اہل بصرہ نے ان پر اس وقت اتفاق کیا تھا جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ میں وصال کیا تھا۔ مغیرہ کی کنیت ابو یحیٰی تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ میں ہجرت سے قبل پیدا ہوئے، یا بعد میں۔ انہوں نے آپ کے حیات طیبہ کے چھ سال پائے۔ انہوں نے ہی عبدالرحمٰن بن ملجم کو چادر ڈال کر اس وقت پکڑا تھا جب اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا جب لوگ اسے پکڑنے لگے تو اس نے ان پر تلوار سے حملہ کر دیا وہ باہر نکل گئے مغیرہ بن نوفل نے اس پر چادر پھینک دی۔ اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اس سے تلوار چھین لی۔ وہ بہت قوی تھے، پھر ابن ملجم کو قید کر دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ یہی حضرت مغیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں قاضی تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ صفین میں شرکت کی، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا تھا۔ انہوں نے آپ سے روایت بھی کیا ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کی روایات مرسل ہیں۔ انہوں نے آپ سے سماعت نہیں کی۔ ان کی اولاد میں عبدالملک بن مغیرہ تھے۔

عبداللہ بن نوفل بہت حسین تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔ حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں انہیں سب سے پہلے مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ حضرات عبید اور سعید سے علم روایت کیا گیا ہے جب کہ عبدالرحمٰن اور ربیعہ کی اولاد نہ تھی۔

❁❁❁

پندرہواں باب

حارث بن عبدالمطلب کی اولاد

۱- ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

ابو اروی ان کی کنیت تھی۔ حضور اکرم ﷺ ان کی توصیف فرماتے تھے اور تکریم کرتے تھے۔ دارقطنی نے کتاب الاخوۃ والاخوات میں آپ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ربیعہ بہترین شخص ہے اگر بال چھوٹے رکھیں اور کپڑے سمیٹیں۔ حضور اکرم ﷺ انہیں ہر سال ایک سو وسق خیبر کی کھجوریں عطا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے تجارت میں شریک تھے۔ انہوں نے ۲۳ھ میں وصال کیا۔ اس وقت حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا۔ ان کی بیٹیاں اور بیٹے تھے۔ ان کے بیٹوں میں عباس، عبدالمطلب، عبداللہ، حارث، امیہ، عبد شمس اور آدم بن ربیعہ تھے۔ وہ بنو ہذیل میں دودھ پیتے تھے۔ حضرت عباس بہت قدر و منزلت والے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں انہیں ایک گھر دیا تھا۔ انہوں نے انہیں ایک ہزار دراھم دیئے تھے۔ ابن حبان نے مطلب بن ربیعہ سے روایت کیا تھا۔

۲-عبد شمس بن حارث

آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ یہ آپ کی حیات طیبہ میں وصال کر گئے تھے۔ آپ نے انہیں اپنی قمیض میں دفن کیا تھا۔ ان کے حق میں فرمایا: انہیں سعادت نے آلیا ہے۔ دارقطنی نے الاخوۃ والاخوات میں اور امام بغوی نے معجم میں لکھا ہے: کہ ان کی اولاد نہ تھی جب کہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: کہ ان کی اولاد شام میں تھی۔ ان کی قلت کی وجہ سے انہیں الموزہ کہا جاتا تھا ان کی تعداد کبھی تین سے زائد نہ ہوئی تھی۔

۳-مغیرہ بن حارث

یہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ انہوں نے صفین میں شرکت کی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد حضرت امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کر لیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔

۴-ہند بنت ربیعہ

ایک قول کے مطابق ان کا نام اسماء تھا۔ وہ آپ کے عہد ہمایوں میں پیدا ہوئی تھیں حبان بن منقذ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا ان کے ہاں واسع بن حبان اور یحییٰ بن حبان پیدا ہوئے تھے۔

۵-اروی بنت حارث

ان کا تذکرہ ابن قتیبہ اور ابو سعد نے کیا ہے ان سے نکاح ابو وداعہ بن صبرہ السہمی نے کیا تھا۔ ان کے ہاں مطلب اور ابوسفیان بن ابی وداعہ پیدا ہوئے تھے۔

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت زبیر بن عبدالمطلب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اور ابولہب کی اولاد

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تین بچے تھے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں صاحبزادے کا نام عبداللہ بن زبیر تھا۔ ان کی والدہ عاتکہ بنت ابی وہب تھیں۔ انہوں نے اسلام کو پالیا تھا۔ اسلام قبول کیا۔ یوم حنین آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یوم اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے ارد گرد روم کا ایک گروہ مقتول پڑا تھا۔ انہوں نے انہیں قتل کیا تھا، پھر زخموں نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ محمد بن عمر اسلمی نے روایت کیا ہے کہ وہ پہلے شہید تھے جسے مشہور بطریق نے شہید کیا تھا۔ اس نے آپ کو دعوت مبارزت دی۔ حضرت عبداللہ نے اسے لبیک کہا۔ ان میں کچھ دیر شمشیر زنی ہوئی پھر حضرت عبداللہ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔ اس کا سامان نہ لیا، پھر دوسرے شخص نے دعوت مبارزت دی آپ اس کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ دیر نیزہ بازی ہوتی رہی، پھر وہ تلواروں کی طرف لپکے۔ حضرت عبداللہ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ وہ فرما رہے تھے: "لو۔ میں عبدالمطلب کے بیٹے کا فرزند ہوں۔" اس پر حملہ کیا اور اس کی زرہ کاٹ کر رکھ دی۔ جو اس کے کندھے میں دھنس گئی، پھر رومی شکست خوردہ ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمرو بن عاص نے انہیں قسم دی کہ وہ دعوت مبارزت نہ دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں صبر نہیں کر سکتا۔ جب تلواریں باہم ملیں اور انہوں نے ایک دوسرے کو کاٹا تو رومیوں کے گروہ میں دس افراد مقتول پائے گئے۔ یہ ان کے مابین شہید پڑے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چچازاد اور محبوب فرماتے تھے۔ بعض کہتے تھے: میری والدہ کے فرزند! ان کی اولاد نہ تھی۔ یہ ابن قتیبہ کا قول ہے۔

صاحبزادیوں میں سے ایک حضرت ضباعہ تھیں انہیں ہی آپ نے حج میں استمرار کا حکم دیا تھا۔ یہ حضرت مقداد بن اسود کی زوجیت میں تھیں۔ دوسری صاحبزادی ام الحکم تھیں۔ یہ ربیعہ بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں عمارہ اور یعلی پیدا ہوئے۔ ان کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے مگر نسل آگے نہ چلی۔

ابولہب کے پانچ بیٹے تھے۔

۱۔ عتبہ۔

۲۔ معتب۔ انہوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا یہ بھاگ گئے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں بلایا انہوں نے حنین میں شرکت کی۔ طائف کے غزوہ میں بھی شرکت کی۔ حنین کے روز حضرت معتب کی آنکھ پھوڑ دی گئی۔ وہ مکہ مکرمہ سے نکلے نہ تھے نہ ہی مدینہ طیبہ گئے تھے ان کی اولاد تھی۔

۳۔ درہ۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا یہ حضرت حارث بن نوفل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرماتے تھے: تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔ اسے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے نقل کیا ہے۔

۴۔ خالدہ۔ ان کی ماں کا نام ام جمیل تھا۔ ان کے ساتھ نکاح اوفی بن حکیم نے کیا تھا۔ ان کے ہاں عبیدہ، سعید اور ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔

۵۔ عتیبہ۔ یہ حالت کفر میں مرا تھا۔ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی زوجیت میں تھیں۔ اسلام آیا تو اس نے انہیں طلاق دے دی۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب عتیبہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جدا کر دیا تو آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں نے آپ کے دین کا انکار کیا۔ آپ کی بیٹی کو جدا کر دیا نہ آپ میرے پاس آنا نہ ہی میں آپ کے پاس آؤں گا۔ اس نے آپ پر حملہ کر دیا آپ کی قمیض مبارک کو پھاڑ دیا۔ وہ شام کی طرف جا رہا تھا آپ نے فرمایا: میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا ہوں کہ وہ اپنا کتا تجھ پر مسلط کر دے۔ وہ قریش کے ایک گروہ کے ساتھ عازم سفر ہوا وہ شام کے کسی علاقے میں ٹھہرے جسے الزرقہ کہا جاتا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ اس رات ان کی سمت ایک شیر آیا۔ عتیبہ نے کہا: بخدا! میری ماں کی ہلاکت! یہ مجھے کھا جائے گا جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے کیا ابن ابی کبشہ میرے قاتل ہیں۔ وہ مکہ میں ہیں میں شام میں ہوں۔ سارے لوگوں کو چھوڑ کر شیر نے اس پر حملہ کر دیا۔ سر سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور اسے مار ڈالا۔

❁❁❁

سترھواں باب

آپ کے ماموں

الاسود بن عبد یغوث

علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔ یہ آپ کا ماموں تھا۔ یہ آپ کا مذاق اڑاتا تھا، پھر عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اسود بن عبد یغوث کی گردن پکڑی ان کی کمر جھکا دی حتیٰ کہ اسے ٹیڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "میرا ماموں۔ میرا ماموں۔" انہوں نے عرض کی: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے چھوڑ دیں۔

ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ماموں الاسود بن وہب

سے فرمایا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے یہ سکھا دیتا ہے پھر وہ انہیں کبھی بھی فراموش نہیں کرتا۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اللهم انی ضعيف فقو فی رضاك ضعفی و خذالی الخير بناصيتی واجعل الاسلام منتهى رضای۔

ابن مندہ نے اسود بن وہب آپ کے ماموں سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جس کے ساتھ رب تعالیٰ تمہیں نفع دے؟ فرمایا: سود کا لین دین کرنا ستر گناہوں کے برابر ہے گناہ کا کم ازکم درجہ آدمی کا اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا ہے کسی شخص کا اپنے بھائی سے سودی لین دین کرنا ناحق اس کی عزت کے ساتھ عداوت کرنا ہے۔

ابن شاہین نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ماموں حضرت اسود بن وہب نے آپ سے اذن طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: ماموں! آجائیں۔ وہ اندر آئے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں باپ ہی ہوتا ہے۔

خرائطی نے مکارم اخلاق میں ضعیف سند سے محمد بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ عمیر بن وہب آپ کے ماموں آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کی چادر پر بیٹھوں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ماموں والد ہی ہوتا ہے۔ یا وارث ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا جبرائیل آپ کے ساتھ آئے۔۔۔۔

ابویعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی خالہ کو غلام دیا۔ فرمایا: اسے قصاب حجام یا سنار نہ بنانا۔

✿✿✿

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

پہلا باب

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا اجمالی تذکرہ اوران کے ساتھ نکاح فرمانے کی ترتیب

۱-آپ نے صرف جنتی خاتون سے ہی نکاح فرمایا

ابن ابی خیثمہ نے ہند بن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے مگر یہ کہ میں صرف اہل جنت سے ہی نکاح کروں۔

۲-ان کی تعداد اور ترتیب

ان کی تعداد گیارہ ہے۔ابو طاہر المخلص نے سیف بن عمر کی سند سے (یہ بہت ہی زیادہ ضعیف تھا) حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پندرہ (عفت مآب) خواتین سے نکاح فرمایا۔تیرہ سے حق زوجیت ادا کیا۔گیارہ آپ کے کاشانہ اقدس میں رہیں۔جب وصال فرمایا تو نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ابن عساکر نے بحر بن کثیر السقاء کی سند سے (یہ بہت ہی زیادہ ضعیف تھا) حضرت انس سے،عثمان بن مقسم کی سند سے،یہ متروک تھا حضرت قتادہ سے موقوف روایت کیا ہے،ابن بحر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ازواج مطہرات کی تعداد بارہ یا تیرہ لکھی ہے۔آپ نے ام شریک بنت جابر اور نشاۃ بنت رفاعہ سے بھی حق زوجیت ادا کئے تھے مگر میں نے اس کا تذکرہ نہ تو التجرید از امام ذھبی میں پڑھا ہے نہ ہی الاصابہ میں۔جن کے ساتھ آپ نے نکاح کئے لیکن حق زوجیت ادا نہ کیا۔وہ عمرہ بنت یزید الغفاریہ اور الشنباء تھیں مگر میں نے اس کا ذکر نہیں پایا۔

چھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تعلق قریش سے تھا۔۱-حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ ۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ۳-حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔ ۴-حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ۵-حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔ ۶-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ چار ازواج مطہرات قریش کے علاوہ عربیہ تھیں۔ ۱-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

۲-حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ۳-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ ۴-حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ایک زوجہ محترمہ غیر عربیہ تھیں ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔وہ حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔

یہ وہ مشہور ازواجِ مطہرات ہیں جن کے ساتھ آپ نے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ان میں دو کا بھی اختلاف نہیں ان کے علاوہ بقیہ کا تذکرہ انفرادی طور پر آئے گا۔ دو ازواج مطہرات آپ کی حیات ظاہری میں ہی وصال کر گئی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ ریحانہ کے متعلق اختلاف ہے ان کا تذکرہ سراری میں آئے گا۔ ابوعبید معمر بن المثنی نے تحریر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے عقد نکاح میں نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔

ان میں پانچ کا تعلق خاندان قریش کے ساتھ تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ تین عرب تھیں لیکن قریش کے ساتھ تعلق نہ تھا۔ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ایک غیر عرب تھیں وہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا تھیں۔ بلا اختلاف سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عبالۂ عقد میں آئیں۔ ان کی زندگی میں کسی خاتون سے نکاح نہ فرمایا۔ بقیہ کی ترتیب میں اختلاف ہے جب کہ اتفاق اس میں ہے کہ آپ نے ان تمام کے ساتھ نکاح فرمایا تھا۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل نے لکھا ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت زینب بنت خزیمہ الکندیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے التجاء کی تھی کہ آپ انہیں طلاق دے دیں۔ حضرت قتادہ نے یہ ترتیب اس طرح لکھی ہے: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے لکھا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے (مکہ مکرمہ میں) پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (ہجرت سے دو سال قبل) پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے (غزوہ بدر کے بعد ۷ھ کو) پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے (۲ھ) پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے (سنہ ۳ھ میں) پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے (۵ھ) پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے (۶ھ) پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے (۷ھ) پھر حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے، پھر فاطمہ بنت سرع رضی اللہ عنہا سے، پھر زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے پھر ھند بنت زید رضی اللہ عنہا سے، پھر اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے، پھر قتیلہ بنت اشعث رضی اللہ عنہا سے، پھر شنباء بنت اسماء رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ عنقریب حضرات فاطمہ، ہند، اسماء، شنباء رضی اللہ عنہن کے متعلق گفتگو آئے گی۔

عقیل اور امام زہری نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت عقیل نے کہا: حضرت خدیجہ، پھر حضرت عائشہ، پھر حضرت ام حبیبہ، پھر حضرت حفصہ، پھر حضرت ام سلمہ پھر حضرت زینب بنت جحش، پھر حضرت جویریہ، پھر حضرت میمونہ پھر صفیہ، پھر کندہ میں سے بنو جوث کی ایک عورت، پھر عمریہ پھر عالیہ رضی اللہ عنہن سے نکاح فرمایا۔

حضرت یونس نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ، پھر حضرت عائشہ، پھر حضرت سودہ سے، پھر حضرت حفصہ سے، پھر حضرت ام حبیبہ سے، پھر حضرت ام سلمہ سے پھر حضرت زینب بنت جحش سے، پھر حضرت میمونہ سے، پھر حضرت جویریہ سے، پھر حضرت عائشہ سے (ان کا حق مہر چار سو دراہم تھے۔ ان کے والد گرامی نے آپ کا نکاح کیا تھا) پھر حضرت سودہ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح ان کے والد نے کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار سو دراہم تھا، پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح ان کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، پھر حضرت زینب بنت مریم سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح عقبہ بن عمرو نے کیا تھا، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کاشانہ نبوت میں آئیں۔ ان کا نکاح ان کے نور نظر سلمہ بن ابی سلمہ نے کیا تھا۔ اِن کا حق مہر ایک بستر جس میں پتے تھے، ایک پیالہ اور ایک چکی تھا، پھر آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح احمد بن جحش نے کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار سو دراھم تھا۔ پھر حضرت جویریہ سے نکاح فرمایا۔ ان کا نکاح حضرت خالد بن سعید نے کیا تھا، پھر حضرت ریحانہ سے نکاح فرمایا پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ان کا نکاح خالد بن سعید نے کیا تھا، جبکہ یہ حبشہ میں تھیں۔ ان کا حق مہر آپ نے مقرر کیا تھا، پھر حضرت صفیہ سے، پھر حضرت میمونہ سے، ان کا نکاح حضرت عباس نے کیا تھا۔ حضرت عباس نے ان کا حق مہر ادا کیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ انھوں نے اپنا آپ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ان کا نکاح خالد بن سعید نے کیا تھا نجاشی نے اپنی طرف سے ان کا حق مہر ۴۰۰ دینار ادا کیا تھا۔ اس نے آپ کی طرف سے انھیں پیغام نکاح دیا تھا۔

تنبیہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حق مہر چار سو دراھم تھا، لیکن اس کے مخالف وارد ہے۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر بارہ اوقیہ اور کچھ ہوتا تھا۔ انھوں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ نش کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں! فرمایا نصف اوقیہ۔ یہ پانچ سو دراھم بنتے ہیں۔ یہ آپ کی ازواج مطہرات کا حق مہر تھا یہ صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ متفق علیہ ہے۔ اس میں ابن اسحاق کے قول سے زیادتی بھی ہے۔ زیادہ کے تذکرے میں علم کی زیادتی ہوتی ہے۔

۳- وہ آیات جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں اتریں

رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

یعنی وہ حرمت کی تعظیم اور ہمیشہ کے لیے نکاح کرنے کی حرمت کی وجہ سے ان کی مائیں ہیں، لیکن انھیں دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز نہیں۔ یہ ان کے حق میں حرام ہے۔ ان کی بیٹیوں کو مؤمنین کی بہنیں نہیں کہا جائے گا نہ ان کے بھائیوں کو مسلمانوں کے ماموں کہا جائے گا۔ حضرت زبیر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی بہن تھیں۔ حضرت عباس نے حضرت ام الفضل سے نکاح کر لیا تھا یہ حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ انھیں مؤمنین کی خالہ نہیں کہا جائے گا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مردوں کی امہات المؤمنین کہا جائے گا۔ عورتوں کے بغیر۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے حضرت مسروق نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: امی! انھوں نے فرمایا: میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔ میں تمھارے مردوں کی ماں ہو اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ امت کے حق میں ان کی امومت کا معنی ہے ابداً ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس نے سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ۔ (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے نبی مکرم فرما دیجیے اپنی بیویوں کو۔

شیخان نے حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دینے کے لیے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے آغاز کیا۔ فرمایا میں تم سے ایک امر کا تذکرہ کرنے لگا ہوں۔ جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔ آپ جانتے تھے کہ میرے والدین آپ کو چھوڑنے کے لیے مجھے مشورہ نہیں دیں گے، پھر فرمایا رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ۔

میں نے عرض کی میں امر کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہے

ان کے ساتھ آپ کا حسن سلوک

طیالسی، امام احمد، ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ جدلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی آپ کا اپنے اہل خانہ میں خلق کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ کا اخلاق سارے لوگوں سے عمدہ تھا۔ آپ فحش گو نہ تھے۔ قصداً بھی بری بات نہ کرتے تھے بازار میں شور کرنے والے نہ تھے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، لیکن بلکہ درگزر فرماتے اور معاف فرماتے تھے۔

حارث ابن اسامہ اور خرائطی اور ابن عساکر نے حضرت عمرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے متعلق پوچھا گیا جب آپ اپنے کاشانہ اقدس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہوتے تھے انھوں نے فرمایا آپ تمہارے بشر کی مانند بشر (کامل واکمل) تھے، مگر آپ سارے لوگوں سے زیادہ کریم تھے اخلاق عالیہ سب سے حسین تھے سارے لوگوں سے زیادہ نرم تھے ہمیشہ تبسم ریز رہتے تھے ابن سعد نے حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک دن آپ میرے پاس سے باہر نکلے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا آپ تشریف لائے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: "میں تمھیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم دروازہ کھولو۔" میں نے عرض کی: "آپ میری باری میں کسی اور زوجہ کے پاس تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا: میں نے اس طرح نہیں کیا لیکن میں نے پیشاب کرنا تھا۔ امام احمد، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں نے کسی کو اس طرح کھانا پکاتے ہوئے نہیں دیکھا جیسے حضرت ام المؤمنین صفیہ کھانا پکاتی تھیں۔ انھوں نے آپ کے لیے کھانا بھیجا میں نے پیالہ لیا اور اسے توڑ دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس عمل کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا برتن کی طرح کا برتن اور کھانے کی طرح کا کھانا۔" امام احمد، ابوداؤد نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا حضرت زینب آپ کے زلف معنبر کو سنوار رہی تھیں۔ آپ کے پاس حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ تھیں۔ کچھ اور مہاجرات تھیں جو اپنے گھروں کی شکایات لے کر آئی تھیں۔ وہ چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وجہ سے پریشان تھے۔ حضرت زینب نے بات عرض کی آپ کے سر اقدس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنی آنکھوں سے بات نہیں کر رہی بات بھی کرو اور اپنا کام بھی کرو۔ امام نسائی اور ابوبکر شافعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ایک دن حضرت سودہ ہمارے حجرہ میں آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور ان کے مابین تشریف فرما تھے۔ ایک ٹانگ مبارک میری گود میں دوسری ان کی آغوش میں تھی۔ میں نے آپ کے لیے خزیرہ بنایا تھا۔ میں نے انھیں کھانے کے لیے کہا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کھاؤ ورنہ میں اسے تمھارے چہرے پر مل دوں گی، مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ میں نے پیالے میں سے کچھ لیا اور ان کے چہرے پر مل دیا۔ آپ تبسم فرمانے لگے۔ آپ نے ان کی گود سے ٹانگ مبارک اٹھائی تا کہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں۔ انھیں فرمایا "ان کے چہرے پر بھی مل دو۔" انھوں نے پیالے سے کچھ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ آپ مسکرا رہے تھے۔

الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا مجھ پر آفت آئی۔ قریب تھا کہ امت میری وجہ سے ہلاک ہو جاتی جب آپ سے وحی جدا ہوئی اور فرشتہ چلا گیا آپ نے میرے والد گرامی سے فرمایا: "اپنی نور نظر کے پاس جائیں۔ انھیں بتائیں رب تعالیٰ نے ان کا عذر آسمان سے نازل کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس آئے۔ وہ دوڑ رہے تھے قریب تھا کہ گر پڑے۔ انھوں نے کہا: نور نظر خوش ہو جا۔ رب تعالیٰ نے تمہارا عذر آسمان سے نازل کر دیا ہے۔"

میں نے کہا: "میں رب تعالیٰ کی تعریف کرتی ہوں، نہ تمھارا نہ ہی تمھارے صاحب کی حمد کرتی ہوں۔ جنھوں نے تمھیں بھیجا ہے۔ آپ اندر تشریف لائے۔ میرا بازو پکڑا میں نے اسی طرح کہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جوتا پکڑا تا کہ مجھے ماریں۔ میری امی نے انھیں روک لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔

امام احمد، شیخان اور ابوشیخ نے اسود بن یزید سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ بشر (کامل) تھے زلف معنبر سنوارتے تھے۔ بکری کو دودھ لیتے تھے خود کی خدمت کر لیتے تھے جوتا درست فرما لیتے تھے۔ وہ سارے کام کرتے تھے جو مرد گھروں میں کرتے تھے۔ آپ اہل خانہ کی خدمت میں مصروف ہوتے تھے جب موذن کو اذان دیتے سنتے تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے کام کرتے تھے۔ آپ اکثر سیا کرتے تھے۔

ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں کھجوریں نہیں اس کے اہل خانہ بھوکے رہتے ہیں۔ جس گھر میں سرکہ نہیں ہوتا اس کے اہل خانہ پر فقر رہتا ہے۔ جس گھر میں بچے نہیں اس میں بھلائی نہیں ہوتی۔ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہترین ہو میں اپنے اہل کے لیے تم سب میں سے بہترین ہوں۔

ابو بکر شافعی نے حضرت قاسم سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے ام المومنین سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ بشر (کامل) تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اپنی بکری کو دوھ لیتے تھے۔ اپنی خدمت خود کر لیتے تھے وغیرہ۔

الطبرانی نے حبہ اور سواء پسران خالد سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوتے۔ اس وقت آپ کوئی چیز درست فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کی اعانت کی۔ فرمایا: جب تک تمہارے سر حرکت کر رہے اس وقت تک رزق سے مایوس نہ ہو جانا۔ جب انسان کو اس کی ماں جنتی ہے تو اس پر کپڑا بھی نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ اسے رزق عطا فرما دیتا ہے۔

ابو بشر دولابی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: "میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا آپ جوتے درست کر لیتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے۔ ابن شیبہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا "آپ جوتے درست فرما لیتے تھے۔ کپڑے سی لیتے تھے وغیرہ۔ امام عبد الرزاق نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کام کر لیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا "ہاں! آپ جوتے درست فرما لیتے تھے۔ کپڑے سی لیتے تھے۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں اسی

طرح کام کرتے جیسے تم میں سے کوئی ایک گھر میں کام کرتا ہے۔ ابن غدی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو آپ انھیں سلام کرتے تھے۔

امام نسائی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں اذن طلب کیا۔ انھوں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند تھی۔ انھوں نے انھیں مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ کہا "فلانہ کی بیٹی! تم اپنی آواز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند کرتی ہو۔ وہ غصے کی حالت میں باہر نکل گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عائشہ! کیسا رہا۔ میں نے تمھیں اس شخص سے بچا لیا تھا پھر سیدنا صدیق اکبر نے اذن طلب کیا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہو گئی تھی۔ انھوں نے کہا صلح میں اسی طرح داخل ہو جاؤ جیسے تکرار نجی میں داخل ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "ہم نے اس طرح کر دیا ہے۔"

امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، ترمذی، نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ کریمہ کے پاس تھے۔ میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ تھیں۔ امام نسائی کی روایت میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ انھوں نے ازار باندھا ہوا تھا۔ ان کے پاس پتھر تھا۔ انھوں نے اسی کے ساتھ پیالہ توڑ دیا۔ اسے بھیج دیا۔ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ وہ بلاشبہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ہی تھیں کسی ام المؤمنین نے ان کی طرف پیالہ بھیجا شاید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا۔ اس پیالے میں کھانا تھا۔ انہوں نے اسے توڑ دیا جس کے حجرہ مقدسہ میں آپ تشریف فرما تھے۔ امام نسائی کی روایت میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ازار پہن کر آئیں ان کے پاس پتھر تھا۔ انھوں نے اس کے ساتھ وہ پیالہ توڑ دیا۔ وہ نیچے گرا۔ وہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ آپ نے اس کے ٹکڑے جمع کیے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا پھر وہ کھانا اکٹھا کیا جو پیالے میں تھا، پھر فرمایا تمہاری ماں کو غیرت نے آلیا تھا، پھر خادم کو روکے رکھا، حتیٰ کہ وہ پیالہ لے آیا جو حضرت ام المؤمنین کے گھر میں تھا۔ وہ پیالہ اس ام المؤمنین کے گھر بھیج دیا جنہوں نے کھانا بھیجا تھا۔

ٹوٹا ہوا پیالہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر دے دیا۔ فرمایا: کھانے کے بدلے میں کھانا۔ برتن کے بدلے میں برتن۔

ابن ابی شیبہ نے بنو سراۃ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی مجھے آپ کے خلق کے بارے میں بتائیں۔ انھوں نے فرمایا کیا تم نے پڑھا نہیں؟

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم: ۴)

ترجمہ: بیشک آپ عظیم خلق کے مالک ہے۔

ایک دفعہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تھے۔ میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ

کے لیے کھانا بنایا۔ وہ مجھ سے سبقت لے گئیں۔ میں نے لونڈی سے کہا جاؤ ان کا پیالہ اوندھا کر دو۔ وہ اس وقت ان کے پاس گئی جب وہ آپ کے سامنے رکھ رہی تھیں۔ اس نے اسے الٹا کر دیا۔ پیالہ ٹوٹ گیا۔ کھانا بکھر گیا۔ آپ نے پیالہ جمع کیا۔ کھانا اکٹھا کیا تناول فرمالیا۔

میں نے پیالہ بھیجا تو آپ نے اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ فرمایا: "پیالے کی جگہ پیالہ لے لو، جو کچھ اس میں ہے اسے کھالو۔" میں نے آپ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے اثرات نہ دیکھے۔ امام نسائی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک پیالے میں کھانا لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ اس وقت اپنے صحابہ کرام میں موجود تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ آئیں۔ ان کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ اس نے پیالہ توڑ دیا۔ آپ نے پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے فرمایا کھاؤ۔ تمھاری ماں کو غیرت آگئی تھی۔ آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ لیا۔ اسے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیج دیا، اور ان کا پیالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے انھوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے مرض وصال میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جمع کیا۔ آپ نے فرمایا تمھارا وہ امر جو مجھے میرے وصال کے بعد اہم لگتا ہے۔ تم پر صرف صابرین ہی صبر کریں گے۔" ابو نعیم کے الفاظ میں ہے "تم میں سے صابر اور صادق ہی میری حفاظت کریں گی۔"

رات کے وقت آپ کا ان سے گفتگو فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کی داستان بیان کرتے تھے جنھوں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تھا۔ وہ اپنی اپنی صفات کا ذکر کرنے لگے تا کہ وہ اس کے سامنے اپنی اپنی خوبیوں کا تذکرہ کریں وہ جس سے چاہے شادی کر لے۔ ان کے اوصاف سننے کے بعد وہ جس سے چاہے نکاح کر لے آپ ان کی داستان میں بیان فرماتے تھے۔

خذی من اخی ذالجبل اذا رعی القوم عقل
و اذا سعی القوم یسل و اذا عیا القوم اتکل
و اذا ترب الزاد اکل

میرے بھائی سے لو جو بہت قدر والا ہے۔ جب قوم جانور چراتی ہے تو وہ اسے باندھ دیتا ہے جب قوم جدو جہد کرتی ہے۔ تو وہ بھول جاتا ہے۔ جب قوم عمل کرتی ہے تو وہ توکل کرتا ہے جب زادِ راہ کو مٹی لگ جاتی ہے تو وہ کھالیتا ہے۔
اس عورت نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لمبے ڈگ بھرنے والا شخص ہے۔ اس نے کہا:

خذی من اخی ذالبجلة　　خائوته یخصف نعلی و نعله
و یحمل ثقلی وثقله　　و یرحل رحلی ورحله
و یدرك نبلی نبله　　و اذا حلّ برمة تقدمت قبله

میرے بھائی سے لو جو بہت قدر والا ہے۔ اس کی دکان بہت اچھی ہے۔ وہ میرے اور اپنے جوتے سی لیتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا بوجھ اٹھاتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا کجاوہ لے کر سفر کرتا ہے۔ وہ میرا اور اپنا بوجھ اٹھاتا ہے جب وہ رسی کے ساتھ آتا ہے تو وہ اس سے آگے بڑھ جاتی ہے۔

اس عورت نے کہا یہ تمہارا گدھا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا:

خذی من اخی هذ الاسد　　افتك منزل به اللص ملحد
ورکابه بحر مزید　　اقبل من رآنا به اللص ملحد
و اذا رئی من رائینا لزنديزبد

میرے اس بھائی سے لے لو۔ یہ شیر ہے۔ وہ اپنے ہاں اترنے والے پر حملہ آور ہو جاتا ہے وہ چور اور منحرف ہے۔ اس کی سواری جھاگ والا سمندر ہے۔ وہ آتا ہے جسے ہم اس کے ساتھ دیکھتے ہیں وہ چور اور منحرف ہے۔ جب وہ نظر آتا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں وہ ایسا چقماق ہے جو جھاگ نکالتا ہے۔

اس نے کہا یہ چور ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مرد نے کہا:

خذی من اخی ذالشمر　　صبی خفر شجاع ظفر
وھو خیر من ذالك اذا سکر

ترجمہ: میرے بھائی سے لو وہ ثمر آور ہے۔ وہ باحیا بچہ ہے وہ بہادر اور فتح یاب ہے۔ جب وہ نشے میں ہوتا ہے تو وہ اس سے بھی بہتر ہوتا ہے۔

اس عورت نے کہا یہ بہت زیادہ نشہ کرنے والا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا

خذی من اخی الحممه　　یهب المائة البکر السمنه
والمائة البقره الصرمه　　والمائة الشاه الزغه
واذا اتت علی عادٍ لیلة مظلمة　　وثب وثوب الکعب ولا هم شرته
اکفونی المیمنه　　اکفیکم المشأمه
لست فیه لعتمه　　الا انه ابن امه

ترجمہ: میرے اس بھائی کو لو جو سوار ہے جو ایک سو جوان موٹے اونٹ دے دیتا ہے وہ ایک سو دودھ دینے

والی گائیں دے دیتا ہے ایک سو شیردار بکریاں دیتا ہے۔ جب عاد پر تاریک رات آتی ہے تو یہ تیزی سے اٹھتا ہے۔ ان کے پاس قیمتی مال نہیں ہوتا یہ ان سے کہتا ہے۔ تم میری برکت کے لیے کافی ہو جاؤ۔ میں تمہاری نحوست کو کافی ہو جاتا ہوں۔ میں اس میں تاخیر کرنے والا نہیں ہوں۔ ارے او لونڈی کا بیٹا ہے۔

اس عورت نے کہا: "یہ چھوٹے ڈگ بھرنے والا ہے۔ میں نے اسے پسند کیا ہے۔" اس نے اس عورت سے کہا: "جیسے تو ہے یہ بھی اسی طرح باقی ہے۔"

خذی من اخی ذالحقاق صفاق افاق
یعمل الناقة والساق علیه من الله اثم لا یطاق

ترجمہ: میرے اس بھائی سے لو وہ بہت زیادہ اونٹوں والا ہے وہ بہت بڑا تاجر ہے۔ وہ بہت بڑا سیاح ہے وہ اونٹنی اور جانوروں کو بطور اجرت دے دیتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ گناہ ہے جس کو برداشت کرنے کی اس میں استطاعت نہیں۔

اس عورت نے کہا: "میں نے اسے پسند کرلیا ہے۔" اس نے کہا: "یہ اسی طرح باقی ہے جیسے تم ہو۔" اس نے کہا:

خذی من اخی حرینا اولنا اذا غزونا
و آخرنا اذا حینا و عصمة آبائنا اذا شتونا
و صاحب خطبة اذا التجینا ولا یدع فضله علینا
و فاصل خطبة اعتت علینا

ترجمہ: میرے اس بھائی سے لو۔ جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں۔ جب ہم جنگ کرتے ہیں تو سب سے مقدم ہوتا ہے جب ہم بچتے ہیں تو وہ سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ جب ہم کو قحط سالی آلیتی ہے تو وہ ہمارے آباء کی عزت ہے۔ جب ہم اس سے پناہ طلب کرتے ہیں تو وہ ہمیں پناہ دینے والا ہے وہ ہم پر اپنے کسی فضل کو ترک نہیں کرتا۔

اس عورت نے کہا: "میں نے اسے پسند کرلیا ہے۔" اس نے کہا: "رکو۔ اب میں باقی رہ گیا ہوں۔" اس عورت نے کہا: "اب اپنی تعریف کرو۔" اس نے کہا: "میں لقمان بن عاد ہوں۔ اس کی خاندانی عظمت کی طرف رجوع نہیں ہو سکتا جب درندے لیٹ جاتے ہیں تو وہ سیدھا گزر نہیں جاتا۔ میرا تھوک میرا پہلو نہیں بھرتی۔ میرا ازار کسی لالچ کو لپیٹ نہیں لیتا کہ کوئی لالچ آلے۔

اس عورت نے کہا: "مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم تو چور ہو۔ میں بہت زیادہ غمزدہ ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ جب بھی فرماتے: "خذی من اخی کذا۔" تو ایک زوجہ محترمہ کہتیں۔ بعض طرق میں ہے کہ وہ

حضرت ام حبیبہ تھیں۔"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے لے لیا ہے۔" آپ فرماتے:"ذرا ٹھہرو! میں ان کی گفتگو سے فارغ نہیں ہوا۔" دوسری روایت میں ہے:"جلدی نہ کرو ابھی باقی ہے۔"اس روایت کو حمید رنجویہ نے اپنی کتاب "آداب النبی ﷺ" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ابن قتیبہ نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"لقمان بن عاد نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا۔اس کے بھائی اس سے قبل اسے پیغام نکاح دے چکے تھے۔ انہوں نے کہا:"تو نے برا کام کیا ہے کہ تو نے اس عورت کو پیغام نکاح دیا ہے جسے ہم پہلے شادی کا پیغام دے چکے تھے۔وہ سات تھے۔آٹھواں وہ تھا۔انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ اسے ان کے اوصاف بیان کرے گا۔سچ بولے گا۔وہ جسے چاہے گی پسند کرلے گی۔"

حضرت عروہ نے فرمایا:"مغموم حالت میں اس کی شادی ہوئی۔" حمید بن رنجویہ نے کہا:"حضرات عروہ داؤد بن حصین،عبید اللہ بن عتبہ،عیسیٰ بن عیسیٰ اور عمرو بن شعیب سے روایت ہے۔ان سب نے فرمایا ہے کہ بنو عاد کی داستان یہ ہے کہ وہ ایک عورت کو پیغام نکاح دینے پر جمع ہو گئے۔ان میں سے بڑے نے کہا:"مجھے اجازت دو۔میں تجھے ان کی صفات بتاتا ہوں،یعنی بھائیوں کی اور اپنی۔بخدا! میں تجھے ان کے متعلق اپنے علم کے بارے میں بتاؤں گا۔"اس عورت نے کہا:"مجھے بتاؤ۔"اس نے اسے بتایا۔

حدیث خرافہ،ابن ابی شیبہ،ترمذی،ابو یعلی،بزار اور الطبرانی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔"حضور اکرم ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کو خرافہ کی باتیں سناتے تھے۔آپ فرماتے تھے: "کیا تمہیں علم ہے کہ خرافہ کیا ہے۔یہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا۔جسے جنات لے گئے تھے۔وہ کافی مدت ان کے ہاں ٹھہرا رہا، پھر واپس آ گیا۔وہ ان عجائب کو بیان کرتا تھا جو اس نے وہاں دیکھے تھے۔لوگ کہتے تھے"خرافہ کی باتیں"۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب جنات چوری چھپکے سن لیتے تھے تو وہ اسے بتا دیتے تھے وہ لوگوں کو بتاتا تھا وہ انہیں اسی طرح پاتے تھے۔

ابن ابی الدنیا نے"کتاب ذم البغی" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"آپ اس طرح اہلِ خانہ سے گفتگو کرتے تھے جیسے ایک شخص ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ان میں سے ایک نے کہا:"یہ خرافہ کی باتیں ہیں۔" آپ نے فرمایا:"کیا تم جانتے ہو کہ خرافہ کون تھا؟"بنو عذرہ کے ایک شخص کو جنات اٹھا کر لے گئے تھے کافی مدت وہ ان میں ٹھہرا رہا وہ انسانوں کی طرف آیا۔وہ جنات کے عجیب و غریب قصے سنانے لگا۔جو انسانوں میں رونما ہوتے تھے۔اس نے بیان کیا کہ ایک جن کی ماں تھی۔اس نے اسے حکم دیا کہ وہ شادی کرلے۔بیٹے نے کہا:"مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مشقت میں پڑ جائے گی یا کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے گا۔"اس نے اصرار کیا حتیٰ کہ اس کی شادی کر دی۔وہ ایک رات اپنی بیوی کے پاس اور ایک رات اپنی ماں کے ہاں گزارتا تھا۔اس کی بیوی کی باری تھی۔اس کی ماں تنہا تھی۔سلام کرنے والے نے

اسے سلام کیا۔اس نے سلام کا جواب دیا۔اس نے کہا:''کیا رات بسر کرنے کی جگہ ہے۔''عورت:''ہاں!''وہ شخص:''کیا کھانا ہے؟''عورت:''ہاں!''شخص:کیا کوئی رات کو گفتگو کرنے والا ہے؟اس عورت نے کہا:میرے بیٹے کی طرف پیغام بھیجو وہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہیں باتیں سنائے گا۔''انہوں نے کہا:''یہ کیسی آوازیں ہیں جو ہم تمہارے گھر میں سن رہے ہیں؟'' عورت:''یہ اونٹوں اور بکریوں کی آوازیں ہیں۔''اس کے ایک ساتھی نے کہا:''جو تم نے تمنا کی تھی اس کی قیمت ادا کرو۔'' اس نے کہا:''اگر خیر ہوئی تو وقت صبح اس کا گھر اونٹوں اور بکریوں سے بھر جائے گا۔''اس عورت کا لڑکا خبیث النفس نکلا۔عورت نے کہا:''کیا مسئلہ ہے؟شاید تمہاری بیوی چاہتی ہے کہ وہ میرے گھر اور میں اس کے گھر چلی جاؤں۔''لڑکے نے کہا:''ہاں!'' عورت:اسے میرے گھر اور مجھے اس کے گھر بھیج دو۔اس نے بیوی کو اپنی ماں کے گھر اور ماں کو اپنی بیوی کے گھر منتقل کر دیا۔وہ اسی طرح ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے جوان اپنی ماں کے پاس تھا۔انہوں نے سلام کیا مگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔انہوں نے کہا:''کیا رات گزارنے کے لیے جگہ ہے؟''اس نے کہا:''نہیں!''انہوں نے کہا:کیا ایسا انسان ہے جو آج رات ہمارے ساتھ باتیں کرے۔''عورت:نہیں۔انہوں نے کہا:''یہ کیسا شور ہے؟''عورت:''یہ درندے ہیں۔''ایک نے دوسرے سے کہا:''اسے اس کی قیمت ادا کرو جو تم نے طے کی تھی۔''اس نے کہا:''اگر یہ بری ہوئی تو اس کا گھر درندوں سے بھر جائے گا۔''وقتِ صبح اسے درندے کھا چکے تھے۔''الحافظ نے لکھا ہے:

''اس کے راوی ثقہ ہیں۔سوائے ایک راوی کے۔یہ حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے۔وہ راوی حکیم بن مرسویہ ہے یہ عاصم بن علی سے بھی روایت ہے۔المفضل الضبی نے کتاب الامثال میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی:''مجھے خرافہ کی بات سنائیں۔''آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ خرافہ پر رحم کرے وہ ایک صالح شخص تھا۔اس نے مجھے بتایا کہ ایک رات وہ کسی ضروری کام کے لیے نکلا اسے تین جن ملے۔انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ایک نے کہا:''ہم اسے غلام بنائیں گے۔''دوسرے نے کہا:''ہم اسے قتل کر دیں گے۔''تیسرے نے کہا:''ہم اسے آزاد کر دیں گے۔ان میں سے ایک شخص اس کے پاس سے گزرا۔۔۔

۵-اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کچھ دنوں کے لیے چھوڑ دینا

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے اذن طلب کیا۔انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے در اقدس کے پاس جمع تھے۔ان میں سے کسی کو اذن باریابی نہ تھا۔انہیں اذن ملا تو وہ اندر حاضر ہو گئے،پھر حضرت عمر فاروق آئے۔انہوں نے اذن طلب کیا تو انہیں اذن مل گیا۔وہ اندر گئے۔انہوں نے پایا کہ آپ تشریف فرما تھے۔آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد تھیں۔آپ خاموش اور ساکت تھے۔انہوں نے سوچا میں ایسی بات کروں گا جس سے آپ مسکرا پڑیں گے۔عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!اگر آپ

دیکھیں کہ بنت خارجہ مجھ سے خرچے کا سوال کر رہی ہو تو میں اس کے پاس جا کر اس کی گردن پر ماروں۔" آپ مسکرا پڑے۔ آپ نے فرمایا: "یہ میرے ارد گرد اسی لیے بیٹھی ہیں جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کر رہی تھیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان کی گردن پر مارنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کی گردن پر مارنے لگے۔ دونوں کہہ رہے تھے۔ "تم آپ سے ایسے امر کا سوال کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ہم آپ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہ کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۔" آپ نے انہیں ۲۹ یا ۳۰ روز کے لیے چھوڑ دیا، پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (الاحزاب: ۲۸،۲۹)

ترجمہ: آپ فرما دیں اپنی بیویوں کو اگر تم ہو خواہاں دنیوی زندگی اور اس کی آرائش کی تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں رخصت کر دوں رخصت کرنا بڑی خوبصورتی (کے ساتھ) اور اگر تم چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو تو اللہ نے تیار رکھا ہے نیکوکاروں کے لیے تم میں سے اجر عظیم۔

آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آغاز کیا۔ فرمایا: "عائشہ! میں تم پر ایک امر پیش کرنے لگا ہوں۔ مجھے پسند یہ ہے کہ تم اس میں جلدی نہ کرو، حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کرلو؟ انہوں نے عرض کی: "میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ میں آپ سے التجاء کرتی ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اپنی کسی زوجہ کریمہ کو نہ بتانا۔" آپ نے فرمایا: "تم ان میں سے کسی سے نہ پوچھنا ورنہ اسے بتا دوں گا۔ رب تعالیٰ نے مجھے مشقت اور پریشانی میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجا۔ اس نے مجھے معلم اور آسانیاں پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعض فضائل

۱۔ نسب

پہلے باب میں ان کے والدہ کا نسب گذر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کی والدہ ہالہ بنت عبد مناف تھی۔ ان کی والدہ العرقہ تھی۔ اس کا نام قلابہ بنت سعید تھا۔

۲-آپ سے قبل یہ کس کی زوجیت میں تھیں

زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ آپ سے قبل وہ عتیق بن عائذ کی زوجیت میں تھیں ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہند رکھا گیا پھر ابو ہالہ مالک بن نباش نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی اولادِ پاک کے بھائی تھے۔

۳-ان سے نکاحِ مبارک

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس سے، البزار، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر بن سمرہ سے یا کسی صحابی سے، بزار اور الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت عمار بن یاسر سے، الطبرانی اور بزار نے ضعیف سند سے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر یا مبہم شخص نے کہا: "آپ گلہ بانی فرماتے تھے، پھر آپ اونٹ چروانے لگے۔ آپ کے ساتھ آپ کا شریکِ کار بھی تھا۔ یہ حضرت خدیجہ کی بہن کے اونٹ چرواتے تھے۔ جب انہوں نے سفر کیا تو ان کا کچھ بقیہ اس عورت پر تھا۔ آپ کے شریکِ کار نے کہا: "آپ جائیں اور اس سے تقاضا کریں۔" آپ نے فرمایا: "تم جاؤ۔ مجھے تو حیاء آتی ہے۔" جب آپ کا شریک کار اس عورت کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: "محمد عربی ﷺ کہاں ہیں؟" اس نے کہا: "ان کا گمان ہے کہ انہیں حیاء آتی ہے۔" اس عورت نے کہا: "میں نے ان سے زیادہ باحیاء شخص نہیں دیکھا، نہ ہی اتنا عفیف شخص دیکھا ہے۔ یہ بات حضرت خدیجہ کے دل میں بیٹھ گئی۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ عرض کی میرے والد کے پاس جائیں اور مجھے پیغامِ نکاح دیں۔ آپ نے فرمایا: "تیرا باپ کثیر رقم والا ہے۔ وہ یہ نکاح کبھی نہ کرے گا۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ ہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بلایا میں اس کے پاس گیا۔ حضور اکرم ﷺ وہیں ٹھہر گئے۔ اس نے کہا: "کیا تمہارے صاحب کو ضرورت نہیں کہ وہ خدیجہ سے شادی کر لیں۔" میں نے آپ کو بتایا آپ نے فرمایا:

"ہاں! مجھے حیاتِ طیبہ کی قسم! میں اس عورت کے پاس گیا اور اسے بتایا۔"

حضرت جابر اور اس مبہم شخص کی روایت میں ہے "اس نے کہا: "میرے باپ کے پاس جائیں۔ ان سے بات کریں۔ میں تمہاری کفایت کروں گی۔ صبح ہمارے پاس آجانا۔" آپ نے اسی طرح کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ کا تذکرہ کیا۔ ان کا باپ ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کھانا اور مشروب تیار کیا۔" حضرت عمار کی روایت میں ہے "انہوں نے گائے ذبح کی۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "انہوں نے اپنے باپ اور قریش کے افراد کو کھانے پینے دیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔" حضرت خدیجہ نے فرمایا: "محمد عربی ﷺ نے مجھے پیغامِ نکاح دیا ہے۔ ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔" حضرت جابر اور اس مبہم شخص کی روایت میں ہے "حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ اس

سے بات کی۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اس کو حلہ پہنایا۔ خوشبو لگائی۔" حضرت عمار کی روایت میں ہے کہ آپ کے لیے خیمہ لگایا۔" حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اپنے آباء سے اس طرح کرتے تھے۔ جب اسے ہوش آئی تو اس نے دیکھا کہ اسے خوشبو بھی لگائی گئی تھی۔ اس پر خیمہ بھی تھا۔" اس نے کہا: "مجھے کیا ہوا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حضرت خدیجہ نے کہا: "تم نے میرا نکاح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرا دیا ہے۔" حضرت جابر اور مبہم شخص کی روایت میں ہے" وقتِ صبح وہ محفل میں بیٹھا تو اس سے کہا گیا۔" تو نے اچھا کیا۔ اپنی نورِ نظر کا نکاح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا ہے۔" اس نے کہا: "کیا میں نے کر دیا ہے۔" لوگوں نے بتایا: "ہاں! وہ اٹھا اور حضرت خدیجہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کر دیا ہے میں نے تو یہ کام نہیں کیا۔" انہوں نے کہا: "ہاں! کر دیا ہے۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ اس نے کہا: "کیا میں نے ابو طالب کے (در) یتیم کا نکاح کر دیا ہے۔ نہیں! مجھے زندگانی کی قسم!" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "کیا تجھے حیاء نہیں آتی۔ کیا خود کو قریش کے سامنے احمق بنانا چاہتے ہو۔ کیا تم انہیں بتانا چاہتے ہو کہ تم نشے میں تھے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس طرح اس طرح ہیں۔" وہ اس کے ساتھ برابر اصرار کرتی رہی حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔" حضرت جابر یا اس مبہم شخص نے کہا ہے" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دو اوقیہ چاندی یا سونا بھیجا۔ عرض کی: "حلہ خریدیں اور اسے مجھے بطور ہدیہ دے دیں، پھر یہ اور یہ خریدیں۔" آپ نے اسی طرح کیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو زمانہ جاہلیت میں "طاہرہ" کہا جاتا تھا۔ آپ نے بعثت سے پندرہ سال پہلے یہ نکاح کیا تھا۔ یا اس سے زیادہ سال پہلے۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی یا زائد تھی۔

۴۔ سب سے پہلے دامن اسلام میں وہی آئیں

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت بریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سب سے پہلے آپ پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔" الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت قتادہ بن زعامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ مرد اور عورتوں میں سے سب سے پہلے وہیں آپ پر ایمان لائی تھیں۔" عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ پر نازل کردہ کلام پر ایمان لائیں۔" حضرت ابن شہاب نے کہا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ نماز کے فرض ہونے سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔"

ابو عمر نے لکھا ہے کہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں۔"

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ساری مخلوق سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کوئی مرد اور عورت ان سے آگے نہ بڑھ سکی۔ امام ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔ امام ثعلبی نے اس پر علماء کا اتفاق لکھا

ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ ان کے بعد کون اسلام لایا۔" امام نووی نے لکھا ہے کہ محققین کی ایک جماعت کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ ان کی وجہ سے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوجھ ہلکا فرمایا۔ جب لوگ آپ کی دعوت ٹھکرا دیتے تو آپ ان ہی کے پاس جاتے وہ آپ کا بوجھ ہلکا کرتیں اور ثابت قدمی کے لیے عرض کرتیں۔"

۵- اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیل امین کا سلام بھیجنا

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ خدیجہ ہیں۔ ان کے پاس برتن ہے جس میں کھانا پانی اور سالن ہے جب وہ آجائیں تو انہیں ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام دینا، نسائی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں آئے اور عرض کی: "رب تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر سلام بھیجتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "رب تعالیٰ تو سلام ہے۔ حضرت جبرائیل امین پر سلام ہو اور آپ پر بھی سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔"

الطبرانی نے صحیح کے راویوں۔ سے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ خدیجہ ہیں۔" حضرت جبرائیل امین نے کہا: "انہیں رب تعالیٰ اور میری طرف سے سلام دیں۔" زاد المعاد میں ہے: "یہ فضیلت ان کے علاوہ کسی اور عورت کے لیے معروف نہیں ہے۔"

۶- آپ نے ان کے وصال تک دوسرا نکاح نہ کیا، آپ نے انہیں جنت کے انگور کھلائے

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ نے کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا۔ وہ آپ کے پاس چوبیس سال اور کچھ ماہ رہیں۔" الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنت کے انگور کھلائے۔

۷- جنت میں محل کی بشارت

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت دی جہاں شوروغل نہ ہوگا۔

امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے۔ ابن حبان اور دولابی نے حضرت عبدالرحمٰن بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ آپ سے عرض کی گئی کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال فرائض اور احکام کے نزول سے قبل ہوگیا تھا۔" آپ

نے فرمایا: "میں نے انہیں جنت کی نہروں میں سے ایک نہر پر موتی کے محل میں دیکھا۔ جس میں شور وغل نہ تھا۔" الطبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن الاوفی سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ قصب سے مراد موتی ہے۔" انہوں نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔" ایسے موتیوں کا گھر جو اندر سے خالی ہوں۔

۸- آپ ان کی بہت زیادہ تعریف فرماتے تھے

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جب آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو بہت تعریف فرماتے۔ ایک دن مجھے غیرت نے آلیا۔ میں نے کہا: "آپ اس سرخ گوشۂ دہن والی خاتون کا بہت تذکرہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں دیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر بیویاں نہ دیں۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ جب لوگوں نے مجھے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ مجھے ان سے اولاد ملی جبکہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اولاد نہ ہوئی۔"

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور دولابی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرماتے تو ان کی تعریف کرتے کرتے اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے کرتے نہ اکتاتے تھے۔ ایک دن آپ نے ان کا تذکرہ کیا تو مجھے غیرت نے آلیا۔ میں نے عرض کی: "رب تعالیٰ نے اس بڑھیا کے عوض آپ کو عمدہ ازواجِ مطہرات سے نوازا ہے۔" میں نے دیکھا کہ آپ سخت غصے میں ہو گئے۔ میں نادم ہوئی۔ میں نے یہ دعا مانگی: "مولا! اگر آپ کا غصہ ختم ہو گیا تو میں جب تک زندہ ہوں ان کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کروں گی۔ جب آپ نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا: "بخدا! تم نے یہ کیسے کہہ دیا ہے۔ بخدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے انکار کیا۔ جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو انہوں نے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ مجھے ان سے اولاد ملی مگر تم اس سے محروم کر دی گئیں ہو۔"

۹- ان کے وصال کے بعد ان کی سہیلیوں سے حسنِ سلوک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب آپ کی خدمت میں کوئی چیز آتی تو آپ فرماتے: "اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں۔" اس روایت کو ابن حبان اور دولابی نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: "اسے فلانہ کے پاس لے جاؤ وہ حضرت خدیجہ سے پیار کرتی تھی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آتی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا: "تو کون ہے؟ اس نے عرض کی: "میں جثامۃ المدینہ ہوں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں تم حسانۃ المدینہ ہو۔ تم

کیسے ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم کیسے رہے؟" اس نے عرض کی: "خیر کے ساتھ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر فدا!" دوسرے الفاظ میں ہے: "ایک عورت آپ کی خدمت میں آتی تھی۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کون ہے؟ یا میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ اس کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے یا اس عورت کی طرف اس طرح کیوں توجہ فرما ہوتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ! یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دور میں ہمارے پاس آتی تھی۔ حسن عہد یا محبت کا کرم ایمان میں سے ہے۔"

۱۰- وہ اہلِ جنت کی عورتوں سے افضل ہیں

امام احمد، ابویعلی اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے زمین پر چار خطوط کھینچے۔" فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہیں؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اہلِ جنت کی عورتوں میں سے افضل خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔"

۱۱- وہ عالمین کی عورتوں سے بہتر ہیں

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔" اس امت کی بہترین خاتون حضرت مریم اور اس امت کی بہترین خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

۱۲- آپ کے علاوہ سے ان کی اولاد

ان کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام ہند تھا۔ یہ عتیق بن عائذ سے تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور ان کی شادی بھی ہوئی تھی۔ ایک بچی کو ہالہ کہا جاتا تھا۔ جو نباش بن زرارہ سے تھیں۔ ایک بچے کو ہند بن ابی ہالہ کہا جاتا تھا۔

ابن قتیبہ، ابن سعد اور ابو عمر نے لکھا ہے کہ ہند بن ہند آپ کے کاشانۂ اقدس میں ہی پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا۔ یوم الجمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوئے تھے۔ اس کا تذکرہ زبیر نے کیا ہے۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ وہ بصرہ میں طاعون کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔ لوگوں نے ان کے جنازے پر بھیڑ بنالی۔ اپنے جنازے چھوڑ دیے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ!" یہ بہت زیادہ فصیح و بلیغ اور حلیہ بیان کرنے والے تھے انہوں نے عمدہ اور احسن انداز میں آپ کا حلیہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے "میں والد گرامی، امی جان، بھائی جان اور بہن محترمہ کے اعتبار سے سب سے معزز ہوں۔ میرے والد گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امی جان حضرت خدیجۃ الکبریٰ، بھائی حضرت قاسم اور بہن حضرت فاطمۃ الزہراء ہیں۔"

وصال

ان کا وصال ہجرت سے چار یا پانچ سال قبل ہوا تھا۔ رمضان المبارک کے سترہ دن گزر چکے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق معراج النبی ﷺ سے تین سال قبل وصال ہوا تھا۔ آپ ان کی قبر انور میں اترے۔ وقتِ وصال ان کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ اس وقت نمازِ جنازہ مشروع نہ تھی۔"

تنبیہات

۱۔ انہیں موتی کا محل کیوں عطا کیا گیا؟ کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "قصب کے محل میں نکتہ یہ ہے جبکہ اس نے لؤلؤ کا محل نہ فرمایا کیونکہ قصب کے لفظ میں مناسبت ہے، کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ موتیوں کے استواء کے اعتبار سے بھی ان میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ حضرت خدیجہ کی ذات مبارکہ میں وہ استواء ہے جو کسی اور میں نہیں۔ وہ ہر ممکن امر سے آپ کی رضا کے حصول کے متمنی رہتی تھیں۔ ان سے کبھی کسی ایسے امر کا ظہور نہیں ہوا جو آپ کو ناراض کرنے کا سبب بنتا ہو۔ آپ نے انہیں بشارت "بیت" (گھر) سے دی۔ ابو بکر الاسکاف نے فوائد الاخبار میں لکھا ہے اس سے مراد وہ محل ہے جو رب تعالیٰ انہیں ان کے عمل کے ثواب کے علاوہ عطا کرے گا۔ لہٰذا فرمایا: "لَا نَصَبَ" جس کی وجہ سے وہ تھکی نہ تھیں۔ امام سہیلی نے لکھا ہے:

"حضور اکرم ﷺ نے یہاں بیت کا تذکرہ فرمایا لیکن محل کا ذکر نہ فرمایا تاکہ معنی حال کی کیفیت کے مطابق ہو جائے کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام کے گھرانے کی مالکہ تھیں۔ جب وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں تو صرف ان کا گھرانہ ہی اسلام کا گھرانہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ سے شادی کر کے انہوں نے اسلام کے گھرانے کی بنیاد رکھی تھی لہٰذا فعل کی جزاء اس فعل کے لفظ کو ذکر کر کے بیان کی گئی۔ اگرچہ جزاء اس فعل سے زیادہ شرف اور قدر والی ہے۔"

ان کے علاوہ دیگر علماء نے لکھا ہے "اہل بیت کا مرجع ان کی طرف ہی ہے جیسے کہ اس آیت طیبہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ۔ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ دور کر دے تم سے پلیدی اے نبی کے گھر والوں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری تو آپ نے حضرات فاطمہ، علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر مبارک ڈالی پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" ان اہلِ بیت کا مرجع حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، کیونکہ حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے نورانِ نظر

ہیں اور سیدہ ان کی ہی پیاری نورِ نظر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچپن میں ان کے گھر ہی پلے تھے، پھر آپ نے اپنی نورِ نظر کا نکاح ان سے کر دیا۔ اہلِ بیت نبوی کا رجوع حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف ثابت ہو گیا۔"

۲۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت مریم اور حضرت فاطمہ میں سے کون افضل ہیں حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن میں سے افضل کون ہے؟

رب تعالیٰ تمہیں عزتوں سے نوازے۔ جان لو اس مسئلہ میں نقل کرنا ہی بہتر ہے۔ شیخ الاسلام، قدوۃ العلماء الاعلام امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے فتاویٰ "الحلبیات" میں پیاسے کے لیے سیرابی ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق علامہ صاحب نے ان سے پوچھا تھا۔ انہیں شیخ امام شہاب الدین الازرعی نے لکھا تھا۔ اس کتاب میں لطیف نفائس ہیں۔ جو کسی اور میں نہیں۔ ہمارے شیخ امام جلال الدین سیوطی نے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے امام سبکی سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ ہمارا مقصود بھی یہی ہے۔ امام نووی نے "الروضہ" میں لکھا ہے کہ آپ کے خصائص میں ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ساری خواتین سے افضل ہیں۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ۔ (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ قاضی حسین علیہ الرحمۃ کی عبارت یہ ہے "آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن عالمین کی خواتین سے افضل ہیں۔" المقولی کی عبارت میں ہے "اس امت کی خواتین سے افضل ہیں، جبکہ الروضۃ کی عبارت دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اس امت کی بہترین خواتین ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ ساری امم کی خواتین سے افضل ہوں، کیونکہ یہ امت خیر الامم ہے۔ افضل پر فضیلت ہر ہر فرد کی فضیلت ہوتی ہے، مکمل پر مکمل کی فضیلت سے ہر فرد کی ہر فضیلت لازم آتی ہے ایک قول حضرت مریم اور حضرت آسیہ کی نبوت کے متعلق بھی ہے اسی طرح حضرت ام موسیٰ کی نبوت کے بارے میں بھی ایک قول ہے اگر یہ ثابت ہو جاتے تو وہ عموم سے خاص ہو گئیں۔"

الروضہ میں ہے: "ازواجِ مطہرات میں سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے مابین فضیلت تین اعتبار سے ہے۔ (۱) وقف (۲) اسی طرح بلا ترجیح اختلافِ روایت ہے۔ امام سبکی نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو افضل قرار دیا ہے، جیسے کہ میں عنقریب تذکرہ کروں گا۔ القمولی نے کہا ہے۔ "بعض علماء حضرت عائشہ صدیقہ اور سیدہ رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے تھے کہ ان میں سے افضل کون ہیں؟ صعلوکی نے لکھا ہے کہ جو ان کے مابین فرق جاننا چاہتا ہو تو وہ آپ کی نورِ نظر اور زوجہ کریمہ کے متعلق غور و فکر کرے۔" ہمارے شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قطعی طور پر افضل ہیں۔ امام سبکی نے اسی مؤقف کو درست قرار دیا ہے۔ الحلبیات میں انہوں نے لکھا ہے "مجھے کسی

قابلِ اعتماد شخص نے بتایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سے افضل ہیں۔ یہ اس شخص کا قول ہے جو آپ کی ازواجِ مطہرات کو صحابہ کرام سے افضل سمجھتا ہے کیونکہ وہ جنت میں آپ کے درجہ پر ہوں گی۔ یہ بلند ترین درجہ ہے یہ ساقط، مردود اور ضعیف قول ہے۔ نہ نظر اور نہ ہی نقل کے اعتبار سے اس کی کوئی سند ہے۔ جس مؤقف کو ہم اختیار کرتے ہیں اور اسے مذہب سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور پھر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن المغربی نے اپنے "الروضہ" میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ امام سبکی نے لکھا ہے کہ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے صحیح میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ آپ اہلِ ایمان کی عورتوں کی سردار ہوں یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہوں۔" اسی طرح امام نسائی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اہلِ جنت کی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ وعلیہما السلام ہیں۔" شیخ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں۔" تو آپ نے فرمایا: "نہیں! بخدا! رب تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر بیوی عطا نہیں کی۔"

ابو داؤد سے سوال کیا گیا کہ کون افضل ہیں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا: "سیدہ خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں۔" حضرت خدیجہ پر سلام ان کے رب تعالیٰ نے بھیجا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل امین کی طرف سے آپ نے سلام دیا، لہٰذا پہلی افضل ہیں۔" ان سے عرض کی گئی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں یا سیدہ فاطمۃ الزہراء افضل ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔ میں آپ کے جسم اطہر کے ٹکڑے کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا۔" عالمین کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد پھر آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت والدہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ سیادت کے اعتبار سے نہیں ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے "یہ واضح ہے کہ وہ اور ان کی والدہ ماجدہ اہل جنت کی عورتوں سے افضل ہیں۔ پہلی روایت دلالت کر رہی ہے کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم اقدس کا ٹکڑا ہے جو چیز انہیں شک میں ڈالے وہ مجھے شک میں ڈالتی ہے، جو چیز انہیں اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔" صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اپنے زمانہ کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران ہیں۔ اور اس زمانہ کی عورتوں میں سے بہترین خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔" اس کا تقاضا یہی ہے کہ حضرات مریم اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مطلق عورتوں سے افضل ہیں۔ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے اور حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی

عورتوں سے افضل ہیں۔اس طرح ایک کی دوسری پر فضیلت میں کوئی تعرض نہیں ہے۔تم جانتے ہو کہ حضرت مریم کی نبوت میں اختلاف ہے۔اگر وہ نبیہ ہوں تو وہ افضل ہیں۔اگر وہ نبیہ نہ ہوں تو اقرب یہی ہے کہ وہ افضل ہوں کیونکہ ان کا ذکر قرآن پاک میں ہے ان کی صدیقیت کی شہادت ہے۔بقیہ ازواجِ مطہرات اس رتبہ تک نہیں پہنچتیں۔اگر چہ وہ ان تینوں کے بعد امت کی عورتوں میں سے بہترین ہیں۔یہ فضیلت میں قریب قریب ہیں۔اس کی حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن ہم حضرت حفصہ کے بہت سے فضائل سے آگاہ ہیں۔شاید وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد افضل ہوں۔"امام سبکی کا کلام ختم ہو گیا۔ان کی فضیلت میں گفتگو کرنا مشکل ہے۔صرف وہی گفتگو کرنی چاہیے جو وارد ہے۔ماسوا سے سکوت اختیار کرنا قرین ادب ہے۔"

ہمارے شیخ نے فرمایا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مابین فضیلت میں تعرض نہیں کیا جائے گا۔پسندیدہ موقف یہ ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء افضل ہیں۔حارث بن اسامہ کی مسند میں صحیح سند کے ساتھ مرسل روایت ہے کہ حضرت مریم اپنے وقت کی خواتین سے افضل تھیں جبکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی خواتین سے افضل ہیں۔امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں۔حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مرسل متصل کی تائید کرتی ہے۔

امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔اس نے رب تعالیٰ سے اذن مانگا ہے کہ مجھے سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔انہوں نے جمع الجوامع کی شرح اور اتمام الدرایۃ میں لکھا ہے: ہمارا عقیدہ ہے کہ عورتوں میں سے افضل حضرت مریم اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، پھر انہوں نے حضرت علی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کا تذکرہ کیا ہے پھر لکھا ہے: اس میں یہ دلالت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت مریم سے افضل ہیں جبکہ ہم اصح قول کریں کہ وہ نبیہ نہ تھیں یہ بھی مقدر ہے کہ یہ امت دیگر امتوں سے افضل ہے۔میں کہتا ہوں کہ سابقہ گفتگو کا ماحاصل یہ ہے کہ امام سبکی نے پسند کیا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ سے افضل ہیں۔ان کی والدہ ماجدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ہمارے شیخ نے یہ موقف پسند کیا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء حضرت مریم سے افضل ہیں۔قاضی قطب الدین خضری نے الخصائص میں لکھا ہے انہوں نے حضرت خدیجہ اور حضرت مریم کے مابین فضیلت کو عیاں کرتے ہوئے لکھا ہے۔جب تم نے یہ جان لیا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ اس فضیلت سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔وہ دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ میرے جسم اطہر کا ٹکڑا ہے کوئی آپ کے جسد اطہر کے حصے کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ امام ابوبکر عمر بن امام اہل الظاہر داؤد سے پوچھا گیا۔ کیا حضرت خدیجہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اقدس کا ٹکڑا ہیں۔ شیخ تقی الدین المقریزی نے امتاع الاسماع میں لکھا ہے: اگر ہم حضرت مریم کی نبوت کا قول کریں تو پھر وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء سے افضل ہیں۔ اگر ان کی نبوت کا قول نہ کریں تو سیدہ ان سے افضل ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ شاید وہ برابر ہوں کیونکہ عورتوں میں سے ان کی فضیلت کے دلائل ان کے ساتھ خاص ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شاید سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان سے افضل ہوں۔ وہ دیگر عورتوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: یہ میرے جسم اقدس کا ٹکڑا ہیں۔ کوئی چیز آپ کے جسم اطہر کے ٹکڑے سے برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی یہ اس شخص کے لیے اظہر احتمال ہے جس نے انصاف کیا۔

علامہ زرکشی نے الخادم میں امام نووی اور امام رافعی کے اس قول پر لکھا ہے: آپ کی ازواج مطہرات ساری عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: کیا اس امت کی عورتیں مراد ہیں یا ساری عورتیں مراد ہیں۔ اس میں اختلاف ہے جیسے رویانی نے لکھا ہے، لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس اختلاف سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ ساری دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ صحیح میں ہے آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اطہر کا حصہ ہیں۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں میں سے افضل ہوں۔

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کچھ مناقب

ا۔نسب پاک اور ولادت

ان کے والد گرامی کا نسب پہلے گزر چکا ہے ان کی والدہ ام رومان بنت عامر تھیں۔ ابن خیثمہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ تھیں۔ جب انہیں ان کی قبر انور میں رکھا گیا تو آپ نے فرمایا: جسے یہ امر خوش کرتا ہو کہ وہ حورعین میں سے کسی کی زیارت کرے وہ حضرت ام رومان کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت سے چار یا پانچ برس بعد میں ہوئی۔

۲-کنیت

ابن جوزی نے "الصفوۃ" میں ان سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ میری کنیت نہیں رکھ دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لو۔

ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ میں انہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا۔ یہ پہلی چیز تھی جو ان کے پیٹ میں گئی۔ آپ نے فرمایا: یہ عبداللہ ہے تم ام عبداللہ ہو۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تمام ساتھیوں کی کنیتیں ہیں کاش! آپ میری بھی کنیت رکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام پر کنیت رکھ لو۔ ان کی کنیت ام عبداللہ تھی حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ان کے ہاں آپ سے ایک بچہ پیدا ہوا جو بچپن میں ہی مر گیا تھا لیکن یہ قول ثابت نہیں ہے پہلا قول ہی صحیح ہے کیونکہ وہ ان سے کئی طرق سے روایت ہے۔

۳-نام مبارک

امام ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس کے دو بچے فوت ہو گئے ہوں رب تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا: جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ وہ بھی جنت میں جائے گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی امت میں سے جس کا بچہ مرا ہی نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کا پیش رو ہوں۔ انہیں نہ مجھ جیسی تکلیف پہنچی نہ ہی مجھ جیسی تکلیف پہنچے گی۔

۴-ان کی ہجرت

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم ہجرت کر کے آئے۔ ہم مشکل رستے سے آئے۔ میں جس اونٹ پر تھی وہ بھاگنے لگا۔ وہ عجیب طرز سے بھاگنے لگا۔ بخدا! مجھے اپنی امی جان کا یہ فرمان نہیں بھولا: ہائے میری دلہن! وہ مجھے سوچے سمجھے بغیر چلنے لگا۔ میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا: ان کی نکیل نیچے پھینک۔ میں نے نکیل نیچے پھینکی۔ وہ چکر میں یوں کھڑا ہو گیا جسے کوئی انسان اسے گھوما رہا ہو گویا کہ کوئی انسان اس کے نیچے کھڑا ہو۔

۵-حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس ان کی تصویر لے کر آئے

امام احمد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے آپ نے فرمایا: میں

نے تمہیں خواب میں دیکھا۔ نکاح سے قبل دو دفعہ خواب میں دیکھا۔ یا تین راتیں دیکھا ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے پر تصویر لے کر آیا۔ اس نے کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ چہرہ سے پردہ ہٹایا تو تم تھیں۔ میں نے کہا: اگر رب تعالیٰ کے ہاں اسی طرح ہے تو وہ ضرور کر دے گا۔

امام ترمذی نے حسن اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین مجھے سبز ریشم کے کپڑے میں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ محترمہ ہیں۔ ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھ سے نکاح نہ کیا حتیٰ کہ جبرائیل امین آپ کے پاس میری تصویر لے کر آئے۔ انہوں نے عرض کی: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں۔ جب آپ نے مجھ سے نکاح فرمایا تو میں بالکل لڑکی تھی۔ جب آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تو رب تعالیٰ نے مجھ پر حیاء طاری کر دیا۔ امام ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا: رب تعالیٰ نے آپ کا نکاح حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نور نظر سے کر دیا ہے۔ ان کے پاس حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر بھی تھی۔

۶- پیغامِ نکاح اور آپ سے نکاح

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: امام احمد نے المناقب میں، مسند میں اور امام بیہقی نے حسن سند سے حضرت سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے، بعض راویوں نے اسے حضرت ام المؤمنین سے متصل لیکن اکثر نے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا تو حضرت خولہ بنت حکیم، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ آپ کی خدمت میں آئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نکاح نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کس سے؟ انہوں نے عرض کی: آپ چاہیں تو باکرہ سے۔ آپ پسند کریں تو ثیبہ سے۔ آپ نے فرمایا: باکرہ کون ہے اور ثیبہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: باکرہ آپ کے نزدیک ساری مخلوق سے پسندیدہ ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر عائشہ ہیں اور ثیبہ سودہ بنت زمعہ ہیں۔ وہ آپ پر ایمان لا چکی ہیں انہوں نے آپ کی اتباع کر لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور ان کے ہاں میرا ذکر کرو۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ام رومان کے پاس آئی میں نے کہا: ام رومان! تمہیں کیا ہے کہ اگر رب تعالیٰ خیر و برکت تمہارے ہاں داخل کر دے۔ انہوں نے فرمایا: وہ کیسے؟ میں نے عرض کی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ کو یاد کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ تم سیدنا صدیق اکبر کا انتظار کرلو۔ وہ آنے ہی والے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر آئے۔ میں نے اس کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: یہ آپ کے لیے روا ہے۔ یہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے؟ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوگئی۔ ان کا قول عرض کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو: تم اور میں دین میں بھائی ہیں اور تمہاری نور نظر میرے لیے جائز ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا: انتظار کرو۔ جب وہ اٹھ کر گئے تو حضرت ام رومان نے مجھے فرمایا: مطعم بن عدی ان کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگ رہا تھا۔ بخدا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ اس کے پاس ان کی بیوی ام اصبی تھی۔ انہوں نے اسے پوچھا: اس لڑکی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے اپنی بیوی کی طرف توجہ کی۔ پوچھا: تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا: شاید اگر ہم اپنے بچے کی تمہارے ہاں شادی کریں کہ تم اسے صحابی بنادو۔ وہ تمہارے دین میں داخل ہو جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ کی۔ پوچھا: مطعم! تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا: وہی کچھ جو یہ کہہ رہی ہے۔ وہ اٹھے ان کے دل میں وعدہ میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے حضرت خولہ سے فرمایا: جاؤ حضور اکرم ﷺ کو بلا کر لاؤ۔ وہ آپ کے پاس آئیں اور آپ کو بلا کر لے گئیں۔ آپ ﷺ آئے تو انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضرت ام المؤمنین فرماتی تھیں: آپ نے مجھ سے نکاح کر لیا۔ میں دو سال ٹھہری رہی۔ جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو ہم دار بنی حارث میں السنح میں اترے۔ میری امی جان اس وقت آئیں جب میں جھولا جھول رہی تھی۔ میری عمر سات سال تھی۔ وہ جھولے کے پاس آئیں۔ میرے گھنے بال تھے۔ وہ مجھے لائیں میں دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ میں جھولے کی بڑی شوقین تھی۔ انہوں نے میرے چہرے کو دھویا۔ میرے بالوں میں کنگھی کی، پھر مجھے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ گھر میں مرد و خواتین تھے۔ انہوں نے مجھے آپ کے حجرہ میں بٹھایا۔ عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ رب تعالیٰ آپ کو ان کے لیے اور انہیں آپ کے لیے بابرکت کرے۔ مرد و خواتین اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ بخدا! میرے لیے نہ تو اونٹ ذبح کیے گئے نہ ہی بکری کو، بلکہ ایک پیالہ تھا جو حضرت سعد بن عبادہ سے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا جاتا تھا۔

شیخان اور ابن حبان نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں چھ سال کی تھی تو آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا۔ ہم مدینہ طیبہ آئے۔ بنو حارث کے ہاں اترے۔ میرے بال بکھر گئے۔ میری والدہ حضرت ام رومان آئیں۔ میں جھولے میں تھی میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ تھیں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ ان کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے مجھے گھر کے دروازے کے پاس کھڑا کر دیا۔ میں جھولوں کی شوقین تھی۔ میں نے کہا: ہہ ہہ۔ انہوں نے کچھ پانی لیا اس سے میرا سر اور چہرہ دھویا پھر مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ گھر میں انصاری خواتین تھیں انہوں نے کہا: خیر و برکت کے ساتھ اور نیک شگون کے ساتھ۔ میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے مجھے سنوارا۔ مجھے کسی نے نہ ڈانٹا۔ آپ ہمارے گھر میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ہمارے گھر میں ہی میرے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ نہ تو اونٹ اور نہ ہی بکری کو ذبح کیا گیا حتیٰ کہ حضرت سعد بن عبادہ نے پیالہ بھیج دیا۔ وہ آپ کی خواتین کی طرف بھیجتے تھے اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

امام مسلم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان سے نکاح کیا تو اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ جب رخصتی ہوئی تو عمر مبارک نو سال تھی۔ آپ ان کے ساتھ کھیل میں شرکت کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

امام مسلم اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر سات سال تھی۔ جب میری رخصتی ہوئی تو عمر مبارک نو سال تھی۔ میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ وہ پڑوس میں رہتی تھیں۔ وہ میرے پاس آتی تھیں جب آپ مجھے دیکھتے تھے تو وہ بھاگ جاتی تھیں۔ آپ انہیں میرے پاس بھیج دیتے تھے۔ ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں بچیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: حضرت سلیمان کا گھوڑا۔ آپ مسکرا پڑے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مکہ مکرمہ میں میرے ساتھ نکاح کیا تو میری عمر چھ سال تھی۔ تین سال بعد میری رخصتی ہوئی اس وقت ہم مدینہ طیبہ میں تھے۔ میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری سہیلیاں پڑوس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں۔ وہ میرے پاس آتی تھیں جب وہ آپ کو دیکھتیں تو ڈر کر بھاگ جاتیں آپ جلدی سے جاتے اور انہیں میرے پاس لے آتے۔

شیخان نے، امام احمد، ابو داؤد، عبد الرزاق، بخاری نے ادب میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں۔ میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔ آپ انہیں میرے پاس بھیجتے تھے۔ یا جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں آپ انہیں پکڑ کر واپس لے آتے۔

امام احمد نے مسند میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں ان خواتین میں شامل تھی جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنوارا تھا۔ انہیں بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا۔ میرے ہمراہ دو خواتین تھیں۔ بخدا! ہم نے آپ کے ہاں کوئی ضیافت نہ پائی۔ صرف اس کے کہ دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ آپ نے اس سے نوش فرمایا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ انہوں نے حیاء کیا۔ میں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ واپس نہ لوٹانا۔ انہوں نے حیاء کے ساتھ اسے پکڑ لیا۔ دودھ پیا پھر آپ نے مجھے فرمایا: اپنی ساتھیوں کو دو۔ انہوں نے کہا: ہمیں بھوک نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہم میں سے کوئی ایسے چیز کو جسے وہ چاہتی ہو یہ کہے کہ اسے اس کی ضرورت نہیں کیا یہ جھوٹ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ ام المومنین سے روایت ہے جب مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میرے بال گھنے اور کانوں تک تھے۔ امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: شوال میں آپ نے مجھ سے نکاح کیا۔ شوال میں میری رخصتی ہوئی۔ کون سی عورت آپ کے ہاں مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنی نے لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ام المومنین کے ساتھ آپ نے ہجرت سے دو سال قبل نکاح

فرمایا شوال کا مہینہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ اہل عرب شوال میں عورتوں کی رخصتی کو ناپسند کرتے تھے۔ ابو عاصم نے لکھا ہے: اہل عرب شوال میں اپنی خواتین کی رخصتی کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ پہلے زمانہ میں شوال میں طاعون پھیلا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہ کیا۔

۷- آپ کے ہاں ٹھہرنے کی مدت

ابن حبان اور ابو عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا تو میری عمر چھ سال تھی۔ رخصتی ہوئی تو عمر نو سال تھی۔ آپ کے ہاں میں نو سال رہیں۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت کیا تو عمر نو سال تھی۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ان سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ جب رخصتی ہوئی تو میری عمر نو سال تھی۔ ان سے ہی روایت ہے، فرمایا: جب آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا تو میری عمر سات سال تھی۔ جب میری رخصتی ہوئی تو میری عمر مبارک نو سال تھی۔ میں آپ کے کاشانہ اقدس میں بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔

۸- وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں

ابن حبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تم دنیا اور آخرت میں میری زوجہ ہو۔ تم دنیا اور آخرت میں میری زوجہ ہو۔

ابن ابی شیبہ نے مسلم البطین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ جنت میں میری زوجہ ہیں۔
امام ترمذی نے عبداللہ بن زیاد الاسدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمار کو فرماتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں آپ کی ازواج کون ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے ہو۔ ابوالحسن الخلعی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! میرا وصال مجھ پر آسان ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ تم جنت میں میری زوجہ ہو۔ ابن عساکر نے لکھا ہے: اب مجھے اس انتقال کی پرواہ نہیں میں جان گیا ہوں کہ تم جنت میں میری زوجہ ہو۔ سلفی کے الفاظ یہ ہیں: اب مجھ پر یہ انتقال آسان ہے میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا ہے۔

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عائشہ صدیقہ کو جنت میں دیکھا گویا کہ میں اب بھی ان کے ہاتھوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں، تاکہ یہ میرے وصال کے وقت مجھ پر آسانی کا سبب بنے۔ ابوالفرج عبدالواحد شیرازی نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: عائشہ! تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اٹھو گی۔

۹۔ ساری ازواج مطہرات سے محبوب

امام ترمذی نے عمرو بن غالب سے صحیح روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بری بات کی۔ انہوں نے فرمایا: تو بھونکتا ہوا قبیح حالت میں پردیس میں مرے کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ کریمہ کو اذیت دیتا ہے۔

ابوداؤد اور ابن عساکر نے آپ کے دربان سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اذن لینے کے لیے حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: ابن عباس آپ کے گھرانے کے ایک صالح فرد ہیں۔ وہ آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا: انہیں اجازت ہے۔ وہ اندر آئے۔ عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو۔ آپ کے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پیاروں سے ملنے کا صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو جائے۔ آپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے محبوب زوجہ ہیں۔ آپ پاکیزہ کو ہی پسند فرماتے تھے۔ ابواء کے مقام پر آپ کا ہار گم ہو گیا۔ وقت صبح آپ نے اسے پالیا مگر صحابہ کرام کے ساتھ پانی نہ تھا۔ اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی۔ آپ کی وجہ اور برکت سے اس امت کو رخصت ملی۔ مسطح کا معاملہ تھا جو تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی کے متعلق ساتویں آسمان پر سے آیات نازل فرمائیں۔ یہ مسجد میں صبح وشام ان آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا: ابن عباس! مجھے اور اپنی اس اصلاح کو چھوڑو۔ بخدا! میری تو خواہش ہے کہ مجھے بالکل فراموش کر دیا جاتا۔

۱۰۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے لوگوں سے پسندیدہ تھیں

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی گئی: آپ کو لوگوں میں سے کون پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔ عرض کی گئی: مردوں میں سے: فرمایا: ان کے والد گرامی۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ام المومنین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو لوگوں میں سے سب سے پسندیدہ کون ہے؟ فرمایا: کیوں؟ عرض کی: تاکہ میں بھی اسے محبت کروں جس کے ساتھ آپ محبت فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس دن انہوں نے فرمایا: آج اس ہستی کا وصال ہو گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔ دارقطنی نے غرائب مالک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے عرض کی: آپ مجھ سے کیسے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا: جیسے رسی کی گرہ۔ عرض کی: پھر گرہ کا کیا بنے گا؟ فرمایا: وہ اپنے حال پر رہے گی۔

۱۱-آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نظر کا دم کیا کریں

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے میں خود کو نظر سے دم کیا کروں۔

۱۲-آپ کی نوبت دو راتیں تھی

ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب عمر رسیدہ ہو گئیں۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جدا کر دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری باری حضرت عائشہ کے لیے مختص فرما دیں۔ آپ نے یہ ان سے قبول کر لیا۔ وہ فرماتی تھیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ایسے ہی امور کے متعلق یہ آیت طیبہ اتری ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا۔ (النساء:۱۲۸)

ترجمہ: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے جھگڑے کا اندیشہ ہو۔

۱۳-امہات المؤمنین کے حجرات مقدسہ میں جاتے ہوئے آپ سب سے آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جاتے تھے

عمر الملا سے روایت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آپ نماز عصر ادا فرما لیتے تو ایک زوجہ کریمہ کے گھر جاتے۔ آپ سب سے آخر میں میرے پاس تشریف لاتے۔ جب آپ آتے تو اپنا گھٹنا میری ران پر رکھتے۔ دست مبارک میرے کندھے پر رکھتے پھر مجھ پر جھک جاتے۔

۱۴-ان سے محبت کی ترغیب

ابویعلی اور بزار نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ فرمایا: فاطمہ! عائشہ کو برا بھلا کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا: کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: کیا تم اس سے بغض نہ رکھو گی جس سے میں بغض رکھتا ہوں؟ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا: میں عائشہ سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت کرو۔ انہوں نے عرض کی: آج کے بعد میں ان سے ایسی کوئی بات نہ کروں گی جو انہیں اذیت دے۔

۱۵-بدلہ لینے کا حکم

امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے علم ہی نہ ہوا کہ اچانک حضرت زینب غصے کی حالت میں میرے پاس آئیں۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی آپ کے پاس آجاتی ہے تو وہ آپ کے لیے کافی ہو جاتی ہے، پھر انہوں نے میری طرف توجہ کی۔میں نے ان سے اعراض کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: ان سے بدلہ لو۔میں ان کی سمت گئی۔میں نے دیکھا کہ ان کا تھوک ان کے منہ میں خشک ہو چکا تھا۔وہ مجھے کوئی جواب نہ دے رہی تھیں۔میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

امام بخاری نے ادب میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ازواج مطہرات نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔انہوں نے اذن طلب کیا۔آپ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کی چادر میں تھے۔آپ نے انہیں اذن دے دیا۔وہ اندر حاضر ہوئیں۔عرض کی: آپ کی ازواج مطہرات نے مجھے بھیجا ہے وہ آپ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نورنظر کے متعلق عدل کے لیے التجاء کر رہی ہیں۔آپ نے فرمایا: نورنظر! کیا تم اس سے محبت نہ کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔انہوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: ان سے محبت کیا کرو۔وہ اٹھیں باہر نکلیں۔ ازواج مطہرات سے گفتگو کی۔انہوں نے فرمایا: تم نے ہمیں فائدہ نہ دیا۔دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔انہوں نے فرمایا: بخدا! اب میں ان کے متعلق کبھی بھی گفتگو نہ کروں گی۔انہوں نے حضرت زینب کو بھیجا۔انہوں نے اذن طلب کیا۔ انہیں اذن مل گیا انہوں نے یہی عرض کی: وہ مجھے برا بھلا کہنے لگی۔میں ان کی طرف دیکھنے لگی۔کیا مجھے آپ اذن دیتے ہیں یا نہیں۔میں جان گئی کہ آپ ناپسند نہیں فرما رہے کہ میں ان سے بدلہ لے لوں۔میں ان پر گر پڑی۔میں نے انہیں سختی سے پکڑے رکھا۔آپ تبسم فرما رہے۔فرمایا: یہ بھی تو ابوبکر کی نورِ نظر ہے۔ایک اور روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: ان سے بدلہ لو۔

۱۶-ان کی باری کے روز صحابہ کرام تحائف بھیجتے تھے

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام اس دن تحائف بھیجتے تھے جب ان کی باری ہوتی تھی اس سے ان کا مقصود آپ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت رمیثہ بنت حارث سے روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت ام سلمہ سے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ صحابہ کرام اس روز تحائف پیش کرتے ہیں جب حضرت عائشہ صدیقہ کی نوبت ہوتی ہے ان سے فرمایا کہ آپ جہاں بھی ہوں وہ تحائف بھیجا کریں۔ہم اسی طرح خیر کو پسند کرتی ہیں۔جیسے حضرت عائشہ صدیقہ پسند کرتی ہیں۔وہ آپ کی خدمت میں آئیں۔یہ عرض کیا تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا۔جب وہ چلی گئیں تو ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ کے پاس آئیں کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض تو کی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعراض فرمایا۔ انہوں نے کہا: دوبارہ جاؤ اور آپ سے عرض کرو۔ جب آپ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دوبارہ عرض کی۔ آپ نے انہیں فرمایا: ام سلمہ! عائشہ کے متعلق مجھے تکلیف نہ دیا کرو۔ بخدا! تم میں سے کسی کے ہاں لحاف میں مجھ پر وحی نہیں اترتی سوائے عائشہ کے۔

حضرت ابوعمر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: چار امور پر میں ازواج مطہرات پر فخر کرسکتی ہوں۔ میں باکرہ تھی۔ آپ نے مجھ سے نکاح فرمایا۔ میرے علاوہ کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہ کیا۔ میرے بستر پر آپ پر نزول وحی ہوتا۔ میری برات کے متعلق قرآن پاک نازل ہوا جسے تلاوت کیا جاتا ہے۔ میرے ساتھ نکاح کرنے سے قبل دوبار حضرت جبرائیل امین میری تصویر لے کر آپ کے پاس آئے۔

۱۷-آپ کی ان کے لئے دعا

الطبرانی اور البزار نے ثقہ راویوں سے، ابن حبان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا آپ کی طبیعت خوشگوار تھی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیں: آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی: مولا! عائشہ صدیقہ کے اگلے پچھلے علانیہ اور پوشیدہ گناہ معاف فرما۔ حضرت عائشہ صدیقہ مسکرا اٹھیں، حتیٰ کہ مسکراتے مسکراتے سر آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: میری دعا نے تمہیں خوش کر دیا ہے۔ عرض کی: مجھے آپ کی دعا خوش کیوں نہ کرے گی؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہر نماز میں میں اپنی امت کے لیے یہی دعا مانگتا ہوں۔

۱۸-روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لینا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ آپ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے ان کی زبان چوس لیتے تھے۔

۱۹-حضرت عائشہ صدیقہ کی خوشی اور ناراضگی کی علامات

امام احمد نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے اذن طلب کرنے آئے۔ انہوں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی آواز آپ کی آواز سے بلند تھی۔ آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے ام رومان کی بیٹی! انہیں پکڑ لیا۔ کیا تم اپنی آواز کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند کرتی ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اور ام المومنین کے مابین حائل ہو گئے جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے ام المومنین کو راضی کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں تمہارے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین حائل ہو گیا تھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ آپ انہیں ہنسا رہے تھے۔ انہوں نے اذن طلب کیا۔ آپ نے اذن دے دیا۔ انہوں نے

عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی صلح میں اس طرح شامل فرمالیں جیسے اپنی شکر رنجی میں شامل کیا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین شکر رنجی تھی۔ آپ نے فرمایا: اپنے اور میرے مابین کسے ثالث بناتی ہو؟ کیا حضرت عمر فاروق سے راضی ہو؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! عمر سخت آدمی ہیں۔ فرمایا: کیا میرے اور اپنے مابین اپنے والد گرامی کو ثالث مقرر کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا: اس کا یہ معاملہ ہے۔ اس کا یہ معاملہ ہے۔ میں نے کہا: اللہ سے ڈریں اور صرف حق بات کریں۔ سیدنا صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ اٹھایا میری ناک پر نشان ڈال دیا۔ فرمایا: ام رومان کی بیٹی تم اور تمہارا باپ حق کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حق نہیں کہتے۔ میری ناک پھیل گئی گویا کہ وہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا، پھر وہ شاخ خرما لے کر اٹھے اور مجھے اس کے ساتھ مارنے لگے۔ میں ان سے بھاگ کر گئی اور آپ کے ساتھ چمٹ گئی۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم باہر چلے جاؤ۔ میں نے تمہیں اس لئے تو نہیں بلایا تھا۔ جب وہ باہر چلے گئے۔ میں اٹھی۔ آپ سے علیحدہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ میں نے انکار کر دیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ فرمایا: اس سے قبل تم میری کمر کے ساتھ شدت سے چمٹی ہوئی تھی۔ امام مسلم، نسائی اور دارقطنی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کیسے جان جاتے ہیں؟ فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو لا و رب محمد ﷺ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو لا و رب ابراھیم۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں۔

۲۰-دوڑ میں مقابلہ کرنا

حمیدی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ کسی سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے فرمایا: آؤ میں تمہارے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی جب مجھ پر موٹاپا آ گیا تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ آگے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! یہ اس کا بدلہ ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ آپ خوش طبعی فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حج کا احرام باندھ کر آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عمرہ کا احرام باندھا جب ہم سرف پہنچے تو انہیں خصوصی ایام آ گئے۔ ہم آئے۔ ہم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ آپ نے اسے احرام کھولنے کا حکم دے دیا جس کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا۔ ہم نے عرض کی: کس چیز سے حلت؟ آپ نے فرمایا: ہر چیز سے۔ ہم نے اپنی ازواج سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ خوشبو لگائی۔ اپنے کپڑے پہنے ہمارے اور عرفہ کے

مابین صرف چار راتیں تھیں۔ہم نے یوم ترویہ کو احرام باندھا۔آپ سیدہ عائشہ کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔پوچھا: کیا ہوا؟ عرض کی: میرے خصوصی ایام آگئے ہیں۔لوگوں نے احرام کھول دیا ہے۔میں نے احرام نہ کھولا۔میں نے بیت اللہ کا طواف بھی نہ کیا لوگ اب صبح کے لئے جا رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: یہ وہ امر ہے جسے رب تعالیٰ نے بنات آدم کے مقدر میں لکھ دیا ہے تم غسل کر لو پھر حج کا احرام باندھ لو۔میں نے اسی طرح کیا۔میں نے وقوف کیا جب پاک ہو گئی تو خانہ کعبہ کا طواف کیا۔صفا اور مروہ کی سعی کی۔آپ نے فرمایا: تم اپنے حج اور عمرہ کی وجہ سے خوش ہو گئی ہو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے دل میں خلش ہے۔میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا حتیٰ کہ میں نے حج کر لیا۔آپ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! انہیں تنعیم سے عمرہ کرا لاؤ۔یہ رات حصبہ کی تھی۔

۲۰-آپ نے ان کے علاوہ کسی اور باکرہ سے نکاح نہ فرمایا

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کا کیا خیال اگر آپ کسی وادی میں تشریف لے جائیں اس میں درخت ہو جسے کھایا جا چکا ہو ایک ایسا درخت بھی ہو جسے ابھی تک کسی نے نہ کھایا ہو آپ اپنا اونٹ کس پر چھوڑیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس پر جسے کھایا نہ گیا ہو، یعنی ان کے علاوہ آپ نے کسی باکرہ خاتون سے نکاح نہ کیا۔

۲۱-حبشیوں کا کھیل دکھانا

امام ترمذی، نسائی، ابن عدی، اسماعیلی وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ تشریف فرما تھے ہم نے شور وغل اور بچوں کی آوازیں سنیں یا بچے اور عورتیں باہر نکل آئیں۔آپ اٹھے۔حبشی بچے ناچ رہے تھے۔یا وہ اپنے نیزوں کے ساتھ مسجد میں کھیل رہے تھے۔بچے ان کے ارد گرد تھے۔آپ نے فرمایا: عائشہ! آؤ۔دیکھو۔امام نسائی نے روایت کیا ہے۔حمیراء! کیا تم انہیں دیکھنا پسند کرو گی۔میں نے عرض کی: ہاں۔میں نے اپنا رخسار آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔آپ اپنی چادر سے مجھے چھپائے ہوئے تھے۔میں کندھے سے سر تک انہیں دیکھنے لگی۔آپ فرمانے لگے: عائشہ! کافی ہے۔سیر ہو گئی ہو۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جلدی نہ کریں۔آپ کھڑے رہے فرمایا: کافی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جلدی نہ کریں۔میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں، لیکن میں چاہتی تھی کہ عورتوں کو علم ہو جائے کہ آپ مجھ سے اور میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں۔میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے قدمین شریفین کو باری باری حرکت دے رہے تھے جب حضرت عمر فاروق آئے تو لوگ اور بچے چلے گئے۔آپ نے فرمایا: میں جن وانس کے شیطانوں کی طرف دیکھ رہا تھا وہ عمر سے بھاگ گئے ہیں۔

برقانی نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس

دو بچیاں تھیں جو جنگ بعاث کے بارے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ آپ بستر پر لیٹ گئے چہرہ انور پھیر لیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے مجھے جھڑکا۔ انہوں نے فرمایا: شیطان کے مزامیر اور آپ کے پاس۔ آپ نے ان کی طرف رخ انور کیا۔ فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ جب آپ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو میں نے انہیں اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔ انہوں نے فرمایا: عید کے روز سوڈانی آئے وہ ڈھالوں اور نیزوں کے ساتھ کھیلنے لگے۔ جب میں نے آپ سے عرض کی: تو فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ فرمایا: بنو ارفدہ! شروع کرو۔ جب میں تھک گئی تو فرمایا: کیا کافی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں!

۲۲- آیت تخییر میں ابتداء ان سے کی

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رب تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو آپ نے ابتداء حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ فرمایا: میں تم سے ایک امر ذکر کرنے لگا ہوں تم اس کے متعلق جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ انہوں نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)! اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو۔

انہوں نے عرض کی: کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں گی، بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرتی ہوں۔

ایام مرض میں ان کے ہاں قیام فرمانا

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ علیل ہوئے تو آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ نے ازواج مطہرات سے اذن لیا کہ آپ ایام مرض میرے حجرہ میں گزار لیں۔ انہوں نے آپ کو اذن دے دیا۔ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر اٹھے۔ ساتھ ایک اور شخص بھی تھا آپ کی مبارک ٹانگیں زمین پر گھسیٹی جا رہی تھیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا؟ وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کا تذکرہ نہ کیا۔ امام زہری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت میمونہ کے حجرہ مقدسہ میں تھے) حضرت عبد اللہ بن زمعہ سے کہا: لوگوں کو حکم دو وہ نماز ادا کر لیں۔ وہ حضرت عمر سے ملے۔ انہوں نے کہا: عمر! لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے انہیں نماز پڑھائی۔ آپ نے ان کی آواز سنی۔ ان کی آواز بلند تھی۔ آپ نے انہیں پہچان لیا۔ آپ نے پوچھا: یہ تو عمر فاروق کی آواز نہیں؟ لوگوں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ اس کا انکار فرماتا ہے۔ اہل ایمان بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔ ابو بکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ام المؤمنین نے عرض کی: ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں۔ وہ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے۔ جب وہ قرآن پڑھتے تو بہت زیادہ روتے تھے۔ انہوں نے یہ بات اس لئے کی تاکہ لوگ انہیں اس سے بچائیں کہ وہ سب سے پہلے آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے اپنی عرض دہرائی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اپنی عرض دہرائی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف کی ساتھی ہو۔

۲۴۔ اپنے ساتھ دعوت میں شریک کر لینا

امام مسلم اور برقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک ایرانی شخص آپ کا پڑوسی تھا۔ اس نے کھانا تیار کیا۔ آپ کو دعوت دی۔ آپ کے پہلو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اس نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔ اس نے عرض کی: نہیں۔ اس نے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔ اس نے عرض کی: نہیں۔ تیسری بار اس نے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے ساتھ ہیں۔ اس نے عرض کی ہاں۔

۲۵۔ عورتوں پر ان کی فضیلت

ابن ابی شیبہ، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے، امام احمد نے حضرت عائشہ سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، حضرت سعد بن ابی وقاص سے، الطبرانی نے حسن سند سے، حضرت فروہ بن ابی ایاس سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ دیگر خواتین سے اس طرح افضل ہیں جیسے ثرید دیگر کھانوں پر افضل ہوتی ہے۔

ابوطاہر المخلص نے امام بکی سے، الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عمرو بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: زیاد بن سمیہ نے حضرت عمرو بن حارث کے ساتھ کچھ ہدیے اور اموال امہات المؤمنین کے لئے بھیجے۔ انہوں نے حضرات ام سلمہ اور صفیہ کی طرف بھی تحائف بھیجے۔ ان سے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت کی وجہ سے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: ان کی فضیلت تو اس فضیلت سے کہیں بڑھ کر ہے، پھر حضرت ام سلمہ کے پاس وہ قاصد گیا تاکہ معذرت پیش کرے۔ انہوں نے فرمایا: زیاد ان کے لئے معذرت کیوں کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو تو اس ذات نے فضیلت بخشی ہے جو ہم سب سے زیادہ عظیم ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

۲۶۔ حضرت جبرائیل امین کو دیکھنا اور ان کا انہیں سلام دینا

امام احمد، ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے کہا: میں نے اس طرح کا

ایک شخص دیکھا ہے میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے؟ وہ فرماتی ہیں: میں نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا۔ آپ نے کپڑے پہنے اس کی طرف نکلے وہ سیدنا جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے عرض کی: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔ آپ اندر تشریف لائے۔ کتے کو مارا۔ حضرت جبرائیل امین اندر آگئے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: حضرت جبرائیل امین آپ کو سلام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئی۔ میں نے عرض کی: حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ حجرہ مقدسہ میں ہیں۔ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ میں وہیں ٹھہر گئی۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام دے رہے ہیں۔

۲۷- امت کے لئے سراپا برکت

ابن ابی ملیکہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اذن باریابی لیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے عرض کی: امی جان! حضرت ابن عباس آپ کے گھرانے کے صالح شخص ہیں وہ آپ کی عیادت کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ اندر آئے۔ عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو۔ بخدا! آپ کے اور حضور اکرم ﷺ سے اور احباء سے ملاقات کرنے کے مابین صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح مبارک آپ کے جسم سے نکل جائے آپ کو آپ ساری ازواج مطہرات سے زیادہ پیاری تھیں۔ آپ پاکیزہ کو ہی پسند کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ حضرت ابن عباس: آپ کا ہار ابواء کے مقام پر گم ہو گیا۔ وقت صبح وہ آپ کو ملا لیکن لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔ (النساء:۴۳)

ترجمہ: ارادہ کرو زمین پاک کا۔

یہ آپ کے سبب اور برکت سے تھا کہ رب تعالیٰ نے اس امت کے لئے رخصت نازل کی۔ مسطح کے معاملہ میں رب تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آپ کے لئے برأت نازل کی۔ صبح وشام ان آیات طیبات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن عباس! مجھے چھوڑ دو۔ یہ اصلاح چھوڑ دو۔ بخدا! میں تو تمنا کرتی ہوں کہ مجھے بھلا دیا جاتا۔

۲۸- ان کی پاکیزگی کی آیات آسمان سے نازل ہوئیں

الحوارث میں میں نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ زاد المعاد میں ہے۔ امت کا اتفاق ہے کہ آپ پر بہتان لگانے والا کافر ہے۔

۲۹-ان کی دس خصوصیات

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے ازواج مطہرات پر دس فضیلتیں حاصل ہیں۔عرض کی گئی: ام المؤمنین! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: میرے علاوہ آپ نے کسی باکرہ عورت سے نکاح نہ کیا۔میرے علاوہ کسی اور ایسی عورت سے نکاح نہ کیا جس کے والدین مؤمن اور مہاجر ہوں۔رب تعالیٰ نے میری پاکیزگی کے لئے آیات آسمان سے اتاریں۔جبرائیل امین آسمان سے ریشم پر میری تصویر لے کر آئے۔انہوں نے عرض کی: ان سے نکاح کر لیں۔یہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔میں اور آپ ایک ہی برتن میں غسل کر لیتے تھے۔یہ آپ نے میرے علاوہ کسی اور زوجہ کے ساتھ نہ کیا۔آپ میرے ہمراہ ہوتے تھے کہ آپ پر نزول وحی ہوتا تھا۔میرے علاوہ کسی اور زوجہ کے پاس نزول وحی نہ ہوا۔آپ میرے سینے پر تھے کہ آپ کا وصال ہوا۔اس روز میری ہی باری تھی اور میرے حجرہ مقدسہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔

ان سے ہی روایت ہے۔فرمایا: مجھے ایسی خصوصیات بخشی گئی ہیں جو کسی اور عورت کو نہیں بخشی گئیں۔میری عمر سات سال تھی تو آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمایا۔فرشتے نے اپنی ہتھیلی پر میری تصویر لائی۔آپ نے اسے دیکھا۔نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔میں نے حضرت جبرائیل امین کو دیکھا میرے علاوہ کسی اور زوجہ نے انہیں نہ دیکھا۔میں آپ کو ساری ازواج سے محبوب تھی میرے والد گرامی آپ کو سارے صحابہ کرام سے محبوب تھے۔میں نے مرض وصال میں آپ کی تیمارداری کی جب آپ نے وصال فرمایا تو میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

وزیر نظام الملک نے امالیہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے دس ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جن سے میرے علاوہ کسی اور عورت کو نہیں نوازا گیا تھا۔میری ماں کی رحم میں میری تصویر بننے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری تصویر پیش کی گئی۔میں باکرہ تھی آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمالیا۔میرے علاوہ کسی اور باکرہ سے آپ نے نکاح نہ فرمایا۔آپ میرے سینے پر ہوتے تھے کہ حضرت جبرائیل وحی لے کر آجاتے تھے۔آسمان سے میری برأت اتری۔میں آپ کو سارے لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔آپ میرے سینے پر تھے کہ آپ کو اختیار دیا گیا۔آپ نے میرے ہی دن وصال فرمایا میرے حجرہ مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے۔یہ دس خصوصیات کی روایت ہے مگر راوی نے آٹھ کا ذکر کیا ہے۔

ابو یعلی نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے کچھ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو صرف حضرت مریم کو ملی تھیں۔حضرت جبرائیل امین اپنی ہتھیلی پر میری تصویر لے کر اترے۔آپ نے صرف مجھ سے نکاح کیا جب کہ میں باکرہ تھی۔میرے علاوہ کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہ فرمایا۔آپ کا سر میری آغوش میں تھا کہ آپ کا وصال اس حالت میں ہو گیا۔میرے حجرہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔فرشتے میرے حجرے میں پرے باندھے کھڑے ہوتے تھے۔وحی نازل ہوتی تھی۔آپ اپنی اہلیہ کے پاس ہوتے تھے۔فرشتے آپ سے جدا ہو جاتے تھے۔

میں آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتی تھی وحی آپ پر نازل ہو جاتی تھی۔میں ان کے خلیفہ اور صدیق کی نورِ نظر ہوں۔میری معذرت آسمان سے اتری۔مجھے طیب اور پاک پیدا کیا گیا ہے۔میں پاک اور طیب کے پاس ہی رہی۔میرے ساتھ مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھ میں (سات) ایسے خصائل پائے جاتے ہیں جو عورتوں میں سے کسی میں نہیں پائے جاتے مگر رب تعالیٰ نے جو حضرت مریم کو عطا کئے۔بخدا! میں یہ فخراً نہیں کہہ رہی یا میں ان کے ساتھ اپنی ساتھیوں پر فخر نہیں کر رہی۔حضرت ابن صفوان نے عرض کی: ام المؤمنین! وہ خصوصیات کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: فرشتہ میری تصویر لے کر آیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ اس وقت نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی۔نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی۔میں باکرہ تھی آپ نے مجھ سے نکاح کیا۔لوگوں میں سے کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کیا۔میں اور آپ ایک ہی لحاف میں ہوتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھی میں اس شخص کی نورِ نظر تھی جو آپ کو سب سے زیادہ پیارا تھا میرے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں۔قریب تھا کہ امت میری وجہ سے ہلاک ہو جاتی۔میں نے حضرت جبرائیل کو دیکھا میرے علاوہ کسی اور زوجہ کریمہ نے انہیں نہ دیکھا۔میرے ہی حجرہ مقدسہ میں آپ کا وصال ہوا۔اس وقت میرے اور فرشتے کے علاوہ کسی نے نہ دیکھا۔

وسعت علمی اور فقاہت

امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے۔اسے صحیح بھی کہا ہے۔ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب بھی صحابہ کرام کو کسی حدیث میں مشکل پیدا ہوئی تو ہم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق سوال کیا ان کے پاس اس کا حل ضرور تھا۔

ابن ابی خیثمہ اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس امت کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے جن میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شامل ہوں تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان کے علم سے زائد ہوگا۔حضرت سعید بن منصور، ابن ابی خیثمہ اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ مسروق علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ وہ قسم اٹھایا کرتے تھے کہ میں نے اکابر صحابہ کرام کی زیارت کی سعادت حاصل کی جو حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ابن ابی خیثمہ، حاکم اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ، ابوعمرو بن عساکر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو قرآن پاک، فرائض، حلال، حرام، فقہ، طب، اشعار، حدیث العرب اور علم نسب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زائد ہو۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فصیح ہو۔الطبرانی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے کسی خطیب کو نہیں دیکھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ فصیح اور ذہین ہو۔

حضرت عروہ سے عرض کی گئی: ابوعبداللہ! آپ کتنی زیادہ روایتیں بیان کرتے ہیں۔وہ ان کو سارے لوگوں سے زیادہ روایت کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کے سامنے میری روایت کی کیا حیثیت ہے ان کے پاس جو چیز بھی آتی اس کے متعلق وہ شعر ضرور پڑھتیں۔امام احمد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔وہ ان سے عرض گزار ہوتے تھے: امی جان! میں آپ کے فہم وادراک پر تعجب نہیں کرتا۔میں کہتا ہوں کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ کریمہ ہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نور نظر ہیں میں آپ کے اشعار کے متعلق علم اور ایام الناس کے متعلق کے بارے میں متعجب نہیں ہوتا۔میں کہتا ہوں: وہ صدیق اکبر کی نور نظر ہیں۔وہ سارے لوگوں سے زیادہ ان امور کے عالم تھے میں آپ کے علم طب سے صرف متعجب ہوتا ہوں۔یہ کیسے ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے میرے کندھے پر مارا فرمایا: ارے! حضور اکرم ﷺ اپنی عمر کے آخری ایام میں بہت زیادہ بیمار ہوتے تھے۔ہر طرف سے آپ کے پاس وفود آتے تھے۔عرب وعجم کے اطباء آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔میں ہی ان کا علاج کرتی تھیں۔بس یہی وجہ ہے۔

حاکم نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اگر سب کا علم جمع کیا جائے۔آپ کی ازواج مطہرات کا علم بھی جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زائد ہوگا۔اگر ام المؤمنین کے علم کو ازواج مطہرات اور سارے لوگوں کے علم کے ساتھ ملایا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ کا علم افضل ہوگا۔امام احمد نے زہد میں اور حاکم نے ارحنف بن قیس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے میں نے دیگر لوگوں کے خطبے سنے لیکن میں نے کسی کا کلام نہ سنا جو حضرت ام المؤمنین کے کلام سے عمدہ اور احسن ہو۔

حاکم اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت عطاء بن رباح سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سارے لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں زیادہ عالم تھیں رائے عامہ میں احسن تھیں۔ابن ابی خیثمہ نے حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: زیاد! سارے لوگوں سے زیادہ عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ۔انہوں نے کہا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں: انہوں نے کہا: اگر تم قسم دے کر پوچھتے ہو تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سارے لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

بلاذری نے قبیصہ بن ذؤیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساری خواتین اور اکابر صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھیں۔حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ادوار خلافت میں فتویٰ پر چھائی رہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہوگیا۔انہوں نے آپ سے ۱۲۱۰ احادیث روایت

کی ہیں۔ امام بخاری اور مسلم ۱۷۴ احادیث پر متفق ہیں۔ بخاری ۵۴ احادیث میں منفرد ہیں۔ امام مسلم ۶۸ احادیث میں منفرد ہیں۔ ان سے کثیر صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم نے روایات کی ہیں۔

۳۱-ان کا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا انکار اور ان کا اقرار

امام مسلم نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

ہم مسواک کی آواز سن رہے تھے جو وہ کر رہی تھیں۔ میں نے کہا: ابو عبد الرحمٰن! کیا آپ نے رجب میں عمرہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے حضرت ام المؤمنین سے عرض کی: امی جان! کیا آپ سن رہی ہیں کہ ابو عبد الرحمٰن کیا کہہ رہے ہیں؟ پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: وہ کہہ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ ابو عبد الرحمٰن کو معاف فرمائے۔ مجھے اپنی حیات طیبہ کی قسم! آپ نے کوئی عمرہ بھی رجب میں نہیں کیا۔ آپ نے جب بھی عمرہ کیا۔ میں آپ کے ساتھ تھی۔ حضرت ابن عمر یہ سن رہے تھے وہ خاموش رہے۔ ہاں یا نہ نہ کہا۔

۳۲-زہد، کرم، صدق، اور حضرت بریرہ کو آزاد کرنا

ابو نعیم نے حضرت ام ذرہ سے روایت کیا ہے وہ حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں رہا کرتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا: دو بوروں میں مال آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی ہزار یا ایک لاکھ دراھم ہوں گے۔ انہوں نے طشت منگوایا۔ اس روز وہ روزہ سے تھیں وہ بیٹھ کر لوگوں میں تقسیم کرنے لگیں شام کے وقت ان کے پاس ایک درھم نہ رہا تھا۔ شام کے وقت لونڈی سے کہا: لڑکی! کچھ لے کر آؤ روزہ کھولیں۔ وہ روٹی اور زیتون لے کر آئی۔ حضرت ام ذرہ نے عرض کی: کیا آپ ان دراھم میں سے ایک درھم بھی نہ بچا سکتی تھیں جو آپ نے آج صدقہ کئے جس سے ہم گوشت خرید لیتے اور روزہ افطار کر لیتے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ندامت نہ دلاؤ اگر تم مجھے یاد کراتیں تو میں ضرور اس طرح کرتی۔ امام بخاری نے اس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے خریدا ان کے موالی نے یہ شرط لگا دی کہ ان کی ولاء ان کے لئے ہوگی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: اسے خرید لو ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔ آپ نے گوشت دیکھا۔ پوچھا تو میں نے عرض کی: یہ حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

۳۳-خوف، تقویٰ، عبادت اور حیاء

ابو نعیم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المؤمنین سے اذن باریابی

طلب کیا۔انہوں نے فرمایا: مجھے ان کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے عرض کی: امی جان! ابن عباس آپ کے گھرانے کے صالح شخص ہیں وہ آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔فرمایا: انہیں اذن دے دو۔وہ آپ کی خدمت میں آئے۔عرض کی: امی جان! آپ کو بشارت ہو بخدا! اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر احباء سے ملاقات کرنے میں صرف اتنا وقت ہے کہ آپ کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل جائے۔آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری ازواج مطہرات سے محبوب تھیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاکیزہ اور طیب کو ہی پسند کرتے تھے۔آپ کا ہار ابواء کے مقام پر گم ہوا۔وقت صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پالیا۔صحابہ کرام کے پاس پانی نہ تھا۔رب تعالیٰ نے اس وقت آیۃ تیمم نازل کر دی۔یہ آپ ہی کی وجہ سے اور برکت سے تھا کہ رب تعالیٰ نے اس امت پر رخصت نازل کی۔

جہاں تک مسطح کا معاملہ تھا تو رب تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر سے آپ کے لئے برأت نازل فرمائی۔ہر ہر مسجد میں شب و روز میں وہ آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔انہوں نے فرمایا: ابن عباس! یہ اصلاح چھوڑ دو۔میری تو خواہش ہے کہ کاش! مجھے فراموش کر دیا جاتا۔

حضرت ام المومنین ہی سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں اس حجرہ مقدسہ میں داخل ہوتی تھی جس میں آپ مدفون تھے، تو میں نے اپنا کپڑا رکھا ہوتا تھا۔میں کہتی تھی یہ میرے خاوند محترم ہیں۔ان کے ساتھ میرے والد گرامی ہیں۔جب حضرت عمر فاروق دفن ہوئے تو میں اپنے کپڑے اوڑھ کر اندر جاتی تھی یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔

۳۴-غیرت

ابو یعلی، ابو شیخ اور ابن حبان نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میرا سامان قلیل تھا۔وہ تیز رفتار اونٹ پر تھا۔حضرت صفیہ کا سامان بھاری تھا وہ بوجھل اور سست اونٹ پر تھا۔جو کارواں سے پیچھے رہ جاتا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کا سامان صفیہ کے اونٹ پر اور صفیہ کا سامان عائشہ کے اونٹ پر رکھ دو تاکہ کارواں روانہ ہو سکے۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا: اللہ کے بندو! یہ یہودیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے مجھ پر غالب آگئی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ام عبداللہ! تمہارا سامان قلیل ہے صفیہ کا سامان زیادہ ہے کارواں سست ہو گیا ہے ہم تمہارا سامان ان کے اونٹ پر اور ان کا سامان تمہارے اونٹ پر منتقل کر دیتے ہیں۔میں نے کہا: کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔آپ مسکرا رہے تھے۔فرمایا: ام عبداللہ! کیا اس میں شک ہے۔میں نے عرض کی: کیا آپ گمان نہیں کرتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔آپ عدل کیوں نہیں کرتے۔یہ بات سیدنا صدیق اکبر نے بھی سن لی۔ان کی طبیعت میں تیزی تھی وہ میرے پاس آئے اور میرے چہرے پر مار دیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر ٹھہرو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ سن نہیں رہے کہ یہ کیا کہہ رہی

ہیں؟ آپ نے فرمایا: غیرت کھانے والا وادی کی بلندی سے اس کی پستی کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

۳۵-وصال اور تدفین

ماہ رمضان المبارک میں بروز منگل جب کہ رمضان المبارک کے سترہ روزے گزر چکے تھے آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ صحیح روایت ہے اکثر مؤرخین نے اسے اپنایا ہے۔ اس وقت ۵۸ھ تھی۔ اسے ابن ابی خیثمہ نے حضرت عیینہ سے اور المدائنی نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ہشام بن عروہ سے ۵۷ھ روایت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینہ طیبہ پر عامل مروان تھا وہ حج کے لئے گیا تھا اور اس نے اپنا نائب حضرت ابو ہریرہ کو بنایا تھا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت عروہ سے فرما رکھا تھا کہ: جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے میری ساتھیوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا ان کے حجرہ مقدسہ میں جگہ تھی۔ فرمایا: میں کبھی بھی اسے نہ دیکھوں گی۔

تنبیہ

صحیح کی روایت میں ہے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری رخصتی ہوئی تو میری عمر چھ سال تھی۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ ان کی عمر ۶ سال مکمل تھی ساتویں میں تقریباً داخل ہو رہی تھیں۔

❁❁❁

چوتھا باب

حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے کچھ مناقب

۱-ولادت اور نسب

یہ اس وقت جہان رنگ و بو میں آئیں جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے یہ آپ کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کے والد گرامی کا نسب گزر چکا ہے ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔

۲-پہلے وہ کس کی زوجیت میں تھیں

پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجیت میں تھیں انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی وہ ان زخموں کی وجہ سے شہید ہوئے تھے جو انہیں بدر یا احد کے روز آئے تھے کسی نے بدر اور کسی نے احد کا ذکر

کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ آپ نے ماہ شعبان میں ہجرت سے تیس ماہ بعد پہلے قول کے مطابق دوسرے قول کے مطابق غزوہ احد کے بعد ان سے نکاح فرمایا تھا۔ امام احمد، شیخان اور نسائی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت حفصہ کو خنیس بن حذافہ کی شہادت کی وجہ سے اذیت ہوئی۔ وہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی اور مدینہ طیبہ میں وصال فرما گئے تھے۔

میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے حضرت حفصہ کے متعلق بات کی۔ میں نے کہا: اگر پسند کرو تو میں تمہارا نکاح حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں اس مسئلہ میں غور و فکر کروں گا۔ میں کچھ دنوں کے بعد ان سے ملا۔ انہوں نے فرمایا: میرے لئے یہ ظہور پذیر ہوا ہے کہ میں ان دنوں میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے کہا: اگر آپ پسند کریں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کر دوں! وہ خاموش رہے۔ انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان سے بھی زیادہ دکھ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے حضرت حفصہ کو پیغام نکاح دیا۔ میں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ مجھے کہا: شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں جب کہ آپ نے حفصہ سے نکاح کے لیے کہا تھا لیکن میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں! انہوں نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے نہ روکا کہ میں آپ کو جواب دیتا، لیکن میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا: آپ حفصہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ میں آپ کا راز افشاء نہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ دیتے تو میں انہیں قبول کر لیتا۔

ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میں نے حضرت حفصہ سے نکاح کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: انہوں نے اعراض فرمایا میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عثمان پر تعجب ہے میں نے انہیں حفصہ سے نکاح کے لئے کہا، مگر انہوں نے اعراض کیا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت عثمان کا نکاح ان سے کر دیا ہے جو حفصہ سے بہتر ہے اور حفصہ کا نکاح اس سے کر دیا ہے جو حضرت عثمان غنی سے بہتر ہے۔ جب حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ سے نکاح کے لئے کہا تھا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق سے اعراض کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین سے کر دیا۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام المؤمنین حفصہ سے نکاح ہجرت کے دوسرے سال فرمایا تھا۔ امام زہری سے روایت ہے کہ مجھے بنو سہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تین ہجری کو فرمایا تھا۔

۳- آپ کا ان کو طلاق دینا پھر رجوع کر لینا

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی پھر نکاح فرما لیا تھا۔

ابن ابی خیثمہ، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت قیس بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی تھی۔ ان کے پاس ان کے دو ماموں حضرت خدافہ اور حضرت عثمان پسران مظعون آئے۔ وہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے کہا: بخدا! آپ نے مجھے سیر ہونے کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ جب آپ تشریف لائے تو میں چیخ پڑی۔ آپ نے مجھے فرمایا: مجھے سیدنا جبرائیل امین نے کہا ہے: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دن کو روزے رکھنے والی اور رات کو قیام کرنے والی ہیں۔ یہ جنت میں آپ کی زوجہ کریمہ ہیں۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی ہے حالانکہ وہ قائم اللیل اور صائم النہار ہیں۔ یہ جنت میں آپ کی رفیقہ ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے بہت زیادہ افسوس کا اظہار کیا۔ فرمایا: اس کے بعد رب تعالیٰ عمر اور اس کی بیٹی حفصہ کی کیا پرواہ کرے گا؟ اگلے روز صبح کے وقت ہی سیدنا جبرائیل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: رب تعالیٰ آپ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ حفصہ سے رجوع کر لیں۔ یہ حضرت عمر فاروق کے لئے رحم تھا۔ جب آپ نے انہیں دوسری بار طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: انہیں طلاق نہ دیں یہ دن کو روزے رکھنے والی اور رات کو قیام کرنے والی ہیں۔

۴- حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

الطبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ (التحریم: ۳)

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راز داری سے اپنی ایک بیوی کو بات بتائی۔

انہوں نے فرمایا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ سے مباشرت فرما رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کو نہ بتانا حتیٰ کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں۔ تمہارے والد گرامی حضرت صدیق اکبر کے بعد خلیفہ بنیں گے۔ حضرت حفصہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور سب کچھ بتا دیا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: یہ آپ کو کس نے بتایا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے علیم اور خبیر ذات نے بتایا ہے۔ حضرت عائشہ نے

عرض کی: میں آپ کی خدمت میں نہ آؤں گی حتیٰ کہ آپ حضرت ماریہ کو خود پر حرام کر دیں۔ آپ نے انہیں خود پر حرام کر دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

۵-حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ان کی فضیلت کا اقرار کرنا

ابوداؤد، بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرات عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے نفلی روزہ رکھا، پھر انہیں کھانا پیش کیا گیا۔ انہوں نے روزہ افطار کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا: حضرت حفصہ مجھ سے قبل ہی بول اٹھیں وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اور عائشہ نے نفلی روزہ رکھا ہمیں کھانا پیش کیا گیا تو ہم نے روزہ افطار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لو۔

۶-ان کے گھرانے میں سے کس کس نے غزوہ بدر میں شرکت کی

ان کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، چچا حضرت زید، خاوند حضرت خنیس، ماموں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت قدامہ اور ان کے ماموں زاد سائب بن عثمان نے یہ سعادت حاصل کی۔

۷-وصال

ان کا وصال ۴۵ ھ ماہ شعبان میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ امیر مدینہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔ انہوں نے ان کی چارپائی کچھ رستے تک اٹھائی۔ یہ سعادت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ حضرات عبداللہ، عاصم پسران، عمر فاروق رضی اللہ عنہم سالم، عبداللہ اور حمزہ بنو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے قبر انور میں اتارا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ یا ان کا وصال ۴۱ ھ میں ہوا۔ یہ ابن ابی خیثمہ کی روایت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال اس وقت ہوا جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ یہ جمادی الاول ۴۱ ھ کو ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ وصیت جو حضرت عمر فاروق نے انہیں کر دی۔ انہوں نے وہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ کو کر دی انہوں نے اپنا مال اور غابہ میں وقف صدقہ کر دیا۔ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۶۰ احادیث روایت ہیں۔

✿✿✿

پانچواں باب

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۱-نسب، نام

ان کے والد گرامی کے نسب میں ان کا نسب گزر چکا ہے۔ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔جنہوں نے ان کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب بتایا ہے۔انہوں نے انہیں آپ کی پھوپھی زاد بتایا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔یہ ان کے خاوند کی بیٹی تھی۔ان کے بھائی عبداللہ اور زھیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے فرزند تھے۔ان کا نام ھند یا رمد تھا پہلا قول اصح ہے۔

۲-ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ

انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔انہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ ہمیں نصر بن مغیرہ نے بتایا ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا: خواتین میں سے سب سے پہلی مہاجرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: سب سے پہلی مسافرہ جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئیں وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ وہ عامر بن ربیعہ کی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت خیثمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۳-آپ کا ان سے نکاح

آپ سے قبل یہ حضرت ابوسلمہ کی زوجیت میں تھیں۔ان کی والدہ آپ کی پھوپھو برہ تھیں۔ابوسلمہ سے ان کے ہاں سلمہ اور عمر پیدا ہوئے۔بچیوں میں رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔حضرت ابوسلمہ نے ۴ھ میں وصال فرمایا۔غزوہ بدر اور احد میں شرکت کی۔ان کے بازو پر تیر لگا۔ایک ماہ تک اس کا علاج کرتے رہے زخم مندمل ہو گیا آپ نے انہیں ۱۵۰ سواروں کے ساتھ قطن کی طرف ماہ محرم میں بھیجا۔اس مہم میں ۲۹ دن صرف ہوئے۔وہ مدینہ طیبہ آئے تو زخم پھٹ گیا۔
سنہ ۴ھ کو وصال ہوا جبکہ جمادی الآخرہ کے آٹھ دن گزر چکے تھے۔حضرت ام سلمہ نے عدت گزاری۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شوال میں ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔انہوں نے ہی صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو حلق کرانے کا مشورہ دیا تھا اکثر صحابہ کرام اس سے رک گئے تھے۔ان کی یہی فضیلت کافی ہے۔ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ نے اور ابوعمر نے کہا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح سنہ ۲ھ ماہ شوال غزوہ بدر کے بعد کیا تھا لیکن یہ درست نہیں۔ابوعمر نے خود ہی لکھا ہے کہ حضرت ابوسلمہ کا وصال سنہ ۳ھ جمادی الآخرہ میں ہوا تھا۔آپ نے ان کی عدت گزرنے کے بعد ان سے نکاح کیا تھا۔
حضرت ام سلمہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس مسلمان کو

بھی کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یوں کہے: انا للہ و انا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عطا کرتا ہے۔

احمد بن منیع، ابویعلی نے ثقہ راویوں سے، حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے، امام شافعی نے ان سے، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابوسلمہ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی: میں نے آج حضور اکرم ﷺ سے ایک فرمان سنا ہے: جو مجھے فلاں فلاں امر سے زیادہ تعجب خیز لگا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ میں اسے کس کے برابر سمجھوں۔

میں نے سنا: آپ نے فرمایا: جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اس وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے پھر یہ دعا مانگتا ہے:

اللھم عندك احتسب مصیبتی فاجرنی فیھا وابدلنی بھا خیرا منھا۔

جب حضرت ابوسلمہ کا وصال ہوا میں نے یہ کلمات پڑھے میں نے سوچا حضرت ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔ میں یہ کلمات پڑھتی رہی۔ جب عدت ختم ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

حضرت عمر فاروق نے انہیں پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا تو کہا: حضور اکرم ﷺ کو خوش آمدید! مجھ میں تین اوصاف ہیں جن کی وجہ سے مجھے آپ کے بارے خدشہ ہے۔ میں وہ عورت ہوں جو بہت غیرت کھانے والی ہے۔ میں مصیبت زدہ عورت ہو۔ میں اہل وعیال والی بھی ہوں۔ میرا یہاں کوئی سرپرست نہیں جو میرا نکاح کرے۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھ جیسی عورت سے نکاح کون کرے گا میری اولاد نہ ہوگی۔ میں غیور ہوں اور اہل وعیال بھی رکھتی ہوں۔ جب حضرت عمر فاروق نے ان کا جواب سنا تو انہیں حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے ان پر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے کہا: تم نے حضور اکرم ﷺ کو رد کر دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابن خطاب! مجھ میں یہ اوصاف ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم غیور ہو۔ میں رب تعالیٰ سے التجاء کروں گا وہ تمہاری غیرت ختم کر دے گا تم نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ تم مصیبت زدہ ہو رب تعالیٰ عنقریب تمہارے بچوں کی کفایت کرے گا۔ یا بچے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے سپرد۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ تمہارا یہاں سرپرست نہیں جو مجھے راضی کر دے تو میں اس سے بڑا ہوں۔ انہوں نے اپنے فرزند عمر سے کہا: میرا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کر دو۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس سے تمہیں کم نہ دوں گا جو تمہاری فلاں بہن کو دیا ہے۔ حضرت ثابت نے ابن ام سلمہ سے پوچھا: فلانہ کو آپ نے کیا دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: آپ نے اسے دو درھم دیے تھے۔ دو سواریاں دیں۔ ایک تکیہ دیا جس میں پتے بھرے ہوئے تھے، پھر وہاں سے تشریف لے آئے، پھر تشریف لے گئے تو وہ زینب کو دودھ پلا رہی تھیں۔ جب آپ کو آتے دیکھا تو بچی کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ آپ نے سلام کیا

اور واپس آ گئے۔ آپ تیسری بار ان کے ہاں تشریف لے گئے آپ کو دیکھ کر بچی کو گود میں لے لیا۔ آپ بہت با حیاء اور کریم تھے۔ حضرت عمار بن یاسر آئے۔ بچی کو گود سے نکالا۔ یا دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمار یہ سمجھ گئے یہ ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھے انہوں نے زینب کو ان کی گود سے باہر نکالا۔ انہوں نے کہا: اس ٹوٹی پھوٹی کو چھوڑو جس نے حضور اکرم ﷺ کو روک رکھا ہے، پھر آپ تشریف لائے گھر میں دیکھنے لگے۔ بچی کو گود میں نہ دیکھا۔ اس کا نام زینب تھا۔ پوچھا: زینب کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی: حضرت عمار اسے لے گئے ہیں۔ فرمایا: میں آج رات آیا تھا لیکن تم دونوں تھیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے اپنا بوجھ رکھ دیا کچھ جَو لیے جو برتن میں تھے۔ چربی لی۔ اس سے تقویت لی۔ رات بسر کی وقت صبح آپ نے فرمایا: تم اپنے اہل خانہ کے ہاں بڑی معزز ہو اگر تم پسند کرو تو میں ساتویں روز تمہارے پاس آجایا کروں سات روز تک دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ رہوں۔ حضرت عمر نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سے یوں تھیں گویا کہ یہ ان میں سے ہیں ہی نہیں۔ ان میں غیرت نامی چیز نہ تھی۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ان کی چادر لپیٹی اسے دروازے کی دہلیز پر رکھ دیا۔ اس پر ٹیک لگائی فرمایا: ام سلمہ! کیا تمہارے لئے ہے! انہوں نے عرض کی: میں غیور عورت ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کے لئے کسی ایسی چیز کا اظہار نہ کر بیٹھوں جو آپ کو ناپسند ہو۔ آپ واپس آ گئے، پھر آئے۔ فرمایا: ام سلمہ! کیا؟ اگر ہم تمہیں زیادہ حق مہر دیں۔ اس میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عرض دہرائی۔ انہوں نے کہا: ام عبد! کیا تمہیں علم ہے کہ قریش کی خواتین کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ کہہ رہی ہیں کہ اس نے محمد عربی ﷺ کو رد کر دیا ہے کیونکہ وہ قریش کی عورت ہیں۔ آپ کی عمر زیادہ ہے۔ مال بھی زیادہ ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کر لیا۔

ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابو سلمہ سے کہا: جس عورت کا بھی خاوند مر جائے جو اہل جنت میں سے ہو۔ عورت بھی اہل جنت میں سے ہو۔ وہ اس کے بعد نکاح نہ کرے رب تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اسی طرح اگر عورت مر جائے اور اس کا شوہر باقی رہے۔ آؤ ہم عہد کرتے ہیں کہ تم میرے بعد نکاح نہ کرنا میں تمہارے بعد نکاح نہ کروں گی۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم میری اطاعت کرو گی؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ مشورہ اس لئے دیا ہے تاکہ تمہاری اطاعت کروں۔ حضرت ابو سلمہ نے فرمایا: جب میرا وصال ہو جائے تو شادی کر لینا، پھر یہ دعا مانگی: مولا! ام سلمہ کو میرے بعد ایسا شخص دے جو مجھ سے بہتر ہو۔ جو نہ تو انہیں غمزدہ کرے اور نہ ہی انہیں اذیت دے۔ انہوں نے فرمایا: جب ان کا وصال ہو گیا تو میں نے کہا: میرے لئے ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ پھر وہ ٹھہری رہیں جتنی مدت ٹھہری رہیں پھر حضور اکرم ﷺ آئے۔

۴-اہل بیت میں ان کی شمولیت

امام احمد اور دولابی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم پر سیاہ چادر پھیلائی پھر یہ دعا مانگی: مولا! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف۔ میں اور میرے اہل بیت۔ میں نے عرض کی: میں بھی! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: تم بھی۔ ابو الحسین خلعی نے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ انہوں نے ان سے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔

آپ نے حضرات حسنین کریمین کو ایک ایک طرف اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سامنے بٹھایا اور فرمایا:

رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد.

میں اور حضرت ام سلمہ بیٹھی ہوئی تھیں حضرت ام سلمہ رو پڑیں۔ فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے انہیں مخصوص کر لیا۔ مجھے اور میری نور نظر کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: تم اہل بیت میں سے ہوں۔

۵-جب آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تو ابتداء ان سے کرتے

عمر الملا نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نماز عصر ادا کر لیتے تو ایک ایک زوجہ کریمہ کے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے جاتے آپ حضرت ام سلمہ سے آغاز فرماتے کیونکہ وہ سب سے بڑی تھیں مجھ پر اختتام فرماتے تھے۔ امام احمد نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام کلثوم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو انہیں فرمایا: ام سلمہ! میں نے نجاشی کو حلہ اور ایک اوقیہ مشک بھیجا ہے۔ نجاشی کا تو وصال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے تحائف واپس کر دیئے جائیں گے۔ اگر وہ واپس آ گئے تو وہ تمہارے ہیں۔ اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ آپ کے تحائف واپس آ گئے۔ آپ نے ہر ہر زوجہ کریمہ کو ایک ایک اوقیہ دیا اور حضرت ام سلمہ کو مشک اور حلہ عطا فرمایا۔

۶-بیعت، دین کی حفاظت اور نیکی

امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت ابو سلمہ کا وصال ہوا، تو میں نے کہا: اجنبی! اجنبیت کی سرزمین پر۔ میں اس طرح روؤں گی کہ لوگ باتیں کریں گے میں نے ان پر رونے کی تیاری کر رکھی تھی۔ الصعید سے ایک عورت آئی جو میری مدد کرنا چاہتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ملے۔ فرمایا: کیا تو شیطان کو اس گھر میں داخل کرنا چاہتی ہے جہاں سے رب تعالیٰ نے اسے نکال دیا ہے۔ آپ نے دو بار اس طرح فرمایا۔

میں رونے سے رک گئی۔ میں نہ روئی۔ ان سے ہی روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں ایسی عورت ہوں کہ میرے سر میں بالوں کی شدید لٹیں ہیں کیا میں جنابت سے غسل کرتے وقت انہیں کھولوں۔آپ نے فرمایا: تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو بھر کر ڈالو پھر خود پر پانی بہالو اور پاک ہو جاؤ گی۔

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اگر میں حضرت ابو سلمہ کی اولاد کو کھلاؤں تو کیا میرے لئے اجر ہے؟ میں انہیں اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی۔وہ میری اولاد ہیں۔آپ نے فرمایا: ہاں! تم جو کچھ خرچ کرو گی تمہارے لئے اجر وثواب ہے۔

واقعہ حدیبیہ میں ان کا صائب مشورہ

امام احمد، شیخان سے حضرت مسور بن مخرمہ سے، مروان بن حکم سے، روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اہل مکہ نے صلح کر لی صلح نامہ لکھا گیا تھا۔جب فراغت ہوگئی تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اٹھو قربانیاں کرو حلق کراؤ۔بخدا! ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا۔آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا: جب کوئی بھی نہ اٹھا۔نہ کسی نے بات کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ وہ نہیں اٹھیں گے حتیٰ کہ آپ اپنا جانور ذبح کر دیں۔

نائی کو بلالیں وہ آپ کا حلق کرے۔آپ نے اسی طرح کیا جب صحابہ کرام نے اس طرح دیکھا وہ اٹھے۔قربانیاں کیں وہ ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے قریب تھا کہ وہ باہم لڑ پڑے۔

۸-وصال

ابن ابی خیثمہ نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۶۱ ھ کو ہوا۔اس وقت یزید برسر اقتدار تھا۔وہ ۶۰ ھ کو اقتدار پر بیٹھا۔اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آچکی تھی۔عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ہیثم بن عدی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب بنت جحش کا وصال ہوا۔سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔اس وقت ۶۲ ھ تھا۔

۹-اولاد

ان کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے تھے۔حضرت سلمہ سب سے بڑے تھے۔ان کے بعد عمر اور زینب تھے۔یہ آغوش نبوت میں پروان چڑھے۔آپ کا ان کے ساتھ نکاح کس نے کیا تھا؟ امام احمد، نسائی نے لکھا ہے کہ وہ عمر تھے۔کسی نے لکھا ہے کہ وہ سلمہ تھے۔یہی اکثر مؤرخین کا قول ہے۔ان کا نکاح حضرت امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ان سے کوئی روایت مروی نہیں، البتہ حضرت عمر نے آپ سے روایات کی ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر نو سال تھی۔وہ حبشہ

میں پیدا ہوئے تھے۔ اس وقت ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے انہیں فارس اور بحرین پر عامل بنا کر بھیجا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں عبدالملک کے دور حکومت میں ۸۳ھ میں وصال کیا۔ حضرت زینب سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔ یہ آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ ان کا چہرہ پر شباب ہی رہا حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہوگئیں۔

الطرانی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ غسل فرما رہے تھے امی جان نے کہا: جاؤ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ میں داخل ہوگئی آپ نے میرے چہرے پر پانی پھینکا فرمایا: واپس لوٹ چلو۔

عطاف نے کہا ہے: میری امی جان نے کہا: میں نے حضرت زینب کو دیکھا وہ اس وقت عمر رسیدہ تھیں لیکن چہرہ بہت پر رونق تھا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن زمعہ نے نکاح کر لیا تھا ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ یہ اپنے زمانہ کی سب سے فقیہ عورت تھی۔

✿✿✿

چھٹا باب

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

اسم، نسب

ان کے والد کا نسب گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا۔ جو حضرت عثمان غنی کی پھوپھی تھیں۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ ہمیں مصعب بن عبداللہ نے بتایا کہ ان کا نام رملہ تھا۔ یا ھند تھا پہلا نام زیادہ مشہور ہے۔

۲- آپ کا نکاح

آپ سے قبل یہ عبیداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حبیبہ پیدا ہوئیں۔ اس سے ان کی کنیت تھی۔ دوسری بار ہجرت حبشہ کی عبیداللہ نے وہاں نصرانیت اختیار کر لی۔ اسی پر مرا۔ جب کہ حضرت ام حبیبہ دین اسلام پر ہی رہیں۔

رب تعالیٰ نے ان کے لیے فیصلہ فرما دیا تھا کہ وہ نصرانیت اختیار نہ کریں۔ رب تعالیٰ نے ان کے اسلام اور ہجرت کو مکمل فرمایا۔ آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرما لیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا اس نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کیا تھا نجاشی نے آپ کی طرف سے حق مہر چار سو دینار دیئے تھے۔ انہیں شرجیل بن حسنہ کے ساتھ بھیج دیا ان کے ہاں ہی ان کی تیاری ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ سنہ ۹ھ کو ہوا تھا۔ ایک

قول کے مطابق حق مہر دو سو دینار یا چار ہزار دراہم تھا۔ پہلا قول درست ہے۔ ابن سعد نے اسماعیل بن عمرو بن سعید اموی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: میں نے نیند میں دیکھا کہ میرا خاوند بری شکل میں ہے۔ وقت صبح اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔

میں نے اسے خواب کے متعلق بتایا۔ اس نے پرواہ نہ کی۔ وہ شراب میں مدہوش رہا حتیٰ کہ مر گیا۔ نیند میں آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے ام المومنین! میں گھبرا اٹھی۔ میری عدت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ نجاشی کا قاصد اذن طلب کر رہا تھا اس نے ان کے لیے حضور اکرم ﷺ کے پیغام نکاح کا تذکرہ کیا۔

الطبرانی نے حسن سند سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرما لیا۔

ان کا نام رملہ تھا۔ آپ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی سے فرما دیا تھا کیونکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ حضرت شرجیل بن حسنہ حضرت ام حبیبہ کو آپ کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں مصعب بن عبداللہ زبیری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمایا، نجاشی نے آپ کی طرف سے وکالت کے فرائض سرانجام دیے۔ اس وقت ابو سفیان مشرک تھا۔ اس سے کہا گیا: محمد عربی ﷺ نے تیری نور نظر سے نکاح کر لیا ہے۔ اس نے کہا: ان تک کون پہنچ سکتا ہے؟ ابو سفیان اپنی نور نظر ام حبیبہ کے پاس گیا۔ اس نے سنا۔ وہ آپ سے خوش طبعی کر رہی تھیں۔ اس نے کہا: اگر اس نے آپ کو چھوڑ دیا تو عربی آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمایا: ابو حنظلہ! یہ تیری رائے ہے۔ ابو عبید کی رائے سے آپ نے ان کے ساتھ سنہ ۶ ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ انہوں نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نجاشی کی طرف لکھا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کی طرف سے چالیس اوقیہ چاندی ادا کی۔

حضرت عروہ نے حضرت ام حبیبہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عبیداللہ بن جحش کے ہاں تھیں۔ وہ نجاشی کی طرف گیا اور مر گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے نکاح فرما لیا۔ وہ حبشہ میں تھیں نجاشی نے ان کا نکاح کیا تھا۔ ان کا حق مہر چار ہزار دراہم تھا۔ اس نے حضرت شرجیل کے ہمراہ انہیں بھیجا۔ ان کا حق مہران کے پاس تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف کچھ بھی نہ بھیجا تھا۔

ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت سعید بن عاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ام حبیبہ نے فرمایا: میں نے خواب میں عبیداللہ بن جحش کو دیکھا۔ وہ بدترین شکل میں تھا۔ میں گھبرا اٹھی۔ میں نے کہا: بخدا! اس کا حال تبدیل ہو گیا ہے۔ وقت صبح اس نے کہا: ام حبیبہ! میں نے دین میں غور و فکر کیا ہے۔ میں نے نصرانیت سے عمدہ دین نہیں دیکھا۔ میں نے یہی اختیار کیا تھا پھر محمد عربی ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا تھا۔ اب میں پھر نصرانی بن گیا ہوں۔

میں نے کہا: بخدا! یہ تیرے لئے بہترین ہے۔ میں نے وہ خواب اسے بتایا جو دیکھا تھا مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ شراب میں مدہوش رہا حتیٰ کہ مرگیا۔ خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں گھبرا اٹھی۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ میرے ساتھ نکاح فرمائیں گے جب میری عدت گزری تو میں نے نجاشی کا قاصد دیکھا وہ میرے دروازے پر اذن طلب کر رہا تھا۔ ایک ابرہہ لونڈی تھی جو اس کے کپڑے دھوتی تھی اسے تیل لگاتی تھی۔ وہ میرے پاس آئی۔ اس نے کہا: بادشاہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میری طرف لکھا ہے کہ میں آپ کا نکاح تم سے کردوں۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہیں بھلائی کی بشارت دے۔ اس لونڈی نے کہا: بادشاہ سلامت کہہ رہے ہیں کہ وہ وکیل بتائیں جو آپ کا نکاح کرے۔ میں نے حضرت خالد بن سعید کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں اپنا وکیل بنایا۔ انہوں نے ابرہہ کو چاندی کے وہ دونوں کنگن اور پازیبیں دے دیں جو پہنی ہوئی تھیں۔ انگوٹھی بھی دے دی اس خوشی میں جو اس نے بشارت دی تھی۔

رات کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مسلمانوں کو بلایا وہ سب آئے تو نجاشی نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد اعبده و رسوله وانه الذى بشر به عيسى ابن مريم۔ اما بعد!

حضور اکرم ﷺ نے میری طرف لکھا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح آپ سے کردوں، میں نے آپ کے حکم پر لبیک کہا ہے میں ان کا حق مہر چار سو دینار دیتا ہوں۔

پھر اس نے وہ دینار مسلمانوں کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت خالد بن سعید نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله احمده استعينه واستغفره واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔ اما بعد!

میں اس پر لبیک کہتا ہوں: جو آپ نے دعوت دی ہے۔ میں ان کا نکاح ام حبیبہ سے کرتا ہوں رب تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے لئے برکت ڈالے۔

نجاشی نے وہ دینار حضرت خالد کو دیئے انہوں نے وہ حضرت ام حبیبہ کو پیش کر دیئے۔ مسلمان اٹھنے لگے تو نجاشی نے کہا: انبیائے کرام کی سنت ہے کہ جب وہ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کا کھانا کھایا جاتا ہے۔ اس نے کھانا منگوایا مسلمانوں نے اسے کھایا، پھر وہ چلے گئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب وہ مال میرے پاس پہنچا میں نے اس ابرہہ کی طرف پیغام بھیجا جس نے مجھے بشارت دی تھی۔ میں نے اسے کہا: میں نے کل جو کچھ تجھے دیا۔ میرے پاس مال نہ تھا یہ پچاس

مثقال ہیں۔ انہیں لے لو اور استعمال کرلو، مگر اس نے انکار کر دیا اس نے ایک ڈبیہ نکالی جس میں وہ سب کچھ تھا جو میں نے کل اسے دیا تھا وہ سب کچھ اس نے لوٹا دیا۔ اس نے کہا: بادشاہ نے مجھ سے قسم لی ہے کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں۔ میں بادشاہ کے کپڑے دھوتی ہوں اسے تیل لگاتی ہوں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی اتباع کرلی ہے۔ میں نے رب تعالیٰ کے لئے اسلام قبول کرلیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جو کچھ بھی ان کے ہاں عطا ہے وہ آپ کے پاس بھیج دیں۔ دوسرے روز میرے پاس بہت سا عود، ورس، عنبر اور زباد آگیا۔ میں یہ سب کچھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ یہ سب کچھ میرے پاس اور مجھ پر دیکھتے تھے، مگر آپ انکار نہ فرماتے تھے۔ ابرہہ نے کہا: میری ایک حاجت ہے وہ یہ کہ آپ میری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام پیش کریں آپ کو بتا دیں کہ میں نے ان کے دین حق کی پیروی کرلی ہے۔ وہ میرے ساتھ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ اس نے مجھے تیار کیا تھا وہ جب بھی میرے پاس آتی تو مجھے کہتی: میری اس حاجت کو فراموش نہ کرنا۔ جب میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی تو میں نے نکاح کے متعلق بتایا۔ ابرہہ کے متعلق بتایا۔ آپ مسکرا پڑے۔ میں نے اس کا سلام عرض کیا تو فرمایا: علیھا السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک لپیٹ دینا

ابن جوزی نے صفۃ الصفوہ میں امام زہری سے روایت کیا ہے جب ابوسفیان مدینہ طیبہ آیا۔ اس وقت آپ مکہ مکرمہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس نے آپ سے گفتگو کی کہ آپ صلح حدیبیہ کو برقرار رکھیں۔ آپ نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ اٹھا اور اپنی نور نظر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا۔ وہ آپ کے بستر پر بیٹھنا چاہتا تھا، مگر انہوں نے آپ کا بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: بیٹی! کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے تم ناپاک مشرک ہو۔ اس نے کہا: بیٹی! میرے بعد تمہارے پاس شر آگیا ہے۔

۴۔ آپ کے نکاح کے متعلق جو قرآن پاک اترا

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ۔ (الممتحنہ:۷)

امید ہے کہ اللہ تم میں اور جو تمہارے دشمن ہیں ان میں دوستی کردے۔

۵۔ وصال

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا وصال حضرت امیر معاویہ کے وصال سے ایک سال پہلے ہوا۔ اس وقت سنہ ۴۱ھ تھی یا سنہ ۴۲ھ یا سنہ ۵۵ھ تھی۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔

تنبیہات

۱- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کس نے کیا تھا۔اس میں اختلاف ہے۔حضرت سعید بن عاص سے روایت کیا ہے کہ یہ نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے پہلے آ گئے تھے۔یہ ان کی پھوپھوزاد تھیں۔امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ان کا نکاح حضرت خالد بن سعید نے کیا تھا۔یہ ان کے باپ کے چچازاد تھے، کیونکہ عاص امیہ ابوسفیان کا چچا تھا۔نجاشی کے متعلق بھی روایت ہے۔ممکن ہے کہ پیغام نکاح دینے والا نجاشی اور عقد نکاح کرنے والے حضرت عثمان یا حضرت خالد ہوں۔ایک روایت ہے کہ نجاشی نے ہی عقد نکاح کیا تھا۔اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ جب وہ حبشہ سے آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا لیکن پہلا قول سب سے اصح ہے۔روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا تا کہ وہ حضرت ام حبیبہ کو پیغام نکاح دیں اور ان کا نکاح آپ سے کر دیں ان کا حق مہر چار سو دینار تھا۔انہوں نے ان کو حضرت شرجیل کے ساتھ بھیجا۔انہوں نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔شاید آپ نے حضرت عمرو کو پیغام نکاح کے لئے اور حضرت شرجیل کو انہیں لانے کے لئے بھیجا ہو۔سنہ ۷ ھ کا واقعہ ہے ان وقت ان کا باپ مشرک تھا۔آپ کے ساتھ جنگ کرنا چاہتا تھا وہ مکہ مکرمہ میں تھا۔

۲- ابن حبان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: عبید اللہ بن جحش نے حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔جب وہ حبشہ پہنچا تو وہ بیمار ہو گیا۔اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے آپ کے لئے وصیت کر دی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمالیا۔نجاشی نے انہیں حضرت شرجیل کے ہمراہ بھیج دیا۔اس میں دو اشکال ہیں۔ ۱- نام میں۔مشہور یہی ہے کہ وہ عبید اللہ تھا اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی۔حضرت عبد اللہ اسلام پر کاربند رہے تھے حتیٰ کہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔

۳- امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مسلمان ابوسفیان کی طرف دیکھتے نہ تھے نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین امور مجھے عطا فرما دیں۔آپ نے فرمایا: جی ہاں۔انہوں نے عرض کی: میرے پاس عرب کی حسین و جمیل عورت ام حبیبہ ہے میں وہ آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔انہوں نے عرض کی: معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں۔آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔انہوں نے عرض کی: مجھے حکم دیں کہ میں کفار کے ساتھ اسی طرح لڑوں جیسے میں مسلمانوں کے ساتھ لڑتا تھا۔آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

ابوزمیل نے لکھا ہے: اگر وہ یہ امور آپ سے طلب نہ کرتے تو آپ انہیں عطا نہ فرماتے کیونکہ آپ سے جو کچھ بھی

مانگا جاتا آپ عطا فرما دیتے تھے۔

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت سودہ بنت زمعہ کے کچھ فضائل

ا۔نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔

۲۔اسلام، بیعت اور نکاح

آپ سے نکاح کرنے سے قبل یہ اپنے چچا زاد سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں۔انہوں نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا، اور دوسری بار ہجرت حبشہ کی تھی۔جب یہ مکہ مکرمہ آئیں تو ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ایک قول کے مطابق ان کا وصال حبشہ میں ہی ہو گیا تھا۔جب وہ عدت گزار چکیں تو آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا۔اس وقت آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر چکے تھے۔ان سے نبوت کے دسویں یا آٹھویں سال نکاح کیا۔مکہ مکرمہ میں ہی ان کی رخصتی ہوئی۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضرت سودہ سے قبل نکاح فرمایا تھا، لیکن ان کی رخصتی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔جب کہ حضرت سودہ کی رخصتی مکہ مکرمہ میں ہی ہو گئی تھی۔ابونعیم اور جمہور کا یہی موقف ہے۔ان میں قتادہ، ابوعبیدہ اور زہری شامل ہیں۔جب کہ عبداللہ محمد بن محمد کا قول ہے کہ آپ نے پہلے حضرت سودہ سے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔ابن شہاب سے دونوں اقوال مروی ہیں۔یونس بن یزید نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ سے مدینہ منورہ میں نکاح کیا تھا۔میں کہتا ہوں کہ یہ شاذ روایت ہے جس میں وہم واقع ہوا ہے۔صحیح روایت وہ حضرت عائشہ ہیں حضرت سودہ نہیں ہیں۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں گزر چکا ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ نے آپ کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔آپ نے فرمایا: ان کے ہاں میرا تذکرہ کرنا۔انہوں نے فرمایا: میں حضرت سودہ اور ان کے والد کی طرف گئی۔میں نے کہا: اگر رب تعالیٰ تمہارے ہاں خیر و برکت داخل کر دے تو تمہیں کیا ہے؟ انہوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ میں نے کہا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ تمہیں آپ کی طرف سے پیغام نکاح دوں۔انہوں نے فرمایا: میری تمنا بھی ہے لیکن تم میرے باپ سے بات کرو۔

وہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا تھا۔میں اس کے پاس گئی اسے جاہلیت کا سلام کیا۔انعم صباحا۔اس نے پوچھا:

کون ہو! میں نے کہا: خولہ بنت حکیم۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔ جو رب تعالیٰ نے چاہا کہا۔ میں نے کہا: محمد بن عبداللہ تمہاری بیٹی کے لئے پیغام نکاح دیتے ہیں۔ اس نے کہا: وہ کریم کف ہیں۔ تمہاری ساتھی کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: اسے پسند ہیں۔ اس نے کہا، آپ سے عرض کرو: کہ وہ یہاں تشریف لے آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اس نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ عبداللہ بن زمعہ آیا اس نے دیکھا کہ اس کی بہن کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو چکا تھا اس نے سر پر مٹی ڈال دی جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے کہا: میں اس روز بڑا احمق تھا جب میں نے اس دن اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بہن سے نکاح کیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سودہ حضرت سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے ہوئے آئے ہیں اور آپ نے ان کی گردن کو روندھ دیا ہے۔ انہوں نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچ ہے تو پھر میرا وصال ہو جائے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ساتھ نکاح کریں گے۔

ایک اور شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹ کر ان کے پاس آ گیا ہے جب کہ وہ لیٹی ہوئی تھیں۔ انہوں نے یہ خواب بھی اپنے خاوند کو بتایا۔ انہوں نے کہا: اگر یہ تمہارا یہ خواب سچا ہے تو تھوڑی مدت کے بعد میرا وصال ہو جائے گا۔ تم میرے بعد نکاح کرو گی۔ اس روز حضرت سکران بیمار ہو گئے کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرما لیا۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے حصول کے لئے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی

ابو عمر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حضرت سودہ عمر رسیدہ ہو گئیں۔ آپ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ مجھے آپ کی ازواج مطہرات میں اٹھایا جائے۔ میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ اب میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں چاہتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلاق نہ دی، حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ ابن ابی خیثمہ اور ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے کسی کی کھال (خیمہ) میں آنا اتنا پسند نہیں تھا جتنا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں آنا پسند ہے مگر ان کی طبیعت میں تیزی ہے۔

۴۔ آپ نے حضرت سودہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدلہ لے لیں

یہ تفصیلات حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں گزر چکی ہیں۔

۵-لوگوں سے قبل آپ کو روانگی کا حکم

شیخان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہ نے مزدلفہ کی رات آپ سے اذن طلب کیا کہ وہ لوگوں سے قبل چلی جائیں۔ وہ ایک بھاری خاتون تھیں۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔

۶-وہ آپ کے حکم کا شدت سے اتباع کرتی تھیں

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا: اب پابندی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حج کرلیتی تھیں سوائے حضرات زینب اور سودہ رضی اللہ عنہما کے۔ وہ فرماتی تھیں: ہم نے آپ سے یہ سن لیا ہے اب ہم اپنی سواری کو حرکت نہ دیں گی۔

۷-وصال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ان کا وصال ہوا۔ یہ مشہور قول ہے جب کہ ابن سعد نے امام واقدی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنہ ۵۹ ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وصال کیا تھا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

۱-نام اور نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھو تھیں حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح فرمایا۔ ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

۲-آپ کا ان سے نکاح فرمانا

رب تعالیٰ نے ان کا نکاح کیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پیغام نکاح دیا تو رب تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا۔ ان کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ ۔ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: آپ چھپاتے تھے اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اس کو کھولا چاہتا ہے۔

ابن ابی خیثمہ نے معمر بن مثنیٰ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہجرت کے تیسرے سال حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا تھا۔ایک روایت چوتھے اور پانچویں سال کی ہے اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی۔

۳-ان کے لئے باعث فخر

وہ ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھوزاد ہیں۔ان کا نکاح رب تعالیٰ نے کیا ہے جب کہ دیگر ازواج مطہرات کے نکاح ان کے سرپرستوں نے کئے تھے۔امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ شکایت لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھو۔حضرت انس فرماتے تھے۔اگر آپ کسی چیز کو چھپاتے تو اسے چھپالیتے۔حضرت زینب ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں۔وہ انہیں کہتی تھیں: تمہارے سرپرستوں نے تمہارے نکاح کئے ہیں جب کہ میرا نکاح رب تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں پر کیا ہے۔

۴-ان کے سبب پردہ کے احکام نازل ہوئے

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمالیا قوم کو بلایا۔انہیں کھانا کھلایا وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔آپ اٹھنے کے لئے تیار تھے جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ اٹھے، تو آپ کے ہمراہ لوگ بھی اٹھ گئے۔سوائے تین افراد کے۔آپ اندر جانے کے لئے تشریف لائے مگر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ چلے گئے۔میں نے آپ کو بتایا آپ تشریف لائے اور اندر چلے گئے میں اندر جانے لگا تو آپ نے میرے اور اپنے مابین پردہ لٹکا دیا۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ۔ (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم داخل نہ ہو نبی کے گھروں میں۔

ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے جس چیز کے ساتھ حضرت زینب کا ولیمہ کیا تھا اس کے ساتھ کسی اور زوجہ کریمہ کا ولیمہ نہ کیا تھا۔آپ نے ان کا ولیمہ بکری ذبح کر کے کیا تھا۔

۵-آپ کا ولیمہ کرنا اور حضرت ام سلیم کا تحفہ بھیجنا

ابن سعد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے نکاح فرمایا۔اپنی اہلیہ محترمہ

کے ہاں تشریف لے گئے۔حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مٹی کے برتن میں عجوہ کھجور سے اتنا حلوہ بنایا جو آپ کے لئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے لئے کافی ہو جاتا مجھے فرمایا: اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے جاؤ۔ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ابھی پردہ کی آیات نہ اتری تھیں۔آپ نے فرمایا: اسے رکھ دو۔ میں نے آپ کے اور دیوار کے سامنے رکھ دیا۔آپ نے مجھے فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو بلاؤ۔آپ نے کچھ مزید صحابہ کرام کے نام لئے۔میں آنے والوں کی کثرت اور کھانے کی قلت پر تعجب کرنے لگا۔تھوڑا سا کھانا تھا۔میں نے آپ کی نافرمانی کرنا پسند نہ کیا۔میں نے انہیں بلایا۔فرمایا: جو صحابہ کرام مسجد میں ہیں انہیں بھی بلالو۔میں مسجد میں آیا جو صحابہ کرام نماز پڑھ رہے تھے یا سوئے ہوئے تھے۔میں نے انہیں کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: آج آپ دلھا بن گئے ہیں، حتیٰ کہ کمرہ صحابہ کرام سے بھر گیا۔آپ نے فرمایا: کیا مسجد میں کوئی باقی رہ گیا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! آپ نے فرمایا: جو رستے میں ملے اسے بھی بلالوں۔

میں نے سب کو بلایا حتیٰ کہ حجرہ مقدسہ بھر گیا۔فرمایا: کوئی باقی رہ گیا ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: وہ برتن لے کر آؤ۔آپ نے اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔تین مبارک انگلیاں ان میں رکھیں اور انہیں نیچے دبایا۔صحابہ کرام سے فرمایا: رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔میں کھجوروں کو دیکھنے لگا وہ بڑھنے لگیں گھی بھی بڑھنے لگا گویا کہ چشمے پھوٹ نکلے ہوں، حتیٰ کہ گھر اور حجرہ میں موجود سارے صحابہ کرام نے کھا لیا۔برتن میں اتنا کھانا باقی تھا جتنا میں لے کر آیا تھا۔بقیہ اپنی زوجہ کریمہ کے سامنے رکھ دیا۔میں دوڑ کر گیا تاکہ اپنی امی کو یہ تعجب خیز واقعہ بتاؤں۔انہوں نے فرمایا: تعجب نہ کرو اگر رب تعالیٰ اس سے سارے اہل مدینہ کو کھلانا چاہتا تو سارے کھا لیتے۔میں نے حضرت انس سے پوچھا اس وقت کتنے صحابہ کرام موجود تھے۔انہوں نے فرمایا: ۷۱ یا ۷۲ صحابہ کرام موجود تھے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منیع نے صحیح سند سے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے حضرت زینب کا ولیمہ کیا۔صحابہ کرام کو روٹی اور گوشت سے سیر کیا، حتیٰ کہ لوگ چلے گئے، کچھ لوگ موجود رہے۔وہ کاشانہء اقدس میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔آپ باہر نکلے۔آپ نے اس طرح کیا جیسے نکاح کے بعد کرتے تھے۔آپ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس آئے انہیں سلام کیا۔انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ان کے لئے دعا مانگی پھر آپ واپس آ گئے میں آپ کے ہمراہ تھا۔

تنبیہ

پہلے حضرت انس سے روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو روٹی اور گوشت کھلایا تھا شاید یہ اس کے بعد ہو۔

۶۔ان کے دین، صدق، صدقہ اور صلہ رحمی کی تعریف

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت زینب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں قدر و منزلت میں میرے ساتھ مقابلہ کرتی تھیں۔میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی جو دین، تقویٰ، سچ، صدقہ اور صلہ رحمی میں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر ہو۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب کے علاوہ اور کوئی زوجہ کریمہ آپ کے ہاں حسن منزلت میں میرے ساتھ مقابلہ نہ کرتی تھیں۔

۷-طویل ہاتھ، صدقہ سے کنایہ

امام مسلم اور ابن جوزی نے الصفوہ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے الاوسط میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو برزہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ آپ نے ایک دن فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ ہر ایک دیوار کے ساتھ ملا کر اپنے ہاتھ ناپنے لگی۔ آپ نے فرمایا: میری مراد یہ نہیں۔ میری مراد ہے تم میں سے سب سے زیادہ نیکی کرنے والی۔ شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ طویل ہوں گے۔ ہم ہاتھ کو ملانے لگیں کہ طویل ہاتھ کس کے ہیں۔ حضرت زینب کے ہاتھ ہم سب سے لمبے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ دیتی تھیں۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں: آپ کے وصال کے بعد ہم اگر کسی کے حجرہ میں جمع ہوتیں تو ہم دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ماپتی تھیں، پھر انہیں لمبا کرتی تھیں۔ ہم اسی طرح کرتی رہیں حتیٰ کہ حضرت زینب بنت جحش کا سب سے پہلے وصال ہو گیا۔ ان کا قد اتنا طویل نہ تھا ہاتھ ہمارے ہاتھوں سے لمبے نہ تھے۔ اس وقت ہمیں علم ہوا کہ آپ کی ہاتھوں کی طوالت سے مراد صدقہ تھا۔

۸-وہ نرم دل، زاہدہ اور متقیہ تھیں

الطبرانی نے راشد بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ اپنے کاشانہء اقدس میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت زینب حجرہ میں نماز ادا کر رہی تھیں۔ نماز میں دعا مانگ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اواہ ہیں۔ ابو عمر نے حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت زینب اواہ ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اواہ۔ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، خشوع کرنے والا۔ آہ وزاری کرنے والا۔ حضرت ابراہیم بھی حلیم اور اواہ تھے۔ ابن سعد نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اواہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قابل ستائش، بے مثال، یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ بھال کرنے والی چلی گئی۔

ابن جوزی نے حضرت برزہ بنت رافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب ہمارے پاس عطا آتی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حصہ ان کے ہاں بھیجا۔ جب وہ حصہ ان تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا، رب تعالیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے میرے علاوہ میری بہنیں اس کو تقسیم کرنے پر زیادہ قادر تھیں۔ لوگوں نے عرض کی: یہ

سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! کپڑے سے اس نے منہ چھپالیا۔ فرمایا: اسے ڈھانپ دو۔ اس پر کپڑا ڈال دو، پھر مجھے حکم دیا: اپنا ہاتھ اندر داخل کرو اس سے مٹھی بھرلو بنو فلاں، بنو فلاں کے پاس لے جاؤ اسے رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دو۔ میں نے انہیں تقسیم کر دیا حتیٰ کہ کپڑے کے نیچے کچھ بھی نہ رہا۔ حضرت برزہ بنت رافع نے کہا: ام المؤمنین! رب تعالیٰ آپ کو معاف کرے بخدا! اس میں ہمارا بھی حق تھا۔ انہوں نے فرمایا: جو کچھ کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا ہے ہم نے کپڑے کے نیچے پچاسی دراھم پائے۔ پھر انہوں نے آسمان کی سمت ہاتھ بلند کر دیئے۔ عرض کی: مولا! مجھے اس سال کے بعد عمر کی عطا نہ ملے، پھر ان کا وصال ہو گیا۔

۹-وصال

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت منذر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال کر گئیں۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سنہ ۲۰ھ کو وصال کر گئیں۔ ان کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔ حضرت عمر فاروق نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام الطبرانی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے (انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تھا) کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ادا کی۔ ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پہلے ان کا ہی وصال ہوا تھا۔ انہیں پسند تھا کہ وہ انہیں قبر انور میں اتاریں۔

انہوں نے ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا کہ انہیں قبر میں کون اتارے گا؟ انہوں نے فرمایا: جس نے ان کی زندگی میں ان کی زیارت کی ہو۔ انہوں نے انہیں قبر انور میں اتارا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے وصال فرمانے والی زوجہ کریمہ تھیں۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی پھر امہات المؤمنین سے پوچھا: انہیں قبر انور میں کون اتارے گا؟ انہوں نے فرمایا: جس نے ان کی حیاتِ طیبہ میں ان کی زیارت کی ہو، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ طویل ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہاتھوں کو لمبا کر کے مقابلہ کرتی تھیں، لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو راہ خدا میں صدقہ کرتی تھیں۔

❁❁❁

نواں باب

حضرت ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ الہلالیہ کے بعض فضائل

ا-نسب

ان کے والد کا نسب پہلے گزر چکا ہے۔

۲-آپ کا ان کے ساتھ نکاح فرمانا

امام زہری نے لکھا ہے: یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں غزوۂ احد میں وہ شہید ہو گئے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ پہلے طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ ان دونوں روایتوں کو ابن ابی خیثمہ نے نقل کیا ہے۔ جب آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اپنا معاملہ آپ ہی کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ان سے نکاح فرمالیا گواہ مقرر کئے بارہ اوقیہ چاندی اور ایک چادر بطور حق مہر دیئے۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ سے نکاح فرمایا وہ پہلے حصین یا طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ ان کا وصال ساری ازواج مطہرات سے قبل ہوا تھا ابن الکلبی نے لکھا ہے: یہ طفیل بن حارث کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے انہیں طلاق دے دی۔ اس کے بھائی عبیدہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے۔ آپ نے ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت میمونہ سے نکاح کرنے سے قبل ان کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح رمضان المبارک میں فرمایا تھا جب کہ ہجرت کو اکتیس ماہ گزر چکے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کا وصال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے سے قبل ہوا تھا۔ ان کے حجرہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ٹھہری تھیں۔

۳-ام المساکین کنیت

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کی کنیت ام المساکین پڑ گئی کیونکہ وہ مساکین کو بہت زیادہ کھانا کھلاتی تھیں یہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں ہی وصال کر گئی تھیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہ سے نکاح فرمایا تھا۔ جاہلیت میں انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے سیاہ فام لونڈی آزاد کرنا چاہی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے اپنے بھائی یا بہن کی طرف سے گلہ بانی سے فدیہ نہیں دے دیتیں۔

۴-وصال

امام زہری اور قتادہ نے لکھا ہے: یہ کاشانہ نبوی میں تھوڑی مدت ہی رہیں۔ مدینہ طیبہ میں آپ کی حیات ظاہری میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ یہ آپ کے کاشانہ میں ۸ ماہ، یا ۲ ماہ یا تین ماہ رہی تھیں۔ صحیح قول کے مطابق ان کا وصال ربیع الاول میں ہوا تھا یا سنہ ۴ ھ کے آخر میں ہوا تھا۔ بقیع کو ابدی آرام گاہ بننے کی سعادت ملی۔ ان کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ ابن مندہ نے ان کے ضمن میں لکھا ہے: تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ علماء نے ان کی گرفت اس طرح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت زینب بنت جحش ہیں کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کا وصال آپ کے وصال کے بعد ہو جب کہ ان کا وصال تو آپ کی حیات طیبہ میں ہو گیا تھا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

اسم، نسب

ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ ابن ابی خیثمہ نے صحیح سند سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت میمونہ کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ ان کے باپ کا نسب گزر چکا ہے۔
ان کی والدہ کا نام ھند بنت عوف تھا۔ ان کی بہنیں ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لبابۃ الصغریٰ۔ یہ ولید بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ عصمہ بنت حارث یہ ابی بن خلف کی زوجیت میں تھیں۔
ان کے ہاں ابوابی پیدا ہوا۔ عزہ بنت حارث، یہ زیاد بن عبداللہ کی زوجیت میں تھیں۔ یہ ان کی سگی بہنیں تھیں۔ ماں کی طرف سے بہن حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حضرات عبداللہ، محمد اور عوف پیدا ہوئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔
ان کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے تھے۔ سلمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں امۃ اللہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں، پھر شداد بن اسامہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ سلافہ بنت عمیس۔ یہ عبداللہ بن کعب کی زوجیت میں تھیں۔

انہیں دنیا کی معزز ترین خاتون کہا جاتا تھا ان کی والدہ ھند بنت عوف تھیں ان کے سسرالی رشتہ داروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت شداد رضی اللہ عنہم تھے۔

۲- آپ کا ان کے ساتھ نکاح

ابن ابی خیثمہ نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت میمونہ آپ کے نکاح میں آنے سے قبل ابورھم بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اپنا آپ بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ یا کسی اور کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے: جب آپ نے مکہ مکرمہ میں عمرہ کیا تو آپ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح فرمالیا۔ انہوں نے اپنا آپ بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی۔

مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ (الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ (اجازت) صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔

وہ آپ کے ہمراہ مدینہ طیبہ آگئی تھیں پہلے وہ فروہ بن عبدالعزیٰ کی زوجیت میں تھیں۔ ابوعبیدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے فارغ ہوئے تو مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ کی نیت سے عازم سفر ہوئے۔ ہجرت کا ساتواں سال تھا اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے تھے۔ آپ نے حضرت میمونہ بنت حارث کو پیغام نکاح دیا تھا۔ ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت اسماء بنت عمیس حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے حضرت جعفر سے کہا: وہ ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیں۔ انہوں نے یہ معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح کر دیا۔ اس وقت آپ نے عمرہ القضیہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ واپسی پر سرف کے مقام پر ان سے وظیفہ زوجیت ادا کیا۔ یہ پہلے ابورھم بن عبدالعزیٰ یا سنجرہ بن ابی رھم کی زوجیت میں تھیں۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث کو پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لحیہ بن جزا اور دو اور افراد کو ان کے لئے پیغام نکاح دے کر بھیجا اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہوں نے اپنا معاملہ اپنی بہن حضرت ام الفضل کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے وہ معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ القضاء میں حضرت میمونہ بنت حارث کے ساتھ نکاح فرمالیا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ تین روز قیام کیا۔ خویطب بن

عبد العزیٰ قریش کے افراد کے ساتھ آپ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: تین ایام پورے ہو چکے ہیں۔ آپ چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے کاش! تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہارے سامنے نکاح کروں۔ تمہارے لئے کھانا بناؤں جسے تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ چلے جائیں۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عازم سفر ہوئے اور سرف کے مقام پر ان کے ساتھ وظیفہء زوجیت ادا کیا۔ حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ آپ آئندہ سال عمرہ کی نیت سے عازم سفر ہوئے ہجرت کا ساتواں سال اور ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ اس مہینے میں مشرکین نے آپ کو مسجد حرام سے روکا تھا۔ جب آپ تاج پہنچے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ بنت حارث کے پاس بھیجا۔ انہوں نے انہیں آپ کی طرف سے پیغام نکاح دیا۔ انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس کے سپرد کر دیا۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ سرف کے مقام پر نکاح فرمایا اس وقت ہم نے احرام اتارے ہوئے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے۔ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح عمرۃ القضاء میں کیا تھا۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت ابو رافع سے حسن روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا تو آپ احرام اتار چکے تھے۔

میں ان کے مابین قاصد تھا امام مسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح مدینہ طیبہ میں کیا تھا۔ آپ نے احرام اتارا ہوا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنہ ۵ ھ میں نکاح کیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ آخری زوجہ محترمہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے نکاح کیا تھا، یعنی جن کے ساتھ وظیفہء زوجیت ادا کیا تھا۔

۳-وصال

انہوں نے اس جگہ وصال کیا جہاں سرف پر آپ نے ان کے ساتھ وظیفہء زوجیت ادا کیا تھا۔ اس جگہ مدفون ہوئیں جہاں آپ کا خیمہ اس وقت نصب تھا۔ ان کا وصال سنہ ۶۱ ھ کو ہوا تھا۔ الطبرانی نے الاوسط میں صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرف کے مقام پر ان سے نکاح کیا۔ اسی جگہ وظیفہء زوجیت ادا کیا اور اسی جگہ ان کا وصال ہوا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت میمونہ بنت حارث عام الحرہ نے سنہ ۶۳ ھ میں وصال فرمایا۔

گیارھواں باب

حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

نام ونسب

ابن ابی خیثمہ اور ابوعمر نے لکھا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ کوئی کہے کہ وہ برہ نیکی سے نکلا ہے۔ یہ جویریہ بنت حارث بن ضرار تھیں۔

آپ کا نکاح فرمانا

ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے: یہ آپ سے قبل مسافع بن صفوان کی زوجیت میں تھیں۔ وہ حالت کفر میں مرا تھا۔ وہ یوم مریسیع غزوہ بنی مصطلق میں قیدی بنیں اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے ۱۹، اوقیہ پر ان کے ساتھ مکاتبت کر لی۔ آپ نے ان کا زرِ کتابت ادا کیا۔

ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے ان کا نام جویریہ رکھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ملک یمین کی وجہ سے ان کے ساتھ مباشرت فرماتے تھے لیکن پہلا موقف درست ہے۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنو مصطلق کے قیدی تقسیم کئے تو حضرت جویریہ حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں یا ان کے چچا زاد کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے مکاتبت کر لی۔ وہ ایک دلکش اور ملیح خاتون تھیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئیں وہ زرکتابت کی ادائیگی میں آپ کی مدد چاہتی تھیں۔ حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں: بخدا! میں نے انہیں دیکھا تو ناپسند کیا۔ میں نے کہا: جو کچھ میں نے ان میں سے دیکھا ہے وہی کچھ دیکھا جاتا ہے جب یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں تو عرض کی: میں جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کا سردار ہے۔ ہمیں مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے جو آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میری زرکتابت کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس سے بہتر۔ میں تمہارا زرکتابت ادا کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ نکاح کر لیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: ٹھیک ہے۔ آپ نے اسی طرح کیا۔ جب صحابہ کرام کو علم ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے بنو مصطلق کے سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ رب تعالیٰ نے ان کے طفیل بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کے اہل کو آزادی عطا کی۔ میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لئے برکت کے اعتبار سے ان سے بڑی ہو۔

ابن سعد نے ابوقلابہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد آئے کہا: ایسی عظیم خاتون کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا رستہ چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا: میں انہیں اختیار دیتا ہوں: اس نے عرض کی: آپ نے بہت عمدہ کیا ہے۔ وہ اپنی نور نظر کے پاس گئے۔ کہا: اس ہستی نے تمہیں اختیار دیا ہے، ہمیں رسوا نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا: میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کرتی ہوں۔ امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی تشریف سے تین روز قبل میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مدینہ طیبہ سے چلا ہے حتیٰ کہ وہ میری گود میں گر پڑا ہے میں نے کسی کو یہ خواب سنانا پسند نہ کیا، حتیٰ کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے جب ہم قیدی بنے تو مجھے اپنے خواب کے پورے ہونے کی امید بر آئی۔

آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔ میرے ساتھ نکاح فرمالیا۔ ان کے باپ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

الطبرانی نے مرسل روایت کیا ہے کہ امام شعبی نے فرمایا: حضرت جویریہ آپ کی ملکیت میں تھیں آپ نے انہیں آزاد کر دیا ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر ٹھہری۔ بنو مصطلق کے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا۔ الطبرانی نے حسن سند سے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے بنو مصطلق کے ساتھ غزوہ میں حضرت جویریہ کو قید کر لیا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا: حضرت جویریہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: آپ کی ازواج مطہرات مجھ پر فخر کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے ساتھ نکاح نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارا حق مہر بڑا نہیں رکھا۔ کیا میں نے تمہاری قوم کے چالیس افراد آزاد نہیں کئے۔

۳-وصال

وہ ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰ ھ میں وصال فرما گئیں۔ یہی صحیح موقف ہے ایک قول سنہ ۵۶ ھ کا بھی ہے مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ وہ مدینہ طیبہ کا امیر تھا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ جب آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا ان کی عمر بیس سال تھی۔ سنہ ۵۰ ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہا۔

✿✿✿

بارھواں باب

حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے کچھ فضائل

۱-نسب

ان کا اسم گرامی صفیہ بنت حیی تھا ان کا والد بنو نضیر کا سردار تھا وہ لوی بن یعقوب علیہ السلام پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد

میں سے تھا۔ الحافظ لکھتے ہیں: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نسب میں ایک سو نبی گزرے تھے ایک سو بادشاہ گزرے تھے، پھر رب تعالیٰ انہیں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم پاک میں لے آیا۔ ان کا والد بنو قریظہ کے ساتھ ہی قتل ہوا۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموال تھا وہ رفاعہ بن سموال قرظی کی بہن تھی۔

۲۔ آپ کا ان سے نکاح فرمانا

یہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجیت میں تھیں پھر کنانہ بن ربیع کے نکاح میں چلی گئیں اس میں سے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ جب یہ سلمہ کے ہاں تھیں تو ان کی عمر سترہ سال نہ تھی۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو قیدی بنایا۔ جب آپ خیبر تشریف لائے یہ کنانہ بن ابی الحقیق کی دلہن تھیں۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حسن بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو مال غنیمت میں حضرت صفیہ ملیں تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم اس لڑکی کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: آپ ہی سارے لوگوں سے زیادہ اس کے مستحق اور حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں۔ ان کے ساتھ نکاح کر لیتا ہوں۔ میں نے ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر بنا دیا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیمہ؟ آپ نے فرمایا: ولیمہ پہلے دن حق ہوتا ہے دوسرے دن نیکی اور تیسرے دن فخر ہوتا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ جب آپ نے خیبر فتح کر لیا جب قلعہ فتح ہوا تو رب تعالیٰ نے آپ کے حصے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کر دی۔ یہ دلہن تھیں۔ ان کا خاوند مقتول ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب میں ان کی تعریف کرنے لگے انہوں نے کہا: ہم نے سارے قیدیوں میں ان کی مثل نہیں دیکھی۔ آپ نے حضرت دحیہ کی طرف پیغام بھیجا سات قیدیوں کے عوض انہیں خرید لیا، پھر حضرت ام سلیم کے سپرد کیا تا کہ وہ انہیں اپنے گھر میں رکھیں۔

ان کے ہاں ہی انہوں نے عدت گزاری جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب نیچے اترے تو انہیں پردہ کرا لیا ان سے نکاح کر لیا۔ ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔

آپ نے تین دن قیام فرمایا حتیٰ کہ ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔ آپ نے انہیں پردہ کرایا۔ دوسری روایت میں ہے جب ہم سد الروحاء پہنچے تو آپ نے ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا پھر چھوٹے سے دسترخوان پر حلوہ رکھا۔ صحابہ کرام اس میں سے کھانے لگے ان حوضوں سے پانی پینے لگے جو ان کے ارد گرد تھے۔ یہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تھا۔

صحابہ کرام کو علم نہ تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا یا انہیں ام ولد بنایا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو آپ نے ان سے پردہ کرا لیا اور اپنے اونٹ کے پیچھے سوار کرا لیا۔ صحابہ کرام جان گئے کہ آپ نے ان سے نکاح فرمایا ہے، پھر ہم

مدینہ طیبہ آگئے۔میں نے آپ کو دیکھا۔آپ نے اپنی مبارک چادر طے کر کے رکھی، پھر حضرت ام المؤمنین کے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے۔اپنا گھٹنا اوپر اٹھایا۔وہ آپ کے گھٹنے کے سہارے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ہم روانہ ہوئے جب ہم نے مدینہ طیبہ کے درودیوار دیکھے تو ہم تیزی سے اس کی طرف گئے۔

ہم نے سواریاں بلند کیں۔آپ نے اپنی سواری کو مارا۔حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔آپ کی سواری پھسلی آپ بھی اور حضرت ام المؤمنین بھی نیچے گر پڑے۔ہم میں سے کوئی بھی آپ کی طرف یا ام المؤمنین کی طرف نہ دیکھ رہا تھا۔آپ اٹھے۔آپ نے انہیں پردہ کیا پھر ہم آپ کے پاس آگئے۔آپ نے فرمایا: کچھ نہیں ہوا۔ہم مدینہ طیبہ پہنچے۔مدینہ طیبہ کی عفت مآب خواتین باہر نکل آئیں۔وہ انہیں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ان کی شکست پر خوش تھیں۔

ابن ابی خیثمہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا ان کی آزادی کو ان کا حق مہر بنا دیا تھا۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر بنی۔حضرت قتادہ سے روایت ہے آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے ایک عورت حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا۔

یہ یوم خیبر کو آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں۔یہ آپ سے قبل کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔وہ مقتول ہوا۔آپ نے حضرت صفیہ کو گرفتار کر لیا۔ان سے نکاح فرمالیا۔ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر تھی۔حضرت ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آزاد کر دیا اور میری آزادی کو ہی میرا حق مہر بنا دیا۔امام زہری سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ کو قیدی بنایا۔یہ آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں۔وہ آپ کے حصے میں آئیں آپ نے انہیں پردہ کرالیا۔وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے تھیں۔

ابو یعلی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ رزینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم قریظہ یا یوم نضیر کو حضرت صفیہ کو قید میں کر لیا۔آپ انہیں لے آئے۔جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله! آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ان کے بازو آپ کے ہاتھ میں تھے۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ان سے نکاح فرما لیا۔انہیں حق مہر میں رزینہ عطا کی۔امام ہیثمی نے لکھا ہے کہ یہ اس کے مخالف جو کچھ صحیح میں ہے۔

ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح فرما لیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔آپ نے تین روز تک ان کا ولیمہ کیا۔دستر خوان بچھایا جسے حضرت ام سلیم لے کر آئی تھیں۔اس پر پنیر اور کھجوریں رکھیں۔تین دن تک صحابہ کرام کو کھلایا۔یہ صحیح میں ہے۔سوائے اس کے کہ تین روز تک ولیمہ کیا۔

ابن منیع، حارث بن ابی اسامہ اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت صفیہ بارگاہ رسالت مآب میں داخل ہوئیں وہ آپ کے خیمہ میں آئیں۔ہم بھی وہاں موجود تھے وہاں دیگر قیدی بھی تھے تاکہ آپ انہیں تقسیم کریں۔آپ باہر نکلے تو فرمایا: اپنی ماں سے دور چلے جاؤ۔

عشاء کے وقت آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ کی چادر میں ڈیڑھ مد عجوہ کھجوریں تھیں فرمایا: اپنی امی جان کا ولیمہ کھاؤ۔

بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے امہات المومنین میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تھا۔ابو بکر ابن ابی خیثمہ نے حضرت انس سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کرالیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب فرمالیا۔آپ انہیں اپنے اونٹ پر بٹھا کر نکلے۔میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی مبارک ٹانگ نیچے رکھی وہ اس پر چڑھ کر سوار ہوئیں جب آپ سد الصہباء پہنچے تو ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا۔دستر خوان پر حلوہ رکھا۔مجھے حکم دیا میں نے صحابہ کرام کو بلایا۔یہی آپ کا ولیمہ تھا۔ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے آپ نے ان کے ساتھ شوال سنہ ۷ ھ میں نکاح فرمایا۔وہ اس مال غنیمت میں سے تھیں جو رب تعالیٰ نے آپ کو فتح خیبر کے وقت عطا کیا تھا۔خیبر رمضان المبارک میں فتح ہوا تھا۔حضرت انس سے ہی روایت ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات قیدیوں کے عوض خریدا تھا، لیکن عبد العزیز بن صہیب کی روایت اس کے مخالف ہے۔انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے قیدی جمع فرمائے تو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی آپ کے پاس آئے عرض کی: مجھے قیدیوں میں سے ایک لونڈی عطا کریں۔آپ نے فرمایا: جاؤ ان میں سے ایک لونڈی لے لو۔

۳۔حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا خواب

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں سبزی تھی آپ نے پوچھا: تمہاری آنکھوں میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اپنے خاوند سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔اس نے مجھے تھپڑ مار دیا اس نے کہا: یثرب کے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔میں نے کہا: مجھے آپ سے زیادہ مبغوض کون ہو سکتا ہے۔انہوں نے میرے باپ اور خاوند کو قتل کیا۔آپ لگاتار میرے سامنے معذرت کرتے رہے۔آپ نے فرمایا: صفیہ! تمہارے والد نے میرے خلاف پورے عرب کو جمع کر لیا تھا اس نے یہ کیا اس نے یہ کیا حتیٰ کہ میرے دل کی وہ کیفیت جاتی رہی۔الطبرانی اور ابن ابی عاصم نے حضرت ابو برزہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ خیبر تشریف لے گئے ان دنوں حضرت صفیہ دلہن تھیں۔

انہوں نے خواب دیکھا کہ سورج ان کے سینے پر آگیا ہے انہوں نے وہ خواب اپنے خاوند کو بتایا یا اپنی ماں کو بتایا۔اس نے کہا: بخدا! تو اس بادشاہ کو چاہتی ہے جو ابھی آیا ہے۔آپ نے خیبر فتح فرمالیا ان کے خاوند کو قتل کر دیا۔اس روایت اور سابقہ روایت میں کوئی مخالفت نہیں ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔پہلے انہوں نے اپنے خاوند کو اور پھر باپ کو بتایا ہو۔لہٰذا تعبیر میں عبارت مختلف ہے۔

۴-آپ کا ان سے معذرت کرنا

ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے جندب بن ہلال کے انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو نہ پایا تھا۔حضرت صفیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی مجھے آپ سے ناپسندیدہ کوئی شخص نہ تھا۔آپ نے مجھے فرمایا: تمہاری قوم نے اس طرح اس طرح کیا ہے۔میں اپنی جگہ سے نہ اٹھی تھی کہ آپ مجھے ہر چیز سے محبوب ہو گئے۔دوسری روایت میں ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے خلق کے اعتبار سے آپ سے احسن کسی کو نہیں دیکھا۔

میں نے آپ کو دیکھا آپ رات کے وقت اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔میں اونگھنے لگی۔میرا سر کجاوے کے آخری سرے پر لگنے لگا۔آپ نے مجھے ہاتھ لگایا۔فرمایا: اری! بنت حیی! جب صهباء آیا تو فرمایا: میں معذرت پیش کرتا ہوں جو کچھ میں نے تمہاری قوم کے ساتھ کیا۔انہوں نے مجھے یوں یوں کہا تھا۔۔۔۔

۵-تم نبی کی اولاد ہو تمہارا چچا بھی نبی تھا اور تم ایک نبی کی زوجیت میں ہو

ابن سعد نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں رو رہی تھی فرمایا: بنت حیی! کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرات عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما میرے ساتھ بحث کرتی ہیں وہ کہتی ہیں: ہم اس سے بہتر ہیں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچا زاد ہیں۔آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان سے نہ کہا: تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو۔میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۶-آپ کا لطف و کرم

ابو العلاء نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حج فرمایا۔جب کچھ رستہ طے ہوا تو یہ اونٹ تھک گیا۔میری سواری ان سب سے خوبصورت تھی میں رونے لگی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔آپ اپنی مبارک چادر اور دست اقدس سے میرے آنسو صاف کرنے لگے۔آپ کچھ فرمانے لگے: مگر میرے رونے میں اضافہ ہوتا گیا۔آپ مجھے منع فرمانے لگے۔جب میں بہت زیادہ رونے لگی تو آپ نے مجھے جھڑکا صحابہ کرام کو فروکش ہونے کا حکم دیا۔وہ اترے آپ کا ارادہ اترنے کا نہ تھا۔وہ میری باری تھی جب صحابہ کرام نیچے اترے تو آپ کا خیمہ لگا دیا گیا آپ اندر تشریف لے گئے۔انہوں نے فرمایا: میں نہ جانتی تھی کہ آپ سے کیسے معذرت کروں۔مجھے خدشہ تھا کہ آپ کے نفس میں میرے متعلق اضطراب ہو گا۔میں حضرت عائشہ کے پاس گئی میں نے انہیں کہا: آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کو کسی چیز

کے عوض کسی کو نہیں دیتی۔ میں آپ کو یہ باری دیتی ہوں، بشرطیکہ تم میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو راضی کر دو۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے اپنا دوپٹہ لیا۔ انہوں نے اسے زعفران سے رنگا ہوا تھا اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو تازہ ہو جائے اپنے کپڑے پہنے پھر بارگاہ رسالت مآب میں چلی گئی۔ انہوں نے خیمے کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ آج تمہاری نوبت نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ روانگی کے وقت آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: زینب! اپنا اونٹ اپنی بہن صفیہ کو دے دو۔ ان کے پاس کافی سواریاں تھیں۔ انہوں نے کہا: میں آپ کی اس یہودیہ سے زیادہ محتاج ہوں۔ یہ سن کر آپ ان سے ناراض ہو گئے۔ انہیں چھوڑ دیا۔ ان سے کلام بھی نہ کیا حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے منیٰ کے ایام گزر گئے۔ آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ محرم اور صفر کے مہینے بھی گزر گئے۔ آپ ان کے پاس نہ گئے۔ نہ ہی ان کی باری مقرر کی۔ وہ آپ سے مایوس ہو گئیں۔ ماہ ربیع الاول میں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کا سایہ دیکھا۔ انہوں نے کہا: یہ تو کسی مرد کا سایہ ہے میرے پاس حضور اکرم ﷺ تو تشریف نہیں لاتے یہ کس کا سایہ ہے؟ آپ اندر تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے علم نہ تھا کہ میں کیا کرتی جب آپ میرے پاس تشریف لائے ان کے پاس لونڈی تھی اور اسے آپ سے چھپا کر رکھتی تھیں۔ انہوں نے عرض کی: وہ آپ کے لئے ہے۔ آپ زینب رضی اللہ عنہا کی چارپائی کے پاس گئے اسے اٹھا دیا گیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے دست اقدس سے رکھا۔ اپنی زوجہ محترمہ سے وظیفہ زوجیت ادا کیا اور ان سے راضی ہو گئے۔

۷- آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے احترام کے لئے اعتکاف سے اٹھ آئے

ابن ماجہ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ وہ آپ کی خدمت میں آئیں۔ آپ اس وقت مسجد میں معتکف تھے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ عشاء کے وقت آپ سے کچھ باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے اٹھیں۔ آپ ان کے ہمراہ اٹھے۔ جب مسجد کے دروازے کے پاس آئے۔ وہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ تھا تو دو انصاری صحابہ آپ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا پھر آگے چلے گئے۔ آپ نے انہیں فرمایا: ٹھہرو۔ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ﷺ ان پر یہ گراں گزرا۔ آپ نے فرمایا: شیطان انسان کے خون کے ساتھ رواں ہے مجھے خدشہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ پیدا نہ ہو جائے۔

۸- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حلم

ابن عبد البر نے روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے حضرت عمر فاروق سے کہا: کہ حضرت صفیہ ہفتہ کو پسند کرتی ہیں۔ وہ یہود سے صلہ رحمی کرتی ہیں۔ انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور یہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: جب سے رب تعالیٰ نے مجھے جمعۃ المبارک عطا کیا ہے اس وقت سے میں نے ہفتہ سے محبت نہیں کی۔ یہودیوں کے ساتھ میری رشتہ داری

ہے میں ان کے ساتھ تو صلہ رحمی کرتی ہوں۔ انہوں نے لونڈی سے پوچھا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اس نے کہا: شیطان نے کروایا ہے۔ فرمایا: جا تو آزاد ہے۔

۹-وصال

سنہ ۵۰ ھ رمضان المبارک میں ان کا وصال ہوا یا سنہ ۵۲ ھ میں ہوا جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وصال فرما گئی تھیں ایک لاکھ دراھم ان کا ورثہ تھا، کچھ زمین اور سامان بھی تھا انہوں نے ثلث کی وصیت اپنے بھانجے کے متعلق کی تھی وہ یہودی تھا۔

تنبیہ

صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ایک ہی وقت اپنی گیارہ ازواج مطہرات سے وظیفہء زوجیت ادا فرمالیتے تھے۔ یہ صراحت ہے ان کی تعداد گیارہ تھی ایک ہی وقت میں آپ ان کے ساتھ وظیفہء زوجیت ادا کر لیتے تھے۔ یہ وہ نو تھیں جو آپ کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ وہ ان کے علاوہ تھیں یہ روا نہیں کہ ان میں سے ایک حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہوں کیونکہ آپ نے انہیں اور ان کی ماں کی طرف سے بہن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ایک وقت میں جمع نہ کیا تھا۔ ہاں! یہ روا ہے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک ہو جن کے ساتھ آپ نے مباشرت کی تھی اور انہیں جدا کر دیا تھا یا اسماء یا فاطمہ یا عمرہ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ گیارہ سے مراد نو مذکورہ ازواج مطہرات اور دو لونڈیاں حضرات میمونہ اور ریحانہ ہیں۔

❁❁❁

تیرھواں باب

آپ کی باندیاں

ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی چار لونڈیاں تھیں۔ ۱- حضرت ماریہ قبطیہ۔ ۲- حضرت ریحانہ ان کا تعلق بنو نضیر یا بنو قریظہ کے ساتھ تھا۔ ۳- ایک اور لونڈی تھی جو بڑی حسین تھی جو آپ کو قیدیوں سے ملی تھی۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو خدشہ تھا کہ قریب تھا کہ یہ آپ کی وجہ سے ان پر غلبہ پالے۔ ۴- آپ کی ایک اور لونڈی بھی تھی جس کا نام نفیسہ تھا جو آپ کو حضرت زینب بنت جحش نے ہبہ کی تھی۔ آپ نے انہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے کچھ ایام کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ آپ نے انہیں ذوالحجہ، محرم اور صفر کے مہینوں تک چھوڑے رکھا۔ ربیع الاول میں آپ حضرت زینب سے راضی ہو گئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی: میں نہیں جانتی کہ اس مسرت کے متعلق کیسے بتاؤں؟

انہوں نے وہ لونڈی آپ کو ھبہ کر دی۔

حضرت ماریہ قبطیہ۔ان کے باپ کا نام شمعون تھا یہ آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں انہیں مقوقس نے سنہ ۷ ھ کو آپ کو پیش کیا تھا ان کے ہمراہ ان کی بہن شیریں بھی تھیں۔ایک خصی جانور بھی تھا جسے مابور کہا جاتا تھا ایک ہزار مثقال سونا بھی تھا۔تین نرم کپڑے تھے خچر دُلدُل تھی۔وغیرہ وغیرہ۔حضرت ماریہ اور ان کی بہن شیریں نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ خوبصورت اور سفید تھیں آپ نے انہیں العالیہ میں ایک جگہ ٹھہرایا جسے آج کل مشربہ ام ابراہیم کہا جاتا ہے۔

آپ کبھی کبھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ محرم سنہ ۱۶ ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔

بزار اور ضیاء المقدس نے اپنی صحیح میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت ماریہ کا ایک چچا زاد کبھی کبھی ان کے پاس جاتا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: یہ تلوار لو اور اس کی خبر لو۔اگر تم اسے وہاں پاؤ تو اسے تہ تیغ کر دو۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے مسئلہ میں مضبوط سکے کی مانند ہوں مجھے آپ کے حکم کی پیروی سے کوئی چیز روک نہیں سکتی حتیٰ کہ میں اسے کر گزروں جو آپ حکم دیں لیکن بعض اوقات مشاہدہ کرنے والا وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! شاید وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔میں تلوار سونت کر آیا میں نے اسے ان کے پاس ہی پایا۔میں نے تلوار نیام سے نکالی۔جب اس نے دیکھا کہ میں اس کی سمت آ رہا ہوں اسے پتہ چل گیا کہ میں اس کا ارادہ کیے ہوں۔

وہ کھجور کے پاس آیا۔اس پر چڑھا اور خودکشی کر لی۔قتادہ نے فرمایا: انہوں نے انہیں ٹانگ سے ہلایا تو وہ ساکت و جامد ہو گیا تھا۔اس میں تھوڑی بہت حرکت نہ تھی۔انہوں نے فرمایا: میں نے تلوار نیام میں کر لی پھر بارگاہ رسالت مآب میں آیا اور سارا واقعہ عرض کیا: آپ نے فرمایا: ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے ہم اہل بیت سے دور کر دیا۔بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔یہ حضرت ماریہ کے لخت جگر تھے تو آپ کے نفس میں شبہ پیدا ہوا حتیٰ کہ سید جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے۔انہوں نے یوں سلام عرض کیا، السلام علیک ابا ابراہیم!

ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو نضیر کے ساتھ تھا، بعض نے لکھا ہے کہ ان کا تعلق بنو قریظہ کے ساتھ تھا۔یہ پہلے ایک شخص حکم کی زوجیت میں تھیں۔یہ خوبصورت اور باجمال تھیں۔بنو قریظہ کے قیدیوں میں آئیں یہ آپ کے حصے میں آئیں۔آپ نے انہیں اسلام اور ان کے دین کے مابین اختیار دیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔ان کا حق مہر بارہ اوقیہ رکھا۔ماہ محرم سنہ ۶ ھ سلمی بنت قیس بخاریہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے کے ساتھ مباشرت کی۔انہیں ایک حیض پہلے آگیا تھا۔آپ نے ان سے پردہ کرا لیا۔ان میں بہت زیادہ غیرت تھی۔آپ نے انہیں ایک طلاق

دے دی وہ بہت زیادہ روئیں جب ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اس حالت پر تھیں۔آپ نے ان سے رجوع فرمالیا، پھر وہ آپ کے ہاں ہی رہیں حتیٰ کہ سنہ ۱۰ ھ کو اس وقت وصال کر گئیں جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ملک یمین کے اعتبار سے ان سے مباشرت فرماتے تھے۔بہت سے علماء کرام نے اس قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

تنبیہ

العیون میں ہے کہ یہ ریحانہ آپ کے غلام شمعون کی نور نظر تھیں۔حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الفجر المتوالی میں اسی طرح لکھا ہے۔دمیری نے کسی کی تبع میں اس طرح لکھا ہے لیکن یہ بلاشبہ وہم ہے ان کا تعلق بنو قریظہ یا بنو نضیر کے ساتھ تھا۔وہ ابو ریحانہ جن کا تذکرہ خدام میں ہو چکا ہے وہ ازدی یا انصاری یا قریشی تھے۔ان اقوال کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ انصار ازد میں سے تھے شاید انہوں نے کسی قریشی کے ساتھ معاہدہ کیا ہو لیکن حضرت ریحانہ کے والد کے متعلق کسی نے نہیں لکھا کہ وہ ازدی قریشی۔ازدی یا انصاری تھے۔ان کا تعلق بنو اسرائیل کے ساتھ تھا کسی نے یہ بھی نہیں لکھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہو نہ ہی اس نے اسلام قبول کیا تھا۔نہ ہی آپ کی خدمت کی تھی۔وہ قطعاً کوئی اور تھا، پھر ابو ریحانہ شمعون ہیں۔ابن حجر نے تبصیر المنتبہ میں ان کا ذکر کیا ہے لیکن الاصابہ میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

❁❁❁

چودھواں باب

جن خواتین سے عقد نکاح فرمایا لیکن مباشرت نہ کی

ان میں سے بعض میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان سے نکاح کیا تھا یا نہیں۔اس پر طویل گفتگو ہے۔لمبا چوڑا اختلاف ہے حتیٰ کہ صاحب زاد المعاد نے ان خواتین کا تذکرہ کر کے جن کے ساتھ آپ نے حق زوجیت ادا کیا تھا لکھا ہے کہ جن عورتوں کو آپ نے پیغام نکاح دیا مگر نکاح نہ فرمایا ان کی تعداد چار یا پانچ ہے۔حافظ دمیاطی نے ان کی تعداد تیس بتائی ہے لیکن اہل سیر اسے نہیں جانتے۔انہوں نے اس کا انکار کیا ہے ان کے ہاں معروف یہ ہے کہ آپ نے الجونیہ کی طرف پیغام بھیجا تا کہ اس کے ساتھ نکاح فرمائیں۔آپ پیغام نکاح کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے آپ سے پناہ طلب کی تو آپ نے اسے پناہ دے دی اور اس کے ساتھ نکاح نہ کیا۔اسی طرح قلابیہ تھی۔اس طرح وہ عورت تھی جس کے پہلو پر آپ نے سفید داغ دیکھا تو اس کے ساتھ مباشرت نہ کی تھی۔وہ عورت بھی ہے جس نے اپنا آپ آپ کو پیش کیا تھا مگر آپ نے قرآن پاک کی سورتوں پر کسی اور سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔یہ محفوظ موقف ہے۔میں صرف ان کا ذکر کروں گا جن سے آگاہ ہوا ہوں۔

۱۔ خولہ بنت ہزیل۔آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔جرجانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن یہ آپ تک پہنچنے سے قبل ہی انتقال کر گئیں۔ابن عبدالبر نے الجرجانی سے اس طرح نقل کیا ہے المفضل بن غسان الغلائی نے بھی اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہیں شام سے آپ کے پاس لایا جا رہا تھا۔راستہ میں مرگئیں۔ان کی والدہ کا نام خرنق بنت خلیفہ تھا۔یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

۲۔ عمرہ بنت یزید۔آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا جب آپ کے پاس خلوت گزیں ہوئی تو پناہ طلب کی آپ نے فرمایا:تم نے پناہ گاہ سے پناہ طلب کی ہے۔آپ نے انہیں طلاق دے دی۔حضرت اسامہ کو حکم دیا۔انہوں نے انہیں تین کپڑے دے دیئے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روایت ہے۔حضرت قتادہ نے کہا ہے اس کا تعلق بنو سلیم کے ساتھ تھا۔عبیدہ نے لکھا ہے کہ وہ اسماء بنت نعمان تھی۔اس کا باپ اسے آپ کے پاس لے کر آیا۔اس نے کہا:میں مزید عرض کرتا ہوں:کہ یہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔آپ نے فرمایا"اس کے لیے بارگاہِ ربوبیت میں بھلائی نہیں ہے۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے اپنے شیخ قاسم بن عبداللہ سے،یہ ضعیف تھا،بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:آپ نے بنو عمرو بن کلاب کی بہن سے اور بنو جون الکندیہ کی بہن سے فراق پسند فرمایا کیونکہ اس پر سفید داغ تھا۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عثمان بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا مگر اس کے ساتھ مباشرت نہ کی، بعد میں اس نے کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے مابین تفریق ڈال دی اس کے خاوند کو مارا۔اس نے کہا:عمر!رب تعالیٰ سے ڈرو۔اگر میں امہات المؤمنین میں سے ہوں تو مجھے پردہ کراؤ مجھے بھی وہی کچھ دو جو انہیں دے رہے ہو۔انہوں نے فرمایا:نہیں۔عورت نے کہا:پھر مجھے نکاح کر لینے دو۔انہوں نے فرمایا:نہیں۔نعمت بھی نہیں۔میں کسی کو اس کا حریص بھی نہ بناؤں گا۔

ابن ابی خیثمہ اور امام احمد نے ابن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا:ہم آپ کے ساتھ نکلے ایک باغ تک پہنچے۔جسے الشوط کہا جاتا تھا ہم دو باغوں تک پہنچے ہم ان کے مابین بیٹھ گئے۔آپ نے فرمایا:یہیں بیٹھو۔آپ الجونیہ کے پاس تشریف لے گئے۔وہ امیمہ بنت نعمان کے گھر تھی۔ان کے ساتھ اس کی دایاں بھی تھی۔آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا:میرے لئے تیار ہو جاؤ۔اس نے کہا:کیا ملکہ عام شخص کو اپنا آپ پیش کر سکتی ہے؟آپ نے اس کی طرف دست محبت بڑھایا اس نے کہا:میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ مانگتی ہوں۔

آپ نے فرمایا: تم نے پناہ مانگنے کی جگہ سے پناہ مانگی ہے۔ آپ باہر تشریف لائے تو فرمایا: ابو اسید! اسے دو کپڑے دو اور اسے اس کے اہل خانہ کے پاس چھوڑ آؤ۔ حضرت عروہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عمرہ بنت الجون نے اس وقت آپ سے پناہ طلب کی تھی جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ طلب کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا، تو نے پناہ طلب کرنے کی جگہ سے پناہ طلب کی ہے۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت اسامہ یا ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ اسے تین کپڑے اور ایک اوقیہ چاندی دے دیں۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کو علم ہوا کہ اس پر سفید داغ ہے۔ آپ نے اسے طلاق دے دی آپ نے اس کے ساتھ مباشرت نہ کی۔

امام بخاری اور ابو داؤد نے اس سے روایت کیا ہے کہ جب بنت الجون کے پاس آپ تشریف لے گئے اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا: میں رب تعالیٰ کی آپ سے پناہ مانگتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو نے عظیم ذات کی پناہ طلب کی ہے اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جا۔

۳- اسماء بنت صلت۔ حافظ مغلطای نے الاشارہ میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے انہوں نے الزھد میں اور حاکم نے الاکلیل میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ نکاح تو کیا تھا مگر مباشرت نہ کی تھی۔ حافظ قطب الدین الحلبی نے المورد الغرب میں لکھا ہے: احمد بن صالح نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ان کا ذکر حاکم نے کیا ہے ان کا تعلق بنو حرام سے تھا۔ آپ نے ان سے حق زوجیت ادا نہ کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ کی چوتھی قسم میں لکھا ہے: جنہیں غلطی سے صحابہ کرام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ قتادہ نے تنہا ان کا نام اسماء لکھا ہے جب کہ ان کا نام سنا بنت اسماء تھا۔ میں کہتا ہوں اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ قتادہ نے لکھا ہے: اسماء اور سنا کا ذکر۔ جیسے ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے حافظ احمد بن صالح مصری نے قتادہ کی اتباع کی ہے تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ پہلے نام پر اتفاق ہے۔

۴- اسماء بنت کعب الجونیہ۔ اس کے ساتھ بھی آپ نے مباشرت نہ کی تھی۔ المورد اور الزہد میں اسی طرح ہے ابن حجر نے الاصابہ میں لکھا ہے: اسماء بنت کعب اور اسماء بنت نعمان ایک ہی ہیں۔ انہوں نے بنت نعمان کے تذکرہ میں یہ نہیں لکھا کہ اسے بنت کعب بھی کہا جاتا ہے نہ ہی ان کے والد کا نسب ذکر کیا ہے ظاہر ہے کہ یہ بنت کعب اور ہیں اور دوسری بنت نعمان اور ہے اگرچہ یہ دونوں بنو الجون سے تعلق رکھتی تھیں۔

۵- اسماء بنت نعمان ابن الجون۔ الحافظ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ ایک قول یہ ہے بنت النعمان بن اسود۔ العیون میں اسی طرح ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اسود اس کا باپ ہوگا۔ الاصابہ کے مطابق وہ اس کا دادا ہوگا۔ حافظ یعمری نے العیون میں لکھا ہے: میری رائے میں یہ اور اس سے پہلے والی دونوں ایک ہیں۔ حافظ ابن عبد البر نے

لکھا ہے: اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن اس کے فراق کے قصہ میں اختلاف ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: آپ نے اہل عین میں سے اسماء بنت نعمان سے نکاح فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آئی تو آپ نے اسے بلایا مگر اس نے کہا: آپ ہی آجائیں۔ اس نے آپ کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ بعض نے کہا کہ اسی نے کہا تھا۔ اعوذ بالله منك۔ آپ نے اسے طلاق دے دی لیکن یہ باطل ہے یہ تو بنو سلیم کی ایک عورت تھی جب کہ صاحب الزہد نے لکھا ہے کہ آپ نے آمنہ بنت ضحاک غفاریہ کے پہلو پر سفید نشان دیکھا تھا مگر یہ آمنہ بنت ضحاک کلابیہ تھی۔ انہوں نے دوسری آمنہ کا اضافہ کیا ہے۔ کتب صحابہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی حالت عامریہ کی طرح تھی۔ آپ نے اس کے ساتھ اس طرح کیا تھا جیسے عامریہ کے ساتھ کیا تھا۔ ابوعبیدہ نے اس طرح روایت کیا ہے انہوں نے کہا: یہ خود کو شقیہ کہتی تھی۔ دوسرے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جس نے آپ سے پناہ طلب کی تھی وہ بنونضیر کے قیدیوں میں سے تھی۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں نے آپ سے پناہ طلب کی تھی۔

۶۔ آمنہ۔ اسے فاطمہ بنت ضحاک کہا جاتا ہے۔ الاشارہ میں اسی طرح یقین کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ زاہر اور صاحب المورد نے دوسرے لفظ سے ذکر کیا ہے احمد بن محمد نے اپنی کتاب العین میں لکھا ہے: کعب بن یزید انصاری نے فرمایا ہے: حضور اکرم ﷺ نے بنوغفار کی ایک عورت سے نکاح فرمایا۔ جب اس کے ساتھ مباشرت کرنا چاہا تو اس کے پہلو پر سفید داغ دیکھا۔ امام احمد، ابن ابی خیثمہ نے حضرت زید بن کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ بنو غفار کی ایک عورت سے آپ نے نکاح فرمایا۔ اس کے پہلو پر داغ پایا۔ فرمایا: اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جا۔ اسے جو کچھ دیا تھا وہ نہ لے آ۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اہل بادیہ میں سے ایک عورت سے نکاح فرمایا۔ اس کے پہلو پر نشان دیکھا تو مباشرت سے قبل اسے جدا کر دیا۔ اس کا نام آمنہ بنت ضحاک تھا یا اسماء بنت نعمان تھا۔ میں کہتا ہوں: یہ کلام درست نہیں۔ بنوکلاب اور بنوغفار دونوں جداگانہ قبیلے ہیں۔ میں نے کتب صحابہ میں آمنہ بنت ضحاک کا ذکر نہیں پایا۔

۷۔ امیمہ بنت شراجیل۔ امام بخاری نے ابواسد سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے امیمہ بنت شراجیل سے نکاح فرمایا۔ جب آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اس کی طرف دست محبت بڑھایا تو گویا کہ اس نے یہ ناپسند فرمایا۔ آپ نے حضرت ابوالسید سے فرمایا: اسے دو سفید کپڑے عطا کر دیں۔ میں کہتا ہوں: مغلطای نے الاشارہ میں، الزہد میں، قطب الحلبی نے المورد میں، ابوالفتح نے العیون میں امیمہ کو امہات المومنین میں شامل کیا ہے۔ ابن حجر نے الاصابہ میں عجیب بات لکھی ہے: ان کا گمان ہے کہ امیمہ

بنت شراحیل ہی بنت نعمان ہے لیکن اس کی سند بیان نہیں کی لیکن حضرت ابو اسید کی روایت اسے رد کرتی ہے اس میں ہے کہ وہ امیمہ بنت نعمان کے گھر میں ٹھہری تھی۔ یہ دونوں ایک کیسے ہو سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ بنت شراحیل، ابن نعمان کی پھوپھی تھی۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا یہ موقف ہے۔ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

۸۔ ام حرام۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی طرح ہے انہوں نے اضافہ نہیں کیا۔

۹۔ سلمیٰ بنت نجدہ۔ اشارہ اور زہر میں اسی طرح ہے المورد میں ہے بنت عمرہ بن حارث اللیبیہ۔ ابو سعید عبد الملک النیسابوری نے شرف المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد انہوں نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا لیکن میں نے کتب صحابہ میں ان کا ذکر نہ پایا۔

۱۰۔ سبا بنت سفیان۔ ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے المورد میں اس کا ذکر ہے مگر اس میں زائد ذکر نہیں ہے۔ الحافظ نے الاصابہ میں سبا بنت سفیان لکھا ہے۔ بنت صلت الکلابیہ یہ سنا کی طرح ہے۔

۱۱۔ سنا بنت اسماء۔ ان کا ذکر ابو عبیدہ نے کیا ہے۔ ابو خیثمہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر مباشرت سے قبل انہیں طلاق دے دی تھی۔ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ عبد اللہ بن خازم کی پھوپھی تھی جو خراسان کے امیر تھے، بعض نے ان کا نام وسنا لکھا ہے۔ انہیں ان کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ یہی بنت صلت ہے جب کہ اسماء ان کا بھائی تھا باپ نہ تھا لیکن پہلے موقف کو ابن اسحاق اور ایک جماعت نے یقین کے ساتھ لکھا۔

ابن عبد البر نے اسے ترجیح دی ہے۔ ان کے وصال کا سبب الرشاطی نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں: کہ جب انہیں علم ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ اتنی خوش ہوئیں کہ خوشی کی وجہ سے وصال کر گئیں۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حفص بن نضیر اور عبد القاہر بن السری السلمیٰ کا گمان ہے کہ آپ نے اسماء بنت سنان سے نکاح کیا تھا مگر وہ مباشرت سے قبل انتقال کر گئی تھیں۔ قتادہ نے ان کی مخالفت کی ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اسماء بنت صلت سے نکاح فرمایا مگر ان کے ساتھ مباشرت نہ کی تھی میں کہتا ہوں: اگر جو کچھ انہوں نے اور حضرت قتادہ نے کہا ہے وہ صحیح ہے تو سنان، اسماء کی بھتیجی ہیں۔

۱۲۔ الشاہ۔ مفضل بن غسان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح فرمایا تھا۔ تیرہ کے ساتھ مباشرت فرمائی تھی۔ وہ عفت مآب خواتین جن کے ساتھ آپ نے وظیفہ زوجیت ادا کیا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت میمونہ بنت حارث، حضرت ام شریک اور شاہ بنت رفاعہ ہیں۔ ان کا تعلق بنو قریظہ کے ساتھ تھا جب انہیں مصیبت پہنچی تو انہیں بھی پہنچی تھی وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے جب آپ نے امہات المومنین کو اختیار دیا تو آپ

نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ حضرت قتادہ کے کلام کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کیا تھا لیکن میں کتب صحابہ میں ان سے آگاہ نہیں ہوا۔ اصابہ میں ابن حجر نے ان کا ذکر نہیں کیا حالانکہ ان کا علم بہت وسیع تھا۔ عثمان بن مقسم متروک راوی ہے۔

۱۳- شراق بنت خلیفہ کلبیہ۔ حضرت دحیہ کی بہن ان کے ساتھ آپ نے نکاح کیا تھا مگر یہ راستے میں ہی وصال کر گئی تھیں۔ مفضل بن غسان نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ الطبرانی، ابونعیم نے حضرت ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنوکلب کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا تا کہ وہ اسے دیکھیں۔ وہ گئیں پھر واپس آئیں فرمایا: کیا دیکھا؟ فرمایا: میں نے اسے زیادہ نہیں دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا۔ تمہارا بال بال لرز اٹھا۔ انہوں نے عرض کی: آپ سے تو کوئی راز مخفی نہیں رہ سکتا۔

۱۴- الشنبا۔ مورد کے دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے لیکن ابن رشد کے مقدمات میں یہ الشیبا ہے۔ ابن عساکر اور فضل بن غسان نے تاریخ میں حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے پندرہ خواتین سے نکاح فرمایا۔ تیرہ سے حق زوجیت ادا کیا۔ گیارہ کو اپنے پاس رکھا، جو پندرہ کے عدد کو پورا کرتی ہیں وہ عمرہ اور شیبا ہیں۔ جب آپ شیبا کے پاس گئے۔ وہ تیار نہ تھی۔ آپ نے اس کی تیاری کا انتظار کیا۔ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ اس نے کہا: اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا محبوب اور پیارا فرزند نہ مرتا۔" آپ نے اسے طلاق دے دی اس کا حق مہر لازم کر دیا ازواج مطہرات پر اسے حرام کر دیا گیا۔ ابن رشد نے السیرۃ النبویہ میں اسی طرح لکھا ہے: ابن جریر نے لکھا ہے: بعض علماء کرام نے فرمایا: آپ نے شنبا بنت عمرو غفاریہ سے نکاح کیا یہ کنابیہ تھی (ایک قول کے مطابق) جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے حرکت کی ابن جریر نے لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام عمرو تھا یہ غفاریہ اور کنابیہ تھی۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ان کا ذکر نہیں کیا۔

۱۵- العالیہ بنت ظبیان۔ امام زہری نے اس کا نام یہی بتایا ہے الطبرانی نے ان سے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ ابوعبیدہ نے لکھا ہے: ہند بنت یزید کے پاس ابواسد کو پیغام نکاح دے کر بھیجا۔ آپ نے اس سے نکاح کر لیا اس کے پاس تشریف لے گئے پہلے نہ دیکھا تھا جب اسے دیکھا تو اس پر سفید داغ تھا۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت قتادہ نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے ابوالسید الساعدی کو بنوکلاب کی ایک عورت کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کی طرف سے اسے پیغام نکاح دیں۔ آپ نے اسے نہ دیکھا تھا۔ ابوالسید نے آپ کے دیکھے بغیر ہی اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اسے تیار کروا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے اسے دیکھا تو سفید داغ نظر آیا۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یہ کس کے ساتھ آئی تھی انہوں نے اسے عالیہ بنت ظبیان

لکھا ہے۔ انہوں نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو بکر بن کلاب کی ایک عورت العالیہ سے نکاح فرمایا پھر اسے طلاق دے دی تھی۔

انہوں نے امام زہری سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ نے بنو عمرو بن کلاب کی بہن سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بنو عمرو ہی کہا ہے۔ ابن سعد نے بنو ابو بکر بن کلاب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان سے نکاح فرمایا وہ کافی دیر آپ کے ہاں رہی پھر اسے طلاق دے دی ابو عمر نے لکھا ہے کہ اس کا مقتضیٰ ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے وظیفہء زوجیت ادا کیا تھا۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، سوائے قاسم بن عبداللہ کے، حضرت سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دے دی تھی۔ الطبرانی نے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے طویل روایت ذکر کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دے دی تھی۔ آپ بنو عمرو کی بہن سے اس سفید نشان کی وجہ سے جدا ہو گئے تھے جو اس پر تھا۔ امام زہری نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے پہلے اپنے چچا زاد سے نکاح کیا تھا اس کی اولاد بھی تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے حضرت جویریہ بنت حارث اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہما کا شمار بھی لونڈیوں میں کیا ہے۔ یہ آپ کو مال غنیمت میں ملی تھیں صحیح موقف یہ ہے کہ وہ امہات المؤمنین میں سے تھیں۔

۱۶- عمرہ بنت معاویہ الکندیہ۔ ابونعیم نے حضرات علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ امام شعبی نے روایت کیا ہے آپ نے ان کے ساتھ نکاح کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

۱۷- عمرہ بنت یزید۔ اس نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا۔ انہوں نے اسے طلاق دے دی تھی پھر آپ نے بھی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنے سے قبل طلاق دے دی۔ اس کے نسب میں عمرہ بنت یزید بن عبید بن اوس کہا گیا ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے: آپ نے اس کے ساتھ نکاح فرمایا، پھر آپ کو علم ہوا کہ اس پر سفید داغ ہے آپ نے اسے طلاق دے دی اور اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا تو اس نے آپ سے پناہ طلب کی۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اسے تین کپڑے دینے کا حکم دیا۔

رشاطی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کے باپ نے اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا: یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: عنداللہ اس میں بھلائی نہیں ہے۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔

۱۸- عمرہ بنت یزید الغفاریہ۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب یہ آپ کی خدمت میں آئی اسے خواتین کے سامنے کیا گیا تو اس پر داغ دیکھا آپ نے اسے واپس کر دیا۔ اس کے لئے حق مہر لازم قرار دیا بعد والوں کے لئے اسے حرام کر دیا۔

۱۹- غزیہ۔ یہی ام شریک ہے۔

۲۰- فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ ! ﷺ کے وصال کے بعد آپ نے اس کے ساتھ نکاح فرمایا۔ آیت تخییر اتری تو اسے اختیار دیا اس نے دنیا کو پسند کر لیا۔ آپ نے اسے جدا کر دیا بعد میں یہ مینگنیاں چنتی تھی وہ کہتی تھی: میں بدبخت ہوں جس نے دنیا کو پسند کیا۔ ابن عبد البر نے ابن اسحاق کے کلام کا تعاقب کیا ہے ابن حجر نے الاصابہ میں ابن عبد البر کے اس کلام کا تعاقب کیا ہے۔

۲۱- قتیلہ بنت قیس بن معدی کرب۔ یہ اشعث بن قیس کی بہن تھی آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر حق زوجیت ادا کرنے سے قبل اسے طلاق دے دی تھی۔ ابن ابی خیثمہ نے عبید اور ابن حبیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب کندہ کا وفد آپ کے پاس آیا تو آپ نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ سے نکاح فرمالیا یہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ ماہ صفر کے نصف میں آپ بیمار ہو گئے سوموار کے روز آپ کا وصال ہو گیا جب کہ ماہ ربیع الاول کے دو دن گزرے تھے یہ نہ تو آپ کے پاس آئی نہ دیکھا نہ اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا تھا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر نے قوی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے قتیلہ سے نکاح کیا انہیں اختیار دینے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے اسے تخییر سے بری کر دیا۔

امام شعبی نے لکھا ہے: حضرت عکرمہ بن ابی جہل نے قتیلہ سے نکاح کر لیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر نے ان کی گردن اڑانے کا ارادہ کیا تو ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے نہ تو اس کے لیے حق مہر لازم کیا تھا نہ ہی حق زوجیت اس کے ساتھ ادا کیا تھا۔ یہ اپنے بھائی کے ساتھ مرتد ہو گئی تھی۔ اس نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے برأت کا اظہار کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رک گئے غریب روایت وہ ہے جسے ابن سعد نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قتیلہ سے نکاح نہ کیا تھا نہ کندیہ سے نکاح کیا تھا مگر بنو جون کی بہن سے نکاح کیا تھا۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اسے طلاق دے دی اس کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا۔ میں کہتا ہوں: ممکن ہے انہوں نے عدم زواج سے مراد دخول لیا ہو ورنہ کئی اسناد سے مروی ہے جنہیں رد کرنا ممکن نہیں کہ آپ نے قتیلہ سے نکاح کیا تھا بعض نے وقت بھی بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تھا کہ آپ نے اپنے وصال سے دو ماہ قبل ان کے ساتھ نکاح کیا تھا بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے مرض وصال میں اس کے ساتھ نکاح کیا تھا بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ قتیلہ کو اختیار دیا جائے اگر وہ پسند کرے تو اسے پردہ کرا لیا جائے۔ وہ مؤمنین پر حرام ہو گی ورنہ جس سے چاہے نکاح کر لے۔ اس نے نکاح پسند کیا۔ حضر موت میں حضرت عکرمہ سے نکاح کر لیا۔ جب یہ خبر سیدنا صدیق اکبر تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں اسے جلا دوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ امہات المؤمنین میں سے نہیں ۔نہ ہی آپ نے اس کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا تھا۔نہ ہی اس نے پردہ کیا تھا۔بعض نے گمان کیا ہے کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی وصیت کی تھی ۔وہ مرتد ہوگئی تھی اس ارتداد کی وجہ سے حضرت عمر فاروق نے دلیل دی تھی کہ وہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے نہیں ہے۔ حضرت عکرمہ کے ہاں اس سے صرف مخیل پیدا ہوا۔

۲۲- لیلیٰ بنت خطم ۔یہ انصاریہ دوسیہ ظبریہ تھی۔ یہ قیس بن خطیم کی بہن تھی ابن ابی خیثمہ ،ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: لیلیٰ بنت خطیم آپ کی خدمت میں آئی آپ سورج کی طرف کمر مبارک کئے تھے اس نے آپ کے کندھے پر مارا۔آپ نے پوچھا: تجھے شیر کھائے کون ہو؟ اس نے کہا: میں پرندوں کو کھلانے والے ہوا کو پکارنے والے کی بیٹی لیلیٰ بنت خطیم ہوں میں اس لئے آئی ہوں تا کہ اپنا آپ آپ کو پیش کروں ۔آپ مجھ سے نکاح فرمالیں۔آپ نے فرمایا: میں نے کر دیا۔وہ اپنی قوم کے پاس گئی اس نے اسے بتایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے نکاح کر لیا ہے ۔لوگوں نے کہا: تو نے برا کام کیا ہے تو غیرت والی عورت ہے آپ کی بہت سی ازواج ہیں تو ان پر غیرت کرے گی وہ تیرے لئے بد دعا کریں گے ۔جا فسخ نکاح کے لئے کہہ: وہ واپس آئی عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکاح فسخ کر دیں۔آپ نے فرمایا: میں نے کر دیا، پھر مسعود بن اوس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔اس کی اولاد بھی ہوئی ۔یہ مدینہ طیبہ کے کسی باغ میں تھی۔ غسل کر رہی تھی ایک بھیڑیئے نے اس پر حملہ کر دیا کیونکہ آپ نے اسے فرمایا تھا وہ اس کا کچھ حصہ کھا گیا پھر یہ مرگئی۔

۲۳- لیلیٰ بنت حکیم انصاریہ اوسیہ۔احمد بن صالح مصری نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں کیا ہے۔ان کے علاوہ کسی نے ان کا ذکر ازواج مطہرات میں نہیں کیا۔ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ حکیم ممکن ہے خطیم ہی ہو۔اسے تجرید اور اصابہ میں برقرار رکھا ہے۔

۲۴- ملیکہ بنت داؤد۔ابن حبیب نے ان کا تذکرہ ان ازواج مطہرات میں کیا ہے جن کے ساتھ آپ نے مباشرت نہ کی تھی۔ابن الاثیر اور صاحب المورد نے اس طرح لکھا ہے انہوں نے اسے برقرار رکھا ہے الحافظ نے لکھا ہے کہ ابن بشکول نے ان کا تذکرہ کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۲۵- ملیکہ بنت کعب الکنانیہ۔ابن سعد نے ابو معشر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا تھا یہ حسین و جمیل تھی۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اس کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا: تمہیں حیاء نہ آئی کہ تم نے اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔اس کا باپ فتح مکہ کے روز قتل ہوا تھا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا اس نے آپ سے پناہ طلب کی آپ نے اسے طلاق دے دی اس کی قوم آئی عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چھوٹی ہے اس کی کوئی رائے نہیں اسے دھوکہ دیا گیا ہے۔آپ رجوع فرمالیں مگر آپ نے انکار کر دیا

انہوں نے اذن طلب کیا کہ وہ بنو عذرہ میں سے کسی قریبی کے ساتھ نکاح کر لے۔ آپ نے اسے اذن دے دیا اس نے ایک عذری کے ساتھ نکاح کر لیا ابن سعد نے ضعیف سند کے ساتھ عطاء بن یزید جندعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے ملیکہ بنت کعب سے رمضان المبارک سنہ ۸ ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ ان کے ساتھ حق زوجیت بھی ادا کیا تھا وہ آپ کے ہاں ہی وصال کر گئی تھیں۔

محمد بن عمرو نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کنانیہ سے نکاح نہ کیا تھا۔

۲۶- ہند بنت زید۔ یہ بنت برصاء کے نام سے معروف تھیں۔ ابو عبیدہ نے انہیں ازواج مطہرات میں شامل کیا ہے احمد بن صالح نے لکھا ہے کہ یہ پہلی ہی عمرہ بنت یزید ہے۔

تنبیہ

عدم دخول سے مراد عدم وطئی ہے کیونکہ جو دخول سے قبل مر گئی تھیں وہ بالاتفاق حضرت دحیہ کی بہن اور بنت ھذیل ہے جب کہ ملیکہ اور سبا میں اختلاف ہے کہ کیا وہ وفات پا گئی تھیں یا آپ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

اتفاق ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا تھا آپ نے عمرہ بنت ضحاک، بنت ظبیان کو حق زوجیت سے قبل جدا کر دیا تھا۔ عمرہ، اسماء اور غفاریہ کے متعلق اتفاق ہے۔ سات عورتوں کو جدا کرنے پر اتفاق ہے دو میں اختلاف ہے۔ مبانات بالاتفاق چار ہیں۔ جب آپ کا وصال ہوا تو دس ازواج مطہرات آپ کے ہاں تھیں ایک کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کیا تھا۔ الطبرانی نے عاصم بن عمر کی سند سے روایت کیا ہے جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام ترمذی نے اسے متروک کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عورت تھی جس نے اپنا آپ اختیار کیا تھا۔ یہ بنو ہلال میں سے تھی۔

❁❁❁

پندرھواں باب

جنہیں صرف پیغام نکاح دیا تھا۔ نکاح نہ کیا تھا

بعض خواتین کو آپ نے پیغام نکاح تو دیا تھا لیکن ان سے عقد نکاح نہ فرمایا یہ کسی امر کی وجہ سے تھا جو اس کا تقاضا کرتا تھا وہ درج ذیل خواتین ہیں۔

۱- جمرہ۔ جمرہ بنت حارث۔ ابن ابی خیثمہ اور ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اسے آپ نے پیغام

نکاح دیا تو اس کے باپ نے کہا: اسے مرض ہے، حالانکہ اسے کچھ نہ تھا جب اس کا باپ اس کے پاس گیا تو اسے برص ہو چکا تھا۔ یہی ام شبیب بن برصاء ہے۔ حافظ نے الاصابہ میں لکھا ہے جمرہ بنت حارث ہی برصاء تھی اس کا نام امامہ یا مرضانہ تھا کہا جاتا ہے: برصاء کا نام قرصافہ تھا اس کے والد کے تذکرہ میں اس کا بھی ذکر ہے انہوں نے صرف الحاء میں لکھا ہے۔

حارث بن عوف۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی نور نظر کو پیغام نکاح دیا اس نے کہا: مجھے وہ آپ کے لئے پسند نہیں اسے برصاء ہے اسے کچھ نہ تھا۔ وہ گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اسے برص ہو چکا تھا اس کے چچا زاد یزید بن حمزہ نے اس سے نکاح کر لیا تھا اس سے شبیب پیدا ہوا جو ابن البرصاء کے نام سے معروف ہوا۔ برصاء کا نام قرصافہ تھا۔ الرشاطی نے اسی کا تذکرہ کیا ہے میں کہتا ہوں: جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو اس جگہ جمرہ کا ذکر نہیں ہے۔

۲- جمرہ بنت حارث المزنیہ۔ عبدالملک نیشاپوری نے اس کا تذکرہ حضرت قتادہ سے کیا ہے اسی طرح حلبی نے المورد میں اس میں اور اس سے اوپر والی مذکورہ میں فرق کیا ہے لیکن یہ درست نہیں یہ بلاشبہ ایک ہی ہے۔

۳- حبیبہ بنت سہل۔ ابن سعد نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ سہلہ سے نکاح فرمائیں پھر آپ نے ترک فرمادیا۔

۴- خولہ یا خویلہ بنت حکیم۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے ابونعیم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے اپنا آپ نبی کریم ﷺ کو پیش کیا تھا۔ ہشام بن کلبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ ان خواتین میں سے تھی جنہوں نے اپنا آپ حضور اکرم ﷺ کو پیش کیا تھا۔ ابن جوزی نے التنقیح میں لکھا ہے: آپ نے اس کا معاملہ مؤخر کیا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے اس سے نکاح کر لیا۔

۵- سودہ قرشیہ۔ ابن مندہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سودہ قریشہ سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس نے عرض کی: آپ مجھے ساری مخلوق سے محبوب ہیں۔ میری ایک بچی ہے مجھے ناپسند ہے کہ لوگ صبح و شام آپ کے سر کے پاس چیختے رہیں۔ آپ نے فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی عورتیں بہترین ہیں۔ وہ اپنے بچے پر بچپن میں مہربانی ہوتی ہیں خاوند کے لیے اس پر شفقت کرتی ہیں۔ صحیح مسلم میں اس روایت کی اصل ایک اور وجہ سے ہے لیکن وہاں اس کا نام نہیں ہے۔ امام احمد اور ابو یعلی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔

۶- صفیہ بنت بشامہ۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے پیغام نکاح دیا تھا۔ اسے قید کا سامنا کرنا پڑا تھا آپ نے اسے اپنے اور اس کے خاوند کے مابین اختیار دیا۔ خاوند نے اسے

چھوڑ دیا۔ بنو تمیم نے اسے برا بھلا کہا۔ ابن حبیب نے المحبر میں اُسے اس باب میں ذکر کیا ہے۔

۷۔ ضباعہ بنت عامر۔ انہوں نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا یہ مکہ مکرمہ میں ہی مسلمان ہو چکی تھیں جب کہ آپ نے اپنا آپ بنو عامر پر پیش کیا تھا انہوں نے ہجرت کی تھی۔ ابن جوزی اور ابن عساکر نے ان کا تذکرہ کیا ہے یہ عرب کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں۔ خلق کے اعتبار سے عمدہ تھیں۔ جب یہ بیٹھتی تھیں تو زمین سے بہت سا حصہ اکھیٹر لیتی تھیں۔ ان کا جسم بہت بڑا تھا وہ اپنے بالوں سے اسے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ ہوذہ بن علی الحنفی کی زوجیت میں تھیں۔ وہ انتقال کر گئے تو عبداللہ بن جدعان سے نکاح کر لیا لیکن ان کے ساتھ دل نہ لگا اور طلاق کا مطالبہ کر دیا انہوں نے طلاق دے دی۔ ہشام بن مغیرہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا ان کے ہاں سلمہ پیدا ہوئے۔ وہ رب تعالیٰ کے بہترین بندوں میں سے تھے۔ آپ نے اس کے لڑکے کے ذریعے پیغام نکاح دیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو رکاوٹ تو نہیں میں ان سے مشورہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے انہیں بتایا انہوں نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا تم حضور اکرم ﷺ کے متعلق مجھ سے مشورہ کر رہے ہو آپ کی خدمت میں جاؤ اور ہاں کہہ دو۔ جب ان کا بیٹا ان کے پاس گیا تو آپ سے عرض کی گئی: ضباعہ اس طرح نہیں جیسے آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس کے چہرے کی سلوٹیں زیادہ ہو گئی ہیں اس کے منہ سے دانت گر گئے ہیں۔ جب سلمہ واپس آئے اور ان کا جواب عرض کیا تو آپ خاموش رہے۔

۸۔ نعاملہ۔ اسے اور اس کے بعد خواتین کو ازواج میں شامل کیا گیا ہے اگر اس سے مراد پیغام نکاح ہے تو یہ واضح ہے ورنہ انہیں سابقہ باب میں ذکر کرنا بہتر تھا۔ میں نے کوشش کی لیکن مجھے اس کے باپ کا نام نہ ملا۔

یہ بنو عنبر کے قیدیوں میں سے تھی یہ خوبصورت عورت تھی آپ نے اسے پیشکش کی کہ آپ سے نکاح کر لے۔ جلد ہی اس کا خاوند حریش دباغ آگیا انہوں نے اسے برقرار رکھا۔

۹۔ ام شریک بنت جابر غفاریہ۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ احمد بن صالح نے اس کا ذکر ان ازواج میں کیا ہے جن کے ساتھ آپ نے وظیفہء زوجیت ادا نہ کیا تھا۔

۱۰۔ ام شریک انصاریہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہی بنت انس بن رافع تھیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ بنت خالد بن لوذان تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ام شریک بنت ابی العسکر تھیں۔ صحیح مسلم میں جساسہ کے قصہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے تمیم داری کی روایت میں ہے۔ ام شریک ایک غنی خاتون تھیں۔ وہ راہ خدا میں بہت زیادہ خرچ کرتی تھیں اس کے پاس مہمان گئے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ کون تھی؟ حضرت قتادہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ام شریک انصاریہ سے نکاح فرمایا۔ آپ نے فرمایا، مجھے پسند ہے کہ میں انصار میں نکاح کروں، پھر فرمایا: مجھے انصار کی غیرت پسند نہیں۔ آپ نے اس کے ساتھ وظیفہء زوجیت ادا نہ کیا۔

۱۱- ام شریک دوسیہ۔ ابن سعد، ابن شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور الطبرانی نے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً۔ (الاحزاب:۵۰)

میں مراد ام شریک ازدیہ ہیں۔ انہوں نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا تھا۔ عکرمہ سے بھی روایت ہے کہ یہ حضرت ام شریک دوسیہ تھیں۔ انہوں نے منیر بن عبد اللہ دوسی سے روایت کیا ہے کہ ام شریک غزیہ بنت جابر نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ خوبصورت تھیں۔ آپ نے انہیں قبول کر لیا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو عورت کسی کو اپنا آپ پیش کرے اس میں کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ حضرت ام شریک نے فرمایا: میں ہی وہ عورت ہوں۔ رب تعالیٰ نے انہیں مؤمنہ فرمایا:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔ (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اور مومن عورت اگر وہ اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرے۔

میں نے ہی اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا تھا جب یہ آیت طیبہ اتری تو حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہاری تمنا کے بارے جلدی کرے گا۔ نسائی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام شریک سے روایت کیا ہے کہ وہ ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

امام بخاری اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا ان کے پاس ان کی بچی تھی انہوں نے فرمایا: ایک عورت بارگاہ رسالت مآب میں آئی عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس کی بچی نے کہا: ہائے! اس عورت کا حیاء کتنا کم تھا۔ حضرت انس نے فرمایا: وہ تم سے بہتر تھی۔ انہوں نے آپ میں رغبت رکھی تھی اور اپنا آپ کو پیش کر رہی تھی۔ انہوں نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے پاس ایک خاتون بھی ایسی نہ تھی جس نے اپنا آپ آپ کو ھبہ کیا ہو۔

۱۲- ام شریک قرشیہ۔ ان کا تعلق بنو عامر سے تھا کسی نے کہا کہ ان کا تعلق دوس میں سے اسد قبیلہ کے ساتھ تھا تیمی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ام شریک کا تعلق بنو عامر سے تھا انہوں نے اپنا آپ، آپ کو ھبہ کیا تھا مگر آپ نے انہیں قبول نہ کیا تھا۔ انہوں نے شادی نہ کی حتیٰ کہ وصال کر گئیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے: مختلف روایات سے جو بات ظاہر ہوتی ہے کہ ام شریک ایک ہی ہیں۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے کہ وہ قریشیہ تھیں سے عامریہ تھیں۔ انصاریہ تھیں دوس میں سے ازدیہ تھیں۔ ان تینوں نسبوں کو یوں جمع کیا جاتا ہے کہ وہ قرشیہ تھیں دوس میں نکاح کیا تھا انہی کی طرف منسوب تھیں پھر انصار میں نکاح کر لیا تھا پھر ان کی طرف منسوب

ہوئیں یا نکاح نہ کیا تھا بلکہ اعم معنی میں انصار کی طرف منسوب تھیں۔

۱۳۔ ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کو ان کے بارے میں پیغام نکاح دیا تھا۔ ھبیرہ بن عمرو نے بھی پیغام نکاح دیا تھا۔ جناب ابوطالب نے ان کا نکاح ھبیرہ سے کر دیا۔ جب آپ نے اس کے متعلق فرمایا تو انہوں نے کہا: بھتیجے! ہم نے ان کے ساتھ سسرالی رشتہ داری قائم کی ہے۔ کریم کریم کا کف ہوتا ہے، پھر اسلام نے حضرت ام ہانی اور ھبیرہ کے مابین تفریق ڈال دی۔ آپ نے انہیں پیغام نکاح دیا، تو انہوں نے عرض کی: میں جاہلیت میں آپ سے محبت کرتی تھی۔ اسلام میں کیسے محبت نہ کروں گی، لیکن میں مصیبت زدہ عورت ہوں۔ مجھے ناپسند ہے کہ وہ آپ کو تکلیف دیں۔ آپ نے فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی صالح عورتیں بہترین ہیں وہ اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہیں۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نکاح دیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی آپ سے رغبت ہے میں آپ سے روگرداں کیوں ہوں؟ لیکن میں پسند نہیں کرتی کہ میں نکاح کروں۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں ان میں سے قریش کی عورتیں بہترین ہیں۔

۱۴۔ نامعلوم عورت۔ آپ نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا۔ اس نے عرض کی حتیٰ کہ میں اپنے باپ سے اذن لے لوں آپ نے اسے اذن دے دیا۔ وہ واپس آئی تو آپ نے فرمایا ہم نے تیرے علاوہ اور لحاف اوڑھ لیا ہے۔ دو اور عورتوں نے آپ کو اپنا آپ پیش کیا، مگر آپ نے شرعی مانع کی وجہ سے انہیں رد فرما دیا۔

۱۔ حضرت امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے رضائی بھائی کی نور نظر ہیں۔

۲۔ عزہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ آپ نے فرمایا: وہ میرے لئے روا نہیں کیونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ میری زوجیت میں ہیں۔ ان کے متعلق روایات صحیح میں ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

❁❁❁

عشرہ مبشرہ کے فضائل

علماء کرام نے اس موضوع پر کثیر کتب تحریر کی ہیں۔ کتاب الریاض النضرہ ان میں سے جامع ترین کتاب ہے جسے امام علامہ محدث فقیہ شیخ الشافعیہ سے البلد الحرام نے تحریر کیا ہے۔

پہلا باب

ان کے مشترکہ فضائل

۱۔ نسب پاک

حضور اکرم ﷺ کا نسب پاک یہ ہے: (جان عالم) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن مضر بن مالک بن نضر بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ جب آپ نے یہ جان لیا ہے تو جان لیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اسے ہی صحیح کہا ہے بعض نے کہا کہ ان کا نام عتیق تھا لیکن صحیح وہی ہے جس پر عام علماء کرام ہیں کہ عتیق ان کا لقب تھا، کیونکہ وہ آگ سے آزادی پا گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا یا ان کی نسب میں ایسی چیز نہ تھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگایا جا سکے ان کے نام "صدیق" پر امت کا اجماع ہے کیونکہ انہوں نے آپ کی تصدیق کرنے میں جلدی کی۔ انہوں نے سچ کو لازم پکڑا تھا، کسی حالت یا وقت میں سچ کا دامن نہ چھوڑا تھا۔ شیخ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابن مندی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جاہلیت میں ان کا لقب تھا۔ جیسے کہ حضرت حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے لیکن یہ معراج کی صبح کو مشہور ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: امیر المؤمنین! ہمیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بتائیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ ایسے شخص تھے جن کا نام رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کی زبان سے صدیق رکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے صدیق کہا تھا۔ وہ نماز میں آپ کے نائب تھے۔ ہم اپنی دنیا کے لئے بھی اسی پر راضی ہو گئے جن پر دین کے لئے راضی ہوئے تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ پہلے ان کا نام عتیق تھا پھر عبداللہ رکھا گیا۔ الطبرانی نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ''عبداللہ'' انہوں نے کہا: لوگ عتیق کہتے ہیں: انہوں نے کہا: حضرت ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے۔ جن کے نام عتیق، معتق اور معتیق تھے۔

ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عتیق کیوں کہا جاتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ان کی والدہ ماجدہ کا کوئی بیٹا بچتا نہ تھا۔ جب وہ پیدا ہوئے تو وہ انہیں بیت اللہ لے گئیں۔ یہ دعا مانگی ''مولا''! یہ موت سے بچا ہوا ہے۔ اسے مجھے عنایت کر دے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کا نام عبداللہ رکھا لیکن عتیق نام ان پر غلبہ پا گیا۔ دوسری روایت میں ہے: لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عتیق رکھا: اس وقت میں اختلاف ہے جب یہ لقب عطا کیا گیا۔ ابو یعلی نے اپنی سند میں ابن سعد اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! ایک دن میں اپنے گھر تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن میں تھے۔ میرے اور ان کے مابین پردہ حائل تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ آگ سے آزاد کئے ہوئے کو دیکھے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ ان کے اہل خانہ نے ان کا نام عبداللہ رکھا تھا، مگر عتیق نام غلبہ پا گیا۔

امام ترمذی اور حاکم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: تم آگ سے بچے ہوئے (عتیق) ہو۔ اس دن سے انہیں عتیق کہا جانے لگا۔ بزار اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا: تم آگ سے بچے ہوئے (عتیق) ہو'' ان کا نسب یہ ہے'' عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن کعب بن لوئی۔ کعب بن لوئی پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ان کا نسب بھی کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان غنی بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ عبد شمس بن عبد مناف پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ہجرت بھی کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن ہاشم۔ ہاشم پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ ان کا نسب مرہ بن کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ صعبہ بنت اخت العلاء تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، اور آپ کے عہد ہمایوں میں وصال کر گئی تھیں۔

حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اسدی قصی پر ان کا نسب پاک آپ کے نسب پاک

سے مل جاتا ہے ان کی والدہ حضرت صفیہ تھیں جو آپ کی پھوپھو تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن وھیب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ۔ ان کی کنیت ابو اسحاق بن مالک تھی اس کی کنیت ابو وقاص بن وھیب تھی۔ اسے اھیب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بھی کہا جاتا ہے۔ عبد مناف پر ان کا نسب آپ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ انہوں ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ تھی جو ابوسفیان بن حرب کی چچازاد تھی۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد تھے ان کی بہن کے شوہر نامدار تھے ان کا نسب کعب بن لوئی پر آپ سے مل جاتا ہے۔ ابتداء میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنے تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت بعجہ بن ملیح خزاعیہ تھی۔

عبد الرحمان بن عوف بن عبد بن عوف بن عبد الحارث بن زھرہ بن کلاب بن مرہ۔ ان کا نسب کلاب بن مرہ پر آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ سناء بنت عوف تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی: حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح بن ھلال بن اھیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ فہر بن مالک پر ان کا نسب آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ وہ اس امت کے امین ہیں۔ ان کی والدہ کا نام امیہ بنت غنم بن جابر بن عبد العزیٰ تھا۔

۲۰- ان کے بعض فضائل

ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم، ابونعیم، ضیاء، امام احمد نے حضرت سعید بن زید سے، امام احمد اور ابن عساکر، ترمذی، ابونعیم حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں۔ علی جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں۔ طلحہ جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔

امام احمد، ابن منیع، ابوداؤد، ابن ماجہ، ضیاء اور ترمذی نے حضرت سعید بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دس حضرات قدسیہ جنتی ہیں۔ میں جنتی ہوں، ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن زید جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم) الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن سعد، دارقطنی نے الافراد میں حاکم، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن زید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قریش کے دس افراد جنت میں جائیں گے۔ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، ابوعبیدہ

بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

امام احمد، ابونعیم اور ابن عساکر نے ریاح بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم کوفہ کی بڑی مسجد میں تھے حضرت مغیرہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں اور مؤمنین کی اتباع کرنے والا جنتی ہے۔ اگر میں اس آخری شخص کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں، ایک شخص نے عرض کی: میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ تابع المؤمنین کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: تم نے رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو میں ہی تابع المؤمنین ہوں اور حضور اکرم ﷺ (جنتی ہیں)۔

ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: کاش! میں ایک جنتی شخص دیکھ لیتا۔ آپ نے فرمایا "میں جنتی ہوں" انہوں نے عرض کی: میں آپ کے متعلق نہیں پوچھ رہا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جنتی ہیں آپ نے فرمایا: میں اہل جنت میں سے ہوں۔ تم اہل جنت میں سے ہو، عمر اہل جنت میں سے ہیں، عثمان اہل جنت میں سے ہیں، علی اہل جنت میں سے ہیں، طلحہ اہل جنت میں سے ہیں، زبیر اہل جنت میں سے ہیں، عبدالرحمٰن اہل جنت میں سے ہیں، سعد اہل جنت میں سے ہیں اگر میں چاہوں تو دسویں خوش نصیب کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ ضرور اس کا نام لیں: فرمایا "میں"

ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم آپ کے ہمراہ کوہ حراء پر تھے آپ نے دس جنتی افراد کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن، سعد، سعید اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم، ابونعیم اور ضیاء نے، امام احمد، ترمذی، ابونعیم اور عبد بن حمید نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، عبدالرحمٰن جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید جنتی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں رضی اللہ عنہم۔

❁❁❁

دوسرا باب

ان میں سے بعض کے فضائل

عقیلی، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے، الطبرانی، امام احمد اور ترمذی

نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابونعیم، بیہقی اور ضیاء نے حضرت انس سے، عقیلی نے الضعفاء میں ابن الانباری نے المصاحف میں، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر صدیق ہیں: ایک روایت میں "ارحم" کی جگہ "اراف" ایک میں "ارفق" کے الفاظ ہیں، اور دین الٰہی میں ان میں سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سب سے شدید عمر فاروق ہیں۔ میری امت میں سے سب سے سچے، کریم اور باحیاء عثمان ہیں۔

ان میں سے سب سے بہتر فیصلے کرنے والے حضرت علی ہیں اور فرائض کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابت ہیں۔ الطبرانی نے تحریر کیا ہے: ابودرداء کو عبادت عطا کر دی گئی ہے، میری امت میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ اس میں سے حلال اور حرام کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔ یہ روز حشر ایک ٹیلے پر امام العلماء بن کر آئیں گے اور ابوہریرہ علم کا برتن ہیں۔

ابن عساکر نے ابن عامر سے انہوں نے بکی سے مرسل روایت کی ہے لیکن اس میں انقطاع ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مولا! ابوبکر پر رحم فرما وہ تجھ سے پیار کرتے ہیں تیرے رسول معظم ﷺ سے پیار کرتے ہیں مولا! عمر پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! عثمان پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول مکرم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! علی پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! ابوعبیدہ بن جراح پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ مولا! عمرو بن عاص پر رحم فرما وہ تجھ سے اور تیرے رسول محترم ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی نے حسن سند کے ساتھ حاکم نے الکنی میں، ابونعیم نے الحلیہ میں اور الحاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سلمان وہ عالم ہیں جن تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت ابوذر سے بڑھ کر سچے انسان پر نہ آسمان نے سایہ کیا نہ ہی زمین نے ان سے بڑھ کر سچے انسان کو اٹھایا۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ علم کا برتن ہیں کہ ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین اور اس میں سے اخلاق کے اعتبار سے احسن ابوعبیدہ بن جراح ہیں ابوبکر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، عمر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، عثمان بہت ہی عمدہ انسان ہیں، علی بہت ہی عمدہ انسان ہیں، ابوعبیدہ بہت ہی عمدہ انسان ہیں، اسید بن حضیر بہت ہی عمدہ انسان ہیں، ثابت بن قیس بہت ہی عمدہ انسان ہیں، معاذ بن جبل بہت ہی عمدہ انسان ہیں، معاذ بن عمرو بہت ہی عمدہ انسان ہیں، سہیل بن بیضاء بہت ہی عمدہ انسان ہیں۔

❁❁❁

تیسرا باب

خلفاء راشدین کے بعض مشترکہ فضائل

ا۔رب تعالیٰ کی عطافرمودہ شان والا

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر کو باپ، عمر کو آسانی پیدا کرنے والا، عثمان کو سند اور اے علی المرتضیٰ! تمہیں مددگار بنالوں۔ تم چاروں کے متعلق رب تعالیٰ نے کتاب میں عہد لیا ہے تم سے صرف مومن ہی پیار کرتا ہے۔ تم سے صرف فاجر ہی بغض رکھتا ہے تم میرے گھرانے والے ہو، تم میرے عہد کا استحکام ہو، تم میری امت پر میری محبت ہو۔ باہم بے تعلق نہ ہونا، باہم دشمن نہ ہونا اور ایک دوسرے کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہنا۔

امام رافعی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نیچے اترے عرض کی: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ وہ فرماتا ہے: آپ کی امت کا ہر ہر فرد روز حشر پیاسا آئے گا سوائے ان کے جو سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہوں گے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی تو اس نے میرے احکام کو رد کر دیا اور اس امر کا انکار کر دیا جس کے وہ اہل تھے۔

عبد بن حمید اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان چاروں (ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم) کی محبت مؤمن کے دل میں جمع ہو سکتی ہے۔

۲۔صرف مؤمن ہی ان سے محبت کرتا ہے اور صرف منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے

الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان چاروں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم)

امام احمد، الطبرانی نے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک ڈول دیکھا جسے آسمان سے لٹکایا گیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر آئے انہوں نے اس کو کنارے سے پکڑا اور تھوڑا سا پیا، پھر حضرت عمر آئے انہوں نے اسے کناروں سے پکڑا اور سیر ہو کر پیا، حضرت عثمان آئے انہوں نے اسے پکڑا اور سیر ہو کر پیا پھر حضرت علی آئے انہوں نے اسے پکڑا تو وہ ڈول کھل گیا اس میں سے کچھ پانی ان پر گرا۔

۳-وہ بعض انبیائے کرام کی مثال ہیں

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ہر نبی کی مثال میری امت میں موجود ہے حضرت ابوبکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت عمر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت عثمان حضرت ہارون علیہ السلام کی مثال ہیں، حضرت علی میری مثال ہیں جو حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف دیکھنا چاہتا ہو وہ حضرت ابوذر غفاری کی طرف دیکھ لے۔

۴-انہیں جنت کی بشارت

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرا خلیفہ جنت میں، اس کے بعد اس کا خلیفہ جنت میں اسی طرح تیسرا اور چوتھا خلیفہ جنت میں ہوگا۔

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ کے باغات میں سے ایک باغ میں آپ کے ساتھ تھا ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا آپ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو اسے جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر سامنے کھڑے تھے میں نے انہیں بشارت دی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر ایک اور شخص آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا آپ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو اسے جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں بشارت دی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا آپ نے فرمایا اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو مگر اسے کچھ آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے حضرت عثمان غنی کھڑے تھے۔ میں نے انہیں بشارت دی انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے مجھے باغ کے دروازہ پر نگرانی کا حکم دیا ایک شخص اذن لینے آیا آپ نے فرمایا: اسے اذن دے دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ وہ سیدنا صدیق اکبر تھے پھر دوسرا شخص آیا تا کہ اذن طلب کرے آپ نے فرمایا: اسے اذن دے دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو وہ حضرت عمر فاروق تھے پھر ایک اور شخص آیا اس نے اذن طلب کیا آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: اسے اذن دے دو اور جنت کی بشارت دے دو مگر کچھ آزمائشوں کے ساتھ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

❁❁❁

چوتھا باب

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

عقیلی، ابن عساکر، بزار اور ضیاء نے حضرت انس سے، بزار، الطبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید سے، انہوں نے ابن عساکر نے حضرت جابر سے، اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور عمر اولین و آخرین اہل جنت میں سے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہوں گے۔ سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے، خطیب نے حضرت جابر سے، ابو یعلی، بیہقی، ماوردی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے مطلب بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دین میں ابو بکر و عمر میرے لئے اسی طرح ہیں جیسے سر کے کان اور آنکھیں ہوتے ہیں۔ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر اہل آسمان اور اہل زمین سے بہترین ہیں وہ ان سے بھی بہترین ہیں جو روز حشر تک باقی رہیں گے۔

ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں اور الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خود دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں میں اس کے آٹھ دروازوں میں سے ایک سے نکلا مجھ پر میری امت پیش کی گئی۔ ایک ایک فرد کھڑا تھا۔ میزان نصب کر دیا گیا تھا۔ میری امت ایک پلڑے میں جب کہ مجھے دوسرے پلڑے میں رکھ دیا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر میری امت کو ایک پلڑے میں اور حضرت عمر فاروق کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ حضرت عمر فاروق والا پلڑا جھک گیا، پھر ایک پلڑے میں میری امت کو اور دوسرے پلڑے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا صدیق اکبر والا پلڑا جھک گیا، پھر میزان کو اٹھا لیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ میزان کا پلڑا لایا گیا اس میں مجھے رکھا گیا پھر میری امت کو لایا گیا اسے دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر مجھے اٹھا لیا گیا۔ حضرت ابو بکر کو لایا گیا انہیں میزان کے پلڑے میں رکھا گیا۔ ان کا پلڑا بھی جھک گیا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ ان کا پلڑا بھی جھک گیا، پھر میزان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا میں اسے دیکھ رہا تھا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے، امام احمد اور ابن عساکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن سرح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حراء! پرسکون ہو تجھ پر یا تو نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔ حکیم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق روز حشر اس طرح اٹھیں گے آپ نے سبابہ، وسطی اور بنصر انگلیاں نکالیں۔ ہم لوگوں کو اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ ابن عساکر نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز حشر حضرات ابو بکر اور عمر کے مابین اٹھوں گا میں حرمین کے مابین کھڑا

ہوں گا اہل مدینہ اور اہل مکہ میرے پاس آجائیں گے۔

ابن عساکر نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس میں فضل بن جبر اور داؤد بن جبر ہیں یہ دونوں ضعیف ہیں) انہوں نے فرمایا: روز حشر ایک منادی اعلان کرے گا کہ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے قبل کوئی نوشتہ نہ اٹھایا جائے گا۔ امام احمد، الطبرانی، ترمذی، ابن ماجہ، ابویعلی، ضیاء نے حضرت حذیفہ سے بغوی نے الجعدیات میں، ابن عساکر، ابن عجار نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن مسعود سے، رویانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت حذیفہ سے، ابن عدی اور الطبرانی نے حضرت ابودرداء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہوں گے یعنی میرے صحابی ابوبکر اور عمر۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دراز رسی ہیں جس نے انہیں پکڑ لیا اس نے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا۔ جس نے ٹوٹنا نہیں ہے۔ حضرت عمار کی ہدایت اختیار کرو جو حضرت ابن مسعود حدیث بیان کریں اسے قبول کرلو۔

ابوداؤد اور طیالسی، امام احمد، عبد بن حمید، ابن ماجہ اور طحاوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر سے پوچھا "تم وتر کب پڑھتے ہو؟ عرض کی رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے بعد۔ آپ نے پوچھا: عمر! تم کب وتر پڑھتے ہو؟ عرض کی: "رات کے آخری وقت میں۔" آپ نے فرمایا: ابوبکر! تم نے اعتماد کے ساتھ (اعتماد) کو پکڑا ہے عمر! تم نے قوت کے ساتھ پکڑا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابویعلی اور ابن حبان نے حضرت ابوسعید سے، الطبرانی بغوی اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن سمرہ سے، ابن عجار نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلند درجات والے یوں ہوں گے جنہیں نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جیسے کہ افق آسمان پر تاباں ستاروں کو دیکھتے ہو۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان میں سے ہیں ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے یوں دیکھیں گے جیسے تم میں سے کوئی ایک آفاق میں سے کسی افق پر سرگرداں ستارے کو دیکھتا ہے۔ ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں۔ ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔ ابواسحاق المولی، ابن عساکر نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اہل علیین میں سے کوئی ایک جنت میں دیکھے گا اہل جنت کے چہرے اس طرح روشن ہو جائیں گے جیسے اہل دنیا کے لئے چاند چودھویں کی رات کو روشن ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہوں گے۔ ان پر انعام کر دیا گیا ہے۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے اس کی قوم میں سے کچھ خواص ہوتے ہیں۔ میرے صحابہ میں سے میرے خواص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر ہوتے

تھے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ حاکم، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابو سعید سے، ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہیں۔ اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں، اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے لئے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت کی اس طرح امید ہے جس طرح مجھے ان کے لئے لا الہ الا اللہ سے امید ہے۔

ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور عمر کی مثال انبیاء کرام میں حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی مثال ہے ان میں سے ایک راہ خدا میں پتھر سے بھی سخت تھے۔ انہیں آزمائش کا سامنا کرنا پڑا دوسرے دودھ سے بھی زیادہ نرم تھے انہیں آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ خطیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! کیا تم ان دو بزرگوں ابو بکر اور عمر سے محبت کرتے ہو۔ ان سے محبت کرو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ابن نجار نے حضرت انس سے، ابن عساکر اور دیلمی نے حضرت جابر سے، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر کی محبت سنت ہے ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے یا نفاق ہے، انصار کی محبت ایمان ہے، ان کے ساتھ بغض کفر ہے، عرب کی محبت ایمان ہے، ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے ان کے متعلق میرا لحاظ رکھا۔ میں روز حشر اس کی حفاظت کروں گا۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر ایک ہی مٹی سے تخلیق کئے گئے ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس امت میں سے اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما سے، حاکم نے تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے بعد بہترین ابو بکر اور عمر ہیں۔ الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومنین میں سے صالح ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ترمذی، ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے، ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے اس کے صحابہ میں سے کچھ خواص ہوتے ہیں میرے خواص ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرات جبرائیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس، انس اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر حضرات جبرائیل اور میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابوالحسن الصیقلی نے امالیہ میں خطیب اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے۔ ان کے ساتھ بغض صرف منافق ہی رکھتا ہے۔ ابوملجز نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہ ہوا تھا کہ ہم نے جان لیا کہ آپ کے بعد ہم میں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کا وصال نہ ہوا تھا کہ ہم نے جان لیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ہم میں سے افضل عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مشترکہ فضائل

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے سوائے القابعی کے، وہ متّہم ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو آپ نے ایک پتھر رکھا، پھر ایک پتھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رکھا پھر ایک پتھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ آپ سے عرض کی گئی تو فرمایا: میرے بعد خلافت کا معاملہ اسی طرح ہو گا۔ الطبرانی نے اسے جریر کی سند سے روایت کیا ہے اس میں مسجد قباء کا ذکر ہے آپ نے مذکورہ بالا تینوں خلفاء الراشدین کو پتھر رکھنے کا حکم دیا۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے اور الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہی میں یوں کہتے تھے کہ حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم خلافت کے معاملہ میں اسی طرح ہیں صحیح میں یہ اسی طرح روایت ہے لیکن وہاں خلافت کے معاملہ میں نہیں ہے۔

بزار نے نوفل بن اسماعیل کی سند سے (ابن معین اور ابن حبان نے اسے ثقہ اور امام بخاری نے اسے ضعیف کہا ہے الحافظ نے اسے زوائد البزار میں حسن کیا ہے) حضرت سفینہ سے امام احمد، ابن مندہ اعرابی سے، الطبرانی نے الکبیر میں اسامہ بن شریک سے، ابن مندہ، ابن نافع نے حضرت جبیر سے، ابن عساکر نے ابن عمر سے، ابوامیمہ اور شیرازی نے القاب میں، ابن مندہ اور ابن عساکر نے عرفجہ الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ آسمان سے میزان نیچے لٹکایا گیا ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے میں میری امت کو رکھا گیا۔ میرا پلڑا جھک گیا، پھر میری جگہ حضرت ابوبکر صدیق کو اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کا پلڑا جھک گیا پھر ان

کی جگہ حضرت عمر فاروق کو دوسرے پلڑے میں، اور ایک میں میری امت کو رکھا گیا تو حضرت عمر فاروق کا پلڑا جھک گیا پھر ان کی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا تو ان کا پلڑا بھی جھک گیا پھر میزان کو اٹھا لیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے "آج رات میرے بعض صحابہ کرام کا وزن کیا گیا۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا وزن کیا گیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق کا وزن حضرت عمر سے کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا جھک گیا، پھر حضرت عمر فاروق کا وزن حضرت عثمان غنی سے کیا گیا تو ان کا پلڑا جھک گیا۔ آپ نے اس کے ذریعے خلافت کی قوت دیکھی پھر رب تعالیٰ جسے چاہے گا ملک عطا کر دے گا۔

ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق میرے وزیر ہیں وہ میرے قائم مقام ہوں گے۔ حضرت عمر فاروق میری زبان کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ میں حضرت عثمان سے اور وہ مجھ سے ہیں۔ ابوبکر! گویا کہ تم سے میری امت کی شفاعت کی جائے گی۔ امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت انس سے، امام احمد عبد بن حمید، عقیلی نے ابن حبان، الطبرانی اور الضیاء نے سہل بن سعد سے، امام ترمذی نے حضرت عثمان بن عفان سے، ابویعلی، ترمذی اور نسائی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: احد پرسکون ہو جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ابن عدی نے الکامل میں اور حاکم نے حضرت سفینہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ امر کے والی ہیں یعنی حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ میرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ یا بلال! اعلان کر دو۔ میرے بعد خلیفہ ابوبکر اور عمر ہوں گے۔ بلال! اعلان کر دو کہ میرے بعد خلیفہ عمر اور عثمان ہوں گے۔ بلال! اعلان کر دو۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا ہے مگر اسی کا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے مطلب بن شقیب کے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے ان میں سے ایک ابوبکر صدیق ہوں گے وہ میرے بعد تھوڑی مدت ہی ٹھہریں گے پھر عرب کے دائرہ کی چکی ہوں گے وہ قابل ستائش زندگی بسر کریں گے۔ شہادت کا تاج ان کے سر پر سجے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: عمر فاروق، پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی فرمایا۔ عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا لوگ اسے تم سے اتارنا چاہیں گے اسے نہ اتارنا۔ بخدا! اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت نہ دیکھ سکو گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

بزار اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک آنے والا آیا اس کے دروازہ پر دستک دی آپ نے فرمایا: انس! اٹھو دروازہ کھولو اور اسے

جنت اور میرے بعد خلافت کی بشارت دے دو۔میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اسے بتادوں؟ آپ نے فرمایا: اسے بتادو۔میں نے دروازہ کھولا وہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں جنت اور آپ کے بعد خلافت کی بشارت دی پھر آنے والا آیا اس نے دروازے پر دستک دی۔آپ نے فرمایا: انس! اٹھو دروازہ کھولو۔آنے والے کو جنت اور ابو بکر کے بعد جنت کی بشارت دے دو۔میں نے عرض کی۔یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اسے بتادوں؟ آپ نے بتایا: ہاں اسے بتادو: میں نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔میں نے انہیں جنت اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دی، پھر ایک آنے والا آیا۔اس نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا انس! اٹھو دروازہ کھولو آنے والے کو جنت کی بشارت دو اور عمر کے بعد خلافت کی بشارت دو۔وہ شہید ہوں گے میں باہر نکلا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے میں نے انہیں کہا: آپ کو جنت اور حضرت عمر کے بعد خلافت کی بشادت ہو۔آپ شہید ہوں گے۔انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے عرض کی۔یا رسول اللہ ﷺ میں نہ ملا۔نہ ہی میں نے تمنا کی نہ ہی میں نے دایاں ہاتھ اس وقت سے اپنی شرم گاہ کو لگایا جس سے آپ کی بیعت کی ہے۔"فرمایا" اسی طرح ہے عثمان! آپ نے انہیں رکنے کا حکم دیا۔

❀❀❀

چھٹا باب

سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے بعض فضائل

بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا۔صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم پر اپنا خلیفہ نہیں مقرر کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں نے خلیفہ مقرر کر دیا اور تم نے میرے خلیفہ کی نافرمانی کی تو تمہیں عذاب دیا جائے گا۔انہوں نے عرض کی: آپ حضرت ابو بکر صدیق کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بنا لو تو وہ جسم کے اعتبار سے تو کمزور ہوں گے لیکن امر الٰہی میں قوی ہوں گے۔انہوں نے عرض کی: آپ حضرت عمر فاروق کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بنا لو تو تم انہیں پاؤ گے کہ وہ جسم کے اعتبار سے بھی قوی اور امر الٰہی کے اعتبار سے بھی قوی ہوں گے۔انہوں نے عرض کی: آپ حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے۔آپ نے فرمایا: اگر تم انہیں خلیفہ بناؤ گے تو وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے تم انہیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔

امام احمد، الطبرانی، البزار نے (بزار کے راوی ثقہ ہیں) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بعد کس کو امیر بنائیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ابو بکر کو امیر بنا لو تو تم انہیں امین

پاؤ گے دنیا سے زاہد امر آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمر کو امیر بنالو گے تو تم انہیں قوی اور امین پاؤ گے۔ انہیں رب تعالیٰ کے بارے ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ اگر تم علی المرتضیٰ کو امیر بنالو تو میرا خیال ہے کہ تم انہیں امیر بناؤ گے تم انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے۔

حاکم، الطبرانی نے الکبیر میں، خطیب، ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں نے تم پر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا، تم اس کی نافرمانی کرو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کاش! آپ ابو بکر کو ہم پر اپنا خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نے انہیں تم پر اپنا خلیفہ بنا دیا تو وہ امر الٰہی کے بارے میں قوی اور جسم کے اعتبار سے ضعیف ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے اگر تم نے ابو بکر کو خلیفہ بنالیا تو وہ زاہد فی الدنیا ہوں گے۔ آخرت میں رغبت رکھیں گے۔ اگر تم نے عمر فاروق کو خلیفہ بنالیا وہ قوی اور امین ہوں گے۔ رب تعالیٰ کے متعلق انہیں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "علی کو ہم پر خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو گے اگر تم نے اس طرح کیا تو تم انہیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔ وہ تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے۔

امام رافعی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے میرا خلیل اور بھائی علی ہے۔ ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں میرے وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور عمر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ وہ اولین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ امام حسن و امام حسین کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ اولین و آخرین میں سے اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ تم علی کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو۔ جس نے علی کو برے الفاظ سے یاد کیا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے رب تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔ رب تعالیٰ اسے عذاب دے گا۔

✿✿✿

ساتواں باب

حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

۱- ولادت و نشو و نما

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال اور کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ وقت وصال ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ خلیفہ بن خیاط نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ انہوں نے عرض کی: آ

بڑے ہیں۔ میری عمر آپ سے زیادہ ہے: شیخ نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے۔ یہ بہت غریب روایت ہے مشہور اس کے برعکس ہے۔ یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق صحیح ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی پروان چڑھے۔ وہ مکہ مکرمہ سے صرف تجارت کی غرض سے ہی نکلتے تھے۔ وہ اپنی قوم میں امیر، ثروت مند اور احسان و فضل کرنے والے تھے۔ جاہلیت میں قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ وہ ان سے مشورے کرتے تھے ان سے محبت کرتے تھے ان کے انساب جانتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے اسے سب پر ترجیح دی۔ مکمل طور پر اس میں داخل ہو گئے زمانہ جاہلیت میں بھی سارے لوگوں سے زیادہ عفیف تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی بھی شعر نہ کہے تھے۔ انہوں نے اور حضرت عثمان غنی نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ ابن عساکر نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ان کا جسم کمزور تھا رنگت سفید تھی قامت حسین تھی رخساروں پر گوشت کم تھا آگے جھک کر چلتے تھے ازار ٹھہرتا نہ تھا وہ پہلو سے لٹک جاتا تھا۔ چہرہ پسینہ آلود رہتا تھا آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں انگلیوں کے جوڑے پر گوشت نہ تھا پنڈلیوں اور رانوں پر بھی کم گوشت تھا۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ آئے تو آپ کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی سیاہ اور سفید بالوں والا نہ تھا۔ سوائے ابوبکر صدیق کے۔ انہوں نے اپنے بالوں کو حنا اور کتم سے رنگا تھا اس کتاب کی ابتداء میں ان کے اسلام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان کی ولادت منیٰ میں ہوئی تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام الخیر بنت صخر تھا۔ انہوں نے جاہلیت میں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے شادی کی تھی۔ اس سے حضرت عبداللہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے۔ دوسری شادی حضرت ام رومان بنت عامر سے ہوئی تھی۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے۔ اسلام میں حضرت اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا۔ ان سے محمد پیدا ہوئے۔ وہ پہلے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے ہاں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے یا ایک روایت کے مطابق مہجر بھی پیدا ہوئے۔ ان کے بعد ان سے نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے کر لیا تھا۔ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ انہیں ام المحمدین کہا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام میں دوسری زوجہ حضرت حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔ انہوں نے ان کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جنم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مشورہ کریں اور آپ کو آگے کریں

دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے میں نے کہا: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق۔ وہ آپ کے بعد آپ کی امت کے والی ہوں گے۔ تمام نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل

امین آئے۔ انہوں نے عرض کی: محمد عربی! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کریں۔ الطبرانی نے حضرت سعید بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ مریض ہوئے تو آپ نے ابوبکر صدیق کو آگے کھڑا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے انہیں کھڑا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگے کھڑا کیا ہے۔

دیلمی، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! میں نے تین بار رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ تمہیں آگے کھڑا کرے مگر اس نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ ابوبکر کو آگے کھڑا کرے۔

۳- ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

شیخان، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، شیخان نے حضرت ابوموسیٰ سے، امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے، عبد بن حمید، ابن ماجہ اور ابن جریر نے سالم بن عبید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حاکم نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر نماز کی اقامت ہو جائے تو لوگوں کو نماز پڑھا دینا۔

الطبرانی نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انصار میں شکر رنجی ہو گئی حضور اکرم ﷺ ان کے مابین صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ واپس آئے تو اقامت ہو چکی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے سوائے اس کے آپ نے صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھی۔ البزار نے جید سند کے ساتھ، امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا آپ کے پاس آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ سارے پردہ میں چلی گئیں سوائے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے کوئی باقی نہ ہوگا جو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں مگر میری قسم حضرت عباس تک نہیں پہنچی۔

پھر فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ سے عرض کریں کہ حضرت صدیق اکبر ایک نرم دل انسان ہیں وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے لگے گے۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں وہ اٹھے اور نماز پڑھانے لگے۔ آپ کی طبیعت کچھ سنبھلی تو آپ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اقتداء کی۔

امام احمد نے حضرت ابن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے وصال کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔ انہوں نے دجال کا قصہ ذکر کیا۔ لوگوں میں اعلان کر دیا گیا الصلاۃ جامعہ۔ لوگ جمع ہو گئے۔ وہ منبر پر چڑھے۔ یہ ان کے لئے بنایا گیا تھا جس پر وہ خطبہ دیتے

تھے۔ یہ اسلام میں پہلا خطبہ تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! میری خواہش ہے کہ اسے میرے علاوہ اور کوئی کافی ہوتا اگر تم مجھ سے اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت حاصل کرو تو مجھ میں اتنی طاقت نہیں آپ تو شیطان سے محفوظ تھے۔ آسمان سے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی اے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ ہوں۔ میرے لئے یہی کافی ہے۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مرض وصال میں تھے تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لئے بلانے کے لئے آئے۔ دو بار کے بعد آپ نے فرمایا: بلال! تم نے پیغام پہنچا دیا ہے جو نماز پڑھنا چاہے وہ نماز پڑھ لے جو نماز چھوڑنا چاہے وہ نماز چھوڑ دے۔ ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے باپ نرم دل انسان ہیں۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ساتھی ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امامت کرائی اس وقت آپ کا ابھی وصال نہ ہوا تھا۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔

انہوں نے فرمایا: آپ مریض تھے آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: بلال کو حکم دو وہ اذان دیں۔ ابو بکر کو حکم دیں وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ابو بکر نرم دل انسان ہیں۔ کاش! آپ ان کے علاوہ کسی اور شخص کو حکم دیں جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں! فرمایا: کسی انسان کو بلاؤ جس کی ٹیک لے کر میں جا سکوں۔ حضرت بریدہ اور ایک اور شخص آئے۔ آپ ان کی ٹیک لے کر مسجد تشریف لائے اندر تشریف لے گئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ ایک طرف ہونے لگے آپ نے انہیں منع کر دیا۔ جہاں سیدنا صدیق اکبر تھے وہیں آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ کا وصال ہوگیا۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوالبختری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوعبیدہ سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرلوں میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: میں اس شخص کے آگے نہیں ہونا چاہتا جسے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہو کہ وہ ہمیں امامت کرائیں انہوں نے ہمیں امامت کرائی حتیٰ کہ ان کا وصال ہوگیا۔ ابوالبختری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

امام احمد نے جید سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہوگیا تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت عمر فاروق ان کے پاس گئے انہوں نے فرمایا:

اے گروہ انصار! کیا تم جانتے نہیں ہو کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو امامت کرائیں کس کا نفس یہ پسند کرے گا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے آگے کھڑا ہو۔ امام ترمذی نے غریب روایت تحریر کی ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر ہوں اس کے لئے روا نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرائے۔

۴۔ نام صدیق، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج حضرت جبرائیل امین سے کہا: میری قوم اس کی تصدیق نہ کرے گی۔ انہوں نے عرض کی: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے وہ صدیق ہیں۔ دیلمی نے حضرت ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے۔

امام بخاری نے حضرت درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تم نے کہا: ''آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق نے کہا: آپ سچ بول رہے ہیں انہوں نے اپنے نفس اور مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی کیا تم میرے لئے میرے لیے میرے صاحب کو ترک کرنے لگے ہو۔ خطیب اور دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے میرے ساتھی کو بلاؤ مجھے سارے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے سب نے مجھے کہا: آپ جھوٹ بول رہے ہیں سوائے ابوبکر صدیق کے۔ انہوں نے کہا: آپ سچ بول رہے ہیں۔

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جس کے ساتھ بھی اسلام کے متعلق گفتگو کی تو اس نے میرا انکار کر دیا مجھے جواب دے دیا سوائے ابن ابی قحافہ کے۔

عبداللہ بن امام احمد، ابن مردویہ، دیلمی نے حضرت ابن عباس سے، الطبرانی نے ابوامامہ سے، بخاری اور ترمذی نے ابوسعید سے، الطبرانی نے الکبیر میں عبداللہ بن عمر سے، ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت ابن علاء سے، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے، ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے، ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مرہ سے، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ابن مسعود سے، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، امام احمد اور بخاری نے حضرت ابن زبیر سے، بخاری نے حضرت ابن عباس سے، شیرازی نے القاب میں حضرت سعد سے، امام نے حضرت ابن مسعود سے، اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن ابی واقد رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نماز میں میرے صاحب اور غار میں میرے مونس تھے ان کی قدر پہچانا کرو۔

دوسرے الفاظ میں ہے مال اور محبت کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر صدیق کا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: تم میں سے کسی نے مجھ پر اتنا احسان نہ کیا جتنا احسان ابوبکر صدیق نے کیا ہے۔ انہوں نے اپنی لخت جگر کا

نکاح میرے ساتھ کر دیا اور دارالہجرہ (مدینہ طیبہ) کی طرف لے کر آئے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: کسی کا مجھ پر محبت اور ذات کے اعتبار سے اتنا احسان نہیں جتنا احسان صدیق اکبر کا ہے۔ جس نے ہم پر احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوائے صدیق اکبر کے۔ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کو رب تعالیٰ ہی روز حشر چکائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا نفع صدیق اکبر کے مال نے دیا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بنانا چاہتا۔ اہل زمین میں سے، اپنے رب تعالیٰ کے علاوہ میں ابن ابی قحافہ ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل بنالیتا لیکن وہ میرے بھائی ہیں میرے ساتھی ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنا لیا ہے، لیکن تم اسی طرح کہو جیسے رب تعالیٰ نے انہیں میرا صاحب کہا ہے مسجد کے سارے روشندان بند کر دو سواء صدیق اکبر کے روشندان کے۔ لیکن یہ رب تعالیٰ کا حق ہے سارے روشن دان سوائے صدیق کبر کے روشن دان کے بند کر دو۔

دوسری روایت میں ہے۔ ہر نبی کے لئے اس کی امت میں سے خلیل ہوتا ہے۔ میرا خلیل ابوبکر ہے تمہارے صاحب کا خلیل الرحمٰن ہے۔ ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے میرے خلیل ابوبکر صدیق ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھی کو خلیل بنایا ہے، لیکن وہ اسلام میں میرے بھائی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے، لیکن وہ اسلام میں میرے بھائی ہیں۔

نماز میں میرے صاحب ہیں، لیکن وہ میرے بھائی اور صاحب ہیں۔ رب تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنا لیا ہے۔ شیخان اور ترمذی نے حضرت عمرو بن عاص اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے مجھے محبوب عائشہ ہیں اور مردوں میں سے ان کے والد گرامی محبوب ہیں۔

۵۔ جن پر آفتاب غروب اور طلوع ہوتا ہے حضرت صدیق اکبر ان میں سے بہترین ہیں اس امت میں سے سب سے پہلے وہ جنت میں جائیں گے

ابوداؤد، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے مجھے وہ دروازہ دکھایا جہاں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا میں بھی دیکھ لیتا۔ آپ نے فرمایا: صدیق اکبر! میری امت کے تم پہلے شخص ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔ ابن عساکر نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہترین ہے۔ ابوبکر صدیق ان لوگوں سے بہتر ہیں جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس شخص کے آگے چل رہا ہے جو تم سے بہتر ہے کیا تجھے علم نہیں کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا نہ ہی غروب ہوا ہے جو ابوبکر سے بہتر ہو۔ سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ ان ہی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ابوبکر صدیق کے آگے چلتے ہو۔ انبیاء اور مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے شخص پر طلوع اور غروب

نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو۔

دیلمی نے حضرت عرفجہ بن صریح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اسلام کی تلوار ہوں۔ ابو بکر ردت کی تلوار ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی۔ مولا! ابو بکر کو روز حشر میرا درجہ ہی عطا فرمانا۔ خطیب نے المتفق والمفترق میں ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سارے لوگوں کا حساب ہوگا سوائے ابوبکر صدیق کے۔ دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتے انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ابوبکر صدیق کے پاس آئیں گے اور انہیں جنت میں لے جائیں گے۔

امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے، ابویعلی نے حضرت عائشہ سے، ابن کثیر نے اسے حسن کہا ہے اور خطیب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے دیا ہے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے مال نے فائدہ نہ دیا سوائے ابوبکر کے مال کے۔ حاکم اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رویت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر! تم آگ سے بچا لئے گئے ہو۔ امام احمد، شیخان اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے غار میں آپ سے عرض کی اگر کوئی اپنے پاؤں کو دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر! ان دو کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

الطبرانی نے الکبیر نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! محبت کے اعتبار سے اور احسان کے اعتبار سے میرے ہاں لوگوں میں سے افضل ابن ابی قحافہ ہیں۔ عبدان المروزی اور ابن قانع نے قبہذ از سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ابوبکر صدیق کے بارے مجھے یاد رکھا کرو انہوں نے جب سے میری رفاقت اختیار کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

ابن مردویہ اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عباس! حضور اکرم ﷺ کے چچا جان! رب تعالیٰ نے ابوبکر کو دین الٰہی اور اللہ کی وحی پر میرا خلیفہ بنایا ہے۔ ان کی بات غور سے سنو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ ان کی اطاعت کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ آیت طیبہ ابوبکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ۔ (الاحقاف: ۱۵)

ترجمہ: اس نے عرض کی اے میرے رب مجھے والہانہ توفیق عطا فرما کہ میں شکر ادا کرتا رہوں تیری اس نعمت کا

جو تو نے مجھ پر کی۔

رب تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ان کے والدین اسلام لے آئے سارے بھائی اور ساری اولاد ایمان لے آئے۔ان کے متعلق یہ آیت طیبہ بھی نازل ہوئی:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ (اللیل: ۵، ۶)

ترجمہ: پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی۔

الطبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دوات اور کتب لے آؤ۔میں تمہیں کچھ لکھوا دیتا ہوں تم میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے، پھر آپ نے ہماری طرف کمر کی پھر رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا: رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کر رہے ہیں مگر ابوبکر صدیق ہی۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت سالم بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے میں اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بازو پکڑ لیے اور کچھ دیر چلے، پھر کہا راستہ کرائیں۔انہوں نے راستہ کرایا تو وہ حجرہ مقدسہ میں گئے۔آپ پر جھک گئے بوسہ لیا اور عرض کی آپ وصال کر گئے ہیں تو وہ بھی وصال کر جائیں گے۔لوگوں نے عرض کی۔ یا صاحب رسول اللہ! ﷺ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے کیا آپ یہ نماز جنازہ پڑھیں گے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! ایک قوم اندر جاتی تکبیر کہتی دعا مانگتی آپ پر درود شریف پڑھتی پھر واپس آجاتی، پھر دوسری قوم آجاتی حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے۔لوگوں نے عرض کی یا صاحب رسول اللہ ﷺ آپ کا وصال ہو گیا ہے کیا آپ کو ہم دفن کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! صحابہ کرام نے کہاں دفن کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: جہاں آپ کا وصال ہوا ہے رب تعالیٰ نے آپ کا وصال مبارک قطعہ زمین پر ہی کیا ہے۔وہ سمجھ گئے کہ حقیقت اس طرح ہے جیسے وہ فرما رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا: آپ کو غسل دو۔انہوں نے آپ کو غسل دینے کا حکم دیا پھر وہ باہر نکلے مہاجرین مشاورت کے لئے جمع تھے۔انہوں نے کہا: آؤ ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جاتے ہیں ان کا بھی یہاں حصہ ہے۔وہ سب گئے انصار کے ایک شخص نے کہا: ''ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تینوں کس کے لئے ہیں؟

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبہ: ۴۰)

ترجمہ: وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔جب وہ فرماتے تھے اپنے رفیق سے کہ مت غمگین ہو۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

آپ کا ساتھی کون تھا۔انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑا۔ان کی بیعت کی، پھر لوگوں سے کہا ان کی بیعت

کرلو انہوں نے ان کی عمدہ اور احسن بیعت کر لی۔ ابن جوزی نے المنتظم میں حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے پاس کھانا لاتا تھا ایک دن وہ کھانا لے کر آیا انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ اٹھا لیا۔ غلام نے ان سے عرض کی: ہر رات آپ مجھ سے کھانے کے متعلق پوچھتے ہیں آج نہیں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: بھوک نے مجھے اس پر ابھارا ہے یہ کھانا کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا: میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا جاہلیت کا دور تھا میں نے ان کے لئے دم کیا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا آج میں ان کے پاس سے گزرا۔ ان کے ہاں شادی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا۔ انہوں نے فرمایا: قریب ہے کہ تم مجھے ہلاک کردو۔

انہوں نے اپنے حلق میں ہاتھ ڈالا۔ قئے کرنے لگے۔ وہ لقمہ نہ نکلتا تھا انہیں بتایا گیا کہ یہ صرف پانی سے نکلے گا انہوں نے پانی کا ڈرے منگوایا انہوں نے پانی پیا اور قئے کی حتیٰ کہ وہ لقمہ باہر نکل آیا ان سے عرض کی گئی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ ایک لقمہ کے لئے اتنی اذیت۔ انہوں نے فرمایا: اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تو میں اسے ضرور نکالتا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: ہر وہ جسم جو حرام مال سے پروان چڑھا ہو وہ آگ کا زیادہ حق دار ہے۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پروان نہ چڑھے۔ ان کی رحمت و رافت کی وجہ سے انہیں اواہ کہا جاتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: ابوبکر اواہ اور منیب القلب ہیں۔

قیس نے فرمایا: میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی زبان کو پکڑے ہوئے تھے وہ کہہ رہے تھے: اسی نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے: انہوں نے فرمایا: کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر کھا لیا جاتا۔ انہوں نے فرمایا: کاش! میں مومن بندے کے پہلو میں ایک درخت ہوتا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو بھیجتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص کو اس کے ساتھ مدد دیتے تھے ہماری رائے ہے کہ یہ امر (خلافت) دو افراد کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت زید بن ثابت اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا۔ ہم آپ کے انصار تھے۔ ہم اس کے بھی انصار ہوں گے جو آپ کا نائب ہو گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ انصار! رب تعالیٰ تمہیں بہترین جزائے خیر دے تمہارے اس کہنے والے کو ثابت فرمائے اگر تم اس کے علاوہ کچھ کہتے تو ہم تمہارے ساتھ صلح نہ کرتے۔

الطبرانی نے عیسیٰ بن عطیہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو وہ اٹھے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا: اے لوگو! میں تمہاری رائے کو ترک کرتا ہوں میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں اپنے میں سے بہتر کی بیعت کر لو۔ لوگ اٹھ کر ان کے پاس گئے انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! بخدا! تم ہم میں سے بہترین ہو۔ انہوں نے فرمایا: اے لوگو! لوگ چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے دین اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ اللہ کے ہمسائے ہیں اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ سے تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے تو اس طرح کر گزرو۔

میرے ساتھ شیطان ہے جب تم مجھے دیکھو تو مجھے جواب دو اپنے علماء کی عادات کو تلاش کرو حرام پر پلنے والا گوشت جنت میں نہیں جا سکتا اپنے انصار کے ساتھ میری اعانت کرو اگر میں سیدھا رہوں تو میری اتباع کرو اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت نہ کرنا۔ امام احمد نے قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوئے ابھی ایک ماہ گزرا تھا۔ انہوں نے کسی واقعہ کو یاد کیا لوگوں میں ندا کر دی گئی۔ "الصلاۃ جامعۃ" یہ پہلا اجتماع تھا لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے وہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے یہ اسلام میں ان کا پہلا خطبہ تھا انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! میری تمنا ہے کہ یہ بوجھ میرے علاوہ کسی اور پر ڈالا جاتا اگر تم مجھ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت لیتے ہو تو مجھ میں یہ طاقت نہیں آپ تو شیطان سے معصوم تھے۔ آپ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پایا تھا۔ انہوں نے فرمایا: ان سے عرض کی گئی اے خلیفۃ اللہ۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا ان کے ہاتھوں میں شاخ تھی وہ کہہ رہے تھے غور سے سنو اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غلام آیا جسے شدید کہا جاتا تھا اس کے پاس ایک مکتوب تھا انہوں نے اسے لوگوں کو سنایا انہوں نے کہا: صدیق اکبر فرماتے ہیں: غور سے سنو۔ جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اس کی اطاعت کرو، بخدا! میں نے تم سے غلط بیانی نہیں کی۔ قیس کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر نے یہ حسن غریب روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! یوں کہو:

اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب و الشھادۃ لا الہ الا اللہ رب کل شئی و ملیکہ اعوذبک من شر نفسی من شر الشیطان و شر کہ وان اقترف علی نفسی سوا او اجرہ الی مسلم۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے آج رات خود کو ایک کنویں پر دیکھا۔ میں نے پانی نکالا پھر تم آ گئے تم نے بھی پانی نکالا مگر تم میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے وہ ڈول غرب (بڑا) ہو گیا حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! رب تعالیٰ نے تمہیں رضوان اکبر عطا کر دی ہے۔ انہوں نے عرض کی: رضوان اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام اور تمہارے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔ ابوالشیخ اور ابونعیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! کیا

تم اس قوم سے محبت نہ کرو گے جس تک یہ پہنچے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ وہ تم سے محبت کریں کیونکہ تم ان سے محبت کرتے ہو تم ان سے محبت کرو۔

۶-عمر، نماز جنازہ اور تدفین

حاکم نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ اس دنیائے دوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر کا جب وصال ہوا تو ان کی عمر کتنی تھی اس میں اختلاف ہے اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ قبر انور اور منبر کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن جوزی نے الصفوہ میں لکھا ہے کہ الہام کیا گیا کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ قبر انور اور منبر کے مابین دفن کیا جائے۔

۷-مرض وصال، وصال اور مرثیہ

امام واقدی اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرض وصال کا آغاز اس طرح ہوا کہ انہوں نے سوموار کے روز غسل کیا اس وقت جمادی الآخرۃ کے سات دن گزر چکے تھے وہ ٹھنڈا دن تھا انہیں پندرہ روز بخار آیا وہ نماز کے لئے بھی نہ جا سکتے تھے وہ منگل کے روز وصال کر گئے۔ جمادی الآخرۃ کے آٹھ دن باقی تھے ۱۳ھ تھی اس کی عمر ۶۳ سال تھی۔ وہ حضرت عمر فاروق کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ ابن سعد، ابن ابی الدنیا نے ابو السفر سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر کے مرض وصال میں ان کے پاس گئے انہوں نے عرض کی: خلیفہ رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا حکیم کو نہ بلائیں جو آپ کو دیکھے۔ انہوں نے فرمایا: اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ صحابہ کرام: اس نے آپ سے کیا کہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس نے کہا ہے: میں جو چاہتا ہوا سے کر دیتا ہوں۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اگر میرا آج وصال ہو جائے تو کل تک میرا انتظار نہ کرنا ایام میں سے مجھے پسندیدہ وہ دن ہے جو آپ کے زیادہ قریب تھا۔ امام احمد اور ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن یمن سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں یہ شعر کہا۔

اعوذك ما بقى العذار عن الفتى اذا حشرجت يوما وضاق بها الصدر

ترجمہ: جوان کا جو عزم باقی رہ گیا ہے میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ جب نزع کا وقت آ گیا اور سینہ اس سے تنگ ہو گیا۔

ان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت سیدنا صدیق اکبر کا آخری وقت آیا تو میں نے شعر پڑھا:

لعمرك ما يغني الشراء عن الفتى اذا حشرجت يوما وضاق به الصدر

ترجمہ: مجھے آپ کی زندگانی کی قسم جوان کو دولت فائدہ نہیں دے سکتی جب کسی دن اس پر نزع کی کیفیت طاری طاری ہو اور اس سے اس کا سینہ تنگ ہو۔

ابو یعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے ان سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی میں نے آپ کو عالم نزع میں دیکھا میں نے کہا: آزمائش! آزمائش!

من لا يزال دمعه مقنعا فانه في مرة مدفوق

ترجمہ: جس کے آنسو آنکھ میں چھپے ہوں تو وہ کسی نہ کسی دن ضرور بہہ نکلیں گے۔

انہوں نے فرمایا: اس طرح نہ ہو بلکہ یوں کہو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ (ق:۱۹)

ترجمہ: اور آئی موت کی بے ہوشی سچ مچ (اے نادان) یہ ہے وہ جس سے تو دور بھاگا کرتا تھا۔

انہوں نے پوچھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وصال فرمایا تھا؟ میں نے عرض کی: سوموار کے روز۔ فرمایا: مجھے امید ہے کہ میرے اور آج رات کے مابین۔ منگل کی رات کو ان کا وصال ہوگیا۔ صبح سے قبل ان کو دفن کر دیا گیا۔

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھا تھا۔

و ابيض يستقى الغمام بوجهه كمال اليتامى و عصمة الارامل

ترجمہ: وہ سفید رنگت والے ہیں جن کے چہرۂ انور کے طفیل ابر کرم طلب کیا جاتا ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیوگان کی عصمت کے محافظ ہیں۔

انہوں نے فرمایا: یہ اوصاف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

ابن عساکر نے اپنی سند سے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: خفاف بن ندبہ اسلمی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے روتے ہوئے یہ اشعار کہے

ليس لحيٍّ فاعلمنه بقا و كل دنيا امرها للفنا

جان لو کسی زندہ کے لئے کوئی بقا نہیں ساری دنیا کا آخری معاملہ فنا ہے۔

والملك في الاقوام مستودع عارية فالشرط فيه الادا

سلطنت کو اقوام میں رکھ دیا جاتا ہے یہ عاریہ ہے مگر اس میں شرط حسن ادائیگی ہے۔

والمرء يسعى وله راصد تنديه العين و نار الصدا

آدمی بھاگتا رہتا ہے مگر کوئی اس کی تاڑ میں ہوتا ہے۔ آنکھ اس پر روتی ہے۔ ہلاکت کی آگ۔

یھرم او یقتل او یقھر یشکوہ سقم لیس فیہ شفاء

وہ اسے بوڑھا کر دیتی ہے یا قتل کر دیتی ہے یا مغلوب کر دیتی ہے وہ ایسی مرض کا شکوہ کرتا ہے جس میں شفاء نہیں۔

ان ابا بکر ھو الغیث ان لم تزرع الجوزاء بقلا بما

بخدا! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارش کی طرح ہیں اگر جوزاء سبزی نہ اگائے تو کس لئے

تا. اللہ لا یدرك ایامہ ذومئزر ناش ولا ذوردا

بخدا! ان کے ایام کو طاقتور اور بہادر پا نہیں سکتا نہ ہی جوان شخص پا سکتا ہے۔

من یسع کی یدرك ایامہ مجتھدا شذ بارض فضا

کسی میں اتنی استطاعت ہے کہ ان کے ایام کو پا سکے خواہ وہ خوب کوشش کرے وہ زمین میں تنہا رہ گیا۔

ان کے مناقب میں ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرض وصال میں فرمایا: جب سے میں خلیفہ بنا ہوں ہم نے مسلمانوں کے لیے دینار اور درہم نہیں کھائے ہم نے جو کی روٹی کھائی ان کا کھانا ہمارے پیٹ میں ہے ہم نے اپنی کمروں میں ان کے کھردرے کپڑے پہنے ہمارے پاس مسلمانوں کے مال فئے میں سے قلیل یا کثیر نہیں ہے سوائے اس حبشی غلام کے یہ پانی لانے والا اونٹ اور یہ چادر ہے جب میرا وصال ہو جائے تو اسے حضرت عمر فاروق کے پاس بھیج دینا۔

جب حضرت عمر فاروق کے پاس قاصد آیا تو وہ رونے لگے ان کے آنسو بہنے لگے انہوں نے دو بار کہا: اللہ تعالیٰ صدیق اکبر پر رحم کرے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا ہے۔ انہوں نے حضرت اسامہ کے لشکر کو اس وقت بھیجا جب بہت سے صحابہ کرام نے ان کی مخالفت کی۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ مجھے آسمان سے گر پڑنا اور پرندے مجھ کو اٹھا کر لے جائیں، درندے مجھ کو نوچ ڈالیں مجھے اس سے یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس جھنڈے کو کھولو جسے آپ نے باندھا ہو۔ آپ نے وقت وصال فرمایا تھا۔ لشکر اسامہ کو روانہ کر دو۔ ان کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اہل ردت کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ان کی رائے کو پسند کیا کہ اہل ردت کے ساتھ جہاد کریں۔ انہوں نے وقت وصال حضرت عمر کو وصیت کی تھی فرمایا: جان لو رب تعالیٰ کے لئے کچھ دن کے وقت کے اعمال ہیں جنہیں وہ رات کو قبول نہیں کرتا اس کے کچھ اعمال رات کے وقت کے ہیں جنہیں وہ دن کے وقت قبول نہیں کرتا۔ وہ نفل قبول نہیں کرتا حتیٰ کہ فرائض ادا کر دیئے جائیں۔

ان کے اوزان ثقیل ہوں گے جس کے اوزان روز حشر بھارے ہوں گے جنہوں نے دار دنیا میں حق کی اتباع کی ہو گی وہ اوزان ثقیل ہوں گے جس میزان میں حق کو ڈالا جائے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ثقیل ہو جن کے اوزان روز حشر خفیف ہوں گے ان کے اوزان خفیف ہو گئے انہوں نے باطل کی اتباع کی ہو گی جس میزان میں باطل کو رکھا جائے وہ اس

کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ خفیف ہو۔ رب تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر کیا ان کے احسن اعمال کا ذکر کیا ان کے برے اعمال سے درگزر فرمایا۔ جب میں ان کا ذکر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں: مجھے خوف ہے کہ میں انہیں نہ مل سکوں گا رب تعالیٰ نے اہل آگ کا ذکر کیا ان کے برے اعمال کا ذکر کیا ان کا عہد رد کیا جب میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں میں کہتا ہوں: مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ نہ ہوں گا بندے کو رغبت اور خوف رکھنا چاہیے نہ زیادہ تمنائیں رب تعالیٰ سے باندھنا چاہیے۔ نہ ہی اس کی رحمت سے مایوس ہونا چاہیے۔ اگر تم میری اس وصیت کی حفاظت کرو تو تمہیں دنیا موت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہونی چاہیے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

۱- ولادت

ان کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام خنتمہ بنت ہاشم تھا، بعض نے بنت ہشام لکھا ہے۔ اس نے غلطی کی ہے۔ ابن بکار نے اسی طرح کہا ہے۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے بنت ہشام لکھا ہے وہ ابوجہل کی بہن تھی جس نے بنت ہاشم لکھا ہے۔ انہوں نے اسے اس کی چچازاد بتایا ہے۔

۲- سابقہ کتب میں ان کا ذکر خیر

ابن سعد نے حضرت ابن مسعود سے، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے ان کی ران سے کپڑا اٹھ گیا۔ اہل نجران نے ان کی ران پر سیاہ تل دیکھا۔ انہوں نے کہا: اس شخص کے متعلق ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں کہ یہ ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا۔

ابونعیم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ شام میں تھے ان کتب میں مرقوم ہے کہ یہ شہر ایک صالح شخص فتح کرے گا جو مومنین پر رحم کرنے والا کافروں پر سخت ہوگا۔ اس کا باطن اس کے ظاہر کی طرح ہوگا۔ اس کا قول اس کے فعل کی مخالفت نہ کرے گا۔ غریب اور قریب اس کے ہاں حق میں برابر ہوں گے۔ اس کے پیروکار رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ وہ باہم رحم کریں گے، صلہ رحمی کریں گے۔ دشمن کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا سچ ہے بخدا! الحمد للہ! ساری تعریفیں اس ذات

کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں عزت بخشی، تکریم عطا کی، شرف دیا، حضور اکرم ﷺ کے طفیل ہم پر رحم کیا۔

ابن عساکر نے عبداللہ بن آدم سے، ابومریم اور ابوشعیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ الجابیہ میں تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے لوگوں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: خالد بن ولید۔ لوگ: تمہارے صاحب کا کیا نام ہے؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ لوگ: ان کا حلیہ بیان کرو۔ انہوں نے ان کا حلیہ بیان کیا۔ لوگوں نے کہا: تم اسے فتح نہ کرسکو گے، لیکن عمر فاروق اسے فتح کریں گے۔

ہم کتب میں پاتے ہیں کہ ہر شہر یکے بعد دیگرے فتح کردیا جائے گا جو شخص اسے فتح کرے گا اس کا حلیہ بھی وہاں مرقوم ہے ہم کتب میں پاتے ہیں کہ ساریہ بیت المقدس سے قبل فتح ہوگا۔ جاؤ پہلے اسے فتح کرو پھر اپنے صاحب کو لے کر آجاؤ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ خواب میں کچھ دیکھتے ہیں: انہوں نے انہیں جھڑک دیا۔ انہوں نے کہا: ہم ایسے شخص کا تذکرہ پاتے ہیں جو اپنی امت کا معاملہ خواب میں دیکھ لے گا۔ الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت مغیث الاوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا: تم تورات میں میرے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: خلیفہ، لوہے کا سینگ۔ سخت امیر، وہ رب تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ آپ کے بعد وہ ذات خلیفہ بنے گی جسے ظالم قتل کردیں گے اس کے بعد آزمائش کا دور شروع ہوجائے گا۔ ابن عساکر نے حضرت اقرع مؤذن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑے پادری کو بلایا۔ پوچھا: کیا تم میرے اوصاف اپنی کتاب میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: ہم آپ کے اعمال اور اوصاف تو پاتے ہیں لیکن تمہارے نام نہیں پاتے۔ انہوں نے فرمایا: تم میرے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ اس نے عرض کی: "وہ لوہے کے سینگ کی مانند ہوں۔ فرمایا: اس سے کیا مراد ہے؟ اسقف: سخت اور شدید امیر۔ حضرت عمر فاروق۔ اللہ اکبر! ان کے بعد کون امیر ہوگا؟ الاسقف۔ صالح شخص جو اقرباء کو ترجیح دے گا۔ حضرت عمر فاروق: اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے ان کے بعد کون امیر ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: لوہے کا میل۔ حضرت عمر فاروق۔ ہائے آفت! اسقف۔ امیر المؤمنین! ذرا آہستہ وہ صالح شخص ہوں گے، لیکن ان کی خلافت میں خونریزی اور شمشیر زنی ہوگی۔

الدینوری نے المجالسہ میں ابن عساکر نے زید بن اسلم کی سند سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ فرمایا: میں قریش کے کچھ افراد کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلا جاہلیت کا زمانہ تھا جب ہم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو میں کوئی ضروری کام بھول گیا میں واپس آیا میں نے ساتھیوں سے کہا "میں تمہیں مل جاتا ہوں" میں اس شہر کے بازار میں آیا مجھے ایک پادری ملا اس نے مجھے گردن سے پکڑ لیا میں اس سے لڑنے لگا اس نے مجھے اپنے کنیسہ میں داخل کرلیا۔ وہاں تہہ درتہہ مٹی تھی۔ اس نے مجھے بیلچہ، کلہاڑا اور ٹوکری دی اور کہا: یہ مٹی منتقل کرو، میں اپنے مسئلہ میں غور وفکر کرنے لگا کہ میں کیا کروں؟ وہ دوپہر کے وقت میرے پاس آیا اس نے مجھے کہا: تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا

اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کیا۔ اسے میرے سر کے وسط پر دے مارا۔ میں نے بیلچہ لیا اور اس کے سر پر دے مارا اس کا دماغ بکھر گیا میں سیدھا باہر نکل آیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے کہاں جانا ہے میں بقیہ رات اور دن چلتا رہا صبح ہوگئی میں ایک گرجا تک پہنچا۔ اس کے سایہ میں بیٹھ گیا ایک شخص میرے پاس آیا اس نے پوچھا: عبداللہ! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میرے ساتھی گم ہو گئے ہیں وہ میرے پاس کھانا اور مشروب لے کر آیا مجھے غور سے اوپر نیچے دیکھنے لگا اس نے کہا فلاں! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر مجھ سے بڑا عالم باقی نہیں رہا۔ میں تم میں اس شخص کے اوصاف پار ہا ہوں جو ہم کو اس گرجا سے نکال دے گا اس شہر پر غالب آجائے گا۔ میں نے کہا: ارے شخص کیسی باتیں کر رہے ہو اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا "عمر بن خطاب" اس نے کہا: بخدا! تم ہی ہمارے صاحب ہو اس میں شبہ نہیں میرے اس گرجا کے متعلق نوشتہ لکھ دو میں نے کہا: ارے شخص! تو نے نیکی کی ہے اسے مکدر نہ کر۔ اس نے کہا: تم ہمیں مکتوب لکھ دو تم پر کیا ہے؟ اگر تم ہی ہمارے صاحب ہوئے تو یہی ہماری مراد ہے اگر کوئی اور ہوا تو تمہارا کیا نقصان ہے؟ میں نے کہا: لاؤ میں لکھ دیتا ہوں: میں نے لکھ دیا اس پر مہر لگائی جب آپ خلافت کے دور میں شام آئے تو وہ راہب آپ کے پاس آیا۔

وہ اسی گرجا کا مالک تھا اس کے پاس خط تھا جب حضرت عمر فاروق نے اسے دیکھا تو اس پر تعجب کیا۔ اس کی داستان بیان کرنے لگے۔ اس نے کہا: میری شرط پوری کریں انہوں نے فرمایا: عمر اور ابن عمر کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

۳- بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا

امام احمد وغیرہ نے اور ابن سعد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: میرے بھائی! ہمیں اپنی عمدہ دعاؤں میں شریک کر لینا ہمیں بھلا نہ دینا۔

ابوداؤد، ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے عمرہ کرنے کی اجازت لی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ فرمایا: میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ یہ ایسے کلمات ہیں جن کے عوض اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے کوئی مسرت نہیں۔

حاکم، ابن عساکر اور الطبرانی نے الکبیر میں، حضرت ثوبان سے، ابن عساکر نے حضرت علی اور زبیر سے، ابوداؤد طیالسی اور نسائی نے اور امام احمد نے ابن مسعود سے، ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اسدی نے ربیعہ سعدی سے، عبد بن حمید، ابن سعد، ابویعلی، ابونعیم، امام بغوی نے ربیعہ السعدی سے، ابن عساکر نے ابن عمر سے، بزار نے حضرت انس سے، حضرت خباب سے، ابن سعد نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اللھم اعز یا اید للاسلام بعمر بن خطاب یاخاصه "یا اللھم اعز عمر بن

خطاب" یا بابی جهل بن هشام او بعمر بن خطاب" باحب الرجلین "یا" هذین الرجلین الیك بعمر بن خطاب او بابی جهل بن هشام۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم زندگی کی لذتوں سے یہ مراد نہیں لیتے کہ ہم بھیڑ کے بارے میں حکم دیں اسے ہمارے لئے صاف کیا جائے ہم گندم کے آٹے کے بارے میں حکم دیں اسے ہمارے لئے پیسا جائے ہم کشمش کا حکم دیں اس سے ڈول میں ہمارے لئے نبیذ بنائی جائے حتیٰ کہ جب یعقوب کی آنکھ کو بھر دے تو ہم اسے کھائیں۔ اسے پئیں لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ اپنی طیبات کو باقی رکھیں، کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے سنا ہے۔

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا۔ (الاحقاف:۲۰)

ترجمہ: تم نے اپنی پاکیزہ چیزوں کو اپنی دنیاوی زندگی میں ختم کر دیا۔

عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق شام تشریف لائے تو ان کے لئے ایسا کھانا بنایا گیا جو انہوں نے پہلے نہ دیکھا تھا انہوں نے پوچھا: یہ ہمارے لئے ہے اور ہمارے ان فقراء مسلمانوں کے لئے کیا ہے جو وصال کر گئے وہ جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھاتے تھے۔ حضرت خالد نے عرض کی: ان کے لئے جنت ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں انہوں نے فرمایا: اگر ہمارا حصہ یہ کھانا ہے اور وہ جنت لے گئے ہیں تو وہ ہم سے بہت زیادہ آگے نکل گئے ہیں۔ امام حاکم، ترمذی، الطبرانی، الضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے انہوں نے کہا: عمر کو سلام دینا انہیں بتادیں کہ ان کی رضا عدل ہے اور ان کا غصہ عزت ہے۔

حکیم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے کہا: عمر کو سلام دیں اور انہیں بتائیں کہ ان کا غضب عزت اور رضا عدل ہے۔

حاکم نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں خطیب اور دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر کے غصے سے بچو جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو رب تعالیٰ بھی غصے میں ہوتا ہے۔

ابوداؤد، الطبرانی اور حاکم نے ابورمثہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! رب تعالیٰ تمہیں حق بجانب کر دیتا ہے۔ نسائی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے واصل مولیٰ عیینہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام عاصیہ تھا اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے حضرت عمر فاروق سے عرض کی: مجھے میرا نام ناپسند ہے آپ میرا نام تبدیل کر دیں انہوں نے فرمایا: تم جمیلہ ہو وہ ناراض ہو گئی اس نے کہا: آپ کو میرا نام نہ ملا حتیٰ کہ تم نے لونڈی کا نام میرا نام رکھ دیا وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے میرا نام ناپسند

ہے آپ میرا نام رکھ دیں آپ نے فرمایا تو جمیلہ ہے اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے حضرت عمر فاروق سے عرض کی کہ میرا نام رکھو۔ انہوں نے میرا نام جمیلہ رکھا۔ میں ناراض ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتی کہ رب تعالیٰ عمر کی زبان اور دل کے پاس ہے۔

ابن عساکر نے تاریخ میں اور نسائی نے حضرت بلال سے، ابن عساکر نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: رب تعالیٰ نے حضرت عمر کے دل میں اور زبان پر حق رواں کر دیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق کی زبان اور دل میں سکینہ رکھ دی ہے وہ اس کے ساتھ بات کرتے ہیں۔

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کیا ہے: رب تعالیٰ نے حق کو عمر فاروق کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے وہ الفاروق ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی وجہ سے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا ہے۔ امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، طبرانی نے حضرت بلال سے، امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی، الرویانی، حاکم، ضیاء نے حضرت ابوذر سے، تمام اور ابن عساکر نے ابوسعید سے، امام احمد، ابویعلی، تمام، الحاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوہریرہ سے، الطبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر کی زبان پر اور دل میں رکھ دیا ہے۔ الطبرانی نے سدیسہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب سے حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا ہے شیطان جب بھی انہیں ملتا ہے وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شیطان عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھاگ جاتا ہے۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ کو رب تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کر رہا تھا۔ ابن عساکر نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عمر کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ رب تعالیٰ یوم عرفہ کو لوگوں پر عام اور عمر فاروق پر خاص فخر کر رہا تھا۔ جو نبی بھی بھیجا گیا اس کی امت میں محدث تھا اگر میری امت میں ہے تو وہ عمر فاروق ہے۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! محدث کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: فرشتے اس کی زبان سے گفتگو کرتے ہیں۔

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر سے رک جاؤ۔ بخدا! عمر اس وادی میں کبھی نہ چلا جس میں شیطان چلے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے عمر کی زبان پر اور دل میں حق نازل کر دیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں سلمہ بن مالک الخطمی سے، ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب عمر کا وصال ہو جائے تو تیرے لئے ہلاکت! اگر تم میں مرنے کی استطاعت

ہے تو مر جاؤ۔ دیلمی نے حضرت معاذ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جب تک عمر زندہ ہیں میری امت کے لئے فتنوں کے دروازے بند ہیں جب وہ شہید ہو جائیں گے تو ان پر لگا تار فتنے آئیں گے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! کیا تمہیں علم ہے جب میں عرفہ کی رات تمہیں دیکھ کر مسکرا دیا تھا اس رات رب تعالیٰ اہل عرفہ پر عام اور تم پر خاص فخر فرشتوں کے سامنے فرما رہا تھا۔

ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن جریر حضرت سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! لوٹ چلو۔ تمہارا غضب عزت، تمہاری رضا حکم ہے۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتے رب تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ تو اس سے مستغنی ہے۔ عمر فاروق: یارسول اللہ! ﷺ ان کی نماز کیا ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے عرض کی: اے رب تعالیٰ کے نبی! عمر آپ سے فرشتوں کی نماز کے بارے پوچھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: انہیں میرا اسلام دینا اور بتا دینا کہ آسمان دنیا کے فرشتے روز حشر تک سجدہ میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان ذی الملک والملکوت'' دوسرے آسمان کے فرشتے رکوع میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان ذی العزۃ والجبروت'' تیسرے آسمان کے فرشتے تا قیام قیامت قیام میں ہیں ان کی تسبیح یہ ہے: ''سبحان الحی الذی لا یموت''۔

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! تمہارا غضب عزت اور رضا حکم ہے۔ دیلمی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عائشہ! میرے صحابہ میں سے ہر ایک پر شیطان غالب ہو ہی جاتا ہے سوائے عمر کے۔ وہ شیطان پر غالب رہتے ہیں۔ امام احمد، ترمذی، ابو یعلی، ابن حبان، الطبرانی، ضیاء، ابن منیع، حارث نے حضرت انس سے، طیالسی، احمد، شیخان، ابن حبان، ابو عوانہ نے حضرت جابر سے، امام احمد نے بریرہ سے، امام احمد ابو یعلی، الرویانی اور ابوبکر نے الغیلانیات میں حضرت معاذ سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا میں نے سونے کا محل دیکھا یا میں نے وہاں گھر اور محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا: عمر فاروق کا۔ دوسرے الفاظ میں ہے: ''قریش کے ایک جوان کا۔'' میں نے گمان کیا کہ وہ میں ہوں میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ''عمر فاروق کا۔'' اگر مجھے تمہاری غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔ یا میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا یہ رب تعالیٰ کے دربار سے جو کچھ نصیب ہوا آپ کے طفیل ہی نصیب ہوا۔ مجھے جو رفعت ملی آپ ہی کے طفیل ملی۔ مجھ پر جو احسان ہوا وہ آپ ہی کے طفیل ہوا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا ہوں میں نے وہاں حضرت ابو طلحہ کی زوجہ حضرت رمیصاء رضی اللہ عنہا کو دیکھا میں نے اپنے آگے آہٹ

سنی میں نے پوچھا: جبرائیل یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ سیدنا بلال ہیں، میں نے سفید محل دیکھا جس کے صحن میں حور تھی۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا: یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے: میں نے اس کے اندر جانے کا ارادہ کیا پھر عمر! تمہاری غیرت یاد آ گئی۔

حاکم نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ عمر سے راضی ہو گیا وہ اس سے بھی راضی ہو گیا جس سے عمر راضی ہوئے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے، ابن عساکر اور حاکم نے مصعب بن جثامہ سے، اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عمر! اہل جنت کے چراغ ہیں۔

ابن عدی، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، ابن عساکر نے ابن عباس سے اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت فضل رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر میرے ساتھ اور میں ان کے ساتھ ہوں۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ عمر مجھ سے اور میں عمر سے ہوں میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہو گا وہ جہاں کہیں ہوں گے۔

ابن عدی نے حضرت انس سے، ابن شاہین اور ابن عساکر نے حضرت سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: عمر کو سلام دیں اور انہیں بتا دیں ان کی رضا حکم اور ان کا غضب عدل ہے۔

ابوبکر الآجری نے الشریعۃ میں، حاکم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت عمر فاروق اسلام لائے تو حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے کہا: اہل آسمان حضرت عمر کے اسلام لانے پر خوشیاں منا رہے ہیں۔

امام احمد، ترمذی، ابویعلی، الطبرانی نے الکبیر میں، الرویانی، بیہقی اور حاکم اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عامر سے، الطبرانی نے الکبیر میں عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ امام ترمذی (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) بزار، دارقطنی نے الافراد میں، حاکم، ابن عساکر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی پر یا کسی عمدہ شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو عمر فاروق سے افضل ہو۔

ابن عدی، ابونعیم، دیلمی، ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان کا ہر ہر فرشتہ حضرت عمر کی توقیر کرتا ہے زمین کا ہر ہر شیطان عمر سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ دارقطنی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سے عمر فاروق نے اسلام قبول کیا ہے وہ جب بھی شیطان سے ملے وہ منہ کے بل گر پڑا۔ حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: جس رستے میں شیطان حضرت عمر فاروق سے ملا اس نے ان کی آواز سنی وہ دوسرے رستے پر چل پڑا۔

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

آیۃ الحجاب۔ یہ آیت بھی آپ کی موافقات میں سے ہیں۔

اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۭ (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ۔ (التحریم:۵)

ترجمہ: کچھ بعید نہیں کہ اگر نبی کریم تم سب کو طلاق دے دے۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون:۱۴)

ترجمہ: بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔ (التوبہ:۸۴)

ترجمہ: اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی۔

ابوداؤد طیالسی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے چار بار موافقت کی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ مقام ابراہیمی کو مصلیٰ بنالیں اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ۭ (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ اپنی ازواج مطہرات پر پردہ لازم کریں اُن کے پاس پاکباز اور فاجر شخص جاتا ہے اس وقت آیۃ الحجاب نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پس پردہ ہو کر۔

جب یہ آیت طیبہ اتری:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۤ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ (المومنون:۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں، پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑا کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کیں اس بوٹی سے ہڈیاں، پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت، پھر (روح پھونک) کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔

میں نے کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (المومنون:۱۴)

یہ آیت اسی طرح اتری۔

میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گیا میں نے انہیں کہا: رک جاؤ ورنہ رب تعالیٰ آپ کو ایسی ازواج مطہرات عطا کر دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی اس وقت یہ آیت اتری:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ۔ (التحریم:۵)

سعید بن منصور، امام احمد، دارقطنی، دارمی، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن مندہ اور ابن ابی عاصم، ابن جریر، طحاوی، ابن حبان، دارقطنی نے الافراد میں، ابن شاہین نے السنہ میں، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور امام بیہقی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے تین بار موافقت کی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مقام ابراہیمی کو مصلی بنالیں تو یہ آیت اتری۔

اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ:۱۲۵)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج مطہرات کے پاس پاکباز اور فاجر آتے ہیں کاش! آپ انہیں پردے کا حکم دیں تو آیت الحجاب اتری۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ازواج مطہرات آپ کی خدمت میں جمع تھیں۔ میں نے کہا:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ (التحریم:۵)

یہ آیت طیبہ اس طرح اتری۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن صحیح روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب بھی لوگوں میں کوئی معاملہ رونما ہوا جس میں لوگوں کی دوسری رائے اور حضرت عمر فاروق کی رائے علیحدہ تھی قرآن پاک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق اترا۔

ان کی کرامات میں سے حضرت ساریہ کا واقعہ بہت مشہور ہے اس سال جس سال ان کا وصال ہوا وہ روز جمعہ کو خطبہ دے رہے تھے دوران خطبہ کہا: اے ساریہ بن حصین! پہاڑ پہاڑ۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا انہوں نے کچھ نہ سمجھا

جو کچھ انہوں نے کہا تھا جب وہ نیچے اترے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا یہ کیسا کلام تھا جو آپ نے کیا۔

انہوں نے فرمایا: کیا آپ نے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اور سارے حاضرین مسجد نے اسے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے ساتھیوں کو نہاوند کے مقام پر دیکھا۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا وہاں پہاڑ تھا اگر وہ اس کی طرف چلے جاتے تو بچ جاتے اور فتح یاب ہو جاتے ورنہ ہلاک ہو جاتے۔ ایک ماہ بعد بشارت دینے والا آیا اس نے کہا کہ مسلمان کامیاب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اس وقت وہ آواز سنی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز کے ساتھ مشابہت رکھتی تو اس نے کہا یا ساریہ بن حصین، پہاڑ پہاڑ: وہ ان کی طرف چلے گئے انہیں مدد مل گئی وہ کامیاب ہو گئے۔ ان کے لئے جنگ کا حال منکشف ہوا۔ اپنی نگاہ پاک نے انہیں دیکھا۔ نگاہ اور آواز کو بلند فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے اس وقت آواز سنی۔ بشارت دینے والا آیا تو اس نے اسی طرح بتایا: رب تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کثیر فتوحات بخشی۔ ان میں بیت المقدس بھی ہے۔ ان کے مناقب میں ان کا وہ مشہور فرمان بھی ہے۔ اگر فرات کے کنارے بھیڑ کا بچہ ضائع ہو گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ رب تعالیٰ اس کے متعلق بھی مجھ سے پوچھے گا۔ عظیم قدر و منزلت اور جلالت و رفعت کے باوجود وہ انتہائی عاجز تھے۔ وہ الرمادہ کے قحط میں دن کو روزہ رکھتے تھے رات کے وقت ان کے پاس روٹی لائی جاتی۔ زیتون کا تیل لایا جاتا وہ روٹی کو ہاتھ سے توڑتے اس کی ثرید بناتے پھر فرماتے: تمہارے لئے ہلاکت! تم ہمیں حکم کرتے ہو؟ اس پیالے کو اٹھا لو حتیٰ کہ تم اسے اس گھرانے والوں کے پاس لے جاؤ جو احسان و کرم کے طالب ہیں۔ اسے ان کے سامنے رکھ دو۔

انہوں نے اس سال گھی نہ کھایا حتیٰ کہ لوگ اسے کھانے لگے۔

ان کے اثر آفرین اقوال زریں میں سے ہے کہ لالچ فقر ہے لوگوں سے ناامید ہو جانا عزت ہے۔ توبہ کرنے والوں کی محفل میں بیٹھا کرو یہ دلوں کے لئے رقیق ترین چیز ہے۔ کتاب کو یاد کرنے والے اور علم کے سرچشمے بن جاؤ۔ دن کے بدلے دن کے رزق کا سوال کیا کرو۔ اپنے نفوس کا وزن کیا کرو اس سے قبل کہ ان کا وزن کیا جائے اپنے نفوس کا محاسبہ کیا کرو اس سے قبل کہ ان کا محاسبہ کیا جائے۔ ان کے لئے تیاری کرو اس سے قبل کہ انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اس عظیم پیش کش کے لئے تیاری کرو جب تمہیں پیش کیا جائے گا تم سے کچھ چھپنے والی چیز چھپ نہ سکے گی۔ اگر زمین بھر سونا ہو تو میں عذاب الٰہی کے بدلے میں اسے دے دوں اس سے قبل کہ میں عذاب کو دیکھوں مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اس خلافت سے اسی طرح نکل جاؤں جیسے داخل ہوا تھا۔ نہ اجر اور نہ بوجھ۔ اگر آسمان سے نداد دینے والا صدا دے: اے لوگو! تم سب جنتی ہو سوائے ایک شخص کے مجھے خدشہ ہو گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا اگر وہ یہ صدا دے۔ تم سب آگ میں جاؤ گے سوائے ایک شخص کے تو مجھے امید ہو گی کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی چارپائی پر رکھ دیا گیا لوگوں نے انہیں کفن دیا لوگ ان کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے اس سے قبل کہ انہیں اٹھایا جاتا میں

ان لوگوں میں تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے مجھے کندھے سے پکڑا میں نے توجہ کی تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔
انہوں نے حضرت عمر فاروق کے لئے دعا کی پھر فرمایا: بخدا! رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں مگر مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایسے اعمال کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کروں جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعمال تھے۔ بخدا! میں تمنا کرتا تھا کہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھا جائے کیونکہ میں بہت زیادہ آپ سے سنتا تھا: میں، ابوبکر اور عمر گئے میں ابوبکر، اور عمر باہر نکلے میں گمان کرتا تھا کہ رب تعالیٰ تمہیں ان کے ہمراہ رکھے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں، حافظ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر میں جگہ ملی۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خیبر میں جگہ ملی ہے۔ بخدا! مجھے اتنا نفیس مال کبھی بھی نہ ملا تھا۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر پسند کرو تو اسے صدقہ کر دو اس کی اصل کو روک لو۔ انہوں نے اسے اس طرح صدقہ کر دیا کہ اسے فروخت نہ کیا جائے گا نہ اسے ھبہ کیا جائے گا نہ ہی اس میں وراثت چلے گی۔

انہوں نے اسے فقرا، رشتہ داروں اور راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔ ابن عوف نے لکھا ہے: میرا خیال ہے کہ مہمانوں کے لئے بھی کوئی حرج نہیں کہ اس کا سرپرست بھلائی کے ساتھ کھائے غریب دوست کو کھلائے۔ ابن عوز نے لکھا ہے: میں نے اس کا تذکرہ حضرت ابن سیرین سے کیا، تو انہوں نے فرمایا: مال کو نہ بڑھاتے ہوئے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں انہوں نے اپنا مال صدقہ کر دیا۔ اس مال کو ثمغ کہا جاتا تھا۔ وہ کھجوروں کا باغ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مال ملا ہے۔ وہ بہت نفیس مال ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا: اس کو اس طرح صدقہ کرو کہ اس کی اصل کو نہ فروخت کیا جائے نہ ھبہ کیا جائے، نہ اس میں وراثت چلے لیکن اس کے پھل کو خرچ کیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے اسی طرح صدقہ کر دیا۔ ان کا یہ صدقہ راہ خدا میں، غلام کو آزاد کرنے، مساکین کے لئے، مہمانوں کے لئے، مسافروں کے لئے، قریبی رشتہ داروں کے لئے صدقہ تھا اس کے سرپرست پر کوئی حرج نہ تھا کہ وہ بھلائی کے ساتھ خود کھائے یا غریب دوست کو کھلائے۔

امام بیہقی نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صدقہ مجھ سے عبدالحمید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یوں نقل کیا ہے کہ یہ مال ثمغ ہے اس کی سرپرست حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں جب تک وہ بحیات ہیں وہ اس کا پھل اس جگہ صرف کریں گی جہاں انہیں رب تعالیٰ دکھائے گا جب ان کا وصال ہو جائے تو معاملہ ان کے اہل خانہ میں صاحبان رائے کی طرف منتقل ہو جائے گا یا میری اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اس کی اصل کو کبھی بھی نہ بیچا جائے گا، نہ ھبہ کیا جائے گا اس کے سرپرست کے لئے اس میں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں اگر وہ خود کھائے یا غریب دوست کو کھلائے جو پھل بچ جائے گا وہ سائل اور محروم، مہمانوں، قریبی رشتہ داروں، مسافروں، راہ خدا کے لئے ہوگا۔ وہ انہیں اس جگہ صرف کریں گی جہاں رب تعالیٰ انہیں دکھائے گا۔ اگر ان کا وصال ہو جائے تو میری صاحب رائے اولاد کے حوالے معاملہ ہوگا۔ وہ ایک سو

وسق جو آپ نے مجھے وادی میں اپنے دست اقدس سے عطا کی تھیں میں نے انہیں ضائع نہ کیا وہ بھی ثمغ کے ساتھ ہی ہیں۔ وہ آپ کی اسی سنت کے مطابق ہیں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ پسند کریں کہ ثمغ کے مال سے ایک غلام خرید لیں جو اس کے لئے کام کرے۔ اس نوشتہ کو حضرت معیقیب نے لکھا حضرت عبداللہ بن ارقم نے اس پر گواہی دی۔ یہ تحریر یوں تھی:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یہ وہ وصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین نے کیا تھا۔ اگرچہ اس میں کوئی حادثہ رونما ہو جائے کہ ثمغ، صرمہ بن الاکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے ایک سو حصے جو خیبر میں ہیں جو غلام اس باغ میں ہے ایک سو وسق جو حضور اکرم ﷺ نے انہیں کھلائے تھے۔ امیر المؤمنین کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سرپرست ہوں گی۔ جب تک وہ بحیات ہیں پھر ان کے اہل خانہ میں سے صاحبان رائے کے سپرد ہوگا اس کی نہ خرید ہوگی نہ فروخت۔ وہ اپنی رائے کے مطابق اسے سائل، محروم، قریبی رشتہ داروں کو دیں گے اس کے سرپرست پر کوئی حرج نہیں کہ وہ خود کھائے یا کسی دوست کو کھلائے یا اس سے اس کے لئے غلام خریدے۔"

الطبرانی نے عبداللہ بن زید بن اسلم کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان چھ حضرات قدسیہ سے کہا جن سے حضور اکرم ﷺ وقت وصال راضی تھے۔ اس کی بیعت کر لینا جس کی بیعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کریں جو انکار کرے اس کی گردن اڑا دینا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت رو رہے تھے ان سے عرض کی گئی: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عمر فاروق کے وصال پر رو رہا ہوں۔ ان کے وصال سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو گیا ہے جو تا روز حشر بند نہ ہو سکے گا۔ ابن سعد نے الطبقات میں حضرت زید بن وھب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے انہوں نے حضرت عمر فاروق کا تذکرہ کیا اور رونے لگے حتیٰ کہ سنگریزے تر ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: عمر اسلام کا مضبوط قلعہ تھے۔ جو اسلام اس میں داخل ہوتا تھا نکل نہ سکتا تھا۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو اس قلعہ میں رخنہ پڑ گیا لوگ اس سے نکلیں گے داخل نہ ہوں گے۔ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر دی اس روز وہ اتنے گریہ بار اور غمزدہ تھے کہ میں نے پہلے انہیں اس طرح نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا: بخدا! اگر مجھے علم ہو جاتا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے محبت کرتا۔ میرا گمان ہے کہ عضاۃ کا درخت بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے غمزدہ ہے۔ ان سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا اگر حضرت عمر فاروق کا علم میزان کے ایک پلڑے میں اور اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر فاروق کا علم زیادہ وزنی ہوگا۔

حضرت ابراہیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علم کے دس میں سے نو حصے لے گئے ہیں۔ وہ کتاب الٰہی کے علم کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے دین الٰہی کو ہم سب سے زیادہ

سمجھنے والے تھے ان کا اسلام فتح تھا۔ ان کی ہجرت نصرت تھی۔ ان کی خلافت رحمت تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری نے کہا: بخدا! مسلمانوں کے گھرانوں میں سے ہر ہر گھر میں حضرت عمر فاروق کے وصال کے بعد ان کے دین اور دنیا میں نقص پیدا ہو گیا۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں اسلام آنے والے شخص کی مانند تھا۔ وہ جہاد میں رہا۔ جب وہ شہید ہو گئے تو یہ پیٹھ پھیر گیا اب یہ روگرداں ہی رہے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے انہیں علم ہو گیا ہے کہ انہیں اسلام کا مددگار بنا کر پیدا کیا گیا تھا۔ بخدا! وہ یکتائے روزگار تھے انتہائی محتاط تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے بہت سے امور تیار کیے تھے ان سے ہی روایت ہے: جب تم نے حضرت عمر فاروق کا تذکرہ کیا مجلس طویل ہو گئی۔

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اس دن فرمایا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ آج اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ امام شعبی نے لکھا ہے: لوگوں نے ایک چیز میں اختلاف کیا ذرا دیکھو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا کیا تھا وہ کوئی کام نہ کرتے تھے حتیٰ کہ مشاورت کر لیتے تھے۔

حضرت قبیصہ بن جابر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کی میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کر کتاب اللہ کو جانتا ہو، دین الٰہی کی زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہو اور جو ان سے زیادہ غور و فکر کے اعتبار سے احسن ہو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم اپنی محافل کو پاک کرنے کا ارادہ کرتے ہو تو کثرت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا کرو ان سے ہی روایت ہے: جس گھرانے کے لوگوں نے ان کا جانا محسوس نہ کیا وہ بہت برے گھرانے والے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا سے زہد سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ آخرت میں رغبت بھی ہم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ ہم جانتے تھے کہ کس وجہ سے حضرت عمر فاروق کو ہم پر فضیلت ملی۔ وہ دنیا میں ہم سب سے زیادہ زاہد تھے۔ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے انہیں شوربہ اور زیتون پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک برتن میں دو سالن نہ کھاؤں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ سے ملاقات کر لوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس کی قمیض پر کندھوں کے مابین چار پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت ابو عثمان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروق کو دیکھا وہ ابھی جہاد کر رہے تھے۔ انہوں نے ازار پہنا ہوا تھا وہاں چمڑے کے ٹکڑے کا پیوند لگایا گیا تھا۔

کسی اور شخص سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قمیض پر ۱۴ پیوند تھے ان میں سے ایک چمڑے کا ٹکڑا تھا۔

۵-شہادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تھے: مولا! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر خوباں میں موت دے۔ انہوں نے ان کے قاتل کا تذکرہ کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں شہادت عطا فرمائی جب مجمی ابولولوہ فیروز نے انہیں نیزہ مارا یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ یہ مسجد نبوی کے گوشوں میں چھپا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق نماز صبح پڑھ رہے تھے اس نے زہر آلود ایسی چھری سے ان پر وار کر دیا جس کی دو طرفیں تھیں ان کے کندھے اور پہلوؤں پر وار کئے۔ انہوں نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ اس نے میرا قاتل وہ شخص نہ بنایا جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس نے ان کے ساتھ ۱۳ افراد کو نیزہ مارا۔

جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ باقی زندہ رہے اس پر چادر پھینک دی گئی جب اس نے محسوس کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا تو اس نے خودکشی کر لی۔ دوسری روایت میں ہے کہ عراق کے ایک شخص نے اس پر کپڑا پھینکا جب وہ چادر اس کے ارد گرد لپٹ گئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا وہ ان کے پیٹ سے نکل گیا۔ انہیں علم ہو گیا کہ اب وصال کا وقت قریب آ گیا ہے صحابہ کرام نے وصیت کے لئے کہا۔ انہوں نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنا دی جو حضرات علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں ان سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے۔ انہوں نے فرمایا: مسلمان ان میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنا لیں میں ان چھ میں سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں سمجھتا۔ جو ان پر قرض تھا اس کا حساب کیا گیا وہ تقریباً ۸۶۰۰۰ دراھم تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اگر یہ قرض میرے مال سے ادا ہو سکے تو ادا کر دینا ورنہ بنو عدی سے مدد لے لینا۔ اگر ان کے اموال کافی نہ ہوں تو قریش سے مدد لے لینا ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ جانا، پھر انہوں نے اپنے فرزند دلبند حضرت عبداللہ کو حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ فرمایا: عرض کرنا کہ عمر آپ کو سلام دے رہا ہے۔ امیر المؤمنین نہ کہنا آج میں ان کا امیر نہیں ہوں۔ عرض کرنا: عمر اذن مانگ رہا ہے کہ اسے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ وہ حاضر ہوئے سلام کیا۔ اذن طلب کیا۔ اندر گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے یہ جگہ تو اپنے لئے بچا کر رکھی تھی، لیکن میں آج حضرت عمر کو خود ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ آئے تو حضرت عمر فاروق نے پوچھا: کیا خبر لے کر آئے ہو؟ عرض کی: جو آپ کو پسند ہو انہوں نے اذن دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا: الحمدللہ! اس سے اہم امر میرے نزدیک اور کوئی نہ تھا جب میری روح نکل جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا۔ سلام عرض کرنا اور عرض کرنا: عمر اذن مانگ رہا ہے اگر وہ اذن دے دیں تو مجھے اندر دفن کر دینا اگر رد کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ انہوں نے کفن میں میانہ روی اختیار کرنے کی وصیت کی نیز یہ کہ وہ غلو نہ

کریں۔ بدھ کے روز وہ زخمی ہوئے۔ ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا چوبیسواں سال تھا ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ نے انہیں غسل دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی چارپائی پر انہیں اٹھایا گیا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے چار تکبیریں کہیں۔ اتوار کے روز جب کہ محرم کا چاند طلوع ہو گیا تھا۔ اب ۲۴ھ تھا۔

ایک قول کے مطابق وصال جب ہوا تو ذوالحجہ کی چار راتیں باقی تھیں یا تین راتیں یا ایک رات باقی تھی وقت وصال عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے اس طرح روایت ہے۔ جمہور نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ، ابوبکر، عمر، علی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے وصال کی عمریں ۶۳ سال تھیں۔ ان کی قبر انور میں حضرات عبداللہ، عثمان اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم اترے۔ انہوں نے سب سے پہلے درہ بنایا ان کی خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا۔ دمشق، زرنیم، قرقیسیا، السوس، یرموک فتح ہوا، پھر جابیہ، اہواز پھر جلولاء ۹ھ کو فتح ہوا۔ اس کا امیر حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ قیساریہ فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت معاویہ تھے۔ باب نون فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت عمرو بن عاص تھے، پھر نہاوند فتح ہوا۔ اس کے امیر نعمان بن میمون مزنی تھے۔ یہ ۲۱ھ کو فتح ہوا۔ ۲۲ھ کو الاہواز فتح ہوا۔ اس کے امیر حضرت مغیرہ بن شعبہ تھے اصطخر اور ہذان ۱۹ھ کو فتح ہوئے۔ انہوں نے لگا تار دس سال تک لوگوں کو حج کرایا (رضی اللہ عنہ)۔

تنبیہ

کرمانی نے لکھا ہے: اگر تم کہو کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام سے افضل تھے انہوں نے کہا:

مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ (ص:۴۱)

ترجمہ: (الٰہی) پہنچائی ہے مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ۔

تو میں کہوں گا نہیں اذ زمانہ ماضی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ یہ زمانہ حال کے ساتھ خاص ہے یہ اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ نیز یہ رستے پر چلنے کی حالت کے ساتھ مقید ہے، ممکن ہے کہ شیطان کسی اور کیفیت میں ان سے ملاقات کر لیتا ہو۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے: ممکن ہے کہ آپ نے شیطان کی ان سے دوری کے لئے ضرب المثل بیان کی ہو کہ شیطان اور اس کے چیلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دور رہتے ہیں۔ وہ ان پر تسلط نہیں جما سکتے کیونکہ جب تم نیکی کے رستے پر چلتے ہو یا برائی سے روکتے ہو تو شیطان اس میں نفاذ کرتا ہے اسے چھوڑتا نہیں ہے لیکن شیطان کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ حضرت عمر فاروق میں وسوسہ سازی کرتا اور وہ کسی کام کو چھوڑ دیتے اور کسی اور راستے پر چلنے لگتے۔ اس طریق سے مراد حقیقی رستہ نہیں ہے کیونکہ ارشاد بانی ہے۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ (الاعراف:۲۷)

ترجمہ: بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جہاں سے تم نہیں دیکھتے ہو انہیں۔

وہ اس وقت ان سے نہ ڈرتا ہو جب ان سے رستے میں ملتے ہوں کیونکہ وہ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

نواں باب

حضرت امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

ولادت

ان کی ولادت واقعہ فیل سے چھ سال بعد ہوئی۔ ۲۴ھ ماہ محرم الحرام میں ان کی بیعت کی گئی ان کی مدت خلافت بارہ سال ہے مگر چند روز کم۔

۲-وہ ان دس افراد قدسیہ میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت ملی

وہ اس مجلس شوریٰ میں سے ایک تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بنائی تھی۔ انہوں نے فرمایا: میں زندہ اور مردہ حالت میں تمہارا معاملہ نہ اٹھاؤں گا اگر رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے وہ تمہیں ان میں سے بہترین پر جمع کر دے گا جیسے اس نے تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تم میں سے بہترین پر تمہیں جمع کر دیا تھا۔ میرا گمان نہیں کہ لوگ حضرت عثمان غنی یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روگرداں ہوں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وحی لکھتے تھے۔ یہ مجلس شوریٰ درج ذیل حضرات قدسیہ پر مشتمل تھی۔

حضرات عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ جب حضرت عمر فاروق کا وصال ہو گیا جنازہ لایا گیا تو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھانے کے لئے جلدی کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں کہا! تم میں سے کسی نے بھی نماز جنازہ نہیں پڑھانی۔ یہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مقدر میں ہے جن کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی ہے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے لوگوں کو نماز جنازہ پڑھائی جب یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو حضرت مقداد بن اسود نے انہیں حضرت مسور بن مخرمہ کے گھر، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں یا بیت المال میں، یا حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر جمع کیا۔

پہلا قول زیادہ مناسب ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کی نگہبانی کرنے لگے۔ حضرت زبیر نے اپنا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ حضرت طلحہ نے اپنا معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: بخدا! میں اپنا حق چھوڑتا ہوں۔ بخدا! میں پوری کوشش کروں گا جو تم دونوں میں سے مستحق ہو گا اس کو خلیفہ بنا دوں گا۔ انہوں نے کہا: درست ہے: پھر انہوں نے: ان دونوں میں سے ہر ہر کے فضائل بیان کئے ان سے عہد و میثاق لئے کہ اگر انہوں نے انہیں خلیفہ بنا دیا تو وہ عدل کریں گے اور اگر دوسرے کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ اس کی

بات کوغور سے سنیں گے۔ ہر ایک نے اقرار کرلیا، پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہر ایک کے بارے مشورہ کرنے کے لئے اٹھے۔ انہوں نے ایک ایک دو دو افراد کے ساتھ مشورہ کیا۔ اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ مشورکیا۔ خفیہ اور پوشیدہ مشورہ کیا۔ پردہ نشین خواتین سے مشورہ کیا۔ مکتبوں میں بچوں سے مشورہ کیا۔ مدینہ طیبہ میں آنے والے قافلوں اور اعرابیوں سے پوچھا تین شب و روز تک خوب محنت کی دو افراد میں بھی اختلاف نہ پایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مقدم کریں، مگر حضرت عمار اور حضرت مقداد سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تھا، پھر انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ بیعت کرلی تھی۔
ان دنوں میں حضرت عبدالرحمٰن نے خوب محنت کی پھر وہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھے۔ اس سیڑھی پر کھڑے ہو گئے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے۔ بہت زیادہ وقوف کیا بہت لمبی دعا کی پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے تم سے خفیہ پوچھا اعلانیہ پوچھا ایک ایک دو دو کرکے پوچھا میں نے تمہیں دیکھا کہ تم ان دونوں افراد سے روگرداں نہ ہوں گے۔ علی! میری طرف اٹھیں وہ اٹھ کر ان کی طرف گئے وہ منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑا کہا: کیا تم مجھے کتاب الٰہی اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر بیعت کرو گے اسی طرح مجھے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جیسے افعال پر بیعت کرو گے؟ انہوں نے فرمایا: بخدا! نہیں۔ مگر جدوجہد اور طاقت پر۔ انہوں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر کہا: عثمان اٹھیں انہیں کہا: کیا تم مجھے کتاب الٰہی، اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ اور حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے افعال جیسے افعال پر بیعت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں! انہوں نے مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھایا ان کا ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا عرض کی: مولا! اس کا گواہ بن جا۔ تین بار اس طرح فرمایا: مولا! اس ضمن میں جو کچھ میرے ذمے تھا میں نے حضرت عثمان کے ذمہ ڈال دیا۔ لوگ تیزی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ایک قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں ان کی بیعت کی۔ یہی تفصیل قابل اعتماد ہے البتہ جو کچھ مؤرخین اور اہل سیر کی کتب میں لکھا گیا ہے اس کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی گئی تو وہ منبر پر چڑھے۔ اسی روز عصر کے بعد یا زوال سے پہلے منبر پر چڑھے۔

حضرت عبدالرحمٰن منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا پھر فرمایا: اے لوگو! تم مدت مقررہ (موت) کے بقیہ ہو۔ اس خبر کے ساتھ اپنی موتوں کی طرف جلدی کرو جس پر تم قادر ہو۔ دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، نہ ہی وہ سخت دھوکہ باز تمہیں فریب میں مبتلا کرے گزشتہ لوگوں سے عبرت حاصل کرو۔ مدت پوری ہوئی تو وہ چلے گئے تم غفلت شعار نہ بنو۔ دنیا کے بیٹے اور اس کے بھائی کہاں ہیں۔
اسے محکم کرنے والے، آباد کرنے والے اور عرصہ دراز تک اس سے لطف اندوز ہونے والے کہاں ہیں کیا اس نے انہیں پھینک نہیں دیا۔ دنیا کو وہیں رکھو جہاں رب تعالیٰ نے اسے رکھا ہے۔ آخرت کو طلب کرو۔ رب تعالیٰ نے اس کی رغبت پیدا کی ہے۔ رب تعالیٰ نے سب کے لئے ضرب المثل بیان کی ہے فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۴۵ (الکھف:۴۵)

ترجمہ: بیان فرمایئے ان سے دنیوی زندگی کی (ایک اور) مثال یہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے اتارا ہے آسمان سے پس گنجان ہو کر اگتی ہیں اس پانی سے زمین کی انگوریاں پھر کچھ عرصے کے بعد وہ خشک بوسیدہ گھاس ہو جاتی ہے اڑائے پھرتی ہیں اسے ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہے کہ جب ان کی بیعت کر لی گئی تو وہ لوگوں کی طرف باہر نکلے انہیں خطبہ دیا رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ فرمایا: اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو۔ خوف خدا مفت کا مال ہے۔ لوگوں میں سے دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو کیا اور موت کے بعد کے لئے کام کیا۔ دوسرے خطبہ میں فرمایا: ابن آدم! جان لے موت کا فرشتہ جسے تم پر موکل کر دیا گیا ہے وہ تمہارے پیچھے ہے وہ تجھے تجاوز کر کے کسی اور کی طرف چلا جائے گا جس طرح وہ دوسرے کو تجاوز کر کے تیرے پاس آیا تھا اس نے تیرا قصد کیا ہے اپنی تیاری کر لے۔ غفلت سے کام نہ لو وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ جان لو اگر تم اپنے آپ سے غافل رہے اور تیاری نہ کی تو رب تعالیٰ سے ملاقات ضروری ہے اپنے نفس کے لئے لے لو اپنے علاوہ کسی اور کے سپرد نہ کرو۔ والسلام۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا: رب تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لئے عطا کی ہے تا کہ اس کے ذریعے تم آخرت کو طلب کرو۔ تمہیں یہ اس لیے نہ دی تا کہ تم اس کی طرف جھکو۔ دنیا فنا ہو جائے گی آخرت باقی رہے گی باقیہ کو چھوڑ کر فانیہ کے پیچھے نہ بھاگو باقی کو فانی پر ترجیح نہ دو۔ دنیا ختم ہونے والی ہے انجام رب تعالیٰ کی طرف ہے۔ رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تقویٰ اس کے عذاب سے ڈھال ہے اس کے ہاں وسیلہ ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ (آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں) دشمن پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے حیاء

امام احمد نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے اذن طلب کیا آپ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ آپ اس طرح رہے انہوں نے اپنا کام کیا پھر چلے گئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا آپ نے انہیں اذن

دے دیا آپ اسی حالت پر رہے انہوں نے اپنی ضرورت پوری کی اور چلے گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے فرمایا: اپنے کپڑے درست کرلو۔ انہوں نے اپنا کام کیا اور چلے گئے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے لیے اس طرح سیدھے ہو کر نہ بیٹھے تھے جیسے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے بیٹھے تھے؟ آپ نے فرمایا: عثمان باحیاء شخص ہیں مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں انہیں اسی حالت پر اجازت دے دیتا تو وہ اپنا کام نہ کرسکتے۔

امام مسلم نے حضرت لیث بن سعد سے، امام زہری سے حضرات عطاء، سلیمان، ابوسلمہ، سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا۔ وہ اندر آ گئے پھر حضرت عمر فاروق نے اذن طلب کیا وہ بھی آ گئے پھر حضرت سعد بن ابی وقاص نے اذن طلب کیا وہ بھی اندر آ گئے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا آپ محو گفتگو تھے۔ گھٹنوں سے کپڑا اٹھا ہوا تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذن طلب کیا تو آپ نے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔ آپ نے حضرت ام المومنین سے فرمایا: پیچھے چلی جاؤ۔

انہوں نے کچھ دیر گفتگو کی پھر باہر نکل گئے ام المومنین نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد گرامی اور ان کے ساتھی داخل ہوئے آپ نے گھٹنوں پر کپڑا نہ کیا مجھے خود سے دور نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرشتے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس طرح حیاء کرتے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء کرتے ہیں اگر وہ اندر آتے اور تم بیٹھی ہوتی وہ بات نہ کرتے وہ سر نہ اٹھاتے حتیٰ کہ باہر نکل جاتے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں حیاء کے اعتبار سے شدید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے حضرت عثمان غنی میری امت میں سے سب سے زیادہ باحیاء اور کریم ہیں۔ ابویعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء اور پاکدامن ہیں۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ ابن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء شخص ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی باحیاء شخص ہیں فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے حضرت عثمان غنی گزرے اس وقت میرے پاس کچھ فرشتے تھے انہوں نے کہا: یہ امیین میں سے شہید ہیں ان کی قوم انہیں شہید کر دے گی ہم ان سے حیاء کرتے ہیں۔

۴۔جیش العسرۃ کا سامان مہیا کرنا

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ سے، ابن عساکر نے یوسف بن سہل سے، زید بن اسلم سے، لیث بن ابی سلیم سے، الطبرانی نے الاوسط میں، ابن عساکر نے ابن مسعود سے، ابونعیم نے الحلیہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مولا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف ھیباء اونٹنی بھیجی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! انہیں پل صراط عبور کرادے یا یہ دعا مانگی: مولا! عثمان کے وہ سارے گناہ معاف کر دے جو انہوں نے پہلے کئے جو بعد میں کئے جو خفیہ کئے جو اعلانیہ کئے جو ظاہراً کئے جو باطناً کئے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: عثمان! رب تعالیٰ تمہارے وہ گناہ معاف کرے جو تم نے پہلے کئے یا بعد میں کئے یا اعلانیہ کئے یا خفیہ کئے ظاہری کئے یا چھپ کر کئے جو تم سے سرزد ہوئے یا روزِ حشر تک ہوں گے۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ نے جیش العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر آئے انہوں نے انہیں آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! آج کے بعد عثمان کا وہ عمل فراموش نہ کر جو وہ کریں۔ الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو انہوں نے پانی کی شکایت کی بنو غفار کے ایک شخص کا کنواں تھا جسے رومہ کہا جاتا تھا وہ ایک مد کی ایک مشک دیتا تھا آپ نے اسے فرمایا: مجھے جنت کے ایک چشمے کے عوض فروخت کر دے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے اور میرے عیال کے لئے اس کے علاوہ آمدن کا کوئی ذریعہ نہیں مجھ میں یہ استطاعت نہیں۔ یہ بات حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے سن لی۔ انہوں نے ۳۵۰۰۰ دراہم کا اسے خرید لیا۔

پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اس کے عوض میرے لیے وہ چشمہ مقرر کرتے ہیں جو جنت میں ہے آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کی: میں نے اسے خرید لیا ہے اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عثمان غنی آئے آپ سے اذن طلب کیا آپ نے اذن دے دیا آپ کافی دیر تک ان سے سرگوشی فرماتے رہے پھر فرمایا: عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا منافقین وہ قمیص اتارنے کی کوشش کریں گے اسے نہ اتارنا آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمان! عنقریب میرے بعد خلافت تمہارے سپرد ہوگی منافق اسے اتارنے کی کوشش کریں گے اسے نہ اتارنا اس دن روزہ رکھ لینا اور میرے پاس آکر افطار کرنا۔ حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان ایک گھر

سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں تو جنت ان کے لئے چمکتی ہے۔ خطیب نے المتفق میں، ابن عساکر نے طلحہ بن عبید اللہ سے، ابو ہریرہ سے، ام المومنین حضرت عائشہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر سے، امام احمد اور ترمذی نے نعمان بن بشیر اور حضرت عائشہ سے (یہ حسن غریب) روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عثمان! رب تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا لوگ اسے اتارنا چاہیں گے یا منافقین اسے اتارنا چاہیں گے اسے نہ اتارنا حتیٰ کہ تم میرے ساتھ ملاقات کرلو۔ اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکو گے۔ بابخدا! اگر تم نے اسے اتار دیا تو تم جنت نہ دیکھ سکو گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے کندھے پر مارا فرمایا: عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا منافق اسے اتارنا چاہیں گے تم اسے نہ اتارنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرلو۔ خطیب نے المتفق اور المفترق میں ابن عساکر نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے، ترمذی، ابویعلی ابن عساکر طلحہ بن عبید اللہ سے، ابن ماجہ، ابن عدی، ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی کا جنت میں کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا جنت میں میرے رفیق عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں ابن عدی نے الکامل میں، عقیلی نے الضعفاء میں، ابن عساکر اور دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اور عثمان اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی میری امت کے ایسے ستر ہزار افراد کی شفاعت کریں گے جن پر آگ لازم ہو چکی ہوگی حتیٰ کہ رب تعالیٰ ان سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔ الطبرانی نے الکبیر میں عبد الرحمن بن عفان دوسی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے آپ کی لخت جگر ان کا سر دھو رہی تھیں۔ فرمایا: نور نظر! ابوعبد اللہ کا سر اچھی طرح دھونا۔ وہ میرے صحابہ کرام میں سے خُلق میں میرے مشابہ ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں عصمہ بن مالک خطمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عثمان غنی کا نکاح کر دو اگر میری تیسری نور نظر بھی ہوتیں تو میں ان کا نکاح اس سے کر دیتا۔ میں نے ان کا نکاح وحی الٰہی سے کیا ہے۔ ابویعلی، بیہقی اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ ان کے ہمراہ ہو حضرت عثمان حضرت لوط کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہجرت کی۔ ابویعلی اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان دنیا میں میرے دوست اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب بھی آپ منبر پر چڑھے آپ نے فرمایا: عثمان جنتی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا کوئی نہ کوئی خلیل ہوتا ہے میرا خلیل حضرت عثمان غنی ہیں۔

امام احمد، حاکم، ابونعیم نے عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین سے، امام احمد نے عبدالرحمٰن بن خباب سلمی سے، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد حضرت عثمان جو عمل بھی کریں وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔ ابن راہویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن سلام اہل مصر کے پاس تشریف لے جانے سے قبل قریش کے رؤساء کے پاس گئے۔ انہیں کہا: اس شخص (عثمان غنی) کو شہید نہ کرو۔ انہوں نے کہا: بخدا! ہم انہیں شہید نہیں کرنا چاہتے وہ باہر نکلے وہ کہہ رہے تھے: بخدا! یہ ضرور انہیں شہید کر دیں گے، پھر ان سے کہا: انہیں شہید نہ کرو یہ چالیس روز تک وصال کر جائیں گے، کچھ دنوں کے بعد کہا: انہیں شہید نہ کرو یہ پندرہ روز تک وصال کر جائیں گے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت طاؤس سے روایت کیا ہے جب حضرت عثمان غنی شہید ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا: تم اپنی کتب میں ان کے اوصاف کیسے پاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: ہم پاتے ہیں کہ وہ روز حشر قاتل اور خاذل (رسواء کرنے والے) پر امیر ہوں گے۔

امام بغوی نے حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو ذوقربات حمیری سے کہا گیا یہ یہودیوں کا سب سے بڑا عالم تھا۔ ذوالقربات! ان کے بعد کون ہو گا؟ اس نے کہا: امین یعنی ابوبکر: پوچھا گیا ان کے بعد اس نے کہا: لوہے کا سینگ یعنی عمر فاروق اس سے پوچھا گیا ان کے بعد اس نے کہا: الازھر یعنی عثمان کہا گیا ان کے بعد اس نے کہا: الوضاح المنصور یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ابن راہویہ نے، الطبرانی نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: ۴۰ھ کے قریب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے۔ ان کے بعد صلح ہو جائے گی۔ ابن سعد نے حضرت ابوصالح سے روایت کیا ہے کہ ایک حدی خواں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لے کر جا رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

ان الامیر بعدہ علی   وفی الزبیر خلف موضی

ترجمہ: ان کے بعد امیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے بعد عمدہ جانشین ہوں گے۔

حضرت کعب نے فرمایا: بلکہ معاویہ ہوں گے۔ انہوں نے اس کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ابواسحاق! یہ کیسے ہو سکتا ہے یہاں بڑے بڑے اصحاب رسول ﷺ ہیں حضرت علی ہیں، حضرت زبیر ہیں اور تم ان کے ساتھی ہو۔ الطبرانی، بیہقی نے محمد بن یزید الثقفی سے روایت کیا ہے کہ حضرات قیس بن حرشہ اور کعب الاحبار نے باہم رفاقت کی حتیٰ کہ وہ صفین پہنچے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ رک گئے کچھ دیر کے لئے دیکھا پھر فرمایا: اس جگہ مسلمانوں کا خون گرے گا کہ کسی قطعۂ زمین پر اتنا خون نہ گرا ہو گا۔ حضرت قیس نے عرض کی: آپ کیا جانتے ہیں اس غیب کو تو رب تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا: ہاتھ بھر بھی زمین ایسی نہیں مگر تورات میں اس کے متعلق لکھا ہے

کہ اس پر کیا ہوگا اور اس میں سے کیا نکلے گا روز حشر تک۔

۵۔ شہادت، آثار اور فتوحات

حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ان سے راضی تھے۔ ذوالحجہ کے آٹھ روز گزر چکے تھے کہ جمعۃ المبارک کے روز انہیں شہید کر دیا یا ذوالحجہ کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے عصر کے بعد انہیں شہید کیا گیا۔ ۳۵ ھ تھی جنت البقیع میں مدفون ہوئے ایک اور قول کے مطابق اس دن بدھ تھا ان کی عمر ۹۰ یا ۸۸ سال تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی رات کے وقت انہیں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت ان کی قبر انور مخفی کر دی گئی رات کے وقت اس لئے دفن کیا گیا کیونکہ دن کے وقت انہیں دفن کرنا مشکل تھا کیونکہ قاتلین کی تعداد زیادہ تھی ایک قول یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائی گئی۔ غسل بھی نہ دیا گیا۔ انہیں کپڑے سمیت خون میں ہی دفن کر دیا گیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت حکیم بن حزام نے یا حضرت مسور بن مخرمہ نے یا مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی دو بیویاں حضرت نائلہ اور ام البنین تھیں۔ انہوں نے ان لوگوں کی راہ نمائی ان کی قبر تک کی تھی جو ان کی قبر میں اترے تھے۔ انہوں نے ان کے لئے لحد بنائی۔ ان کی قبر انور کو غائب کر دیا۔ خود منتشر ہو گئے۔ حضرت نائلہ کے دانت بہت خوبصورت تھے پتھر کی وجہ سے ان کے دانت ٹوٹ گئے۔ انہوں نے کہا: بخدا! عثمان کے بعد کوئی بھی تمہیں سنوارا ہوا نہ دیکھ سکے گا۔ حضرت امیر معاویہ نے شام میں انہیں پیغام نکاح دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فتنے کا ذکر کیا فرمایا: اس روز عثمان مظلومیت سے شہید ہوں گے۔ انہوں نے ابو سہلہ مولی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے میں اس پر صبر کروں گا۔ انہوں نے جاہلیت میں کبھی بھی پاجامہ نہ پہنا تھا نہ ہی اسلام میں پہنا تھا مگر جس روز شہید ہوئے اس روز پہن لیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عثمان بن موہب سے روایت کیا ہے کہ اہل مصر میں سے ایک شخص آیا اس نے بیت اللہ کا حج کیا۔

اس نے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: وہ قریش ہیں پوچھا: ان میں سے بزرگ کون ہے؟ اسے بتایا گیا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ اس نے کہا: ابن عمر! میں کچھ سوالات کرنے لگا ہوں مجھے ان کے جوابات دینا۔ کیا تم جانتے ہو کہ احد کے روز حضرت عثمان غنی بھاگ گئے تھے تم جانتے ہو کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی انہوں نے کہا: ہاں اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے بیعت رضوان بھی نہ کی تھی انہوں نے کہا: ہاں! اس شخص نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لیے تفصیل بیان کرتا ہوں یہاں تک غزوہ احد میں فرار کا تعلق ہے تو میں

گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ (آل عمران: ۱۵۵)

ترجمہ: بے شک جو پیٹھ پھیر گئے تم سے اس روز جب مقابلہ میں نکلے تھے دونوں لشکر تو پھسلا دیا تھا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے، اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں۔

21

وہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی لخت جگر ان کی زوجیت میں تھیں وہ علیل تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: تمہارے لئے اس شخص کی طرح اجر اور حصہ ہے جس نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ جہاں تک بیعت رضوان کا تعلق ہے تو کوئی اگر حضور اکرم ﷺ کو وادی مکہ میں ان سے زیادہ معزز ہوتا تو اسے بھیج دیتے۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہ بیعت ان کے مکہ مکرمہ جانے کے بعد ہوئی تھی۔ آپ نے دائیں ہاتھ کو فرمایا تھا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے اسے دوسرا دستِ اقدس پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب یہ جوابات اپنے ساتھ لے جاؤ۔

ابو یعلی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا: اے لوگو! میں نے آج رات عجب خواب دیکھا ہے میں نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا جو عرش کے اوپر تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس کے پایوں میں سے ایک کے پاس آئے پھر حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما وہیں حاضر ہوئے، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ آگئے۔ انہوں نے عرض کی: مولا! اپنے بندوں سے پوچھ انہوں نے مجھے کیوں شہید کیا: آسمان سے زمین کے خون کے اوپر نالے بہ نکلے۔ روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ حسن کیا بیان کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ بیان کر دیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلم کے ساتھ خنجر کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتلین پر لعنت کرے۔

انہوں نے دس سال لگاتار لوگوں کو حج کرائے جس سال انہوں نے بیعت لی اس سال الری کے سارے شہر فتح ہو گئے یعنی ۲۴ھ میں۔

۲۵ھ میں آرمینیا کے شہر فتح ہوئے۔ ۲۶ھ کو اسکندریہ دوسری بار فتح ہوا۔ قیروان وغیرہ فتح ہوا۔ ۲۷ھ کو افریقہ اور بلاد مغرب فتح ہوئے۔ ۲۸ھ اصطخر اور اس کے ارد گرد فتح ہوئے۔ ۲۹ھ میں دوسری بار ایران کے شہر فتح ہوئے۔

۳۰ھ میں سمندری جہاد کا آغاز ہوا مغرب کے بہت سے شہر فتح ہوئے۔ ۳۱ھ میں صقلیہ وغیرہ فتح ہوئے۔ ۳۲ھ کو قبرص فتح ہوا۔ ۳۳ھ میں اندلس کے کچھ شہر فتح ہوئے۔ ۳۴ھ میں ذوحسب کی جنگ ہوئی اور خراسان اور اس کا ارد گرد فتح ہوا۔ ۳۳ھ میں ہند، مغرب اور اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد

کرتے تھے۔ اگر ایک جمعہ کو کسی وجہ سے غلام آزاد نہ کر سکتے تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد کر دیتے۔

ان کے غلام حمدان کی روایت ہے کہ جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا وہ ہر روز غسل کرتے تھے جب سے حضور ﷺ کی بیعت کی تھی اس وقت اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہ لگایا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: آمنت باللہ الذی خلق فسوی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نقش تھا: آمن عثمان باللہ العظیم۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایام محصوری میں ایک عورت آتی تھی اس کے ہاں بچہ ہوا ایک دن انہوں نے اسے مفقود پایا۔ ان سے عرض کی گئی: اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔ انہوں نے اس کے پاس سنبلانی پچاس دراھم بھیجے۔ فرمایا: یہ تمہارے بچے کے کھانے اور کپڑوں کے لئے ہیں۔ جب ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس کے دراھم ایک سو تک بڑھا دیں گے۔ وہ حجر اسود کے پاس ایام حج میں ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کر دیتے تھے یہی ان کا طریقہ تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا۔ (الزمر:۹)

ترجمہ: بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے اور کبھی کھڑے ہوئے۔

سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ (النحل:۷۶)

ترجمہ: کیا برابر ہو سکتا ہے یہ (نکما) اور وہ شخص جو حکم دیتا ہے عدل کے ساتھ اور وہ راہ راست پر گامزن ہے۔

سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت حسان نے فرمایا ہے:

ضحوا باشمط عنوان السجود له یقطع اللیل تسبیحاً و قرآنا

ترجمہ: وہ چاشت کے وقت سفید و سیاہ بال والے کے سجود کا عنوان بن گئے وہ رات کو تسبیح پڑھتے اور قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتا ہے۔

حضرت حسن نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہمارے قلوب پاکیزہ ہوں تو ہم اپنے رب تعالیٰ کے کلام سے سیراب ہوں۔ مجھے ناپسند ہے کہ مجھ پر ایسا دن آئے جس میں مصحف پاک کی زیارت نہ کروں۔

جب وہ رات کو اٹھتے تھے تو اہل خانہ میں سے کسی کو وضو میں مدد لینے کے لئے نہ جگاتے تھے وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ وہ بند کمرہ میں بھی اپنا ازار نہ اتارا کرتے تھے۔ وہ اپنی پشت سیدھی نہ کرتے تھے یہ ان کے حیاء کی شدت کی وجہ سے تھا۔

ان کی سب سے بڑی فضیلت ایک صحیفہ پر اتفاق کرانا اور باقی کو جلا دینا ہے۔ ابو داؤد نے کتاب المصاحف اپنی سند سے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف کو جلا دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اگر اس طرح نہ کرتے تو میں ضرور کرتا۔ اسے طیالسی نے اور عمر بن مسروق نے حضرت شعبہ سے بھی روایت کیا ہے اس کی وجہ یہ

ہے کہ انہیں قرآن پاک میں اختلاف کا خطرہ تھا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کسی جہاد میں تھے وہاں اہل شام میں سے کثیر لوگ موجود تھے ان میں سے کچھ حضرات مقداد بن اسود اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق پڑھ رہے تھے۔اہل عراق حضرات ابن مسعود اور ابی رضی اللہ عنہما کے روایت کے مطابق پڑھ رہے تھے جو یہ نہ جانتا تھا کہ قرآن پاک سات لہجوں میں اترا ہے۔وہ ایک کو دوسرے کی قرات پر ترجیح دے رہا تھا حتیٰ کہ معاملہ اس کی خطاء اور کفر تک جا پہنچتا اس سے شدید اختلاف کی طرف راہ نکلتی تھی۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے عرض کی: امیر المؤمنین! اس امت کو سنبھال لیجیے۔ اس سے قبل کہ ان کے مابین اس طرح اختلاف ہو جیسے یہود و نصاریٰ کا ان کی کتب کے متعلق ہوا تھا۔اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اس کے متعلق مشاورت کی۔

ان سب نے مصحف کی کتابت پر اتفاق کیا اور سارے صوبوں کے لوگوں کو اس کی قرات پر متفق کیا جائے۔اس صحیفہ کو منگوایا گیا جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے اور جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی حیات طیبہ میں تھا پھر یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا جب وہ شہید ہوئے تو یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا گیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے منگوایا۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ اسے لکھیں سعید بن عاص اموی ان سے املا کریں۔اس وقت حضرات عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن حارث بھی شامل تھے۔انہوں نے انہیں حکم دیا کہ جب کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی لغت کے مطابق لکھ لیں۔انہوں نے اہل شام کے لئے ایک مصحف لکھا اہل مصر کے لیے ایک مصحف لکھا۔اسے بصرہ بھیجا۔ایک مصحف مبارک کوفہ بھیجا ایک مکہ مکرمہ بھیجا ایک مدینہ طیبہ میں رکھا۔یہ سارے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خط میں تھے۔ان میں سے ایک بھی ان کے خط میں نہ تھا۔یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خط میں تھے انہیں مصاحف عثمانیہ کہا جاتا تھا۔انہیں ان کے حکم، زمانہ اور خلافت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف جلا دیئے تھے۔بخدا! انہوں نے صحابہ کرام کی مشاورت سے جلائے تھے اگر میں اس منصب پر ہوتا جن پر وہ تھے تو میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔یہ اجماع صحابہ سے ہوا تھا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

نسب پاک

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ آپ سے مل جاتے ہیں سب سے قریبی نسب آپ ہی کا تھا۔ وہ بنو ہاشم کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ انہیں قریشی ہاشمی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد سے موسوم کیا جاتا تھا۔

کنیت اور والدین

ان کی کنیت ابوالحسن تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابوتراب رکھی۔ اگر اس کنیت سے انہیں پکارا جاتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد تھا۔ وہ ہاشمیہ تھیں۔ ہاشمی کو پیدا کیا انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں وصال کیا تھا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہی جلوہ افروز تھے۔ آپ نے انہیں دفن فرمایا، اپنی قمیض مبارک پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹ گئے

الطبرانی نے الاوسط میں اور الکبیر میں صحیح کے راویوں سے سوائے روح بن صلاح کے، ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے اس میں ضعف ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی سے اوسط میں سعدان بن ولید سے، ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ فرمایا: میری امی جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میری والدہ ماجدہ کے بعد آپ ہی میری امی جان تھیں۔ آپ خود کو بھوکا رکھا کرتی تھیں اور مجھے سیر کراتی تھیں۔ خود کپڑے نہ پہن کر مجھے کپڑے دیتی تھیں۔ عمدہ چیز خود سے روک کر مجھے عطا کرتی تھیں۔ اس سے آپ کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول اور دار آخرت تھا، پھر آپ نے انہیں غسل دینے کا حکم دیا کہ انہیں تین تین بار غسل دیا جائے۔ جب کافور ملا پانی آیا تو آپ نے اپنے دست اقدس سے اسے ان پر انڈیلا اپنی قمیض مبارک اتاری۔ انہیں پہنائی۔ اس پر چادر سے کفن دیا پھر حضرات اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو بلایا ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے ان کی قبر انور کھودی۔ لحد تک پہنچے تو اسے اپنے دست اقدس سے کھودا۔ مٹی نکالی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ان کی قبر انور میں داخل ہو کر لیٹ گئے پھر یہ دعا مانگی: رب تعالیٰ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے مارتا ہے۔ وہ خود زندہ جاوید ہے اسے موت نہیں۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف کر دے۔ انہیں ان کی دلیل کی تلقین فرما ان کی قبر انور کو وسیع فرمایا۔ تجھے واسطہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیائے

کرام کا تو سارے راحمین سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔ آپ نے حضرت عباس اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے انہیں قبر انور میں اتارا جب قبر انور پر مٹی ڈال دی گئی تو کسی صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ان کے ساتھ وہ کچھ کیا ہے جو کسی اور کے ساتھ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے انہیں اپنی قمیض پہنائی تا کہ انہیں جنت کے کپڑے پہنائے جائیں۔ میں ان کی قبر میں لیٹا تا کہ ان پر قبر کا بھینچنا آسان ہو جائے یہ جناب ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ مجھ سے حسن سلوک کرتی تھیں۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو جناب ابو طالب گھر میں نہ تھے ان کی والدہ ماجدہ نے ان کا نام حیدرہ، بہادر شیر رکھا۔ جب والد گرامی آئے تو انہوں نے یہ نام ناپسند کیا اور ان کا نام علی رکھا۔ وہ بڑے پیٹ والے تھے دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ تھا، کلائیاں موٹی تھیں، پنڈلیاں پتلی تھیں، پنڈلیوں کا اوپر کا حصہ موٹا تھا، درمیانے قد سے بڑے تھے، کندھے موٹے تھے، داڑھی بڑی اور طویل تھی، اس نے آپ کے سینہ اقدس کو ڈھانپ رکھا تھا۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے قریب سے آپ کی رنگت گندم کو لگتی تھی۔ سر اقدس پر بال کم تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسجد نبوی میں ان کی بیعت کی گئی جب کہ ان کی شہادت کو پانچ دن گزر گئے تھے انہوں نے خلافت قبول نہ کی حتیٰ کہ بہت زیادہ اصرار کیا گیا۔ اس روز ہفتہ تھا اور ۱۷ ذوالحجہ تھی یا جمعرات تھی اور ۲۴ ذوالحجہ تھی۔ ہجرت کا پینتیسواں سال تھا۔ سب سے پہلے حضرت ابو طلحہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے ان کی بیعت کی ان کا یہ ہاتھ غزوہ احد کے روز شل ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ آپ نے تیر اندازی کی تھی۔ انہوں نے پانچ سال اس میں گزارے یا اس سے ایک ماہ کم۔

اولاد پاک

حضرات حسن، حسین، محسن، زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے تھے ان کے علاوہ ان کی بہت سی اولاد تھی۔ حضرات محمد، عمر الاکبر، عباس الاکبر بھی آپ کے لخت جگر تھے ان سب کی اولاد ہوئی۔ حضرات حسن، حسین، محمد الاصغر یہ طائف میں شہید ہوئے تھے۔ عباس الاصغر، عمر الاصغر یہ طائف میں شہید ہوئے تھے عثمان، جعفر یہ بھی طائف میں شہید ہوئے تھے، جعفر بچپن میں وصال کر گئے تھے۔ عبداللہ اکبر یہ بھی طائف میں شہید ہو گئے تھے۔ عبداللہ، یہ بھی بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ ابو علی، ان کا بھی طائف میں وصال ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن، حمزہ، ابو بکر عتیق یہ بھی طائف میں شہید ہوئے تھے۔ عون درج، یحییٰ یہ بھی بچپن میں وصال کر گئے تھے۔ آپ کی صاحبزادیوں میں حضرات زینب صغریٰ، ام کلثوم الکبریٰ، ام کلثوم الصغریٰ، رقیہ الکبریٰ، رقیہ، فاطمہ، فاطمہ الصغریٰ، فاختہ، امۃ اللہ، جمانہ، رملہ، ام سلمہ، ام الحسن، ام الکرام یہ نفیسہ تھیں، میمونہ، خدیجہ امامہ رضی اللہ عنہن۔ یہ

سارے تعداد میں سینتیس تھے۔

۳-فضائل اور علم مبارک

وہ حضور اکرم ﷺ کے بھائی تھے۔آپ کے داماد تھے ابوالسبطین تھے۔ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے۔بنو ہاشم میں سے پہلے خلیفہ تھے۔عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔اس مجلس شوریٰ میں سے ایک رکن تھے جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ ان سے راضی تھے۔خلفاء الراشدین میں سے ایک تھے۔علماء ربانیین میں سے ایک تھے بہادر اور شجاع تھے۔مشہور زاہد تھے۔ پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک تھے۔انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا تھا۔اپنی جان قربان کرتے ہوئے ہجرت کی شب آپ کی چارپائی پر سوئے تھے وہ مکہ میں رہے تاکہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔جہاد میں آپ کا علم وہی اٹھاتے تھے۔دشمن کے سمندر میں اسے لے کر آگے بڑھتے تھے۔انہوں نے آپ کے ساتھ سارے غزوات میں شرکت کی۔ بہادری کا مظاہرہ کیا۔غزوۂ احد میں شرکت کی۔موت پر آپ کی بیعت کی وہ سارے لوگوں سے بہادر تھے جس نے دعوت مبارزت دی اسے تہ تیغ کر دیا۔جب وہ خلیفہ بنے تو تقسیم اور مساوات میں سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سیرت کو اپنایا۔جب ان کے پاس مال آتا تو کچھ بھی نہ بچاتے حتیٰ کہ سب تقسیم کر دیتے۔بیت المال میں جھاڑو دے دیتے۔اس میں نماز ادا کرتے وہ فرماتے: دنیا میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلی جا، اہل دین کو بھی مناصب کے لیے مخصوص کیا ان سے ۵۸۶ روایات منقول ہیں۔امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے بیس پر متفق ہیں نو میں امام بخاری منفرد ہیں۔پندرہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے یہ نہ کہا: مجھے سوال کرلو: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم میں سے نو حصے عطا کئے گئے تھے۔بقیہ ایک میں سارے شریک تھے جب ہمارے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی تو پھر کسی اور کے پاس نہ جاتے تھے۔انہوں نے ایک ماہ کم پانچ سال خلافت کی۔۳۵ھ کو ذوالحجہ کے مہینے میں مسجد نبوی میں ان کی بیعت کی گئی۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت بعجہ بن عبداللہ الجہنی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ایک شخص نے بنو جہینہ میں سے ایک عورت سے نکاح کیا چھ ماہ کے بعد اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔اس کا خاوند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔حضرت علی المرتضیٰ تک یہ خبر پہنچی تو انہیں کہا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس عورت نے چھ ماہ میں بچہ جنم دیا ہے کیا اس پر یہی سزا نہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے سنا نہیں:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (الاحقاف:۱۵)

اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے۔

وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (لقمان:۱۴)

اس کا دودھ چھڑانے میں دو سال لگے۔

اب کیا چھ مہینے ہی باقی نہیں رہ جاتے۔ حضرت عثمان غنی نے کہا: بخدا! میں یہ نہ سمجھا تھا اس عورت کو میرے پاس لایا جائے انہوں نے پایا کہ لوگ اس سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس عورت نے اپنی بہن سے کہا تھا: بہن! غم نہ کر۔ بخدا! میری شرم گاہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کے لئے عریاں نہ ہوئی تھی۔ جب وہ بچہ بڑا ہوتو اس شخص نے اس کا اعتراف کرلیا تھا۔ وہ اس کے مشابہ تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے اس شخص کو دیکھا اس کا ایک ایک عضو اس کے بستر پر گر رہا تھا۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت قتادہ سے اور انہوں نے ابوحرب بن ابی الاسود الدؤلی سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جس نے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا۔ انہوں نے اس کے ضمن میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر رجم نہیں ہے کیا تم رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پاتے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (الاحقاف:۱۵)

ترجمہ: اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے۔

پھر فرمایا:

فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (لقمان:۱۴)

ترجمہ: اس کا دودھ چھڑانے میں لگے دو سال۔

اس جگہ حمل چھ ماہ کا ہی بنتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا، پھر ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے دوسرا بچہ بھی چھ ماہ میں پیدا کیا تھا۔ سعد بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاکم، ابن مردویہ نے حضرت مکحول سے، سعید بن منصور، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الحلیہ میں انہی سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی حاکم اور ابن مردویہ نے، ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت بریدہ سے، ابونعیم نے دوسری سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رب تعالیٰ کے فرمان:

وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾ (الحاقۃ:۱۲)

ترجمہ: اور محفوظ رکھے اسے کان یاد رکھنے والے۔

میں لکھا ہے۔ حضرت بریدہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی! مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قریب کروں دور نہ کروں۔ میں تمہیں تعلیم دوں تم اسے یاد رکھو۔ تمہارا حق ہے کہ تم اسے یاد رکھو۔ میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ وہ انہیں تمہارے کانوں میں ڈال دے۔ حضرت مکحول نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے آپ سے جو کچھ بھی سنا وہ کبھی بھی مجھے فراموش نہ ہوا۔ حضرت بریدہ نے کہا: یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ (محمد:۳۰)

ترجمہ: اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہی میں (سے) انداز گفتگو سے۔

اس لئے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔

الطبرانی نے علی بن الاقمر سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ کوفہ کی کھلی جگہ میں اپنی تلوار فروخت کر رہے تھے وہ فرما رہے تھے: مجھ سے یہ تلوار کون خریدے گا۔ میں نے اس سے آپ کے چہرۂ انور سے بہت سے مصائب دور کئے ہیں۔ بخدا! اگر میرے پاس ازار کے لیے پیسے ہوتے۔ میں اسے فروخت نہ کرتا۔

الطبرانی نے الاوسط میں، اس میں ثقہ اور ضعیف راوی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب حوض پر میرے ساتھ ہوگے۔ ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص ہے جو قرآن پاک کی تاویل پر اس طرح جہاد کرے گا جیسے میں نے اس کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ میں ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ وہ جوتے درست کرنے والا ہے۔

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جوتے دیئے تھے جنہیں وہ درست کر رہے تھے۔

ابویعلی نے ثقہ راویوں سے سوائے ربیع بن سہل کے، علی بن ربیعہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ تمہارے اس منبر پر فرما رہے تھے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ میں عہد توڑنے والوں، حق سے انحراف کرنے والوں اور اتباع ترک کرنے والوں کے ساتھ جہاد کروں۔ ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہارے تین ساتھیوں سے محبت کرتا ہے تم بھی ان سے محبت کرو۔ وہ حضرات علی المرتضیٰ، ابوذر اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم ہیں۔

بزار نے حسن سند کے ساتھ، ترمذی نے حسن غریب، ابویعلی اور حاکم اور الطبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جنت تین حضرات کی مشتاق ہے۔ علی المرتضیٰ، عمار اور ابوذر رضی اللہ عنہم۔ الطبرانی نے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ جنت اور حور عین علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم کی مشتاق ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، الطبرانی نے حضرت انس سے، الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار حضرات قدسیہ کی

جنت مشتاق ہے۔علی، سلمان، ابی اور عمار رضی اللہ عنہم۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد سب سے زیادہ علم رکھنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام احمد، الطبرانی نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارے شوہر نامدار سب سے پہلے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم رکھنے والے، اور علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہیں۔

ابن ماجہ، حاکم، ابونعیم نے حلیہ میں ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) الرویانی، حاکم نے مستدرک میں اور ضیاء نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چار حضرات قدسی سے محبت کروں۔ حضرات علی، ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ عنہم۔ ابوداؤد، طیالسی، حسن بن سفیان، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ وہ ہر مؤمن کے مددگار ہیں۔ الطبرانی نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی ہجرت میں آپ سے سبقت لے گئے ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرات ابوسعید اور سلمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وصی، راز دان، جنہیں میں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے بہترین، میرے عہد نبھانے والے میرا قرض ادا کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

خطیب نے حضرت براء سے ابوبکر اور المطیری نے جزء میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھے اس طرح ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ام سلمہ! علی کا گوشت میرا گوشت مبارک، ان کا خون مبارک میرا خون مبارک ہے۔ وہ مجھے اس طرح ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: علی میں تین خصلتیں ہیں ان میں سے مجھ میں ایک بھی نہیں۔ یہ مجھے ہر اس چیز سے محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ میں، حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا: علی! تم سب سے پہلے مؤمن، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو پھر فرمایا: تم میرے ہاں اسی طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام تھے۔

شیخان نے حضرت سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت عامر بن سعد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھے اسی طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون علیہما السلام

تھے مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

تنبیہ

یہ حدیث پاک بیس اور کچھ صحابہ کرام سے متواتر منقول ہے۔ ابن عساکر نے تقریباً بیس صفحات اسی پر لکھے ہیں۔

امام ترمذی نے غریب، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے، حاکم، خطیب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھریا علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں جو علم کا ارادہ کرنا چاہے اسے دروازے کی طرف جانا چاہیے۔

خطیب نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا: میں اور یہ میری امت پر روز حشر حجت ہوں گے۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارے! رب تعالیٰ میرا ولی (مددگار، دوست، محب) ہے میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔

امام احمد، ابوداؤد، طیالسی، ضیاء، حاکم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! علی کا شکوہ نہ کیا کرو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے اور راہ خدا میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں محمد بن عبیداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی مہم میں بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو فرمایا: علی! رب تعالیٰ، اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل امین آپ سے راضی ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، رافعی نے عمران بن خالد سے، حاکم نے قتادہ سے، الشیرازی نے الالقاب میں، الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ خطیب اور دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت علی کا ذکر عبادت ہے۔ دیلمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرے علم کا دروازہ ہیں وہ میرے بعد ان امور کو واضح کرنے والے ہیں جن کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ ان کی محبت ایمان ہے، ان کا بغض نفاق ہے۔ ان کی طرف دیکھنا رافت، مؤدت اور عبادت ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ بغض رکھنے والا میرے ساتھ بغض رکھتا ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: سیدالمسلمین اور امام المتقین کو خوش آمدید، صدفی، ابویعلی اور ضیاء نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، امام احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن

سعد، الطبرانی اور حاکم نے عمرو بن شاش سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جس نے علی کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا جس نے میرے ساتھ بغض رکھا اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ سے، حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی جس نے میرے ساتھ محبت کی اس نے رب تعالیٰ سے محبت کی۔ جس نے علی سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا جس نے میرے ساتھ بغض رکھا اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھا۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: یا علی! جس نے تمہارے ساتھ محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے تمہارے ساتھ محبت کی۔ بندہ میری ولایت کو صرف تمہاری محبت سے پا سکتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم سے محبت رکھنے والا میرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور تم سے بغض رکھنے والا میرے ساتھ بغض رکھتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو علی سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا جو مجھ سے جدا ہوا وہ رب تعالیٰ سے جدا ہو گیا۔

حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! جو تم سے جدا ہوا وہ رب تعالیٰ سے جدا ہو گیا جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا جس نے مجھے برا بھلا کہا اس نے رب تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

امام احمد، حاکم نے حضرت ابن عباس سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد نے حضرت بریدہ سے، امام احمد، ابن ماجہ نے حضرت براء، الطبرانی نے جریر سے، ابونعیم نے جندع سے، ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے، ترمذی، نسائی، الطبرانی اور ضیاء نے زید بن ارقم سے، الطبرانی نے حذیفہ بن اسید الغفاری سے، الطبرانی اور ضیاء نے حضرت ابوایوب سے، بہت صحابہ سے، ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم اور ضیاء نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، شیرازی نے القاب میں حضرت عمر فاروق سے، ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے، ابن عقبہ نے کتاب الموالاۃ میں حضرات حبیب بن بدیل سے، قیس بن ثابت سے، زید بن شراحیل سے، امام احمد نے حضرت علی اور تیرہ صحابہ کرام سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے، حاکم اور ابن عساکر نے حضرات علی اور طلحہ سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرات علی، زید بن ارقم اور تیس صحابہ کرام سے، ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت سعد سے، خطیب سے حضرت انس سے الطبرانی نے الکبیر میں عمرہ بن مرہ، اور زید بن ارقم

اور حبشی بن جنادہ سے، ابن ابی شیبہ، امام احمد، نسائی، ابن حبان حاکم اور ضیاء نے بریدہ سے، امام عبداللہ بن امام احمد نے حضرت زید بن ارقم، ابن عباس اور عائشہ بنت سعد اور براء سے، ابوسید، العجلی سے، سعد سے، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر سے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ سے، اور بارہ صحابہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا۔ فرمایا: میں جس کا مولا ہوں یارب تعالیٰ! میں جس کا مولا یا ولی ہوں تو علی اس کا مولا ہے یا اس کا ولی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کا ولی ہے جس کا میں ولی ہوں یارب تعالیٰ میرا ولی ہے، میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے یا میں اور یہ علی تمہارے ولی ہیں۔

یہ میری طرف سے ادا کرنے والے ہیں۔ رب تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو ان سے محبت کرتا ہے رب تعالیٰ ان سے عداوت رکھتا ہے جو ان سے عداوت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ مولا! جو ان سے محبت کرے اس سے تو محبت کر جو ان سے عداوت رکھے تو ان کے ساتھ عداوت رکھ۔ جو ان سے محبت کرے اس کے ساتھ محبت کر جو ان کے ساتھ بغض کرے اس سے بغض رکھ جو انہیں ذلیل کرے انہیں ذلیل کر۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کر جو ان کی اعانت کرے اس کی اعانت کر۔

الطبرانی نے الکبیر سے عمرو بن شراحیل سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی۔ مولا! اس کی نصرت فرما جو حضرت علی کی نصرت کرے تو اس کی عزت کر جو حضرت علی کی عزت کرے جو انہیں رسوا کرے انہیں رسواء کر۔ دوسری روایت میں ہے۔ جو ان کی مدد کرے ان کی مدد کر جو ان پر رحم کرے اس پر رحم کر۔ جو ان کی نصرت کرے اس کی نصرت فرما۔ امام احمد، ابن حبان، حاکم، ضیاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بریدہ! کیا میں اہل ایمان کی جانوں سے بڑھ کر ان کے قریب نہیں ہوں۔ جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی کو برا بھلا نہ کہا کرو وہ ذات الٰہی میں تسکین پاتے ہیں۔

امام مسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: مؤمن ہی تم سے محبت کرتا ہے اور منافق ہی تم سے بغض رکھتا ہے۔ امام ترمذی نے حسن غریب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: علی المرتضیٰ سے منافق محبت نہیں کرسکتا۔ مؤمن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

الطبرانی نے الکبیر میں ان سے ہی روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: علی سے صرف مؤمن ہی محبت کرتا ہے ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے۔ ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! علی کا شکوہ نہ کیا کرو وہ ذات الٰہی میں بہت سخت ہیں۔ دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بریدہ سے فرمایا: بریدہ! میرے بعد علی تمہارے ولی ہیں۔ علی سے محبت کرو جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ

اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: علی! اگر تم میرے بعد معاملات کے ولی بنو تو اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ ابن ابی شیبہ، امام احمد، حاکم اور ابونعیم نے المعرفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: علی! جنت میں تمہارا خزانہ ہے تم اس کے ذوقرن ہو نظر کے بعد نظر نہ ڈالو پہلی تمہارے لئے جائز ہے دوسری تمہارے لیے جائز نہیں۔ دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! میرے بعد لوگ جن امور میں اختلاف کریں گے تم انہیں بیان کرو گے۔

دیلمی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی! تم مجھے غسل دو گے۔ میری جناب میں میرا قرض ادا کرو گے۔ میرا عہد پورا کرو گے۔ دنیا اور آخرت میں تم میرے علمبردار ہو۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: علی! میں نے نبوت کی وجہ سے تمہیں مغلوب کر دیا ہے۔ میرے بعد نبی نہیں ہے تم نے سات اوصاف کی وجہ سے لوگوں کو مغلوب کر دیا ہے قریش کا کوئی شخص ان میں تمہارے ساتھ ہمسری نہیں کر سکتا یا ان اوصاف میں کوئی بھی تمہارے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ تم ان سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ پر ایمان لائے۔ ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کے عہد کو نبھانے والے ہو۔ رب تعالیٰ کے امر کو سب سے زیادہ قائم کرنے والے ہو۔ رعیت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والے یا ان کے مابین سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہو۔ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والے ہو قضا کو ان سب سے زیادہ جاننے والے ہو اور روز حشر رب تعالیٰ کے ہاں فضیلت کے اعتبار سے زیادہ ہوں گے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! رب تعالیٰ نے تمہیں اس زینت سے مزین فرمایا ہے رب تعالیٰ سے اس سے زیادہ عمدہ زینت سے کسی بندے کو مزین نہیں کیا۔ یہ رب تعالیٰ کے ہاں ابرار کی زینت ہے۔ یہ دنیا سے زہد ہے اس نے انہیں اس طرح بنا دیا ہے کہ تم دنیا سے کچھ نہیں لیتے اور دنیا تم سے کچھ نہیں لیتی۔

اس نے تمہیں مساکین کی محبت عطا کی ہے۔ اس نے تمہیں توفیق دی ہے کہ تم ان کی اتباع سے راضی ہو اور وہ تمہارے امامت سے راضی ہیں۔

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! لوگ مختلف نسلوں سے ہیں میری اور تمہاری نسل ایک ہی ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔ تم اس وقت حق پر ہوں گے جس نے اس روز تمہاری نصرت نہ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت براء سے، اور زید بن ارقم سے طیالسی، امام احمد، شیخان، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، الطبرانی

نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ نے، اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی! تم مجھ سے ہو کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو تم میرے ہاں اس طرح ہوں جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھے، مگر میرے بعد نبی نہیں ہے۔

خطیب اور رافعی نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے رب تعالیٰ سے پانچ چیزیں مانگیں اس نے مجھے چار عطا کر دیں ایک سے روک دیا۔ اس نے مجھے تمہارے بارے یہ عطا کیا روزِ حشر سب سے پہلے تمہاری قبر انور شق ہوگی تم میرے ساتھ ہوں گے تم نے میرا جھنڈا اٹھایا ہوگا اور تم میرے بعد اہل ایمان کے ولی ہو۔

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت زید بن ارقم سے، اور حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ارے! رب تعالیٰ میرا ولی ہے میں ہر مؤمن کا ولی ہوں جس کا میں مولا ہوں علی اس کا مولا ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے، میں ان سے ہوں علی میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں۔

امام احمد نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میں عیب نہ نکالا کرو وہ مجھ سے میں ان سے ہوں وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔ امام ترمذی نے حسن غریب، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں علی ہر مؤمن کا ولی ہے۔ ابن ابی شیبہ، امام احمد، ترمذی انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی عامر نے السنۃ، بغوی، باوردی، ابن قانع، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرت حبشی بن جنادہ سلولی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علی سے ہوں علی مجھ سے ہے میری طرف سے ادا نہ کیا جائے مگر میں اور علی ہی ادا کریں گے۔ ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب میرا وعدہ پورا کریں گے اور میرا قرض ادا کریں گے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عساکر اور ضیاء نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میری اصل اور جعفر میری فرع ہیں۔ خطیب نے براء سے، ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی میرے لئے اسی طرح ہیں جیسے جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی قرآن کے ساتھ ہے وہ جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض پر آجائیں گے۔ ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا: علی میرے علم کی دہلیز ہیں انہوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی اہل ایمان کے سردار ہیں، مال منافقین کا سردار ہے۔ دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت علی باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہو گیا وہ مؤمن ہے جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی سارے لوگوں سے زیادہ عرفانِ الٰہی رکھنے والے ہیں۔ وہ اہل لا الہ الا اللہ کی محبت اور تعظیم سب سے زیادہ کرنے والے ہیں۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: علی! اٹھو تم بری ہو۔ میں نے رب تعالیٰ سے جو بھی مانگا اس کی مثل تمہارے لیے بھی مانگا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اور علی کے علاوہ جنابت کی حالت میں کسی کے لئے مسجد میں رہنا جائز نہیں ہے۔ عبداللہ بن امام احمد، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: علی! تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے یہودیوں نے ان کے ساتھ بغض رکھا ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان لگا دیا۔ نصاریٰ نے ان سے محبت کی حتیٰ کہ انہیں ان مقام تک لے گئے جو ان کے لئے مناسب نہ تھا۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انہیں کہو تو تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں:

لا الہ الا اللہ العلی العظیم لا الہ الا اللہ الحلیم الحکیم سبحان اللہ رب السمٰوٰت السبع و رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین۔

ابن ابی الدنیا نے قضائے حوائج میں ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! سخی بن جاؤ رب تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ شجاع بن جاؤ رب تعالیٰ شجاع سے محبت کرتا ہے۔ غیور بن جاؤ رب تعالیٰ غیور کو پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تم سے سوال کرے تو اسے پورا کرو اگرچہ وہ اس کا اہل نہیں ہو لیکن تم تو اس کے اہل ہو۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! جب لوگ نیکی کے دروازوں میں اپنے خالق کا قرب اختیار کریں تو تم عقل کی انواع سے اس کے قریب ہو جاؤ اس طرح تم دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جائیں گے۔

امام عبدالرزاق، ترمذی نے ضعیف سند سے، ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: علی! میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ حالت رکوع اور حالت سجود میں قرات نہ کرو اپنے بالوں سے کھیلتے ہوئے نماز نہ پڑھو یہ شیطان کا مکر ہے۔ دو سجدوں کے

مابین نہ گرو۔نماز میں کنکریوں کے ساتھ نہ کھیلو نہ ہی اپنے بازو پھیلاؤ امام کو لقمہ نہ دو سونے کی انگوٹھی نہ پہنو۔قسی اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنو۔آراستہ (گدھوں) سواریوں پر نہ بیٹھا کرو یہ شیطان کی سواریاں ہیں۔

۴-حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکمت آموز باتیں اور اشعار

آپ سارے لوگوں سے زیادہ اخلاص رکھتے تھے رب تعالیٰ کا عرفان سب سے زیادہ رکھتے تھے لوگوں سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔وہ لا الہ الا اللہ کی وجہ سے سب سے زیادہ ان کی تعظیم کرنے والے تھے۔

آپ سے عرض کی گئی: کیا ہم آپ کی نگرانی نہ کریں۔فرمایا: موت ہر انسان کی نگران ہوتی ہے۔موت محفوظ ڈھال ہے۔فرمایا: عمل کی قبولیت کے لئے عمل کا اہتمام کرنے والے بن جاؤ۔تقویٰ کے ساتھ عمل قلیل نہیں ہوتا۔قبول ہو جانے والا عمل قلیل کیسے ہوسکتا ہے۔فرمایا: خیر یہ نہیں کہ تمہارا مال بڑھ جائے تمہاری اولاد بڑھ جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم اور حلم زیادہ ہو جائے تو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ اگر نیکی کرلو تو رب تعالیٰ کی تعریف کرو اگر برائی ہو جائے تو رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔دنیا میں صرف دو افراد کے لئے خیر ہے۔وہ شخص جس سے گناہ کا صدور ہو گیا وہ توبہ کے ساتھ اس کا تدارک کرے۔جو نیکیاں کرنے میں جلدی کرے۔فرمایا: مجھ سے پانچ باتیں یاد کرلو۔اگر تم ان کی جستجو میں اونٹوں پر سوار بھی ہو جاؤ وہ تمہیں نہ ملیں گی۔بندے کو صرف اپنے رب تعالیٰ سے امید باندھنی چاہیے۔اسے صرف اپنے گناہ سے ڈرنا چاہیے۔جاہل کو اس چیز کے متعلق پوچھنے سے حیاء نہیں کرنا چاہیے جسے وہ نہیں جانتا۔عالم کو حیاء نہیں کرنا چاہیے کہ جو چیز وہ نہ جانتا ہو اس کے متعلق وہ یوں کہے کہ میں نہیں جانتا۔رب تعالیٰ جانتا ہے۔صبر ایمان کے لیے اسی طرح جیسے جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں۔فرمایا: مجھے سب سے زیادہ خوف جس چیز کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ تم خواہشات کی پیروی کرو گے لمبی لمبی امیدیں باندھو گے خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے ارے! دنیا پیٹھ پھیر کر رواں دواں ہے۔آخرت ہماری طرف رخ کر کے آرہی ہے۔ان میں سے ہر ایک کے لئے بیٹے ہیں۔آخرت کے بیٹے (خواہشمند) بن جاؤ۔دنیا کے بیٹے نہ بنو۔آج عمل ہے۔حساب نہیں کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا۔ارے! مکمل فقیہ وہ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہیں کرتا۔انہیں عذاب الٰہی سے امن نہیں دیتا انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی کی رخصت نہیں دیتا۔وہ کسی اور چیز کی طرف رغبت رکھتے۔قرآن پاک کو ترک نہیں کرتا۔اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فہم نہ ہو اس قرات میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔

انہوں نے فرمایا: علم کے سر چشمے بن جاؤ رات کے چراغ بن جاؤ، بوسیدہ کپڑوں اور تازہ دلوں والے بن جاؤ آسمان کے ملکوت میں تمہیں پہچانا جائے گا زمین میں تمہیں یاد کیا جائے گا۔فرمایا: اے لوگو! اگر تم اس طرح روؤ جیسے اکلوتا بیٹا

مرنے والے کا باپ روتا ہے اور تم اس طرح آواز نکالو جس طرح خوف میں مبتلا شخص آواز نکالتا ہے پھر تم رب تعالیٰ کے قرب کی تلاش کے لئے اموال اور اولاد سے نکل جاؤ۔ اس کی رضا کی تلاش کرو، اس کے ہاں درجات کی بلندی اور گناہوں کی بخشش کے لئے نکلو تو یہ اس امر میں قلیل ہوگا جس میں وہ اس کے جلیل ثواب کو طلب کرتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بخدا! اگر تم اپنے عیوب کی اصلاح کے لئے اس کی طرف رغبت اور رھبت کرتے ہوئے اس سے التجاء کرو پھر تمہاری عمر اتنی ہو جائے جتنی دنیا کی عمر ہے تم اعمال صالحہ میں بھرپور کوشش کرو پھر تمہاری کوشش میں کچھ بھی باقی رہے تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوسکو گے لیکن تم اس کی رحمت کی وجہ سے جنت میں جاؤ گے۔ رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توبہ کرنے والے اور عبادت کرنے والوں میں سے کرے۔

انہوں نے کمیل بن زیاد سے فرمایا: دل یاد رکھنے والے ہوتے ہیں ان میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ جو کچھ میں تمہیں کہنے لگا ہوں اسے یاد رکھنا۔ لوگوں کی تین اقسام ہیں۔ ۱۔ عالم ربانی، ۲۔ متعلم از راہ نجات، ۳۔ عام اور گھٹیا لوگ جو شور کرنے والے کی اتباع کرتے ہیں۔ ہر ہوا کے ساتھ وہ جھک جاتے ہیں۔ وہ نور علم سے ضیاء نہیں پاتے وہ مضبوط رکن کی طرف سہارا نہیں لیتے۔ علم تمہارے لئے مال سے بہتر ہے مال کی نگہبانی تم کرو گے جبکہ علم تمہاری نگرانی کرے گا۔ علم عمل سے بڑھتا ہے مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے علم حاکم ہے مال محکوم ہے۔ عالم کی محبت وہ دین ہے جس کے ذریعے علم کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

عالم زندگی میں طاعت پاتا ہے موت کے بعد عمدہ موضوع سخن ہوتا ہے۔ مال کی منفعت اس کے اختتام سے اختتام پذیر ہو جاتی ہے مال جمع کرنے والے زندہ ہو کر بھی مردہ ہوتے ہیں۔ علماء اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک زمانہ باقی ہے ان کے اجسام تو مفقود ہوتے ہیں لیکن ان کی امثال دلوں میں موجود ہوتی ہیں۔ ارے ارے! انہوں نے اپنے دست اقدس سے اپنے سینہ انور کی طرف اشارہ کیا فرمایا: علم یہاں ہے۔ اگر میں اسے اٹھانے والوں تک پہنچوں تو ایسے جوان تک پہنچوں گا جو اس پر امین نہ ہوگا۔ وہ دنیا کا آلہ دین کے لئے استعمال کرے گا وہ رب تعالیٰ کی کتاب پر اس کے دلائل کے ساتھ غالب آجائے گا وہ اس کی نعمت کے ساتھ اس کے بندوں پر غالب آجائے گا۔ وہ اہل حق کے لئے فرمانبرداری کرے گا۔ اسے چھپانے میں اس کے لئے کوئی بصیرت نہ ہوگی۔ پہلے شبہ پر شک اس کے دل میں داخل ہو جائے گا۔ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ یا وہ لذتوں کا دلدادہ بن جائے گا۔ وہ خواہشات کا فرمانبردار بن جائے گا۔ وہ اموال کو جمع کرنے کا دلدادہ ہوگا۔ وہ دین کے دواعی میں انہیں جمع کرے گا۔

وہ پھیلنے والے انعامات کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ علم اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب اس کے حاملین مر جاتے ہیں۔ مولا! اس زمین کو اس شخص سے خالی نہ فرما جو رب تعالیٰ کے لئے اس کے دلائل قائم کرتا ہے تاکہ رب تعالیٰ کی حجتیں اور بیان باطل نہ ہو جائیں۔ ان کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ انہی کے ذریعے

رب تعالیٰ اپنے دلائل سے دفاع کرتا ہے۔ایسے ہی لوگوں کے دلوں میں انہیں پیدا کیا جاتا ہے۔ان کے ذریعے ہی علم حقیقت الامر کو ظاہر کرتا ہے وہ اس چیز کی طرف شوق سے جاتے ہیں جس سے اہل عشرت خوف کھاتے ہیں۔وہ اس چیز سے انس رکھتے ہیں جس سے جاہل وحشت محسوس کرتے ہیں۔ان کے اجسام دنیا میں ہوتے ہیں لیکن ان کی ارواح او پر غور وفکر میں مصروف ہوتی ہیں۔یہی اس کے شہروں میں اس کے خلفاء ہوتے ہیں اس کے دین کے داعی ہوتے ہیں انہیں دیکھنے کا دل میں شوق پیدا ہوتا ہے۔میں اپنے لئے اور تمہارے لئے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔جب چاہو اٹھ جاؤ۔

ضرار بن حمزہ صدائی حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کریں۔انہوں نے کہا: بخدا! وہ بہت دوررس ہیں ان کے قویٰ سخت ہیں وہ فیصلہ کن بات کرتے ہیں۔عدل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ان کی اطراف سے علم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ان کی سمتوں سے حکمت محو گفتگو ہوتی ہیں۔دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت محسوس کرتے ہیں۔رات اور اس کی ظلمت سے پیار کرتے ہیں۔وہ بہت زیادہ گریہ کرتے ہیں۔کثیر آنسو بہاتے ہیں۔بہت زیادہ غور وفکر کرتے ہیں۔ہاتھوں کو ملتے ہیں۔خود سے مخاطب ہوتے ہیں۔انہیں کم درجے کا لباس پسند ہے۔سخت کھانا چاہتے ہیں۔بخدا! وہ ہم میں سے ہی کسی ایک کی طرح لگتے ہیں جب ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہمیں قرب عطا کرتے ہیں۔جب سوال کرتے ہیں تو ہمیں جواب دیتے ہیں۔ہم ان کے اور وہ ہمارے اتنے قریب ہیں لیکن ہم ان کی ہیبت سے ان سے گفتگو نہیں کر سکتے۔جب وہ تبسم ریز ہوتے ہیں تو منظوم تاباں موتیوں کی طرح درخشاں ہوتے ہیں

وہ اہل دین کی تعظیم کرتے ہیں۔مساکین سے محبت کرتے ہیں۔قوی کو اس کے باطل میں تقویت نہیں دیتے۔کمزور کو اپنے عدل سے مایوس نہیں کرتے۔میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے انہیں ایک موقف میں دیکھا رات نے اپنے پردے ڈال دیئے تھے۔اس کے ستارے چھپ گئے تھے۔وہ اپنی عبادت گاہ میں تھے مبارک ریش کو پکڑے ہوئے تھے وہ یوں تڑپ رہے تھے جیسے سانپ گزیدہ تڑپتا ہے۔وہ غمزدہ کی مانند رو رہے تھے۔گویا کہ میں اب بھی انہیں سن رہا ہوں۔وہ فرما رہے تھے: دنیا! دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا۔دنیا! تو میری طرف آئی ہے۔میری طرف دلچسپی رکھتی ہے۔میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا میں نے تمہیں تین بار جدا کر دیا ہے۔تیری عمر کم ہے۔تیری محفل حقیر ہے۔تیری لغزش کثیر ہے۔آہ آہ! زادراہ قلیل ہے۔مسافت دور ہے۔رستہ وحشت انگیز ہے۔حضرت امیر معاویہ کے آنسو ان کی داڑھی پر گرنے لگے۔انہوں نے بہت زیادہ گریہ کیا۔اپنی آستین سے آنسو صاف کرنے لگے۔سارے لوگوں کو رونے کی وجہ سے ہچکی لگ گئی۔انہوں نے کہا: یہ ہیں ابوالحسن! ضرار! ان کے بارے تمہارا غم کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: اس عورت کے غم کی مانند جس کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے نہ اس کے آنسو اسے آرام دے سکیں نہ اس کا غم اسے تسکین دے سکے۔وہ اٹھے اور باہر نکل گئے۔

جب بیت المال سونے اور چاندی سے بھر گیا تو فرمایا: مسلمانوں کے بیت المال میں جو کچھ تھا سب کچھ عطا کر

دیا۔ وہ فرمار ہے تھے: سونے! چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دینا حتیٰ کہ ایک درہم یا دینار بھی باقی نہ رہا وہاں پانی چھڑکنے کا حکم دیا وہاں دو رکعتیں ادا کیں تا کہ وہ جگہ روز حشر ان کے لئے گواہی دے۔ ان سے عرض کی گئی: آپ اپنی قمیص کو پیوند کیوں لگاتے ہیں فرمایا: یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے۔ مؤمن اس کی اقتداء کرتا ہے۔ تکبر سے دور لے جاتا ہے۔ ان کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسے اپنے سامنے رکھا فرمایا: تیری خوشبو بہت عمدہ ہے۔ رنگ بہت اچھا ہے۔ عمدہ کھانا ہے لیکن مجھے ناپسند ہے کہ میں اپنے نفس کو اس چیز کا عادی بنالوں جس کا یہ عادی نہیں ہے۔ وہ خورنق میں تھے۔ چادر کے نیچے لرزہ طاری تھا۔ ان سے عرض کی گئی: رب تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کے اہل بیت کے لئے اس مال میں حصہ رکھا ہے تم اپنے کے ساتھ اس طرح کر رہے ہیں جیسے کر رہے ہو۔ فرمایا: بخدا! میں تمہارے مال میں سے کچھ بھی کم نہ کروں گا یہ میری وہ چادر ہے جسے میں لے کر مدینہ طیبہ سے نکلا تھا۔ انہیں دیکھا گیا وہ بازار میں تلوار فروخت کر رہے تھے۔ وہ فرمار ہے تھے: یہ تلوار کون خریدے گا مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ پیدا کیا ارواح پیدا کیں میں نے بہت دفعہ اس سے چہرہء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصیبت دور کی ہے اگر میرے پاس ازار کی قیمت ہوتی میں اسے ہرگز نہ بیچتا وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔

وقد تجوح الحاجات یا ام مالك　　　کرائم من رب یهین صنین

ترجمہ: بعض اوقات ضروریات اس مالک کا عمدہ مال ہلاک کر دیتی ہیں جو بہادروں کی اہانت کرتا ہے۔

اے ام مالک!

ان کی مناجات میں ہے۔ مولا! میرے لئے یہی عزت کافی ہے کہ تو میرا رب ہے میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں تو میرے لئے اس طرح ہے جیسے میں پسند کرتا ہوں مجھے اس چیز کی توفیق دے جسے تو پسند کرتا ہے۔ علم کے متعلق فرمایا: انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے گفتگو کرو پہچانے جاؤ گے۔ وہ آدمی ضائع نہیں ہوتا جس نے اپنی قدر پہچانی۔

دانائی کی باتیں: جس پر چاہو انعام کرو تم اس کے امیر بن جاؤ گے جس سے چاہو مستغنی ہو جاؤ تم اس کی مثل ہو جاؤ گے جس کے تم چاہو محتاج ہو جاؤ تم اس کے اسیر بن جاؤ گے۔ فرمایا: جس کے لیے دنیا وسیع ہوگئی اسے علم نہ ہو کہ یہ اس کے لئے دھوکہ ہے وہ غفلت کی وجہ سے فریب میں ہے۔ فرمایا: دنیا مردار ہے جس نے اس میں سے کچھ لینے کا ارادہ کیا اسے کتوں کے ساتھ مخالطت پر صبر کرنا چاہیے۔

اشعار۔ انہوں نے فرمایا:

حقیق لتواضع من یموت　　　ویکفی المرء من دنیاہ قوت
فماللمرء یصبح ذاهموم　　　و حرص یس یدر که النعوت
صنیع ملیکنا حسن جمیل　　　وما ارزاقه منا تفوت

ترجمہ: جس نے مرنا ہوتا ہے وہ عاجزی کرنے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ انسان کے لئے دنیا سے قابل گزارہ رزق ہی کافی ہے آدمی کو کیا ہے کہ وہ حریص بن جاتا ہے۔ حرص وہ مرض ہے جسے اوصاف نہیں پا سکتے۔ ہمارے رب تعالیٰ کا عمل بہت حسین وجمیل ہے اور اس کے رزق ہم سے رکتے نہیں۔

انہوں نے فرمایا:

محمد النبی اخی و صهری — و حمزة سيد الشهداء عمی
و جعفرنا الذی يمسی و يضحی — يطير مع الملائكة ابن امی
و بنت محمد سكنی و عرسی — توسط لحمها بدمی و لحمی
و سبطا احمد ولدی منها — فايكم له قسم كقسمی
سبقتكم الى الاسلام طرا — صغيرا ما بلغت اوان حكمی
و اوجب لی الولاء معا عليكم — رسول الله يوم غدير خم

حضور نبی کریم ﷺ میرے بھائی اور سسر ہیں، سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔ آپ کی شہزادی میرے گھر کی رونق اور میری زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ کا مبارک گوشت میرے خون اور گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ میرے دو شہزادے آپ کے سبط ہیں تم میں سے وہ کون ہے جس کا نصیب میرے نصیب کی طرح ہو میں اسلام قبول کرنے میں تم سب سے سبقت لے گیا ہوں میں اس وقت بچہ تھا میں بالغ بھی نہ ہوا تھا۔ آپ نے غدیر خم کے روز اپنی ولایت کے ساتھ ساتھ تم پر میری ولایت بھی واجب کی تھی۔

ابوعمر الزاہد نے فرمایا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے کوفہ اور بصرہ کے اشعار کے راویوں کو جمع کیا وہ امیر المؤمنین کے دس سے زائد صحیح اشعار نہ بیان کر سکے۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ دس سے زائد اشعار ان کی طرف منسوب ہیں۔ صحیح اشعار میں ہیں۔

انا الذی سمتنی امی حيدره — كليث غابات كريه المنظره
او فيهم بالكيل كيل السندره

میں وہ ذات ہوں کہ میری امی جان نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں جنگل کے شیر کی طرح ہوں جسے دیکھنا بہت ہیبت ناک ہوتا ہے۔ میں انہیں پیمانے کے ساتھ پیمانہ کو بھرپور تول کر دوں گا۔

ابن عساکر نے نبیط الاشجعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا اشتملت على الياس القلوب — و ضاق بمابه الصدر الرحيب
و اوطنت المكاره و اطماء نت — وارست فی اما كنها الخطوب

ولم یرلا نکشاف العسر وجه ولا اغنی بحیلته الاریب
اتاك علی قنوط منك غوث یجی به القریب المستجیب
و کل الحارثات اذا تناهب فمو صول بها الفرج القریب

ترجمہ: جب دل نا امیدی پر مشتمل ہو جائیں اور کشادہ سینہ اس سے تنگ ہو جائے۔ مشکلات اپنی قیام گاہ بنالیں اور اس کی جگہوں میں مصائب گھر جائیں۔ انسان کو تنگی دور ہو جانے کا کوئی سبب نظر نہ آئے اور محتاج کو کوئی حیلہ فائدہ نہ دے تو اس مایوسی کے عالم میں تیرے پاس مدد آجائے گی اسے قریب اور دعائیں قبول کرنے والی ذات لے کر آئے گی سارے حوادث جب ختم ہو جاتے ہیں تو قریبی آسائش انہیں آلیتی ہے۔

امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: جو کسی دوسرے کی رفاقت کو ناپسند کرے۔

لا تصحب اخا جهل و ایاك و ایّاه فکم من جاهل اردای حلیما حین آخاه
یقاس المرء بالمرء اذاما هو ماشا و للشئ علی الشئ مقا ییس واشباه
و للقلب علی القلب دلیل حین یلقاه

ترجمہ: جاہل کی رفاقت اختیار نہ کر۔ تو اسے بچ۔ کتنے ہی جاہلوں نے حلیم کو مار ڈالا جب وہ اس کا بھائی بنا آدمی کو آدمی پر قیاس کیا جاتا ہے، کیونکہ وہی ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے کسی ایک شیء کو دوسری شیٔ پر قیاس کیا جاتا ہے یہی ان کی مثالیں ہوتی ہیں دل کی دل پر دلیل ہوتی ہے جب وہ اس سے ملاقات کرتا ہے۔

المبرو سے روایت ہے کہ آپ کی تلوار پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

للناس حرص علی الدنیا بتدبیر و صفوها لت ممزوج بتکدیر
لم یرزقوها بفعل انّما قسمت لکنهم رزقوا ها بالمقادیر
کم من ادیب لبیب لا تساعده و سابق نال دنیاه بتقصیر
لو کان عن قوة او عن مغالبة طار البزاة بارزاق العصانیر

ترجمہ: تدبیر کے ساتھ لوگ دنیا پر حریص ہوتے ہیں اس کا عمدہ حصہ بھی تیرے لئے گند کے ساتھ ملا ہوا ہے انہیں کسی فعل کی وجہ سے اسے بطور رزق نہیں دیا جاتا بلکہ اسے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ انہیں تقدیروں کے اعتبار سے رزق دیا جاتا ہے۔ کتنے ہی دانا ادیب ہوتے ہیں کہ حالات اس کی مدد نہیں کرتے۔ وہ اپنی دنیا کو بہت کم پاتے ہیں۔ اگر رزق قوت یا غلبہ کے ساتھ ہوتا تو شاہین چڑیاؤں کا رزق لے کر اڑ جاتے۔

حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا تفش سرك الا اليك فان لكل نصيح نصيحا
فاني رأيت غواة الرجال لا يدعون اديما صحيحا

ترجمہ: اپنا راز صرف اپنے لئے ہی افشا کر۔ ہر ہمدرد کے لئے ہمدرد ہوتا ہے۔ میں نے سرکش انسانوں کو دیکھا ہے۔ وہ ایک صحیح الزام کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

ابن عبدالبر نے علم میں حارث اعور سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ اندر تشریف لے گئے، پھر چادر اوڑھ کر باہر نکلے۔ وہ تبسم فشاں تھے ان سے عرض کی گئی: امیر المؤمنین! جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تھا تو آپ بہت اچھی طرح جواب دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں پیشاب روکے ہوئے تھا پیشاب روکنے والے کی کوئی رائے نہیں ہوتی، پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اذا المشكلات تصدين لى كشفت حقائقها بالنظر
و ان برقت فى مجئ الصواب عجب لا يجتليها البصر
مقنعة بغيوب الامور وضعت عليها صحيح الفكر
لسان كشقشقة الارجى اوكا لحسام اليمانى الذكر
و قلب اذا ستطقته الهموم اربى عليها بواهى الذرر
و لست بامعة فى الرجال اسائل هذا و ذا ما الخبر
ولكننى مذرب الاصغر ين ابين مع ما مضى ما غبر

ترجمہ: جب مشکلات میری طرف توجہ کرتی ہیں میں غور وفکر سے ان کے حقائق کو منکشف کرتا ہوں۔ اگر وہ صحیح طرح آنے میں تاباں ہوں تعجب ہے اگر انہیں نگاہ اچھی طرح نہ دیکھ سکے۔ غیب کے امور کے ساتھ لپٹی ہوئی ہیں۔ میں ان میں صحیح غور وفکر کرتا ہوں۔ زبان اونٹ کے سینے کی جھاگ کی مانند ہے یا یمنی مذکر کبوتر کی طرح ہے دل کو جب مصائب قوت گویائی دیں تو ہوا میں اڑنے والے ذرات اسے بہت نفع دیتے ہیں۔ میں لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے والا نہیں ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ اور وہ کیسی خبر ہے لیکن میں دل اور زبان کے ساتھ خوش گفتار ہوں۔ میں بیان کر سکتا ہوں کہ کیا گزر گیا باقی رہا۔

یوسف بن مبارک نے اپنے اجداد سے ان کے یہ اشعار بھی روایت کئے ہیں۔

اصم عن الكلم المحفظات واحلم والحلم بى اشبه
وانى لاترك حلو الكلام لئلا اجاب ما اكره
اذا ما اجترءت سفاه السفيه على فانى يانا الا سفه

فكم من فتى يعجب الناظرين | له السن و اوجه
ينام اذا حضر المكرمات | و عند الاناءة يستنبه

ترجمہ: میں محفوظ چیزوں کے بارے میں گفتگو کرنے سے رک جاتا ہوں۔ میں حلیم ہو جاتا ہوں۔ حلم ہی میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ میں شیریں کلام کو چھوڑ دیتا ہوں تاکہ مجھے ناپسندیدہ جواب نہ دیا جائے۔ اگر میں احمق کی حماقت کی خود پر دلیری دکھاؤں تو پھر میں اس سے بھی زیادہ احمق ہوں۔ کتنے ہی جوان ہیں جن کے دانت اور چہرے لوگوں کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ جب مصائب آتے ہیں تو وہ سو جاتے ہیں۔ تیکنگی کے وقت وہ بیدار ہو جاتے ہیں۔

انہیں علم ہوا کہ ابن سوداء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اسے بلایا۔ تلوار منگوائی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے متعلق کچھ کہا گیا تو فرمایا: وہ مجھ سے نہ مانگے۔ اسے مدائن کی طرف جلا وطن کر دو۔ ایک شخص نے اسے حدیث بیان کی۔ اس نے اسے کہا: میرا خیال ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا: نہیں میں نے اس طرح نہیں کہا: اس شخص نے کہا: میں تیرے لئے بددعا کرتا ہوں اگر تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا: بددعا کرو۔ اس نے اس کے لئے بددعا کی۔ اس کی دعا فوراً قبول ہوگئی۔ وہ کوڑا کے ڈھیر سے گزرا اس نے وہ کچھ دیکھا جو اس میں تھا اس نے کہا: یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق بخل کرنے والے بخل کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نقش تھا۔ وہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے انہوں نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی قرآن پاک جمع کر لیا تھا۔ ایک دفعہ گدھے پر سوار ہوئے ٹانگیں ایک ہی سمت لٹکائیں پھر فرمایا: میں وہ ہوں جس نے دنیا کی اہانت کی ہے۔ فرماتے تھے: علم حاصل کرو۔ اسی سے تمہاری پہچان ہوگی۔ ان کے مطابق عمل کرو تم اس کے اہل بن جاؤ گے۔ اس کے اہل وہیں جو اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا۔ ایک دن منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانہ درود پیش کیا۔ موت کا ذکر کیا۔ فرمایا: اللہ کے بندو! موت میں فنا نہیں ہے، پھر فرمایا: نجات، نجات، امید، امید تمہارے پیچھے تیز رفتار ڈھونڈنے والا ہے یعنی قبر۔ اس کے دہانے اور وحشت سے بچو۔ ارے! قبر یا تو آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے ارے! قبر دن میں تین بار کہتی ہے: میں تاریکی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ میں وحشت کا گھر ہوں۔ ارے! اس کے بعد پھر ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ بوڑھے مدہوش ہو جائیں گے۔ ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔ لوگ نشے میں لگیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے لیکن رب تعالیٰ کا عذاب شدید ہے۔ ارے! اس کے بعد اس سے بھی شدید معاملہ ہے آگ جس کی تپش بہت زیادہ ہے۔ اس کی گہرائی زیادہ ہے۔ اس کا خازن مالک ہے، پھر وہ رونے لگے۔ لوگ بھی رونے لگے، پھر

فرمایا: ارے! اس سے پرے جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ جسے متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دارالنعیم میں جگہ دے۔ ہمیں اور تمہیں عذاب الیم سے بچائے۔ ایک شخص نے دنیا کی مذمت کی تو اسے فرمایا: دنیا صدق کا گھر ہے جس نے اس کے ساتھ سچ بولا۔ یہ اس کے لئے نجات کا گھر ہے جس نے اسے سمجھا یہ غنی کا گھر ہے جس نے اس سے زادراہ لیا۔ یہ رب تعالیٰ کی وحی اترنے کی جگہ ہے اس کے فرشتوں کا مصلیٰ ہے انبیائے کرام کی مسجد ہے اس کے اولیاء کرام کی تکمیل کی جگہ ہے۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے! تم نے اپنے نفس کو خوب پلایا حتیٰ کہ دنیا تمہیں دھوکہ دے گئی اس سے دھوکہ نہ کھاؤ نہ ہی تمہیں وہ بڑا دھوکہ باز (شیطان) دھوکہ دے۔ فرمایا: زہد رب تعالیٰ کے ان دوکلمات میں ہے۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ (الحدید: ۲۳)

ترجمہ: کہ تم غمزدہ نہ ہو اس چیز پر جو تمہیں نہ ملے اور نہ اترانے لگو اس چیز پر جو تمہیں مل جائے۔

مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دعا مانگتا ہے۔ اجابت میں دیر ہو جاتی ہے اس کے رستوں کو اس نے گناہوں اور نافرمانیوں نے گھیرا ہوتا ہے۔

۵-مصائب، وصیت اور شہادت

حضور اکرم ﷺ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ دنیا سے کچھ کم نہ کریں گے نہ ہی دنیا ان سے کچھ کم کرے گی۔ ان کی خلافت کا دور پر آشوب تھا۔ اہل شام نے طاقت حاصل کر لی وہ بار بار حملے کرنے لگے۔ جب بھی اہل شام قوت میں اضافہ کرتے اہل عراق کا امر کمزور ہو جاتا۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا آپ کے ساتھ اٹھنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکثر فرماتے تھے: اس امت کے بدبخت کو کس نے روک رکھا ہے یا وہ کس کا منتظر ہے؟

پھر فرماتے: تم اسے خون سے رنگین کرو گے۔ وہ اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کرتے۔ یہاں سے لے کر یہاں تک رنگین کرو گے۔ وہ اپنے سر اقدس کی طرف اشارہ کرتے۔

خطیب نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی! اولین میں سے سب سے بدبخت کون ہے؟ عرض کی: اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا۔ فرمایا: آخرین میں سے سب سے بدبخت کون ہے؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ محترم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا قاتل۔ ابوداؤد نے کتاب القدر میں لکھا ہے کہ خوارج کے زمانہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے دس ساتھی مسجد میں رات کے وقت پہرہ دیتے تھے۔ آپ نے انہیں دیکھا تو کہا: تم کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کی: آپ کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ فرمایا: اہل آسمان کون ہیں؟ پھر فرمایا: زمین میں کوئی امر بھی رونما نہیں ہوتا حتیٰ کہ آسمانوں پر اس کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے مجھ پر رب تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ڈھال ہے۔ دوسری روایت میں

ہے۔موت محفوظ ڈھال ہے ہر ہر شخص پر ایک فرشتہ مؤکل ہوتا ہے جو جانور یا چیز اس کا ارادہ کرتا ہے وہ اسے کہتا ہے: اسے بچاؤ۔اسے بچاؤ۔جب تقدیر آتی ہے تو وہ چلا جاتا ہے۔بندہ ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا حتیٰ کہ اسے علم ہو جائے کہ جو کچھ اسے پہنچتا ہے وہ اس سے دور نہیں ہو سکتا اور جو اس کے مقدر میں نہیں وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہ ہر روز مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔اس میں نماز پڑھتے تھے۔جس رات کی صبح کو شہید ہونا تھا تو رات اضطراب میں گزاری۔اپنے اہل خانہ کو جمع کیا۔دوسری روایت میں ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس رات ان کی خدمت میں گیا جس کی صبح کو انہوں نے شہید ہونا تھا میں نے انہیں دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو فرمایا: لخت جگر! میں نے آج رات اس کے اہل کو بیدار کرتے ہوئے گزاری ہے کیونکہ یہ جمعہ کی رات ہے کیونکہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔میری آنکھ لگ گئی۔میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی امت سے کتنی لڑائی اور جھگڑا دیکھا ہے۔آپ نے فرمایا: ان کے لیے بددعا کرو۔میں نے عرض کی: مولا! مجھے ان کے بدلے وہ عطا فرما جو ان سے بہتر ہوں۔انہیں وہ عطا فرما جو مجھ سے برا ہو۔امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ وہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ان کے مؤذن ابن تیاح آگئے۔انہوں نے اذان دی۔جب مؤذن ان کے سامنے سے گزرے اور انہوں نے نماز کے لیے بلایا تو ابن ملجم ان کے سامنے آگیا۔دوسری روایت میں ہے۔جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو ابن ملجم لعنہ اللہ نے ان کے دماغ پر ضرب کاری لگائی۔وہ آگاہ ہو گئے اس کی تلوار زہر آلود تھی۔شبیب نے بھی وار کیا مگر یہ ضرب ان کے نہ لگی کیونکہ اس کی ضرب چادر پر لگی تھی۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پکارا۔یہ شخص بھاگنے نہ پائے۔لوگ ہر سمت بھاگنے لگے شبیب بھاگ گیا ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے کھلاؤ پلاؤ۔اگر میں بچ گیا تو میں خون کا والی خود ہوں گا میں چاہوں گا تو قصاص لے لوں گا یا معاف کر دوں گا۔رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ؕ (المائدہ: ۴۵)

ترجمہ: اور زخموں کے لیے قصاص (ہے)۔

اگر میں شہید ہو جاؤں تو اسے اس طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے شہید کیا ہے۔تجاوز نہ کرنا رب تعالیٰ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔اہل السیر نے لکھا ہے۔تین خارجی نکلے عبداللہ بن ملجم مرادی، یہ حمیر سے تھا، بنو مراد میں شمار ہوتا تھا۔یہ کندہ میں سے ابن جبلہ کا حلیف تھا۔مبارک بن عبداللہ التمیمی، عمرو بن بکر تمیمی۔یہ مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔انہوں نے باہم عہد کیا کہ وہ حضرات علی المرتضیٰ، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیں گے۔ابن ملجم نے کہا: میں حضرت علی کو قتل کروں گا۔ابن مبارک نے کہا: میں حضرت معاویہ کو قتل کروں گا۔تیسرے نے کہا: میں حضرت عمرو کو قتل کروں گا۔انہوں نے عہد کیا کہ وہ اپنے متعلقہ شخص کو نہ چھوڑے حتیٰ کہ وہ اسے مار دے یا خود قتل ہو جائے۔

انہوں نے دس رمضان المبارک کو یہ عہد کیا تھا پھر ہر شخص اپنے اپنے متعلقہ آدمی کی طرف چلا گیا۔ابن ملجم نے زہر

آلود تلوار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر حملہ کر دیا۔ جو دماغ تک پہنچ گئی۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ جب ابن ملجم نے حملہ کیا تو انہوں نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ انہوں نے حضرات امامین حسنین کریمین کو رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کی۔ نماز، زکوٰۃ، گناہوں سے استغفار، غصہ پی جانے، صلہ رحمی، جاہل سے حلم، دین میں تفقہ، معاملات میں ثابت قدمی، تلاوۃ القرآن، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، خواہش سے بچنے کی وصیت کی۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی محمد بن حنفیہ کو بھی وصیت کی۔ انہیں حکم دیا کہ وہ ان دونوں حضرات کی تعظیم کریں۔ ان کے بغیر کسی امر کا قطعی فیصلہ نہ کریں ان وصیتوں کو اپنی کتاب وصیت میں لکھا وصیت نامہ یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ وصیت ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ وہ گواہی دیتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریك لہ و بذالك امرت و انا اول المسلمین۔

اے حسن! میں تمہیں، ساری اولاد کو اپنے اہل خانہ کو اور جہاں تک میرا یہ وصیت نامہ پہنچے انہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کی اطاعت، حسن عبادت کی وصیت کرتا ہوں۔ تم اس حالت پر مرو کہ تم مسلمان ہوں۔ رب تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو تفرقہ بازی نہ کرو۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: باہمی صلح کرنا عام نماز اور روزے سے افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو دیکھو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ دنیا کو تلاش نہ کرو۔ اس میں سے جو کچھ بھی چلا جائے اس پر نہ روؤ۔ حق بات کرو، یتیم پر رحم کرو، ظالم کے دشمن اور مظلوم کے لئے مددگار بن جاؤ جو کچھ کتاب الٰہی اور سنت مبارکہ میں ہے اس پر عمل کرو۔ رب تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرو، پھر حساب تم پر آسان ہو جائے گا۔

نماز کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ تمہارے دین حق کا ستون ہے۔ اللہ اللہ! راہ خدا میں اپنے اموال اور نفوس کے ساتھ جہاد کرو۔ اللہ اللہ! زکوٰۃ ادا کرو یہ رب تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتی ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرو۔ تمہارے سامنے ان پر ظلم نہ ہو۔ صحابہ کرام کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ رب تعالیٰ نے اپنے اہل بیت اور اپنے صحابہ کرام کے بارے میں وصیت کی تھی۔ فقراء اور مساکین کے متعلق رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ انہیں اپنی معیشت میں شامل کر لینا۔ اپنے غلاموں کے بارے میں رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ رب تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنا رب تعالیٰ تمہاری کفایت کرے گا جو تمہارا ارادہ کرے تم پر بغاوت کرے اسے کہو: حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں فرمایا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو ورنہ معاملہ تمہارے شریر لوگوں کے پاس چلا جائے گا پھر تمہارے بہترین افراد دعائیں مانگیں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ باہم صلہ رحمی کرو۔

باہم خرچ کرو۔روگرداں ہونے سے بچو،قطع رحمی نہ کرو،تفرقہ بازی نہ کرو،نیکی اور تقویٰ پرایک دوسرے سے تعاون کرو،گناہ اور سرکشی پرایک دوسرے سے تعاون نہ کرو،رب تعالیٰ سے ڈرو،رب تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔اہل بیت میں سے تمہاری حفاظت رب تعالیٰ کرے۔وہ تمہارے گھر کی حفاظت کرے۔میں تمہیں رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تم پر سلام رب تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

پھرانہوں نے گفتگو نہ کی صرف لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہے جب عالم نزع طاری ہوا تولا الہ الا اللہ کی کثرت کردی اس کے علاوہ وہ کچھ بھی نہ پڑھا حتیٰ کہ روح عالم بالا کو پرواز کرگئی۔اس وقت عمر مبارک ۶۳ برس تھی یہی صحیح اور مشہور ہوئی۔ایک قول یہ ہے کہ آخری کلام یہ تھا۔

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزلہ)

ترجمہ: (جس نے کی ہوگی) برابر ذرہ نیکی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے کی ہوگی برابر ذرہ برائی وہ اسے دیکھ لے گا۔

کوفہ میں اتوار کی رات ستائیس رمضان المبارک یا انتیس رمضان المبارک یا ۱۹ رمضان المبارک کو جام شہادت نوش فرمایا۔۴۰ھ تھی۔امام حسن،امام حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے انہیں غسل دیا۔انہیں تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو میں سے کچھ خوشبو تھی وصیت کی کہ وہی خوشبو استعمال کی جائے۔انہیں وہی خوشبو لگائی گئی۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی کوفہ میں قصر الامارہ کے قریب تدفین ہوئی۔ان کی قبر انور کو چھپا دیا گیا۔دوسرا قول ہے کہ جسم مبارک کو صندوق میں بند کیا گیا۔

بہت زیادہ کافور ڈالا گیا اونٹ پر سوار کیا گیا تاکہ مدینہ طیبہ لے جایا جائے جب کارواں طئے کے علاقے سے گزر رہا تھا تو وہ اونٹ رات کے وقت گم ہوگیا۔اسے بنوطئے نے پکڑا انہیں دفن کردیا اونٹ کو ذبح کردیا۔المبرد نے روایت کیا ہے کہ جس ذات کو سب سے پہلے ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

وارضاہ ورضی عنا بہ ورزقنا محبتہ وسائر اصحاب رسول ﷺ ادام ذلک لنا الی یوم نلقاہ۔

۶-مرثیہ

حضرت سعید بن منصور نے کہا ہے ابوالاسود الدوٴلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مرثیہ لکھا۔

الا یا عین ویحک اسعدینا   الا تبکی امیر المؤمنینا

ترجمہ: اے آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہمیں سعادت مند کر۔کیا تو امیر المؤمنین پر گریہ بار نہ ہوگی۔

و تبکی ام کلثوم علیہ   بعبرتہا و قدرات الیقینا

ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان پر رو رہی ہیں۔ وہ آنسو بہا رہی ہیں انہوں نے یقین کے ساتھ دیکھ لیا ہے۔

قل للخوارج حیث کانوا فلا قرت عیون الحا سدینا

ترجمہ: اے خوارج سے کہو۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں کہ حاسدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب نہ ہو۔

افی شهر الصیام مجمعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

ترجمہ: کیا تم نے رمضان المبارک میں ہمیں جمع کیا تمام لوگوں میں سے بہترین ہستی کے ساتھ ہم سب کو۔

قتلتم خیر من رکب المطایا وذللها و من رکب السفینا

ترجمہ: تم نے اس ذات پاک کو قتل کر دیا جو ان سے بہترین تھی جو سواریوں پر سواری کرتے ہیں انہیں عاجز کرتے ہیں اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔

ومن لبس النعال ومن حذاها وقراء المثانی والمبینا

ترجمہ: جو جوتے پہنے ہیں جوتوں کو نمونے پر کاٹتے ہیں جو سورۃ الفاتحہ اور مبین والی سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

و کل مناقب الخیرات فیه وحب رسول رب العالمینا

ترجمہ: خیرات کے سارے مناقب آپ میں موجود تھے آپ رب العالمین کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔

اذا ستقبلت وجه ابی حسین رائیت البدر فوق الناظرینا

ترجمہ: جب تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کی طرف رخ کرو گے تو تم ناظرین کے اوپر ماہ تمام کو دیکھو گے۔

وکنا قبل مقتله بخیر نری مولی رسول الله فینا

ترجمہ: ہم آپ کی شہادت سے پہلے خیر کے ساتھ تھے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ کو خود میں دیکھتے تھے۔

یقیم الحق لا یرتاب فیه ویعدل فی العدی والا قربینا

ترجمہ: وہ حق کو قائم کرتے تھے انہیں اس میں شک نہ تھا وہ دشمنوں اور اقارب میں عدل کرتے تھے۔

لیس لکاتم علما لدیه ولم یخلق من المتکبرینا

ترجمہ: وہ اپنے پاس موجود علم کو چھپانے والے نہ تھے نہ ہی انہیں متکبرین میں سے پیدا کیا گیا تھا۔

کان الناس اذا فقدوا علیا نعام جار فی بلد سنینا

ترجمہ: جب وہ شہید کر دیے گئے تو لوگ گویا کہ شتر مرغ تھے جو اس شہر میں سرگرداں تھے جہاں سے گھاس چری گئی ہو۔

فلا تشمت معاویة بن صخر فان بقیة الخلفاء فینا

ترجمہ: معاویہ بن صخر خوش نہ ہو نا بقیہ خلفاء ہم میں سے ہی ہیں۔

گیارہواں باب

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

نسب، اولاد

ان کا اسم گرامی حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھا۔

مرہ پر ان کا نسب، حضور اکرم ﷺ کے نسب پاک کے ساتھ مل جاتا ہے۔ انؓ کی والدہ ماجدہ کا نام صعبہ بنت حضرمی تھا۔ یہ علاء کی بہن تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی رنگت گندمی تھی بعض نے سفید رنگت لکھی ہے چہرہ حسین تھا بہت گھنے بال تھے سینہ کشادہ تھا کندھوں کے مابین چوڑائی تھی قدم بھاری تھے جب چلتے تھے تو تیزی سے چلتے تھے جب توجہ کرتے تھے تو پوری طرح توجہ کرتے تھے۔ وہ خضاب استعمال نہ کرتے تھے۔ وہ شدت اور قلت میں خرچ کرنے والے تھے وسعت میں رضا میں صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ ان کے دس بچے تھے محمد السجاد، عمران۔ ان کی والدہ حمنہ بنت جحش تھیں۔ موسیٰ، یعقوب، اسحاق۔ ان کی والدہ ابان بنت عتبہ بن ربیعہ تھیں۔ زکریا، یوسف، عائشہ۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت صدیق تھیں۔ عیسیٰ، یحییٰ۔ ان کی والدہ سعدی بنت عوف بن خارجہ تھیں۔ ام اسحاق، صعبہ، مریم، صالح، رضی اللہ عنہم ان کے دو بھائیوں عثمان اور عبد الرحمٰن نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے بہت سے موالی تھے۔

۲۔ فضائل

وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ ان خوش بخت افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

ان چھ افراد میں سے ایک تھے جو مجلس شوریٰ میں شامل تھے۔ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ غزوہ بدر کے علاوہ سارے غزوات میں شرکت کی۔ اس وقت آپ نے انہیں شام کے راستے پر خبریں لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جب یہ واپس آئے تو حضور اکرم ﷺ واپس آچکے تھے انہوں نے اپنے حصے کے متعلق آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: تمہارا حصہ تمہارا ہی ہے۔ عرض کی: میرا اجر یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: تمہارا اجر بھی تمہارا ہے۔ آپ نے ان کا نام طلحہ الخیر، طلحہ الجود، طلحہ الفیاض رکھا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! تم تو فیاض ہی ہو۔ انہوں نے سات لاکھ دراھم کا باغ بیچا۔ اس رات ان کے قاصد اہل مدینہ کے فقراء کے پاس جاتے رہے وقت صبح تک ان کے پاس ایک درھم بھی نہ تھا۔ دوسری روایت میں ہے وہ دراھم رات بھر ان کے پاس ہی رہے۔ اس کی وجہ سے

انہیں نیند نہ آئی وقت صبح انہیں تقسیم کر دیا۔ غزوۂ بدر کے دس قیدیوں کا فدیہ اپنے مال سے ادا کیا۔ ایک اعرابی آیا صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ انہوں نے فرمایا: یہ واسطہ مجھے تم سے پہلے آج تک کسی نے نہیں دیا۔ میرے پاس زمین ہے جس کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ دراھم ادا کرنے ہیں پسند کرو تو زمین لے لو اور پسند کرو تو قیمت لے لو۔ اس نے عرض کی: قیمت انہوں نے اس کی قیمت اس کے حوالے کر دی۔ وہ بنو تیم کے کمزوروں کی کفایت کرتے تھے۔ ان کے قرض ادا کرتے تھے ہر سال دس ہزار دراھم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتے تھے۔ آپ نے ان کا نام طلحہ الطلحات رکھا۔

یہ وہ طلحہ الطحات نہیں جس کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے:

رحم اللہ اعظما دفنوھا بسجستان طلحۃ الطحات

ترجمہ: رب تعالیٰ ان ہڈیوں پر رحم کرے جو بحستان میں مدفون ہیں۔ جو طلحہ الطحات ہے۔

کیونکہ یہ مدفون سجستان خزاعی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب یوم احد کا تذکرہ فرماتے تو فرماتے: یہ سارا دن طلحہ کا تھا انہوں نے اس روز خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا۔

امام احمد اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے) ابو یعلی، ابن حبان، حاکم اور ضحاک نے حضرت یحییٰ بن عباد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ نے اس وقت خود پر جنت واجب کر لی جب انہوں نے رب تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ سلوک کیا جو کیا۔ ابو بکر الشافعی نے الغیلا نیات میں، دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! یہ جبرائیل امین ہیں جو تمہیں سلام دے رہے ہیں۔ وہ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ میں قیامت کی ہولنا کیوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا حتیٰ کہ میں تمہیں ان سے نجات دلا دوں گا۔

ابن مندہ اور ابن عساکر نے، حاکم اور ترمذی نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) امام ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت معاویہ سے، ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! تم ان لوگوں سے ہو جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ یا طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت طلحہ سے حسن روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک جاہل اعرابی سے کہا آپ سے پوچھو کہ آپ کا حصہ کس نے ادا کر دیا ہے۔ صحابہ کرام آپ سے سوال کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ سے ڈرتے تھے۔ اعرابی نے آپ سے پوچھا تو اس سے اعراض کیا۔ اس نے پھر پوچھا تو اعراض کیا، پھر میں مسجد کے دروازے سے آیا۔ میں نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: سائل کہاں ہے جو اس شخص کے متعلق پوچھ رہا تھا جس نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

اس نے عرض کی: میں ہوں یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: طلحہ ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے منبر پر یہ آیت طیبہ پڑھی:

منهم من قضى نحبه۔

ترجمہ: ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔

ایک شخص نے پوچھا۔ وہ کون ہے؟ آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: اے سائل! یہ ان میں سے ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: طلحہ ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضرت عمار ان میں سے ہیں، یحییٰ بن سلام کی تفسیر میں ہے۔ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم، ضیاء باروردی اور بغوی نے حصین بن وحوح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: مولا! طلحہ سے اس طرح ملاقات کرنا کہ وہ تجھے دیکھ کر مسکرائیں اور تو انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) ابویعلی، حاکم، ابونعیم نے المعرفہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ اور زبیر جنت میں پڑوسی ہوں گے۔ حاکم، ابن ماجہ، ابن عساکر نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طلحہ ان شہیدوں میں سے بہترین ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔ ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے فرمایا: طلحہ! مجھ پر کل تمہاری جنت لازم ہے۔

وہ ان سات طلحات میں سب سے بڑے ہیں جو سخاوت میں مشہور ہیں۔ انہوں نے سات لاکھ دراھم میں حضرت عثمان غنی کو زمین بیچی۔ وہ رقم لے کر آئے فرمایا: اگر کسی شخص کے پاس یہ رہیں تو اسے علم نہیں کہ رات کے وقت اس پر کیا آ جائے۔ رب تعالیٰ ضامن ہے۔ انہوں نے اس طرح رات بسر کی کہ ان کے قاصد مدینہ طیبہ کی گلیوں میں آوازیں لگاتے رہے حتیٰ کہ وقت صبح ان کے پاس ایک درھم بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایک دن میں آٹھ لاکھ دراھم صدقہ میں دیئے پھر خود کو مسجد کی طرف نکلنے سے روک دیا حتیٰ کہ ان کے لئے کپڑے کی اطراف کو جوڑ دیا گیا۔

۲۔ طلحہ بن عمر تیمی طلحۃ الجود۔ ۳۔ طلحہ بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم۔ انہیں طلحۃ الدراھم کہا جاتا تھا۔ ۴۔ طلحہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ انہیں طلحۃ الخیر کہا جاتا تھا۔ ۵۔ طلحہ بن عبد اللہ بن عوف الزھری۔ انہیں طلحۃ الدوسی کہا جاتا تھا۔ ۶۔ طلحہ بن عبد اللہ بن خلف۔ انہیں طلحۃ الندی کہا جاتا تھا۔ ۷۔ طلحہ بن عبد اللہ الخزاعی انہیں طلحۃ الطلحات کہا جاتا تھا۔

وصال

یہ یوم الجمل میں شہید ہوئے تھے۔ یہ واقعہ ۳۶ھ کو ہوا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس روز کسی صف میں تنہا رہ گئے تھے۔ کسی نے تیر مارا ان کی ٹانگ کی عرق النساء کٹ گئی۔ اس سے لگا تار خون نکلتا رہا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ مروان بن حکم نے اقرار کیا کہ اس نے وہ تیر مارا تھا۔ قنطرۃ القرہ میں انہیں دفن کیا گیا۔ انہیں وصال کے تیس سال بعد نیند میں دیکھا گیا۔ انہوں نے تر زمین کا شکوہ کیا ان کا جسم باہر نکالا گیا تو تر و تازہ تھا۔ انہیں دار الہجرتین بصرہ میں دفن کر دیا گیا ان کی قبر مشہور ہے۔

✿✿✿

بارھواں باب

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

ان کا نسب، وصف، اولاد، اسلام اور ہجرت

یہ ابوعبداللہ زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہیں۔ قصی پر ان کا نسب آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب تھا یہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھو تھیں۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا اور ہجرت بھی کی تھی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ الحافظ ابونعیم نے لکھا ہے: حضرت زبیر کا چچا انہیں چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا آگ سے دھواں دیتا تھا وہ کہتا: کفر کی طرف لوٹ چلو۔

حضرت زبیر فرماتے: میں کبھی بھی کفر کی طرف نہ لوٹوں گا۔ یہ گندم گو اور معتدل القامۃ تھے۔ داڑھی مبارک خفیف تھی۔ دوسرا قول یہ ہے یہ طویل تھے جب سواری پر سوار ہوتے تھے تو ٹانگیں زمین پر لگتی تھیں حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے ان کی اولاد عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ رضی اللہ عنہم تھیں۔ دیگر بیویوں سے بھی اولاد تھی۔

۲۔ بعض فضائل

انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا اس وقت ان کی عمر آٹھ سال یا سولہ سال تھی۔ ان کا چچا انہیں دھویں سے تکلیف دیتا تا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں، مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھوڑا دو بار حبشہ کی طرف ایک بار مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے تلوار سونتی تھی۔ جب شیطان نے یہ خبر پھیلائی تھی کہ حضور اکرم ﷺ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بھاگتے

ہوئے نکلے اس وقت حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں تھے۔انہوں نے آپ سے ملاقات کی فرمایا: زبیر! کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔آپ نے ان کے لیے اور ان کی تلوار کے لئے دعا کی۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یرموک میں بھی شرکت کی،مصر فتح کیا وہ تجارت کرتے تھے اور عطاء لیتے تھے۔

امام احمد شیخان، عبد بن حمید، ترمذی، خطیب ابن عساکر، ابن ابی شیبہ، ابونعیم، امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت جابر سے، ابن عساکر نے حضرت زبیر سے، امام احمد، ابویعلی، ابن ابی شیبہ اور ترمذی (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نے الطبرانی، حاکم اور ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ سے، دارقطنی نے افراد میں حضرت ابوموسیٰ سے، زبیر بن بکار، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق سے، ابویعلی، ابن سعد، زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے حضرت ابوعمر سے، امام احمد، ابن کثیر الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: طلحہ اور زبیر! تم دونوں میرے حواری ہو۔

شیخان نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: کون بنوقریظہ کے پاس جائے گا اور ان کی خبر لے کر میرے پاس آئے گا؟ میں گیا۔جب میں واپس آیا تو آپ نے اپنے والدین کریمین کو میرے لیے جمع کیا فرمایا: تیراندازی کرو۔

۳-کرم، وصیت، وفات، عمر

وہ، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم چند مشہور شہسواروں میں سے تھے۔

ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں کمائی کر کے دیتے تھے ان کے گھر میں ایک درہم بھی نہ جاتا تھا وہ سب مال صدقہ کر دیتے تھے وہ ہر رات اسے تقسیم کر دیتے تھے۔اس میں سے کچھ بھی اپنے گھر نہ لے کر جاتے تھے۔امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یوم الجمل کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے مجھے بلایا۔میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا فرمایا: میرے نور نظر! میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوماً شہید ہو جاؤں گا میرا اہم ترین مقصد میرا قرض ہے تم نے دیکھا ہمارے دین کی وجہ سے ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا، پھر فرمایا: نور نظر! ہمارے مال کو فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ آپ نے مجھے ثلث کی وصیت کی۔حضرت عبداللہ نے فرمایا: وہ مجھے اپنے قرض کے بارے میں وصیت کرنے لگے انہوں نے فرمایا: نور نظر! اگر تم میرا قرض ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ تو اپنے آقا سے مدد لے لینا۔بخدا! میں نہیں جانتا تھا کہ ان کا ارادہ کیا تھا حتیٰ کہ میں نے عرض کی: والد گرامی! آپ کا آقا کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ۔بخدا! جب بھی میں قرض کی آزمائش میں پھنسا تو میں نے کہا: اے زبیر کے آقا! اس کی طرف سے قرض ادا کر دے وہ قرض ادا کر دیتا ہے۔حضرت زبیر شہید ہو گئے انہوں نے دراھم اور دینار نہ چھوڑے سوائے دو زمینوں کے۔ان میں سے ایک جنگل تھا مدینہ طیبہ میں گیارہ گھر تھے دو گھر بصرہ

میں تھے ایک گھر کوفہ میں تھا ایک گھر مصر میں تھا ان پر قرض اس طرح تھا کہ ایک شخص مال لے کر ان کے پاس آتا وہ بطور امانت ان کے پاس رکھتا۔

وہ فرماتے: نہیں! یہ قرض ہے مجھے خطرہ ہے کہ یہ ضائع ہو جائے گا۔ بخدا! وہ کبھی بھی امارت پر ٹیکس وصول کرنے یا خراج وصول کرنے پر کبھی بھی فائز نہ ہوئے تھے مگر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: میں نے حساب کیا کہ ان پر کتنا قرض تھا۔ ان پر دو ہزار اور دو سو ہزار قرض تھا۔ حضرت زبیر نے جنگل ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا حضرت عبد اللہ نے اسے ایک ہزار اور سات سو ہزار۔ میں فروخت کر دیا پھر فرمایا: جس کا ہم پر قرض ہو وہ الغابہ میں میرے ساتھ ملاقات کرے۔ جب وہ اپنے باپ کے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو بنو زبیر نے کہا: ہم میں ہماری وراثت تقسیم کریں۔ انہوں نے فرمایا: بخدا! ابھی وراثت تقسیم نہ کروں گا، حتیٰ کہ میں چار سال تک حج کے ایام میں اعلان کروں گا کہ حضرت زبیر پر جس کا قرض ہو وہ آ کر لے لے وہ ہر سال حج کے ایام میں یہ اعلان کرتے جب چار سال گزر گئے تو انہوں نے ان کے مابین تقسیم کر دیا ثلث دیا۔

حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ایک ہزار اور دو سو ہزار ملے ان کا مال پچاس ہزار ہزار اور دو سو ہزار تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے دو ہزار اور دو سو ہزار قرض ادا کیا پھر مال کا وہ ثلث نکالا جس کی انہیں وصیت کی تھی پھر بقیہ کو تقسیم کر دیا۔ یہ ہر زوجہ کو ایک ہزار اور دو سو ہزار ملے اس طرح ان کا قرض، وصیت اور میراث انسٹھ ہزار ہزار اور آٹھ سو ہزار تھے۔ یہی صحیح ہے جو کچھ بخاری میں ہے یا مجمع الاحباب میں ہے اس میں نظر ہے۔ ان کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں کمائی کر کے دیتے تھے وہ اسی محفل میں صدقہ کر دیتے تھے ایک درہم بھی گھر لے نہ جاتے تھے ان کا بہت زیادہ مال تھا کثیر صدقات تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ سات صحابہ کرام نے انہیں وصیت کی تھی ان میں حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ وہ اپنے مال سے ان کے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے۔ انہیں وافر مال دیتے تھے انہوں نے یوم جمل کو قتال ترک کر دیا واپس آ گئے ایک جماعت نے انہیں قتل کر دیا۔ اس وقت وہ وادی السباع بصرہ کی ایک طرف تھے ان کی شہادت ۳۶ھ کو ہوئی ان کی عمر ۶۷ سال تھی یا ۶۴ سال تھی۔ ان کی قبر انور معروف ہے انہی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

فکم کربۃ ذب الزبیر بسیفہ ... عن المصطفی واللہ یعطی و یجزل

فما مثلہ فیہم ولا کان قبلہ ... ولیس یکون الدھر ما کان یزبل

ثناؤک خیر من فعال معاشر ... و فعلک یا بن الھاشمیۃ افضل

ترجمہ: کتنے ہی مصائب تھے جنہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے دور کیا رب تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا کرنے والا ہے۔ ان میں ان کی مثال نہ تھی۔ نہ ہی ان سے پہلے تھی۔ جو وہ

اٹھاتے تھے اسے زمانہ اٹھانہ سکتا تھا آپ کی تعریف لوگوں کے افعال سے بہترین ہے لیکن تمہارا فعل اے ابن ہاشمیہ! سب سے افضل ہے۔

❁❁❁

تیرہواں باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کچھ فضائل

۱-اسم، نسب اور کنیت

وہ اسلام کے شہ سوار سعد ہیں۔ان کی کنیت ابو اسحاق ہے باپ کی کنیت ابو وقاص ہے ان کا نسب عبد مناف پر آپ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔

۲-فضائل

ابتداء میں اسلام قبول کرلیا تھا اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی وہ اسلام قبول کرنے میں تیسرے نمبر پر تھے۔ سب سے پہلے راہ خدا میں تیر پھینکا سب سے پہلے راہ خدا میں خون بہایا سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی آپ کے امراء میں سے تھے۔ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔تیر اندازی درست ہوتی تھی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی: مولا! ان کی تیر اندازی کو درست فرما۔ان کی دعائیں قبول فرما: انہوں نے غزوہ احد میں ایک ہزار تیر پھینکے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کا عامل بنایا تھا قادسیہ اور مدائن کے جہاد میں لشکروں کے سپہ سالار وہی تھے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوسوستر احادیث روایت کیں پندرہ پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔پانچ میں امام بخاری اور اٹھارہ میں امام مسلم منفرد ہیں۔فتنوں کے زمانہ میں گوشہ نشین ہوگئے تھے کسی جنگ میں حصہ نہ لیا تھا۔

ابن جوزی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں۔کوئی شخص مجھے ذرا اپنا ماموں تو دکھائے۔ایک دفعہ وہ مکہ مکرمہ میں مریض ہوگئے وہ اس زمین میں انتقال کرنا پسند نہ کرتے تھے جہاں سے انہوں نے ہجرت کی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اس وقت ان کی صرف ایک نور نظر تھی۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے سارے مال کی وصیت کردوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی کی، تہائی بھی کثیر ہے، شاید رب تعالیٰ تمہیں رفعت دے گا۔بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان اور بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا انہوں نے دعا مانگی: مولا! میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں

موت کو مؤخر کر دے اس سال موت ان سے مؤخر کر دی گئی ان کے دل میں کسی مسلمان کے لئے کچھ بھی نہ تھا وہ ان چھ افراد میں سے ایک تھے جن کے متعلق یہ آیت طیبہ اتری تھی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ۔ (الانعام:۵۲)

ترجمہ: اور نہ دور ہٹاؤ انہیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی والدہ کچھ دنوں کے لیے کھانے اور پینے سے رک گئی انہوں نے اسے فرمایا: امی! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اگر تمہاری ایک سو جانیں بھی ہوں جو ایک ایک کر کے نکلتی رہیں میں پھر بھی اپنے اس دین کو نہ چھوڑوں گا چاہو تو کھالو چاہو تو نہ کھاؤ۔ اس نے یہ عزم مصمم دیکھا تو کھالیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ ۔ (العنکبوت:۸)

ترجمہ: اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنائے کسی کو میرا۔

ان کے اقوال زریں میں سے ہے کہ انہوں نے اپنے نور نظر مصعب کو فرمایا: بیٹے! جب کسی چیز کو طلب کرو تو اسے قناعت کے ساتھ طلب کرو جس کے پاس قناعت نہیں اسے مال مستغنی نہیں کر سکتا۔

۴-وصال

انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں صوف کے جبہ میں کفن دیا جائے اس میں انہوں نے غزوہ بدر میں دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔ وہی ان پر تھا۔ فرمایا: میں اسے اس مقصد کے لئے چھپا کر رکھتا تھا اس میں انہیں کفن دیا گیا اس وقت ۵۱ھ تھا۔ عمر مبارک ۷۹ سال تھی یا عمر ۸۲ سال تھی مہاجرین میں سے سب کے آخر میں انہی کا وصال ہوا رضی اللہ عنہم ان کا وصال ان کے گھر عقیق کے مقام پر ہوا۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے دس میل دور تھی۔ انہیں اٹھا کر مدینہ طیبہ لایا گیا۔

مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت وہی مدینہ طیبہ کا گورنر تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے حجرات مقدسہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

نسب

ان کا نسب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی ہے وہ کعب بن لوئی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتے ہیں۔

۲۔ بعض فضائل

دارارقم میں دخول سے قبل انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ غزوہ بدر کے علاوہ سارے غزوات میں شرکت کی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد اور ان کی بہن کے خاوند تھے۔ بہن محترمہ نے بھی ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنیں۔ وہ مہاجرین اولین میں سے تھے۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے یرموک اور حصار دمشق میں شرکت کی۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔

شیخان نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ساتھ تنازع کو اروی بنت اویس مروان کے پاس لے گئیں۔ اس نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین لے لی ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کی زمین کیوں لوں گا حالانکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا: جس نے کسی کی بالشت بھر زمین لی اسے سات زمینوں تک اتنا طوق پہنا دیا جائے گا مروان نے کہا: میں اس کے بعد تم سے نہ پوچھوں گا۔ حضرت سعید نے عرض کی: مولا! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے نابینا کر دے اسے اس کی زمین پر مار دے۔

وہ عورت نہ مری حتیٰ کہ اس کی بصارت جاتی رہی اسی اثناء میں کہ وہ اپنی زمین پر چل رہی تھی وہ کسی گڑھے میں گر پڑی اور مرگئی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ اس عورت نے کہا: مجھے حضرت سعید کی بد دعا لگ گئی ہے۔ دوسری روایت میں ہے وہ اروی مروان کے پاس آئی۔ حضرت سعید کے خلاف دعویٰ کیا۔ اس نے کہا: انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ عقیق کے مقام پر ان کی ہمسائی تھی۔ حضرت عاصم بن عمر نے کہا: بخدا! میں اروی کا حق پورا کرتا ہوں میں نے اسے اپنی سرزمین کے چھ سو ذراع دے دیے ہیں یہ اس حدیث پاک کی وجہ سے ہے جسے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: جس نے ناحق کسی مسلمان کا حصہ لیا تو روز حشر سات زمینوں تک اسے طوق پہنایا

جائے گا اردی! اٹھو اور وہ زمین لے لو جو سمجھتی ہو کہ تمہارا حق ہے وہ اٹھی اور اس نے وہ حصہ لے لیا۔ حضرت سعید نے یہ بددعا کی: مولا! اگر یہ ظالم ہے تو اس کی بصارت چھین لے اسے بری طرح موت دے۔ وہ اندھی ہوگئی تھی اپنی زمین میں گر کر مرگئی تھی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۸ احادیث روایت کی ہیں۔ ایک روایت میں امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ایک روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔ ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین کی کثیر تعداد نے روایت کیا ہے۔

۳-وصال

انہوں نے ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں وصال کیا۔ ان کی عمر ستر اور کچھ سال تھی انہوں نے عقیق کے مقام پر وصال فرمایا۔ انہیں مدینہ طیبہ لایا گیا وہیں دفن کیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی قبر میں وہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اترے۔

❀❀❀

پندرھواں باب

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱-نسب پاک

یہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ ہیں ان کا نسب کلاب پر آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت شفاء تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا ہجرت کی تھی وہ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

۲-فضائل

انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا وہ پہلے آٹھ مسلمانوں میں سے ایک تھے وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جو خلافت سے دستبردار ہوگئے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کی کوشش کی تھی۔ سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔ غزوہ احد میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ دو ہجرتیں کیں۔ حبشہ کی طرف اور مدینہ طیبہ کی طرف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ اخوت قائم فرمایا۔ حضور

اکرم ﷺ نے انہیں دومتہ الجندل کی طرف بنوکلیب کی طرف بھیجا۔اپنے دست اقدس سے عمامہ شریف باندھا۔کندھوں کے مابین لٹکایا فرمایا: اگر تمہیں فتح نصیب ہو جائے تو اس کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کی۔انہوں نے ان سے شادی کر لی ان کے ہاں حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی جب آپ نے انہیں پایا تو وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔غزوہ احد میں انہیں اکیس زخم آئے۔ٹانگ پر زخم آئے دانت گر پڑے وہ راہ خدا میں بہت سے غلام آزاد کرتے تھے۔انہوں نے احد کے روز ۳۱ غلام آزاد کئے تھے۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ۶۵ احادیث مبارکہ روایت کیں۔دو احادیث پر شیخین متفق ہیں۔پانچ میں امام بخاری منفرد ہیں ان سے حضرات ابن عمر، ابن عباس، جابر، بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے ان کا بہت سارا مال تھا تجارت میں ماہر تھے ایک روایت ہے کہ وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کی: امی جان! مجھے اندیشہ ہے کہ کثیر مال مجھے ہلاک کر دے گا۔انہوں نے فرمایا: لخت جگر! خرچ کرو۔انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں نصف مال صدقہ کیا تھا وہ چار ہزار دینار تھے پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے راہ خدا میں پانچ گھوڑے صدقہ کئے پھر پانچ سو سواریاں صدقہ کیں ان کا اکثر مال تجارت سے تھا۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرات امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی۔اسے چار لاکھ دراہم میں فروخت کیا گیا۔حضرت عروہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پچاس ہزار دینار راہ خدا میں دینے کی وصیت کی۔

ابن جوزی نے مسعود بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں چالیس ہزار دیناروں میں فروخت کی وہ مال بنوزہرہ، غریب مسلمانوں اور حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر دیا۔مجھے اس میں سے کچھ مال دے کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔آپ نے فرمایا: میرے بعد تم پر پاکباز افراد ہی مہربانی کریں گے۔رب تعالیٰ ابن عوف کو جنت کے سلسبیل سے جام پلائے گا۔

امام زہری نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بقیہ اصحاب بدر میں سے ہر شخص کے لئے چار سو دیناروں کی وصیت کی۔ان کی تعداد ایک سو تھی۔انہوں نے ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں خراج کرنے کی وصیت کی۔ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ ان کی تواضع تھی کہ وہ اپنے غلام سے ممتاز نظر نہ آتے تھے وہ ایسا لباس پہنتے تھے جس کی قیمت پانچ دراہم ہوتی تھی۔ان کے غلام بھی ایسا ہی لباس پہنتے تھے۔الاکتفاء میں ہے۔وہ اہل مدینہ کی کفالت کرتے تھے۔ایک تہائی کو اپنا مال بطور قرض دیتے تھے ایک ثلث کا قرض اپنے مال سے ادا کرتے تھے۔ایک ثلث سے صلہ رحمی کرتے تھے۔حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں تھیں انہوں نے مدینہ طیبہ میں شور سنا۔فرمایا: یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے عرض کی: عبدالرحمن بن عوف کا کارواں شام سے آیا ہے وہ کارواں سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور اکرم

ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا وہ گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہ روایت حضرت عبدالرحمن تک پہنچ گئی وہ ام المومنین کی خدمت میں آئے اور اس روایت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے توثیق کر دی۔ عرض کی: میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ کارواں اس کے کجاووں اور پالانوں سمیت راہ خدا میں صدقہ کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ انہوں نے تیس ہزار بچوں کو آزاد کرایا۔ اُن کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ بعض ان کی زندگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت کے طفیل ان کے لئے دروازے کھول دیے تھے حتیٰ کہ ان کے خزانے کو کلہاڑے سے اکھیڑا گیا ہاتھ پھٹ گئے بیویوں میں سے ہر ہر بیوی کو اسی ہزار دینار ملے یا ایک لاکھ دینار ملے۔ ایک روایت ہے کہ ایک بیوی سے انہوں نے صلح کر لی تھی انہوں نے اسے اسی ہزار اور نصف پر طلاق دے دی تھی۔ انہوں نے صدقات اور عطیات پچاس ہزار دیناروں کی وصیت کی تھی۔ ایک دن میں تیس غلام آزاد کر دیے ایک دفعہ ایک کارواں جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا کجاووں، پالانوں اور سامان سمیت صدقہ کر دیا۔ اس کی ہر چیز صدقہ کر دی۔

ابن سعد، ابن عوف، طیالسی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ دوسری روایت میں ہے تم جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے رب تعالیٰ کو قرض دیا کرو وہ تمہارے قدموں کو کھول دے گا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں کیا قرض دوں؟ فرمایا: اسی سے شروع کرو جس میں رات کی ہے۔ عرض کی: تمام کا تمام یا رسول اللہ! ﷺ فرمایا: ہاں! حضرت عبدالرحمن اسی ارادہ سے باہر نکلے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمن کو حکم دیں کہ مہمان کی مہمان نوازی کریں، مسکین کو کھانا کھلائیں، سائل کو عطا کریں، جو ان کی زیر کفالت میں ان سے شروع کریں۔ اگر انہوں نے اس طرح کیا تو اس کا تزکیہ ہو جائے گا جو کچھ ان میں ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت یسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عبدالرحمن بن عوف کا نکاح کر دو وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں وہ ان سے بہترین ہیں جو ان کی مثل ہیں۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرمی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نرم آواز سے پڑھا سارے صحابہ کرام کے آنسو بہنے لگے سوائے عبدالرحمن بن عوف کے۔ آپ نے فرمایا: اگر عبدالرحمان کے آنسو نہیں بہے تو ان کا دل بہ گیا ہے۔

دیلمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عبدالرحمن! رب تعالیٰ تمہارے دنیاوی معاملات کی کفایت کرے۔ تمہاری آخرت کے وہ ضامن ہیں۔ امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا وہ گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔
یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن تک پہنچ گئی وہ ام المومنین کی خدمت میں آئے اور اس روایت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے توثیق کر دی۔ عرض کی: میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ کارواں اس کے کجاوؤں اور پالانوں سمیت راہ خدا میں صدقہ کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ انہوں نے تیس ہزار بچوں کو آزاد کرایا۔ اُن کے صاجزادوں اور صاجزادیوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ بعض ان کی زندگی میں ہی وصال کر گئے تھے۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی دعا کی برکت کے طفیل ان کے لئے دروازے کھول دیے تھے حتیٰ کہ ان کے خزانے کو کلہاڑے سے اکھیڑا گیا ہاتھ پھٹ گئے بیویوں میں سے ہر ہر بیوی کو اسی ہزار دینار ملے یا ایک لاکھ دینار ملے۔ ایک روایت ہے کہ ایک بیوی سے انہوں نے صلح کر لی تھی انہوں نے اسے اسی ہزار اور نصف پر طلاق دے دی تھی۔ انہوں نے صدقات اور عطیات پچاس ہزار دیناروں کی وصیت کی تھی۔ ایک دن میں تیس غلام آزاد کر دیئے ایک دفعہ ایک کارواں جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا کجاوؤں، پالانوں اور سامان سمیت صدقہ کر دیا۔ اس کی ہر چیز صدقہ کر دی۔

ابن سعد، ابن عوف، طیالسی، حاکم اور بیہقی نے الشعب میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ دوسری روایت میں ہے تم جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے رب تعالیٰ کو قرض دیا کرو وہ تمہارے قدموں کو کھول دے گا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں کیا قرض دوں؟ فرمایا: اسی سے شروع کرو جس میں رات کی ہے۔ عرض کی: تمام کا تمام یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: ہاں! حضرت عبدالرحمٰن اسی ارادہ سے باہر نکلے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے کہا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن کو حکم دیں کہ مہمان کی مہمان نوازی کریں، مسکین کو کھانا کھلائیں، سائل کو عطا کریں، جو ان کی زیر کفالت میں ان سے شروع کریں۔ اگر انہوں نے اس طرح کیا تو اس کا تزکیہ ہو جائے گا جو کچھ ان میں ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت یسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح کرو وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں وہ ان سے بہترین ہیں جو ان کی مثل ہیں۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرمی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نرم آواز سے پڑھا سارے صحابہ کرام کے آنسو بہنے لگے سوائے عبدالرحمٰن بن عوف کے۔ آپ نے فرمایا: اگر عبدالرحمان کے آنسو نہیں بہے تو ان کا دل بہ گیا ہے۔

دیلمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن! رب تعالیٰ تمہارے دنیاوی معاملات کی کفایت کرے۔ تمہاری آخرت کے وہ ضامن ہیں۔ امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا۔ وہ جنت میں گھسٹ کر داخل ہو رہے تھے۔

دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عبدالرحمٰن کو آسمانوں میں بھی امین کہا جاتا ہے اور زمین میں بھی امین کہا جاتا ہے۔ دارقطنی نے الافراد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن عوف! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں تم انہیں اس وقت کہو جب تم مسجد میں جاتے ہو اور وہاں سے باہر نکلتے ہو۔ ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے جب تم مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ تو اندر جاتے وقت یہ کلمات کہا کرو:

السلام علیك ایها النبی و رحمته الله و برکاته. اللهم افتح لی ابواب رحمتك.

(ایک بار یہ کہنا) اللهم اعنّی علی حسن عبادتك وهون علی طاعتك (تین بار یہ کہنا)

جب باہر نکلو تو یہ کلمات پڑھنا:

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته اللهم اعصمنی من الشیطان الرجیم و من شر ما خلقت واحدة.

کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جنہیں تم اس وقت پڑھو جب تم اپنے گھر میں داخل ہوں۔ پہلے بسم اللہ پڑھو خود اور اہل خانہ پر سلام بھیجو۔ جو رزق تمہیں دیا گیا ہے اس کے لئے سلامتی کی دعا کرو اور فارغ ہو کر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو۔

وصال

انہوں نے ۳۲ھ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت علی یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا عمر مبارک ۷۲ یا ۷۵ سال تھی۔

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

۱۔ نسب و وصف

وہ ابوعبیدہ عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ مالک پر ان کا نسب آپ کے نسب پاک سے مل جاتا ہے۔ ان کا لقب امین ھذہ

الامۃ ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ وہ طویل، کمزور، آگے کو جھکے ہوئے، چہرے پر کم گوشت اور کم گھنی داڑھی رکھتے تھے۔ ان کے اگلے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔

۲۔ بعض فضائل

وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ ان دو افراد میں سے ایک ہیں جن کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معین کیا تھا۔ وہ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا تھا۔ بقیہ چار حضرات عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن معاذ یا محمد بن سلمہ کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ غزوہ احد میں آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ انہوں نے اس روز آپ کے چہرۂ انور میں دھنسنے والی کڑیاں اپنے دانتوں سے نکالی تھیں اس تگ و دو میں ان کے دو دانت بھی گر گئے تھے وہ حسین ترین اھتم (جن کے سامنے کے دو دانت گر گئے ہوں) تھے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے انہیں امیر الامراء کہا گیا جب روز بدر انہوں نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ اس طرح کہ اس نے انہیں کئی بار دعوت مبارزت دی تھی اور ان کے پیچھے پڑ گیا تھا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔

انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا رب مبیض شیابه و مدیس لدینه
الا رب مکرم لنفسه و هولها مهین
بادروا السیات القدیمات بالحسنات الحدیثات

ترجمہ: بہت سے وہ لوگ جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ اپنے دین کو اپنے پاؤں کے نیچے روندھنے والے ہوتے ہیں ارے! بہت سے لوگ جو اپنے نفوس کی عزت کرتے ہیں وہ ان کی ذلت کرنے والے ہوتے ہیں نئی نیکیاں کر کے پرانی برائیوں کو مٹا دو۔

انہوں نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے اتنے گناہ ہوں جو اس کے اور آسمان کے مابین فضا کو بھر دیں پھر وہ ایک نیکی کرے وہ اس کی بدیوں پر چھا جائے گی۔ وہ اس پر غالب آجائے گی۔ فرمایا: مؤمن کی مثل چڑیا کی سی ہے وہ ہر روز

کبھی ادھر کبھی ادھر لوٹ پوٹ ہوتی رہتی ہے۔ انہوں نے مشرکین کے ساتھ بہت سے غزوات لڑے اور بہت سے کارنامے سرانجام دیئے ان میں سے ایک خمص الاولی کا واقعہ ہے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لئے۔ انہیں تھیلی میں بند کیا غلام سے فرمایا: انہیں ابوعبیدہ بن جراح کے پاس لے جاؤ پھر کمرے میں ٹھہرنا اور دیکھنا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ غلام وہ دینار لے کر ان کے پاس گیا عرض کی: امیر المؤمنین کہہ رہے ہیں انہیں کسی ضرورت میں استعمال کریں۔

انہوں نے کہا رب تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ ان کی حفاظت کرے، پھر فرمایا: لونڈی! یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ حتی کہ انہوں نے سارے دینار ختم کر دیے۔ غلام حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور انہیں سب کچھ بتا دیا جسے سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔

امام بخاری نے حضرت انس سے، ابن عساکر نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے، ابن ابی شیبہ نے ابوقلابہ سے، امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا امین ہوتا ہے میری امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ یا اے امت! تیرے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں: یا ہر نبی کا امین ہوتا ہے میرا امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ابن عساکر نے سیدنا صدیق اکبر سے، اور محمد بن منکدر سے، داؤد بن شاہ پور ابوسلمان سے، تمام نے سعید بن عبد العزیز سے، مرسل، ابن ابی شیبہ، حاکم نے حسن سے، مرسل، ابن عساکر نے مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے حضرت حسن سے، مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر صحابی کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا اس کے خلق کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا ایسا وصف پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں یا اگر چاہوں تو اس پر اس کی گرفت کر سکتا ہوں سوائے ابوعبیدہ بن جراح کے۔ حاکم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ابوعبیدہ! میرے بعد کسی کے بارے بے خوف نہ ہونا۔ شیخان نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل نجران آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس امین شخص کو بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے پاس اس شخص کو بھیجوں گا جو پورا امین ہو گا۔ لوگ منتظر ہو گئے آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

وصال

عمواس کی طاعون میں ان کا وصال ہوا۔ وہ، حضرت معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان وغیرہم بڑے بڑے صحابہ کرام نے اس سال وصال فرمایا۔ یہ طاعون دو دفعہ پھیلا تھا۔ کافی مدت ٹھہرا رہا اس میں بہت سے لوگ مرے دشمن نے طمع کیا۔ مسلمان خوفزدہ ہو گئے ان کی قبر انور غور بیسان میں عمتا گاؤں کے پاس ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ان کی قبر انور پر وہ جلال ہے جو انہی کے لائق ہے میں نے اس کی زیارت کی ہے میں نے ان کے ہاں عجب امر دیکھا ہے۔ حضرت معاذ

بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی وہ حضرت عمرو بن عاص اور ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہم ان کی قبر انور میں اترے۔ عمواس الرملۃ اور بیت المقدس کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ طاعون اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس کا آغاز اسی شہر سے ہوا تھا پھر شام میں پھیل گیا تھا۔

مناقب

حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تمنا کرو۔ ایک شخص نے کہا میری تمنا ہے کہ میرا یہ گھر سونے سے بھرا ہوا ہو میں اسے راہ خدا میں خرچ کر دوں، پھر فرمایا: تمنا کروں۔ ایک شخص نے کہا: میری تمنا ہے کہ کاش میرا گھر موتیوں، جواہرات اور زبرجد سے بھرا ہوا ہو میں اسے راہ خدا میں صرف کر دوں۔ صدقہ کر دوں، پھر فرمایا: تمنا کرو۔ انہوں نے فرمایا: ہم نہیں جانتے امیر المؤمنین! انہوں نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ کاش یہ گھر ابو عبیدہ جیسے افراد سے بھرا ہوا ہو۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے لوگوں اور سرداروں نے ان کا استقبال کیا وہ سوار تھے۔ انہوں نے کہا: میرا بھائی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کی مراد کون ہے؟ فرمایا: ابو عبیدہ بن جراح۔ انہوں نے عرض کی: وہ ابھی آپ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نیچے اترے انہیں گلے لگایا ان کے ساتھ ان کے گھر داخل ہو گئے صرف ان کی تلوار ڈھال اور سواری وہاں دیکھی۔ حضرت عمر فاروق نے پوچھا: تم نے وہ سامان کیوں نہ بنایا جو تمہارے ساتھیوں نے بنایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ مجھے مقیل نے پہنچایا ہے۔

❁❁❁

آپ کے عہد ہمایوں کے قاضی، فقہاء، مفتی، حفاظ القرآن، وزراء، امراء، عمال اور مدینہ طیبہ پر نائب

پہلا باب

آپ کے قاضی

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابو یعلی، ابن حبان حضرت عبد اللہ بن موہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: لوگوں کے مابین فیصلے کئے کرو انہوں نے کہا: میں دو افراد کے مابین بھی فیصلہ نہ کروں گا نہ ان کے بارے رائے دوں گا۔ حضرت عثمان غنی: تمہارے والد گرامی تو فیصلے کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: اگر میرے والد گرامی فیصلے کرتے تھے اگر ان پر کچھ مشکل ہوتا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اگر آپ پر مشکل ہوتا تو آپ حضرت جبرائیل سے پوچھ لیتے تھے۔ میں کسی کو نہیں پاتا جس سے پوچھو۔ میں اپنے والد گرامی کی مانند بھی نہیں ہوں۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، حضرت مسروق سے روایت کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کرام میں سے حضرات عمر، علی، ابن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم قاضی تھے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، ابو یعلی دار قطنی نے حسن صحیح سند سے، حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ دو جھگڑا کرنے والے اپنا جھگڑا لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: عقبہ! اٹھو ان کے مابین فیصہ کرو۔ انہوں نے کہا: میں نے اگر ان کے مابین فیصلہ کر دیا تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اجتہاد کرو۔ اگر تمہارا اجتہاد درست ہوا تو تمہیں دس گنا اجر ملے گا اگر تم سے لغزش ہو گئی تو تمہیں ایک اجر ملے گا۔

امام احمد، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت عمر فاروق سے روایت کیا ہے کہ دو متنازع کرنے والے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے مابین فیصلہ کرو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کے بارے میں مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے

فرمایا: اگر چہ ہوں۔ عرض کی: میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عرض کی: اگر میں نے ان کے مابین فیصلہ کر دیا تو مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا: اگر تم نے فیصلہ کیا اور درست فیصلہ کیا تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی یا دس گنا اجر ملے گا اگر تم نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء ہو گئی تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔

امام الطبرانی اور حاکم نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے آپ نے فرمایا: میں کسی قوم کے مابین فیصلہ کروں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ حد سے تجاوز نہیں کرتا۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن قاضی بنا کر بھیجا میں نوخیز تھا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے بھیج رہے ہیں جب کہ میں نوجوان ہوں۔

میں فیصلے کروں گا حالانکہ میں نہیں جانتا کہ قضاء کیا ہوتا ہے۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا دست اقدس مارا یہ دعا مانگی: مولا! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما۔ زبان کو ثابت فرما۔ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دے دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت فرمائے گا، پھر مجھے کبھی بھی دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے میں تردد نہیں ہوا۔ حارث بن عمر نے حضرت معاذ سے اس طرح روایت کیا ہے۔ سعد بن عمر نے حضرت شرجیل بن سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی کتب میں ہم نے پایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارہ بن حزم کو حکم دیا کہ وہ یمن میں گواہوں کے ساتھ فیصلہ کریں۔

دارقطنی نے جاریہ بن ظفر سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے بانس کے مکان کے بارے جھگڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں انہوں نے اس کے لئے فیصلہ کر دیا جس کا بانس ساتھ ہی پڑا تھا، پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک اور درست فیصلہ کیا ہے۔

تنبیہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تمہارے والد گرامی لوگوں کے مابین فیصلے کرتے تھے اس سے مراد بعض اوقات میں بعض امور میں ان کے فیصلے تھے۔ وہ ہمیشہ فیصلے نہ کرتے تھے جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان دلالت کر رہا ہے کہ آپ نے مختلف صحابہ کرام کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا آپ نے کسی ایک کو فیصلہ کے لئے مختص نہ فرمایا تھا اس کی دلیل حضرت ابن عمر کا وہ فرمان بھی ہے جو انہوں نے فرمایا تھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی نہ رکھا تھا نہ ابوبکر صدیق نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔ آخری زمانہ میں یزید بن اخت سے فرمایا: بعض امور میں میری کفایت کرو۔ الطبرانی نے جید سند

کے ساتھ حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کو قاضی نہ بنایا تھا سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی بنایا فرمایا: ایک دو درہم کے جھگڑوں میں لوگوں کو مجھ سے دور کیا کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مخصوص اشیاء میں صحابہ کرام کے گروہ کو قضا کے لیے مقرر نہ کیا تھا۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کے عہد ہمایوں میں مفتیان کرام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں لوگوں کو فتوے کون دیتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم آپ کے عہد مبارک میں فتوے دیتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ علی بن عبداللہ بن دینار اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے عہد مبارک میں فتوے دیتے تھے۔ حضرت سہل بن ابی خیثمہ سے روایت ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں تین مہاجرین اور تین انصار فتوے دیتے تھے۔ حضرات عمر، عثمان، علی، ابی بن کعب، معاذ بن جبل زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ ان آثار سے آٹھ افراد قدسیہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے حیات ظاہری میں فتوے دیتے تھے۔ ہمارے شیخ نے انہیں دو اشعار میں جمع کیا ہے۔

وقد کان فی عصر النبی جماعة — یقومون بالافتاء قومة قانت

فاربعة اهل الخلافة معهم — معاذ و ابی و ابن عوف و ابن ثابت

ترجمہ: آپ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کی ایک جماعت پوری اطاعت کے ساتھ فتویٰ دیتی تھی چار خلفاء راشدین ان کے ہمراہ حضرت معاذ، ابی، ابن عوف اور ابن ثابت رضی اللہ عنہم بھی فتوے دیتے تھے۔

تنبیہ

السید النساب نے منظومة بن العماد فی الانکحه کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے المدہش میں لکھا کہ آپ کے عہد ہمایوں میں دس صحابہ کرام فتوے دیتے تھے۔ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن عوف، معاذ بن جبل، عمار بن یاسر، حذیفہ بن یمان، زید بن ثابت، ابو درداء، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ صحابہ کرام فتوے دیتے تھے۔ سات پر ان کا اتفاق ہے۔ شیخ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا زائد ذکر کیا ہے۔ ابن جوزی نے حضرات حذیفہ، عمار، ابو

درداء اور ابوموسیٰ اور درداء رضی اللہ عنہم کا زائد ذکر کیا ہے۔ ہمارے ساتھی ولی اللہ شمس الدین بن عبداللہ الحنفی نے انہیں یوں نظم کیا ہے:

حذيفة ابو موسىٰ الى اشعر انتما — و عمار ابو درداء حبوا بالسعادة
و جمع من الاصحاب افتوا بعصره — معاذ و زين النظم بالخلفاء
حذيفه عمار زيد بن ثابت — ابو الاشعرى موسى ابو الدرداء
ابى ابن عوف و هو ختم نظامهم — فا عظم بصحف قادة شعراء

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ تم دونوں، حضرت عمار اور حضرت ابو درداء تم سب سعادت کی طرف پہنچ گئے ہو آپ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کی ایک جماعت فتوے دیتی تھی۔ حضرت معاذ نظم کی زینت خلفاء راشدین، حضرات حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، ابو درداء، ابی، ابن عوف رضی اللہ عنہم یہ ان کے نظام کی مہر تھے۔ نوشتوں کے اعتبار سے عظیم تھے اور شعراء کے قائد تھے۔

انہوں نے قافیہ اور نظم کو تبدیل کر کے مزید واضح انداز میں لکھا ہے:

و جمع من الاصحاب افتوا بعصره — ابو بكر الفاروق عثمان مع على
حذيفه عمار و زيد بن ثابت — معاذ ابو الدرداٴ اقدر هم على
ابى ابو موسى الى اشعر انتما — و فا هم رضى مع نجل عوف من العلى

ترجمہ: آپ کے عہد پاک میں صحابہ کرام کے ایک گروہ نے فتوے دیے ان میں حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرات حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، معاذ اور ابو درداء تھے، یہ سب سے زیادہ قادر تھے۔ حضرات ابوموسیٰ اشعری، ابی اور ابن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان کا مقصد رضا کی تکمیل تھا۔

انہوں نے مزید کہا ہے:

و فى زمن المختار افتى بعصره — ابو بكر الفاروق عثمان حيدر
حذيفه عمار و زيد بن ثابت — معاذ ابو الدرداء و هو عويمر
ابى ابوموسى الى اشعر انتما — و ختم نظامى بابن عوف معطر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد مبارک میں حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار، حذیفہ، عمار، زید بن ثابت، معاذ، ابودرداء (عویمر) ابی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم فتوے دیتے تھے۔ میں اپنی اس نظم کو ابن عوف معطر رضی اللہ عنہ پر ختم کرتا ہوں۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ کی حیات طیبہ میں حفاظ کرام

شیخان نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: چار صحابہ سے قرآن سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔ شیخ نے الاتقان میں لکھا یعنی ان سے قرآن پاک سیکھو۔ ان چاروں میں سے دو مہاجرین میں سے ہیں ان سے ہی ابتداء کی گئی ہے۔ دو کا تعلق انصار سے ہے حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ کے غلام تھے۔ امام بخاری نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس بن مالک سے التجاء کی کہ آپ کے عہد ہمایوں میں قرآن پاک کس نے جمع کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چار افراد نے۔ یہ سارے انصار میں سے تھے۔ حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا گیا کہ ابو زید کون ہیں۔ انہوں نے کہا: میرے ایک چچا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کا وصال ہوا تو چار صحابہ کرام کے علاوہ کسی نے قرآن پاک جمع نہ کیا تھا۔ حضرات ابو درداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔

مسدد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: چار افراد سے میں اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار افراد سے قرآن پاک سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، سالم مولی ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار صحابہ کرام سے قرآن سیکھا کرو ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے بیہقی اور ابوداؤد نے عامر شعبی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے عہد مبارک میں چھ صحابہ کرام نے قرآن پاک جمع کیا تھا حضرات زید بن ثابت، ابوزید، معاذ بن جبل، ابو درداء، سعد بن عبادہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم حضرت جاریہ بن مجمع نے بھی سارا قرآن پڑھا تھا سوائے ایک دو سورتوں کے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں القاری کہا جاتا تھا۔ ابو یعلی بزار اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: انصار کے دو قبائل اوس اور خزرج نے باہم فخر کیا اوس نے کہا: ہم میں غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ ہیں۔

ہم میں وہ ہستی ہیں جن کے لئے عرش الٰہی بھی لرز اٹھا تھا یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہم میں سے وہ بھی ہیں شہد کی مکھیوں نے جن کی حفاظت کی تھی یعنی حضرت عاصم بن ثابت۔ ہم میں وہ بھی ہیں جن کی گواہی دو افراد کی گواہیاں کے برابر قرار دی، یعنی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہم۔

خزرج نے کہا: ہم میں وہ چار افراد موجود ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن پاک کو جمع کیا تھا۔ ان کے علاوہ اور کسی نے جمع نہ کیا تھا۔ وہ حضرات زید بن ثابت، ابوزید، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم ہیں۔ الطبرانی نے ان چھ صحابہ کرام میں سے پانچ کا ذکر کیا ہے۔ داؤد بن ابی ہند، ابراہیم بن ابی خالد اور ذکریا بن ابی زائدہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں چھ صحابہ کرام نے قرآن پاک جمع کیا تھا۔ وہ سارے کے سارے انصار میں سے تھے وہ حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید اور سعد بن عبید رضی اللہ عنہم تھے۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت عیسیٰ سعدی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابی بن کعب کی زیارت کی ان کی داڑھی مبارک اور سر کے بال سفید تھے۔ وہ خضاب نہ لگاتے تھے۔ امام احمد اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوحبہ البدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البینۃ نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اسے حضرت ابی کو پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے حضرت ابی سے فرمایا: ابی! حضرت جبرائیل امین نے مجھے کہا ہے کہ میں یہ سورت تمہیں پڑھ کر سناؤں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میرا وہاں تذکرہ ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ رونے لگے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: ابومنذر! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔ آپ کے دست اقدس سے اسلام قبول کیا میں نے آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ نے اپنا فرمان دہرایا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا میرا تذکرہ وہاں ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارے نام اور نسب کے ساتھ ملاء الاعلیٰ میں تمہارا تذکرہ ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ قرآن پاک پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے میں حضور اکرم ﷺ سے قرآن پاک پڑھتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے مجھے کہا ہے کہ میں تمہیں قرآن پاک سناؤں۔

حاکم نے حضرت ابن عمرو سے اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: چار صحابہ سے قرآن پاک سیکھو۔ حضرات عبداللہ بن مسعود سے، سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ مجھے یمن بھیجیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو بھیجا تھا۔

صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں بھیجتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت ہے۔ وہ میری سماعت اور بصارت کی طرح ہیں وہ اس طرح ہیں جیسے سر میں دو آنکھیں ہوتی ہیں۔

امام احمد اور امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے قرآن پاک کو جمع کیا۔ میں اسے ہر رات کو پڑھتا تھا آپ تک یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا: اسے ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔

ابن ابی داؤد نے حسن سند کے ساتھ محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں پانچ افراد نے قرآن پاک کو جمع کیا۔ حضرات معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، ابی بن کعب، ابو درداء اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم۔

امام بیہقی نے المدخل میں حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: چار صحابہ کرام نے آپ کے عہد مبارک میں قرآن پاک کو جمع کیا۔ ان میں اختلاف نہیں ہے۔ حضرات معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید اور ابوزید رضی اللہ عنہم تین میں سے دو افراد کے متعلق اختلاف ہے۔ ابو درداء اور عثمان۔ ایک قول ہے عثمان اور تمیم داری رضی اللہ عنہما ابن سعد نے الطبقات میں، امام احمد، ابو داؤد، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لیے جاتے تھے۔ آپ انہیں شہیدہ فرماتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کو جمع کیا تھا جب آپ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے عرض کی: کیا آپ مجھے اذن دیتے ہیں کہ آپ کے ساتھ روانہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لئے مؤذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے ان کے گھر میں اذان دیتا تھا آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو امامت کرایا کریں۔ ابو عبید نے کتاب القراآت میں قراء صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے انہوں نے مہاجرین میں سے خلفاء اربعہ، حضرات طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم، ابوہریرہ، عبداللہ بن سائب، عبادلہ، حضرت ام المؤمنین عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے۔ انصار میں سے حضرات عبادہ بن صامت معاذ بن جبل، مجمع بن جاریہ، فضالہ بن عبید، مسلمہ بن مخلد کو قراء شمار کیا ہے۔ انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ان میں سے بعض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد قرآن پاک کی تکمیل کی تھی۔ مذکورہ تعداد کو حضرت انس سے مروی روایت رد نہیں کرتی۔ ابن داؤد نے ان میں تمیم داری، عقبہ بن عامر کو شمار کیا ہے۔ اسی طرح ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو بھی قراء میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابو احمد عسکری نے روایت کیا ہے کہ اوس میں سے سعد بن عبید کے علاوہ کسی نے سارا قرآن جمع نہ کیا تھا۔ محمد بن حبیب نے المحبر میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبید ان افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے عہد رسالت مآب میں سارا قرآن پاک جمع کیا تھا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ساتھ سال بھر میں ایک بار قرآن پاک کا تکرار کیا جاتا تھا جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال دو بار آپ کے ساتھ قرآن پاک کا تکرار کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت مآب میں سارا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

تنبیہات

۱- ایک قول یہ ہے کہ حضرت سعد ہی ابوزید ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہیں ان کے اسم میں اختلاف ہے۔ بعض نے انہیں سعد بن عبید بن نعمان بنو عمر بن عوف میں سے بتایا ہے لیکن یہ موقف رد کر دیا گیا ہے۔ وہ اوس سے تعلق رکھتے تھے جب کہ حضرت انس کا تعلق خزرج کے ساتھ تھا۔ انہوں نے فرمایا: وہ ان کے چچاؤں میں سے ایک تھے۔ امام بکی نے انہیں اور ابوزید کو ان صحابہ کرام میں شمار کیا ہے جنہوں نے قرآن پاک کو جمع کیا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ ابن حجر نے لکھا ہے ابن ابی داؤد نے سارا قرآن پاک یاد کرنے والوں میں قیس بن ابی صعصعہ کو بھی شامل کیا ہے یہ خزرجی ہیں۔ ان کی کنیت ابوزید تھی شاید یہی مراد ہوں۔ حضرت سعد بن منذر کا بھی ذکر کیا گیا ہے یہ خزرجی ہیں لیکن میں نے کسی جگہ یہ وضاحت نہیں دیکھی کہ ان کی کنیت ابوزید تھی پھر لکھا ہے: میں نے ابوداؤد کے ہاں وہ چیز پائی جس سے اشکال دور ہو جاتا ہے انہوں نے بخاری کی شرط پر حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ابوزید جنہوں نے سارا قرآن پاک یاد کیا تھا ان کا نام قیس بن سکن تھا وہ بنو عدی بن نجار سے تھے وہ میرے چچاؤں میں سے ایک تھے۔

ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے اولاد نہ چھوڑی ہم ہی ان کے وارث تھے۔ ابن ابی داؤد نے لکھا ہے ہمیں انس بن خالد انصاری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ قیس بن سکن بن زعوراء تھے ان کا تعلق بنو عدی بن نجار سے تھا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے قریب وصال کیا۔ ان کا علم ان کے ساتھ ہی گیا۔ کسی نے ان سے علم نہ لیا۔ وہ بدری صحابی تھے صاحب اولاد بھی تھے۔ ان کے نام کے متعلق ثابت یا اوس یا معاذ کہا جاتا ہے۔

۲- صحابہ کرام میں سے قرات قرآن پاک کے اعتبار سے سات صحابہ کرام معروف تھے وہ حضرات عثمان، علی، ابی، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابو درداء اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم تھے۔ امام ذہبی نے طبقات القراء میں اس طرح لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابی سے بہت سے صحابہ کرام نے قرآن پاک سیکھا مثلاً ابوہریرہ، ابن عباس، عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید سے بھی قرآن پاک پڑھا تھا۔

۳- امام کرمانی نے "قرآن مجید چار صحابہ سے سیکھو" کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بتا دیا: جو آپ کے بعد ہوں گے یعنی مذکورہ چاروں صحابہ کرام باقی رہیں گے حتیٰ کہ وہ اس میں منفرد ہو جائیں گے ان کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ صرف منفرد نہ تھے بلکہ پھر عہد نبوی کے بعد کئی گنا زائد لوگوں نے تجوید قرآن میں مہارت حاصل کی۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ حضرت معاذ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کر گئے۔ حضرت ابی اور ابن مسعود نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا۔ حضرت زید بن ثابت

ﷺ نے سب سے آخر میں وصال فرمایا۔قرأت میں سرداری کا تاج اُنہی کے سر پر رہا ان کے بعد طویل مدت تک بحیات رہے۔ظاہر ہے کہ آپ نے ان حضرات قدسی سے اسی وقت قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیا تھا جب آپ سے یہ فرمان جاری ہوا تھا۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت ایسا شخص کوئی نہ ہو جو ان کے حفظ قرآن میں شرکت کرے بلکہ ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اسی طرح حفظ کیا تھا جس طرح ان صحابہ کرام نے حفظ کیا تھا وہ صحابہ کرام کی کافی تعداد تھی۔صحیح میں ہے کہ وہ صحابہ کرام جو بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا ان کی تعداد ستر تھی۔

۴- حضرت انس کی روایت حضرت قتادہ کی روایت سے دو اعتبار سے مخالف ہیں۔ ۱- اس میں چار افراد کی تعداد متعین ہے۔ ۲- اس میں حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابو درداء کا ذکر ہے۔ائمہ کی ایک جماعت نے چار میں ہر کو عجیب سمجھا ہے۔حضرت انس کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے قرآن پاک جمع نہ کیا ہو۔نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ ممکن ہے انہیں ان کے علاوہ کسی اور کا علم نہ ہو جس نے سارا قرآن یاد کیا ہو کیونکہ انہوں نے انہی کا ذکر کیا جو ان کے علم میں تھے لازم نہیں کہ حقیقت میں اسی طرح ہو۔امام قرطبی نے لکھا ہے: حضرت انس ﷺ نے مذکور بالا چار کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ان کا تعلق شدید تھا یا ان کے ذہن میں صرف یہی تھے۔قاضی ابو بکر باقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت انس کی روایت کے درج ذیل جوابات ہیں۔

۱- اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ ۲- ساری وجوہ اور قراتوں کو صرف انہوں نے ہی یاد کیا تھا۔ ۳- جو تلاوت کے بعد منسوخ ہوا یا منسوخ نہ ہوا اس کا علم صرف انہی کو ہی تھا۔ ۴- جمع سے مراد براہ راست آپ کے منہ مبارک سے حاصل کرنا ہے بغیر واسطہ کے۔ ۵- انہوں نے قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے میں خصوصی توجہ دی تھی اس لئے وہ مشہور ہو گئے۔ ۶- جمع سے مراد کتابت ہے۔ ۷- جمع سے مراد یہ ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں ا کمال حفظ کے ساتھ صرف انہوں نے ہی یاد کیا تھا۔ ۸- جمع سے مراد اس کا سننا، اطاعت کرنا اور اس کے موجب پر عمل کرنا ہے۔

امام احمد نے الزہر میں ابوزاہریہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابو درداء کے پاس آیا۔اس نے کہا: میرے بیٹے نے قرآن پاک جمع کیا ہے۔انہوں نے کہا: مولا! معاف کرے۔قرآن پاک اس نے جمع کیا جس نے سنا اور اطاعت کی۔الحافظ نے لکھا ہے۔

ان احتمالات کی اکثریت تکلف ہے خصوصاً آخری۔میرے لئے ایک اور احتمال ظاہر ہوا ہے کہ اس سے مراد اوس کو چھوڑ کر خزرج کے لئے ثابت کرنا ہے۔اس سے مہاجرین کے دونوں قبیلوں کے علاوہ کی نفی نہیں ہوتی۔انہوں نے اسے اوس اور خزرج کے مفاخرہ کے پس منظر میں کہا ہے۔بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے آپ کی حیات طیبہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔صحیح میں ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی تھی۔اس میں قرآن

پاک پڑھتے تھے۔ اسے اس قرآن پاک پر محمول کیا جائے گا جو اس وقت اترا تھا۔

صحیح روایت میں ہے: قوم کو وہ امامت کرائے جو کتاب الٰہی کا سب سے زیادہ قاری ہو۔ آپ نے اپنے مرض وصال میں انہیں مہاجرین اور انصار کا امام بنایا تھا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑے قاری تھے۔ شیخ نے اتقان میں لکھا ہے کہ ابن کثیر نے بھی اسی طرف رجحان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن اشتہ نے مصاحف میں صحیح سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہوا لیکن ان کے لئے قرآن پاک جمع نہ کیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق شہید ہوئے ان کے لئے قرآن پاک جمع نہ کیا گیا تھا۔ ابن اشتہ نے لکھا ہے کہ یعنی حفظ کر کے سارا قرآن پاک نہ پڑھا گیا تھا بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مصاحف کو جمع کرنا ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد نزول کی ترتیب کے اعتبار سے جمع کیا تھا۔ (ابن ابی داؤد)

✿✿✿

چوتھا باب

آپ کے وزراء کا تذکرہ

اس باب میں اصل عربی کتاب میں جگہ خالی ہے، کیونکہ مخطوطہ میں اس مقام پر کچھ بھی لکھا ہوا نہ تھا۔

✿✿✿

پانچواں باب

امارت کے بارے فرامین

ابن ابی شیبہ نے حضرت خیثمہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت خطاء کا دروازہ ہے مگر جس پر رب تعالیٰ رحم کرے۔ الطبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت امانت ہے۔ یہ روز حشر رسوائی اور ندامت ہے مگر جس نے اس کے حق کے ساتھ لیا اور جو اس کا حق تھا وہ ادا کیا۔ ابوذر! اسے واپس کر دو۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ سے امارت کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس کا اول سلامتی، اس کا دوم ندامت اور سوم روز حشر عذاب ہے۔

ابوداؤد طیالسی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امارت کا

اول ملامت ہے۔آخر ندامت ہے اور روز حشر عذاب ہے۔امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کسی چیز پر مقرر کردیں جس سے میں زندگی گزاروں۔آپ نے فرمایا: حمزہ! کیا وہ نفس تمہیں پیارا ہے جو تمہیں زندگی عطا کرے یا وہ نفس پیارا ہے جو تمہیں مار ڈالے عرض کی: وہ نفس جو مجھے زندگی دے۔فرمایا: اپنے نفس کی حفاظت کرو۔

الطبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو صدقہ پر عامل مقرر کیا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے بہتر ہے۔آپ نے اسے فرمایا: اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے ان کے شیخ ابوعبیدہ عبدالوارث کے۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا: وہ قوم کامیاب نہیں ہوسکتی جس کے امور مملکت ایک عورت چلائے۔

الطبرانی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کو سنا: آپ نے بلقیس ملکہ سبا کا ذکر فرمایا۔فرمایا: رب تعالیٰ اس امت میں برکت نہیں ڈالتا جس کی زمام قیادت کسی عورت کے ہاتھ میں ہو۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جنہوں نے اپنے امر کی سرپرستی کسی عورت کو دے دی۔ابن ابی عمر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امارت سے متعلق پوچھا: آپ نے فرمایا: تم کمزور ہو یہ امانت ہے یہ روز حشر ذلت و رسوائی ہے مگر وہ شخص جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس میں جو کچھ اس پر تھا اسے ادا کیا۔

امام مسلم اور ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھے عامل نہیں بنا دیتے۔آپ نے اپنا دست اقدس میرے کندھے پر مارا۔فرمایا: ابوذر! میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں میں تمہارے لئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا۔نہ ہی یتیم کے مال کا سرپرست بننا۔دوسری روایت میں ہے۔تم کمزور ہو یہ امانت ہے یہ روز حشر رسوائی اور ندامت ہوگی مگر جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس میں جو کچھ اس پر تھا اسے ادا کیا۔ابوداؤد نے ابوحمید الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن لیتبہ کو بنوسلیم کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر بنانا

آپ نے ۹ھ کو انہیں حج کا امیر بنایا۔ ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سورۃ براۃ سنائیں۔
ایک قول کے مطابق اس کا ابتدائی حصہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حج کے لئے روانگی کے بعد اترا۔ یا یہ کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عہد و میثاق کرنے اور ختم کرنے کا معاملہ کسی ایسے شخص کے حوالے سے کرتے تھے جس کی اطاعت کی جاتی ہو یا وہ ان کے اپنے گھرانے کا نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کو ان کا مددگار اور معاون بنا کر بھیجا تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تھا: امیر یا مامور؟ انہوں نے کہا: مامور: دشمنان خدا رافضی کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر انہیں معزول کر دیا تھا یہ افتراء پردازی اور بہتان ان کی طرف سے کوئی نیا نہیں ہے۔
زاد المعاد میں ہے لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذوالحجۃ میں ہوا تھا یا ذوالقعدہ میں کیونکہ اہل عرب نساۃ کرتے تھے۔ دونوں قول ہیں۔

✿✿✿

ساتواں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کے اخماس اور قضاء کا امیر بنانا

زاد المعاد میں ہے آپ نے بہت سے صحابہ کرام کو صدقات پر عامل بنایا تھا ہر قبیلہ کا ایک عامل تھا جو اس کے صدقات پر قبضہ کرتا تھا لہٰذا صدقات کے عاملین بہت سے تھے۔

✿✿✿

آٹھواں باب

باذان بن ساسان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنا

یہ بہرام جور کی اولاد میں سے تھے آپ نے کسریٰ کے مرنے کے بعد انہیں سارے یمن میں امیر مقرر کیا تھا۔ یہ اسلام میں یمن کے لیے امیر تھے۔ عجم کے بادشاہوں میں سے انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ جیسے امام ثعالبی

نے کہا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو اپنا گرامی نامہ دے کر کسریٰ کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں جب اس نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا تو اسے پھاڑ دیا پھر یمن پر اپنے عامل باذان کو حکم دیا کہ اس شخص کی طرف دو مضبوط شخص بھیجو جو اسے میرے پاس لے آئے باذان نے دو افراد بھیجے۔

❁❁❁

نواں باب

شہر بن باذان کو صنعاء اور اس کے صوبوں پر عامل مقرر کرنا

جب حضرت باذان کا وصال ہوا تو آپ نے ان کے لخت جگر شہر کو صنعاء اور اس کے ضلعوں کا عامل مقرر کر دیا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنا

شہر کے قتل ہو جانے کے بعد آپ نے صنعاء اور اس کے صوبوں پر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا۔
زاد المعاد میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید کو صنعاء پر عامل مقرر کیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو عامل بنانا

وہ کندہ اور صدف کے لوگوں پر عامل تھے۔ آپ کا وصال ہو گیا آپ اس کی طرف نہ جا سکے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے مرتد لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے مجاہدین کو بھیجا۔

❁❁❁

بارھواں باب

زیاد بن لبید انصاری کو حضر موت پر عامل بنانا

تیرھواں باب

حضرت ابوموسیٰ الاشعری کو زبید، عدن، زمع اور ساحل پر امیر بنانا

چودھواں باب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جند کا امیر بنانا

پندرھواں باب

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو نجران کا امیر بنانا

[مذکورہ بالا چاروں ابواب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

سولھواں باب

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو تیماء پر امیر بنانا

[اس باب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

سترہواں باب

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا عامل بنانا

آپ نے انہیں ۸ ھ کو موسم حج کے لئے امیر بنایا، زادالمعاد میں ہے اس وقت ان کی عمر بیس سال سے کم تھی۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان کا امیر مقرر کرنا

[اس باب کے ضمن میں عربی کتاب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔]

❁❁❁

انیسواں باب

جب مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوتے تو کسے اپنا نائب بناتے

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز وغیرہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔

❁❁❁

بیسواں باب

آپ کے سرایا پر آپ کے کچھ امراء

ان میں سے ایک حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں۔ان کی کنیت ابوزید یا ابو محمد یا ابو حارثہ تھی یہ آپ کے محبوب اور محبوب کے فرزند تھے۔آپ کے آزاد کردہ غلام کے فرزند اور حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے۔آپ نے انہیں بہت بڑے لشکر پر امیر مقرر کیا جن میں حضرات ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔اس وقت ان کی عمر اٹھارہ یا بیس سال تھی یا سترہ سال

تھی۔ وہ اس لشکر کے امیر رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا جب سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہوا تو انہوں نے بلقان کے قرب وجوار پر حملہ کیا تھا وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ جنگ موتہ میں بھی شامل تھے۔ انہوں نے دمشق کی سرزمین المرہ کو طویل مدت تک اپنا مسکن بنائے رکھا، پھر وہاں سے منتقل ہو گئے تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں دیکھتے تو فرماتے: السلام علیك یا ایها الامیر۔ وہ جواب دیتے: امیر المؤمنین! رب تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ مجھے اس طرح کہتے ہیں۔ وہ فرماتے: میں جب بھی تمہیں دیکھوں گا میں تمہیں امیر ہی کہوں گا جب تک میں بحیات ہوں میں اسی طرح کہوں گا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو تم مجھ پر امیر تھے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو تادم وصال امیر ہی کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں امیر مقرر کیا۔ پھر انہیں معزول نہ کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ ۳۵۰۰ دراہم رکھا اور اپنے نور نظر حضرت عبد اللہ کا وظیفہ ۲۰۰۰ دراہم رکھا۔ حضرت عبد اللہ نے اپنے والد گرامی سے عرض کی: آپ نے انہیں مجھ پر فضیلت کیوں دی؟ بخدا! کسی غزوہ میں وہ مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔ انہوں نے فرمایا: کیونکہ ان کے والد حضرت زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے والد عمر سے زیادہ پیارے تھے اور حضرت اسامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارے تھے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ (ترمذی)۔

ان کی انگوٹھی کا نگینہ اسامہ حب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا اسے الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو بکر بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۰۸ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے پندرہ پر شیخان متفق ہیں۔ دو حدیثوں میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔

ان کا وصال ۵۴ھ میں وادی القریٰ یا مدینہ طیبہ میں ہوا ان کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی یا عمر مبارک ۴۶ سال تھی۔ پہلا قول اصح ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ان کی امارت پر گفتگو کی۔ ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تو لوگوں نے ان کے متعلق باتیں کیں۔ یہ باتیں آپ تک پہنچ گئیں۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کہا ہے وہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔ تم نے اس سے قبل ان کے والد گرامی کے متعلق بھی ایسی باتیں کی تھیں وہ بھی امارت کے مستحق تھے یہ بھی امارت کے مستحق ہیں۔ یہ سارے لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ آپ نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا یا کسی اور کے لئے استثناء نہ کی۔ دوسری روایت میں ہے: یہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: سوائے سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا: جو رب تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اسے اسامہ

بن زید سے بھی محبت کرنی چاہیے۔

ان میں سے ایک امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کا لقب سیف اللہ تھا۔ انہیں یہ لقب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا تھا۔ جب غزوۂ موتہ میں انہوں نے کارنامے سرانجام دیے۔ آپ نے مدینہ طیبہ سے یہ غزوہ، مشاہدہ فرمایا تو انہیں سیف اللہ کا لقب عطا کیا۔ سرایا میں گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جیش سریہ پر امیر مقرر کیا تھا۔

امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے وحشی بن حرب سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا باندھا تا کہ وہ اہل ردت کے ساتھ جہاد کریں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ عمدہ بندے اور قبیلے کے بہترین بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے رب تعالیٰ نے کفار اور منافقین پر سونتا ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے (سوائے عبدالملک بن عمر کے، انہوں نے واقعہ نہیں پایا۔ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام پر امیر مقرر کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اس امت کے امین کو مقرر کیا گیا ہے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت ابوعبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت خالد رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ وہ قبیلے کے بہترین جوان ہیں۔

الطبرانی نے الصغیر اور الکبیر میں، بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد! اہل بدر میں سے ایک شخص کو اذیت نہ دو اگر تم احد کے پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دو تم ان کے عمل تک نہیں پہنچ سکتے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھ میں عیب نکالتے ہیں میں ان کا رد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: خالد کو اذیت نہ دیا کرو یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے رب تعالیٰ نے کفار پر سونتا ہے۔

الطبرانی اور ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم سے روایت کیا ہے کہ یرموک کے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی انہوں نے فرمایا: اسے تلاش کرو، مگر وہ نہ ملی۔ فرمایا: اور تلاش کرو۔ تلاش کیا تو وہ مل گئی۔ یہ پرانی سی ٹوپی تھی۔ حضرت خالد نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا سر اقدس کا حلق کر دیا صحابہ کرام نے زلف معنبر حاصل کرنے میں جلدی کی میں نے آپ کی پیشانی کے بال سے لئے اور اس ٹوپی میں رکھ لئے جب بھی میں کسی جنگ میں شرکت کرتا ہوں۔ یہ میرے پاس ہوتی ہے مجھے نصرت نصیب ہوتی ہے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سے میں نے اور خالد بن ولید نے اسلام قبول کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے جنگ کے متعلق انحراف نہیں کیا۔

ابویعلی، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوسفر سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید حیرہ میں ام بنی

مزازبہ کے پاں ٹھہرے۔ صحابہ کرام نے انہیں کہا: زہر سے احتیاط کرنا۔ عجمی آپ کو زہر نہ دے دیں۔ انہوں نے فرمایا: میرے پاس زہر لے کر آؤ۔ زہر لایا گیا۔ انہوں نے اسے پکڑا اور بسم اللہ پڑھ کر پی گئے زہر نے انہیں نقصان نہ دیا۔

ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی ایسی رات کو اتنا پسند نہیں کرتا جس میں نئی دلہن میرے کمرے میں داخل کی جائے یا مجھے بچے کی بشارت دی جائے جتنی وہ ٹھنڈی رات مجھے پسند ہے جس میں مہاجرین کے ساتھ روانہ ہوں صبح دشمن کے سامنے ہوں۔

امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابووائل نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے تو شہادت کی تمنا تھی لیکن وہ میرے مقدر میں نہ ہو سکی میں بستر پر انتقال کر رہا ہوں میرا کوئی ایسا عمل نہیں جو مجھے لا الہ الا اللہ سے زیادہ امید افزاء ہو۔ جس کے ساتھ میں بچاؤ کروں۔ فرمایا: جب میرا وصال ہو جائے تو میرے گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھنا اسے راہ خدا میں صدقہ کر دینا۔

✿✿✿

شاہان عالم کو دعوت اسلام

پہلا باب

کس وقت آپ نے انہیں دعوت اسلام دی

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے جعفر سے روایت کیا ہے کہ جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٦ ھ کو حدیبیہ سے واپس آئے تو شاہانِ عالم کو دعوت اسلام دینے کے لئے بعض صحابہ کرام کو بھیجا ان کی طرف خط لکھے۔ آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ وہی خط پڑھتے جس پر مہر لگی ہو آپ نے اس روز چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا تھا۔

آپ اسی کے ساتھ خطوط پر مہر لگاتے تھے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دن ہی روانہ ہوئے۔ ماہ محرم تھا ٧ ھ تھی۔ وقت صبح ہر صحابی اس قوم کی زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔

ابن سعد نے بریدہ، زہری، یزید بن رومان اور شعبی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسلام کی دعوت دے کر بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خلوص سے پیش آئیں۔ آپ نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کا سب سے بڑا حق ہے جو اس کے بندوں کے لئے ہے۔ زاد المعاد میں ہے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے ٦ ھ تھی آپ نے شاہانِ عالم کو مکتوبات گرامی لکھے اور اپنے قاصد ان کی طرف بھیجے روم کی طرف خط لکھا آپ سے عرض کی گئی: بادشاہ تو صرف وہ خطوط پڑھتے ہیں جن پر مہر لگی ہوتی ہے۔ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنالی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔ ایک سطر میں محمد، دوسری میں رسول تیسری میں اللہ لکھا ہوا تھا آپ اسی کے ساتھ ان خطوط پر مہریں لگاتے تھے جنہیں شاہانِ عالم کے لئے بھیجتے تھے۔ آپ نے محرم ٧ ھ کو ایک ہی دن میں چھ صحابہ کرام کو بھیجا سب سے پہلے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا اس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا اس نے آپ کے مکتوب گرامی کی تعظیم کی۔ اسلام قبول کرلیا حق کی گواہی دی۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ انجیل کو جانتا تھا جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز آپ نے مدینہ طیبہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ نجاشی حبشہ میں تھا۔ یہ امام واقدی وغیرہ کا قول ہے لیکن یہ مؤقف اس طرح

درست نہیں ہے۔

اصحمہ نجاشی جس کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی تھی یہ وہ نہ تھا جس کی طرف آپ نے مکتوب لکھا تھا۔ دوسرے نجاشی کا اسلام معروف نہیں ہے جب کہ پہلا نجاشی مسلمان تھا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھا۔ یہ نجاشی وہ نہیں جس کی نماز جنازہ آپ نے ادا کی تھی۔ یہ وہ حضرت اصحمہ نہ تھے جنہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے صحابہ کرام کی تکریم کی تھی۔ اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن حزم نے ان کی مخالفت کی ہے ابن القیم نے کہا ہے: ابن حزم نے کہا ہے: وہ نجاشی جس کی طرف آپ نے حضرت عمرو بن امیہ کو بھیجا تھا اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ پہلا موقف ابن سعد کا ہے جب کہ ابن حزم کا قول ظاہر ہے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر جبار کی طرف مکتوب لکھا۔ انہیں رب تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ یہ وہ نجاشی نہ تھا جس کی نماز جنازہ آپ نے ادا کی تھی۔ امام احمد اور الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنے وصال سے پہلے کسریٰ و قیصر اور ہر جبار کی طرف مکتوب لکھوایا تھا۔ ابن عبدالحکم نے فتوح میں اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے انہوں نے امام زہری سے اور عیسائیوں کے اس راہب سے روایت کیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: جب حضرت دحیہ کلبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر قیصر کے پاس پہنچے وہ خط یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

امابعد! اسلام قبول کرلو۔ سلامتی پا جاؤ گے۔ اسلام لے آؤ رب تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

جب اس تک آپ کا گرامی نامہ پہنچا اس نے اسے پڑھا اسے اپنی گود میں رکھا پھر اہل روم میں سے ایک شخص کو لکھا جو عبرانی پڑھ سکتا تھا اس کو لکھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کیا لکھا تھا اس نے جواب میں لکھا: وہ بلاشبہ نبی منتظر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تم آپ کی اتباع کرلو۔ اس نے روم کے سرداروں کو جمع کرنے کا حکم دیا وہ اس کے لئے اس کے شاہی محل میں جمع ہوئے۔ پھر اس نے حکم دیا۔ ان کے سامنے اینٹیں لگا دی گئیں اس نے بالاخانہ سے ان کی طرف جھانکا وہ ان سے خوفزدہ تھا اس نے کہا: اے گروہ روم! میرے پاس حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی آیا ہے۔ بخدا! آپ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں ہم انہیں ان کی علامات سے جانتے ہیں۔ ان کے زمانہ کو ہم جانتے

ہیں۔ اسلام قبول کرلو۔ ان کی اتباع کرلو۔ تمہاری دنیا اور آخرت بچ جائے گی۔ انہوں نے ایک شخص کی مانند نتھنوں سے آوازیں نکالیں۔ محل کے دروازے کی طرف دوڑے انہوں نے انہیں مقفل پایا وہ ان سے ڈر گیا اس نے کہا: انہیں واپس کرو۔

انہیں واپس لوٹایا گیا اس نے کہا: اے گروہ روم! میں نے تمہیں آزمانے کے لئے یہ بات کی تھی تاکہ دیکھوں کہ دین میں تمہاری مضبوطی کیا ہے۔ میں نے اس امر کا مشاہدہ کیا ہے جس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے محل کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ باہر نکل گئے۔

امام ابو القاسم نے فتوح مصر میں لکھا ہے: جب ۶ ھ آئی حضور اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے بادشاہوں کی طرف خطوط لکھوائے۔ اس روز آپ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: میں بعض کو عجم کے بادشاہوں کی طرف بھیج رہا ہوں میرے بارے اس طرح اختلاف نہ کرنا جیسے بنو اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ شاہانِ عالم کی طرف حواریوں کو بھیجو۔ انہوں نے حواری بھیجے جنہوں نے قریب جانا تھا وہ تو راضی ہو گئے جنہوں نے دور جانا تھا انہوں نے ناپسند کیا اس نے کہا: جس کی طرف آپ ہمیں بھیج رہے ہیں میں اس کی زبان اچھی طرح نہیں بول سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: مولا! میں نے حواریوں کو وہ حکم دیا جو تو نے مجھے دیا تھا انہوں نے میرے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی میں عنقریب انہیں کافی ہو جاؤں گا وقت صبح ہر شخص اس شخص کی زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔ مہاجرین نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ بخدا! ہم کسی بھی چیز کے متعلق آپ سے اختلاف نہ کریں گے ہمیں حکم دیں۔ ہمیں بھیجیں۔

تنبیہ

ابن عمر الاسلمی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۶ ھ کو قاصد بھیجے تھے جب کہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ نے غزوۂ موتہ کے بعد قاصد بھیجے تھے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کی ابتداء حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہوئی تھی۔ جب ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا: کیا انہوں نے کبھی دھوکہ بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! ابھی ہم میں ایک صلح ہوئی ہے دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں؟ امام بخاری کے الفاظ ہیں: یہ وہی مدت ہے جس میں ابوسفیان نے آپ پر غلبہ پانے کی کوشش کی تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ بھیجنا صلح حدیبیہ سے لے کر آپ کے وصال تک تھا۔ اب میں یہ تفصیلات قاصدوں کے اسماء کی ترتیب سے لکھتا ہوں۔

❁❁❁

دوسرا باب

اقرع بن عبداللہ حمیری کو ذی مران بھیجنا

الحافظ نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں ذومران بھیجا۔

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سعد ہذیم کی طرف بھیجنا

امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے صدقات لینے کے لیے بھیجا میں ایک شخص کے پاس سے گزرا جب اس نے میرے لئے مال جمع کیا تو مجھے صرف بنت مخاض ہی اس پر واجب نظر آئی۔ میں نے اسے کہا: بنت مخاض دے دو یہ تمہارا صدقہ ہے۔ اس نے کہا: یہ لے لیں۔ نہ یہ دودھ دیتی ہے نہ ہی سواری کے کام آتی ہے یہ بڑی اور موٹی اونٹنی ہے اسے لے لیں۔ میں نے کہا: میں اسے ہرگز نہ لوں گا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو تمہارے قریب ہی ہیں پسند کرو تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور وہی پیش کرو جو مجھے پیش کرتے ہو۔ اگر آپ نے تم سے یہ قبول کرلی تو میں بھی کرلوں گا۔ اگر آپ نے رد کر دی تو میں بھی رد کر دوں گا۔ اس نے کہا: وہ میرے ساتھ عازم سفر ہوا۔ وہ اونٹنی بھی ساتھ لے لی جو مجھے پیش کی تھی۔ ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اس نے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا قاصد میرے پاس آیا تھا تا کہ میرے مال کا صدقہ لے۔ بخدا! اس سے قبل نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ ہی آپ کا قاصد میرے مال میں کھڑا ہوا تھا میں نے مال جمع کیا ان کا گمان ہے کہ مجھ پر صرف بنت مخاض ہی واجب ہے اس کا نہ دودھ ہے نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ میں نے انہیں موٹی جوان اونٹنی پیش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے آپ کی بارگاہ میں لے آیا ہوں اسے قبول فرما لیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر وہی واجب ہے اگر تم نے بھلائی کے ساتھ عمدہ اونٹنی دے دی تو رب تعالیٰ اس میں تمہیں اجر و ثواب عطا کرے گا ہم اسے تمہاری طرف سے قبول کرلیں گے اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہے وہ اونٹنی۔ میں اسے لے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے قبول فرمالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لے لینے کا حکم دیا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔

❁❁❁

چوتھا باب

حضرت جریر بن عبداللہ کو بھیجنا

آپ نے انہیں ذوالکلاع اور ذوعمرو کی طرف بھیجا تاکہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں انہوں نے اسلام قبول کرلیا جب آپ کا وصال ہوا تو وہ ان کے ہاں ہی تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ذوالکلاع کی زوجہ ضریبہ بنت ابرہہ نے اسلام قبول کرلیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت جریر مدینہ طیبہ آگئے۔

❁❁❁

پانچواں باب

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بھیجنا

ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابومحمد تھی۔ انہوں نے غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شرکت کی تھی آپ نے انہیں مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔

زادالمعاد میں ہے مقوقس کا نام جریج بن میناء تھا۔ یہ اسکندریہ کا بادشاہ اور قبط کا سردار تھا۔ جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اس تک پہنچے تو اس نے بھلائی سے یاد کیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ حضرت حاطب نے اسے کہا: تم سے پہلے بھی ایک شخص یہاں تھا اس کا گمان تھا کہ وہ رب اعلیٰ ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلاء کردیا۔ اس سے انتقام لیا۔ تم اس سے عبرت حاصل کرو ورنہ تم سے عبرت حاصل کی جائے گی۔ مقوقس: لاؤ۔ حضرت حاطب: تمہارا ایک دین ہے تم اسے نہ چھوڑو گے مگر اس دین حق کے لئے جو اس سے بہتر ہے یہ دین اسلام ہے اس کے لئے رب تعالیٰ کافی ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو لوگوں کو دین حق کی دعوت دے رہے ہیں۔ قریش نے آپ پر سختی کی۔ یہودیوں نے آپ کے ساتھ عداوت کی، عیسائی آپ کے زیادہ قریب ہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی اسی طرح بشارت دی تھی جیسے حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے ہم تمہیں قرآن مجید کی طرف اسی طرح بلا رہے ہیں جیسے اہل تورات نے انجیل کی طرف دعوت دی تھی۔ ہر نبی نے ایسی قوم کو پایا جس میں میری امت ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پالیا ہے۔ مقوقس نے کہا:

میں نے اس شخص کے معاملہ میں خوب غور و فکر کیا ہے میں نے انہیں پایا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کا حکم نہیں دیتے جس سے ڈرا جائے وہ کسی چیز سے نہیں روکتے جو مرغوب ہو میں نے انہیں پایا ہے کہ وہ گمراہ جادوگر نہیں ہیں۔ جھوٹے کاہن

نہیں ہیں۔اس نے حضرت حاطب سے کہا: مجھے اپنے صاحب کے متعلق بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ رب تعالیٰ کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔مقوقس: انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی مگر انہوں نے انہیں مکہ مکرمہ سے کیوں نکال دیا۔حاطب رضی اللہ عنہ: کیا تم یقین نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ کے رسول تھے ان کی قوم نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیوں کیا انہوں نے انہیں بددعا نہ دی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔مقوقس: تم نے بہت عمدہ گفتگو کی ہے تم ایک دانا شخص ہو جو دانا شخص کے پاس سے آئے ہو۔

امام بیہقی نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مقوقس کی طرف بھیجا یہ اسکندریہ کا بادشاہ تھا میں اس کے پاس آیا اس کو آپ کا گرامی نامہ دیا اس نے مجھے اپنے گھر ٹھہرایا۔

میں وہیں ٹھہرا رہا پھر اس نے میری طرف پیغام بھیجا اس نے اپنے پادری جمع کر رکھے تھے اس نے کہا: میں تم سے گفتگو کرنے لگا ہوں مجھے پسند ہے کہ تم اسے سمجھ لو۔میں نے کہا: درست ہے۔مقوقس: مجھے اپنے ساتھی کے متعلق بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔مقوقس: اگر وہ اس طرح ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو اس نے انہیں اپنے شہر سے کیوں نکال دیا؟ میں نے کہا: کیا تم حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے متعلق گواہی نہیں دیتے کہ وہ رب تعالیٰ کے رسول تھے۔جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے انہیں شہید کرنے کا ارادہ کیا۔انہوں نے ان کے لئے بددعا نہ کی کہ رب تعالیٰ انہیں ہلاک کرے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں آسمان دنیا کی طرف اٹھالیا۔مقوقس: تم دانا شخص ہو دانا ذات کی طرف سے آئے ہو۔

ابن ربیع نے ذکر کیا ہے جب مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پڑھا تو حضرت حاطب کو ایک سو دینار، پانچ کڑے دیے۔ضیافت میں تکریم کی۔اپنے ہاں پانچ دن ٹھہرایا۔ایک شخص نے کہا: قبطی تم سے ایک حرف بھی نہ سنیں۔اس نے وہ مکتوب مبارک لیا اسے ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں رکھ لیا اس پر مہر لگائی اسے اپنی لونڈی کے حوالے کیا۔

آپ کی طرف مکتوب لکھا۔کچھ تحائف آپ کے لئے بھیجے جن میں حضرت ماریہ ان کی بہن سیرین تھی۔حضرت حسان کو آپ نے سیرین عطا کر دی ان کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔زاد المعاد میں ہے کہ ان کی بہنیں سیرین وقیسری تھیں مقوقس نے آپ کے لئے گھوڑا بھیجا جسے لزاز کہا جاتا تھا۔دلدل خچر بھیجی۔ایک گدھا بھیجا خصی غلام بھیجا جس کا نام مابور تھا۔ زاد المعاد میں ہے: یہ حضرت ماریہ کا چچازاد تھا۔شیشے کا جام بھیجا۔آپ اس میں نوش فرماتے تھے۔ایک ہزار مثقال سونا بھیجا۔ بنہا کی شہد بھیجی۔آپ نے اسے پسند فرمایا اور بنہا کی شہد کے لئے دعا کی اس نے ایک خط لکھا اس میں لکھا: مجھے علم ہے کہ ایک نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) باقی ہے۔میرا گمان تھا کہ اس کا ظہور شام سے ہوگا۔میں نے آپ کے قاصد کی تکریم کی ہے میں آپ کے پاس دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جن کا قبط میں بہت مقام ہے۔

آپ کے پاس یہ تحائف ۷ ھ یا ۸ ھ کو پہنچ گئے مگر مقوقس نے اسلام قبول نہ کیا۔زاد المعاد میں ہے: وہ اپنے کفر پر

حضرت عمرو بن عاص کے دور میں مرا تھا۔آپ نے فرمایا: خبیث نے اپنے ملک کے بارے میں بخل کیا ہے۔اس کے ملک کو بقاء نصیب نہ ہو سکی بلکہ وہ اپنے کفر پر ہی مرگیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

حضرت حسان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے حضرت دحیہ کلبی کے ہمراہ قیصر کے پاس بھیجا

[اصل کتاب میں اس باب میں کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

ساتواں باب

حضرت حارث بن عمیر ازدی کو روم کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

ان کا تعلق بنو مہلب سے تھا۔ایک قول یہ ہے کہ انہیں صاحب بصریٰ کی طرف بھیجا تھا۔شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا تھا۔اس وجہ سے آپ نے موتہ کی طرف مجاہدین کو بھیجا تھا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حضرت حریث بن زید الخیل کو یحنہ بن روبہ الایلی کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یحنہ بن روبہ الایلی کی طرف بھیجا تھا۔ابن عبد البر نے لکھا ہے: ان کا نام حریث بن زید الخیل تھا۔جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کا نام حریث بن زید الخیر رکھ دیا۔انہوں نے، ان کے والد اور بھائی مکنف نے اسلام قبول کیا تھا اور ردت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی اور وہیں شہید ہو گئے تھے۔ان کا ذکر دارقطنی نے کیا ہے۔

نواں باب

حرملہ بن حریث کو یحنہ کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے ان کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت حریث کے ساتھ انہیں بھی بھیجا تھا لیکن انہوں نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔

❁❁❁

دسواں باب

حضرت خالد بن ولید کو نجران وغیرہ کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں اکیدر صاحب رومہ کی طرف بھیجا تھا اسے گرفتار کر کے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا اس نے جزیہ پر صلح کر لی تھی آپ نے اسے اس کے شہر لوٹا دیا تھا۔ آپ نے انہیں ۱۰ ھ میں بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا ان کے کچھ افراد ان کے ساتھ آئے تھے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے تھے۔

انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۱ ھ میں وصال فرمایا تھا۔ انہوں نے حمص میں وصال فرمایا تھا۔ ان کی قبر انور مشہور ہے جو حمص سے ایک میل دور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا لیکن اکثر مؤرخین کا یہی مؤقف ہے کہ ان کا وصال حمص میں ہوا تھا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجنا

ان کا نام حضرت دحیہ بن خلیفہ بن فروہ کلبی تھا۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے بعد میں سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ حضرت جبرائیل امین ان کی شکل میں بارگاہ رسالت مآب میں آتے تھے۔ یہ سارے لوگوں سے حسین تھے۔ روایت ہے کہ جب وہ شام گئے تو ساری عورتیں انہیں دیکھنے کے لیے باہر نکل آئیں آپ نے انہیں ۵ ھ میں قیصر روم کی طرف بھیجا۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ وہ انہیں سات ہجری میں حمص میں ملا۔

انہوں نے المنتقل میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں دو بار قیصر کے دربار میں بھیجا تھا۔ ا۔صلح حدیبیہ کے وقت۔ ۲۔غزوۂ تبوک کے وقت۔ میں کہتا ہوں: آپ نے انہیں تبوک سے بھیجا تھا۔ اسے ابو یعلی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، ابونعیم، ابن عساکر سعید مولی راشد سے اور تنوخی قاصد ہرقل سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں صلح کے زمانہ میں بھیجا۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت ابوسفیان سے روایت کیا ہے۔

شیخان نے حضرت ابوسفیان سے، بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے، ابونعیم نے عبداللہ بن شداد سے اور انہوں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے زہری سے، بزار، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت دحیہ سے، ابونعیم اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے ایک پادری سے روایت کیا ہے۔ اس نے وہ وقت پایا تھا جب حضور اکرم ﷺ اور کفار قریش کے مابین صلح حدیبیہ ہوئی تھی تو ابوسفیان تاجر کی حیثیت سے شام گئے۔ ان کے ہمراہ قریش کے کچھ افراد بھی تھے وہ شام سے سرزمین فلسطین سے تجارت کرتے تھے۔ وہ ہاں پہنچے۔ اس وقت ہی قیصر صاحب روم نے ان ایرانیوں پر غلبہ پایا تھا جو اس کے شہر میں تھے اس نے انہیں وہاں سے نکال دیا تھا اور بڑی صلیب واپس لے لی تھی۔ وہ اس سے صلیب چھین کر لے گئے تھے جب اسے یہ خبر پہنچی تو وہ اس وقت حمص میں تھا وہ وہاں سے شکر ادا کرنے کے لئے بیت المقدس کی طرف نکلا تا کہ وہاں نماز پڑھے۔ اس کے لئے قالین بچھائے گئے تھے اس پر پھول پھینکے گئے تھے حتیٰ وہ ایلیا پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں نماز پڑھی۔ ایک دن صبح کے وقت اٹھا۔ وہ غمزدہ تھا اس کی نظر آسمان کی طرف تھی اس کے پادریوں نے اسے کہا: بادشاہ سلامت! آپ صبح سے مغموم ہیں۔ ہرقل نجومی بھی تھا۔ وہ ستاروں میں دیکھ لیتا تھا اس نے کہا: میں نے آج ستارے دیکھے تو مجھے معلوم ہوا کہ ختنے کرانے والوں کے بادشاہ کا ظہور ہو گیا ہے۔ اس کا ظہور اس امت میں ہوا ہے جو ختنے کراتے ہیں۔ پادریوں نے کہا: ہم صرف یہودیوں کے متعلق ہی جانتے ہیں کہ وہ ختنے کراتے ہیں۔ ان کا معاملہ کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ مدائن کے اپنے بادشاہ کو لکھیں کہ وہ وہاں کے یہودیوں کو قتل کر دے۔ اس غم سے نجات پالیں۔ وہ اسی حالت پر تھے کہ ان کے پاس صاحب بصریٰ ملک غسان کا قاصد ایک عربی شخص کو لے کر آیا اس نے کہا: شاہ والا! یہ اہل شام میں عربی شخص ہے یہ آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دے گا جو اس کے شہر میں رونما ہوا ہے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھ کہ اس کے شہر میں کون سا واقعہ رونما ہوا ہے: اس نے اسے پوچھا: اس نے کہا: اس شخص کا تعلق قریش کے ساتھ ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ رب تعالیٰ کا رسول ہے بعض لوگوں نے ان کی اتباع کر لی ہے اور بعض نے ان کی مخالفت کی ہے ان کے مابین بہت سی جنگیں بھی ہوئی ہیں جب میں نے اپنے شہر سے نکلا تھا تو وہ اسی حالت پر تھے جب اس نے اسے بتایا کہ اس نے کہا کہ دیکھو کہ یہ مختون ہے۔ انہوں نے دیکھا تو وہ مختون تھا۔ بادشاہ نے کہا: بخدا! میں نے یہی دیکھا ہے۔ انہوں نے اس کے کپڑے اسے دیئے اور کہا: چلا جا۔ دوسری روایت میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو قیصر صاحب الروم کی طرف مکتوب گرامی دے کر بھیجا انہوں نے اذن طلب کیا۔ انہوں نے کہا: حضور اکرم ﷺ کے قاصد کو اذن باریابی دو۔ دربان قیصر کے پاس آیا اس نے کہا: دروازے پر ایک شخص ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا قاصد ہے۔ یہ سن کر اہل دربار گھبرا گئے بادشاہ نے کہا: اسے اندر داخل کرو۔ انہیں اندر بلایا گیا اس کے پاس پادری بیٹھے پائے گئے۔ حضرت دحیہ نے اسے آپ کا مکتوب دیا اس نے وہ مکتوب پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس کے پاس اس کا بھتیجا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "یہ خط نہ پڑھیں، کیونکہ لکھنے والے نے آغاز اپنے آپ سے کیا ہے۔ انہوں نے صاحب الروم لکھا ہے۔ اس نے "ملک الروم" نہیں لکھا۔" قیصر نے کہا: "ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ سے شروع کرتے۔ اگر انہوں نے صاحب الروم لکھا ہے تو میں ہی صاحب الروم ہوں۔ میرے علاوہ ان کا اور کوئی صاحب نہیں ہے۔ وہ خط مبارک پڑھنے لگا۔ خط کے جلال کی وجہ سے اس کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ اس میں لکھا تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ تعالیٰ کے بندے محمد عربی ﷺ کی طرف سے ہرقل عظیم الروم کی طرف!

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ امابعد! میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو سلامتی پا جاؤ گے۔ اسلام قبول کر لو رب تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر ان کسانوں کا گناہ بھی ہوگا۔

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾ (آل عمران: ۶۴)

ترجمہ: اے نبی آپ کہہ دیجئے۔ اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں سوائے اللہ کی، اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

جب یہ خط پڑھا گیا تو قیصر نے کہا: "حضرت سلیمان بن داؤد کے خط کے بعد اس کی مثل خط میں نے نہیں سنا۔" پھر اس نے حکم دیا پادری وہاں سے چلے گئے اس نے بڑے پادری کی طرف پیغام بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا میں نے اسے بتایا وہ ان کا صاحب امر تھا۔ وہ اس کے قول کے مطابق عمل کرتے تھے۔ جب اس نے خط پڑھا تو پادری نے کہا: "بخدا! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ یہ وہی ذات ہیں جن کی بشارت حضرات

عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام نے دی ہے۔ جن کے ہم منتظر ہیں۔" قیصر: تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟ پادری: میں تو ان کی تصدیق کرنے لگا ہوں۔ ان کی اتباع کرنے لگا ہوں۔ قیصر نے اپنے سپاہیوں کے نگران سے کہا: "شام میرے لیے خطرہ میں ہے حتیٰ کہ ایسا شخص لایا جائے جو عرب سے آیا ہو۔ میں اسے ان کے متعلق پوچھ لوں۔" ابوسفیان نے کہا: "بخدا! میں اور میرے ساتھی اس وقت مینگنیوں کی مانند تھے۔ جب وہ سپاہی ہمارے پاس آگیا۔" اس نے ہمیں پوچھا: "تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے؟" ہم نے اسے بتایا تو وہ ہم سب کو ہانک کر لے گیا۔ جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت ایلیاء میں تھا۔ اس نے انہیں اپنی محفل میں بلایا۔ اس کے اردگرد روم کے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے عربوں کو بلایا۔ اپنے ترجمان کو بلایا۔ اس نے پوچھا: "تم میں سے نسب کے اعتبار سے اس ہستی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قریبی کون ہے؟ جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے؟" ابوسفیان: "میں ان کا نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریبی ہوں۔" قیصر: "اسے میرے قریب کر دو۔" ان کے ساتھیوں نے انہیں قریب کر دیا۔ اس نے ان کے ساتھیوں کو اس کی کمر کے پیچھے کر دیا، پھر اپنے ترجمان سے کہا: "انہیں کہو کہ میں اس شخص سے اس ذات کے متعلق کچھ پوچھنے لگا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو اس کی تکذیب کر دینا۔" ابوسفیان نے کہا: "بخدا! اگر مجھے جھوٹ کے الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کے متعلق جھوٹ بولتا۔ اس نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا: "تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟" میں نے کہا: "وہ ہم میں سب سے اچھے نسب کے ہیں۔" قیصر: کیا تم میں سے کسی نے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: "نہیں۔" قیصر: کیا ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ قیصر: کیا قوم کے رؤساء ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور لوگ۔ میں نے کہا: "کمزور لوگ۔" اس نے پوچھا: "کیا ان میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی۔" میں نے کہا: "اضافہ ہو رہا ہے۔" قیصر: کیا ان کا دین اختیار کر لینے کے بعد اس سے ناراض ہو کر کوئی شخص مرتد بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا: "نہیں۔" قیصر: کیا تم اسے قبل ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے عرض کی: "نہیں۔" قیصر: کیا وہ دھوکہ دیتے ہیں؟ میں نے کہا: "نہیں۔ ابھی ہم نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ اس کے متعلق کیا کرتے ہیں؟ میں اس گفتگو میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی اضافہ نہ کر سکا۔" قیصر: کیا تمہاری ان کے ساتھ جنگیں بھی ہوئی ہیں؟" میں نے جواب دیا: ہاں! اس نے پوچھا: "ان کا نتیجہ کیا رہا؟" میں نے کہا: "کبھی ہم غالب آتے اور کبھی وہ۔" قیصر: وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا: "وہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ان بتوں کو چھوڑ دوں جن کی پوجا تمہارے آباء کرتے تھے۔ وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، سچ، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔" قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: "اس سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا۔ تم نے کہا کہ وہ تم میں اعلیٰ نسب کے ہیں۔ انبیاء کو اسی طرح قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا: "کیا تم میں سے کسی نے پہلے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا؟" تم نے کہا: "نہیں۔" اگر ان سے پہلے تم میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو میں کہتا "یہ اپنے سے پہلے شخص کی نقل اتار رہا ہے۔" میں نے تم سے پوچھا: "کیا اس کے آباء میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟" تم نے کہا: "نہیں۔"

میں کہتا: "اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ وہ اپنے آباء کی سلطنت واپس لینا چاہتا ہے۔" میں نے پوچھا: "کیا تم نے پہلے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تم نے کہا: نہیں۔ میں جان گیا کہ جو لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا۔ وہ رب تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بول سکتا ہے؟ میں نے تم سے پوچھا: "کیا کمزور لوگ ان کی اتباع کر رہے ہیں یا اشراف؟ تم نے کہا: "کمزور لوگ۔ اسی طرح کمزور لوگ ہی رسل عظام کی اتباع کرتے ہیں۔" میں نے تم سے پوچھا: "کیا ان کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے بتایا: "وہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے۔" میں نے تم سے پوچھا: "کیا ان کے دین سے ناراض ہو کوئی مرتد بھی ہوا ہے؟" تم نے کہا: "نہیں! ایمان کا معاملہ اسی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جا گزیں ہو جائے۔" میں نے تم سے پوچھا: کیا انہوں نے دھوکہ دیا ہے؟ تم نے کہا: "نہیں! اسی طرح رسل عظام کسی کو دھوکہ نہیں دیتے۔ میں نے تم سے پوچھا: "وہ تمہیں کس کا حکم دیتے ہیں؟" تم نے کہا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم صرف رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وہ تمہیں بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں وہ تمہیں نماز، زکوٰۃ، سچ، عفت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اگر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے تو وہ اس جگہ کے مالک بن جائیں گے جہاں میرے قدم لگے ہیں۔ مجھے علم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہوگا، لیکن میرا گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کے لیے اخلاص کا اظہار کر سکتا ہوں تو میں سفر کی زحمتیں برداشت کرتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے مبارک پاؤں کا دھون پیتا۔" اس نے مجھے کہا: "چلے جاؤ۔" میں اٹھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کے بندو! ابن ابی کبشہ کا معاملہ اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ بنو اصغر کا بادشاہ بھی ان سے ڈرنے لگا ہے۔ مجھے لگا تار یقین رہا کہ عنقریب آپ غالب آجائیں گے۔"

پھر اس نے آپ کا خط لیا۔ اسے اپنے سر پر رکھا۔ اسے بوسہ دیا اسے دیباج اور ریشم میں لپیٹا۔ اسے اپنے ایک ساتھی رومیہ میں بھیج دیا۔ وہ علم میں اسی کی مثل تھا۔ ہرقل حمص چلا گیا۔ وہ حمص سے نہ نکلا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کے ساتھی کا خط آگیا۔ جس کی رائے ہرقل کی رائے کے موافق تھی کہ وہ نبی مکرم ﷺ ہیں۔ وہ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کا انتظار ہو رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ تم ان کی اتباع کر لو۔" اس نے روم کے سرداروں کو حکم دیا۔ انہیں اپنے شاہی محل میں جمع کیا، پھر محل کے دروازے بند کر دیے گئے۔ وہ بالا خانے سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ان سے خائف تھا۔ اس نے کہا: "اے گروہ روم! میرے پاس حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کا مبارک خط آیا ہے وہ وہی نبی مکرم ﷺ ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ ہم ان کی علامات اور زمانے کو جانتے ہیں۔ تم اسلام لے آؤ ان کی اتباع کر لو۔ تمہاری آخرت اور دنیا سلامتی پا جائے گی۔" انہوں نے ایک شخص کی مانند ناک سے آواز نکالی۔ وحشی گدھے کی طرح دولتیاں مارنے لگے۔ انہوں نے محل کے دروازے کی طرف جلدی کی انہوں نے انہیں بند پایا جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی۔ ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا۔ ان سے اندیشہ کرنے لگا۔ اس نے کہا: "انہیں میرے پاس واپس لے کر آؤ۔" انہیں واپس لایا گیا۔

اس نے کہا: "اے گروہِ روم! میں نے یہ قول تمہارا دینی استحکام دیکھنے کے لیے کیا ہے۔ میں نے اتنا استحکام دیکھا ہے جس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔" انہوں نے اسے سجدہ کیا۔ اس سے راضی ہو گئے۔ ان کے بڑے پادری قاضی نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور مارنے لگے۔ کاٹنے لگے حتیٰ کہ اسے مار ڈالا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ روزِ حشر پوری ایک امت اٹھے گا۔" پھر اس نے محل کے دروازے کھول دیے وہ باہر نکل آئے۔"

حضرت دحیہ فرماتے ہیں "اس نے مجھے تنہائی میں پیغام بھیجا۔ اس نے مجھے ایک بہت بڑے کمرے میں داخل کیا جس میں ۳۲۳ تصاویر تھیں۔ وہ انبیاء اور مرسلین کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا: "ان میں سے ذرا اپنے صاحب کی پہچان کرو میں نے حضور اکرم ﷺ کی تصویر دیکھی گویا کہ آپ محوِ گفتگو تھے۔" میں نے کہا: "یہ ہیں۔" اس نے کہا: "تم نے سچ کہا ہے۔ ان کے دائیں طرف کس کی تصویر ہے؟" میں نے کہا: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی۔" اس نے پوچھا: "ان کے بائیں طرف کس کی تصویر ہے؟" میں نے کہا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔" اس نے کہا: "ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں کہ آپ کے یہ دونوں ساتھی اس دین کو مکمل کریں گے۔" جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو میں نے یہ عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔ میرے بعد رب تعالیٰ ان کے ذریعے اس دین کو مکمل کرے گا۔"

ابویعلی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں، ابن عساکر نے حضرت سعید بن ابی راشد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اس تنوخی سے ملاقات کی جسے ہرقل نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ میں نے پوچھا: "کیا تم مجھے ہرقل کے خط کے متعلق نہ بتاؤ گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! حضور اکرم ﷺ تبوک تشریف لائے۔ حضرت دحیہ کو ہرقل کی طرف بھیجا جب آپ کا گرامی نامہ اس تک پہنچا تو اس نے روم کے پادریوں کو بلایا پھر اپنے محل کا دروازہ مقفل کر دیا۔ اس نے کہا: "اس شخص نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے خط لکھا ہے۔ بخدا! تم نے کتب میں پڑھا ہے کہ وہ اس زمین کے مالک بن جائیں گے جو میرے قدموں کے نیچے ہے۔ آؤ ہم ان کی اتباع کر لیتے ہیں۔" انہوں نے ایک شخص کی طرح نتھنوں سے آوازیں نکالیں۔ جب قیصر کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ یہاں سے نکل کر روم میں فساد بپا کر دیں گے۔ اس نے کہا: "میں نے اس لیے اس طرح کیا ہے تا کہ تمہارے دین کی پختگی کو دیکھوں۔" پھر اس نے مجھے بلایا اور فرمایا: "میرا یہ خط اس ہستی کے پاس لے جاؤ۔ میرے لیے تین باتوں کا خاص خیال رکھنا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کیا وہ اس خط کا ذکر کرتے ہیں جو میرے طرف لکھا گیا۔ ذرا دیکھنا کیا میرے خط کو پڑھ کر رات کا ذکر کرتے ہیں، اور ان کی کمر انور کو دیکھنا۔ کیا وہاں کچھ ہے جو تمہیں شک میں ڈال دے۔" میں اس کا خط لے کر نکلا۔ میں تبوک میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا میں نے خط پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "تنوخ کے بھائی! میں نے کسریٰ کو خط لکھا۔ اس نے اسے چاک کر دیا۔ رب تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو چاک کر دے گا۔" میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا۔ اس نے اسے جلا دیا۔ رب تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو جلا دے گا۔ میں نے تمہارے صاحب کی طرف خط لکھا۔ اس نے اسے محفوظ کر لیا جب تک وہ زندہ ہے لوگ اس سے سختی پاتے رہیں گے۔" میں

نے کہا: "ان تین امور میں سے ایک امر تو پورا ہوا جن کے متعلق مجھے قیصر نے کہا تھا، پھر آپ نے وہ خط اس شخص کو دیا جو آپ کے دائیں طرف تھا۔اس میں تھا۔"وہ مجھے اس جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے، تو پھر آگ کہاں ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے؟" پھر فرمایا: "تنوخ کے بھائی! کمر انور سے کپڑا ہٹا اور فرمایا: "ادھر آؤ اور جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔ میں کمر انور کی طرف گیا تو کندھے کی ہڈی کے پاس سینگی کی طرح مہر نبوت تھی۔" دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ میرے خط کو پڑھنے سے فارغ ہوئے تو اسے میری تلوار کے پھل پر لکھ دیا۔اس نے کہا: "آپ حق پر ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر اس وقت ہمارے پاس انعام ہوتا تو ہم تمہیں ضرور انعام دیتے لیکن ہم سفر میں ہیں۔" لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: "میں اسے انعام دیتا ہوں۔" اس نے اپنا کجاوہ کھولا۔ وہاں سے صفوریہ کا انعام مجھے دیا۔انہوں نے اسے میرے گود میں پھینک دیا۔میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" مجھے بتایا گیا: "یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا: "اس شخص کی مہمان نوازی کون کرے گا؟" ایک انصاری جوان نے کہا: "میں۔" وہ اٹھا۔میں بھی اس کے ساتھ اٹھا۔جب میں محفل سے باہر نکلنے لگا تو آپ نے مجھے یاد فرمایا: "فرمایا: "تنوخ کے بھائی! آؤ۔آؤ۔تنوخ کے بھائی! میں جلدی سے آیا۔آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔آپ نے کمر انور سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "وہ کام کر گزرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔" میں کمر انور کی طرف آیا۔وہاں کندھے کی ہڈی کے پاس سینگی کی مانند مہر نبوت تھی۔" ابن عمر نے لکھا ہے "وہ شخص ہرقل کی طرف گیا۔ان امور کا تذکرہ کیا۔اس نے اپنی قوم کو حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ اسے ان سے اپنے ملک کے بارے خدشہ لاحق ہوا۔وہ حمص میں تھا۔اس نے وہاں سے حرکت نہ کی۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: "ہرقل نے آپ کے پاس تحائف بھیجے تھے۔آپ نے انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہرقل نے اعلان کر دیا کہ وہ محمد عربی ﷺ پر ایمان لے آیا ہے۔اس نے آپ کی اتباع کر لی ہے۔فوج اس کے محل میں داخل ہو گئی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔اس نے انہیں پیغام دیا "میں نے تو دین میں تمہاری پختگی کو دیکھا ہے میں تم سے راضی ہوں۔" وہ اس سے راضی ہو گئے، پھر اس نے حضرت دحیہ کے ہاتھوں آپ کو خط بھیجا جس میں لکھا: "میں مسلمان ہوں، لیکن میں اپنے امر کے بارے میں مغلوب ہوں۔" جب آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا: "دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے وہ مسلمان نہیں ہے وہ عیسائیت پر ہی ہے۔"

❁❁❁

بارھواں باب

حضرت رفاعہ بن زید کو ان کی قوم کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ کا تعلق بنوضبیب کے ساتھ تھا۔ یہ محدثین کا قول ہے اہلِ نسب نے انہیں ضبینی کہا ہے۔ بنوضبینہ کا تعلق جذام کے ساتھ تھا۔ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اپنی قوم کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئے۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ انہوں نے ایک غلام آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کی قوم کے لیے ایک مکتوب لکھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک سیاہ فام غلام پیش کیا۔ جسے مدعم کہا جاتا تھا یہ خیبر میں شہید ہوا تھا۔

❁❁❁

تیرھواں باب

حضرت زیاد بن حنظلہ کو قیس بن عاصم اور زبرقان بن بدر کی طرف بھیجنا

ان کا تعلق تمیم پھر عمری سے تھا۔ ابن عبدالبر نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ نے انہیں قیس بن عاصم اور زبرقان بن بدر کی طرف بھیجا تا کہ وہ مسیلمہ کذاب، طلحہ اور اسود کے خلاف آپ کی مدد کریں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے عامل بھی رہ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اختیار کر لی تھی۔ ان کے ہمراہ ساری جنگوں میں شرکت کی تھی۔ سیف بن عمر نے ان کا ذکر کتاب الردۃ میں کیا ہے۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ہوذہ اور ثمامہ کی طرف بھیجنا

ان کا نام سلیط بن عمرو تھا۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کا وصال ۱۲ھ یا ۱۴ھ میں ہوا تھا۔ آپ نے انہیں ہوذہ بن علی حنفی کی طرف بھیجا تھا۔ جب حضرت سلیط ہوذہ کے پاس گئے تو اس نے ان کی مہمان نوازی کی اور تکریم کی۔ اس نے آپ کا مکتوب گرامی پڑھا۔

اس میں تھا:

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ جان لو کہ میرا یہ دین دور دراز تک پھیل جائے گا۔ اسلام لے آ۔ سلامتی پا جائے گا۔ میں تمہارے علاقہ تمہارے قبضہ میں ہی رہنے دوں گا۔" اس نے مکتوب پڑھا تو قدرے رد کر دیا۔ حضرت سلیط کو انعام دیا۔ انہیں ہجر کے کپڑے پہنائے۔ اس نے آپ کی طرف یہ خط لکھا: "جس چیز کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ کتنی حسین اور جمیل ہے۔ میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ عرب میرے مقام سے ڈرتا ہے۔ کچھ معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ میں آپ کی اتباع کرلوں گا۔"

حضرت سلیط بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اس کی بات عرض کی۔ آپ نے اس کا خط سنا تو فرمایا: "اگر وہ مجھ سے زمین میں سے ایک کھجور بھی مانگے تو میں اسے وہ بھی نہ دوں گا۔ وہ خود بھی ہلاک ہو گیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بھی برباد ہو گیا۔ جب آپ فتح مکہ سے واپس آئے تو حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔"

❀❀❀

پندرھواں باب

حضرت سائب بن عوام رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مسیلمہ کذاب کی طرف خط لکھا۔ اسے اسلام کی طرف بلایا۔ اس خط کو حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بھیجا۔ مسیلمہ نے اس کا جواب لکھا۔ اس نے اس میں لکھا کہ وہ بھی ان کی مثل نبی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ زمین کو باہم تقسیم کرلیں گے۔ اس نے کہا: "قریش قوم عدل نہیں کرتی۔" آپ نے اسے مکتوب لکھوایا اور فرمایا: "اس پر لعنت کرو رب تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ اس کی طرف لکھوایا کہ مجھے تیرا خط ملا جو جھوٹ، بہتان اور اللہ پر افتراء پردازی سے بھرا ہوا تھا۔ زمین رب تعالیٰ کی ہے وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے اسے بنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی!"

آپ نے یہ مکتوب گرامی حضرت سائب بن عوام کے ہاتھوں بھیجا۔ یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

❀❀❀

سولھواں باب

حضرت شجاع بن وہب کو حارث بن ابی شمر غسّانی بلقاء کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

یہ قول ابن اسحاق اور امام واقدی کا ہے۔ زاد المعاد میں ہے کہ یہ جبلہ بن الایہم کی طرف گئے تھے۔ زاد المعاد میں ہے کہ یہ ان دونوں کی طرف گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت دحیہ کے ساتھ ہرقل کی طرف گئے تھے۔ حضرت شجاع رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسری دفعہ ہجرت حبشہ کی تھی۔ مکہ مکرمہ واپس آئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی۔ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حارث بن ابی شمر کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ یہ مکتوبِ گرامی بھیجا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف! اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم رب تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لاؤ جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارا ملک باقی رہے گا۔"

آپ نے اس خط پر مہر لگائی اور حضرت شجاع اسے لے کر عازمِ سفر ہوئے۔ حضرت شجاع فرماتے ہیں۔ میں اس کے پاس آیا تو وہ اس وقت دمشق کے شاداب علاقے میں تھا۔ وہ قیصر کے لیے اموال اور تحائف جمع کر رہا تھا۔ وہ حمص سے ایلیا آیا تھا۔ میں دو یا تین روز تک اس کے دروازے پر کھڑا رہا۔ میں نے اس کے دربان سے کہا: "میں اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔" اس نے کہا: "تم اس تک نہ پہنچ سکو گے حتیٰ کہ وہ خود ہی فلاں فلاں روز باہر نکلے۔" اس کا دربان رومی تھا۔ اس کا نام مرّی تھا۔ وہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اور آپ کی دعوت کے متعلق پوچھنے لگا۔ میں اسے بیان کرتا رہا اس پر رقت طاری ہو جاتی حتیٰ کہ اس پر رونے کا غلبہ ہو جاتا۔ اس نے کہا: "میں نے انجیل پڑھی ہے۔ میں اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وہاں پاتا ہوں۔ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔" وہ دربان میری تکریم کرتا رہا۔ اس نے میری بہت اچھی ضیافت کی۔ اس نے مجھے حارث کے متعلق بتایا۔ دربان اس سے مایوس تھا اس نے بتایا کہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔" ایک دن قیصر باہر نکلا وہ لوگوں کے لیے بیٹھا۔ سر پر تاج رکھا مجھے اذن دے دیا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اسے مکتوب گرامی دیا۔ اس نے اسے پڑھا پھر اسے پھینک دیا۔ اس نے کہا: "میری سلطنت مجھ سے کون چھینے گا؟" میں خود ہی ان کی طرف جا رہا ہوں۔ اگر وہ یمن میں ہوتے ہیں خود ان کے پاس جاتا لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔" وہ تنکے سے مٹی کریدتا رہا حتیٰ کہ اٹھا۔

گھوڑوں کو نعل لگانے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ اپنے صاحب کو بتا دینا۔" اس نے قیصر کو خط لکھا اسے میرے متعلق بتایا۔ اپنا عزم ظاہر کیا۔ قیصر نے اس کی طرف لکھا کہ تم ان کی طرف نہ جاؤ۔ انہیں ترک کردو۔ مجھے ایلیاء میں آ کر ملو۔" جب اس کے خط کا جواب آیا تو اس نے مجھے بلایا۔ اس نے کہا: "تم اپنے صاحب کے پاس کب جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: "کل" اس نے مجھے ایک سو مثقال سونا دینے کے لیے کہا۔ مرّی نے بھی میرے ساتھ صلہ رحمی کی۔ اس نے مجھے لباس اور زادِ راہ دینے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کو میرا اسلام دینا اور عرض کرنا کہ میں ان کے دین حق کا تابع ہوں۔" حضرت شجاع نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو سب کچھ بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا ملک برباد ہو گیا۔" میں نے مرّی کا سلام پیش کیا اور اس کی عرض گذاشت عرض کی تو فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔" حارث بن ابی شمر فتح مکہ کے سال مر گیا تھا۔"

❁❁❁

سترھواں باب

حضرت صدی بن عجلان کو حضرت جبلہ بن الایھم کی طرف بھیجنا

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی نہیں لکھا گیا۔ ساقی]

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت الصلصل بن شرحبیل کو صفوان بن امیہ کے پاس بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے "میں ان کے نسب سے آگاہ نہیں ہوا البتہ انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مجھے ان کی روایت کا علم نہیں ہے۔ مشہور یہی ہے کہ آپ نے انہیں صفوان بن امیہ اور سبرہ العنبری کی طرف بھیجا۔ انہیں وکیع، عمرو بن محجوب عامری اور عمرو بن خفاجی (بنو عامر میں سے) کی طرف بھیجا۔ یہ آپ کے قاصدین میں سے ایک تھے۔ سیف نے انہیں کتاب الردۃ میں لکھا ہے۔

❁❁❁

انیسواں باب

حضرت ضرار بن الازور کو اسود اور طلیحہ کی طرف بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ یہ ضرار بن الازور بن مرداس تھے ان کی کنیت ابو الازور تھی۔ یا ابو بلال تھی۔ وہ بہادر اور بڑے شہ سوار تھے۔ انہوں نے یمامہ کی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی:

ترکت الخمور و ضرب القداح　　واللھو تعللة و انتھالا

فیارب لا تغبن صفقتی　　فقد بعت اھلی و مالی بدالا

ترجمہ: میں نے شراب نوشی کو ترک کر دیا ہے۔ جوئے کے تیروں کو چھوڑ دیا ہے لعب ولہو کو ان سے ناراض ہوتے ہوئے اور پاکیزگی حاصل کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے مولا! میرے اس سودے میں خسارا نہ ڈال۔ میں نے اس کے بدل میں اپنے اہل اور مال کو بیچ دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ضرار! تمہارا سودا گھاٹے میں نہ رہا۔ آپ نے انہیں بنو صیداء اور بنو الدئل کی طرف بھیجا تھا۔ سیف بن عمر تمیمی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے اہل ردت کے ساتھ جہاد کے متعلق لکھا: "آپ نے اپنے قاصدوں اور خطوط کے ساتھ ان کے ساتھ جہاد کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود، مسیلمہ اور طلیحہ وغیرہم کو قاصدوں سے ہلاک کر ڈالا تھا۔ کوئی دکھ اور تکلیف آپ کو دینِ حق کی اشاعت سے نہ روک سکا۔ آپ نے وبر بن یحنس کو فیروز اور جشیش دیلمی کی طرف بھیجا۔ میں نے ان تمام کا تذکرہ قاصدوں میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے کیا ہے۔ آپ نے ضرار بن الازور کو عوف زرقانی اور سنان اسدی کی طرف بھیجا۔

❁❁❁

بیسواں باب

حضرت ظبیان بن مرثد کو بنو بکر بن وائل کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں بکر بن وائل کی طرف بھیجا۔ ابن سعد نے ان کا تذکرہ طبقات میں کیا ہے۔

❁❁❁

اکیسواں باب

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو کسریٰ کی طرف بھیجنا

اس کا نام پرویز تھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے آپ سے پوچھا تھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا باپ کون ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''حذافہ'' ان کی والدہ نے انہیں اس سوال پر جھڑکا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر آپ مجھے سیاہ فام غلام سے ملا دیتے تو اسی سے مل جاتا۔'' حضرت ابو رافع سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر روم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو قیدی کر لیا۔ وہ انہیں اپنے ملک میں لے گئے۔ انہوں نے کہا: ''یہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔'' بادشاہ نے کہا: ''کیا تم نصرانیت اختیار کر لیتے ہو میں تمہیں نصف ملک دینے کے لیے تیار ہوں۔'' انہوں نے فرمایا: ''اگر تم اپنا سارا ملک دو۔ اس کے ساتھ سارا ملک عرب دے دو۔ میں لمحہ بھر کے لیے بھی دین مصطفیٰ ﷺ سے رجوع نہ کروں گا۔'' اس نے کہا: ''پھر تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' اس نے صلیب گاڑھنے کا حکم دیا۔ تیراندازوں سے کہا: ''ان کے جسم پر قریب سے مارو۔'' وہ انہیں برابر پیش کش کرتا رہا مگر وہ انکار کرتے رہے۔ انہوں نے انہیں نیچے اتارا۔ اس نے بڑی سی دیگ منگوائی۔ اس میں پانی ڈالا گیا۔ نیچے آگ لگا دی گئی۔ جب پانی کو ابالنے لگے تو مسلمانوں میں سے ایک قیدی کو بلایا۔ اس پر نصرانیت پیش کی۔ اس نے انکار کر دیا تو اسے اس میں پھینک دیا گیا، حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ اس نے حضرت عبداللہ سے فرمایا: ''نصرانیت اختیار کر لو، ورنہ میں تمہیں بھی اسی دیگ میں پھینک دوں گا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اس طرح نہیں کروں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں عیسائیت اختیار نہ کروں گا۔'' انہوں نے انہیں دیگ کے قریب کیا تو وہ رونے لگے۔ انہوں نے کہا: ''یہ گھبرا گئے ہیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں گھبرا کر نہیں رو رہا جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے۔ راہ خدا میں اس کے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے مجھے تو پسند ہے کہ میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں پھر میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔'' ان پر تعجب کیا گیا۔ اس نے پسند کیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس نے کہا: ''تم نصرانیت اختیار کر لو۔ میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔ اپنا ملک تم میں تقسیم کر دوں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں اس طرح نہ کروں گا۔'' اس نے کہا: ''میرے سر کا بوسہ لے لو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ تمہارے ساتھ اسی قیدیوں کو چھوڑ دوں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اس کا سر چوما۔ انہوں نے انہیں اور ان کے ساتھ اسی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ جب وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ ان کا سر چوما۔'' صحابہ کرام نے کہا: ''تم نے اس سرکش کا سر چوم لیا۔'' انہوں نے

فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس بوسہ کے بدلے میں اسی مسلمانوں کو قید سے نجات دی۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنا مکتوب گرامی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کو دے دیں وہ کسریٰ کا نائب ہے۔ وہ اسے کسریٰ تک پہنچا دے گا۔" اس نے اسے کسریٰ تک پہنچا دیا۔ جب کسریٰ نے اسے پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ "تمہارا ملک پوری طرح پارہ پارہ ہو جائے۔" ابن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ وہ گرامی مکتوب یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی طرف! اس پر سلام جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ لا الٰه الا الله وحدہ لا شریك لهٗ کی گواہی دی۔ انّ محمداً عبدہٗ و رسولهٗ کی گواہی دی۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ رب العزت کا رسول ہوں۔ اس نے مجھے سارے لوگوں کی طرف بھیجا ہے، تاکہ میں اسے ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر قول کو ثابت کروں۔ اسلام لے آ سلامتی پا جائے گا۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو آتش پرستوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔"

دوسری روایت میں ہے "جب اس نے آپ کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے اور اس کی قوم کو ہلاک کرے۔" اس نے یمن پر اپنے عامل کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے دو قوی آدمی اس شخص کی طرف بھیجو جس کا ظہور سرزمین حجاز سے ہوا ہے وہ اس کے متعلق معلومات لے کر ہمارے پاس آئیں۔" باذان نے اپنا منشی اور اس کے ساتھ دوسرا شخص بھیجا۔ ان کے ہمراہ خط بھی بھیجا۔ وہ باذان کا خط لے کر مدینہ طیبہ آئے۔ آپ کو اس کا خط پیش کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا ان کے اعضاء پر لرزہ طاری تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی میرے پاس سے چلے جاؤ کل آنا۔" وہ کل حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "اپنے صاحب باذان کو پیغام دے دینا کہ میرے رب تعالیٰ نے اس کے بادشاہ کو آج رات قتل کر دیا ہے جبکہ رات کی سات ساعتیں گزری تھیں۔" اس وقت منگل کی رات تھی۔ جمادی الاولیٰ کی دس راتیں گزری تھیں ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ رب تعالیٰ نے اس پر اس کے بیٹے شہرویہ کو مسلط کر دیا۔ اس نے اسے جہنم واصل کر دیا۔ یہ دونوں قاصد باذان کے پاس آئے۔ اسے آپ کے متعلق بتایا تو وہ فوراً اسلام لے آیا۔"

ابو ربیع نے لکھا ہے "جب کسریٰ کی موت کی خبر اس تک پہنچی تو وہ مریض تھا۔ اس کے خواص لوگ اس کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "اب تم کس کو ہم پر امیر بناتے ہو؟" اس نے کہا: "اس ہستی پاک کی اتباع کر لو ان کے لیے دین کو خالص کر لو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ باذان نے آپ کی حیات طیبہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب باذان کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کے لخت جگر شہرویہ کو صنعاء اور اس کے صوبوں کا عامل بنا دیا تھا۔ ابن کنانہ نے اخبار العرب والعجم میں لکھا ہے "جب کسریٰ نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا تو اسے پھاڑ دیا اور کچھ مٹی آپ کی طرف بھیج دی۔ آپ نے فرمایا: "اس

نے میرا گرامی نامہ پھاڑا ہے۔ اس کو اور اس کی قوم کو عنقریب پارہ پارہ کر دیا جائے گا۔ اس نے میری طرف مٹی بھیجی ہے۔ عنقریب تم اس کی زمین کے مالک بن جاؤ گے۔"

❁❁❁

بائیسواں باب

حضرت عبداللہ بن بدیل کو یمن بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی۔ کلبی نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں آپ کے یمن کی طرف قاصد تھے۔ انہوں نے صفین میں شرکت کی۔ حضرت عبداللہ صفین میں شہید ہو گئے تھے وہ خزاء کے سردار تھے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ہمراہ فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔ غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شرکت کی تھی۔ وہ قدر و جلالت والے تھے۔ انہوں نے صفین کے روز دو زرہیں اور دو تلواریں پہن رکھی تھیں۔"ان کا وہاں بڑا مقام تھا۔ وہ اور ان کے بھائی عبدالرحمن وہیں شہید ہوئے تھے۔"

❁❁❁

تئیسواں باب

عبیداللہ بن عبدالخالق کو روم کی طرف بھیجنا

عبدالکریم نے شرح السیرۃ از عبدالغنی کی شرح میں، ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ نے کتاب الاستدراک میں، اور ابن عبدالبر نے اسماء صحابہ میں حضرت عطا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "میرا یہ خط مبارک روم کے سرکش کے پاس کون لے کر جائے گا؟" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا، پھر فرمایا: "جو اسے لے کر جائے گا اس کے لیے جنت ہے۔" ایک انصاری شخص اٹھا اسے عبیداللہ بن خالق کہا جاتا تھا، اس نے عرض کی: "اگر میں اسے لے جاؤں تو کیا میرے لیے جنت ہے۔ اگر میں مارا بھی جاؤں؟ آپ نے فرمایا: "اگر تم نے میرا خط پہنچا دیا تو تمہارے لیے جنت ہے اگر تم مارے جاؤ یا ہلاک ہو جاؤ تو تمہارے لیے جنت ہے؟" وہ آپ کا مکتوب گرامی لے کر روانہ ہوئے۔ وہ اس سرکش کے دروازے تک پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا: "میں رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔" اس نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ اندر گئے۔ اس نے جان لیا کہ وہ نبی مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حق لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے آپ کا گرامی نامہ انہیں پیش کیا۔ اہل روم اس کے پاس جمع تھے۔ اس نے ان کے سامنے گرامی نامہ پیش

کیا۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ ان میں سے صرف ایک شخص آپ پر ایمان لایا۔ اسی وقت اسے شہید کر دیا گیا۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے تو ساری صورت حال عرض کر دی۔ مقتول کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ یوم حشر پوری امت ہو کر اٹھے گا۔"

❁❁❁

چوبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو سمعان کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے لکھا ہے حضور اکرم ﷺ نے سمعان بن عمرو کی طرف مکتوبِ گرامی لکھا۔ اس نے اس کے ساتھ اپنے ڈول کو پیوند لگا لیا۔ انہیں بنو راقع کہا جاتا تھا پھر سمعان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

❁❁❁

پچیسواں باب

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ بحرین کے بادشاہ کی طرف بھیجنا

ایک قول یہ ہے کہ آپ اس وقت جعرانہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے فتح مکہ سے قبل اس کی طرف گرامی نامہ بھیجا تھا۔ اسے اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ اس نے آپ کی طرف عریضہ لکھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ میں نے آپ کا گرامی نامہ اہل ہجر پر پڑھا تھا۔ بعض نے اسلام کو پسند کیا تھا۔ اسے عجیب سمجھا تھا۔ بعض نے اسے ناپسند کیا تھا۔ میرے علاقے میں آتش پرست اور یہودی رہتے ہیں۔ ان کے متعلق اپنا حکم نامہ تحریر فرما دیں۔" آپ نے ان کی طرف لکھا" کیا تم نے اصلاح کر لی ہے۔ ہم تمہارے علاقے سے تمہیں معزول نہیں کریں گے جو یہودیت یا مجوسیت پر برقرار رہے گا۔ اسے جزیہ دینا ہو گا۔" آپ نے ہجر کے آتش پرستوں کو بھی خط مبارک لکھا تھا۔ ان پر اسلام پیش کیا تھا اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے نہ ہی ان کے ذبیحے کھائے جائیں۔ آپ نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے لیے اونٹوں، گائیوں، بکریوں، پھلوں اور اموال زکوٰۃ کے متعلق لکھ کر دیا تھا۔ حضرت علاء نے وہ گرامی نامہ لوگوں کو پڑھا کر سنایا اور ان سے صدقات وصول کیے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ قریش کی طرح "باسمك اللھم" لکھتے تھے، حتیٰ کہ یہ آیت اتری:

ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۔ (ھود:۴۱)

ترجمہ: سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔

آپ نے "بسم اللہ" لکھنا شروع کر دیا، پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (النمل:۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا۔

تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کر دیا۔ آپ نے منذر بن ساوی کی طرف یہ گرامی نامہ لکھوایا۔

امابعد! میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے، کیونکہ تم نے صلح کر لی ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ صلح کرتا ہوں۔ تمہیں اپنے منصب پر برقرار رکھتا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے لیے اخلاص کا اظہار کرنا۔ والسلام علیك آپ نے یہ مکتوبِ گرامی حضرت علاء حضرمی کے ہاتھوں بھیجا۔

❁❁❁

چھبیسواں باب

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عمان بھیجنا

ان کا نسب عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم تھا۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ عرب کے ماہر تیراندازوں میں سے تھے۔ ان کے شہسواروں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے مصر میں ۴۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی۔ یا نوے سال تھی۔ آپ نے انہیں عمان کے دو بادشاہوں جیفر اور عبد کی طرف بھیجا۔ یہ دونوں جلندی کے بیٹے تھے۔ ان کا تعلق ازد کے ساتھ تھا۔ جیفر بادشاہ تھا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی تصدیق کر دی۔ انہوں نے حضرت عمرو اور ان کے صدقات کو چھوڑ دیا۔ وہ ان کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ وہ اس وقت ان کے پاس ہی تھے۔

❁❁❁

ستائیسواں باب

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجنا

ان کا نام عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ بئر معونہ

کے واقعہ میں سب سے پہلے شرکت کی۔ جب مشرکین غزوۂ احد سے واپس آرہے تھے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا آپ انہیں اپنے امور کے لیے بھیجتے تھے۔ وہ عرب کے بہادر اور شجاع لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں وصال کیا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے: ''حضور اکرم ﷺ نے انہیں دو مکتوب دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ ایک میں اسے اسلام کی طرف بلایا۔ اس پر قرآن پڑھا۔'' اس نے آپ کا مکتوبِ گرامی لیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا۔ تخت سے نیچے اتر آیا عاجزی کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حق کی گواہی دے دی۔ عرض کی: ''اگر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور ہو جاتا۔'' اس نے آپ کی طرف خط لکھا۔ اس میں لکھا کہ اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ آپ کی دعوت پر لبیک کہا ہے۔

دوسرے مکتوب گرامی میں انہیں حکم دیا کہ آپ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کر دے اور انہیں آپ کے کسی صحابی کے ہمراہ آپ کی طرف بھیج دے۔'' نجاشی نے انہیں دو کشتیوں میں تیار کیا۔ انہیں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ ہاتھی دانت کی شیشی منگوائی۔ اس میں آپ کے دونوں مکتوب گرامی رکھے۔ کہا: ''جب تک یہ مکتوبانِ گرامی ہمارے پاس رہیں گے حبشہ خیر و عافیت سے رہے گا۔''

امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ یہ مکتوبِ گرامی لکھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے نجاشی الاصحم حبشہ کے بادشاہ کی طرف! تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں جو ملک قدوس، مؤمن اور مہیمن ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے طیبہ، طاہرہ اور کنواری اور پاک دامن مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھونکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے صدف بطن میں جلوہ گر ہو گئے۔ اس نے انہیں اپنی روح اور پھونک سے اسی طرح پیدا کیا تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست اقدس اور نفخہ سے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہٗ لا شریك ہے۔ ان کی اطاعت پر معاہدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری اتباع کرو۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ جو پیغام حق میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد حضرت جعفر اور کچھ مسلمانوں کو بھیجا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اپنے ہاں ٹھہرا لینا۔ تکبر ترک کر دو۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے۔ میں نے اخلاص کا اظہار کر دیا ہے۔ میری نصیحت کو قبول کر لو۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔ نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کی طرف عریضہ لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے!

السلام علیك یا نبی اللہ من اللہ و رحمة اللہ و برکاتہ!

اس رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا ہے جو کچھ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔ آسمان کے رب کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے کچھ بھی زائد نہیں ہیں۔ ہم نے اسے جان لیا ہے جس کے ساتھ آپ کو ہماری طرف بھیجا گیا ہے۔ ہم نے آپ کے چچازاد اور ان کے ساتھیوں کی ضیافت کی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے صادق و مصدِّق رسول ہیں۔ میں نے آپ کی بیعت کر لی ہے۔ آپ کے چچازاد کی بیعت کر لی ہے۔ میں ان کے ہاتھوں رب العالمین کے لیے اسلام لایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے پاس اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں۔ میں اپنے نفس کا ہی مالک ہوں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"محمد نبی ﷺ کی طرف سے نجاشی الاصحم عظیم الحبشہ کی طرف!

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لایا۔ اس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کی بیوی نہیں۔ اس کی اولاد نہیں۔ محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں تمہیں رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اس کا رسول (امین) ہوں۔ اسلام قبول کرو۔ سلامتی پا جاؤ گے۔"

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ (آلِ عمران: ۶۴)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان کہ ہم صرف اللہ رب العزت کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ہم میں سے بعض بعض کو اللہ تعالیٰ چھوڑ کر رب نہیں بنائیں گے۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو تم پر تمہاری قوم کے نصاریٰ کا بھی گناہ ہوگا۔"

تنبیہ

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس طرح اس کو ذکر کرنے میں نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خط صرف نجاشی کی طرف تھا۔ یہ اس

وقت لکھوایا تھا جب آپ نے شاہانِ عالم کو مکتوبات لکھوائے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تھی۔ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام زہری نے لکھا ہے۔"ان کی طرف آپ کے مکتوباتِ گرامی کا ایک ہی نسخہ تھا۔ سب کی طرف یہی آیت طیبہ لکھی تھی۔ یہ آیت طیبہ بلا اختلاف مدنی ہے۔ اس میں نجاشی الاصحم کا تذکرہ شاید راوی کا اضافہ جس طرح کہ اس نے سمجھا ہو"

اس سے بھی زیادہ مناسب روایت وہ ہے جسے امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو بھیجا۔ زاد المعاد میں ہے" آپ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا۔ انہیں ایک خط دے کر بھیجا۔ ایک اور خط حضرت سائب بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھیجا۔ مگر اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ یہ حضرت سائب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

❀❀❀

اٹھائیسواں باب

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے کہ جب آپ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان کے لیے ایک عہد نامہ لکھا۔ جس میں انہیں اسلام کے شرائع، فرائض اور حدود لکھے۔ انہیں حضرت ابی نے لکھا۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔ عمرو بن حزم بن زید خزرجی تھے۔ ان کا تعلق بنو مالک بن نجار سے تھا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے ان کی کنیت ابوضحاک تھی۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی۔ ان کا پہلا غزوہ غزوۂ خندق تھا۔ آپ نے انہیں نجران پر عامل مقرر کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک سترہ سال تھی، تاکہ وہ انہیں دین حق سکھائیں۔ قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ ان سے صدقات لیں یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے پہلے آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کے لیے ایک مکتوب لکھوایا جس میں فرائض، سنن، صدقات اور دیات لکھوائیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں ۵۱ھ میں وصال کیا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اس کا تذکرہ ابن عبد البر نے کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان سے ان کے بیٹے محمد، نضر بن عبد اللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی نے روایت کیا ہے۔

❀❀❀

انتیسواں باب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے ''ابو ہریرہ کا نام عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف ہے۔ انہوں نے ان کے نام اور ان کے والد کے نام میں بہت سا اختلاف لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا۔ اسلام میں عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا گیا ان پر ان کی کنیت ہی غالب رہی۔ یہی ان کی پہچان بنی۔ ان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اپنی آستین میں بلی اٹھائے رکھتا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''بلی'' آپ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ!''

انہوں نے خیبر کے سال اسلام قبول کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اس میں شرکت کی تھی۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہ بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کا حافظہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تیز تھا۔ آپ نے ان کے حق میں گواہی دی کہ وہ علم و حدیث کے شوقین ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ سے بہت سی روایات سنی ہیں مجھے خدشہ ہے کہ میں انہیں بھلا دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''اپنی چادر بچھاؤ۔'' انہوں نے چادر بچھائی تو آپ نے دست اقدس سے چلو بھرا اس میں ڈالا، پھر فرمایا: ''اسے اپنے ساتھ ملالو۔'' اس کے بعد وہ کچھ نہ بھولے۔ امام بخاری نے لکھا ہے: ''صاحب اور تابع کے مابین ان سے ۸۰۰ سے زائد روایات مروی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین کا عامل مقرر کیا، پھر انہیں معزول کر دیا پھر انہیں عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ مدینہ طیبہ میں ہی رہے، حتیٰ کہ انہوں نے ۵۷ھ میں وصال کیا اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔ ایک قول کے مطابق ان کا وصال عقیق کے مقام پر ہوا۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی وہ مدینہ طیبہ کے امیر تھے مروان کو معزول کر دیا گیا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے: ''آپ نے ہجر کے مجوسیوں کو خط لکھا۔ ان پر اسلام پیش کیا۔ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے۔ آپ نے حضرت علاء کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔

❁❁❁

تیسواں باب

حضرت عبدالرحمان بن ورقاء کو ان کے بھائی کے ساتھ یمن بھیجا

[پہلے ان کا تذکرہ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن ورقاء کے ساتھ ہو چکا ہے۔]

❁❁❁

اکتیسواں باب

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو صنعاء بھیجنا

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

بتیسواں باب

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنا

ابو ربیعہ کا نام عمرو بن مغیرہ تھا۔ان کی کنیت ابو عبدالرحمان یا ابو عبداللہ تھی۔یہ ابو جہل بن ہشام کے ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ان کی ماں کا نام ام جلاس تھا۔اس کا نام اسماء بنت مخزبہ تھا۔یہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا تھا اور اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

حضرت فرات بن حیان کو ثمامہ بن اثال کی طرف بھیجنا

یہ ابن ثعلبہ العجلی ہیں ان کا تعلق بنو عجل سے تھا۔یہ بنو سہم کے حلیف تھے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی۔ان سے حارثہ بن مضرب اور حنظلہ بن ربیع نے روایت کیا ہے۔یہ ابن عبدالبر کا قول ہے۔روایت ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ثمامہ بن اثال کی طرف مسیلمہ کے قتل اور اس کے ساتھ قتال کرنے کے لیے بھیجا۔

❁❁❁

چونتیسواں باب

حضرت قدامہ بن مظعون کو حضرت منذر بن ساویٰ کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے ان کا نسب یہ لکھا ہے حضرت قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن خذافہ بن جمح قریشی جمحی۔ ان کی کنیت ابوعمر تھی۔ یا ابوعمرو تھی۔ پہلی کنیت زیادہ مشہور ہے۔ ان کی والدہ بنو جمح میں سے ایک خاتون تھی۔ یہ حضرات عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن صفیہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں عثمان اور عبداللہ کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور دیگر سارے غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین پر عامل مقرر کیا، پھر انہیں معزول کر دیا، شراب نوشی کی وجہ سے ان پر حد جاری کی۔ اس کا ایک طویل سبب ہے۔ اس کا ذکر ابن عبدالبر نے کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق ان سے ناراض ہو گئے، پھر اس خواب کی وجہ سے ان سے صلح کر لی جو انہوں نے دیکھا تھا۔ جب وہ حج سے واپس آئے۔ سقیا اترے تو سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا: ''جلدی جلدی قدامہ کو میرے پاس لے کر آؤ۔ بخدا! میرے پاس خواب میں ایک آنے والا آیا ہے۔ اس نے فرمایا: ''قدامہ سے صلح کر لو وہ تمہارا بھائی ہے۔'' اسے جلدی جلدی میرے پاس لے کر آؤ۔'' جب لوگ ان کے پاس گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا، پھر آ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کے لیے مغفرت طلب کی۔'' ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اہل بدر میں سے صرف حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ کو ہی شراب نوشی کی وجہ سے حد لگی تھی۔ انہوں نے ۳۶ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۸ سال تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ کی طرف بھیجا تھا۔

❁❁❁

پینتیسواں باب

حضرت قیس بن نمط کو ابی زید قیس بن عمر کی طرف بھیجنا

عبدالکریم نے وفود میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ رشاطی نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن نمط بن قیس بن مالک یا قیس بن مالک بن نمط الارحبی۔ جاہلیت میں حج کے لیے نکلے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا۔ آپ اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔

انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تمہاری قوم کے پاس قوت ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہم عرب کے مضبوط ترین لوگ ہیں۔ میں اپنے قبیلے میں ایک شہ سوار کو چھوڑ آیا ہوں جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس کی کنیت ابو زید قیس بن عمر ہے۔ یا ابو زید عمرو بن مالک ہے۔ اس کے نام مکتوب لکھ دیں میں اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔ آپ نے مکتوب لکھوایا۔ حضرت قیس بن نمط ابو زید کے پاس آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، بعض ارحب نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ وہ کچھ لوگوں کو لے کر مکہ مکرمہ آئے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یمن لے جائیں یہ دو یا تین سال بعد کا واقعہ ہے۔ اس مدت میں انصار آ چکے تھے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا۔ آپ ان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ قیس بن نمط خود آپ کی خدمت میں گئے ساتھیوں کو مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑ گئے۔ جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا: "اس شخص نے وفا کی ہے۔" انہوں نے اپنی قوم کے بارے میں بتایا۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں عنقریب مکتوب لکھ کر دیتا ہوں۔ تمہیں اپنی قوم پر عامل مقرر کرتا ہوں۔" آپ نے چمڑے کے ٹکڑے پر انہیں لکھ دیا۔ سارے ہمدان نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آپ تبوک سے واپس آئے تو وہ سارے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ ۱۲۰ شہ سوار تھے۔"

❁❁❁

چھتیسواں باب

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو یمن کی طرف بھیجنا

زاد المعاد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ یا ۱۰ھ ماہ ربیع الاول میں انہیں بھیجا۔ انہیں اسلام کا داعی بنا کر بھیجا۔ ان کی اکثریت نے قتال کے بغیر برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا، پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا وہ حجۃ الوداع کے وقت آپ سے مکہ مکرمہ آ کر مل گئے تھے۔

❁❁❁

سینتیسواں باب

حضرت مالک بن مرارہ کو حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ یمن بھیجنا

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ راوی کہتے ہیں "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکتوب گرامی لکھا۔ جس میں انہیں اسلام کے شرائع اور اموال اور جانوروں میں صدقہ کے متعلق لکھا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کے صحابہ اور قاصدوں کے ساتھ بھلائی

کے ساتھ پیش آئیں۔ حضرت معاذ اور حضرت مالک آپ کے ان کی طرف قاصد تھے۔ آپ نے انہیں اپنے قاصدوں کے متعلق لکھا اور جو کچھ ان کی طرف پہنچے۔ آپ نے کچھ اہل یمن کے نام بھی لکھے۔ ان میں حضرات حارث بن عبد کلال، شریح بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال نعمان، دوسرے قول کے مطابق ذی یزن، معافر، ہمدان، زرعہ ذی رعین کے اسماء لکھے۔ انہوں نے حمیرہ میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صدقہ اور جزیہ جمع کریں اور یہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت مالک بن مرارہ کے حوالے کر دیں۔ ان کے ساتھ بھلائی کریں۔ حضرت مالک بن مرارہ اہل یمن کا آپ کی طرف قاصد تھے۔ انہوں نے ان کے اسلام اور اطاعت کی خبر دی۔ آپ نے ان کی طرف لکھا کہ مالک بن مرارہ نے خبر کو پہنچا دیا ہے اور غیب کی حفاظت کی ہے۔ راوی کہتے ہیں: ''حضور اکرم ﷺ نے کندہ میں سے بنو معاویہ کی طرف اسی طرح کا مکتوب لکھا۔''

❁❁❁

اڑتیسواں باب

حضرت مالک بن عبد اللہ کو یمن بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے مالک بن فزارہ۔ مگر صحیح ابن مرارہ ہے۔ بعض نے رہاوی لکھا ہے۔ عطاء نے ثقہ راویوں سے حضرت مالک بن مرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' ابن عبد البر نے لکھا ہے ''مالک بن مرارہ صحابہ کرام میں معروف نہ تھے۔'' ابن سعد نے لکھا ہے ''مالک بن مرارہ اہل یمن کے آپ کی طرف قاصد تھے۔ انہوں نے آپ کی اطاعت اور اسلام کی خبر دی تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''مالک بن مرارہ نے خبر پہنچا دی ہے اور غیب کی حفاظت کی ہے۔''

❁❁❁

انتالیسواں باب

مالک بن عقبہ یا عقبہ بن مالک کو حضرت معاذ کے ساتھ یمن کی طرف بھیجنا

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ مالک بن عقبہ یا عقبہ بن مالک۔ اکثر نے اسی طرح انہیں شک کے ساتھ روایت کیا۔ ابن اسحاق نے وفود میں ان کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبد اللہ بن زید، مالک بن عبادہ، مالک بن

عقبہ اور ان کے ساتھیوں کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "تم اپنا صدقہ اور جزیہ جمع کر و اسے میرے قاصدوں تک پہنچا دو۔ ان کے امیر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ تم سے راضی ہی لوٹیں۔"

❁❁❁

چالیسواں باب

حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف بھیجنا

یہ مہاجر بن ابی امیہ حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ تھے۔ یہ حضرت ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی تھے ردت کی جنگوں میں انہوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حارث بن عبد کلال حمیری کے پاس بھیجا اور اس پر سورۃ البینۃ پڑھنے کا حکم دیا۔ جب وہ اس تک پہنچے اور یہ سورت پڑھی۔ اسے فرمایا: "حارث! تم بادشاہوں میں سے سب سے بڑے ہو۔ تمہارے قیدیوں نے تمہیں مالی منفعت دی اور تمہارا مستقبل بہتر ہو گیا۔ تم سے پہلے بھی بادشاہ تھے ان کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ ان کی خبریں باقی رہ گئی ہیں انہوں نے طویل زندگی پائی۔ بڑی بڑی امیدیں وابستہ کیں زادِ راہ کم لیا۔ بعض کو موت نے آلیا۔ بعض کو عذاب نے آلیا۔ میں تمہیں اس رب تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اگر تم نے ہدایت کا ارادہ کیا تو وہ تمہیں منع نہ کرے گا۔ اگر اس نے تمہارا ارادہ کر لیا تو کوئی اس سے تمہیں بچا نہ سکے گا۔ میں النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ وہ ذات بابرکات جو حکم دیتی ہے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اور اس سے قبیح چیز کوئی نہیں ہو سکتی جس سے وہ روکتے ہیں۔ جان لو کہ تمہارا ایک رب ہے جو زندہ کو مارتا ہے مردہ کو زندہ کرتا ہے جو کچھ سینوں کے اندر ہوتا ہے وہ اسے جانتا ہے۔" حارث نے کہا کہ وہ اس کے معاملہ میں غور و فکر کرے گا۔" پہلے گزر چکا ہے کہ وہ اور اس کی قوم وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔"

ابو ربیع نے لکھا ہے "آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر ۶ ھ کے اختتام اور ۷ ھ کے شروع میں بادشاہوں کو مکتوبات لکھے۔ شاید جب حضرت مہاجر حارث بن عبد کلال کے پاس گئے ہوں۔ انہوں نے اس روز اسے تردد میں دیکھا ہو، پھر رب تعالیٰ نے اس کے اندھے پن کو دور کر دیا ہو۔ اس کے بعد اس نے انہیں اور اپنے ساتھیوں کو اسلام کی بشارت دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا ہو۔ اس طرح مختلف روایات جمع ہو سکتی ہیں۔

❁❁❁

اکتالیسواں باب

حضرت نمیر بن خرشہ کو ثقیف کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے الطبقات میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ثقیف کے لیے ایک مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے لیے ان کا ذمہ ہے۔ حضرت خالد بن سعید نے ان کے لیے مکتوب لکھا۔ حضرات امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے ان کے لیے گواہی دی۔ آپ نے یہ مکتوب حضرت نمیر بن خرشہ کے حوالے کیا۔

❁❁❁

بیالیسواں باب

حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی کو ابن ذی اللحیہ کی طرف بھیجنا

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ عامران کا دادا تھا۔ انہوں نے غزوہ خندق میں آپ کی طرف ہجرت کی تھی۔ انہوں نے ہی بنو قریظہ اور مشرکین کو رسوا کیا تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ مشرکین کو دور لے گیا۔ ان پر آندھی اور ایسے لشکر بھیج دیے جنہیں وہ نہ دیکھ رہے تھے۔ مشرکین اور بنو قریظہ کے مابین پھوٹ ڈالنے میں ان کی خبر بڑی عجیب ہے۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

الذین قال لھم الناس۔ (آل عمران)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جب کہا انہیں لوگوں نے۔

انہیں صرف ایک کو "الناس" سے تعبیر کیا۔ حضرت نعیم نے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہادت حاصل کی۔ سیف بن عمر نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں ابن ذی اللحیہ اور ابن مشیمصہ جبیری کی طرف بھیجا۔

❁❁❁

تینتالیسواں باب

حضرت واثلہ بن اسقع کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکیدر کی طرف بھیجنا

عبدالکریم نے الوفود میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ اس وقت بارگاہِ رسالت مآب میں وفد کی صورت

میں حاضر ہوئے۔جب آپ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔انہوں نے اسلام قبول کیا۔آپ کی بیعت کی۔اپنے اہلِ خانہ کی طرف گئے۔انہیں بتایا۔ان کے باپ نے کہا: ''میں تم سے کبھی بھی گفتگو نہ کروں گا۔'' ان کی بہن نے ان کا کلام سنا تو اسلام قبول کر لیا۔ان کی تیاری کی۔وہ بارگاہِ رسالت مآب کی طرف آئے۔آپ تبوک کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔انہوں نے فرمایا: ''جو مجھے آپ کے پیچھے لے جائے گا۔اس کے لیے میرا حصہ ہے۔حضرت کعب بن عجرہ نے اس کو سوار کر دیا اور بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔انہوں نے آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔آپ نے انہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر کی طرف بھیجا۔انہیں مالِ غنیمت ملا۔وہ اپنا حصہ حضرت کعب بن عجرہ کے پاس لے کر آئے،مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔انہوں نے فرمایا: ''میں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے تمہیں سوار کرایا تھا۔''

✿✿✿

چوالیسواں باب

حضرت وبر یا وبرہ بن یحنس رضی اللہ عنہ کو داذویہ کی طرف بھیجنا

ان کا نام وبر بن یحنس تھا،ابن عبدالبر نے ابن محسن الخزاعی لکھا ہے انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
آپ نے انہیں داذویہ، فیروز دیلمی اور جشیش دیلمی کی طرف یمن کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسود عنسی کذاب کو قتل کریں جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا سیف بن عمر نے کتاب الردۃ میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ،اسود اور طلیحہ کو قاصدوں کے ذریعے قتل کر دیا تھا۔جس درد میں آپ مبتلا تھے اس نے آپ کو امرِ الٰہی سے روکا آپ نے حضرت وبر بن یحنس کو فیروز،جشیش اور داذویہ کی طرف بھیجا۔یہ واقعہ آپ کے مرض وصال کا ہے۔

✿✿✿

پینتالیسواں باب

حضرت ولید بن بحر جرہمی کو یمن کے سرداروں کی طرف بھیجنا

آپ نے انہیں یمن کے سرداروں کی طرف بھیجا یہ مؤقف قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی نے عیون المعارف اور فنون اخبار الخلائف میں لکھا ہے۔

✿✿✿

چھیالسواں باب

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان کو ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجنا

یہ صدی بن عجلان بن حارث تھے یا ابن وھب تھے۔ یا ابن عمرو بن وہب تھے وہ اپنی کنیت ابوامامہ سے معروف تھے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ۸۶ سال کی عمر میں وصال کیا۔ ابن عبدالبر نے اسے کسی اختلاف کے بغیر لکھا ہے۔ ابویعلی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا میں ان کے پاس گیا تو میں بھوکا تھا۔ وہ خون کھا رہے تھے انہوں نے کہا آؤ، کھاؤ۔ میں نے کہا: میں تو اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہیں اس سے منع کروں۔ میں سو گیا۔ مجھے سخت بھوک لگی تھی۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس کے برتن میں مشروب تھا میں نے وہ برتن لیا اور اسے پی گیا۔ اس نے میرا پیٹ بھر دیا۔ میں سیر ہو گیا۔ پیاس بجھ گئی، پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا "تمہارے خاندان کا ایک شخص تمہارے پاس آیا۔ تم نے اس کی عزت نہ کی۔ وہ ان کے پاس دودھ لے کر آئے۔ میں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے انہیں اپنا پیٹ دکھایا۔ ان کے آخری شخص نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسے بیہقی نے الدلائل میں لکھا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے انہیں ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجا تھا۔

✿✿✿

آپ کے کاتب

ان میں سے حضرت خلفاء اربعہ، طلحہ بن عبید، زبیر بن عوام کا تذکرہ عشرہ مبشرہ میں ہو چکا ہے۔ حضرت ابوسفیان، عمرو بن عاص، یزید بن ابی سفیان اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا تذکرہ امراء میں ہو چکا ہے۔

پہلا باب

حضرت ایان بن سعید قریشی اموی رضی اللہ عنہ

انہوں نے صحیح روایت کے مطابق حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا ۱۳ھ کو وصال فرمایا۔

❁❁❁

دوسرا باب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

یہ ابی بن کعب بن منذر حراری انصاری تھے۔ ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل تھی۔ یہ قراء کے سردار تھے۔ انہوں نے عقبہ ثانیہ میں شرکت کی تھی۔ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ وہ فقہاء صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔ رب تعالیٰ کی کتاب حکیم کے سب سے بڑے قاری تھے۔ آپ نے انہیں سورۃ البینہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے انہیں فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ البینہ سناؤں۔ انہوں نے عرض کی: کیا رب تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ رونے لگے: آپ نے یہ سورت اس لیے پڑھ کر سنائی کیونکہ اس میں

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ (البینہ: ۲،۳)

ایک رسول اللہ کی طرف سے جو انہیں پڑھ کر سنائے پاک صحیفے جن میں لکھی ہوں سچی اور درست باتیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یہ مدینہ طیبہ میں آپ کے سب سے پہلے کاتب وحی تھے۔ الاصابہ میں ہے: انہوں نے سب سے پہلے خط کے آخر میں لکھا: اسے فلاں بن فلاں نے تحریر کیا ہے: ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم

ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے آپ کی وحی کو لکھا۔ وہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی کو لکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے لیے لکھتے اور آپ جاگیریں عطا فرماتے تھے ان کے متعلق بھی لکھتے تھے۔ آپ نے ان کی کنیت ابومنذر رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی کنیت ابوطفیل رکھی۔ طفیل ان کے لخت جگر کا نام تھا۔ انہوں نے ۱۹ھ میں وصال کیا یا ۲۰ھ یا ۲۲ھ یا ۳۰ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال کیا۔ ابونعیم اصبہانی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح مؤقف ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن حماد رضی اللہ عنہ کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے وہی زمین ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا بشرطیکہ وہ رب تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لائیں یہ گواہی دیں کہ محمد عربی ﷺ ان کے بندے اور رسول ہیں وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔ بیت اللہ کا حج کریں کسی بدعتی کو پناہ نہ دیں۔ شک نہ کریں۔ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے خلوص کا انحصار کریں۔ وہ رب تعالیٰ کے پیاروں سے پیار کریں۔ اس کے دشمنوں سے بغض رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ پر لازم ہے کہ آپ ان کا دفاع ہر اس چیز سے کریں گے جس سے اپنے نفس، مال اور اہل کا دفاع کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت خالد ازدی رضی اللہ عنہ کی امان اور حضور اکرم ﷺ کی امان کے ساتھ ہیں بشرطیکہ ان امور کو پورا کریں آپ ؐ نے جنادہ ازدی، ان کی قوم اور پیروکاروں کے لیے یہ مکتوب لکھوایا۔ جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں۔ مال غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ کا خمس اور حضور اکرم ﷺ کا حصہ ادا کرتے رہیں مشرکین سے جدا رہیں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ذمہ ہے۔ (اسے ابی نے لکھا ہے) حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے حضرت منذر بن ساویٰ کے لیے ایک اور خط لکھوایا۔

امابعد! میں نے تمہاری طرف حضرات قدامہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا ہے۔ تمہاری زمین کا جو جزیہ تمہیں حاصل ہوا ہے وہ ان کے حوالے کر دو۔ والسلام (اسے ابی نے لکھا ہے) آپ نے حضرت علاء بن حضرمی کی طرف یہ خط لکھوایا امابعد! میں نے منذر بن ساویٰ کی طرف وہ شخص بھیج دیا ہے جو اس جزیہ کو حاصل کرے گا جو اس کے پاس جمع ہے تم بھی جلدی کرو اور جو عشر اور صدقہ تمہارے پاس جمع ہے اسے ان کے ساتھ ہی بھیج دو والسلام (اسے ابی نے لکھا ہے)

آپ نے بارق بن ازد کے لیے لکھا: یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بارق کے لیے ہے کہ ان کے پھل کو نہ توڑا جائے ان کے موسم بہار اور موسم گرما کی جگہوں پر مویشی نہ چرائے جائیں، مگر اس کی مثل مسلمان جو عرک یا جدب سے گزریں تو ان کے لیے تین دن کی ضیافت ہے۔ جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کے لیے وہ گرے ہوئے پھل ہیں جو ان کا پیٹ بھر دیں اس کے بغیر کہ اس درخت کی جڑ سے اکھیڑ لیا جائے۔ اس پر حضرات ابوعبیدہ بن جراح اور حذیفہ بن یمان نے گواہی دی۔ (اسے بھی ابی نے لکھا ہے)

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ارقم بن ابی ارقم تھے۔ابو ارقم کا نام عبد مناف بن اسد مخزومی تھا۔انہوں نے ابتداء سے اسلام قبول کرلیا تھا۔انہوں نے ہجرت کی۔غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی۔انہوں نے ۵۳ھ میں وصال کیا۔عمر مبارک ۸۳ سال تھی یا ۵۵ھ میں وصال کیا اور عمر مبارک اسی سال سے زائد تھی۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کے لیے عبد یغوث بن وعلہ حارثی کے لیے لکھا۔ان کے لئے وہی کچھ ہے جس زمین اور نخلستان پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔زکوٰۃ دیتے رہیں مال غنیمت کا خمس ادا کریں۔ان کے عشر اور حشر کی شرط نہیں ہے۔یہ ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے ہے۔اسے ارقم بن ابی ارقم نے لکھا آپ نے یہ مکتوب بھی لکھوایا یہ مکتوب عاصم بن حارث حارثی کے لیے تھا۔ان کے لیے ایک قسط ہے۔اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے گا۔اسے ارقم نے لکھا ہے)

آپ نے بنو سلیم کے ایک شخص اجب کے لیے لکھوایا کہ آپ نے انہیں فالس عطا کر دیا ہے (اسے بھی ارقم نے لکھا ہے)

✿✿✿

چوتھا باب

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ یہ بریدہ بن حصیب بن عبد اللہ تھے۔ان کی کنیت یا ابو عبد اللہ یا ابو سہل یا ابو الحصیب یا ابو ساسان تھی۔البتہ مشہور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔انہوں نے غزوۂ بدر سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، مگر اس غزوہ میں شرکت نہ کی تھی۔انہوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔درخت کے نیچے بیعۃ الرضوان کی۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور غمیم پہنچے تو آپ کی خدمت میں حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ آئے۔اسلام قبول کرلیا۔ان کے ساتھی بھی ایمان لے آئے۔

✿✿✿

پانچواں باب

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ثابت بن قیس انصاری خزرجی تھے۔ان کی کنیت ابوعبدالرحمان یا ابومحمد تھی یہ آپ کے خطیب تھے۔آپ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی تھی۔انہوں نے غزوۂ احد بقیہ غزوات میں شرکت کی تھی۔انہوں نے جنگ یمامہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شہادت کی قبا زیب تن کی تھی۔ ۱۱ھ تھی۔وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کی طرف گئے تھے جب مسلمان نبرد آزما ہوئے تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔حضرت ثابت اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں اس طرح قتال نہ کرتے تھے، پھر ہر ایک نے گڑھا کھودا۔ثابت قدم ہو کر لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے نفیس زرہ پہنی ہوئی تھی۔ایک مسلمان قریب سے گزرا تو اس نے وہ زرہ لے لی۔ ایک مسلمان سویا ہوا تھا۔اسے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خواب میں ملے۔انہوں نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں خبردار! اسے خواب پریشان سمجھ کر بھلا نہ دینا۔میں کل شہید ہو گیا تھا۔میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا۔اس نے میری زرہ لے لی۔اس کا خیمہ سارے لوگوں سے پرے ہے۔اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا ہے جو طولاً چل رہا ہے۔اس نے زرہ پر ہنڈیا الٹی رکھی ہوئی ہے۔اس کے اوپر کجاوہ ہے۔حضرت خالد کے پاس جاؤ کہ وہ جائیں اور زرہ لے آئیں۔جب تم مدینہ طیبہ جاؤ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور میرا فلاں غلام آزاد ہے وہ شخص جاگا۔وہ حضرت خالد کے پاس گیا۔انہیں بتایا انہوں نے زرہ لانے کے لیے کسی کو بھیج دیا۔وہ ان کے پاس زرہ لے آیا۔اس نے وہ خواب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنایا اور انہوں نے ان کی وصیت کو جائز کر دیا۔ہم کسی اور کو نہیں دیکھتے جس کی وصیت اس کے مرنے کے بعد جائز کی گئی ہو۔ابن سعد نے لکھا ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمالہ اور حدان کے وفد کے لیے لکھوایا، یہ وہ مکتوب گرامی ہے جسے آپ نے بادیۃ الاسیاف اور نازلۃ الاجواف کے لیے لکھوایا اور جو علاقہ ان کے ارد گرد ہے ان کے نخلستانوں میں نہ اندازہ ہے نہ پیمانہ لیکن ان کے ہر دس وسق میں سے ایک وسق لیا جائے گا۔اس مکتوب کو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے لکھا، حضرت سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہی دی۔

❁❁❁

چھٹا باب

جہیم بن صلت رضی اللہ عنہ

یہ جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب قرشی مطلبی ہیں۔غزوہ خیبر کے سال ایمان لائے آپ نے انہیں خیبر کی تیس وسق کھجوریں عطا کیں۔ابن سعد نے لکھا ہے: آپ نے یزید بن طفیل حارثی کے لیے مکتوب لکھوایا کہ ان کے لیے سارا المضتہ ہے۔اس میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔زکوٰۃ دیتے رہیں۔مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوتے رہیں۔اسے حضرت جہیم نے لکھا۔

✿✿✿

ساتواں باب

حضرت جہیم بن سعد رضی اللہ عنہ

عبدالکریم نے المورد العذب میں لکھا ہے جہیم بن سعد۔امام قرطبی نے کتاب الاعلام فی مولد النبی ﷺ میں لکھا ہے کہ عبدالکریم نے لکھا ہے میں نے ان کا مکتوب نقل کیا ہے۔امام قضاعی نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام اور جہیم بن سعد صدقہ کے اموال لکھتے تھے۔ابن منیر حلبی نے لکھا ہے کہ ہلال بن سراج نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں یمن میں جاگیر عطا کی تھی۔حضرت بریدہ نے آپ کی طرف سے یوں لکھا: محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مجاعہ بن مرارہ کی طرف! میں نے تمہیں الغورہ عطا کر دیا ہے جو ان کے ساتھ اس میں جھگڑا کرے وہ میرے پاس آئے اسے حضرت بریدہ نے لکھا۔

✿✿✿

آٹھواں باب

حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

وہ اسیدی تمیمی تھے۔ان کی کنیت ابو ربعی تھی۔یہ بنو اسید بن عمرو کی شاخ بنو شریف سے تھے۔بنو اسید بنو تمیم کے اشراف میں سے تھے۔نافع بن اسود التمیمی انہی پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قومی اسید ان سالت و منصبی ولقد علمت معاون الاحساب

یہ حکیم العرب اکثم بن صیفی کے بھتیجے تھے۔ اس نے آپ کی بعثت کو پالیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ایک سو نوے سال تھی، مگر اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس نے آپ کی طرف خط لکھا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ جواب سے خوش ہوا۔ اپنی قوم کو جمع کیا انہیں آپ کے پاس جانے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اس کے متعلق اس کی داستان بڑی عجیب ہے۔ مالک بن نویرہ یربوعی نے اعتراض کیا۔ اس نے قوم کو منتشر کر دیا۔ اکثم نے اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا اطاعت گزاروں کو اس کے ساتھ بھیجا مگر وہ رستے میں گم ہو گئے۔ آپ تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ کے مشہور کاتب تھے۔ انہوں نے قادسیہ میں شرکت کی اور یوم جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

❀❀❀

نواں باب

حضرت حویطب بن عبد العزیٰ رضی اللہ عنہ

ابن ابی قیس بن عبدود یہ قریشی عامری تھے۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے انہوں نے ۶۰ سال کی عمر میں اسلام کو پایا حنین کے مال غنیمت میں سے انہیں ایک سو اونٹ ملے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حرم کی تجدید کا حکم دیا۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں حضرت امیر معاویہ سے چالیس ہزار دینار کا گھر خریدا لوگوں نے اس کی وجہ سے باتیں کیں تو حضرت امیر معاویہ نے کہا: اس شخص کے لیے چالیس ہزار دینار کیا بناتے ہیں جس کے پانچ اہل و عیال ہوں ان کی کنیت ابو محمد یا ابو الاصبع تھی۔ انہوں نے مشرکین کی طرف سے صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے روز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں پناہ دی۔ ان کے ساتھ چلے حتیٰ کہ امان کا اعلان ہو گیا۔ فتح مکہ کے روز ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حنین اور طائف کے غزوات میں شرکت کی۔ آپ نے ان سے چالیس ہزار درہم قرض لیے انہوں نے وہ آپ کو ادھار دے دیئے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی امارت کے آخر میں وصال کیا تھا ۵۴ھ تھی۔ ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ عبد الکریم حلبی نے لکھا ہے کہ ابن مسکویہ نے انہیں آپ کے کاتبوں میں شمار کیا ہے۔

❀❀❀

دسواں باب

حضرت حصین بن عمیر رضی اللہ عنہ

عبدالکریم نے انہیں السیرۃ کی شرح میں لکھا ہے۔امام قضاعی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے مگر ان کا نسب نہیں لکھا۔ حلبی نے لکھا ہے کہ امام قرطبی نے انہیں اپنی کتاب میں لکھا ہے۔میں نے اسے ہی نقل کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر قرض اور معاملات لکھتے تھے۔ظاہر ہے کہ انہوں نے قضاعی ہی سے یہ لکھا ہے ان کا تذکرہ ابن عبدالبر اور ابن مسکویہ نے کیا ہے۔میں نے انہیں کتاب عیون المعارف میں لکھا ہے۔الحمدللہ!

❁❁❁

گیارھواں باب

حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

ابن عبد شمس بن عبدود۔یہ سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔آپ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں۔حبشہ کی طرف سب سے پہلے انہوں نے ہی ہجرت کی تھی۔ان کا ذکر ابن عبدالبر نے کیا ہے۔عبدالکریم حلبی نے لکھا ہے کہ ابن مسکویہ نے انہیں اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو آپ کے کاتبوں میں شامل کیا ہے۔

❁❁❁

بارھواں باب

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

ابوالحسن بن براء اور ثعالبی نے لطائف میں لکھا ہے کہ یہ کھجور کا اندازہ کر کے لکھ لیتے تھے۔

❁❁❁

تیرھواں باب

حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ

ابن دحیہ نے ان کا تذکرہ کتاب علم النصر المبین میں کیا ہے کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے بنو غدرہ بن جمیر کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے خط لکھوایا۔ وہ خط حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

❁❁❁

چودھواں باب

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

یہ حضرت خالد بن سعید بن عاص ہیں۔ یہ قریشی اور اموی ہیں۔ ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا ایک قول کے مطابق سب سے پہلے انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے تیسرے نمبر پر اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ انہوں نے وہاں دس سے زائد سال گزارے ان کے اسلام لانے کا سبب پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا جو آپ کی بعثت پر دلالت کرتا تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ کی خدمت میں وہ انگوٹھی پیش کی تھی جس کا نقش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا وہ بئر اریس میں گر پڑی تھی حضرت ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راشد بن عبد السلمی کے لیے مکتوب لکھوایا۔ آپ نے دو غلوہ (تیر پھینکنے کی مسافت) سہم میں اور ایک غلوہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ رہاط میں زمین عطا کی تھی۔ جس میں کسی کا ان کے ساتھ جھگڑا نہ تھا جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی ثابت ہے۔ اس تحریر کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ انہوں نے آپ کا یہ گرامی نامہ بھی لکھا کہ آپ نے انہیں ادام اور شواق میں جگہ دی اور فرمایا: نہ تو ان پر کوئی ظلم کرے اور نہ ہی وہ کسی پر ظلم کریں۔ اسے حضرت خالد بن سعید نے لکھا۔

جب ثقیف کے وفد نے آپ سے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے وج کو حرام بنا دیں تو آپ نے یہ مکتوب لکھوایا یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مومنین کی طرف ہے کہ وج کا درخت نہ کاٹا جائے اور اس کا جانور شکار نہ کیا جائے جو اس طرح کرتا ہوا پایا گیا تو اسے پکڑ کر بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا جائے گا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اسے حضرت خالد بن سعید نے آپ کے حکم سے لکھا۔ اس سے کوئی متجاوز نہ ہو ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خود پر ظلم کرنے والا ہو گا۔ آپ نے حضرت سعید بن سفیان کے لیے مکتوب لکھوایا۔ یہ رقبہ ہے جو آپ نے حضرت سعید بن سفیان کو عطا کیا ہے آپ

نے انہیں سوارقیہ کا باغ اور اس کا سامنا حصہ عطا فرمادیا۔اس کے متعلق ان سے کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔جھگڑا کرنے والے کے لیے کوئی حق نہ ہوگا۔ان کا حق ہی فائق ہوگا۔اسے حضرت خالد بن سعید نے لکھا۔

❀❀❀

پندرھواں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

یہ ابوسلیمان خالد بن ولید مخزومی ہیں یہ رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ان کا تذکرہ ابن عبدالبر اور ابن الاثیر نے کیا ہے۔

❀❀❀

سولھواں باب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ حضرت زید بن ثابت انصاری بخاری ہیں۔امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں یہودیوں کی کتابت سیکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ آپ کو پڑھ کر سنائیں جب کہ وہ آپ کو خطوط لکھتے تھے۔انہوں نے پندرہ روز میں یہ کتابت سیکھ لی تھی۔ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ کے لیے لکھتا تھا۔میں نے اپنے کانوں پر قلم رکھا ہوتا تھا کہ ہمیں قتال کا حکم ہوجاتا۔حضور اکرم ﷺ دیکھنے لگتے کہ آپ پر کیا اترا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک نابینا آگیا۔اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے پیچھے کیسے آؤں گا میں نابینا ہوں۔اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ۔ (النور:٦١)

ترجمہ: نہیں ہے اندھے پر کوئی حرج۔

جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی عمر گیارہ سال تھی۔انہوں نے غزوۂ احد اور بعد کے غزوات میں شرکت کی۔یا سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی۔وہ فقہاء صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔ان میں سے ایک تھے جنہوں نے آپ کے عہد مبارک میں سارا قرآن پاک یاد کیا تھا۔آپ اپنے گھر میں سارے لوگوں سے زیادہ ہنس مکھ تھے لیکن قوم میں بیٹھے ہوتے تو سب سے زیادہ سنجیدہ ہوتے۔انہوں نے ۵٦ھ میں وصال کیا۔

امام احمد، ابوداؤد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ

تشریف لائے تو مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے مجھ پر تعجب کیا۔عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! یہ بنو نجار کا بچہ ہے اسے دس سے زائد سورتیں یاد ہیں۔آپ نے اس پر تعجب کیا۔آپ نے فرمایا: زید! یہود کی کتابت سیکھ لو مجھے اپنے مکتوب پہ یہود سے امن نہیں ہے۔صرف پندرہ روز میں میں نے وہ کتابت سیکھ لی تھی۔میں اس میں ماہر بن گیا تھا۔میں آپ کے خطوط ان کے لیے لکھتا تھا۔ان کے خطوط آپ کے لیے پڑھتا تھا۔وہ آپ کے لیے وحی بھی لکھتے تھے۔سارے خطوط لکھتے تھے۔وہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مکتوبات لکھتے تھے۔آپ نے ان کے متعلق ہی فرمایا ہے: زید تم میں سب سے زیادہ فرائض کا علم جانتے ہیں۔حضرت عمر فاروق حج کرنے کے لیے جاتے تو انہیں اپنا نائب بناتے جب وہ شام تشریف لے گئے تھے تو وہ آپ کے ساتھ تھے۔یرموک کا مال غنیمت انہی کی نگرانی میں تقسیم ہوا تھا۔جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تو انہیں اپنا نائب بناتے۔آپ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے نگران تھے۔انہوں نے مدینہ طیبہ میں ۵۵ھ یا ۵۳ھ یا ۵۶ھ یا ۵۴ھ میں وصال کیا۔یا ۴۳ھ یا ۴۱ھ یا ۴۵ھ یا ۴۴ھ میں وصال کیا۔

❁❁❁

سترھواں باب

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ

یہ حضرت خالد اور ابان کے بھائی تھے۔سعید بن سعید رضی اللہ عنہ طائف کے روز شہید ہوئے تھے فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔آپ نے فتح مکہ کے روز بازار مکہ پر انہیں اپنا عامل مقرر کیا تھا۔ان کے باپ سعید بن عاص بن امیہ کے آٹھ بیٹے تھے تین کفر پر مارے گئے تھے۔احیحہ۔سعید بن عاص کی کنیت اسی پر تھی۔یہ یوم فجار کو کام آیا تھا عاص اور عبیدہ غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عاص کو اور حضرت زبیر بن عوام نے عبیدہ کا کام تمام کیا تھا۔انہوں نے فرمایا: میں نے غزوۂ بدر میں عبیدہ بن سعید سے ملاقات کی وہ غرق آہن تھا۔صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی۔میں نے آنکھ میں نیزہ مارا اور اسے ہلاک کر دیا۔میں نے اس پر ٹانگ رکھی۔اس پہ چڑھا میں نے کوشش کی کہ اس کی زرہ اتارلوں، لیکن اس کی طرفیں مڑ چکی تھیں۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ کی امارت میں ۵۹ھ کو وصال کیا۔ابن عبدالبر نے لکھا ہے یہ سعید بن عاص کے بھتیجے تھے۔آپ کے کاتبوں میں سے تھے۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

حضرت سجل رضی اللہ عنہ

ابوداؤد اور النسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت طیبہ کی تفسیر میں فرماتے تھے۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ (الانبیاء:۱۰۴)

ترجمہ: جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے جاتے ہیں طومار میں کاغذات۔

کہ سجل آپ کے کاتبین میں سے تھے۔ابن مردویہ، ابن مندہ نے حمدان بن سعید کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے ایک کاتب کا نام سجل تھا۔رب تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل کی۔سجل حبشہ کی لغت میں آدمی کو کہا جاتا ہے،لیکن انہوں نے حمدان بن علی کہا ہے ابن مندہ میں ابن سعید میں وہم کیا ہے۔ابن مندہ نے لکھا ہے کہ حمدان اس میں منفرد ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ اگر اس سے مراد ابن علی ہوتو وہ ثقہ ہیں۔معروف ہیں ان کا نام محمد بن علی تھا۔یہ امام احمد کے ساتھیوں میں سے تھے،لیکن خطیب نے حمدان بن سعید بغدادی لکھا ہے ابن مندہ کی روایت ترجیح پاگئی۔خطیب نے برقانی سے روایت کیا ہے کہ ازدی کہتے ہیں کہ اس میں ابن نمیر منفرد ہیں۔ابن نمیر بڑے ثقہ ہیں ان طرق سے یہ روایت صحیح ہے۔جس نے اسے موضوع کہا ہے۔اس نے غفلت سے کام لیا ہے،لیکن اس کی مخالفت میں بھی روایت ہے امام رافعی اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے صحیفہ کو کتاب پر لپیٹنا مراد ہے۔مجاہد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: میں نے حضرت ابن عباس سے مروی سابقہ روایت کو المزی پر پیش کیا۔انہوں نے اس کا بہت زیادہ انکار کیا۔میں نے انہیں بتایا کہ ابن تیمیہ اس روایت کو موضوع کہا کرتے تھے اگرچہ یہ سنن ابی داؤد میں ہے۔المزی نے کہا: میں بھی اس طرح کہتا ہوں،الحافظ لکھتے ہیں: یہ مخالفت ہے۔

❁❁❁

انیسواں باب

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

حسنہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ان کے باپ کا نام عبداللہ بن مطاع بن عبیداللہ تھا۔یہ بنوزہر میں سے کندہ کے حلیف تھے۔ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔انہیں ان کی والدہ حسنہ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔دوسرا قول ہے اس نے انہیں بیٹا بنالیا تھا ... تھے انہوں ... نسب سے پہلے آپ کے لیے لکھا۔وہ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے۔قریش کے چیدہ

لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ شام کے صوبوں میں سے کسی صوبے پر امیر تھے۔

❁❁❁

بیسواں باب

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

یہ عامر بن فہیرہ تیمی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کے ساتھ انہیں بھی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شرکت کی تھی۔ بئر معونہ کے روز شہید ہو گئے تھے۔

امام احمد نے عبدالملک بن مالک مدلجی سے روایت کی ہے۔ یہ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے کہ ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت سراقہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے تھے۔ وہ ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ سے عرض کی۔ آپ کی قوم نے آپ کو پکڑنے کے لیے انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں ان کے سفر کی خبریں بتائیں۔ لوگوں کا ارادہ بتایا۔ میں نے انہیں زادِ راہ پیش کیا کچھ سامان پیش کیا مگر آپ نے مجھ سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ انہوں نے مجھے صرف یہ کہا: ان سے دور ہو جاؤ۔ میں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ میرے لئے تحریر لکھ دیں۔ مجھے امان عطا کریں۔ حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے لکھ دیا۔ آپ آگے روانہ ہو گئے۔

❁❁❁

اکیسواں باب

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث بن وہب قرشی زہری ہیں۔ فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ انہوں نے آپ کے لیے اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا۔ امام مالک نے لکھا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے پاس خط آیا۔ آپ نے پوچھا: اس کا جواب کون دے گا؟ حضرت عبداللہ بن ارقم نے عرض کی: میں۔ انہوں نے جواب لکھا اور بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا آپ نے اسے پسند کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہیں حاضر تھے انہوں نے تعجب کیا۔ انہوں نے آپ کی تمنا کے مطابق لکھا تھا جب آپ نے انہیں لکھنے کے لیے کہا تو انہوں نے بھی آپ پر اعتماد کیا۔ جب وہ انہیں کسی بادشاہ کو خط لکھنے کا

حکم دیتے تو وہ لکھ کر پیش کرتے وہ اس پر مہر لگا دیتے اور ان کی امانت کی وجہ سے اسے نہ پڑھتے۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے استعفیٰ مانگا تو انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا۔ امام مالک نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیت المال سے تیس ہزار درہم پیش کرنے کی کوشش کی، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کیا ہے۔ میرا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں تین لاکھ درہم پیش کرنے کی کوشش کی، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا ہے۔ میرا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

✿✿✿

بائیسواں باب

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول تھے۔ یہ خزرجی اور انصاری تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے آپ سے اذن طلب کیا کہ اپنے باپ کو قتل کر دیں مگر آپ نے انہیں فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ حضرت عبداللہ نے قتال ردت میں یمامہ میں ۱۲ھ میں شہادت کا جام نوش کیا تھا۔ ابن عبدالبر نے انہیں آپ کے کاتبوں میں لکھا ہے۔

✿✿✿

تئیسواں باب

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ بن رواحہ خزرجی انصاری ہیں۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ موتہ میں جام شہادت نوش کر گئے۔

✿✿✿

چوبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے: راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لکھا ہے کہ جس نے لخم میں سے حدس سے اسلام قبول کیا۔ نماز قائم کی۔ زکوٰۃ دی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ادا کیا۔ مشرکین سے جدا ہوا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے ساتھ امن میں ہے لیکن جو اپنے دین حق سے لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ذمہ سے بری ہیں۔ جس کے اسلام کے بارے کسی مسلمان نے گواہی دے دی۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ امن میں ہے۔ وہ مسلمانوں میں سے ہے۔ اسے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

❁❁❁

پچیسواں باب

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

یہ قرشی عامری ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وحی لکھی پھر اسلام سے مرتد ہو گئے۔ مکہ مکرمہ میں مشرکین کے ساتھ جا ملے جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پناہ طلب کی۔ انہوں نے اسے پناہ دے دی۔ جب اہل مکہ پرسکون ہو گئے تو اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے لیے پناہ طلب کی آپ کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: درست ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا: میں اس لیے خاموش رہا تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے ہماری طرف اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ اس کی آنکھوں کی خیانت ہو۔ انہوں نے اس دن اسلام قبول کر لیا تھا۔ اپنے اسلام کو عمدہ کیا۔ اس کے بعد ان سے کسی ناپسندیدہ امر کا اظہار نہ ہوا۔ یہ قریش کے داناؤں اور کریم لوگوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں ۲۵ ھ میں مصر کا والی مقرر کر دیا۔ انہوں نے افریقہ فتح کیا۔ یہ بہت بڑی فتح تھی۔ اس میں ایک شہسوار کا حصہ تین ہزار مثقال تھا۔ ان کے ہمراہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ افریقہ کے بعد انہوں نے سرزمین نوبہ میں اساود پر حملہ کر دیا ۳۱ھ تھی، پھر روم کی طرف سمندر میں صواری پر حملہ کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتنہ کے زمانہ میں کنارہ کش ہو گئے تھے۔ عسقلان میں مقیم ہو گئے تھے یا رملہ کو مسکن بنا لیا تھا وہ دعا مانگتے تھے کہ رب تعالیٰ انہیں نماز میں موت عطا کرے۔ انہوں نے نماز صبح میں پہلا سلام پھیرا دوسری طرف سلام

پھیر نے کا ارادہ کیا تو وصال فرما گئے۔اس وقت ۱۳ھ تھی۔یہی صحیح قول ہے۔دیگر اقوال ۵۷ھ یا ۵۹ھ کے بھی ہیں۔ابن خیاط نے لکھا ہے کہ جس نے ان کے باپ سرح کو آپ کے کاتبوں میں شمار کیا ہے اس نے وہم کیا ہے۔

✿✿✿

چھبیسواں باب

حضرت عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

✿✿✿

ستائیسواں باب

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو معن الطائیین الثعلبیین کی طرف لکھا کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔وہی چشمے،وہی شہر،غدوۃ الغنم اور اس سے پرے مبیتۃ انہی کے لیے ہیں جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔زکوٰۃ دیتے رہیں۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیں مشرکین سے جدا رہیں اپنے اسلام پر گواہ رہیں۔راستے کو پرامن بناتے رہیں۔یہ مکتوب گرامی حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔

آپ نے جہینہ میں سے بنو شیخ کی طرف یہ خط لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ امور ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہینہ میں سے بنو شیخ کو دیئے آپ نے انہیں جہینہ میں سے وہ علاقے عطا کیے جن کی انہوں نے حد بندی کی ہے۔جن علاقوں میں انہوں نے ہل چلایا ہے۔جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں۔ان کا حق ہی فائق ہے۔یہ خط حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے اسلم میں سے بنو خزاعہ کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھا یا کہ ان میں سے جو ایمان لے آئے۔نماز قائم کرے۔زکوٰۃ دے۔رب تعالیٰ کے دین میں اخلاص کا اظہار کرے۔ان کی اس کے خلاف مدد کی جائے گی۔جس نے انہیں ظلم کے ساتھ تکلیف دی۔ان کے لیے لازم ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کریں جب آپ انہیں بلائیں اہل دیہ کے لیے بھی وہی کچھ ہے جو کچھ اہل شہر کے لیے ہے۔وہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ مہاجر ہیں۔یہ تحریر حضرت علاء نے لکھی اور اس پر گواہی دی۔

اٹھائیسواں باب

حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو معن الطائیین کی طرف لکھا کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ چشمے، وہ شہر، غدوۃ الغنم اور اس سے پرے میبتہ ان کے لیے ہی ہے جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں۔ مشرکین سے جدا رہیں۔ اپنے اسلام پر گواہ رہیں راستوں کو پر امن بناتے رہیں۔ یہ مکتوب گرامی حضرت علاء بن عقبہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔ آپ نے جہینہ میں سے بنو شخ کے لیے لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ وہ امور ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے جہینہ میں بنو شخ کو دیئے۔ آپ نے جہینہ میں سے انہیں وہ کچھ دیئے جن کی انہوں نے حد بندی کی ہے۔ جن علاقوں میں انہوں نے ہل چلایا ہے جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی فائق ہے۔ اسے حضرت علاء بن عقبہ نے لکھا اور اس پر گواہی دی۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عباس بن مرداس سلمی کے لیے لکھا۔ آپ نے انہیں عطا کیا فرمایا: اس میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔ جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔ اس کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔ ان کا حق ہی فائق ہوگا۔ اسے حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا اور گواہی دی۔

❀❀❀

انتیسواں باب

عبدالعزیٰ بن خطل مرتد ہونے سے قبل

ایک قول کے مطابق اس کا نام حلال تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا حضور اکرم ﷺ نے اسے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے ہمراہ ایک انصاری شخص کو بھیجا۔ اس کے ہمراہ اس کا غلام بھی تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا۔ یہ ایک جگہ اترا۔ غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے بکرا ذبح کرے۔ اس کے لیے کھانا تیار کرے۔ وہ سو گیا۔ جب وہ جاگا تو اس کے لیے کچھ بھی تیار نہ تھا۔ اس نے اس پر حملہ کیا اسے قتل کر دیا، پھر مرتد ہو کر مشرک بن گیا۔ یہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔ جب غفور رحیم آیت اتری تو اس نے رحیم غفور، لکھ دیا جب سمیع علیم، اتری تو اس نے علیم سمیع، لکھ دیا۔ ایک دن آپ نے اسے فرمایا: میں جو کچھ تجھے

لکھواتا تھا وہ مجھے سناؤ۔ جب اس نے آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تجھے اس طرح لکھوایا تھا کیا غفور رحیم اور رحیم غفور ایک ہی ہے کیا سمیع علیم اور علیم سمیع ایک ہی ہے؟ اس نے کہا: میں محمد عربی ﷺ کے لیے وہی کچھ لکھتا تھا جو چاہتا تھا۔ پھر اس نے کفر کیا۔ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: جس نے ابن خطل کو قتل کر دیا وہ جنتی ہے۔ اسے فتح مکہ کے روز قتل کر دیا گیا یہ خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ اسے حضرت سعد بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی نے قتل کیا تھا۔ وہ کعبہ معظمہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ مقام ابراہیمی اور زمزم کے پاس تھا۔ (عبدالکریم الحلبی نے شرح السیرۃ میں لکھا ہے)

❁❁❁

تیسواں باب

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

یہ انصاری خزرجی ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کا یہ مکتوب گرامی لکھا۔

یہ مکتوب مبارک محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مہری بن الابیض کی طرف ہے۔ یہ اس کے لیے ہے مہرہ میں سے جو ایمان لایا کہ انہیں نہ کھایا جائے گا نہ ان پر غارت گری کی جائے گی نہ ہی ان پر حملہ کیا جائے گا۔ ان پر لازم ہے وہ شرائع اسلام کو قائم کریں جس نے تبدیل کر دیا۔ اس نے رب تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی۔ جو اس پر ایمان لایا اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ ہے۔ نیچے گری ہوئی چیز لوٹائی جائے گی۔ میل کچیل برائی ہے اور فحش گوئی فسوق ہے۔ اسے حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا۔

❁❁❁

اکتیسواں باب

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

امام احمد نے مرسل، ابو یعلی نے موصولاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، الطبرانی اور ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعید بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے بعد برتن لے کر حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کی شفقت اور کرم کو اپنی طرف مبذول کرایا۔ آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو دفعہ سر اقدس ان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: اگر تم امر کا والی بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ الطبرانی نے

صغیر میں لکھا ہے: ان کے محسن سے قبول کر لینا۔ ان کے برے سے تجاوز کرنا۔ انہوں نے فرمایا: میں لگاتار گمان کرتا رہا کہ مجھے کسی عمل سے آزمایا جائے گا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا حتیٰ کہ مجھے آزمایا گیا۔

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو۔ انہوں نے عرض کی: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے معاویہ کو بلاؤ۔ حضرت شیخین نے کہا: کیا کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قریش کے دو افراد کے مابین کوئی نہ تھا جو ان کے حکم کو نافذ کرتا، حتیٰ کہ آپ نے قریش کے بچوں میں سے ایک بچے کو بھیجا جب وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو فرمایا: انہیں اپنا معاملہ پیش کرنا۔ انہیں اپنے معاملہ پر گواہ بنانا۔ یہ قوی اور امین ہیں۔ اسے بزار نے مختصر روایت کیا ہے۔

ابوالحسن ہیثمی نے مجمع میں اس کے راوی ثقہ ہیں کچھ میں اختلاف ہے۔ بزار کے شیخ ثقہ ہیں جبکہ الطبرانی کے شیخ کو صرف امام ذہبی نے میزان میں ثقہ لکھا ہے لیکن اس پر واضح جرح نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ منکر روایت ہے میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں لکھا ہے۔ اس کی علت مروان بن جناح لکھی ہے۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ ابوحاتم نے لکھا ہے کہ یہ روایت کو لکھ لیتے تھے اس سے استدلال نہ کرتے تھے۔ دارقطنی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ الطبرانی نے اس روایت کو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے۔ ان میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں مسلمہ بن مخلد کی طرف سے انقطاع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے لیے یہ دعا کی: مولا! انہیں کتاب اور حساب کی تعلیم عطا کر۔ انہیں شہروں میں تسلط عطا کرے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر معاویہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز آپ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہو۔ اسے الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ ان میں گفتگو بھی کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر معاویہ سے بڑھ کر کسی کو سردار نہیں دیکھا۔ الطبرانی نے محمد بن خطر کی سند سے اور علی بن سعید کی سند سے روایت کیا ہے۔ ان میں نرمی تھی۔ اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاویہ کو وصیت فرمائیں وہ کتاب الٰہی پر امین ہیں وہ بہت اچھے امین ہیں۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن حنظلیہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: انہیں لکھ دو۔ آپ نے ان کے لیے مہر لگائی۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نوشتہ ان کے حوالے کریں۔ عیینہ نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس میں وہی کچھ ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے اسے قبول کر لیا اور

اپنے عمامہ میں باندھ لیا۔ وہ ان میں سے حلیم شخص تھے لیکن اقرع نے کہا: میں وہ نوشتہ نہ لوں گا جس میں مجھے علم نہیں کہ اس میں کیا کیا ہے جیسے درخواست گزار کا صحیفہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ نے آپ کو ان کی باتوں کے بارے بتایا: ابو داؤد نے بھی یہ روایت تحریر کی ہے انہوں نے فرمایا: نوشتہ لے کر جانے والے عیینہ تھے۔

الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں کہ ضحاک بن نعمان نے کہا کہ حضرت مسروق بن وائل رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا، پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے میری قوم کی طرف بھیج دیں۔ آپ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ میرے لئے ایک مکتوب گرامی لکھ دیں۔ شاید کہ رب تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمادے۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: ان کے لیے لکھ دو۔ انہوں نے لکھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضر موت کے سرداروں کی طرف! وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ بکریوں میں زکوٰہ ہے، چرنے والے مویشیوں میں زکوٰۃ ہے۔ بازار میں خمس ہے۔ بلند زمین میں عشر ہے۔ جانوروں کو باہم ملایا نہ جائے گا۔ ان کی قیمت نہ لگائی جائے گی۔ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر نہ کرے گا کہ وہ بلا مہر اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دے۔ کوئی شخص بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ نہ ملائے گا نہ ہی زکوٰۃ لینے والے جانوروں کو اپنی رہائش گاہ تک لائے نہ ہی زکوٰۃ دینے والا انہیں اپنی رہائش گاہ میں لے جائے۔ ایک رسی میں دو اونٹوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ جس نے پھل کی بیع اس کی آفت سے محفوظ ہونے سے قبل کی اس نے زائد لیا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

آپ نے یہ مکتوب دے کر حضرت زیاد بن لبید انصاری کو بھیجا۔

الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس لکھا کرتے تھے۔ الطبرانی نے سری بن عاصم کی سند سے روایت کیا ہے۔ ابن خراش نے اس کی تکذیب کی ہے اسی طرح لوگ اس پر وضع کا عیب لگاتے تھے۔ انہوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی تو دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ اہل خانہ نے بتایا: معاویہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو۔ وہ آپ کے اذن سے داخل ہوئے۔ مگر آپ نے بنو قرہ بن عبد اللہ بن ابی نجیح نبھانیین کے لیے مکتوب لکھوایا۔ آپ نے انہیں سارا المظلۃ عطا کر دیا۔ اس کی زمین، میدان، پہاڑ حتیٰ کہ وہ اپنے مویشی وہاں چرائیں گے۔

آپ نے حضرت بلال بن حارث المزنی کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے نخلستان ان کی وادیاں اور کھیت ان کے لیے ہیں باغ ان کے ہیں۔ قدس کی قابل کاشت زمین ان کے لیے ہے۔ ان کے لیے المضنۃ، الجزع اور الغیلہ ہے۔ اگر وہ

بچے ہیں۔اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: جزع سے مراد بستی ہے۔المعنہ زمین کا نام ہے۔
آپ نے عتبہ بن فرقد کے لیے لکھا: وہ عنایات ہیں جو عتبہ بن فرقد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشی ہیں۔آپ نے انہیں مکہ مکرمہ میں مروہ کے ساتھ متصل ایک گھر عطا کیا۔آپ نے لکھوایا۔ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔جو ان کے ساتھ جھگڑا کرے گا اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ان کا حق فائق ہے۔اسے حضرت امیر معاویہ نے لکھا: ابن سعد نے لکھا ہے۔۶۰ ھ کی چار راتیں گزری تھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ان کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔(الطبرانی)

❁❁❁

بتیسواں باب

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

یہ ابن ابی فاطمہ دوسی تھے یہ سابقین اولین میں سے تھے۔یہ سعید بن عاص کے غلام تھے۔گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دوسی تھے۔یہ آل سعید بن عاص کے حلیف تھے۔انہوں نے ابتداء میں مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔وہ دو کشتیوں میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے۔یہ آپ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا وہ جذام میں مبتلا ہو گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کا علاج اندرائن کے ساتھ کیا جائے۔ان کا امر موقوف کر دیا گیا۔ان سے بہت کم روایات مروی ہیں۔ابن عبد البر نے لکھا ہے: میں کہتا ہوں کہ صحیحین میں ان سے صرف ایک روایت مروی ہے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو سجدہ کرنے کے لیے مٹی ہموار کرتا ہے آپ نے فرمایا اگر تم نے کرنا ہی ہے تو صرف ایک بار۔ابن عبد البر نے ابو راشد مولی معیقیب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا میں نے حضرت معیقیب سے عرض کی میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس طرح احادیث روایت نہیں کرتے۔جیسے دوسرے صحابہ کرام کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: مجھے آپ کا صحابی ہونے کا شرف سب سے قدیمی ہے لیکن زیادہ خاموشی زیادہ گفتگو سے بہتر ہے۔انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال فرمایا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخر میں وصال کیا تھا۔امام سہیلی،عمر بن شبہ نے الکتاب میں،عبد الکریم حلبی نے معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی لکھا ہے۔ابن عساکر،ابن اثیر اور دمیاطی نے اس طرح لکھا ہے۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو حارث کے پادری، نجران کے پادریوں اور کاہنوں ان کے پیروکاروں اور راہبوں کے لیے لکھا کہ قلیل اور کثیر ان کے ماتحت ہی ہے۔ ان کے گرجے، نمازیں اور رہبانیت ان کے ماتحت ہی ہے۔ انہیں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ ان کے پادریوں میں کسی پادری کو، ان کے راہبوں میں سے کسی راہب کو، ان کے کاہنوں میں سے کسی کاہن کو تبدیل نہ کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں سے کسی کے حق کو تبدیل نہ کیا جائے گا نہ ہی ان کے سلطان کو تبدیل کیا جائے گا نہ ہی ان کی کسی چیز کو تبدیل کیا جائے گا جس پر وہ ہیں۔ جب تک وہ خلوص کا اظہار کرتے رہیں انہوں نے صلح کی رکھی۔ نہ ظلم کیا نہ ظالم بنے۔ اس مکتوب کو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

حضور اکرم ﷺ نے بنو ضباب بن بنو حارث کے لیے لکھوایا کہ ان کے لیے ساریہ اور رافع ہے۔ ان کے ساتھ ان میں کوئی جھگڑا نہ کرے۔ جب تک وہ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے اطاعت گزار بنیں اور مشرکین سے جدا رہیں۔ اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو قنان بن ثعلبہ کے لیے یہ مکتوب لکھوایا: ان کے لیے مجلس ہے وہ اپنے اموال اور جانوروں کے بارے امن سے ہیں اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ آپ نے یزید بن محجل کے لیے لکھا کہ ان کے لیے نمرہ، اس کے چشمے اور وادی الرحمٰن ہے وہ اپنی قوم بنو مالک اور عقبہ پر ہیں۔ نہ ان پر حملہ کیا جائے گا نہ انہیں جمع کیا جائے گا۔ اسے حضرت مغیرہ نے لکھا۔ آپ نے حضرت عامر بن اسود کے لیے لکھا یا کہ ان کے لیے اور ان کی قوم طئی کے لئے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا وہ شہر اور چشمے ان کے ہیں جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ مشرکین سے جدا رہیں، اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو جوین الطائین کے لیے لکھوایا۔ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ جس نے نماز قائم کی۔ زکوٰۃ دی۔ مشرکین سے جدا ہوا۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کی۔ مالِ غنیمت میں سے خمس دیا۔ حضور اکرم ﷺ کا حصہ نکالا اپنے اسلام کی گواہی دی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور محمد عربی ﷺ کی امان ہے۔ ان کے لیے ان کی سرزمین اور چشمے ہیں جن پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے لیے غزوہ الغنم اور اس سے پرے میثہ ہے۔ اسے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

آپ نے بنو جرمز بن ربیعہ کے لیے لکھوایا۔ وہ اپنے شہروں میں امن سے رہیں گے۔ ان کے لیے وہی کچھ ہے جس پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اسے حضرت مغیرہ نے لکھا۔ آپ نے حضرت حصین بن نضلہ اسدی کے لیے لکھا کہ ان کے

لیے ادام اور کسہ ہیں ان میں ان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔ اسے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

❁❁❁

چونتیسواں باب

بنونجار کا ایک شخص جسے زمین نے باہر پھینک دیا تھا

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنونجار میں سے ایک شخص تھا۔ اس نے سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھی ہوئی تھیں۔ وہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔ وہ بھاگ گیا۔ اہل کتاب سے مل گیا۔ انہوں نے اس کی کچھ قدر کی انہوں نے کہا: یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لکھتا تھا۔ انہوں نے اس پر تعجب کیا۔ کچھ دنوں بعد رب تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی۔ انہوں نے گڑھا کھودا اس میں اسے پھینک دیا، مگر زمین نے اسے باہر نکال دیا، پھر انہوں نے اسے زمین میں دبایا مگر زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے اسی طرح چھوڑ دیا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک نصرانی شخص تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اس نے سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھی۔ وہ آپ کے لیے لکھتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس پر موت طاری کر دی۔ لوگوں نے اسے دفن کیا وقت صبح زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے دوبارہ گڑھا کھودا۔ اس سے گہرا کھودا انہوں نے صبح دیکھا۔ زمین نے پھر اسے باہر پھینک دیا تھا۔ انہوں نے کہا یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا عمل ہے کیونکہ یہ انہیں چھوڑ کر آ گیا ہے۔ انہوں نے اسے زمین سے باہر نکال دیا ہے۔ انہوں نے سہ بار اس کی قبر کھودی۔ جتنی گہری کھود سکتے تھے اتنی گہری کھودی۔ وقت صبح زمین نے اسے باہر پھینک دیا تھا۔ اب انہیں علم ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لوگوں کی طرف سے نہیں۔ انہوں نے اسے پھینک دیا۔

❁❁❁

آپ کے خطباء، شعراء، حدی خواں، نگران، شمشیر زن، آپ کے سامنے گردنیں اڑانے والے نفقات، انگوٹھی، مسواک اور نعلین پاک کے نگہبان، سفروں میں آپ کا جانور ہانکنے والے، اونٹ، بکریاں چرانے والے اور مؤذن

پہلا باب

آپ ﷺ کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ثابت بن قیس انصاری خزرجی تھے۔ ان کی والدہ کا نام ہند تھا۔ انہیں خطیب الانصار کہا جاتا تھا انہیں خطیب رسول اللہ ﷺ بھی کہا جاتا تھا۔ آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہت اچھے انسان ہیں۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں ۱۱ھ میں جام شہادت نوش کیا۔ ان کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے معلوم نہیں کہ اس کے وصال کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں کتب مغازی سے لکھا ہے کہ جب انہوں نے جام شہادت نوش کیا تو انہوں نے نفیس زرہ پہن رکھی تھی۔ ایک شخص اسے لے گیا۔ ایک شخص نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت ثابت نے اسے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اسے خواب سمجھ کر فراموش نہ کر دینا۔ کل میں شہید ہو گیا تھا۔ ایک شخص میرے پاس سے گزرا۔ اس نے میری زرہ چرا لی۔ اس کا خیمہ سارے لوگوں سے دور ہے۔ اس کے پاس گھوڑا

طول میں چھر رہا ہے۔ اس نے زرہ پر ہنڈیا الٹی رکھی ہوئی ہے۔ ہنڈیا کے اوپر کجاوہ ہے۔ حضرت خالد بن ولید کے پاس جاؤ۔ انہیں حکم دو وہ جائیں اور لے آئیں۔ جب تم مدینہ طیبہ جاؤ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ وہ شخص سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے کسی کو زرہ لانے کے لیے بھیجا۔ وہ اسی طرح تھی جیسے انہوں نے کہا تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس خواب کے متعلق بتایا گیا۔ انہوں نے یہ وصیت جائز قرار دے دی۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کے شعراء

بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات نے آپ کی تعریف میں اشعار لکھے۔ ابن سید الناس نے انہیں قصیدہ صحیحہ میں جمع کیا ہے آپ نے ایک جلد میں ان کی شرح لکھی ہے جس کا نام منح المدح رکھا تھا انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے لکھا ہے ان کی تعداد دو سو کے قریب تھی لیکن وہ شعرا جو" آپ کی فضیلت" بیان کرتے تھے۔ کفار کی ہجو کرتے تھے وہ تین ہیں۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وہ ہجو کرتے وقت ان کے نسبوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ کفار کو کفر پر عار دلاتے تھے۔

۳۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ کفار کو جنگ سے ڈراتے تھے۔ لوگ اسلام لانے سے قبل حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہجو یہ اشعار کی پرواہ نہ کرتے۔ ان میں سے جو اسلام میں داخل ہو جاتا وہ ہجو کا درد محسوس کرتا تھا۔ حضرت ابن رواحہ ان کے لیے سخت اور گراں تھے۔ زاد المعاد میں ہے۔ کفار پر سب سے سخت حضرت حسان تھے حضرت کعب انہیں شرک وکفر سے عار دلاتے تھے۔

❁❁❁

تیسرا باب

حدی خوان

۱۔ انجشہ۔ یہ سیاہ فام غلام تھے۔ ان کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ یہ حدی خوانی کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے وقت ازواج مطہرات کے اونٹوں کے حدی خواں یہی تھے۔ اونٹ تیز تیز چلنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انجشہ! کمزور خواتین کے ساتھ نرمی کرو۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حدی خوان تھا

ایں کی آواز بہت خوبصورت تھی۔اسے آپ نے فرمایا: انجشہ! ذرا آہستہ شیشے کے جام توڑ نہ دینا یعنی کمزور خواتین۔

۲۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔

۴۔ حضرت عامر بن اکوع، یہ حضرت سلمہ بن اکوع کے چچا تھے۔ یہ غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات آپ ہمارے ساتھ تھے۔آپ سو گئے۔نماز صبح ادا نہ کی حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔اس وقت ہمارے ساتھ دو حدی خواں تھے۔ابن سعد نے حضرات مجاہد اور طاؤس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تھے۔آپ رات کے وقت چل رہے تھے۔آپ کے ہمراہ ایک شخص تھا۔وہ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔آپ نے ایک حدی خواں کو حدی کرتے ہوئے سنا ایک قوم اس کے آگے تھی آپ نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا: کاش! ہم بھی اس قوم کے حدی خواں کے پاس جائیں۔ہم ان کے پاس گئے حتیٰ کہ وہ لوگ ہم پر چھا گئے۔آپ نے پوچھا: کس کے ساتھ تعلق ہے؟ انہوں نے عرض کی: مضر کے ساتھ۔آپ نے فرمایا: میرا تعلق بھی مضر کے ساتھ ہے۔ہمارا حدی خواں کسی کے مرنے کی خبر دینے گیا ہے۔ہم نے تمہارے حدی خواں کو سنا ہے ہم تمہارے ہاں آ گئے ہیں۔طاؤس نے یہ اضافہ کیا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے پہلے ہم میں حدی خوانی کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایک شخص سفر میں تھا اس نے اپنے غلام کے ہاتھ پر مارا اور اسے توڑ کر رکھ دیا۔غلام اونٹ ہانک رہا تھا۔وہ کہنے لگا: وایدہ، وایدہ: اس نے کہا: ھیبا ھیبا: اونٹ تیز چلنے لگے۔

❀❀❀

چوتھا باب

آپ کے نگران

۱۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یہ آپ کے شہسوار تھے۔ان کے نام میں کئی اقوال ہیں۔سب سے زیادہ مشہور حارث بن ربعی ہے۔انہوں نے غزوۂ احد اور اس کے بعد سارے غزوات میں شرکت کی۔انہوں نے آپ سے ۱۷۰ احادیث روایت کی ہیں۔ان میں سے گیارہ پر شیخین متفق ہیں۔امام بخاری دو میں امام مسلم آٹھ روایات میں منفرد ہیں ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی مگر یہ قول درست نہیں ہے۔الطبرانی نے الصغیر میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کی شب انہوں نے آپ کی نگرانی کی تھی۔آپ نے یہ دعا مانگی تھی: مولا! ابوقتادہ کی اسی طرح حفاظت فرما جس طرح انہوں نے آج رات تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ہے۔الحافظ

نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ عبدۃ کی روایت میں بدر کی شب غلط ہے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی تھی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی نگرانی کر رہا تھا۔ آپ رات کے وقت کسی حاجت کے لیے باہر تشریف لائے۔ مجھے دیکھا میرا ہاتھ پکڑا اور ہم آگے چل دیئے۔

۲- ادرع اسلمی رضی اللہ عنہ۔ ابن ماجہ نے ادرع اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی کر رہا تھا کہ ایک وصال کرنے والے کو لایا گیا۔ عرض کی گئی یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین ہیں جب صحابہ کرام نے ان کی تکفین کر لی تو انہیں اٹھایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے ساتھ نرمی کرنا۔ رب تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرے گا۔ یہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔

۳- حضرت ابوریحانہ اور ایک انصاری شخص۔ امام احمد نے ثقہ راویوں سے اور الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم کسی غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک دن اور ایک رات میں ہم سرف پہنچے۔ ہم نے وہیں رات بسر کی۔ ہمیں سخت سردی لگی۔ حتیٰ کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا اس نے زمین میں گڑھا کھودا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ اس پر اس نے اپنی ڈھال رکھ دی۔ جب آپ نے صحابہ کرام کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: آج رات ہماری نگرانی کون کرے گا میں اس کے لیے ایسی دعا کروں گا جس میں فضل و کرم ہوگا۔ ایک انصاری شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ وہ قریب ہوا آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے نام بتایا تو آپ نے دعا کے لیے منہ مبارک کھولا اور اس کے لیے بہت زیادہ دعا کی۔ حضرت ابوریحانہ نے فرمایا: جب میں نے آپ کی یہ دعا سنی تو میں بھی اٹھا۔ میں نے عرض کی: ایک اور شخص بھی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: ابوریحان! آپ نے میرے لئے دعا کی مگر وہ اس انصاری کے لیے دعا سے کم تھی۔

۴- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں عریش میں تلوار لہراتے ہوئے نگرانی کی تاکہ کوئی مشرک آپ تک نہ پہنچ سکے۔

۵- حضرت سعد بن معاذ نے بھی اس روز عریش میں آپ کی اس وقت نگرانی کی تھی جب آپ آرام فرما ہو گئے تھے۔

۶- حضرت ابوایوب ذکوان بن قیس رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے خیبر یا رستے میں آپ کی نگرانی اس وقت کی تھی جب آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا تھا۔ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی۔

۷- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وادی القریٰ میں۔ امام بغوی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات جاگتے ہوئے بسر کی۔ فرمایا: کاش! آج رات میرے صحابہ کرام میں ایک صالح شخص میری نگہبانی کرے۔ ہم اس حالت پر تھے کہ میں نے آواز سنی۔ السلام

علیکم۔ فرمایا: کون ہو؟ عرض کی: میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی نگہبانی کر رہا ہوں۔
آپ سو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آوازیں سنیں۔

۸- حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ یہ اس وقت آپ کی نگرانی کر رہے تھے جب یہ آیت طیبہ اتری۔
وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔
آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے۔ انہیں بتایا اور نگران واپس چلے گئے۔

۹- محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔ غزوہ احد میں انہوں نے آپ کی نگرانی کی۔

۱۰- حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہوں نے وادی القریٰ میں آپ کی نگرانی کی۔

۱۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۱- حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ وہ صلح حدیبیہ کے وقت تلوار لے کر آپ کے سراقدس کھڑے تھے۔

۱۲- حضرت زبیر بن عوام۔ غزوہ خندق میں آپ کے نگران تھے۔

۱۳- حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی

۱۴- حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ انہوں نے وادی القریٰ میں آپ کی نگہبانی کی تھی۔

❁❁❁

پانچواں باب

آپ کے شمشیر زن اور آپ کے سامنے کفار کی گردنیں اڑانے والے

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا مقام آپ کے سامنے اس طرح تھا جیسے کسی امیر کا سپاہیوں کا نگران ہوتا ہے
الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ آپ کے ہاں اسی طرح تھے جیسے پولیس کا آفیسر ہوتا ہے۔ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ آپ کے شمشیر زن تھے۔ حضرت ابوسعید، علی المرتضیٰ، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، قیس بن سعد اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کفار کی گردنیں اڑاتے تھے۔ القطب نے المنھل میں لکھا ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ تلوار لے کر آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے۔ وہ ایک سو شہ سواروں میں شمار ہوتے تھے۔ ابن بکار نے کتاب المزاح میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن نے فرمایا: حضرت ضحاک الکلابی بارگاہ رسالت میں آئے۔ آپ کی بیعت کی۔ آپ سے عرض کی: میرے پاس دو عورتیں ہیں جو بہت زیادہ حسین ہیں۔ کیا

ان میں سے ایک آپ کو نہ پیش کر دوں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں تھیں۔ یہ پردے کے احکام کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ انہوں نے کہا وہ خوبصورت ہے کہ تم؟ انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ حسین اور کریم ہوں۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال سے مسکرا اٹھے۔ حضرت ضحاک شکل کے اچھے نہ تھے۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ کے نفقات، انگوٹھی، مسواک اور نعلین پاک کے نگران، اجازت لینے والے

آپ کے نفقات کے نگران حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی آپ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کی مسواک اور نعلین پاک اٹھاتے تھے۔ حضرت ابو رافع آپ کا سامان اٹھاتے تھے۔ حضرت رباح اسود، انس بن مالک اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم آپ کی درگاہ ناز سے اذن لے کر دیتے تھے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے محمد بن عبادہ کے، وہ بھی ثقہ ہیں، نے حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ایمن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوٹے کے نگران تھے۔ حضرت ثعلبہ قضائے حاجت کے وقت آپ کے ساتھ جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود مسواک اور نعلین پاک اٹھاتے تھے۔ یہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ سابقین اولین میں سے تھے۔ یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے ان کا باپ عبدالحارث بن زہرہ کا حلیف تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یہ آپ کے نعلین پاک اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ کو پہناتے تھے۔ جب آپ کہیں تشریف فرما ہو جاتے تھے تو یہ انہیں پہلو میں رکھ لیتے تھے۔ یہ ہمہ وقت آپ کے پاس رہتے تھے۔ آپ کی زلف معنبر سنوارتے تھے۔ یہ لطیف، کمزور گندم گو، کمزور پنڈلیوں والے، عمدہ کپڑوں والے، عمدہ خوشبو والے، وافر عقل والے، محکم رائے والے، کثیر علم والے، نفس کے فقیہ اور عظیم قدر والے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: انہوں نے بائیس افراد کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا: ابونعیم نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب آپ سو جاتے تو آپ کو جگایا کرتے تھے۔ جب آپ غسل فرماتے تو وہ آپ کو پردہ کرتے تھے اور زمین پر آپ کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے خود کو دیکھا میں چھ میں سے چھٹا تھا روئے زمین پر ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں کچھ دیر حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ ماجدہ کو اہل بیت پاک میں ہی سمجھتا رہا، کیونکہ وہ کثرت سے آپ کے کاشانہ اقدس میں

آتے تھے۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص قرآن پاک کو اسی طرح تروتازہ پڑھنا چاہتا ہو جیسے یہ اترا ہے تو وہ اسے حضرت ابن مسعود کی قرأت پر پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود حضور سید عالم ﷺ کے راز دان، تکیہ اٹھانے والے، مسواک، نعلین اور وضو کے لیے پانی کی حفاظت کرنے والے تھے۔ ابو داؤد، طیالسی، احمد، ابن منیع اور ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کے لیے اراک کے درخت کی مسواک بناتے تھے ہوا انہیں اٹھا کر پھینک دیتی تھی۔ ان کی پنڈلیاں کمزور تھیں۔ صحابہ کرام انہیں دیکھ کر ہنسے۔ آپ نے پوچھا: تم کیوں ہنسے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کمزور پنڈلیاں دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا: میزان میں یہ کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابن مسعود کو حکم دیا کہ وہ درخت پر چڑھیں اور آپ کے لیے کچھ لے کر آئیں۔ صحابہ کرام نے ان کی کمزور پنڈلیاں دیکھیں تو ہنسنے لگے۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے اس بندے کے لیے جو روز حشر میزان میں کوہ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوگا۔ محمد بن یحییٰ نے حضرت قاسم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے زمانہ مبارک میں جس شخص نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں قرآن پاک کو عام کیا۔ وہ حضرت ابن مسعود تھے۔

احمد بن منیع نے ثقہ راویوں سے حضرت عتبہ بن عمرو سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جو کچھ سرور عالم ﷺ پر اترا۔ حضرت ابن مسعود سے بڑھ کر میں نے اس کا عالم کسی کو نہ دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا: اگر تم اس طرح کہتے ہو تو وہ اس وقت سے سنتے تھے جب ہم نہ سنتے تھے وہ اس وقت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے جب سے ہم حاضر نہ ہو رہے تھے۔ احمد بن منیع، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں دو افراد کے بارے گواہی دیتا ہوں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے۔ وہ حضرت عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں۔ حارث نے قاسم بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود حضور اکرم ﷺ کو نعلین پاک پہناتے تھے پھر عصا لے کر آپ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ محفل تک پہنچ جاتے تو آپ کے پاؤں سے نعلین پاک اتارتے انہیں اپنی بغلوں میں رکھ لیتے تھے۔ آپ کو عصا مبارک پیش کر دیتے تھے جب آپ اٹھتے تو آپ کو نعلین مبارک پہناتے تھے، پھر آپ آگے چلتے ہوئے آپ کے حجرہ مقدسہ میں پہلے داخل ہو جاتے تھے۔ حارث نے حضرت ابن مسعود سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ غسل کرتے تو میں آپ کو پردہ کرتا تھا۔ جب آپ سو جاتے تو میں آپ کو جگاتا تھا اور میں ویران جگہ میں آپ کے ساتھ چلتا تھا۔

ابو یعلی اور الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے

جب سے اسلام قبول کیا ہے صرف ایک جھوٹ بولا ہے۔میں آپ کا کجاوہ رکھتا تھا۔طائف سے ایک شخص آیا۔اس نے پوچھا: حضور اکرم ﷺ کو کون سا کجاوہ زیادہ پسند ہے؟ میں نے کہا: طائف کا ٹیک والا، حالانکہ آپ اسے ناپسند کرتے تھے جب اس نے وہ کجاوہ پیش کیا تو آپ نے پوچھا: یہ کجاوہ کون لے کر آیا ہے؟ آپ سے عرض کی گئی: اسے طائف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔آپ نے فرمایا اسے حضرت ابن مسعود کو دے دو۔

الطبرانی نے صحیح کی سند سے قیس ابن ابی حازم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن مسعود کی زیارت کی۔وہ بڑے لطیف شخص تھے۔الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت حارث بن مضرب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق نے اہل کوفہ کی طرف لکھا: میں نے تمہاری طرف حضرت عمار کو امیر بنا کر بھیجا ہے اور حضرت عبداللہ بن زید ان کے ہمراہ ہیں۔وہ نجباء میں سے ہیں۔وہ صحابہ کرام میں سے اور اہل بدر میں سے ہیں۔تم ان کی اقتداء کرو۔ان کی باتیں غور سے سنو۔میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھیج کر تم کو خود پر ترجیح دی ہے۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم حضرت عمر فاروق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود آ گئے۔قریب تھا کہ حاضرین ان کے چھوٹے قد کی وجہ سے ان کا مقابلہ کرتے۔حضرت عمر فاروق نے انہیں دیکھا تو مسکرانے لگے۔وہ حضرت عمر فاروق سے باتیں کرنے لگے اور انہیں ہنسانے لگے۔وہ ان کے ساتھ کھڑے تھے، پھر وہ چلے گئے۔حضرت عمر فاروق انہیں دیکھے جا رہے تھے جب وہ مخفی ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: فقہ سے کیسے بھرے ہوئے ہیں۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز آپ کے ہمراہ صرف چار حضرات رہ گئے تھے۔حضرت ابن مسعود ان میں سے ایک تھے۔بزار نے ثقہ راویوں سے سوائے محمد بن حمید رازی کے۔وہ بھی ثقہ ہیں۔ان کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔الطبرانی نے منقطع سند سے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے لیے وہی کچھ پسند کیا جو ابن ام عبد نے اس کے لیے پسند کیا۔میں نے اس کے لیے وہ کچھ ناپسند کیا جسے ابن ام عبد نے اس کے لیے ناپسند کیا۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے؛ سوائے عبیداللہ بن عثمان کے۔انہوں نے حضرت ابو درداء کو نہ پایا تھا۔حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا اٹھو اور خطبہ دو وہ اٹھے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔اسلام ہمارا دین ہے قرآن ہمارا امام ہے بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔یہ ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں۔انہوں نے اپنے دستِ اقدس سے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ہم اس سے راضی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ ہمارے لیے راضی ہیں۔ہم اسے ناپسند کرتے ہیں جو ہمارے رب تعالیٰ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمارے لیے ناپسند کیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن ام عبد نے صحیح بات کی ہے۔انہوں نے سچ بولا ہے۔میں اس

چیز سے راضی ہوں جس پر رب تعالیٰ میرے لیے اور میری امت کے لیے راضی ہوا اور ابن مسعود راضی ہوئے۔ میں نے وہ چیز ناپسند کی جسے رب تعالیٰ نے میرے لئے میری امت کے لیے ناپسند کیا اور ابن مسعود نے اسے ناپسند کیا۔ ابو یعلی نے صحیح کے راویوں سے قیس بن مروان سے روایت کیا ہے۔ وہ ثقہ ہیں انہوں نے فرمایا: ایک شخص حضرت عمر فاروق کی خدمت میں آیا۔ وہ اس وقت عرفہ میں تھے اس نے عرض کی: امیر المؤمنین! میں کوفہ سے نکلا۔ میں نے وہاں ایک ایسا شخص چھوڑا ہے جو مصاحف کو زبانی املاء کر رہا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق کو بہت غصہ آیا۔ ان کا سانس پھول گیا۔ اس سے پوچھا: تیرے لئے ہلاکت! وہ کون ہے؟ اس نے کہا: عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عمر فاروق اپنا غصہ ٹھنڈا کرتے رہے۔ غضب دور کرتے رہے حتیٰ کہ وہ اپنی پہلی حالت پر آ گئے تو فرمایا: تیرے لیے ہلاکت! بخدا! ہم بقیہ لوگوں میں سے کسی اور کو ان سے زیادہ اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔ میں ان کے متعلق تمہیں سناتا ہوں: رات کے وقت آپ اکثر سیدنا صدیق اکبر کے پاس مشاورت کرتے تھے ایک دن آپ مشاورت کر رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا، پھر آپ پیدل ہی روانہ ہوئے۔ ہم آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے۔ جب ہم اسے پہچاننے کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ قرآن کو اسی طرح تر و تازہ پڑھے جیسے اترا ہے تو وہ اسے حضرت ابن مسعود کی قرأت پر پڑھے، پھر وہ شخص بیٹھ کر دعا مانگنے لگا۔ آپ بھی بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میں جلدی جلدی صبح ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں بشارت دوں گا۔ میں صبح انہیں یہ مژدہ سنانے کے لیے گیا۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر کو پایا وہ مجھ سے سبقت لے جا چکے تھے۔ میں نے کہا: بخدا! میں نے جب بھی بھلائی میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔ دوسری روایت میں ہے میں نے صدیق اکبر کو دیکھا وہ ان کے پاس سے نکل رہے تھے۔ میں نے کہا: اگر آپ نے انہیں مژدہ سنا دیا ہے تو آپ بھلائی میں بہت زیادہ سبقت لے جانے والے ہیں۔

الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ ابو طفیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود کبات کی طرف گئے ان کے ساتھ لوگ بھی تھے۔ حضرت ابن مسعود پھل توڑنے کے لیے درخت پر چڑھے۔ لوگ ان کی پنڈلیاں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ وہ ان کے پتلے پن کی وجہ سے ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ میزان میں کوہ احد سے بھی بھاری ہوں گی، پھر ہر شخص گیا۔ اس نے پھل توڑا اور اسے کھانے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے پھل اپنی گود میں ڈالا اور اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ انہوں نے عرض کی۔

هذا جناى وخياره فيه   وكل جان يده الى فيه

ترجمہ: یہ میرا پھل ہے۔ اس میں اس کا بہترین حصہ ہے ہر ہر آدمی کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے۔

حضور اکرم نے وہ پھل تناول فرما لیا۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ صحیح میں ہے کہ

حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں نے ستر سورتیں آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ میں نے قرآن کو اس ہستی کے پاس ختم کیا جو لوگوں میں سے بہترین ہیں، یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

الطبرانی نے حضرت یحییٰ بن بکر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن مسعود کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا البقیع میں مدفون ہوئے۔ انہوں نے حضرت زبیر بن عوام کو وصیت کی۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ کے گلہ بان

[اصل کتاب میں اس باب کے ضمن میں کچھ بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ساقی]

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ کا سامان، کجاوہ اٹھانے والے، سفروں میں آپ کی سواری ہانکنے والا

الطبرانی نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی سواری کو آگے سے ہانکتا تھا جبکہ حضرت عمار پیچھے سے چلاتے تھے یا وہ آگے سے ہانکتے تھے اور میں اسے پیچھے سے چلاتا تھا۔ الطبرانی نے حضرت اسلع بن شریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ کی خدمت کرتا اور آپ کی ناقہ مبارکہ کا کجاوہ رکھتا تھا۔

امام احمد اور الطبرانی نے حضرت معمر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں حجۃ الوداع میں آپ کے لیے کجاوے رکھتا تھا۔ ایک رات آپ نے فرمایا: معمر! آج رات میں نے دیکھا کہ کجاوے کی رسیاں ڈھیلی تھیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کی: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے انہیں اسی طرح باندھا جیسے پہلے باندھتا تھا لیکن انہیں اس نے ڈھیلا کیا جو میرے آپ کے ہاں مقام پر حسد کرتا ہے تا کہ آپ میری جگہ پر کسی اور کو متعین فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس طرح نہیں کروں گا۔ ابویعلی نے ابو حرہ الرقاشی سے اور انہوں نے اپنے چچا جان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے وسط میں آپ کی اونٹنی کی نکیل کو تھامے ہوئے تھا۔

❁❁❁

موالی کے علاوہ آپ کے خدام، غلام اور لونڈیاں

پہلا باب

آپ کے غلام

امام نووی نے لکھا ہے کہ جان لو یہ غلام آپ کے پاس بیک وقت نہ تھے، بلکہ ان میں سے ہر ایک کسی معین وقت میں آپ کی خدمت میں رہا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت ابو اسامہ زید بن حارثہ۔ اسلم یا ابراہیم یا ہرمز۔ ایک قول یہ بھی ہے حضرت ابو رافع ہی ابراہیم ہیں۔ وہ اپنی کنیت سے معروف تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ان کے علاوہ قبطی غلام تھا۔ غزوہ بدر سے قبل اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ یہ حضرت عباس کے پاس تھا۔ انہوں نے آپ کو ہبہ کر رہا تھا آپ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ غزوہ احد اور خندق میں آپ کے سامان پر نگران تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ میں حضرت عثمان ذوالنورین یا حضرت علی المرتضیٰ کے عہد خلافت میں وصال کیا۔ احمد بن ثعلبہ سدوسی۔ حضرت اسامہ بن زید۔ یہ آپ کے آزاد کردہ غلام کے فرزند تھے اور آپ کی آزاد کردہ لونڈی کے نور نظر تھے۔ وہ آپ کے محبوب کے محبوب فرزند تھے۔ انہوں نے صحیح روایت کے مطابق ۵۴ ھ میں وصال کیا، حضرت اسلم بن عبید اللہ۔ انہیں حافظ دمیاطی نے موالی النبی ﷺ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت اسید۔ ان کا تذکرہ حضرت عباس بن محمد اندلسی نے کیا ہے۔ حضرت افلح۔ یہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کا تذکرہ ابن عبد البر نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت انجشہ اسود حدی خواں۔ ان کی آواز بہت عمدہ تھی یہ حدی خوانی کرتے تھے حضرت اسد۔ ان کا تذکرہ عباس بن محمد اندلسی نے کیا ہے۔ حضرت اسود۔ ان کا تذکرہ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں کیا ہے یہ وہی اسود تھے جو وادی القریٰ میں شہید ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا یہ دو علیحدہ علیحدہ ہیں یا ایک ہی ہیں سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو ہیں۔ حضرت اوس بن حبان نے تحریر کیا ہے کہ ان کا نام ابو کبشہ تھا۔ ان کا وصال اس دن ہوا جب حضرت عمر فاروق خلیفہ بنے تھے۔ حضرت انسہ۔ ان کی کنیت ابو مسرح یا ابو مسروح تھی۔ یہ آپ کی بارگاہ میں اذن طلب کرتے تھے۔ صحیح روایت کے مطابق انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں وصال کیا۔ حضرت ایمن بن عبید بن زید۔ یہ حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے حضرت اسامہ کی ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ آپ کے وضو کے

برتن کے نگران تھے یوم حنین کو یہ آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہے تھے۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ اسی روز قتل ہوئے تھے۔

حضرت باذام۔ ان کا تذکرہ امام نووی نے کیا ہے۔ قطب حلبی نے لکھا ہے کہ وہ اس طہان کے علاوہ ہیں جن کا تذکرہ آرہا ہے۔ حضرت ابوعبداللہ۔ ان کا تذکرہ ابن اثیر وغیرہ نے کیا ہے حضرت ابن یزید۔ ان کا تذکرہ ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الصیر فی نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت ثوبان بن بجدد۔ یا ابن حجدر۔ یہ اہل سراۃ میں سے تھے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ اور یمن کے مابین ہے یا یہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ یا یہ الھان سے تھے۔ انہیں قیدی بننا پڑا۔ آپ نے انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ انہیں اختیار دیا کہ وہ یا تو اپنی قوم کے پاس چلے جائیں یا ہمارے پاس رہیں۔ وہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں یہ سفر وحضر میں آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ یہ آپ کے لیے انتظامات کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ان کا وصال حمص میں ۵۱ ھ میں ہوا۔

حضرت حاتم۔ یہ منسوب نہیں ہیں بعض کذابوں نے ان کے متعلق جھوٹ گھڑا ہے۔ ابو اسحاق المستملی نے روایت کیا ہے۔ ابو موسیٰ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نصر بن سفیان سے سنا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت حاتم سے سنا انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے ۱۸ دینار میں خریدا تھا، پھر مجھے آزاد کر دیا۔ میں آپ کے ساتھ چالیس سال تک رہا۔ المستملی نے لکھا ہے نصر کہتے تھے۔ انہوں نے ۱۶۵ سال عمر پائی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان کے گمان کے مطابق مذکورہ حاتم نے دو سو سال زندگی پائی یہ محال ہے۔ حضرت حنین۔ امام بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے اور سمویہ نے رقم کیا ہے کہ یہ آپ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے انہیں آپ کو ہبہ کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزادی کی نعمت بخش دی تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ جب آپ وضو کر لیتے تو یہ وضو کا پانی صحابہ کرام کے لیے لے کر جاتے۔ انہوں نے ایک دن یہ مبارک پانی روک لیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت مآب میں شکوہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: میں نے اسے اس لیے روکا ہے تاکہ دوس کو پلاؤں۔ ان کا تذکرہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔

حضرت ذکوان۔ ان کا تذکرہ طہان میں آئے گا۔ حضرت رافع یا ابو رافع یا ابو البہی۔ حضرت خالد بن سعید نے انہیں آپ کو ھبہ کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں قبول فرما کر ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت رویفع۔ امام نووی نے ان کا تذکرہ تہذیب الاسماء میں کیا ہے۔ ان میں رباح اسود بھی ہیں۔ یہ کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حصول اذن کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ الطبرانی نے لکھا ہے کہ یہ سیاہ فام تھے۔ حضرت رویفع یمانی۔ ان کا تذکرہ مصعب زبیدی نے کیا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے ان کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ۔ یہ آپ کے محبوب تھے۔ انہوں نے ۸ ھ میں موتہ کے مقام پر جام شہادت نوش کیا تھا۔ حضرت زید ابو یسار۔ حضرت زید جد ھلال بن یسار بن زید۔ حضرت زید بن بولا۔ ان کا تذکرہ ابو نعیم، ابن جوزی اور امام نووی نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سابق۔ ابن جوزی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ الطبرانی، ابن قانع اور باوردی نے ان کے صحابی ہونے پر نص قائم کی ہے۔ ابو عمر نے ان کی صحابیت کا انکار کیا ہے۔

حضرت سالم۔ یہ غیر منسوب ہیں۔ ابو نعیم اور ابو موسیٰ نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سعد۔ ابن

عبد البر نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ امام احمد اور ابو یعلیٰ نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد مولیٰ ابی بکر سے روایت کیا ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرتے تھے۔ ان کی خدمت آپ کو بہت پسند تھی۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر! سعد کو آزاد کر دو تمہارے پاس مرد آگئے۔ سعد کو آزاد کر دو تمہارے پاس مرد آگئے۔ سعد کو آزاد کر دو۔ تمہارے پاس مرد آگئے۔ حضرت سعید بن زید ان کا تذکرہ میاطی اور مغلطای نے آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سعید بن جیوہ۔ والد کندیر۔ ابن جوزی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت سفینہ ان کے اسم گرامی میں اختلاف ہے۔ بعض نے مہران بتایا ہے امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے کسی نے احمر کسی نے رومان، کسی نے بحران کسی نے عبس، کسی نے قیس، کسی نے شنبہ کسی نے عمیر اور حاکم نے ان کے نام ابو احمد لکھا ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی یہ اکثر علماء کا قول ہے ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابو البختری تھی۔ آپ نے ان کا لقب سفینہ رکھا۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم کسی سفر میں تھے۔ جب بھی کوئی صحابی تھک جاتے وہ اپنے کپڑے، ڈھال اور تلوار مجھ پر پھینک دیتے حتیٰ کہ میں نے بہت سا بوجھ اٹھالیا۔ آپ نے فرمایا: اٹھالو تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ اس روز اگر میں ایک یا دو تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ اٹھالیتا تو وہ مجھے بھاری نہ لگتا۔ مگر یہ کہ وہ شاق گزرتا۔ یہ غیر عربی تھے یا ایرانی تھے۔ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے میں نے اپنے والد گرامی سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ بعض نے کہا انہیں حضرت ام سلمہ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ انہیں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام کہا جاتا تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان کے اس نام کا مشہور سبب یہی ہے۔ یہ سیاہ فام تھے عربی نہ تھے۔ یہ فارسی تھے اور حجاج کے زمانہ تک بحیات رہے۔

حضرت سلمان فارسی، ابو عبد اللہ۔ حضرت سندر۔ حضرت شقران ان کا نام صالح بن عدی تھا۔ یہ حبشی تھے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ اس کے بعد انہیں آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہ ان صحابہ کرام میں شامل تھے جنہوں نے آپ کو غسل دیا تھا۔ یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی ملکیت میں تھے انہوں نے آپ کو ہبہ کر دیا تھا یا آپ نے انہیں خریدا تھا۔ حضرت شمعون بن زید بن خنافہ حضرت ابو ریحانہ الازدی۔ ان کا تذکرہ ابن سید الناس نے کیا ہے۔ مغلطای نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔ حضرت صالح۔ امام نووی نے ان کا تذکرہ غلاموں میں کیا ہے۔ حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری۔ حضرت طہمان یا باذام یا ذکوان یا کیسان یا مہران یا ہرمزیہ تمام نام ایک ہی شخص کے بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت عبید اللہ بن اسلم۔ ان کا تذکرہ ابن جوزی، نووی، ابن سید ناس اور مغلطای نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت عبید بن عبد الغفار۔ حضرت عمرون، ان کا تذکرہ عراقی نے الدرر میں کیا ہے۔ حضرت فزارہ۔ ان کا تذکرہ عراقی نے اپنی سیرت میں کیا ہے۔ حضرت فضالہ یمانی۔ یہ شام چلے گئے تھے۔ حضرت قفیر، حضرت قیصر۔ امام نووی نے انہیں تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے۔

حضرت کرکرہ۔ یہ بعض غزوات میں آپ کے سامان کے نگران تھے۔ حضرت کریب۔ ابن اثیر نے انہیں آپ کے خدام میں ذکر کیا ہے۔ یہ آپ کے سامان کے نگران تھے۔ حضرت کیسان، حضرت مابور یہ مقوقس نے آپ کو پیش کیے

تھے۔ حضرت محمد بن عبد الرحمان۔ ابن اثیر نے انہیں آپ کے موالی میں شامل کیا ہے۔ حضرت محمد۔ ان کا نام مایا ہیہ تھا۔ آپ نے ان کا نام محمد رکھا۔ ابن اثیر نے موالی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مدعم۔ یہ سیاہ فام تھے۔ یہ حسما کے تھے۔ حضرت رفاعہ بن زید خزامی نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ زرکشی نے لکھا ہے۔ ان کا نام کرکرہ تھا۔ اختلاف ہے کہ کیا آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا یا یہ غلامی میں ہی وصال کر گئے تھے۔ حضرت مکحول، ابن الاثیر نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔ حضرت مہران، حضرت میمون، امام نووی نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ حضرت نافع ابو سائب، ابن عساکر وغیرہ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن سیدناس نے لکھا ہے کہ یہ نفیع کے بھائی تھے۔ حضرت نبیل، انہیں مسردح یا نافع بن مسروح کہا جاتا ہے صحیح نام نافع بن حارث ہے۔ یہ طائف کی فصیل سے اتر کر آپ کے پاس آگئے تھے۔ یہ بکرہ (چرخی) میں اترے تھے۔ آپ نے ان کا نام ابو بکر رکھ دیا۔ ان کا وصال ۵۱ ھ میں ہوا تھا۔

حضرت مہیک۔ حضرت ہرمز ابو کیسان۔ ان کا تذکرہ امام نووی نے کیا ہے۔ انہوں نے انہیں طہمان کے علاوہ لکھا ہے جنہیں ہرمز کہا جاتا تھا۔ حضرت ہشام، ابن سعد نے ان کا ذکر موالی میں کیا ہے۔ حضرت ہلال بن حارث، یا ابن ظفر ابو الحمراء۔ یہ حمص میں فروکش ہو گئے تھے۔ حضرت واقد یا ابو واقد۔ ابن عساکر اور امام نووی نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔ حضرت وردان۔ ان کا ذکر امام نووی اور ابو سعید نیشاپوری نے کیا ہے۔ حضرت یسار، ایک قول کے مطابق العرنیون نے ان کو شہید کیا تھا اور ان کا مثلہ کیا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: آپ کا ایک غلام تھا۔ جسے یسار کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا وہ بہت اچھی طرح نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت ابو اثیلہ، امام نووی نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ ان کا نام اسلم تھا۔ ان کے نام کے بارے اور اقوال بھی ہیں۔ حضرت ابو اسامہ، امام نووی نے تہذیب اسماء میں انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو البشیر۔ ان کا تذکرہ ابو موسیٰ نے موالی میں کیا ہے۔ حضرت ابو بکرہ، امام نووی نے انہیں موالی میں شامل کیا ہے۔ حضرت ابو حمراء سلمی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ حضرت ابو رافع، امام نووی نے انہیں تہذیب اسماء میں ذکر کیا ہے۔ ان کا نام اسلم تھا، اور بھی اقوال ہیں۔ یہ بہاء کے باپ تھے۔ ابن عساکر نے انہیں موالی میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ آپ کے گلہ بان تھے۔ حضرت ابو ریحانہ، حضرت ابو سلمی، دوسرا قول ہے کہ یہ ابو سلام تھے یہ آپ کے گلہ بان تھے۔ حضرت ابو سمح، شاید ان کا نام ابو زیاد تھا۔ معلوم نہیں ان کا وصال کہاں ہوا تھا؟ حضرت ابو صفیہ ابن عساکر، نووی اور ابن اثیر نے انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو ضمیر، امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان کا نام سعد تھا۔ آل ذی یزن سے تھے۔ حضرت ابو عبید۔ حضرت ابو عسیب۔ بعض نے ان کے مابین فرق کیا ہے۔ ان کا نام احمد تھا۔ یا مزہ تھا۔ حضرت ابو قیلہ۔ حضرت ابو کبشہ نماری۔ یہ مشہور قول کے مطابق مذحج کے انمار سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے نام میں کئی اقوال ہیں۔ زیادہ مشہور سلیم ہے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی یا اوس نام لکھا جاتا ہے انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں اور دیگر سارے غزوات میں شرکت

کی تھی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابولبابہ۔ ان کا تذکرہ محمد بن حبیب نے کیا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حبشی تھے یا نوبیا تھا۔ ابوسعید نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔

حضرت ابولقیط۔ ان کا تذکرہ ابن حبیب نے کیا ہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حبشی تھے یا نوبیا تھے۔ حضرت ابو مویہبہ یہ مزینہ کے غیر عربی تھے۔ ان کا نام معلوم نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوہند حجام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ سے واپسی پر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ ان کا تذکرہ ابوسعد نیشاپوری وغیرہ نے کیا ہے۔ حضرت ابوواقف۔ ان کا ذکر ابن سید الناس اور مغلطای نے کیا ہے۔ حضرت ابویسر۔ ان کا ذکر ابوسعید نیشاپوری نے موالی میں کیا ہے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے دو غلام تھے۔ ایک حبشی دوسرا قبطی۔ ایک دن دونوں لڑ پڑے۔ ایک نے کہا: اے حبشی! دوسرے نے کہا: اے قبطی! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح نہ کہو تم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے دو مرد ہو۔ زاد المعاد میں ہے: آپ غلاموں اور لونڈیوں کے بارے نرمی کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے لونڈیوں کی بہ نسبت غلاموں کو زیادہ آزاد کیا تھا۔

امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جس مسلمان نے مسلمان غلام کو آزاد کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا سبب بنے گا۔ اس کا ہر ہر عضو اس کے ہر ہر عضو کے بدلے میں آزاد کر دیا جائے گا۔ جس نے دو لونڈیاں آزاد کیں تو یہ اس کے لیے آگ سے نجات کا سبب بنیں گی۔ ان کے ہر ہر عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو آزاد کر دیا جائے گا۔ آپ نے اکثر غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ یہ مقام ان پانچ مقامات میں سے ایک ہے۔ جہاں مؤنث مذکر کے نصف میں ہوتی ہے۔ دوسرا عقیقہ ہے۔ اس میں مذکر کی طرف سے دو اور مؤنث کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ گواہی (۴) میراث۔ (۵) دیت۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

✿✿✿

دوسرا باب

آپ کی لونڈیاں

امۃ اللہ بنت رزینہ۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ صحابیت کا شرف ان کی والدہ رزینہ کو ملا تھا۔ حضرت امیمہ۔ یہ آپ کو وضو کراتی تھیں۔ ابن سکن نے ان کا تذکرہ موالی میں کیا ہے۔ حضرت ام اسامہ بن زید بن حارثہ، یہ حبشیہ تھیں۔ ان کا نام برکہ تھا۔ ان کی کنیت ام ایمن تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایاں تھیں۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ دو ہجرتیں کی تھیں۔ یہ ابوعمر کا قول ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد

خلافت میں وصال کیا تھا۔ یہ اس برکہ کے علاوہ ہیں جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کے ہاں سے آئی تھیں۔ وہ بھی برکہ ام ایمن حبشیہ تھیں۔ حضرت بریرہ۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے تو ایک لونڈی کو یاد فرماتے جسے بریرہ کہا جاتا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ احتمال ہے یہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہوں اور آپ کی ولاء کی طرف مجازی طور پر منسوب ہوتی ہوں۔

حضرت حضرہ۔ ان کا تذکرہ ابن سعد، بلاذری اور ابن مندہ نے کیا ہے۔ حضرت خلیسہ، یہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے انہیں آپ کے موالی میں ذکر کیا ہے۔ حضرت خولہ۔ یہ حضرت حفص بن سعید کی دادی تھیں۔ ابوعمر نے ان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ربیحہ، حضرت قرظیہ، حضرت زرینہ، یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈیاں تھیں۔ کچھ سیرت نگاروں نے ان کا تذکرہ آپ کے موالی میں کیا ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ حضرت صفیہ کی لونڈی تھیں یہ آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ ابن یعلی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے قریظہ کے روز حضرت صفیہ کو گرفتار کیا تھا، پھر انہیں آزاد کر دیا تھا رزینہ انہیں بطور حق مہر دی تھی۔ اس طرح یہ دراصل آپ کی لونڈی ہوں گی، لیکن حق بات یہ ہے کہ آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا تھا اور ان کی آزادی ہی ان کا حق مہر مقرر کیا تھا۔

حضرت روضہ۔ میں نے حضرت عمرو بن سعید ثقفی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اذن باریابی طلب کیا۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی "روضہ" سے فرمایا۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ حضرت رضوی۔ اسے حضرت ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت ریحانہ بنت شمعون، ان کا تذکرہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ہو چکا ہے۔ حضرت رکانہ۔ ان کا ذکر ابوالحسن علی بن فضل المقدسی نے اپنے طبقات میں کیا ہے۔ حضرت سائبہ، ان کا ذکر ابوموسیٰ المدنی نے کیا ہے۔ حضرت سدیسہ۔ یہ انصاریہ تھیں۔ ان کا تذکرہ ابن کثیر نے کیا ہے۔ یہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ حضرت سلامہ، یہ حضرت ابراہیم بن سید الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کی دایاں تھیں۔ ان کا ذکر ابن اثیر نے کیا ہے۔ حضرت سلمیٰ، یہ ام رافع ہیں۔ ابوموسیٰ نے ان کا تذکرہ لونڈیوں میں کیا ہے۔ ایک اور حضرت سلمیٰ۔ ان کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔ انہوں نے ان کا تذکرہ حضرت زینب بنت جحش کے ضمن میں کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ پہلی ہی ہیں۔

حضرت سیرین۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ آپ نے انہیں حضرت حسان کو عطا کر دیا تھا۔ حضرت صفیہ۔ آپ کی خادمہ۔ حضرت عنقودہ۔ ام صبیح حبشیہ۔ یہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام ہدیہ تھا۔ آپ نے ان کا نام عنقودہ رکھا۔ (ابونعیم) یا ان کا نام غفیرہ تھا۔ ان کا تذکرہ ابن کثیر نے موالی میں کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو روایت ان کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ باطل ہے۔ حضرت فضیہ۔ یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے حضرت لیلیٰ: یہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ابن کثیر نے ان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان میں اختلاف ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ۔ یہ آپ کے صاحبزادے حضرت

ابراہیم کی والدہ ماجدہ تھیں۔ان کا تذکرہ امہات المومنین میں ہو چکا ہے۔حضرت ماریہ بنت مرضیہ۔یہ آپ کی لونڈی تھیں ان کی کنیت ام رباب تھیں۔ان کی والدہ ماجدہ صحابیہ تھیں۔حضرت میمونہ بنت سعد یا سعید۔ابوعمر اور ابن عساکر نے انہیں موالی میں ذکر کیا ہے۔حضرت میمونہ بنت ابی عسیب یا ابی عنبسہ۔ابونعیم نے پہلے کو درست فرمایا ہے۔حضرت ام ضمیرہ، ضمیرہ کی والدہ۔حضرت ام عیاش۔آپ نے انہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس وقت بھیجا تھا جب ان کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

✿✿✿

تیسرا باب

موالی کے علاوہ آپ کے خدام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ انصاری بخاری تھے۔ان کی کنیت ابوحمزہ تھی یہ بصرہ چلے گئے تھے۔انہوں نے آپ کی خدمت دس سال کی تھی صلح حدیبیہ اور بعد کے غزوات میں شرکت کی تھی۔انہوں نے ۹۶ سال عمر پائی۔انہوں نے ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔حضرت اربد رضی اللہ عنہ۔ان کا تذکرہ ابوموسیٰ المدینی نے کیا ہے۔حضرت اسلع بن شریک۔یا اسلع بن اسلع اعرابی، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام میمون بن یسار تھا۔یہ آپ کے کجاوے پر سامان رکھتے تھے۔حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمی یہ اہل صفہ میں سے تھے۔ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں گمان کرتا تھا کہ حضرات ہند اور اسماء حارثہ کے نوران نظر تھے۔یہ آپ کے غلام تھے۔حضرت اسماء نے ۶۶ھ میں بصرہ میں وصال فرمایا۔اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت اسود بن مالک اسدی، براء بن مالک بن نضر آپ کے لیے حدی خوانی کرتے تھے۔حضرت ایمن بن عبید، یہ ابن ام ایمن کے نام سے معروف تھے۔یہ آپ کی خادمہ کے بیٹے تھے۔یہ آپ کے وضو کے برتن پر نگران تھے۔آپ کی قضائے حاجت کے وقت آپ کے ساتھ جاتے تھے۔یہ حنین کے روز ثابت قدم رہے تھے۔حضرت بکیر بن شداخ۔ان کا تذکرہ ابن مندہ نے کیا ہے نووی نے تہذیب الاسماء میں ان کا تذکرہ کیا ہے انہیں بکر بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت بلال بن رباح۔یہ ابن حمامہ کے نام سے معروف تھے۔یہ ان کی والدہ تھیں۔الحافظ نے لکھا ہے۔اسی طرح ابن کثیر اور المزی نے لکھا ہے کہ یہ سارے لوگوں سے فصیح تھے۔یہ یوں نہ تھے جیسے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ سین کو شین پڑھتے تھے، حتیٰ کہ بعض راویوں نے وہ روایت بیان کر دی جس کی کوئی اصل نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا: بلال کی سین اللہ تعالیٰ کے ہاں شین ہے۔یہ آپ کے چار مؤذنین میں سے ایک تھے۔سب سے پہلے انہوں نے ہی اذان دی تھی۔یہ اہل و

عیال پر خرچ کے نگران تھے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو یہ شام میں جہاد کے لیے چلے گئے۔ دمشق میں ان کا وصال ہوا۔ یہ مدینہ طیبہ میں۔ امام نووی نے دوسرے قول کو غلط کہا ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابن قتیبہ نے یہ قول ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال حلب میں ہوا تھا صحیح یہ ہے کہ حلب میں ان کے بھائی حضرت ... کا وصال ہوا تھا۔

حضرت ثعلبہ بن عبد الرحمان انصاری۔ یہ آپ کی حیات طیبہ میں رب تعالیٰ کے خوف سے وصال کر گئے تھے۔

حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ حضرت حدیع بن نذیر۔ یہ مرادی کا قول ہے۔ ابن یونس نے لکھا ہے: یہ یمنی تھے انہوں نے آپ کی خدمت کی تھی۔ حضرت حبہ بن خالد بن صدرجان۔ حضرت حسان اسلمی۔ امام العسکری نے ذکر کیا ہے یہ آپ کی سواری کو ہانکتے تھے۔ حضرت حنین۔ یہ آپ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے انہیں آپ کو پیش کیا تھا۔ آپ نے انہیں آزاد کیا تھا۔ یہ بھی آپ کی خدمت کرتے تھے۔ حضرت خالد بن یسار غفاری۔ حضرت ذومخمر۔ یہ نجاشی کے بھتیجے یا بھانجے تھے۔ اس نے انہیں بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے آپ کی خدمت کریں۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی۔ ابوفراس۔ یہ آپ کو وضو کراتے تھے۔ انہوں نے ۶۳ھ میں وصال کیا۔ حضرت سابق۔ ان کا تذکرہ ابن عبد البر نے کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابوسلام ہاشمی تھے۔ حضرت سالم ہاشمی۔ ان کا تذکرہ عسکری نے کیا ہے۔ حضرت سعد یا سعید۔ پہلا قول مشہور ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خادم تھے۔ حضرت سلمیٰ یا حضرت سالم یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ جب آپ عمرۃ القضاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آپ کی ناقہ کو ہانک رہے تھے۔ یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود یہ آپ کے نعلین پاک کے نگران تھے۔ جب آپ اٹھتے تو انہیں آپ کو پہناتے تھے۔ جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تھے تو یہ انہیں اپنی بغل میں رکھ لیتے تھے۔ حضرت عقبہ بن عامر۔ یہ آپ کی خچر کے نگران تھے۔ اسے سفروں میں ہانکتے تھے۔ یہ کتاب الٰہی کے عالم اور فرائض کو جاننے والے تھے۔ یہ فصیح اور نغز گو شاعر تھے۔ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے والی بنے۔ ۵۸ھ میں وصال کیا۔

حضرت قیس بن سعد انصاری خزرجی۔ یہ آپ کے لیے یوں تھے جیسے پولیس کا آفیسر ہوتا ہے انہوں نے مدینہ طیبہ میں حضرت امیر معاویہ کے آخری ایام میں وصال فرمایا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ یہ آپ کے سامنے اسلحہ برداری کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ عرب کے بہادروں میں سے ایک تھے۔ صحیح روایت کے مطابق انہوں نے ۵۰ھ میں وصال کیا تھا۔ حضرت مقداد بن اسود کندی۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ۔ یہ آپ کی انگوٹھی اور نفقہ پر نگران تھے۔ حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی۔ حضرت مہاجر۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ حضرت ھلال بن حارث۔ ابوالحمراء۔ ان کا ذکر ابن عساکر نے کیا ہے۔ حضرت ہند بن حارثہ یہ اسلمی تھے اور اسماء کے بھائی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت میں انہوں نے خود کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا۔ ابوالحمراء ہلال۔ حضرت ابوذر غفاری۔ انہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ۳۱ھ میں ربذہ کے مقام پر وصال کیا تھا یا ۳۲ھ یا ۳۳ھ کو وصال کیا تھا۔ حضرت ابوسمح۔ ابوسلام ہاشمی۔ ان کا نام سالم تھا۔ ایک انصاری بچہ جو حضرت

انس سے چھوٹا تھا۔ رضی اللہ عنہم صحابیات میں سے آپ کی خدمت کرنے کی سعادت ان خواتین نے کی۔ حضرت امۃ اللہ بنت رزینہ، رزینہ، سلمٰی، ام رافع، صفیہ، میمونہ، ام عیاش، خولہ، ام حفصہ۔ رضی اللہ عنہن۔ حضرت برکہ ام ایمن حبشیہ۔ یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ وہاں ان کی خدمت کرتی تھیں۔ انہوں نے ہی آپ کا پیشاب مبارک پیا تھا۔ یہ آپ کی خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ تھیں۔ ابو عمر کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن سکن نے لکھا ہے کہ ان کے نام اور کنیت میں اتفاق ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے دور کا احتمال ہے کہ یہ ماریہ ام رباب ہوں۔ ابو عمیر وغیرہ نے ان کا تذکرہ ان خدام میں کیا ہے جو آپ کے لیے جھکے تھے، حتیٰ کہ آپ دیوار پر چڑھ گئے۔ مشرکین سے دور چلے گئے۔

❁❁❁

آپ کی سواری کے جانور، چوپائے وغیرہا

پہلا باب

آپ کے گھوڑے، خچر اور گدھے

آپ ﷺ کے سات گھوڑے تھے۔ چھ خچریں تھیں۔ دو گدھے تھے۔ بہت سے اونٹوں میں سے سواری کے لیے تین تھے۔

گھوڑے

آپ ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام السکب تھا۔ یہ دوڑنے میں پانی کی روانی کی طرح تھا۔ سب سے پہلے آپ اس گھوڑے کے مالک بنے تھے۔ آپ نے اسے ایک اعرابی سے دس اوقیہ میں خریدا تھا۔ اعرابی نے اس کا نام الفرس رکھا تھا یعنی خشک اور بد خلق۔ اس کے چہرے پر سفید نشان تھے۔ یہ محجل اور طلق الیمین تھا۔ یہ سیاہی اور سرخی کے مابین تھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سیاہ اور ادھم تھا۔ دوسرے گھوڑے کو مرتجز کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے ہنہنانے کا انداز بہت اچھا تھا۔ یہ سفید تھا۔ اسی کے متعلق حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی کہ آپ نے اسے اپنے ساتھی سے خریدا تھا۔ پہلے اس نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ اس شخص نے کہا تھا: آپ کی گواہی کون دے گا؟ حضرت خزیمہ نے عرض کی: میں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم گواہی کیسے دو گے؟ حالانکہ تم وہاں موجود نہ تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ آپ کا فرمان معاینہ کی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا: تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ ان کا نام ذوالشہادتین پڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا: جس کے حق میں یا مخالفت میں حضرت خزیمہ نے گواہی دے دی وہ اس کے لیے کافی ہے، لیکن آپ نے وہ گھوڑا اس اعرابی کو واپس کر دیا تھا۔ فرمایا: اسے رب تعالیٰ تمہارے لیے بابرکت نہ کرے۔ دوسرے روز وقت صبح اس نے اپنی ٹانگ اٹھا دی تھی۔ ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ اپنی دم کی طوالت کی وجہ سے زمین کو ڈھانپ دیتا تھا۔ یا اس کا موٹاپا معروف تھا۔ یہ گھوڑا آپ کو حضرت فروہ بن عمرو نے سرزمین شام سے بلقاء سے بھیجا تھا۔

ایک گھوڑے کو لزاز کہا جاتا تھا۔ یہ مقوقس نے آپ کو تحفہ بھیجا تھا۔ یہ سرعت سے منزل تک پہنچ جاتا تھا۔ ایک

گھوڑے کو الطرف کہا جاتا تھا۔ یہ گھوڑے میں سے عمدہ نسل کا تھا۔ ایک گھوڑے کو الورد کہا جاتا تھا۔ یہ کیست اور اشقر (سرخ اور سیاہ) کے مابین تھا۔ یہ حضرت تمیم داری نے آپ کو پیش کیا آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ ایک گھوڑے کو سبحہ کہا جاتا تھا یعنی تیز رفتار۔ یہ آپ کے معروف گھوڑے ہیں بعض نے کچھ کا اضافہ کیا ہے۔ ان کی تعداد پندرہ بنا دی ہے بعض نے بیس تک کر دی ہے۔ حافظ دمیاطی نے اپنی سیرت میں ان کے پندرہ نام لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے: ہم نے ان کا تذکرہ اور تفصیل اپنی کتاب "کتاب الخیل" میں کر دی ہے۔

آپ کے گھوڑوں کی زین کے دونوں اطراف کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے تھے۔ آپ کو عورتوں کے بعد سب سے پسندیدہ چیز گھوڑے تھے۔ روایت ہے کہ آپ اپنی قمیص مبارک کی آستین کے ساتھ گھوڑوں کے چہرے، منخر اور آنکھیں صاف کرتے تھے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی قمیص مبارک کی آستین سے صاف فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین نے مجھے گھوڑوں کے متعلق عتاب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ روزِ حشر تک خیر کو باندھ دیا گیا ہے۔ اس کے اہل کی ان پر مدد کی جاتی ہے وہ ان کی پیشانیوں سے پکڑیں اور ان کے لیے برکت کی دعا کریں۔ روایت ہے کہ آپ غزوۂ تبوک میں اپنے گھوڑے کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے جو اس کے ساتھ معلق کیے۔ اس کی کمر کو اپنی چادر مبارک سے صاف کرنے لگے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی چادر مبارک سے اس کی کمر کو صاف کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم کیا جانو شاید جبرائیل امین نے مجھے یوں کہا ہو۔

بعض افراد سے روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ وہ اس وقت بیت المقدس کے امیر تھے۔ انہوں نے انہیں پایا کہ وہ اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی: امیر محترم! یہ کام آپ کے علاوہ اور کوئی نہ کر سکتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے: جس نے اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کیے پھر انہیں لے آیا اور اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ معلق کر دیا تو رب تعالیٰ ہر ہر جو کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ آپ دوڑ کے لیے گھوڑے تیار فرماتے تھے[1] خشک حشیش کے ذریعے انہیں اضمار کرنے کا حکم دیتے تھے۔ صبح و شام انہیں دوڑانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ انہیں دن میں دو بار لے جانے کا حکم دیتے اور دوڑ کے لیے ایک یا دو چکر لگوانے کا حکم دیتے تھے۔

خچر

ایک خچر شہباء تھی۔ جسے دلدل کہا جاتا تھا۔ یہ مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ دلدل دراصل قنفذ خاردار چوہے کو کہا جاتا ہے یا ان میں سے مذکر کو یا بڑے کو کہا جاتا ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ اسی خچر پر سوار ہوئے تھے۔ یا سب سے پہلے اسلام میں اسے ہی دیکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ اور سفر میں اسی پر سوار ہوتے تھے۔ یہ زندہ رہی حتیٰ کہ اس

کے دانت گر پڑے۔اس کے جو کوٹے جاتے تھے۔یہ اندھی ہوگئی تھی۔اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔انہوں نے اسی پر خوارج کے ساتھ جہاد کیا تھا۔پہلے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہوئے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے شہزادے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے، پھر حضرت محمد ابن حنفیہ اس پر سوار ہوتے تھے۔

ابن صلاح سے پوچھا گیا: یہ مؤنث تھی یا مذکر۔انہوں نے کہا: یہ مؤنث تھی۔بعض نے کہا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ مذکر تھا۔ایک شخص نے تیر مار کر اسے مار ڈالا تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی زوجہ کریمہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔میں ان کے پاس سے صوف اور کھجور کے پتے لے کر آیا۔میں نے اور آپ نے دلدل کے لیے لگام اور رسی بٹی۔آپ اندر تشریف لے گئے۔ایک مبارک چادر لائے۔اسے دُہرا کیا۔چار تہیں کیں خچر پر ڈالا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ایک اور خچر بھی تھی۔اس کا نام فضہ تھا۔اسے حضرت عمرو بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا آپ نے یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی۔بعض نے خچروں کی تعداد سات بتائی ہے۔مزیل الخلفاء اور مغلطای میں ہے کہ آپ کی خچر دلدل تھی۔فضہ تھی۔ایک خچر آپ کو ابن العلماء نے غزوہ تبوک میں پیش کی تھی۔ایک خچر ایلیہ تھی ایک خچر کسریٰ کے پیش کی تھی۔ایک دومۃ الجندل سے آئی تھی۔ایک نجاشی کے پاس سے آئی تھی۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کے نگران تھے۔وہ سفروں میں آپ کی خچر کو ہانکا کرتے تھے۔انہوں نے مصر میں وصال فرمایا۔وہاں ہی قبرستان میں مدفون ہوئے۔وہاں ان کی قبر انور معروف ہے۔یہ حضرت عتبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ سے قبل وہاں کے والی تھے، پھر مسلمہ بن مخلد سے انہیں وہاں سے ہٹا دیا گیا۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: میں رات کی تاریکی میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا۔آپ سواری پر تشریف فرما تھے۔آپ نے سواری کو بٹھانے کا حکم دیا۔میں نے اسے بٹھایا۔آپ نیچے تشریف لائے، پھر فرمایا: تم سوار ہو جاؤ۔میں نے عرض کی: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں آپ کی سواری پر اور سواری کے جانور پر سوار ہوں۔آپ نے مجھے حکم دیا۔آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔میں نے اسی طرح عرض کی۔آپ نے کئی بار فرمایا۔میں نے اسی طرح عرض کی حتیٰ کہ مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ میں آپ کی نافرمانی کر رہا ہوں۔میں آپ کی سواری پر سوار ہو گیا۔(امتاع)

گدھے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گدھے کا نام یعفور تھا۔دوسرے کو عفیر کہا جاتا تھا۔یہ بھورے رنگ کا تھا۔یہ حجۃ الوداع کے وقت مر گیا تھا۔اسے فروہ بن عمرو جذامی یا مقوقس نے پیش کیا تھا۔بعض سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھوں کی تعداد چار لکھی ہے پہلے گذر چکا ہے کہ یعفور کو آپ نے خیبر میں پایا تھا۔جس روز آپ کا وصال ہوا اسی روز اس نے خود کو کنویں میں گرا لیا تھا۔یہ آپ کے غم اور فراق کی وجہ سے تھا۔یہ داستان پہلے گزر چکی ہے۔

اونٹ

جن اونٹوں پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے۔ان میں ایک قصواء اونٹنی تھی۔ایک جدعاء تھی۔یہ عضباء تھی۔اسی کے ساتھ ہی دوڑ میں مقابلہ نہ ہوسکتا تھا۔ایک دفعہ دوسرا اونٹ اس سے آگے نکل گیا۔یہ مسلمانوں پر گراں گزرا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رب تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ دنیا میں کسی چیز کو بلند نہیں کرتا مگر وہ اسے سرنگوں کر دیتا ہے۔روایت ہے کہ اس اونٹنی نے آپ کے وصال کے بعد نہ کچھ کھایا نہ پیا حتیٰ کہ مرگئی۔دوسرے قول کے مطابق مذکورہ بالا صفات کی حامل اونٹنی قصواء تھی۔عضباء کا نگران حاجیوں کے ساتھ اس کی دوڑ لگاتا تھا۔اس کا نام سابقۃ الحاج پڑ گیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی اونٹنی کے تھے۔اصل سے تو یہی سمجھا جاسکتا ہے۔ابن جوزی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قصواء ہی عضباء اور جدعاء ہے۔ایک قول یہ ہے کہ قصواء ایک اور عضباء اور جدعاء دوسری اونٹنی تھی۔جہاں تک گائے کا تعلق ہے کہ یہ کچھ بھی مروی نہیں کہ آپ کی ملکیت میں گائے ہو یہ اس قول کے منافی نہیں جس میں ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے گائے کی قربانی کی تھی۔

بکریاں

ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ایک سو تھی۔ایک قول ہے کہ بکریاں سات تھیں انہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چراتی تھیں۔روایت ہے:"بکریاں بناؤ۔ان میں برکت ہے۔" کچھ بکریوں کا دودھ آپ کے لیے مختص تھا۔آپ کی ایک بکری مرگئی آپ نے فرمایا:تم نے اسؓ کے چمڑے کے ساتھ کیا کیا؟ اہلِ خانہ نے عرض کی:یہ مردار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:اس کو رنگنا ہی اس کی پاکیزگی ہے۔ایک سفید مرغ بھی آپ کے پاس تھا۔یہ آپ کے کاشانۂ اقدس میں آپ کے ساتھ رہتا تھا۔آپ نے فرمایا:سفید مرغ میرا دوست ہے یہ میرے دوست کا دوست اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔رب تعالیٰ اس کے مالک کے گھر کی دس گز آگے سے،دس گز پیچھے سے،دس گز سامنے سے اور دس گز پیچھے سے حفاظت کرتا ہے۔روایت میں ہے:سفید مرغ رکھا کرو۔جس گھر میں سفید مرغ ہو شیطان اور جادوگر اس کے قریب نہیں جاسکتے۔یہ تراشے ہوئے کبوتر رکھا کرو۔یہ جنات کو تمہارے بچوں سے دور کرتے ہیں۔عرائس میں ہے:حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی:مولا! میں رزق کی تلاش میں مشغول رہتا ہوں۔میں دنیا کے ایام کے مطابق تسبیح کی ساعتوں کو نہیں جان سکتا۔رب تعالیٰ نے مرغ اتارا۔اسے ملائکہ کی تسبیح کی آواز سنادی۔وہ سب سے پہلا گھریلو جانور تھا جسے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے گھر رکھا۔جب مرغ آسمان سے فرشتوں کی تسبیح سنتا تو وہ زمین پر تسبیح بیان کرتا۔حضرت آدم علیہ السلام کی تسبیح سن کر تسبیح بیان فرماتے۔

خچریں،گدھے اور اونٹ

محمد بن ابراہیم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ دلدل آپ کی خچر کا نام تھا۔یہ پہلی خچر تھی جس پر آپ اسلام

میں سوار ہوئے تھے۔ یہ آپ کو مقوقس نے پیش کی تھی۔ اس کے ساتھ ایک گدھا بھی پیش کیا تھا۔ جسے عفیر کہا جاتا تھا۔ یہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ محمد بن اسحاق نے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے گھر میں آپ کی خچر دیکھی۔ اس کے لیے جو کوٹے جا رہے تھے اس کے دانت گر چکے تھے حضرت زامل بن عمرو سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: فروہ بن عمرو جذامی نے بارگاہ رسالت مآب میں ایک خچر پیش کی جسے فضہ کہا جاتا تھا۔ آپ نے اسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ایک یعفور گدھا تھا جو حجۃ الوداع سے واپسی پر مر گیا تھا۔ ایک خچر دلدل تھی جسے فروہ بن عمرو جذامی نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ حنین کے روز اسی پر سوار تھے۔ ابن عمر نے لکھا ہے ہمارے سارے اصحاب نے بتایا ہے کہ آپ کی اونٹنی قصواء تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ نعم بن قیشر کے پاس تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے خرید لی۔ ایک کے ہمراہ ایک اور اونٹنی بھی تھی۔ انہوں نے انہیں آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے لیے پسند کر لیا تھا۔ اسی پر آپ نے ہجرت فرمائی تھی۔ جب یہ آپ کے پاس آئی تو اس کے چار دانت نکلے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے پاس ہی رہی حتیٰ کہ اس کے دانت گر گئے۔ اس کے نام قصواء، جدعاء اور عضباء تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی عضباء اونٹنی سے دوڑ نہیں لگائی جا سکتی تھی۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اس کے ساتھ دوڑ لگائی۔ اس کا اونٹ اس سے آگے نکل گیا۔ صحابہ کرام پر یہ امر گراں گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ قدرت الٰہیہ سے ہے کہ وہ چیز کو بھی سر بلند کرتا ہے اسے سرنگوں ضرور کرتا ہے۔

✿✿✿

لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق

30

پہلا باب

آپ پر ایمان لانا فرض ہے

رب تعالیٰ کے فرامین ہیں:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (النساء:١٣٦)

ترجمہ: تم اعتقاد رکھتے ہو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الفتح:٩)

ترجمہ: تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ (الاعراف:١٥٨)

ترجمہ: سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ (الفتح:١٣)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد کروں، حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے لگیں۔ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ میرے پیغام حق پر ایمان لے آئیں۔ جب انہوں نے یہ تقاضا پورا کر دیا تو ان کے خون اور اموال مجھ سے محفوظ ہو گئے، مگر ان کے حقوق ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد کروں، حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دینے لگیں: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ سے اسلام کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول (محترم) ہیں، پھر انہوں نے ایمان کے متعلق پوچھا تو

فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آؤ۔
آپ ﷺ پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایمان سے مراد آپ کی نبوت اور رسالت کی آپ کے لیے تصدیق ہے جو کچھ آپ لے کر تشریف لائے ہیں اس کی تصدیق ہے جو کچھ آپ نے فرمایا اس کی تصدیق ہے دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان کی گواہی کا بھی اسی کے مطابق ہونا ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب دل کے ساتھ تصدیق اور اس کے ساتھ زبان سے گواہی جمع ہو جائیں گے تو آپ پر ایمان اور تصدیق مکمل ہو جائیں گے۔ یہ امر طے ہے کہ آپ پر ایمان لانا دل کے یقین کا محتاج ہے۔ اسلام قبول کرنا زبان کے ساتھ اقرار کرنا ضروری ہے۔ یہ قابل ستائش اور مکمل حالت ہے۔ جنہوں نے صرف زبان کے ساتھ گواہی دی دل کی تصدیق نہ کی وہ ایمان سے نکل گئے۔ آخرت میں ان کے ایمان کا فیصلہ نہ ہوگا۔ انہیں آگ کے نچلے طبقہ میں کفار کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔ اسلام کا حکم ان پر دنیاوی ان احکام کے اعتبار سے باقی رہے گا جو ائمہ اور مسلمانوں حکام کے متعلقہ ہیں۔ ان کے احکام ظاہر پر لاگو ہوں گے۔ وہ جس اسلام کی علامت کا اظہار کر رہے ہوں گے، کیونکہ رب تعالیٰ نے اندر کی مخفی باتوں سے آگاہ ہونے کے متعلق کسی بشر کو کوئی راہ نہیں بتائی۔ نہ ہی ان کے متعلق بحث کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ان کے متعلق فیصلہ کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب اس شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام کا اظہار کیا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس کے اسلام لانے کے بعد اسے قتل کر دیا۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ (شیخان) تاکہ وہ جان لیتے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ دل سے کہہ رہا ہے یا کہ نہیں۔

✿✿✿

دوسرا باب

آپ کی اطاعت کا وجوب

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (الانفال:۲۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا کہا مانو اور اس کے رسول کا اور اس سے روگردانی مت کرو۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران:۳۲)

ترجمہ: آپ ﷺ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران:۱۳۲)

ترجمہ: اور خوشی سے کہا مانو۔ اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امید ہے کہ تم رحم کیے جاؤ گے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ (النور: ۵۴)

ترجمہ: اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لیتے تو راہ پر جا لگو گے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس شخص نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہید اور نیک لوگ۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶ (الاحزاب: ۶۶)

ترجمہ: جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کاش ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں تمہیں کسی امر کا حکم دوں تو اسے اتنا بجالاؤ جتنی تم میں استطاعت ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک جنت میں داخل ہوگا۔ سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار کرنے والا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اور اس کی مثال جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس آئے۔ وہ کہے: اے میری قوم! میں نے ایک لشکر دیکھا ہے میں واضح ڈرانے والا ہوں۔ بچو بچو۔ ان میں سے ایک گروہ اس کی اطاعت کرے۔ وہ اس کی راہ نمائی کے مطابق سفر شروع کر دیں۔ وہ دشمن سے نجات پالیں۔ دوسرا گروہ اس کی تکذیب شروع کر دے وہ اپنے مقام پر ہی ٹھہرے رہیں۔ وقت صبح دشمن ان پر حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی جو کچھ میں لے کر آیا ہوں۔ اس کی اتباع کی۔ یہ اس کی مثال بھی ہے جس

نے میری نافرمانی کی اور میرے پیغام حق کی تکذیب کی۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال وہ شخص ہے جس نے گھر بنایا۔ اس میں دستر خوان بچھایا۔ جس نے داعی کی صدا پر لبیک کہا وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اس دستر خوان سے کھا لیا جس نے داعی کی صدا پر لبیک نہ کہا۔ وہ نہ گھر میں داخل ہوا نہ ہی دستر خوان سے کھایا۔ (شیخان) وہ گھر جنت ہے، داعئ اعظم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور لوگوں میں تفریق ڈال دی۔ شیخان نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا۔ اس اطاعت پر اجر عظیم کا وعدہ کیا۔ اس کی مخالفت کرنے پر سخت عذاب کی وعید سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانے اور نہی سے رکنے کا حکم دیا۔ مفسرین اور ائمہ نے فرمایا ہے کہ آپ کی سنن مطہرہ کو لازم پکڑنے میں آپ کی اطاعت یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کیا جائے جس سے آپ نے روکا ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے جو رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھیجا ہے اس کی اطاعت ان پر فرض قرار دی ہے جن کی طرف انہیں بھیجا جاتا ہے یعنی وہ اس کام کو کریں جس کا وہ حکم دے اور اس کو نہ کریں جس سے وہ منع کرے جو سنن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے۔ وہ فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کرتا ہے۔ ایک قول ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان امور میں کرو جو اس نے تم پر حرام کیے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ان امور میں کرو جو انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ تک پہنچائے ہیں۔ یا رب تعالیٰ کی اطاعت اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ اس کے لیے ربوبیت کی شہادت رغبت کے ساتھ دیتے ہوئے اس کی اطاعت کرو، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

آپ کی اتباع کے وجوب، سنن پر عمل پیرا ہونے اور آپ کی ہدایت کی اقتداء

رب تعالیٰ کے فرامین ہیں:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ تمہیں دوست رکھے گا اللہ تعالیٰ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اعراف:۱۵۸)

ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر بے پڑھے اور غیب بتانے والے پر جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو گے تو راہ پا جاؤ گے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵)

ترجمہ: اے محبوب! آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جو کچھ تم حکم فرما دو تو وہ اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

آجری نے حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت پاک اور خلفاء الراشدین المہدیین کی سنن پر عمل کرو۔ انہیں مضبوطی سے تھام لو (دین میں) نئے نئے امور سے بچو۔ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم) انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے: ہر گمراہی آگ میں ہوگی۔

امام شافعی نے الام میں، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں کسی کو اس طرح نہ پاؤں وہ اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہو۔ ان کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم پہنچے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ وہ کہے: میں یہ نہیں جانتا۔ ہم اسے کتاب الٰہی میں نہیں پاتے کہ ہم اس کی اتباع کریں۔

شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وہ کام کیا جس میں رخصت دی تھی۔ ایک قوم نے اس سے اجتناب کیا۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ اس چیز سے پہلوتہی کر رہے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ بخدا! میں ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

ابو نعیم، ابو الشیخ اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قرآن پاک اس شخص پر مشکل اور گراں ہے جس نے اسے ناپسند کیا۔ یہ اس شخص کے لیے حکم ہے۔ جس نے میری حدیث پاک کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اسے سمجھا اور اس کی حفاظت کی۔ یہ قرآن پاک کے ساتھ ہی ہے جس نے قرآن پاک کے ساتھ میری حدیث پاک پر عمل پیرا ہونے میں غفلت برتی۔ وہ دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہا۔ میری امت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ میرے فرامین کو مضبوطی سے تھام لیں۔ میرے حکم کی اطاعت کریں میری سنت کی اتباع کریں جو میرے فرامین پر راضی ہو گیا وہ قرآن پاک پر راضی ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اقتداء کی وہ مجھ سے ہے جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ الطبرانی نے الاوسط حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پاک کو مضبوطی سے تھام لیا اس کے لیے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ علامہ اصبہانی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت پاک کو زندہ کیا۔ اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام ترمذی نے حسن اور ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف المزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث سے فرمایا: جس نے میری سنن مطہرہ میں سے کسی سنت پاک کو زندہ کیا جسے میرے بعد مٹا دیا گیا تھا تو اس کے لیے اتنا اجر ہے جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ امام نسائی، ابن ماجہ نے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی: ابوعبدالرحمان! ہم قرآن پاک میں صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ الحضر تو پاتے ہیں لیکن صلاۃ السفر اس میں نہیں پاتے۔ انہوں نے فرمایا: میرے بھتیجے! رب تعالیٰ نے ہماری طرف محمد عربی ﷺ کو بھیجا۔ ہم کچھ بھی نہ جانتے تھے ہم نے آپ کو دیکھا آپ سفر میں قصر کرتے تھے تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ قصر کی۔ آپ کی اقتداء کی۔ اللالکائی نے ''السنۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین نے سنن قائم کیں۔ ان پر عمل پیرا ہونا کتاب الٰہی کی تصدیق ہے۔ رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ دین الٰہی پر قوت ہے۔ کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ انہیں تبدیل کرے۔ ان کی مخالفت کرنے والے کی رائے میں غور وفکر نہ کیا جائے گا جس نے ان کے ساتھ اقتداء کی وہ ہدایت پا گیا۔ جس نے ان کے ساتھ نصرت مانگی۔ اس کی نصرت کر دی گئی۔ جس نے ان کی مخالفت کی۔ اہل ایمان کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کیا رب تعالیٰ نے اسے ادھر ہی چلا دیا جس سے وہ روگرداں ہو کر گیا۔ اسے حوالہ جہنم کیا وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ امام زہری نے فرمایا: ہمیں اہلِ علم سے معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سنت پاک کو مضبوطی سے تھام لینے میں نجات ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں پڑھیں۔ فرمایا: میں اسی طرح کر رہا ہوں جس طرح میں نے حضور اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے قران کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: میں لوگوں کو اس سے روک رہا ہوں۔ آپ اس پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کسی شخص کے لیے آپ کی سنت مطہرہ کو نہ چھوڑوں گا۔

دارمی، الطبرانی اور اللالکائی نے اپنی سنن میں حضرات ابن مسعود اور ابودرداء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سنت پاک میں قصد کرنا بدعت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سفر کی رکعتیں دو ہیں۔ جس نے سنت مطہرہ کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

اصبہانی نے "ترغیب" میں اللالکائی نے "السنۃ" میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم پر صراط مستقیم اور سنت پاک کو مضبوطی سے پکڑ لینا لازم ہے۔ روئے زمین پر جو شخص بھی صراط مستقیم اور سنت پاک پر عمل کرتا ہے وہ تنہائی میں رب تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو خشیت الٰہیہ سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔ رب تعالیٰ اسے کبھی عذاب نہیں دیتا۔ جو صراط مستقیم اور سنن مطہرہ پر چلتا ہے خشیت الٰہیہ سے وہ لرز اٹھتا ہے تو اس کی مثال وہ درخت ہے جس کے پتے خشک ہو چکے ہیں۔ وہ اسی طرح ہوا س کو سخت ہوا کا سامنا کرنا پڑے تو اس کے پتے گرنے لگیں۔ اس شخص کے گناہ بھی اسی طرح گرتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گرتے ہیں۔ راہ خدا پر چلنا اور آپ کی سنن مطہرہ پر عمل پیرا ہونا راہ خدا اور سنن پاک کی مخالفت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال میں غور و فکر کیا کرو کہ وہ سنن پاک ہیں یا تمہارا اجتہاد ہے۔ اسے انبیاء کرام کے اسلوب اور ان کی سنن پاک کے مطابق ہونا چاہیے۔

شیخان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو دیکھا تو فرمایا: تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ تجھے چوم رہے تھے تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔ امام احمد اور بزار نے صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ کسی جگہ اپنی اونٹنی کو گھما رہے تھے۔ لوگوں نے اسے گھمانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: سبب تو مجھے معلوم نہیں۔ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ یوں کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی اسی طرح کیا۔

حضرت ابو عثمان حیری نے فرمایا کہ شیخ الصوفیاء نے نیشا پور میں فرمایا: جس نے خود کو قول و فعل کے اعتبار سے سنت کا پابند بنا لیا وہ حکمت کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ جس نے خود کو خواہشات نفسانیہ کا پابند بنا لیا وہ بدعتوں کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری نے فرمایا: ہم صوفیاء کا انحصار تین امور پر ہوتا ہے۔ (۱) افعال اور اقوال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء (۲) حلال کھانا۔ (۳) تمام اعمال میں اخلاصِ نیت۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں ہے:

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ (الفاطر: ۱۰)

ترجمہ: عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔

اس سے مراد آپ کی اقتداء ہے۔ محمد بن علی ترمذی نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

آپ کا اسوہ یہ ہے کہ آپ کی اقتداء کی جائے اور آپ کی سنت مطہرہ کی اتباع کی جائے۔ قول اور فعل آپ کی مخالفت کو ترک کر دیا جائے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا ہے:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: ۷)

ترجمہ: ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔
اس سے مراد آپ کی سنن مطہرہ کی اتباع ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت سے ممانعت

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور:٦٣)

ترجمہ: جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ نہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:١١٥)

ترجمہ: اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا ہے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے۔ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری (جگہ ہے)۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ کچھ لوگوں کو میرے حوض (کوثر) سے یوں دور کر دیا جائے گا جیسے بھٹکے ہوئے اونٹوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔ میں انہیں پکاروں گا ارے ادھر ادھر۔ مجھے کہا جائے گا: یہ آپ کے بعد تبدیل ہو گئے تھے۔ میں کہوں گا: پرے ہٹو، پرے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل روایت لکھی ہے۔ اس میں ہے: جس نے میری سنت پاک سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے اس معاملہ میں وہ چیز پیدا کر دی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو رافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی ایک کو یوں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہو۔ میرے احکام میں سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ وہ کہے: میں نہیں جانتا۔ جو ہم کتاب الٰہی پائیں گے اس کی اتباع کر لیں گے۔ حاکم نے اسے حضرت مقداد سے روایت کیا ہے اس میں

ہے: ارے! جو آپ حرام فرمادیں وہ اسی طرح ہے جیسے رب تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں، دارمی اور فریابی ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں شانے کی ہڈی پیش کی گئی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: کسی قوم کی حماقت یا ضلالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس پیغام حق جوان کا نبی لے کر آیا ہے انحراف کرے اور وہ پیغام قبول کرے جو ان کے نبی کے علاوہ کوئی اور لے کر آیا ہو یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی طرف چلے جائیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَوَلَمۡ یَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ؕ (العنکبوت:۵۱)

ترجمہ: اور کیا یہ انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: خواہشات میں مگن رہنے والے ہلاک ہو گئے۔ امام بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کسی عمل کو چھوڑنے والا نہیں جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل پیرا ہوئے تھے، بلکہ میں اس پر ضرور عمل پیرا ہوں گا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کو چھوڑ دیا تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔

✿✿✿

پانچواں باب

آپ سے محبت کا لزوم، اس کا اجر و ثواب اور اسلاف عظام کے اس کے متعلق اقوال

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِیۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ (التوبہ:۲۴)

ترجمہ: فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین امور ایسے ہیں جو جس میں پائے گئے اس نے ایمان کی حلاوت کو پالیا۔ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر ساری اشیاء سے محبوب ہوں۔

شیخان نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کی اولاد، والدین اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کے والدین اور اولاد سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ امام احمد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: آپ ﷺ مجھے اس نفس کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں جو میرے دو پہلوؤں کے مابین ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اس کے ہاں اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر کتابِ حق نازل کی ہے آپ اب مجھے میری اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے ہیں جو میرے دو پہلوؤں میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب اے عمر! (آپ کا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔)

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کیا ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے اس کے لیے کثیر نمازوں، کثیر روزوں اور کثیر صدقات میں سے کچھ بھی تیار نہیں کیا۔ البتہ میں رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ امام ترمذی اور نسائی نے حضرت صفوان بن عسال سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حضرات امامین کریمین حسنین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی۔ ان دونوں سے محبت کی۔ ان کی امی جان اور والد گرامی سے محبت کی۔ وہ روز حشر جنت میں میرے درجہ پر ہو گا۔

الطبرانی، ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے میرے اہل اور مال سے محبوب ہیں۔ جب آپ کی یاد آجاتی ہے تو پھر مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا، حتیٰ کہ آپ کی زیارت سے بہرہ ور ہو جاؤں۔ مجھے آپ کا وصال اور اپنی موت یاد آجاتی ہے۔ میں جان لیتا ہوں کہ جب آپ جنت میں جلوہ افروز ہوں گے۔ آپ انبیائے کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ اگر میں جنت میں چلا بھی گیا تو میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: (یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جس پر اللہ

نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

علامہ اصبہانی نے اپنی ترغیب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے ایک تمنا کرے گا کاش! میرے اہل اور مال کے عوض مجھے آپ کی زیارت ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن سہل تستری نے فرمایا: جس نے سارے احوال میں آپ کی ولایت (فرمانروائی) کو نہیں دیکھتا۔ اپنے نفس کو آپ کی ملکیت میں نہیں دیکھتا وہ آپ کی سنت پاک کی حلاوت کو نہیں چکھ سکتا، کیونکہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اُس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اسے اس کی جان سے بھی محبوب نہ بن جاؤں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ مجھے ابو طالب کا اسلام لے آنا ابو قحافہ کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہوتا کیونکہ جناب ابو طالب کے ایمان میں آپ کی چشمان مقدس کی زیادہ ٹھنڈک تھی۔ بیہقی اور بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ تمہارا اسلام لانا حضور اکرم ﷺ کو زیادہ پسند ہے۔

ابو اسحاق، امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد میں ایک انصاری خاتون کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ اس نے پوچھا: حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: آپ الحمد للہ! خیر و عافیت سے اسی طرح ہیں جیسے تم پسند کرتی ہو۔ اس نے کہا: مجھے آپ کی زیارت کرادو۔ جب اس نے آپ ﷺ کی زیارت کر لی تو عرض کی: آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ ابن مبارک نے زہد میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کی نگرانی کے لیے باہر نکلے۔ آپ نے ایک گھر میں چراغ دیکھا ایک عورت سوت کات رہی تھی۔ وہ یہ اشعار بھی پڑھ رہی تھی:

على محمد صلاة الابرار	صلّى عليه الطيبون الاخيار
قد كنت قواما بكا بالاسحار	يا ليت شعرى و المنايا اطوار

هل تجمعنى و حبيبى الدار

ترجمہ: محمد مصطفیٰ ﷺ پر پاکباز افراد کا سلام ہو۔ طیب اور عمدہ لوگوں کا آپ ﷺ پر سلام ہو۔ آپ بہت زیادہ قیام فرمانے والے تھے وقت سحر رونے والے تھے۔ کاش! میں جان لیتی۔ اموات کے تو مختلف حالات

ہو سکتے ہیں کہ کیا تو مجھے اور میرے محبوب مکرم ﷺ کو ایک گھر میں جمع کرے گا۔

اس کی مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے۔ ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ سوگئی۔ ان سے عرض کی گئی: آپ اس ذات کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ انہوں نے باآواز بلند پکارا: یا محمد! ﷺ۔ ان کی ٹانگ فوراً درست ہوگئی۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ کو حرم سے باہر لے کر گئے تاکہ انہیں شہید کر دیں۔ ابوسفیان نے کہا: زید! میں تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد عربی ﷺ ہوتے۔ ان کی گردن اڑائی جاتی اور تم اپنے اہل خانہ میں ہوتے۔ حضرت زید نے فرمایا: بخدا! میں تو اب بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ اسی جگہ ہی جلوہ افروز ہوں جہاں ہیں اور آپ کو کانٹا بھی نہ چبھے جو آپ کو تکلیف دے اور میں اپنے اہل خانہ میں بیٹھا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا: بخدا! میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو کسی سے اس طرح پیار کرتا ہو جیسے حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام آپ سے محبت کرتے ہیں۔ ابن جریر اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی عورت آپ کے پاس آتی تو آپ اس سے رب تعالیٰ کی قسم لے کر پوچھتے کہ وہ خاوند سے بغض رکھتے ہوئے نہیں نکلی۔ ایک زمین کو چھوڑ کر دوسرے سے رغبت رکھتے ہوئے نہیں نکلی۔ وہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتے ہوئے نکلی ہے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت ابن عمران پر کھڑے ہوئے اور کہا: بخدا! جہاں تک میں جانتا ہوں تم بہت زیادہ روزے رکھتے تھے بہت زیادہ قیام فرماتے تھے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔

تنبیہات

۱- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جو شخص آپ سے محبت کرتا ہے وہ آپ سے محبت کا مدعی ہے۔ وہ آپ سے محبت کرنے میں سچا ہے تو اس سے کچھ علامات کا ظہور ہوگا۔

۲- آپ ﷺ کی اقتداء کرے گا۔ اقوال اور افعال میں آپ ﷺ کی اتباع کرے گا۔ آپ ﷺ کے احکام پر عمل کرے گا۔ آپ ﷺ کے نواہی سے رک جائے گا۔ ہر تنگی اور آسانی ہر پسند اور ناپسند میں آپ ﷺ کے آداب کو پیش نظر رکھے گا۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر شاہد عادل ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وہ آپ ﷺ کی شریعت کو ترجیح دے گا۔ خواہشات نفسانیہ پر اسے فوقیت دے گا۔
امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: میرے نور نظر! اگر تم اس طرح صبح و شام کرنے پر قادر ہو سکو کہ تمہارے دل میں کسی ایک کے لیے بھی کینہ نہ ہو تو اس طرح کر گزرو، پھر فرمایا: یہ میری سنت پاک میں سے ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ جو ان صفات سے متصف ہوگا وہ رب تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کی محبت میں مکمل ہوگا لیکن جو بعض امور میں آپ ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ ناقص المحبۃ ہوگا لیکن وہ اس کے نام سے نہ نکلے گا۔

۲- محبت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آپ کا ذکر جمیل کثرت سے کرے گا، کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

۳- وہ آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنے کا شوق رکھے گا، کیونکہ ہر محبوب اپنے محبوب کے ساتھ ملنے کا شائق ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے اس وقت فرمایا جب انہوں نے دیکھا کہ آپ پیالے کے ارد گرد کدو تلاش کر رہے تھے۔ میں اس دن سے کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔" حضرات امام حسن، ابن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کی خادمہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور کہتے: ایسا کھانا پکائیں جسے حضور اکرم ﷺ پسند کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سبتیہ جوتے پہنتے تھے۔ ازار بند کو زرد رنگ سے رنگتے تھے۔

۴- آپ کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ بغض رکھے اس سے وہ بغض رکھے، جو آپ کی سنت کی مخالفت کرے یا دین حق میں بدعت پیدا کرے اس کے ساتھ بغض رکھے۔ ہر وہ امر اس پر گراں ہو جو آپ کی شریعت مطہرہ کے مخالف ہو۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (المجادلۃ: ۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

ان سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ انہوں نے اپنے عزیزوں کو تہ تیغ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی رضا کے لیے اپنے بیٹوں اور باپوں کو قتل کر دیا۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں اس کا (اپنے باپ کا) سر پیش کر دیتا ہوں۔

۲- محبت کی حقیقت: جو چیز انسان کے موافق ہو اس کی طرف میلان رکھنا محبت ہے یا تو اس کے ادراک سے اسے

لذت ہوتی ہو جیسے خوبصورت شکلوں اور عمدہ آوازوں سے محبت لذیذ کھانوں اور مشروبات سے محبت وغیرہ۔ ہر سلیم الفطرت شخص ان کی طرف میلان رکھتا ہے کیونکہ یہ اس کے موافق ہوتی ہیں۔ یا اس کے عقل وقلب کے خاصہ سے اس کے باطنی معانی کو لذت نصیب ہوتی ہے جیسے صالحین سے محبت، علماء سے محبت، اہل خیر سے محبت۔ جن کے متعلق عمدہ سیرتیں اور افعال حسنہ روایت کیے گئے ہیں۔ انسانی طبیعت ان جیسے امور کی طرف میلان رکھتی ہے حتیٰ کہ وہ اس امر تک پہنچ جاتا ہے جو انہیں اپنے وطنوں سے نکل جانے، حرمات کے پردے چاک کرنے اور نفوس کے احترام تک لے جاتا ہے یا اس کی اس چیز سے محبت اس لیے ہوگی کہ اس نے اس پر احسان کیا ہوگا۔ انعام کیا ہوگا۔ یہ امر نفوس کی جبلت میں داخل ہے کہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان پر احسان کرتے ہیں۔ حضرت علامہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم نے پہلے جو صحیح احادیث نقل کی ہیں اس سے تمہارے لیے عیاں ہو چکا ہوگا کہ شرعی طور پر حقیقی محبت کے مستحق صرف آپ ہی ہیں کیونکہ آپ نے ہم پر بہت زیادہ احسان کیا ہے۔ آپ نے ہم پر شفقت ورحمت کی انتہاء کر دی ہے۔ ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم پر بے حد شفقت فرمائی ہے۔ ہمیں جہالت کے گڑھے سے بچایا ہے۔ آپ ہم پر رؤف ورحیم ہیں۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ میں رب تعالیٰ نے محبت کے وہ سارے اسباب جمع کر دیے ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو ظاہر شکل وصورت سے نوازا۔ اخلاق کریمانہ اور مکارم احسان سے بھی نوازا اور کرائم انعام بھی عطا کیے۔''

انہوں نے فرمایا: ''جب انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اسے دنیا میں ایک یا دو دفعہ ممنون احسان کرتا ہے یا اس ہلاکت یا نقصان سے بچاتا ہے جس کی اذیت قلیل اور منقطع ہو جانے والی ہے تو اس ہستیٔ پاک کے ساتھ اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا جو اسے وہ نعمتیں عطا کرتی ہے جو فنا نہیں ہوں گی۔ جو اسے اس عذاب الیم سے بچاتی ہے جو ختم نہ ہوگا۔ وہ محبت کی سب سے زیادہ مستحق ہے جب طبعی طور پر اس بادشاہ سے محبت کی جاتی ہے جس کی سیرت حسین ہو۔ یا اس حاکم سے محبت کی جاتی ہے جس کا انتظام وانصرام عمدہ ہو یا اس قاضی سے محبت کی جاتی ہے جس کا گھر دور ہو کیونکہ اس کا علم محکم ہوتا ہے یا اس کی عادات کریمانہ ہوتی ہیں لیکن جس ہستی میں یہ خصوصیات اعلیٰ درجہ میں ہوں وہ محبت کی زیادہ مستحق ہے اور میلان کی زیادہ حقدار ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوصاف کے بارے میں فرمایا ہے جو آپ کو اچانک دیکھتا تو وہ خوفزدہ ہو جاتا۔ جسے آپ کا عرفان نصیب ہو جاتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی واجب ہے

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ (التوبہ:۹۱)

ترجمہ: اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب وہ اپنے افعال اور اقوال میں مخلص ہوں۔ ظاہر و باطن میں مسلمان ہوں۔ امام مسلم نے حضرت تمیم داری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین سراپا خیر خواہی ہے دین سراپا خیر خواہی ہے دین سراپا خیر خواہی ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ اس کی کتاب حکیم کے لیے۔ مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: ہمارے ائمہ مالکیہ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ، اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان ائمہ اور عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی واجب ہے۔ امام ابوسلیمان بستی نے لکھا ہے: خیر خواہی وہ کلمہ ہے جس سے بھلائی کے تمام امور کا ارادہ اس شخص کے لیے ظاہر ہو جس کے لیے خیر خواہی کی جائے۔ اسے کسی ایک کلمہ سے تعبیر کرنا ممکن نہیں ہے۔ جو اس کا احاطہ کر لے اور اس کا مفہوم جمع کر لے۔ لغت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص کا اظہار کیا جائے۔ یہ اہل عرب کے قول نصحت العسل سے ماخوذ ہے۔ جب تم اسے ہلکی آگ سے موم سے پاک کر دو۔ ابوبکر بن ابی اسحاق الخفاف نے کہا ہے۔ النصح وہ فعل ہے جس سے کسی چیز کی اصلاح اور درستگی ہو۔ اس سے مراد وہ دھاگہ ہوتا ہے جس سے کپڑا سیاہ ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی توحید کا صحیح عقیدہ رکھا جائے۔ اس کی صفات کا اس طرح صحیح عقیدہ رکھا جائے جس کا وہ اہل ہے۔ اس کی صفات میں الحاد نہ کیا جائے۔ ان امور سے انہیں پاک وصاف سمجھا جائے جو اس کے مناسب نہیں ہیں جن سے ان میں تنقیص کا وہم ہوتا ہے۔ ہر اس امر سے دوری اختیار کی جائے جو اسے ناراض کر دے راضی نہ کرے۔ اس کی عبادت میں اخلاص یہ ہے کہ مقصود صرف اس کی ذات ہو شرک اور ریاء مقصود نہ ہو۔ کتاب اللہ کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی تصدیق کی جائے یہ کلام الٰہی ہے یہ احکام، مواعظ اور امثال پر مشتمل ہے۔ اس کی محکم آیات پر عمل کیا جائے اور متشابہ کے لیے سر تسلیم خم کیا جائے اس کی تلاوت کے وقت خشوع کا اظہار کیا جائے۔ اس کی

تعظیم کی جائے۔اس کے معانی کو سمجھا جائے غلو کرنے والوں کی تاویل اور ملحدین کے طعن سے دوری اختیار کی جائے۔اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی جائے آپ کے اوامر اور مناہی میں آپ کی اطاعت کی جائے۔علامہ خفاف نے لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ آپ کی نصرت، تائید اور معاونت آپ کی حیات طیبہ اور بعد از وصال بھی کی جائے سنت مطہرہ پر عمل کر کے اسے زندہ کیا جائے۔اس کا دفاع کیا جائے۔اسے پھیلایا جائے آپ کے اخلاق کریمانہ اور آدابِ جمیلہ کو اپنایا جائے،ابو ابراہیم اسحاق تجیبی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے اخلاص یہ ہے کہ اس پیغامِ حق کی تصدیق کی جائے جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔سنت پاک کو مضبوطی سے پکڑا جائے اسے پھیلایا جائے۔اس کی ترغیب دی جائے۔رب تعالیٰ، کتاب حکیم اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف دعوت دی جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔احمد بن محمد نے لکھا ہے کہ دلوں کے مفروضات میں سے ہے کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی کا اعتقاد رکھا جائے۔ابو بکر آجری نے لکھا ہے کہ آپ کے لیے خیر خواہی و اخلاص دو امور کا تقاضا کرتا ہے۔(۱) آپ کی حیات طیبہ میں خلوص۔(۲) آپ کے وصال کے بعد خلوص۔آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ خلوص۔ان کی نصرت، آپ کا دفاع، اس سے عداوت رکھنا جو آپ سے عداوت رکھے۔آپ ﷺ کا ہر فرمان سننا اور اطاعت بجالانا۔آپ ﷺ پر مال و جان قربان کرنا جیسے کہ ارشاد ربانی ہے:

وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ (الحشر:۸)

ترجمہ: اور مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی راست باز لوگ ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد مسلمانوں کے لیے خلوص یہ ہے کہ آپ کی عزت و توقیر کا خاص اہتمام کیا جائے۔آپ کے لیے رغبت رکھی جائے۔آپ کی سنت پاک کی تعلیم پر مداومت اختیار کی جائے۔آپ کی شریعت بیضاء کو سمجھا جائے۔آپ کے اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کی جائے جو آپ کی سنن پاک سے اجتناب کرے اس سے دوری اختیار کی جائے۔اس سے بغض رکھا جائے اس سے پہلو تہی کی جائے۔آپ کی امت پر شفقت کی جائے۔آپ کے اخلاق، سیرت اور آداب کے عرفان کے لیے بحث و مباحثہ کیا جائے۔اس پر صبر کیا جائے۔

ابو القاسم قشیری نے بیان کیا ہے خراسان کے بادشاہ عمرو بن لیث کو خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا: رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا: اس نے مجھے بخش دیا ہے۔اس سے پوچھا گیا: کس لیے؟ اس نے کہا: میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا میں نے اپنا لشکر دیکھا۔اس کی کثرت نے مجھے تعجب میں ڈال دیا۔میں نے تمنا کی کہ کاش میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی اعانت اور نصرت کرتا۔رب تعالیٰ نے میری قدر دانی کی اور اس نے مجھے معاف کر دیا۔مسلمانوں کے ائمہ کے لیے خلوص یہ ہے کہ حق میں ان کی اطاعت کی جائے۔اس میں ان کی اعانت کی جائے۔انہیں حق کا حکم دے۔عمدہ طریقے سے حق یاد کرائے۔غفلت پر انہیں تنبیہ کرے۔ان سے مسلمانوں کے امور کو مخفی

رکھے۔ان کے خلاف بغاوت ترک کر دے۔عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے۔دنیاوی اور دینی امور میں قول وفعل کے ساتھ ان کی نصرت کرے۔ان کے غافل کو تنبیہ کرے۔جاہل کو نور علم عطا کرے محتاج کو عطا کرے ان کے عیوب چھپائے۔ان کے نقصانات ان سے دور کرے۔ان کے فوائد انہیں دے۔ رب تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی معاونت کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی معاونت کرتا ہے۔وہ سب رب تعالیٰ کے عیال (بندے) ہیں اسے سب سے پسندیدہ وہ ہے جو اس کے بندوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ (الفتح:۹،۸)

ترجمہ: بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا، ہر وقت ڈرانے والا تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳﴾ (الحجرات:۱،۲،۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے۔اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور: ۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرۃ: ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت کہا کرو "راعنا"۔

امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کوئی شخص بھی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا۔ میری نگاہوں میں نہ ہی کوئی آپ سے زیادہ جلیل تھا۔ آپ کے جلال کی وجہ سے میں نظر بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھے کہا جائے کہ میں آپ کا سراپا بیان کروں تو میں یہ نہ کرسکوں گا کیونکہ میں نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکا تھا۔ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لے جاتے تھے وہ بیٹھے ہوتے تھے ان میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے۔ سوائے ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نظر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ آپ کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہتے تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر تبسم فشاں ہوتے تھے۔

امام نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن شریک نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے تھے۔ امام بخاری نے حضرات مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ کے وقت جب قریش نے حضرت عروہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کس طرح آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ جب آپ وضو فرماتے تو وہ وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے جلدی کرتے۔ قریب ہوتا کہ وہ باہم لڑ پڑتے۔ وہ لعاب دہن پھینکتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے۔ چہروں اور جسموں پر مل لیتے کوئی بال گرتا تو اسے جلدی سے اٹھا لیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم ارشاد فرماتے تو وہ جلدی سے عمل پیرا ہو جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محو گفتگو ہوتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آوازیں کر لیتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے ٹکٹکی باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ دیکھتے۔ جب عروہ قریش کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: گروہ قریش! میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں گیا ہوں نجاشی کے ہاں گیا ہوں۔ بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو اس طرح نہیں دیکھا جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم میں معزز و محترم ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے صحابہ کرام اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو انہیں کبھی بھی سپرد نہ کرے گی۔

حضرت امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ نائی آپ کے بال کاٹ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد صحابہ کرام گھوم رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ ہر بال کسی نہ کسی شخص

کے ہاتھ پر گرے۔ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قریش نے اجازت دے دی کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرلیں مگر انہوں نے انکار کردیا۔ انہوں نے فرمایا: میں طواف نہ کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کرلیں۔ امام ترمذی نے حضرت طلحہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام نے اس اعرابی سے کہا: جو آپ کی خدمت میں آیا تھا کہ وہ آپ سے پوچھے کہ اپنا حصہ کس نے ادا کرلیا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے سے ڈرتے تھے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اعراض فرمایا۔ جب حضرت طلحہ آئے تو آپ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کردیا ہے۔ ابوداؤد نے ادب میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت قیلہ بنت مخرمہ کی حدیث پاک میں لکھا ہے کہ جب انہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ قرفصاء حالت میں تھے۔ وہ آپ کی ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے کانپنے لگیں۔ حاکم نے علم الحدیث میں اور بیہقی نے المدخل میں حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کرام اپنے ناخنوں سے آپ کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ ابویعلی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ سے کسی مسئلہ کے متعلق پوچھنا چاہتا۔ میں نے اسے آپ کی ہیبت کی وجہ سے کئی سال تک مؤخر کردیا۔

تنبیہات

۱- یُعَزِّرُوْہُ۔ آپ کو قوت دو اور آپ کے دین حق پر آپ کی نصرت کرو۔ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔ و لا تقدموا۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے گفتگو کرنے اور سوء ادب سے منع فرمادیا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا: آپ کی گفتگو کرنے سے پہلے گفتگو نہ کرو۔ جب آپ کچھ فرمائیں تو خاموش ہوجاؤ اور آپ کے فرمان کو غور سے سنو۔

۲- مذکورہ بالا آیات طیبات کے شان نزول کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے محو گفتگو تھے۔ ان کے مابین اختلاف ہوگیا، حتیٰ کہ آپ کے حضور ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

ایک قول کے مطابق یہ خطیب النبی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ وہ کچھ اونچا سنتے تھے۔ ان کی آواز بھی بلند تھی۔ جب یہ آیت طیبہ اتری تو وہ اپنے گھر میں ٹھہر گئے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ ان کے تو اعمال اکارت گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مفقود پایا تو ان کے متعلق آپ کو عرض کی گئی۔ آپ نے انہیں بلایا وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے عرض کی: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خدشہ ہے کہ میں ہلاک ہوگیا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ہمیں آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن میری آواز بلند ہے۔ آپ نے فرمایا: ثابت! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم قابل ستائش زندگی گزارو۔ شہادت کا تاج تمہارے سر پر سجے تم جنت میں داخل ہوجاؤ۔ یمامہ کے روز جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ماہ ربیع الاول تھا۔ ۱۲ھ تھی۔

بزار نے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ سے اس طرح گفتگو کروں گا جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے۔ وہ آپ کو سنا نہ سکتے حتیٰ کہ آپ ان سے پوچھتے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ (الحجرات:۳)

ترجمہ: بے شک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ بنو تمیم کے علاوہ کے لیے اتری ہے۔

۳- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرہ:۱۰۴)

کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ انصار کی لغت تھی۔ انہیں اس سے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کے لیے روک دیا گیا۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ صرف آپ کی ان کے ساتھ رعایت (حفاظت) کا خیال رکھتے تھے، بلکہ یہ آپ کا حق ہے جو ہر ایک پر ہے کہ وہ ہر حال میں آپ کی حفاظت کرے۔ یہود نے جب یہ کلمہ سنا وہ بھی اسے آپ کے لیے استعمال کرنے لگے۔ وہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسی کے ساتھ آپ کو مخاطب کرنے لگے۔ اس سے ان کا ارادہ آپ کو برا بھلا کہنے کا تھا، کیونکہ ان کے ہاں یہ الرعونہ سے مشتق تھا۔ اس کا معنی حماقت تھا۔ اس ذریعہ کو جڑ سے اکھیڑنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو منع فرما دیا کیونکہ اس میں ان کے قول کے ساتھ مشابہت تھی۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی عزت و توقیر

قاضی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: ابو ابراہیم تجیبی نے کہا ہے کہ یہ مؤمن پر واجب ہے کہ جب اس کے ہاں آپ کا ذکر خیر ہو تو وہ خشوع و خضوع اور عزت و توقیر کا اظہار کرے۔ حرکات کو پرسکون کرے۔ اس کو اس طرح آپ کی ہیبت اور جلال آلے جیسے کہ وہ آپ کے سامنے ہو۔ آپ کے وہ آداب پیش نظر رکھے جو رب تعالیٰ نے ہمیں سکھائے ہیں۔ آیات طیبات پہلے گزر چکی ہیں۔ جب ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد نے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے ساتھ مسجد نبوی میں مناظرہ کیا تو امام مالک نے

فرمایا: امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے ادب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات: ۲)

ترجمہ: نہ بلند کیا کرو اپنی آوزوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کا احترام اسی طرح ہے جیسے حیات طیبہ میں تھا۔ ابوجعفر نے عاجزی کا اظہار کیا۔ اس نے امام مالک سے فرمایا: ابوعبداللہ! کیا میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا آپ کے روضہ مبارکہ کی طرف منہ کر کے۔ انہوں نے فرمایا: تم اپنا چہرہ آپ سے کیوں پھیرتے ہو۔ آپ تمہارا وسیلہ ہیں۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ ہی کی طرف منہ کرو۔ آپ کی شفاعت طلب کرو۔ رب تعالیٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی باتوں پر ظلم کر بیٹھتے اپنے آپ پر پھر حاضر ہوتے۔ آپ کے پاس مغفرت طلب کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیئے رسول بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا۔

امام مالک نے لکھا ہے کہ ان سے حضرت ابوایوب سختیانی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے جن جن سے تمہیں احادیث بیان کی ہیں حضرت ابوایوب ان سے افضل ہیں۔ انہوں نے دو حج کیے ہیں۔ میں انہیں دیکھتا رہتا تھا۔ میں نے اس کے علاوہ ان سے کچھ نہ سنا کہ جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ مجھے ان پر ترس آنے لگتا۔ جب میں آپ کے اجلال اور توقیر کی ان میں یہ حالت دیکھتی تو میں نے ان سے روایت لینی شروع کیں۔

حضرت مصعب بن عبداللہ نے فرمایا ہے کہ امام دارالہجرہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو ان کا رنگ بدل جاتا۔ وہ جھک جاتے۔ جب ان کے ہم نشین ان کی یہ حالت دیکھتے تو وہ ان کے لیے مشکل ہو جاتے کیونکہ ان کی ہیبت، قدر شان اور رب تعالیٰ کے ہاں مقام بہت عظیم تھا۔ ایک دن ان سے عرض کی گئی: جب آپ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا ہے تو آپ کا رنگ متغیر کیوں ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کچھ دیکھ لیتے جو میں دیکھتا ہوں تو تم میری اس حالت کو عجیب نہ سمجھتے جسے تم دیکھتے ہو۔ میں حضرت محمد بن منکدر کو دیکھتا تھا وہ سید القراء تھے۔ جب بھی ہم ان سے حدیث پاک کے متعلق سوال کرتے تو وہ اتنا روتے کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا، کیونکہ انہیں فراق کے درد کی تپش آلیتی تھی۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ بہت زیادہ ظرافت فرماتے تھے۔ جب ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو آپ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے ان کی رنگت متغیر ہو جاتی میں نے دیکھا وہ

جب حدیث پاک بیان کرتے تو وہ پاک حالت میں ہی بیان کرتے۔ یہ ان کی حدیث پاک کی تعظیم تھی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾ (النجم: ٤،٣)

ترجمہ: اور وہ بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

میں گاہے بگاہے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ میں انہیں تین حالتوں میں ہی دیکھتا تھا یا تو وہ نماز پڑھ رہے ہوتے یا خاموش ہوتے یا قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوتے۔ وہ ان علماء اور بندوں میں سے تھے جو رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن قاسم بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سرور کائنات کا ذکر کرتے تو ان کی رنگت کی طرف دیکھا جاتا گویا کہ ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان ان کے منہ میں خشک ہو جاتی۔ میں حضرت عمار بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی خدمت میں آیا۔ جب ان کے ہاں آپ کا ذکر خیر ہوتا تو وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔ میں نے امام زہری کو دیکھا۔ وہ سارے لوگوں سے پرسکون اور باوقار تھے۔ جب ان کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کیا جاتا تو تم انہیں نہیں جانتے اور وہ تم سے ناآشنا ہیں۔ میں ان کے غلام حضرت صفوان بن سلیم کے پاس آتا وہ بہت زیادہ کوشش کرنے والے اور عبادت گزار تھے۔ وہ اتنا روتے کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے وہ ان پر ترس کھاتے اور انہیں اس غمناک حالت میں نہ دیکھ سکتے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب وہ آپ کی حدیث پاک سنتے تو رونے کی وجہ سے سینے سے آواز آنے لگتی۔ انہیں اتنا اضطراب اور قلق لیتا تو وہ اپنی جگہ پر نہ ٹھہر سکتے تھے۔ جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی تو ان سے عرض کی گئی: کاش! آپ ایک شخص مقرر فرما دیں جو وہ کچھ لوگوں کو لکھوا دے جو آپ املاء کراتے ہیں کیونکہ لوگوں کی تعداد کثیر ہے۔ انہوں نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات، ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے۔

حضرت عبدالرحمان بن مہدی کے پاس جب حدیث پاک پڑھی جاتی تو وہ خاموش ہو جانے کا حکم کرتے۔ وہ یہ آیت طیبہ پڑھتے، وہ فرماتے: حدیث پاک کی قرأت کے وقت بھی خاموش ہو جانا واجب ہے جیسے کہ آپ کا فرمان سنتے وقت خاموش ہو جانا ضروری ہے۔

❀❀❀

نواں باب

سابقہ محدثین کی تعظیم

دارمی نے حضرت عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ میں نے ان سے بھی یہ نہ سنا۔ قال رسول اللہ ﷺ ایک دن انہوں نے حدیث پاک بیان کی۔ان کی زبان پر آگیا۔ قال رسول اللہ ﷺ ان پر غم کا غلبہ ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ پسینے کے قطرات ان کے چہرے سے گرنے لگے، پھر فرمایا: اسی طرح ان شاء اللہ! یا اس کے اوپر یا قریب یا کم۔ دوسری روایت میں ہے: ان کے چہرۂ مبارک کا رنگ تبدیل ہو جاتا۔ آنکھیں آنسو سے بھر جاتیں۔ ان کی رگیں پھول جاتیں۔ حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن قریم سے روایت ہے۔ وہ معرفت میں بہت آگے تھے۔ امور کا تجربہ رکھتے تھے۔ یہ مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت مالک بن انس حضرت ابوحازم کے پاس سے گزرے وہ روایت بیان کر رہے تھے۔ وہ ان کے سامنے آئے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ایسی جگہ نہیں ملی جہاں میں بیٹھ جاؤں۔ میں نے ناپسند کیا ہے کہ میں کھڑے ہو کر آپ کی حدیث پاک سنوں۔

امام مالک نے فرمایا: ایک شخص حضرت ابن میسب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ایک حدیث پاک کے متعلق پوچھا۔ وہ لیٹے ہوئے تھے۔ وہ بیٹھ گئے اور حدیث پاک بیان کرنے لگے۔ اس شخص نے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ناپسند ہے کہ میں لیٹ کر آپ کی حدیث پاک بیان کروں۔ حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ کبھی کبھی مسکرا لیتے تھے۔ جب ان کے ہاں آپ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ عاجزی کا اظہار کرتے۔ حضرت ابومصعب نے بیان کیا ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر حدیث پاک بیان نہ کرتے تھے۔ یہ حدیث پاک کی تعظیم تھی۔ حضرت امام جعفر صادق بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب امام مالک حدیث پاک بیان فرماتے تو وضو کرتے۔ اپنے عمدہ کپڑے پہنتے تو صرف اس کے لیے حدیث پاک بیان کرتے جو اسے سننے کا خواہشمند ہوتا۔ اس کے متعلق ان سے عرض کی گئی تو فرمایا: یہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث پاک ہے میں وضو کے بغیر بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب لوگ حضرت امام مالک کی خدمت میں آتے تو ان کی خادمہ ان کے پاس آتی وہ ان سے کہتی: میرے آقا تم سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا تم حدیث پاک سننا چاہتے ہو یا مسائل پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کہتے: مسائل پوچھنا چاہتے ہیں وہ باہر نکل کر انہیں مسائل بتا دیتے۔ اگر وہ کہتے: ہم احادیث سننا چاہتے ہیں وہ غسل خانے میں جاتے۔ غسل کرتے۔ خوشبو لگاتے۔ عمدہ کپڑے پہنتے۔ سبز چادر اوڑھتے۔ عمامہ شریف باندھتے۔ اپنی چادر اپنے سر پر رکھتے۔ خصوصی چبوترے پر تشریف لاتے۔ اس پر جلوہ نما ہو جاتے۔ ان پر عاجزی اور خشوع طاری ہوتا۔ عود کی

دھونی لگا تار دی جاتی حتیٰ کہ وہ حدیث پاک سے فارغ ہو جاتے۔ وہ اس بلند جگہ میں صرف اسی وقت تشریف رکھتے جب احادیث بیان کرنی ہوتیں۔

ان کے بھانجے سے روایت ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی احادیث پاک کی تعظیم کروں میں چاہتا ہوں کہ میں طہارت پر بیٹھ کر پرسکون طریقے سے حدیث پاک بیان کروں۔ وہ رستے میں یا کھڑے ہو کر یا جلدی میں حدیث پاک بیان کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں جسے آپ کی حدیث پاک بیان کروں اسے سمجھاؤں۔ حضرت ابوسنان ضرار بن مرہ نے فرمایا: میں نے جن تابعین مثلاً عبداللہ بن شداد، ابوالاحوص بن سعید بن جبیر وغیرہم سے ملاقات کی۔ وہ وضو کے بغیر حدیث پاک بیان کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ وضو کے بغیر نہ حدیث پاک بیان کرتے تھے نہ ہی وضو کے بغیر قرأت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہ ہمیں احادیث پاک سنا رہے تھے۔ بچھو نے انہیں سولہ مرتبہ ڈنگ مارا۔ ان کی رنگت تبدیل ہو کر زرد ہو گئی۔ انہوں نے آپ کی احادیث طیبہ کو منقطع نہ کیا۔ جب وہ فارغ ہوئے لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کی: میں نے آپ سے تعجب خیز امر دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! مجھے بچھو نے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا مگر ہر بار میں نے صبر کیا یہ صبر صرف احادیث طیبہ کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔ ابن مہدی نے کہا: میں ایک روز حضرت امام مالک کے ساتھ عقیق کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے حدیث پاک کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا۔ انہوں نے فرمایا: میرے ہاں تمہارا مقام اس سے کہیں بالا تھا کہ تم چلتے ہوئے مجھ سے حدیث پاک کے متعلق پوچھو۔ جریر بن عبدالحمید نے ان سے کھڑے ہو کر حدیث پاک پوچھی تو انہوں نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ ان سے عرض کی گئی: وہ قاضی ہیں۔ فرمایا: وہ ادب کے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت ہشام بن ہشام نے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے کھڑے ہو کر حدیث پاک کے متعلق پوچھا انہوں نے انہیں بیس کوڑے مارے، پھر کمال شفقت فرماتے ہوئے انہیں بیس احادیث بیان کر دیں۔ حضرت ہشام نے فرمایا: میری تمنا تھی کہ وہ مجھے زیادہ کوڑے مارتے اور زیادہ احادیث بیان کرتے۔ حضرت عبداللہ بن صالح جہنی نے بیان کیا ہے: امام مالک اور امام لیث صرف پاک حالت پر ہی احادیث لکھتے تھے۔ حضرت قتادہ حدیث پاک پڑھتے اور بیان کرتے تو وضو کر لیتے تھے۔ حضرت الاعمش اگر حدیث پاک بیان کرتے وقت وضو نہ ہوتا تو تیمم کر لیتے تھے۔

❁❁❁

دسواں باب

آپ ﷺ کی آل پاک، ذریت مطہرہ، ازواج مطہرات اور موالی کی عزت وتوقیر

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھروالو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردے۔

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ (الشوریٰ:۲۳)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمائیے میں نہیں مانگتا اس پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔

وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ؕ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

حضرت امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے حضرت زید سے عرض کی: آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس رضی اللہ عنہم۔ امام ترمذی نے حضرت زید بن ارقم اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں، یعنی اگر تم کتاب الٰہی کے احکام پر عمل کرو۔ اس کی منہیات سے رک جاؤ۔ میرے اہل بیت کی ہدایت پر عمل کرو۔ ان کی سیرتوں کی اقتداء کرو، تو تم گمراہ نہ ہوں گے۔ ذرا دیکھنا ان دونوں امور میں تم میری جانشینی کیسے کرتے ہو؟ امام ترمذی نے حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے آپ ﷺ کی آغوش محبت میں تربیت پائی تھی۔ یہ آپ کے رضاعی بھتیجے بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت طیبہ اتری:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی کے گھروالو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردے۔

اس وقت آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ نے حضرات سیدہ فاطمۃ، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ ان پر مبارک چادر ڈالی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر بھی مبارک چادر ڈال دی، پھر دعا مانگی: مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے پلیدی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف فرمادے۔

امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے حضرات علی المرتضیٰ،

فاطمۃ الزہراء، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور عرض کی: مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ شیخان نے حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم اطہر کا ٹکڑا ہیں جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کر دیا۔ آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا (ولی، دوست، مددگار) ہوں علی اس کا مولا ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: اس سے مراد اسلام کی ولاء ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ دعا کی: مولا! جو ان سے محبت کرے تو اس سے محبت فرما۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: علی! صرف مؤمن ہی تم سے محبت کرتا ہے۔ صرف منافق ہی تم سے بغض رکھتا ہے

ابن ماجہ اور ترمذی نے صحیح روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تم سے محبت کرنے لگے۔ جس نے میرے چچا (عباس) کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، کسی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہی ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابواسید ساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چچا جان! وقتِ صبح اپنی ساری اولاد لے کر میرے پاس آجانا۔ انہوں نے انہیں جمع کیا۔ آپ نے انہیں اپنی مبارک چادر سے چھپا لیا اور یہ دعا مانگی: مولا! یہ میرے چچا ہیں جو مجھے میرے والد گرامی کی طرح ہیں۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اسی طرح چھپا لے جس طرح میں نے انہیں اپنا چادر میں چھپایا ہے۔ آپ کی اس دعا پر دروازے کی دہلیز اور دیواروں نے آمین آمین کہا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے اہل بیت کے متعلق آپ کا لحاظ رکھا کرو۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے زیادہ پیارے ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت یعلی بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام حسین مجھ سے اور میں امام حسین سے ہوں۔ رب تعالیٰ اس سے پیار کرتا ہے جو امام حسین سے پیار کرتا ہے۔ دوسری روایت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ آپ نے ان دونوں شہزادوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی ان دونوں شہزادوں سے محبت کی۔ ان کے والد گرامی اور والدہ محترمہ سے محبت کی۔ وہ روز حشر جنت میں میرے درجہ پر ہو گا۔ امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق مجھے اذیت نہ دیا کرو۔

امام بخاری نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے: میرے والد تم پر فدا! تم حضور

اکرم ﷺ کے مشابہ ہو۔علی کے مشابہ نہیں ہو۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں کسی کام کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آیا۔انہوں نے کہا: جب تمہیں ضروری کام ہو تو مجھے لکھ دیا کریں یا پیغام دے دیا کریں۔مجھے حیاء آتی ہے کہ تمہیں اپنے دروازے پر دیکھوں۔

حاکم، بیہقی نے المدخل میں اور امام الطبرانی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ ماجدہ کا جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا پھر ان کی خچر کو ان کے قریب کیا گیا تا کہ وہ ان پر سوار ہوں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی رکاب تھامنے کے لیے آئے۔حضرت زید نے کہا: حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد چھوڑ دیں۔انہوں نے فرمایا: ہم اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔حضرت ابن عمر نے حضرت محمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا: کاش! یہ میرے غلام ہوتے۔ان سے عرض کی گئی: یہ محمد بن اسامہ ہیں۔حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا۔حضور اکرم ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے ہاتھ سے زمین کریدنے لگے۔فرمایا: اگر حضور اکرم ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو ان سے اسی طرح محبت کرتے جیسے حضرت اسامہ سے محبت کرتے تھے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسامہ کی نور نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئیں۔ان کے ہمراہ ان کا غلام تھا۔اس نے ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔حضرت عمر اٹھ کر ان کی طرف گئے۔ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں کے سامنے رکھے۔ان کے ہاتھ کپڑے میں تھے انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا۔خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور ان کی ساری ضروریات پوری کر دیں۔

امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے لیے تین ہزار اور حضرت اسامہ کے لیے ساڑھے تین ہزار دراہم مقرر کیے تو حضرت ابن عمر نے عرض کی: آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ بخدا! وہ کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔انہوں نے فرمایا: کیوں حضرت زید حضور اکرم ﷺ کو تمہارے والد سے اور حضرت اسامہ آپ کو تم سے زیادہ پیارے تھے۔میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیاروں کو اپنے پیاروں پر ترجیح دی ہے۔

جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو جعفر بن سلیمان نے مارا۔ان کی رائے تھی: تمہاری بیعت پر قسمیں اٹھانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ مجبور شخص کی قسم لازم نہیں ہوتی۔یہ سن کر جعفر ناراض ہو گیا۔اس نے امام مالک کو بلایا۔ان کے کپڑے اتروا لیے اور انہیں مارا۔انہوں نے اس سے اذیتیں برداشت کیں جو کیں۔جب انہیں گھر اٹھا کر لایا گیا تو وہ بے ہوش تھے۔لوگ حاضر خدمت ہوئے تو انہیں افاقہ ہوا۔انہوں نے فرمایا: میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔بعد میں اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ تھا کہ میں مر جاؤں گا اور آپ سے ملاقات کروں گا تو مجھے حیاء آئے گی کہ آپ کی آل میں سے ایک فرد میری وجہ سے آگ میں جائے گا۔یونہی کوڑا میرے جسم سے جدا ہوتا میں اسے حضور پاک ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے معاف کر دیتا۔ابوبکر بن عیاش المقری نے فرمایا:

اگر میرے پاس حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم آجائیں تو میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کام کروں گا کیونکہ ان کی رشتہ داری آپ کے ساتھ بہت قریبی ہے۔ مجھے آسمان سے گر پڑنا اس سے آسان ہے کہ ان دونوں کو ان سے مقدم کروں اگر ان کا قریبی رشتہ آپ سے نہ ہوتا تو میں ان دونوں کو مقدم کرتا کیونکہ وہ ان سے افضل ہیں۔

ابو داؤد اور امام ترمذی نے حسن روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی گئی کہ فلاں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا ہے۔ انہوں نے سجدہ کیا۔ ان سے عرض کی گئی: کیا آپ اس وقت سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جب تم نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ حضرت ام المؤمنین کے وصال سے بڑھ کر کون نشانی ہو سکتی ہے؟ ان کے چلے جانے سے ان کی برکت ختم ہو گئی ہے جیسے ارشاد ربانی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ (الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی ازواج تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

وہ رب تعالیٰ سے ڈرتی رہتی تھیں۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس حصول برکت کے لیے جاتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے پاس آتے تھے۔ ابن سعد نے حضرت عمر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا (یا ان کی لخت جگر حضرت شیماء) بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے اپنی چادر مبارک پھیلا دیتے۔ ان کی ضرورت کو پورا کر دیتے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا اور وہ وفد کی صورت میں حضرات ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تو انہوں نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

❁❁❁

گیارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و توقیر، ان کے حقوق کا عرفان ان کی تعریف اور ان کے لیے استغفار

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: جان عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں۔ آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدے کرتے ہوئے۔ طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے ان کے ایمان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں مذکور ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل میں بھی مرقوم ہیں۔ ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا پھر تقویت دی اس کو پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تا کہ آتش غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔

وَالسّٰبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۰۰﴾ (التوبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اسے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں۔ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے۔

رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ (الاحزاب:۲۳)

ترجمہ: اہل ایمان میں ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا ان جواں مردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض انتظار کر رہے ہیں ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد میرے صحابہ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنا لینا

جس نے ان سے پیار کیا اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے پیار کیا۔ جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا انہوں نے میرے بغض کی وجہ سے ان کے ساتھ بغض رکھا۔ جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے رب تعالیٰ کو اذیت دی۔ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ اس کی گرفت کرے۔

شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے ان کے ساتھ بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ الطبرانی اور حارث بن ابی اسامہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جائے تو رک جایا کرو۔ الطبرانی اور ابن ماجہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ بزار اور ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے صحابہ اسی طرح ہیں جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کھانے کا مزہ نمک ہی سے ہوتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کرام کو برا بھلا نہ کہا کرو۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک کوہ احد کے برابر سونا بھی صدقہ کردے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف مد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ دیلمی نے حضرت عویم بن ساعدہ سے ابو نعیم نے الحلیہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہا اس پر رب تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے توبہ، فدیہ یا فریضہ قبول نہ کرے گا۔ دیلمی اور بزار نے ان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے میرے صحابہ کرام کو سوائے انبیاء کرام اور مرسلین عظام کے سارے عالم سے پسند کیا ہے۔ میرے لیے میرے صحابہ میں سے چار کو پسند کیا وہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں میرے صحابہ کرام میں سے بہترین بنایا میرے سارے صحابہ کرام میں بھلائی ہے۔

الطبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرت عمر کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ جس نے حضرت عمر کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔

الطبرانی، ابن مندہ نے حضرت خالد بن عمرو سے، انہوں نے سہل بن یوسف سے، یہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے انہوں نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے (ابن مندہ نے کہا ہے یہ روایت غریب ہے میں اسے صرف اسی سند سے ہی جانتا ہوں) کہ جب آپ حجۃ الوداع کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! میں ابوبکر صدیق سے راضی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ کبھی بھی برائی نہیں کی۔ ان کے لیے یہ بات ملحوظ رکھو۔ اے لوگو! میں عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان اور مہاجرین اور انصار سے راضی ہوں۔ ان کا یہ

حق پہچانو۔ اے لوگو! رب تعالیٰ نے اہل بدر اور اہل حدیبیہ کو معاف کر دیا ہے۔ اے لوگو! میرے صحابہ کرام، میرے سسرالی رشتہ داروں اور میرے دامادوں کے بارے رب تعالیٰ سے ڈرو۔ ان میں سے کوئی روزِ حشر تم سے اپنے ظلم کا مطالبہ نہ کرے۔ یہ مطالبہ روزِ حشر پورا نہ کیا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا، مگر آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا نہ کی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے اس سے قبل آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی کی نمازِ جنازہ ترک کی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: ان کے بُرے سے درگزر کرو ان کے محسن سے قبول کرلو۔ امام بخاری کی روایت میں ہے: میں اپنے بعد خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اور انصار کے محسن سے قبول کرلے اور ان کے برے سے تجاوز کرے۔

ابونعیم اور دیلمی نے عیاض انصاری سے، ابن منیع نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام اور میرے سسرالی رشتہ داروں کے متعلق میری حفاظت (لحاظ) کرو۔ جس نے ان کے متعلق میری حفاظت کی رب تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت کرے گا۔ جس نے ان کے بارے میں میرا لحاظ نہ کیا تو رب تعالیٰ اس سے اعراض فرمائے گا۔ اسے گمراہی میں متردد چھوڑے گا۔ جس سے رب تعالیٰ روگرداں ہوا عنقریب وہ اس کی گرفت کرے گا۔

حضرت سعید بن منصور نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ان کے متعلق میری حفاظت کی میں روزِ حشر اس کی حفاظت کروں گا۔ جس نے میرے صحابہ کرام کے متعلق میری حفاظت کی وہ حوض کوثر پر میرے پاس آئے گا۔ جس نے میری حفاظت نہ کی وہ میرے پاس حوض پر نہ آسکے گا۔ وہ روزِ حشر دور سے ہی مجھے دیکھ سکے گا۔

ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا: کہاں عمر بن عبدالعزیز اور کہاں حضرت امیر معاویہ! یہ سن کر وہ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام پر کسی کو قیاس مت کیا کرو۔ شیخین نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو میرے عصر مبارک میں ہوئے، پھر ان کے ساتھ متصل ہوں گے پھر جو ان کے ساتھ متصل ہوں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے صحابی، سسرالی رشتہ دار، کاتب اور وحی الٰہی پر آپ کے امین ہیں۔

امام مالک وغیرہ نے فرمایا ہے: جس نے صحابہ کرام سے بغض رکھا انہیں برا بھلا کہا تو مسلمانوں میں اب اس کا کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ اس کا ایمان چھین لیا جاتا ہے جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: اور اس کے مال میں ان کا حق بھی ہے جو ان کے بعد آئے جو کہتے ہیں: اے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لیے اے ہمارے رب! بے شک تو رؤف و رحیم ہے۔

انہوں نے فرمایا: جس نے صحابہ کرام کے ساتھ بغض (غیظ) رکھا وہ کافر ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: تاکہ غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: جس میں دو خصلتیں ہوئیں وہ نجات پا گیا (۱) سچ۔ (۲) صحابہ کرام سے محبت۔

حضرت ایوب سختیانی نے فرمایا: جس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا۔ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے رستہ واضح کر لیا۔ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے رب تعالیٰ کے نور سے روشنی پالی جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط گرہ کو تھام لیا۔ جس نے صحابہ کرام کی عمدہ تعریف کی وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کی وہ بدعتی ہے۔ وہ سنت اور سلف صالح کے مخالف ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف بلند نہ ہو گا حتیٰ کہ وہ ان سب سے محبت کرنے لگے اور اس کا دل قلب سلیم بن جائے۔

❁❁❁

بارھواں باب

سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور اجلال ہے

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ عابس بن مالک الشامی (یہ بنو سامہ بن لوی سے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے ان کی طرف توجہ کی۔ جب وہ آئے تو اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور انہیں مرغاب میں جاگیر عطا کی۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت نجدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصے پر بال تھے جب وہ بیٹھتے تھے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان سے عرض کی جاتی: کیا تم انہیں کٹواؤ گے نہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں انہیں ہرگز نہ کٹواؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دست اقدس سے چھوا ہے۔

ابو یعلی نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آپ کے کچھ بال مبارک تھے۔ کسی جنگ میں ان کی ٹوپی گر پڑی۔ انہوں نے شدت سے اسے تلاش کیا۔ صحابہ کرام نے اسے عجیب سمجھا کیونکہ بہت سے صحابہ شہید ہو رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اس ٹوپی کی وجہ سے اس طرح نہیں کیا بلکہ ان مبارک بالوں کی وجہ سے کیا ہے جو اس میں موجود تھے۔ یہ بال مبارک حضور اکرم ﷺ کے تھے، تاکہ میں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ وہ مشرکین کے ہاتھوں میں نہ چلی جائے۔ ابن سعد نے عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عمر کو دیکھا گیا۔ انہوں نے اس جگہ اپنے ہاتھ لگائے جہاں منبر پر آپ ﷺ تشریف رکھتے تھے، پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ اسی لیے حضرت امام مالک مدینہ طیبہ میں اپنی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: مجھے رب تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنی سواری سے روندھوں جہاں آپ نے اپنی سواری کے جانور سے روندھا تھا۔ حضرت امام شافعی کو بہت سے گھوڑے پیش کیے گئے تھے ان سے عرض کی گئی: ان سے ایک گھوڑا اپنے پاس رکھ لیں۔ انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا تھا۔

امام جلیل ابو عبدالرحمان سلمی سے روایت ہے کہ احمد بن فضلویہ زاہد نے فرمایا: یہ مجاہد اور تیر انداز تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے سنا ہے کہ آپ اپنے دستِ اقدس میں کمان پکڑتے تھے اس وقت سے میں نے کمان کو پاک حالت وضو میں ہی مس کیا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی مبارک ردی ہے اسے تیس کوڑے مارے جائیں انہوں نے اسے قید کر لینے کا حکم دیا۔ خاکِ مدینہ طیبہ بڑی شان وعظمت کی حامل ہے۔ امام نے فرمایا: وہ شخص گردن زدنی کا کتنا مستحق ہے جو یہ کہے جس خاکِ پاک میں سید عالم ﷺ آرام فرما ہیں وہ پاکیزہ نہیں ہے۔

صحیحین میں حضرت علی المرتضیٰ اور انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مدینہ طیبہ میں عجیب واقعہ کا اظہار کیا یعنی ناپسندیدہ کام کیا یا کسی ناپسندیدہ کام کرنے والے کو پناہ دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ رب تعالیٰ اس سے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض۔ امام مالک، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرورِ سروراں ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے منبر پاک کے پاس جھوٹی قسم اٹھائی اسے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لینا چاہیے۔ روایت ہے کہ جب زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اس کے گھروں کے قریب گئے تو وہ سواری سے اتر پڑے اور روتے ہوئے پیدل چلنے لگے اور ان کی زبان پر یہ اشعار تھے:

و لمّا رائینا رسم من لم یدع لنا — فؤادًا لعرفان الرسوم و لالبّا

نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃ — لمن بأن عنہ ان فلم بہ رکبا

ترجمہ: جب ہم نے اس ہستی پاک کے مقدس نشانات دیکھے جس نے ہمارے دل کو عرفان اور صرف عقل

کے لیے نہ چھوڑا تو ہم اپنے جانوروں سے نیچے اتر آئے، جو سوار ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا وہ آپ سے دور ہو گیا۔

رفع الحجاب لنا فلاح لناظر قمر تقطّع دونه الاوهام
اذا المطی بنا بلغن محمدا فظهورهن علی الرجال حرام
قربننا من خیر من وطی الثری و لها علینا حرمة و ذمام

ترجمہ: جب پردہ اٹھا تو دیکھنے والے کو ایسا چاند نظر آیا عقلیں جس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ جب سواریاں ہمیں لے کر حضور اکرم ﷺ کے دربار تک پہنچ گئیں تو اب مردوں کے لیے ان پر بیٹھنا حرام ہے۔ ان سواریوں نے ہمیں اس ذات بابرکات کے قریب کر دیا جو ساری مخلوق سے بہترین ہے۔ اب ان سواریوں کو ہماری طرف سے امن وامان حاصل ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے پیدل حج کیا جب اس کے متعلق اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے گھر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر میں سر کے بل چل سکتا تو میں قدموں پر چلتا ہوا کبھی نہ آتا۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"وہ مقامات مقدسہ تعظیم کے مستحق ہیں جو وحی اور نزولِ قرآن سے آباد ہوئے۔ جہاں حضرات جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اترتے تھے۔ جہاں سے ملائکہ اور روح اوپر چڑھتے تھے جس کے میدان تقدیس وتسبیح کے نغمات سے گونج اٹھے۔ جس کی خاکِ پاک پر سید البشر ﷺ کے قدم مبارک لگے۔ اسی مبارک مقام سے رب تعالیٰ کی کتابِ زندہ، اس کا دین حق اور اس کے نبیٔ پاک ﷺ کی سنت پاک پھیلی جن مدارس سے آیاتِ الٰہیہ پھیلیں وہ مساجد، نمازیں فضائل وخیرات کے مقدس مقامات، نشانیوں اور معجزات کے ظہور کے مقامات ہیں جہاں دین کے احکام اترے اور مسلمانوں کے مشاعر پھیلے جہاں سید المرسلین ﷺ کے قدم مبارک لگے۔ جہاں خاتم النبیین ﷺ ٹھہرے۔ جہاں سے نبوت کا سرچشمہ پھوٹا اور اس کے دھارے نکلے۔ رسالت کے اترنے کے مقدس مقامات وہ ہی ہیں اسی مقام کو یہ شرف ملا کہ اس کی خاک پاک کو آپ کے جلد پاک کو مس کرنے کا شرف ملا۔ یہ سارے مقامات اس امر کے مستحق ہیں کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور وہاں سے اٹھنے والی خوشبوئیں سونگھی جائیں اس کے ٹیلوں اور دیواروں کو چوم لیا جائے کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا:

یا دار خیر المرسلین و من به هدی الانام و خص بالآیات

ترجمہ: اے حضور اکرم ﷺ کے کاشانۂ اقدس! اور وہ امور جن کے ساتھ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ

معجزات کے ساتھ مختص ہوئے۔

عندی لا جلكِ لوعة و صبابة ۔۔۔ و تشوق متوقد الجمرات

ترجمہ: میرے پاس تمہارے لیے سوزش، عشق اور ایسا شوق ہے جس سے چنگاریاں تاباں ہوتی ہیں۔

و علیّ عهد ان ملأتُ محاجری ۔۔۔ من تلكم الجدران و العرصات

ترجمہ: میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی آنکھوں کو تمہاری ان دیواروں اور میدانوں سے بھر دوں گا۔

لاعفرن مصون شیی بینها ۔۔۔ من كثرة التقبيل و الرشفات

ترجمہ: میں کثرت سے ان مقامات کو بوسے دوں گا اور اتنی کثرت سے ان سے لپٹ کر رووٗں گا کہ میری ریش بھی گرد آلود ہو جائے گی۔

لولا العوادی و الاعادی زرتُها ۔۔۔ ابدا و لو سحبًا علی الوجناتِ

ترجمہ: اگر رکاوٹیں اور میرے دشمن حائل نہ ہوتے تو میں ہمیشہ ان کی زیارت کرتا رہتا اگرچہ میرے رخسار بھی گرد آلود ہو جاتے۔

لکن ساهدی من حفیل تحیّتی ۔۔۔ لقطین تلك الدار و الحجرات

ترجمہ: لیکن میں عنقریب ان گھروں اور حجرات میں رہنے والوں پر درود و سلام کے کثیر تحائف بھیجوں گا۔

ازکی من المسك المفتق نفحةً ۔۔۔ تغشاه بالآصال و البکرات

ترجمہ: جو خوشبو کے اعتبار سے مشک اذخر سے زیادہ پاکیزہ ہوں گے جنہیں صبح و شام نے اپنی لپیٹ میں رکھا ہوگا۔

و تخصه بزواکی الصلوات ۔۔۔ و نوامی التسلیم و البرکاتِ

ترجمہ: ان کے ساتھ پاکیزہ درود، افزوں سلام اور برکات مختص ہیں۔

❁❁❁

نبی، رسول، فرشتوں پر اوران کی عصمت پر گفتگو

پہلا باب

نبی اور رسول کے متعلق گفتگو

[اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔اس میں کچھ بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ساقی]

❁❁❁

دوسرا باب

وہ امر جس سے نبی کا نبی ہونا معلوم ہو

وہ امر جس کے ساتھ اس ذات پاک کی عصمت کے ساتھ تاکید ہوتی ہے اس حکمت کے ساتھ اس کی تائید ہوتی ہے جو فرشتہ انبیاء کرام میں سے کسی نبی کے پاس لے کر آتا ہے۔اس حیثیت سے کہ اسے شک نہیں رہتا کہ وہ رب تعالیٰ کے رسل عظام میں سے ہے رب تعالیٰ اس پر وحی نازل کی ہے کیونکہ اسے علم ضروری ہوتا ہے کہ شیطان فرشتے کی شکل میں نہیں آ سکتا یہ علم ضروری بھی رب تعالیٰ اس میں پیدا کر دیتا ہے یا اس کے ہاں ایسی دلیل قاطع کا ظہور ہوتا ہے تا کہ آپ کے رب تعالیٰ کا کلمہ صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو جائے اور آپ کے رب تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔

❁❁❁

تیسرا باب

نبوت سے قبل اور بعد میں دیگر انبیائے کرام کی طرح آپ کی عصمت

علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: صحیح مؤقف یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے قبل رب تعالیٰ سے ناواقف

ہونے، اس کی صفات سے نا آشنا ہونے اور کسی چیز کے متعلق شک کرنے سے معصوم ہوتے ہیں۔ بہت سے روایات اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ولادت سے لے کر ہی وہ ان عیوب سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی نشو ونما توحید اور ایمان پر ہوتی ہے، بلکہ معارف کے انوار کی تابانی اور سعادت کے الطاف کی خوشبوؤں میں ہوتی ہے، جیسے کہ ہم نے دوسرے باب کی قسم اول میں لکھا ہے۔

اہل اخبار میں سے کسی ایک نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ کسی ایک شخص کو بھی نبوت سے سرفراز کیا گیا یا برگزیدہ کیا گیا جو اس سے قبل کفر وشرک سے آلودہ تھا۔ بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ان کے قلوب ہی ایسے امور سے نفرت کرتے تھے قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قریش نے آپ پر ہر وہ الزامات لگائے جو انہوں نے خود تراشے تھے۔ کفار نے اپنے اپنے انبیاء کرام پر ہر وہ عیب لگایا جو ان کے لیے ممکن تھا۔ ان پر وہ الزامات لگائے جنہیں رب تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یا راویوں نے ہم تک نقل کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ان پر یہ الزام نہ لگایا کہ انہوں نے اپنے معبودان باطلہ کو چھوڑا یا کہ انہوں نے ان پر یہ الزام لگایا ہو کہ انہوں نے ان معبودان باطلہ کی عبادت کو چھوڑ دیا جن کی ان کے ساتھ وہ عبادت کرتے تھے۔ اگر ان میں یہ عیب پایا جاتا تو وہ اس کی طرف جلدی کرتے کہ وہ اپنے معبود کو بدل رہے ہیں وہ اسی سے استدلال کرتے۔ وہ انہیں جھڑکتے کہ وہ انہیں ان معبودان کی عبادت سے روک رہے ہیں جن کی وہ قطعی حجت سے قبل خود عبادت کرتے تھے۔ اب وہ انہیں ان معبودان کو چھوڑنے کا حکم دے رہے ہیں جن کی وہ اور ان کے آباء پوجا کرتے تھے لیکن مشرکین نے ان پر یہ الزام نہ لگایا۔ اس کی طرف انہیں راہ نہ ملی۔ اگر انہیں راہ ملی تو منقول ہوتا اور وہ اس سے سکوت اختیار نہ کرتے جیسے وہ تحویل قبلہ کے وقت خاموش نہ رہے تھے۔ انہوں نے کہا:

مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ (البقرۃ:۱۴۲)

ترجمہ: کس چیز نے پھیر دیا ان کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔

قاضی قشیری نے انبیاء کرام کی تنزیہ پر اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ (احزاب:۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان کی جو تمہارے پاس

ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی۔

رب تعالیٰ نے آپ کو میثاق میں پاکیزہ بنا دیا تھا۔ یہ امر بعید ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے قبل آپ سے میثاق لیا ہو، پھر انبیائے کرام سے عہد لیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ یہ عہد آپ کی ولادت سے زمانوں پہلا ہوا تھا۔ کیا آپ کی طرف شرک یا اور کوئی گناہ منسوب کرنا درست اور جائز ہوسکتا ہے؟ اس کے جواز کا فتویٰ صرف ملحد ہی دے سکتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حالانکہ آپ ابھی معصوم بچپن میں تھے حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس آئے انہوں نے آپ کے قلب انور کو شق کیا اس سے خون کا لوتھڑا نکالا۔ انہوں نے کہا: یہ آپ میں سے شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے دھویا۔ اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا۔ جیسے ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اس وقت بھی نبی ہوں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے، پھر ان نقائص کو آپ کے لیے روا رکھا جائے جن سے رب تعالیٰ نے انبیائے کرام کو پاکیزہ فرمایا ہے۔ یہ مؤقف کوئی جاہل یا سرکش ہی اختیار کرسکتا ہے۔

فصل

قاضی نے لکھا ہے: نبوت سے قبل انبیائے کرام کی عصمت میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے اسے جائز کہا ہے جبکہ دوسری قوم نے اسے جائز نہیں کہا، لیکن صحیح مؤقف (ان شاء اللہ) یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے منزہ ہوتے ہیں وہ ہر اس امر سے محفوظ ہوتے ہیں جو کسی شک کو لازم کردے۔ اس مسئلہ کا تصور ہی ممتنع کی طرح ہے۔ معاصی اور نواہی شرع کے تقرر کے بعد ہوتے ہیں، پھر انہوں نے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ کسی شریعت کے تابع تھے یا نہیں۔ یہ تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں پھر فرمایا: یہ اختلاف کا حکم ان امور میں ہے جو قصد سے رونما ہوں۔ اسی کو ہی معصیت کہا جاتا ہے۔ یہی تکلیف کے تحت آتا ہے، پھر انہوں نے یہ بحث کی ہے کہ انبیائے کرام سہو اور نسیان سے محفوظ ہوتے ہیں۔

تنبیہات

۱- ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ عصمہ یعصم کا معنی ہے اس نے اسے بچایا۔ اس جگہ عصمت سے مراد انبیاء کرام کا گناہوں سے پاک ہونا ہے۔

۲- علامہ قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور سورج کے متعلق یہ کہنا: ھذا ربی۔ تمہیں کسی شک میں مبتلا نہ کردے۔ ایک قول کے مطابق انہوں نے یہ ایام طفولیت، غور و فکر اور استدلال کی ابتداء میں فرمایا تھا اس وقت وہ مکلف نہ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حزم نے کہا ہے: یہ قول خرافہ اور موضوعہ ہے جس کا جھوٹ عیاں ہے یہ محال اور ممتنع ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے سچے قول کے ساتھ اسے جھٹلایا ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ (الانبیاء: ۵۱)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے مرحمت فرمائی تھی ابراہیم کو ان کی دانائی اس سے پہلے اور ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔
ان کی عقل میں یہ کیسے آسکتا تھا یہ ستارہ، چاند اور سورج ان کے رب ہیں۔ یہ گمان صرف کمزور رائے والا ہی کرسکتا ہے۔
علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم پھر کیا ہے۔

لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ۝ (الانعام:۷۷)

ترجمہ: اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہو جاتا میں بھی اس گمراہ قوم سے۔
ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ میری نصرت نہ کرتا تو میں گمراہی اور عبادت میں تمہاری طرح ہو جاتا۔ یہ از راہِ خوف اور ڈر تھا، ورنہ آپ تو ازل سے گمراہی سے محفوظ تھے۔"

۴۔ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم کیا ہے؟

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ (ابراہیم:۱۳)

ترجمہ: اور کہا کفار نے اپنے رسولوں کو کہ ہم ضرور باہر نکال دیں گے تمہیں اپنے ملک سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہمارے دین میں۔
پھر اس نے رسل عظام کی طرف سے فرمایا:

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ (اعراف:۸۹)

ترجمہ: پھر تو ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں اس کے بعد کہ جب نجات دے دی ہمیں اللہ نے اس سے۔
لفظ "العود" تمہیں کسی مشکل میں نہ ڈال دے کہ وہ اس دین کی طرف لوٹ آئیں گے جس پر وہ پہلے تھے، کیونکہ از روئے محاورہ یہ لفظ اس محل پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس کی ابتداء نہ ہو۔ اس وقت العود میں صیرورت کے معنی پائے جاتے ہیں، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لوٹ آنا، جیسے جہنمیوں کے لیے کہا: "عادوا حمما" (وہ کوئلہ بن جائیں گے) جیسے شاعر نے کہا ہے:

تلك المكارم لا قعبان من لبن شيبا بماء فعادا بعد ابوالا

ترجمہ: یہ مکارم اخلاق ہیں یہ دودھ کے ان دو پیالوں کی مانند نہیں ہیں جن میں پانی ملایا گیا ہو وہ پھر پیشاب بن جائیں۔" حالانکہ وہ پہلے پیشاب نہ تھے۔

۵۔ وہ حدیث پاک جسے ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ مشاہد میں شرکت کی۔ آپ نے اپنے پیچھے دو فرشتوں کی آواز سنی۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "جاؤ اور ان کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔" دوسرے نے کہا: "میں ان کے پیچھے کیسے کھڑا ہوں۔ انہوں نے بتوں کو استلام کرنے کا ارادہ کیا

ہے؟ اس کے بعد آپ نے ان میں کبھی بھی شرکت نہ کی۔" اس روایت کو امام احمد نے انتہائی منکر کہا ہے۔ یہ موضوع ہے یا شبیہ بالموضوع ہے۔"

جہاں تک نبوت کے بعد عصمت انبیاء کا تعلق ہے تو علامہ قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "لوگوں پر جو تغیرات اور آفات آتی ہیں وہ یا تو اختیار اور ارادہ کے بغیر اس کے اجسام اور حواس پر طاری ہوتی ہیں، جیسے امراض اور بیماریاں یا قصد و اختیار سے آتی ہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ عمل اور فعل ہے، لیکن مشائخ عظام انہیں تین اقسام میں منقسم کرتے ہیں۔ (۱) عمل بالجوارح (۲) عقد بالقلب (۳) قول باللسان۔

۱۔ عمل بالجوارح۔ بشر پر جو بھی آفات اور تغیرات اختیار یا بغیر اختیار کے آتے ہیں۔ وہ ان تمام وجوہ میں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اگرچہ بشر (کامل) تھے۔ آپ کی جبلت میں وہ امور جائز ہیں جو بشر کی جبلت میں ہیں۔ قطعی دلائل اور علماء کا اجماع ہے کہ آپ ان تمام سے خارج ہیں۔ بہت سی ان آفات سے منزہ ہیں جو اختیار سے یا بلا اختیار آتی ہیں۔ یہ تفصیلات تین فصلوں میں بیان کی جاسکتی ہیں۔

پہلی فصل

وقت نبوت سے آپ کے قلب انور کی پختگی۔ علامہ قاضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ "ہر وہ امر جس کا تعلق توحید الٰہی کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے ساتھ ہو۔ اس پر ایمان کے ساتھ ہو جو کچھ آپ پر وحی کیا گیا اس میں آپ معرفت کی انتہاء پر تھے۔ علم اور یقین پوری طرح تاباں تھا۔ اس طرح کسی بھی جہالت، شک، تردد کی مکمل نفی ہے۔ اس یقین کے ساتھ معرفت کے مخالف ہر چیز سے آپ محفوظ ہیں۔" اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے براہین واضحہ سے ثابت ہے کہ انبیائے کرام کے دلوں کا استحکام اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔

قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ (البقرہ)

ترجمہ: عرض کی ایمان تو ہے، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

بڑے علماء اور مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خاموش کرنے اور اس کے خلاف استدلال کرنے کے لیے فرمایا تھا۔ یا اس کا معنی وہ استفہام ہے جو انکار کی جگہ ہے۔ مراد ہے "فھذا ربی" زجاج نے لکھا ہے۔ ان کا قول:

هٰذَا رَبِّیۡ ۚ (الانعام:۷۶)

یہ میرا رب ہے؟

یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

اَیۡنَ شُرَكَآءِیَ۔ (النحل:۲۷)

ترجمہ: کہاں ہیں وہ میرے شریک۔

یعنی "تمہارے ہاں" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس میں کسی چیز کی عبادت نہ کی تھی۔ نہ ہی لمحہ بھر کے لیے کسی کو رب تعالیٰ کا شریک بنایا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (الصافات: ۸۵)

ترجمہ: جب کہا انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو۔

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (الشعراء: ۷۵ تا ۷۷)

ترجمہ: کیا تم نے دیکھ لیا ان کو جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ تم اور تمہارے آباء واجداد۔ پس وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔

جاء ربه بقلب سلیم۔ (الصافات: ۸۴)

ترجمہ: جب وہ حاضر ہوئے اپنے رب کے دربار میں قلب سلیم کے ساتھ۔

وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم: ۳۵)

ترجمہ: اور بچالے مجھے اور میرے بچوں کو کہ ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی۔

ابن حزم نے لکھا ہے "صحیح موقف یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خاموش کرانے کے لیے یوں فرمایا تھا۔ جیسے ان کے بتوں میں سے بڑے کے متعلق فرمایا تھا۔ کوئی فرق نہیں کہ وہ صابئیوں کے دین پر تھے۔ وہ ستاروں کو پوجتے تھے۔ وہ اپنے ہیاکل میں انہی کی صورتوں اور ناموں پر ان کی تصاویر بنالیتے تھے۔ ان کے لیے عیدیں مناتے تھے۔ ذبح قربان کرتے تھے۔ قربانیاں دیتے تھے وہ کہتے تھے۔ یہ آتے جاتے ہیں نفع دیتے ہیں نقصان دیتے ہیں۔ وہ ہر ستارے کے لیے ایک محدود شریعت قائم کرتے تھے۔ اسی پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے انہیں جھڑکا۔ ان کا تمسخر اڑایا۔ انہیں سورج کی تعظیم دکھائی کیونکہ اس کا حکم بڑا تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ (المطففین: ۳۴)

ترجمہ: پس آج مومنین کفار پر ہنس رہے ہیں۔

انہوں نے انہیں ان کے عقلوں کا ضعف دکھایا کہ وہ ان جمادات کے اجرام کی تعظیم کرتے ہیں ان کے لیے بیان کیا کہ ان کے مقامات منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کبھی شرک کیا ہو یا شک کیا ہو کہ فلک میں سے کچھ غیر مخلوق بھی ہے۔ اسی سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس پر عتاب نہ کیا۔ نہ ڈانٹا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا یا فرمایا وہ رب تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے۔" یہ "الطوفی" کا قول ہے۔

چوتھا باب

فوائد

(گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)
[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی تحریر نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

پانچواں باب

شیطان لعین سے آپ کی عصمت

امت مرحومہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ شیطان لعین سے محفوظ ہیں۔امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک قرین (ساتھی) جنات میں سے ہے اور ایک قرین فرشتوں میں سے ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے ساتھ بھی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر رب تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے اور اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے سامنے شیطان آیا۔" امام عبدالرزاق نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ بلی کی شکل میں تھا۔وہ میری طرف دوڑا۔اس نے میری نماز منقطع کرنے کی کوشش کی۔رب تعالیٰ نے مجھے اس پر تسلط عطا کیا۔میں نے اسے دور دھکیل دیا۔میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم وقت صبح اسے دیکھ لیتے، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد آ گیا:

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ ہَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ (ص:۳۵)

ترجمہ: میرے رب! مجھے معاف کر دے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔

"رب تعالیٰ نے اسے خائب و خاسر لوٹا دیا۔"

امام مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "دشمن خدا ابلیس آگ کا شعلہ لے کر میرے پاس آیا، تاکہ اسے میرے چہرے پر پھینک دے۔" آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔آپ نے رب تعالیٰ کا ذکر کیا۔رب تعالیٰ کی پناہ اس سے طلب کی۔اس پر لعنت کی۔فرمایا: "میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا۔اگر میں اسے پکڑ لیتا

تو وہ صبح کے وقت بندھا ہوا پایا جاتا۔ اہلِ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔"

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ مریض ہو گئے۔ آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی گئی تو عرض کی گئی: "ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی طرف سے ہے مگر رب تعالیٰ نے اسے مجھ پر مسلط نہیں کیا۔

تنبیہات

۱۔ رب تعالیٰ کا یہ فرمان آپ کی عصمت کو رد نہیں کرتا:

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ (اعراف:۲۰۰)

ترجمہ: اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے۔

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: "یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف راجع ہے:

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۱۹۹﴾ (اعراف:۱۹۹)

ترجمہ: قبول کیجئے معذرت اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے۔

یعنی آپ جاہلوں کے ساتھ ان کی جہالت کی طرح جھگڑا نہ کریں نہ ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کریں۔ ان کے ساتھ بردباری کا سلوک کریں۔ یہ آیت طیبہ سارے مکارم اخلاق کو جامع ہے۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا حتیٰ کہ رب تعالیٰ سے پوچھ لوں۔" پھر واپس آئے تو عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں جو قطع رحمی کرے۔ جو آپ کو محروم کرے اسے عطا کریں جو آپ پر ظلم کرے اسے معاف کر دیں۔" پھر فرمایا:

اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ (الاعراف:۲۰۰)

ترجمہ: اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ۔

النزغ فساد کو یا تھوڑے سے وسوسہ کو کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: "جب شیطان وسوسہ سازی کرے تو دشمن خدا پر غصہ کریں۔ جب وہ ترغیب دلانے کی کوشش کرے تو اس سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔ اس کا حکم آپ کو کافی ہو گیا، اور آپ کی عصمت کی تکمیل کا سبب بن گیا۔ تعرض سے زیادہ اسے آپ پر تسلط نہیں۔ اسے آپ پر قدرت نہیں دی گئی۔ اسے خائب و خاسر لوٹا دیا گیا۔ یہ اس کے عذاب میں اضافہ تھا۔

۲۔ آپ کا یہ فرمان بھی آپ کی عصمت کے منافی نہیں ہے جب کہ آپ وادی میں آرام فرما ہو گئے تھے، تو فرمایا: "اس وادی میں شیطان ہے۔" جیسے امام مالک اور بیہقی نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے "شیطان حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ انہیں اسی طرح پرسکون کرتا رہا جیسے بچے کو پرسکون کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ سو گئے۔" شیطان اس وادی میں مسلط ہو گیا جہاں آپ نے رات بسر کی تھی۔ یہ حضرت بلال پر تھا جن کے سپرد نماز صبح کی گئی تھی۔ اس ضمن میں اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ واضح ہے اور اس کی اشکال ختم ہو گئی ہے۔ دشمن خدا آپ کو اذیت دینے پر قادر نہ ہوسکا۔ اگرچہ آپ کے علاوہ پر اسے تسلط حاصل تھا۔ رب تعالیٰ اس کے امر کو کافی ہو گیا اور آپ کو محفوظ کر دیا۔"

❁❁❁

چھٹا باب

وقتِ نبوت آپ کا قلب انور دیگر انبیاء کی طرح محکم تھا

آپ پندرہ سال مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ آواز سنتے رہے۔ سات سال تک نور دیکھتے رہے مگر کچھ نظر نہ آتا تھا۔ آٹھ سال تک آپ پر وحی آتی رہی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ حالانکہ آپ نے تریسٹھ سال عمر مبارک پائی۔ امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "جب میں خلوت میں تنہا ہوتا ہوں تو میں صدا سنتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ امر (عجیب) نہ ہو۔"

تنبیہات

۱- علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ براہین واضحہ سے عیاں نہیں انبیاء کے قلوب کا استحکام اس کے علاوہ بھی کچھ ہو۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ (البقرۃ: ۲۶۰)

ترجمہ: عرض کی ایمان تو ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے حقدار ہیں۔" یہ ان دونوں ہستیوں کی طرف سے شک کا اعتراف نہیں ہے، بلکہ یہ شک کی نفی ہے کہ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے شک کیا ہو اور کمزور طبیعتوں کو دور کرنا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اس طرح کا شک کریں یعنی ہمیں بعث پر یقین ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ رب تعالیٰ مردوں کو زندہ کرسکتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔"

۲- اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا معنی ہے:

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ (یونس: ۹۴)

ترجمہ: اور اگر تجھے کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا۔

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ اس آیت طیبہ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے "اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! شک کرنے والے کو بتادیں۔" دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورت طیبہ میں خود ایسی چیز موجود ہے جو اس تاویل پر دلالت کر رہی ہے۔ وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ۔ (یونس: ۱۰۴)

ترجمہ: فرمائیے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں۔

ایک قول یہ ہے کہ خطاب اہلِ عرب وغیرہم کو ہے۔ مراد آپ کے علاوہ لوگ ہیں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ (الزمر: ۶۵)

ترجمہ: کہ اگر آپ نے بھی شک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس میں بھی خطاب آپ کو ہے لیکن مراد کوئی اور ہے۔ جیسے ارشادِ پاک ہے:

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ (ھود: ۱۰۹)

ترجمہ: تو نہ ہو جاؤ تم شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی عبادت عند اللہ گمراہی ہے۔ اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ (یونس: ۹۵)

ترجمہ: اور ہرگز نہ ہونا ان لوگوں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو۔

آپ کی دعوت کو کفار جھٹلاتے تھے۔ آپ اپنی دعوت کو جھٹلانے والے کیسے ہو سکتے تھے۔ آپ اپنے آپ کو کیسے جھٹلا سکتے تھے۔ اسی طرح ایک مثال اس آیت میں بھی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ (الفرقان: ۵۹)

ترجمہ: وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے۔

"خبیر" مسئول ہے۔ مستخبر سائل نہیں ہے۔

۳۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث پاک کا کیا مفہوم ہے جسے امام مسلم نے اغر المزنی سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میرے دل مبارک پر غین آجاتا ہے۔ میں ہر روز ایک سو بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔" امام بخاری کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے فرمایا: "میں ہر روز ستر سے زائد بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضرت علامہ قاضی فرماتے ہیں: "یہ تصور نہ کرو یہ غین کوئی وسوسہ تھا یا کوئی شک تھا۔ جو دل مبارک میں پیدا ہوتا ہو، کیونکہ وہ وسوسہ کو قبول کرنے سے پاک تھا کیونکہ اسے قبول کرنے والا وہ ساہ لوتھڑا تھا۔ جو بنو آدم میں شیطان کا

حصہ ہوتا ہے۔حضرت سیدنا جبرائیل امین نے اسے اس وقت نکال دیا تھا جب سینۂ اقدس چاک کیا تھا لیکن اصل غین سے مراد وہ چیز ہے جو دل کو ڈھانپ لے اور اسے چھپالے۔'' یہ ابوعبید کا قول ہے۔بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ غین وہ چیز ہے جو دل پر چھا جاتی ہے۔اسے پوری طرح ڈھانپتی نہیں جیسے ہلکا سا پردہ یا رقیق سا بادل جو سورج کی روشنی کو نہ روکے۔اس غین سے مراد غفلات قلب،فترات نفس اور مداومت ذکر سے سہو نفس مراد ہو۔مشاہدہ حق میں سہوِ نفس سے مراد ہو۔اسی طرح وہ مقاساۃ بشری،امت کے لیے تدبیر،اہل وعیال کی معاونت.دشمن کے ساتھ مقابلہ مصلحت نفس اور کلفت مراد ہو جو ادائے رسالت اور امانت اٹھانے کے بوجھ کے وقت ہو،مگر ان تمام امور میں آپ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے خالق کی عبادت میں رہتے تھے،لیکن کیونکہ نبی کریم ﷺ کا مقام عند اللہ تمام مخلوق سے ارفع ہوتا ہے۔درجات میں سب سے بلند ہوتے ہیں۔معرفت میں سب سے زیادہ مکمل ہوتے ہیں۔ان کی وہ کیفیت جو خلوص قلب اور غلوِ ہمت اور اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں ہوتی ہے۔جبکہ وہ مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ ہوں تو یہ مقام ان کے ہاں بلند ترین مقام ہو۔آپ حالت فترت اور اس کے ماسوا کے ساتھ مشغول ہونے کو اپنے منصب رفیع سے انحطاط اور مقامِ بلند سے نقصان سمجھتے ہوں۔اسی لیے آپ اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔''اس حدیث پاک سے یہ بھی نہ سمجھنا کہ آپ کے قلب انور پر ایک سو بار غین آجاتا تھا۔یہ استغفار کی تعداد ہے بعض اوقات غین سے مراد وہ سکینہ بھی ہوتی تھی جو آپ کے قلب انور پر چھا جاتی تھی۔جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر۔

اس وقت آپ کا استغفار عبودیت کے اظہار کے لیے ہوگا۔ابن عطاء نے لکھا ہے یہ استغفار امت کو مغفرت طلب کرنے پر ابھارنے کے لیے ہوگا ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ غین خشیت وعظمت کی وہ حالت ہو جو قلب انور پر طاری ہو جاتی ہو۔آپ اس سے مطمئن ہو جاتے ہوں۔رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور عبودیت کو لازم پکڑنے کے لیے استغفار کرتے ہو۔جیسے فرمایا:''کیا میں رب تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

ساتواں باب

اقوال بلاغیہ میں عصمت

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جہاں تک آپ کے اقوال کا تعلق ہے تو آپ کی صداقت پر معجزہ کی صحت پر واضح دلائل قائم ہیں۔ امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ آپ اپنے تبلیغ کے طریقہ میں معصوم تھے۔ آپ خلافِ واقعہ خبر دینے سے معصوم تھے۔ آپ نہ تو ارادہ سے یا بغیر ارادہ سے نہ ہی سہواً یا غلطاً اس طرح کر سکتے تھے۔ اس میں جان بوجھ کر خلاف واقع امر بیان کرنا تو بالکل ممتنع ہے، کیونکہ معجزہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کے قائم مقام ہوتا ہے کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے وہ سچ فرمایا ہے اور سارے مسلمانوں کا اس پر اتفاق بھی ہے لیکن لغزش کے اعتبار سے اس کا وقوع تو استاذ ابو اسحاق اسفرائینی نے فرمایا ہے کہ اس کا تعلق بھی اسی کے ساتھ ہے، کیونکہ ملت مرحومہ کا اس پر اجماع ہے۔ یہ عصمت مصطفیٰ ﷺ ہے نہ کہ معجزہ کا مقتضیٰ ہے۔ یہ مؤقف قاضی ابوبکر باقلانی اور ان کے ساتھیوں کا ہے کیونکہ ان کے مابین معجزہ کی دلیل کے مقتضیٰ میں اختلاف ہے۔ جس کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ ہم اسی پر اعتماد کرتے ہیں جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ شریعت کے ابلاغ میں آپ سے خلافِ واقع قول صادر نہیں ہوسکتا۔ ان امور کو بتانے میں رب تعالیٰ نے جن کا آپ کو علم دیا ہے اور وحی الٰہی کو بتانے میں نہ عمداً نہ ہی غیر عمداً آپ سے اس سے یہ صدور ہوسکتا ہے۔ رضا، ناراضگی، صحت اور مرض کی حالت میں خلافِ واقع بات صادر نہیں ہوسکتی۔" حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں وہ سب کچھ لکھ لیتا ہوں جو آپ سے سنتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "درست ہے۔" میں نے عرض کی: "رضا اور غصے میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں صرف حق بات ہی کہتا ہوں۔"

جب آپ کی صداقت پر معجزہ قائم ہے۔ آپ صرف حق بات ہی کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے صرف سچ ہی پہنچاتے ہیں اور معجزہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کے قائم مقام ہوتا ہے۔" آپ نے جو کچھ میری طرف سے بیان فرمایا ہے۔ آپ اس میں سچے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرف رب تعالیٰ کا رسول ہوں، تاکہ تمہیں وہ پیغام دوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اسے بیان کروں جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی بھی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم: ۳،۴)

ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ (النساء: ۱۷۰)

ترجمہ: اور تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس رسولِ حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:۷)

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو، اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔

تو یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ سے کسی ایسی خبر کا صدور ہو جو مخبر کے فرمان کے خلاف ہو خواہ وہ کس طرح بھی ہو۔" اگر ہم آپ کے لیے غلط اور سہو کو روا رکھیں تو ہم آپ کو دوسروں سے ممتاز کیسے کر سکیں گے۔ حق و باطل مختلط ہو جائے گا۔ معجزہ ایک ہی بار آپ کی تصدیق پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان سے آپ کا منزہ ہونا از روئے دلیل اور اجماع واجب ہے۔ جیسے ابو اسحاق نے کہا ہے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ کے اعضاء مبارکہ کی عصمت

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ وہ اعمال جن کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے ان سے قول باللسان خارج نہیں سوائے اس خبر کے جس میں کلام واقع ہوا ہے۔ ان سے اعتقاد بالقلب بھی نہیں نکلتا سوائے توحید کے۔ ہم نے پہلے ان کے مخصوص دلائل ذکر کر دیے ہیں۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ جمہور کا اعتماد اسی اجماع پر ہے جس کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے قاضی ابو بکر کا یہی موقف ہے، جبکہ دیگر علماء نے اجماع کے ساتھ ساتھ دلیل عقلی بھی دی ہے یہ کافی علماء کا قول ہے استاذ ابو اسحاق نے اسی کو پسند کیا ہے۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف نہیں کہ وہ رسالت کو چھپانے اور تبلیغ میں کوتاہی سے معصوم ہیں، کیونکہ ان تمام امور میں معجزہ عصمت کا تقاضا کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہی کافی ہے۔ جمہور علماء کا موقف ہے کہ انبیاء یہ ان تمام امور میں رب تعالیٰ کی طرف سے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ سوائے حضرت حسین نجار کے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ انہیں گناہوں پر بالکل قدرت ہی نہیں ہوتی۔ جہاں تک صغیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو اسلاف کی ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔ فقہاء محدثین اور متکلمین میں سے الطبری کا یہی موقف ہے۔ ایک گروہ نے توقف اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "عقل ان سے ان کے وقوع کو محال قرار نہیں دیتی، لیکن شریعت مطہرہ میں ان کی دلیل قاطع موجود نہیں ہے۔ محققین اور متکلمین کے ایک گروہ کا موقف یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ گناہوں سے اسی طرح محفوظ و معصوم ہوتے ہیں جیسے کبیرہ گناہوں سے۔ انہوں نے فرمایا: "کیونکہ لوگوں میں صغیرہ گناہوں میں اختلاف ہے۔ کبائر کی تعیین میں اختلاف ہے اور اس میں اشکال ہے۔ حضرت ابن عباس وغیرہ کا فرمان ہے کہ وہ فعل جس میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے وہ کبیرہ ہے۔" اسے اس سے بڑے گناہ کے اعتبار سے صغیرہ کہا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی مخالفت کسی بھی امر میں گناہ کبیرہ ہے۔

قاضی محمد عبدالوہاب نے لکھا ہے: "یہ ممکن نہیں کہ کہا جائے کہ رب تعالیٰ کی نافرمانیوں میں کچھ صغیرہ ہے سوائے اس معنی کے کہ کبائر سے اجتناب کے ساتھ انہیں معاف کیا جائے۔ ان کے لیے اس وقت کوئی حکم نہ ہوگا لیکن کبائر کا معاملہ ان کے برعکس ہے جب تک بندہ توجہ نہیں کرتا اس سے کچھ بھی معاف نہیں کیا جاتا۔ ان کو معاف کرنے میں مشیت کا انحصار رب تعالیٰ کی طرف ہے۔" یہ قاضی ابوبکر ائمہ اشعریہ کی ایک جماعت اور کثیر فقہاء کا ہے۔" قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے" بعض ائمہ نے فرمایا ہے: "دونوں اقوال پر اختلاف لازم نہیں آتا کہ وہ صغائر کے تکرار اور کثرت سے معصوم ہیں، کیونکہ یہ تکرار اور کثرت کبائر تک پہنچا دیتی ہے نہ ہی اس صغیرہ گناہ میں اختلاف ہے جو حشمت کو ختم کر دے۔ مروت کو مٹا دے۔ ذلت اور خساست کو لازم کر دے اس پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام ایسے گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ یہ انہیں ان کے عظیم منصب سے گرا دیں گے۔ یہ اپنے صاحب کی عزت کو داغدار کرتے ہیں دل ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ انبیاء کرام ان سے پاک ہوتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ مباح چیز ملا دی جاتی ہے۔ وہ اسی کے مثل کام کرتا ہے وہ اس پر مباح کا نام نکل کر منع تک آ جاتا ہے۔

بعض علماء کا موقف ہے کہ وہ قصداً مکروہ امور میں گرنے سے معصوم ہیں۔ بعض ائمہ نے یہ دلیل دی ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ ان کے افعال کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے آثار اور سیرتوں کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اصحاب مالک، شافعی اور ابوحنیفہ علیہم الرحمۃ میں سے جمہور فقہاء کے ہاں التزام کے قرینہ کے بغیر اور بعض کے ہاں مطلق موقف ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ اگرچہ اس کے حکم میں ان کا اختلاف ہے۔ ابن خویز منداد اور ابوالفرج نے امام مالک سے روایت کیا ہے اس قرینہ کا التزام واجب ہے۔ یہی ابہری، ابن قصار اور ہمارے اکثر ساتھیوں کا قول ہے۔ اکثر اہل عراق، ابن سریج، اصطخری، بن خیران اور اکثر شوافع کا موقف ہے کہ یہ التزام مستحب ہے۔

ایک گروہ کا موقف ہے کہ یہ صغائر مباح ہیں، بعض نے ان کے امور دینیہ میں اتباع کو مقید کیا ہے اسی سے قربۃ کا مقصد معلوم ہوا ہے۔ جنہوں نے ان کے افعال میں اباحت کا قول کیا ہے انہوں نے یہ قید نہیں لگائی۔ انہوں نے فرمایا: "اگر ہم ان کے لیے صغائر کے جواز کا قول کریں تو افعال میں ان کی اقتداء ممکن نہیں رہتی کیونکہ ہر فعل کی امتیاز ممکن ہے کہ اس کا مقصد قربت ہے یا اباحت ہے یا خطر ہے یا معصیت ہے یہ صحیح نہیں کہ کسی شخص کو اس فعل کو کرنے کا حکم دیا جائے جو شاید معصیت ہو۔ خصوصاً اس شخص کی رائے میں جو فعل کو قول پر مقدم کرتا ہے جبکہ ان میں تعارض ہو جائے۔"

✿✿✿

کیا آپ سے سہو اور نسیان کا صدور ہو سکتا تھا کہ نہیں

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھائی۔ آپ نے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالیدین کھڑے ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''نہ نماز کم ہوئی ہے نہ ہی میں بھولا ہوں۔'' آپ نے دونوں حالتوں کے متعلق فرما دیا کہ ان میں سے کچھ بھی رونما نہیں ہوا۔ جیسے حضرت ذوالیدین نے عرض کی تھی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس میں سے کچھ تو رونما ہوا ہے۔'' حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے جان لو کہ علماء کرام نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں، کچھ جوابات تو انصاف پر مبنی ہیں اور کچھ بے جا اور ناروا ہیں۔ میں کہتا ہوں۔'' وہ علماء جو تبلیغ کے امور کے علاوہ دیگر امور میں وہم اور غلطی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے دونوں اقوال میں سے اس قول کو کمزور کر دیا ہے اس طرح اس روایت اور اس جیسی دیگر روایات پر اعتراض نہیں ہو سکتا، البتہ وہ علماء جن کا مؤقف ہے کہ آپ کے جملہ افعال میں سہو اور نسیان ممتنع ہے ان کی رائے میں یہ نسیان کی صورت اس لیے پیدا ہوتی ہے تاکہ سنت قائم ہو جائے۔ آپ اپنی خبر میں سچے تھے، کیونکہ آپ نہ تو بھولے تھے نہ ہی نماز میں کمی ہوئی تھی، لیکن اس صورت میں آپ نے عمداً یہ فعل سرانجام دیا، تاکہ اس کے لیے سنت قائم ہو جائے جسے اس جیسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے یہ قول بھی ناپسندیدہ ہے۔ ہم اس کا تذکرہ اس کے مقام پر کریں گے، لیکن اس مؤقف میں کہ اقوال میں آپ سے سہو محال ہے لیکن غیر اقوال میں سہو کا جائز ہونا اس کے کئی جوابات ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعتقاد اور ضمیر کے بارے بتایا تھا۔ نماز قصر کا انکار بھی حق ہے۔ یہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے سچ ہے نسیان کے اعتقاد کے بارے میں آپ نے بتا دیا تھا کہ آپ اپنے گمان کے مطابق نہیں بھولے تھے گویا کہ آپ نے اپنے گمان کے مطابق اس خبر کا قصد کیا اگرچہ اس کے متعلق گفتگو نہ کی تھی۔ یہ بھی سچ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ میں بھولا نہیں۔ یہ سلام کی طرف راجع ہے یعنی میں نے جان بوجھ کر سلام پھیرا ہے۔ تعداد میں نسیان ہے۔ میں نفس سلام میں بھولا نہیں ہوں۔ یہ بھی احتمال ہے۔ اس میں بعد ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے یہ جواب ان تینوں سے بعید ہے بعض علماء نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کچھ بھی نہیں ہوا۔'' یعنی قصر اور نسیان جمع نہیں

ہوئے، بلکہ ایک رونما ہوا ہے۔" یہ مفہوم اس کے الفاظ کے برعکس ہے، جبکہ اس کے ساتھ دوسری صحیح روایت بھی ہے کہ نہ تو نماز مختصر ہوئی ہے نہ ہی میں بھولا ہوں۔" یہ سارے وجوہ ہمارے ائمہ نے بیان کی ہیں۔ بعض نے الفاظ کے بُعد سے محمول کیا ہے۔ کچھ نے ناروا باتیں کی ہے، البتہ قاضی ابوالفضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے اور میرا قول بھی یہی ہے کہ ان تمام وجوہ سے قریب ترین وجہ یہ ہے کہ آپ کا فرمان "میں بھولا نہیں۔" اس لفظ کا انکار ہے جس کی آپ نے اپنے نفس سے نفی کی۔ آپ نے دوسرے پر بھی اس کا انکار کیا تھا۔ فرمایا: "کسی ایک کے لیے یہ کتنی بری بات ہے کہ وہ یوں کہے۔" میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔" بلکہ اسے بھلا دی گئی۔ دوسری روایت میں ہے: "میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔ جب سائل نے عرض کی: "کیا نماز میں کمی ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔" آپ نے اس میں کمی کا انکار فرما دیا جیسے کہ حق تھا، جبکہ نسیان آپ کی طرف سے تھا اگر اس طرح کچھ ہوا تھا تو آپ کو بھلا دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے کسی اور سے پوچھا، حتیٰ کہ ثابت ہوگیا کہ آپ کو بھلا دیا گیا ہے اور اسے سنت قائم کرانے کے لیے رواں کر دیا گیا۔ اس پر آپ کا فرمان "میں نہ بھولا ہوں نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ یہ صدق اور حق ہوگا، کیونکہ نہ تو نماز میں کمی ہوئی تھی نہ ہی حقیقت میں آپ بھولے تھے لیکن آپ کو بھلا دیا گیا تھا۔"

ایک اور قول بھی ہے جسے میں نے ترجیح دی ہے کہ کسی شیخ نے کہا ہے کہ آپ کو سہو تو ہو سکتا تھا لیکن نسیان نہیں لہٰذا آپ نے اپنے نفس پاک سے نسیان کی نفی کی، کیونکہ نسیان غفلت اور آفت سے ہوتا ہے جبکہ سہو مصروفیت اور مشغولیت سے ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہو سکتا تھا لیکن اس سے غافل نہ ہو سکتے تھے۔ آپ کو نماز کی حرکات سے وہ چیز مشغول کر سکتی تھی جو نماز میں تھی لیکن آپ اس سے غافل نہ ہو سکتے تھے۔ اس اعتبار سے آپ کا یہ فرمان نہ تو نماز میں کمی ہوئی نہ میں بھولا ہوں۔" بالکل سچا ہوگا۔ میرے نزدیک آپ کا یہ فرمان ترک کے معنیٰ میں ہوگا۔ یہ نسیان کی دونوں وجوہات میں سے ایک ہے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ میں نے نہ تو نماز کی تکمیل کو ترک کرتے ہوئے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا ہے، لیکن میں بھول گیا ہوں یہ میری طرف سے نہ تھا۔" اس کی دلیل وہ صحیح روایت ہے جس میں ہے۔ "میں بھولتا نہیں لیکن مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ سنت قائم ہو جائے۔" قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

"یہ تمام احادیث اس سہو پر مبنی ہیں جو اس فعل میں ہے جسے ہم نے محکم کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ سنت پاک قائم ہو جائے کیونکہ فعل سے تبلیغ کرنا قول سے تبلیغ کرنے سے زیادہ تاباں ہوتا ہے۔ احتمال کے اعتبار سے واضح ہوتا ہے بشرطیکہ اس کو سہو پر برقرار نہ رکھا جائے بلکہ اس سے یہ شعور ملتا ہو کہ یہ التباس کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ اس میں حکمت کا فائدہ ظاہر ہے۔ جیسے کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے فعل میں نسیان اور سہو آپ کے حق میں معجزہ کے خلاف نہیں ہے۔ نہ تصدیق میں قابل اعتراض ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں تو بشر (کامل) ہوں۔ میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ فلاں پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد کرا دی جسے میں نے گرا دیا تھا یا میں انہیں بھول چکا تھا۔" آپ نے فرمایا: "میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ سنت قائم ہو

جائے۔"یہ الفاظ راوی کی طرف سے شک ہیں۔روایت ہے۔"میں بھولتا نہیں ہوں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے،تاکہ سنت بن جائے۔"
ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار نے فرمایا ہے"یہ شک کے لیے نہیں بلکہ یہ تقسیم کے لیے ہے یعنی میں بھول جاتا ہوں یا رب تعالیٰ مجھے فراموش کر دیتا ہے۔" قاضی ابوالولید الباجی نے کہا ہے"ان کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ میں عالم بیداری میں بھول جاتا ہوں نیند میں مجھے بھلا دیا جاتا ہے یا بشری عادت کے مطابق میں بھول جاتا ہوں لیکن اس امر پر توجہ ہوتے ہوئے مجھے بھلا دیا جاتا ہے ایک نسیان کو اپنی طرف منسوب کیا۔اگرچہ اس میں کچھ سبب تھا۔دوسرے نسیان کی خود سے نفی کی۔ کیونکہ اس میں آپ ایک مضطر شخص کی طرح تھے۔"اصحاب معانی اور کلام میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ آپ کو نماز میں سہو ہو جاتا تھا۔آپ پر نسیان طاری نہ ہوتا تھا،کیونکہ نسیان غفلت اور آفت سے ہوتا ہے۔حضور اکرم ﷺ اس سے منزہ تھے۔سہو مصروفیت ہوتی ہے۔آپ پر نماز میں سہو ہو سکتا تھا جو کچھ نماز میں تھا وہ آپ کو نماز کی حرکات سے مصروف کر سکتا تھا لیکن اس سے غفلت نہ آسکتی تھی۔انہوں نے آپ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔"میں بھولتا نہیں ہوں۔"ایک قول نے اس سب کچھ کو ممتنع قرار دیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ آپ کا عمداً یا قصداً سہو سنت بنانے کے لیے تھا۔مگر یہ قول بھی درست نہیں ہے یہ مقاصد کے مخالف ہے۔اس سے انہیں کچھ فائدہ نہیں ملتا،کیونکہ آپ جان بوجھ کر کسی بھی حالت میں کیسے بھول سکتے تھے نہ ہی ان کے لیے اس قول میں دلیل ہے"آپ کو نسیان کی صورت کا جان بوجھ حکم دیا گیا تھا تاکہ سنت بن جائے۔"کیونکہ آپ نے فرمایا:"میں بھولتا نہیں مگر بھلا دیا جاتا ہوں۔"آپ نے دونوں اوصاف میں سے ایک کو ثابت کیا متعمد اور قصد کے تضاد کی نفی کر دی۔فرمایا:"میں تمہاری مثل بشر (کامل) ہوں میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔"ہمارے ائمہ میں سے ایک عظیم امام نے یہی قول اختیار کیا ہے وہ ابوالمظفر اسفرائنی ہیں۔یہ قول ان کے علاوہ کسی اور نے پسند نہیں کیا نہ ہی یہ مجھے پسند ہے ان دونوں گروہوں کے لیے آپ کے اس فرمان میں کوئی حجت نہیں۔"میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔"کیونکہ اس میں مکمل طور پر نسیان کے حکم کی نفی نہیں ہے،لیکن اس میں اس کے لفظ کی نفی اور لقب کی کراہت ہے۔جیسے آپ نے فرمایا:"تم میں سے کسی ایک کے لیے یہ کتنا برا ہے کہ وہ یوں کہے:"میں فلاں آیت بھول گیا۔"لیکن اسے بھلا دی گئی یا اس میں غفلت اور قلتِ اہتمام کی نفی ہے،لیکن آپ نماز میں نماز کی وجہ سے ہی مصروف رہے بعض میں سے بعض کو بھول گئے جیسے کہ آپ نے خندق کے روز نماز ترک فرما دی،حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا دشمن کے ساتھ مصروف ہونے کی وجہ سے یہ نماز ادا نہ کر سکے۔ایک اطاعت کی وجہ سے دوسری میں مصروف ہو گئے۔ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اس روز چار نمازیں ترک کی تھیں۔ظہر،عصر،مغرب اور عشاء اسی سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جنہوں نے خوف میں نماز کی تاخیر کو جائز قرار دیا ہے جب کہ اسے ادا کرنا ممکن نہ ہو تو امن کے وقت مؤخر کر دیا جائے۔ یہ شامیین کا موقف ہے،جبکہ صحیح موقف یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف کا حکم بعد میں آیا تھا۔یہ اس کے لیے ناسخ تھا۔اگر تم کہو کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جبکہ وادی کے روز آپ سو گئے تھے۔آپ نے فرمایا تھا:"میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں

لیکن میرا قلب انور نہیں سوتا۔"

علماء کرام نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے قلب انور اور آنکھوں کے بارے میں یہ حکم آپ کی نیند کے وقت غالب اوقات میں تھا۔کبھی اس کے خلاف بھی وقوع پذیر ہوسکتا تھا جیسے نیند میں خلافِ عادت ظہور پذیر ہوسکتا تھا۔آپ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔"رب تعالیٰ ہماری ارواح کو قبض کر لیتا ہے۔" حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اس طرح کی نیند مجھ پر پہلے کبھی بھی طاری نہ ہوئی تھی۔" یہ کیفیت کسی اس خاص امر کی وجہ سے تھی جس کے حکم کے اثبات کا رب تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا۔سنت پاک کی بنیاد اور شریعت بیضاء کا اظہار کرنا مقصود تھا، کیونکہ دوسری روایت میں ہے:"اگر رب تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا لیکن یہ کہ ان کے لیے یہ (سنت) قائم ہو جائے جو تمہارے بعد آئیں۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ نیند آپ کے قلبِ انور کو مستغرق نہ کرتی تھی حتیٰ کہ اس میں حدث لاحق ہو جاتی۔آپ اس سے محفوظ تھے آپ سو جاتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے خراٹوں کی آوازیں آنے لگتیں پھر آپ نماز ادا کر لیتے تھے لیکن وضو نہ کرتے تھے۔"

وہ حدیث پاک جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نیند سے بیدار ہو کر وضو کرتے تھے اس میں اپنے اہلیہ محترمہ کے ساتھ سونے کا ذکر ہے، لہٰذا اس میں صرف سونے سے وضو کرنے پر استدلال نہیں ہوسکتا۔شاید یہ زوجہ کریمہ سے ملامتہ یا کسی اور حدث کی وجہ سے ہو۔اسی روایت کے آخر میں ہے"پھر آپ سو گئے۔میں نے آپ کے خراٹوں کی آوازیں سنیں۔نماز قائم ہوئی، تو آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔"

ایک قول یہ ہے"آپ کا قلب اقدس سوتا نہ تھا کیونکہ نیند میں بھی اس کی طرف وحی آتی تھی۔وادی کے قصہ میں صرف آنکھوں کی نیند کا ذکر ہے جو سورج کو دیکھ نہ سکتی تھیں۔یہ دل مبارک کا فعل نہ تھا۔آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں لوٹا دیتا۔"

❁❁❁

پہلا باب

جو انبیاء کرام کی طرف صغائر منسوب کرتے ہیں ان کا رد

علامہ قاضی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:"وہ فقہاء، محدثین اور متکلمین جو صغائر کو انبیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔انہوں نے بہت سی آیات اور احادیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔اگر وہ ان کے ظاہر کا التزام کریں تو وہ کبائر کے جواز اور اجماع کے ختم کی طرف لے جائیں لیکن یہ کسی بھی مسلمان کا قول نہیں ہے۔جن آیات سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے اس کے مقتضی میں کئی احتمالات ہیں۔اسلاف کے اقوال ان کے مؤقف کے برعکس

ہیں۔ اگرچہ ان کے مؤقف پر اجماع نہیں ہے۔ ان کے دلائل میں قدیمی اختلاف ہے۔ ان کے مؤقف کے خلاف اور اس کے غیر صحیح ہونے پر بہت سے دلائل ہیں۔ اس کا ترک کرنا لازم ہے، اور اس طرف جانا ضروری ہے جو صحیح مؤقف ہے۔" ان میں بعض آیات طیبات یہ ہیں:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح:۲)

ترجمہ: تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام لگائے گئے آپ پر ہجرت سے پہلے اور جو ہجرت کے بعد۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:۱۹)

ترجمہ: اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور ہم نے اتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ۔ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔ (التوبۃ:۴۳)

ترجمہ: درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے کیوں کہ آپ نے اجازت دے دی تھی۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (الانفال:۶۸)

ترجمہ: اگر نہ ہوتا حکم الٰہی سے پہلے تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے مان لیا بڑی سزا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ (العبس:۱)

ترجمہ: چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔

اسی طرح دیگر انبیاء کے بارے میں فرمایا:

عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۹۰)

ترجمہ: پس جب اللہ عطا کرتا ہے، انہیں تندرست لڑکا تو دونوں بناتے ہیں اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا۔ بلند و برتر ہے اللہ ان سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الاعراف:۲۳)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخش فرمائے تو ہمارے لیے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (انبیاء:۸۷)

ترجمہ: پاک ہے تو۔ بیشک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص: ۲۴۔۲۵)

ترجمہ: اور فوراً خیال آ گیا داؤد کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع میں اور دل و جاں سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا۔ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ: اور اس عورت نے تو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے۔

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ (القصص: ۱۵)

ترجمہ: تو سینہ میں گھونسا مارا موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ کام شیطان کی انگیخت سے ہوا۔

آپ کی دعائیں۔ مثلاً یہ دعا: ''میرے وہ گناہ معاف کر دے جو میں نے پہلے کیے یا بعد میں کیے جو اعلانیہ کیے یا مخفی کیے۔'' روز حشر انبیاء کرام اپنی اپنی لغزشوں کا ذکر کریں گے جیسے کہ حدیث شفاعت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے دل پر غین آ جاتا ہے میں رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔'' میں ایک دن میں ستر سے زائد بار استغفر اللہ و اتوب الیہ پڑھتا ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے فرمایا:

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ (ھود: ۴۷)

ترجمہ: اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں گا زیاں کاروں سے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ (ھود: ۳۷)

ترجمہ: اور نہ بات کیجئے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا وہ ضرور غرق کر دیے جائیں گے۔

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ (الشعراء: ۸۲)

ترجمہ: اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بخش دے گا میری خطا روزِ جزاء کو۔

تُبْتُ اِلَيْكَ۔ (اعراف: ۱۴۳)

ترجمہ: میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ (ص: ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے فتنہ میں ڈال دیا سلیمان کو۔

حضرت علامہ قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح: ۲)

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد (کے الزامات) ہیں۔ ایک قول یہ ہے: "جو لغزشیں آپ سے صادر ہوئیں یا نہ ہوئیں۔ میں ان سب کو جانتا ہوں۔ یہ سب بخشی ہوئی ہیں۔" ایک قول یہ ہے کہ نبوت سے قبل جو کچھ تھا وہ متقدم ہے۔ اس کے بعد آپ کی عصمت ہے۔" یا اس سے مراد آپ کی امت ہے۔ یا مراد سہو، غفلت اور تاویل مراد ہے۔ اسے الطبری نے لکھا ہے اور قشیری نے اختیار کیا ہے ما تقدم سے مراد حضرت آدم اور ما تاخر سے مراد امت مرحومہ کے گناہ ہیں۔" اسی کے مثل رب تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اقوال ہیں:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ (محمد:۹)

مکی نے لکھا ہے کہ مخاطب آپ ہیں لیکن مراد آپ کی امت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا:

وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ (الاحقاف:۹)

ترجمہ: اور میں نہیں جان سکتا کہ کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا جائے گا تمہارے ساتھ۔

تو اس سے کفار خوش ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ (الفتح:۲)

مسلمانوں کا انجام اس کے بعد ایک اور آیت طیبہ میں بیان کیا گیا۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ آیت طیبہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو بخش دیا گیا ہے۔ اگر ہوں بھی تو ان پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس جگہ مغفرت سے مراد عیوب سے پاک ہونا ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

ایک قول یہ ہے کہ نبوت سے قبل آپ کی لغزشیں۔ یہ ابن زید، حسن اور قتادہ کا قول ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو نبوت سے قبل بھی گناہوں سے محفوظ اور معصوم کر دیا گیا تھا۔ ورنہ آپ کی کمر بوجھ سے گراں ہو جاتی۔" یہ معنی سمرقندی نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبوت و رسالت کا وہ بوجھ ہے جس نے کمر انور کو گراں کر دیا تھا، حتیٰ کہ آپ نے ان کی تبلیغ فرما دی۔ یہ ماوردی کا قول ہے یا ہم نے آپ سے جاہلیت کے ایام کا بوجھ اتار دیا۔" یہ مکی کا قول ہے۔ یا آپ کے سر، حیرت اور طلب شریعت کا بوجھ اتار دیا کہ آپ کو شریعت مطہرہ عطا کر دی۔ (قشیری)

یا جس چیز کی حفاظت کا آپ کو ذمہ دار بنایا گیا تھا اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے کر آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔"

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔ یعنی قریب ہے کہ وہ آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیتا۔ یا "وضع" سے مراد رب تعالیٰ کی آپ کے لیے عصمت ہے یا آپ کی لغزشوں کی کفایت ہے، ورنہ وہ آپ کی کمر توڑ دیتے۔ یا رسالت کا بوجھ مراد ہے یا جاہلیت کے امور کا بوجھ ہے۔ رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس نے اس وحی کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھا لیا ہے جس کی حفاظت آپ نے کرنا تھی۔"

جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ (التوبہ:۴۳)

ترجمہ: درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے۔

یہ ایسا امر ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ کی طرف سے نہی صادر نہ تھی کہ اسے معصیت شمار کیا جائے نہ رب تعالیٰ نے اسے معصیت شمار کیا ہے بلکہ اہلِ علم نے اسے عتاب بھی شمار نہیں کیا۔ جس نے یہ مؤقف اپنایا ہے انہوں نے اسے غلط کہا ہے۔ بلکہ آپ کو دو امور میں اختیار تھا۔ آپ کو اختیار تھا کہ جس چیز کے متعلق وحی کا نزول نہ ہوتا اس کے متعلق جو چاہتے کرتے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔ (النور:۶۲)

ترجمہ: تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں۔

جب آپ نے انہیں مرحمت فرما دیا تو رب تعالیٰ نے آپ کو ان کے اس راز سے آگاہ کر دیا جس سے پہلے آپ کو آگاہ نہ کیا تھا کہ اگر آپ انہیں اذن مرحمت نہ فرماتے تو وہ بیٹھے رہتے اور جو کچھ آپ نے کیا ہے اس میں آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں "عفا" "غفر" کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں گھوڑوں اور غلاموں کے صدقہ سے درگزر فرمایا ہے۔

یعنی یہ زکوٰۃ ان پر واجب نہیں ہے۔ قشیری نے اسی طرح لکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو یہ کہتا ہے عفو گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ کلام عرب سے آشنا نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے" آپ پر کسی گناہ کا الزام نہیں ہے۔" داؤدی نے لکھا ہے" روایت ہے کہ یہ تکریم ہے" مکی نے کہا ہے" یہ کلام کا اسی طرح آغاز ہے جیسے کہا جاتا ہے:

اصلحك الله و اعزك۔

سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے:

عافاك الله۔

جہاں تک جنگی قیدیوں کے متعلق رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (الانفال:۶۸،۶۷)

اس میں آپ پر کسی گناہ کا الزام نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی خصوصیت کا بیان ہے اور اس فضیلت کا تذکرہ ہے جو دیگر انبیاء کو چھوڑ کر صرف آپ کو بخشی گئی ہے۔ گویا کہ فرمایا: "یہ خصوصیت آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہے۔" جیسے آپ نے فرمایا:

"مالِ غنیمت صرف میرے لیے حلال کیا گیا میرے علاوہ کسی اور نبی کے لیے حلال نہ تھا۔" اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ (الانفال:۶۷) کا کیا معنی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خطاب ان میں سے اس شخص کے لیے ہے جو دنیا کا ارادہ کرے۔ جس کا مقصدِ حیات صرف دنیاوی ساز و سامان کا حصول ہو۔ کثرت دنیا مدعا ہو۔ اس سے مراد آپ کی ذات نہیں نہ ہی صحابہ کرام میں سے بلند درجہ لوگ مراد ہیں۔ ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت طیبہ اس وقت اتری جب غزوۂ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی۔ لوگ مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ دشمن پلٹ کر حملہ آور نہ ہو جائے، پھر فرمایا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (الانفال:۶۸)

ترجمہ: اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے تو ضرور تمہیں چھوتا عذابِ عظیم بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔

اس آیت طیبہ کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ اگر یہ مجھ سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا کہ میں کسی کو عذاب نہی کے بعد ہی دوں گا تو میں تمہیں عذاب دیتا۔ اس سے اس امر کی نفی کرنا ہے کہ قیدیوں کا معاملہ معصیت نہیں ہے۔ ایک معنی یہ ہے اگر قرآن پاک پر تمہارا ایمان نہ ہوتا۔ یہی الکتاب السابق ہے جس نے تمہیں درگزر کا مستوجب کر دیا ہے تو تمہیں مالِ غنیمت پر سزا دی جاتی۔"

اس قول کی تفسیر اور وضاحت اور بھی زائد ہو جاتی ہے اگر یوں کہا جائے کہ اگر تم قرآن پاک پر ایمان نہ رکھتے اور تم ان افراد میں سے نہ ہوتے جن کے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے تو تمہیں اس طرح سزا دی جاتی جیسے ان لوگوں کو سزا دی جاتی ہے جو ظلم کرتے ہیں، ایک قول یہ ہے اگر لوحِ محفوظ پر یہ مکتوب نہ ہوتا کہ مالِ غنیمت تمہارے لیے حلال ہے تو تمہیں سزا دی جاتی۔" یہ سارے اقوال گناہ اور معصیت کی نفی کرتے ہیں، کیونکہ جو حلال فعل سرانجام دیتا ہے۔ وہ نافرمانی نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ (الانفال:۶۹)

ترجمہ: سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال اور پاکیزہ۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اس میں اختیار دے دیا گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین غزوۂ بدر کے روز بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "آپ کے صحابہ کرام کو قیدیوں کے متعلق اختیار دیا گیا ہے۔ اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں، لیکن آئندہ سال ان کے اتنے افراد ہی شہید ہو جائیں گے۔" انہوں نے کہا: "ہم فدیہ لے لیتے ہیں اور آئندہ سال ہم میں سے اتنے افراد شہید ہو جائیں گے۔" یہ روایت اس قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے کیا ہے۔ انہوں نے وہی کچھ کیا تھا جو انہیں اذن دیا گیا تھا لیکن بعض کا رجحان ضعیف وجہ کی طرف تھا لیکن زیادہ درست خون بہانا اور قتل کرنا تھا۔ اسی پر انہیں عتاب ہوا۔ ان کے اختیار کے ضعف کو بیان کیا گیا۔

دوسرے اختیار کو درست قرار دیا گیا، لیکن ان میں سے گناہ گار اور نافرمان کوئی بھی نہ تھا۔ اسی طرح الطبری نے اشارہ کیا ہے۔ اسی واقعہ کے متعلق آپ نے فرمایا: "اگر آسمان سے عذاب آجاتا تو اس سے عمر کے علاوہ اور کوئی نہ بچ نکلتا۔" یہ ان کی رائے کے درست ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ان کی رائے بھی درست ہے جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اختیار کی۔ انہوں نے دین حق کے غلبہ، ان کے کلمہ کے اظہار، دشمن کی ہلاکت کے لیے یہ رائے دی تھی۔ اگر یہ فیصلہ ہو جاتا تو ان سے حضرت عمر اور ان جیسی رائے رکھنے والے بچ جاتے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعیین اس لیے کی کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے ان کے قتل کی طرف اشارہ کیا تھا، لیکن رب تعالیٰ نے ان پر عذاب نہ اتارا کیونکہ یہ امر پہلے ان کے لیے حلال تھا۔"

راوی نے لکھا ہے: "اس سے خبر ثابت نہیں ہوتی۔ اگر ثابت ہو جاتی تو یہ جائز ہوا کہ گمان کیا جاتا کہ آپ نے وہ فیصلہ کیا ہے جس میں نہ نص تھی نہ نص کی دلیل تھی۔ اس میں معاملہ آپ ہی کے سپرد کیا گیا تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے منزہ فرما دیا تھا۔ قاضی بکر بن علاء نے لکھا ہے "اس آیت طیبہ میں رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بتایا ہے کہ آپ کی تاویل اس امر کے موافق ہے جو کچھ آپ کے لیے مکتوب تھا کہ مالِ غنیمت اور فدیہ لینا آپ کے لیے حلال ہے۔ اس سے قبل انہوں نے سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ میں بھی فدیہ لیا تھا۔ جس میں حکم بن کیسان اور ان کے ساتھی کے عوض ابن حضرمی کو مارا گیا تھا۔ مگر رب تعالیٰ نے ان پر عتاب نہ کیا۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے بھی ایک سال پہلے کا ہے۔" ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قیدیوں کے متعلق آپ کا فیصلہ تاویل اور بصیرت پر مبنی تھا۔ اس کی مثال پہلے گزر چکی تھی۔ رب تعالیٰ نے ان کا انکار نہ فرمایا تھا لیکن رب تعالیٰ نے بدر کے معاملہ کی عظمت اور اس کے قیدیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی نعمت کا اظہار کرنا چاہا۔ اپنے احسان کی تاکید انہیں وہ بتا کر کر دی جو کچھ ان کے لیے لوحِ محفوظ پر لکھا تھا کہ مالِ غنیمت ان کے لیے حلال تھا۔ یہ از روئے عتاب اور انکار نہ تھا۔"

جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ (عبس: ۱،۲)

ترجمہ: چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا ان کے پاس نابینا آیا۔

اس میں آپ کے گناہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ آپ کی توجہ اس شخص کی طرف تھی جو تزکیہ نہ کرتا تھا۔ اگر دونوں افراد کے حالات منکشف کیے جائیں تو نابینا فرد (ابن ام مکتوب رضی اللہ عنہ) توجہ کے زیادہ مستحق تھے۔ آپ نے جو کچھ کیا اس میں آپ عمل اور کافر کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے تھا۔ اس کی طرف سے تبلیغ کرنا تھی اور اس کی تالیف کے لیے تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے آپ کے لیے مشروع کیا تھا۔ اس میں نہ تو رب تعالیٰ کے لیے معصیت ہے نہ ہی مخالفت ہے۔" اس سے دونوں افراد کے حالات کے متعلق آگہی بخشنا تھا نیز یہ بتانا تھا کہ اس کے ہاں کافر کا معاملہ کتنا آسان ہے اور اس سے اعراض کی طرف اشارہ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾" میں مراد وہ کافر ہے جو آپ کے ساتھ

تھا۔ یہ ابوتمام کا قول ہے۔

جہاں تک قصہ آدم کا تعلق ہے کہ انہوں نے ممنوعہ درخت سے کھالیا تھا جبکہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ (البقرہ:۳۵)

ترجمہ: اور مت نزدیک جانا اس درخت کے ورنہ ہوجاؤ گے اپنا حق تلف کرنے والوں سے۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ۔ (الاعراف:۲۲)

ترجمہ: کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے۔

رب تعالیٰ نے ان کی معصیت کی صراحت فرمائی ہے۔ فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

رب تعالیٰ نے ان کے عذر کے متعلق فرمایا:

وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ (طٰہٰ:۱۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے سو وہ بھول گیا اور نہ پایا ہم نے اس کا کوئی قصد۔

ابن زید نے کہا ہے کہ وہ اپنے لیے شیطان کی عداوت کو بھول گئے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول گئے:

اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ۔ (طٰہٰ:۱۱۷)

ترجمہ: بے شک یہ تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو اس نے ان کے لیے اظہار کیا تھا وہ اسے بھول گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ انسان کو انسان اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ عہد کیا گیا تھا مگر وہ اسے بھول گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے مخالفت حلال سمجھتے ہوئے نہ کی تھی بلکہ وہ شیطان کی قسموں کی وجہ سے دھوکہ میں آگئے تھے۔ اس نے کہا تھا:

اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ (الاعراف:۲۱)

ترجمہ: بے شک میں تم دونوں کا خیرخواہ ہوں۔

انہوں نے گمان کیا تھا کہ رب تعالیٰ کے لیے جھوٹی قسم کوئی نہیں اٹھاتا۔ بعض آثار میں حضرت آدم علیہ السلام کا عذر اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن جبیر نے فرمایا ہے: "اس نے ان کے لیے رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھائیں حتیٰ کہ انہیں دھوکہ میں ڈال دیا۔ مومن دھوکہ کھا جاتا ہے۔" ایک قول یہ ہے کہ وہ بھول گئے۔ انہوں نے مخالفت کی نیت نہ کی تھی۔ اسی لیے فرمایا:

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ (طٰہٰ:۱۱۵)

ترجمہ: یعنی ہم نے مخالفت کا قصد نہ پایا تھا۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جگہ عزم، جزم اور صبر کے مفہوم میں ہے۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے نشے میں یہ کیا تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ رب تعالیٰ نے جنت کے شراب کی خوبی میں بتایا ہے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔اگر وہ بھول گئے تھے تو پھر یہ معصیت نہیں رہتی۔اگر غلطی سے معاملہ ان پر متلبس ہوگیا تھا تو پھر بھی معاملہ اسی طرح تھا، کیونکہ اتفاق ہے کہ بھولنے والا حکمِ تکلیف سے نکل جاتا ہے۔شیخ ابو بکر بن فورک وغیرہ نے لکھا ہے کہ لغزش نبوت سے قبل تھی۔اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱، ۱۲۲)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔چن لیا انہیں رب نے اور توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی۔

انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایت اور انتخاب اس واقعہ کے بعد تھا۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے تاویل کرتے ہوئے اسے کھایا تھا۔انہیں علم نہ ہوسکا کہ یہ وہی درخت ہے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔انہوں نے تاویل کی تھی کہ رب تعالیٰ نے انہیں مخصوص درخت سے منع کیا تھا جس سے منع نہ کیا تھا اسی لیے کہا گیا ہے کہ ترک تحفظ کی وجہ سے توبہ تھی مخالفت کی وجہ سے نہ تھی۔یا انہوں نے یہ تاویل کی تھی یہ نہی، نہی تحریم نہیں ہے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر حال میں رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱، ۱۲۲)

ترجمہ: اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا چن لیا انہیں اپنے رب نے اور توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی۔

حدیث شفاعت میں ہیں کہ وہ اپنی لغزش کا تذکرہ کریں گے وہ کہیں گے" مجھے درخت کو کھانے سے روک دیا گیا تھا مگر مجھ سے لغزش ہوگئی ان شاء اللہ! ان کا جواب اور اس جیسے دیگر مسائل کا جواب اس فصل کے آخر میں آرہا ہے۔

جہاں تک حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کا تعلق ہے تو اس پر ابھی کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ان کے قصہ میں گناہ پر کوئی نص نہیں ہے۔اس میں صرف یہ ہے کہ وہ بھاگ گئے اور ناراض ہو کر چلے گئے۔"اس پر ہم نے گفتگو کی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔نزول عذاب سے بھاگ گئے تھے۔لہٰذا ان کا یہ فعل رب تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا پھر رب تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔انہوں نے کہا:"میں ان کے ساتھ جھوٹے چہرے سے ملاقات نہ کروں گا۔"ایک قول کے مطابق وہ لوگ جھوٹے کو قتل کر دیتے تھے لہٰذا یہ ان سے ڈر گئے تھے۔ایک قول کے مطابق وہ رسالت کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آگئے تھے۔پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے ان کے ساتھ جھوٹ نہ بولا تھا۔ان تمام اقوال میں صرف ایک ناپسندیدہ قول کے علاوہ معصیت پر کوئی بھی نص نہیں ہے۔رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ (الصافات: ۱۴۰)

ترجمہ: جب وہ بھاگ کر گئے تھے بھری ہوئی کشتی کی طرف۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابق کا معنی تباعد ہے۔ جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے۔

اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ (الانبیاء: ۸۷)

ترجمہ: بے شک میں ہی قصورواروں سے ہوں۔

کسی چیز کو اس کی جگہ کے علاوہ رکھنا ظلم ہے۔ یہ ان کی طرف سے ان کے گناہ کا اعتراف تھا۔ یا تو وہ اپنے رب تعالیٰ سے اذن لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے یا نبوت کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آ گئے تھے یا اپنی قوم کے لیے عذاب کے لیے بددعا کی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی، مگر ان کا مؤاخذہ نہ ہوا تھا۔" الواسطی نے اس کے معنی میں لکھا ہے "انہوں نے رب تعالیٰ کی ظلم سے تنزیہ بیان کی اور ظلم کی نسبت اعتراف اور استحقاق کے اعتبار سے اپنے نفس کی طرف کر دی، جیسے کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام نے عرض کی تھی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا (الاعراف: ۲۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں سے۔

وہ اس چیز کو اس کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنے کا سبب تھے جہاں انہیں اتارا گیا تھا۔ جنت سے انہیں نکالنا اور زمین پر اتارنا۔ جہاں تک حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو یہ لازمی نہیں کہ ہم ان امور کی طرف توجہ دیں جو اہلِ کتاب کے مؤرخین نے لکھا ہے۔ بعض نے تغیر و تبدل کر دیا تھا۔ ان سے بعض مفسرین نے نقل کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے اس پر کوئی نص قائم نہیں کی۔ نہ ہی صحیح روایت میں اس کا تذکرہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد کیا:

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص: ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: اور فوراً داؤد کو خیال آگیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع میں اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ہم نے بخش دی ان کی یہ تقصیر، اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں بڑا قرب ہے اور خوبصورت انجام ہے۔

اس میں رب تعالیٰ نے انہیں "اواب" فرمایا ہے۔ ہم نے انہیں آزمایا اور انہیں فرمانبردار پایا۔ اواب کا معنی مطیع ہے یہ تفسیر سب سے بہترین ہے۔ حضرات ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: انہوں نے اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہا تھا کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا: "میرے لیے اپنی بیوی چھوڑ دے۔ میری طرف سے اس کی حفاظت کر۔" اسی پر رب تعالیٰ نے انہیں عتاب کیا۔ اسی پر انہیں تنبیہ کی۔ دنیا میں مشغول ہونے پر ان کا انکار کیا۔" اسی قول پر ہی اعتماد کرنا

چاہیے۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دیا تھا۔ یا اپنے دل کی تمنا کی تھی کہ وہ شہید ہو جائے۔سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ وہ گناہ جس سے انہوں نے مغفرت طلب کی تھی وہ ان کا وہ قول تھا جو انہوں نے ایک دعویٰ کرنے والے سے کہا تھا۔

لَقَدْ ظَلَمَكَ۔ (ص:۲۴)

ترجمہ: تحقیق اس نے تجھ پر ظلم کیا۔

انہوں نے اس کے مقابل کے قول پر اس کی نسبت ظلم کی طرف کر دی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ جب انہیں اپنے نفس کے متعلق خدشہ دامن گیر ہوا، کیونکہ ان کے لیے دنیا اور مملکت کو پھیلا دیا گیا تھا اور ان امور کی نفی کے بارے خطرہ لاحق ہوا جنہیں واقعات میں حضرت داؤد کی طرف منسوب کیا گیا تھا تو انہیں گمان ہوا کہ یہ امور ان کے لیے فتنہ ہیں۔" یہ احمد بن نصر، ابوتمام وغیرہما محققین کا مؤقف ہے۔" داؤدی نے لکھا ہے۔حضرت داؤد اور اوریا کی داستان میں ایک خبر بھی ثابت نہیں ہے۔ایک نبی کے متعلق یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے محبت کی وجہ سے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہو۔ایک قول یہ ہے کہ بکریوں کے بارے جھگڑا کرنے والے دونوں فریقوں کو اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے گا۔

جہاں تک حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی داستان ہے تو اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی گرفت نہیں ہے، جبکہ ان کے بھائیوں کی نبوت ثابت نہیں ہے کہ ان کے افعال پر کلام لازم آئے۔اسباط میں ان کا تذکرہ اور ذکر انبیاء کے وقت قرآن میں ان کا تذکرہ اس بات پر صراحت نہیں ہے کہ وہ انبیاء ہیں۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اسباط کے بیٹوں میں سے جسے نبی بنایا گیا وہی مراد ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔اس وقت وہ کمسن تھے۔ اسی لیے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکتے تھے۔انہوں نے کہا: "کل انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیں ہم کھیلیں گے۔" اگر ان کے لیے نبوت ثابت ہو جائے تو پھر یہ بعید قول ہے۔" واللہ اعلم۔جہاں تک رب تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (یوسف:۲۴)

ترجمہ: اور اس عورت نے قصد کر لیا تھا اس کا اور وہ بھی قصد کرتے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی روشن دلیل۔

بہت سے فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ نفس کے ارادہ پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ یہ برائی نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کے متعلق فرمایا: "جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔اس لیے صرف ارادہ میں کوئی معصیت نہیں ہے۔" لیکن محققین فقہاء اور متکلمین نے کہا ہے کہ جب نفس ارادہ پر جم جائے تو یہ برائی ہے لیکن وہ خیالات اور ارادے جن پر نفس جمتا نہیں وہ بخش دیے جاتے ہیں۔" یہی حق ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ "ہم" اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ (یوسف:۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کی برات نہیں کرتا۔ بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا مگر وہی بچتا ہے جس پر میرا رب رحم فرمادے یقیناً میرا رب غفور و رحیم ہے۔

یعنی میں اس ارادہ سے اسے بری نہیں کرتا۔ یا انہوں نے یہ ازراہ تواضع کہا تھا۔ نفس کی مخالفت کا اعتراف کیا تھا کیونکہ پہلے اس کا تزکیہ کیا گیا تھا۔ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ارادہ بھی نہ کیا۔ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے، یعنی زلیخا نے تو یوسف کا ارادہ کر لیا تھا۔ اگر یوسف اپنے رب تعالیٰ کی برہان نہ دیکھتے تو وہ بھی اس کا ارادہ کر لیتے۔" رب تعالیٰ نے عورت کی حکایت کو یوں بیان کیا:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف: ۳۲)

ترجمہ: بخدا میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ: یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی۔

غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ (یوسف: ۲۳)

ترجمہ: اور اس نے تمام دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی: بس آ بھی جا۔ یوسف نے فرمایا: خدا کی پناہ وہ میرا محسن ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے۔

رب سے مراد یا تو رب تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے یا وہ بادشاہ مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اس عورت کو جھڑکیں اور اسے وعظ و نصیحت کریں۔ یا اس کا معنی ہے کہ آپ کی عدم توجہ نے اس عورت کو غم میں مبتلا کر دیا تھا یا اس کی طرف دیکھا تھا۔ یا اس کو مارنے اور دور کرنے کا ارادہ کیا تھا یا یہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہاں کی عورتیں لگا تار حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف میلان شہوت رکھتی رہیں حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ان کے سر پر نبوت کا تاج سجا دیا۔ رب تعالیٰ نے ان پر نبوت کی ہیبت ڈال دی۔ جو بھی انہیں دیکھ لیتا ان کی ہیبت انہیں ان کے حسن سے مشغول کر دیتی تھی۔"

جہاں تک حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جو انہوں نے مکا مار کر ایک شخص کو مار ڈالا تھا رب تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ ان کا دشمن تھا۔ وہ ان قبطیوں میں سے ایک تھا جو فرعون کے دین پر تھا۔ سورت پاک اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ انہوں نے عصا سے اسے مارا۔ قتل کا ارادہ نہ تھا لہٰذا یہ معصیت نہیں ہے۔ ان کے یہ فرامین:

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ

فَاغْفِرْ لِیْ۔ (القصص: ۱۵۔۱۶)

ترجمہ: یہ کام شیطان کی انگیخت سے ہوا ہے بے شک وہ کھلا دشمن ہے آپ نے عرض کی: میرے پروردگار! میں نے ظلم کیا اپنے آپ پر، پس بخش دے مجھے۔

ابن جریج نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ قتل کرے حتیٰ کہ اسے حکم دے دیا جائے۔ نقاش نے لکھا ہے "انہوں نے اسے ارادہ سے جان بوجھ کر قتل نہ کیا تھا انہوں نے ظلم دور کرنے کے لیے اسے مکا مارا یا یہ سب کچھ ان کی نبوت سے قبل تھا تلاوت کا مقتضیٰ یہی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۬ (طٰہٰ: ۴۰)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں اچھی طرح جانچ لیا تھا۔

یعنی ہم نے آزمائش کے بعد آزمائش میں تمہیں مبتلا کیا۔ یا ان سے مراد وہ واقعات ہیں جو فرعون کے ساتھ پیش آئے تھے۔ یا انہیں تابوت میں بند کر دینا اور دریا کے سپرد کرنا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہم نے تمہیں مخلص بنا دیا۔ یہ ابن جبیر اور مجاہد کا قول ہے، کیونکہ فتنہ کا معنی آزمائش بھی ہے۔ اسی طرح صحیح روایت میں ہے کہ فرشتہ اجل ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اسے مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ظلم کی نسبت کی جائے۔ ایسے فعل کی طرف منسوب کیا جائے جو ان پر لازم نہ تھا۔ یہ ظاہری امر ہے۔ بیّن وجہ اور جائز فعل ہے کیونکہ انہوں نے اپنے نفس کا دفاع اس سے کیا تھا جو اسے تلف کرنا چاہتا تھا۔ وہ فرشتہ اجل آدمی کی شکل میں تھا ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اسے سمجھ لیتے کہ وہ موت کا فرشتہ ہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنا دفاع کیا حتیٰ کہ اس شکل کی آنکھ پھوڑ دی جس میں موت کا فرشتہ تھا۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی۔ جب وہ بعد میں آیا۔ رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس کا قاصد ہے تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا متقدمین اور متاخرین علماء نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔ میرے نزدیک یہ جواب سب سے زیادہ صحیح تھا۔ ہمارے شیخ امام ابوعبداللہ مازری کا یہی قول ہے۔ قدیمی علماء میں سے ابن عائشہ وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کا فرشتہ اجل کو مارنا اور تھپڑ مارنا حجت کے ساتھ تھا آنکھ پھوڑنا ان کی حجت تھا اس باب میں اس لغت میں مستعمل کلام معروف ہے۔

جہاں تک حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے اور اہل تفسیر نے جو ان کی لغزش بیان کی ہے وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ (ص: ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے فتنہ میں ڈال دیا سلیمان کو۔

اس کا معنی آزمانا ہے۔ ان کی آزمائش یہ تھی جیسے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے کہا: "آج میں ایک سو بیویوں یا ننانوے بیویوں کے ساتھ حق زوجیت ادا کروں گا۔ ہر ایک ایک مجاہد کو جنم دے گی جو راہ خدا میں جہاد کرے گا۔" ان کے ساتھی نے کہا: "ان شاء اللہ! کہہ دیں۔" مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہی۔ ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ

ہوئی اس نے بھی نامکمل بچہ جنم دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو یہ سارے راہِ خدا میں جہاد کرتے۔" اصحاب معانی نے لکھا ہے "اس سے مراد وہ جسم ہے جو اس وقت ان کی کرسی پر پھینک دیا گیا تھا جب انہیں پیش کیا گیا تھا۔ یہ ان کی عقوبت اور محنت تھی۔"

ایک قول کے مطابق وہ مر گیا تھا اور مردہ حالت میں ان کی کرسی پر پھینک دیا گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ گناہ ان کی تمنا اور خواہش تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اسی تمنا اور خواہش کی وجہ سے ان شاء اللہ نہ کہا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی عقوبت یہ تھی کہ ان کا ملک ان سے چھین لیا گیا اور ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے دل میں تمنا کی تھی ان کے دشمنوں سے زیادہ ان کے دامادوں کا حق تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کی گرفت اس وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ اپنی کسی زوجہ کے قریب گئے تھے۔ جو کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ شیطان نے ان کی مشابہت اختیار کر لی تھی۔ ان کے ملک پر تسلط حاصل کر لیا تھا اور ان کی امت پر ظلم کر کے حکم میں تصرف کیا تھا کیونکہ شیاطین کو اس طرح کا تسلط حاصل نہیں ہوتا۔ انبیائے کرام اس جیسے امور سے معصوم ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مذکورہ واقعہ میں ان شاء اللہ نہ کہا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے کوئی جوابات دیے گئے ہیں۔ (۱) حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ وہ اسے کہنا بھول گئے تھے، تاکہ منشاء خداوندی پورا ہو سکے۔ (۲) انہوں نے اپنے دوست کی بات کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ جو انہوں نے رب تعالیٰ سے یہ عرض کی تھی:

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص:۳۵)

ترجمہ: اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔

انہوں نے دنیا سے محبت کرتے ہوئے اور اس سے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے یہ عرض نہ کی تھی، لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ ان پر کوئی اور مسلط نہ ہو سکے جیسے کہ شیطان مسلط ہو گیا تھا، جبکہ اس وقت یہ ان کا امتحان تھا۔ یہ اس شخص کا قول ہے جس نے یہ نظریہ اپنایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ فضیلت اور خصوصیت مانگی تھی جیسے کہ اس نے دیگر انبیاء کرام کو فضیلتیں اور خصوصیات عطا کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے تاکہ یہ ان کی نبوت پر دلیل اور حجت بن سکے۔ جیسے ان کے والد گرامی کے لیے لوہے کا نرم ہو جانا تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردے زندہ کرنا ہے اور حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے لیے شفاعت ہے۔

جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر ہے ان کا مؤاخذہ تاویل اور لفظ کے ظاہر کی وجہ سے ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَهْلَكَ (ہود:۴۰)

ترجمہ: اور تیرے اہل۔

انہوں نے اس لفظ کے مقتضیٰ کے مطابق طلب کیا اور اس علم کا ارادہ کیا جو ان سے مخفی رکھا گیا تھا۔ انہیں رب تعالیٰ

کے وعدہ پر شک نہ تھا۔رب تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ وہ ان کے ان اہل میں سے نہیں جن کی نجات کا وعدہ ان کے ساتھ کیا گیا، کیونکہ وہ کافر تھا۔ان کے اعمال اچھے نہ تھے۔رب تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ ان کو غرق کرنے والا ہے۔جنہوں نے ظلم کیا۔انہیں منع کر دیا کہ ان کے متعلق بات نہ کریں۔اسی وجہ سے ان کی گرفت ہوئی اور ان پر عتاب ہوا۔انہوں نے رب تعالیٰ سے وہ سوال کر دیا۔جس کا اذن رب تعالیٰ نے انہیں نہ دیا تھا۔نقاش بیان کرتے تھے کہ انہیں اپنے بیٹے کے کفر کا علم نہ تھا۔اس آیت طیبہ میں اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ان میں سے کوئی بھی حضرت نوح کی معصیت کا تقاضا نہیں کرتا۔سوائے اس تاویل کے جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے اور انہوں نے وہ سوال کر دیا جس کے کرنے کا انہیں اذن نہ تھا۔

جو روایت صحیح میں منقول ہے کہ کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔انہوں نے چیونٹیوں کی ساری بستی کو آگ لگا دی۔رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے امم میں سے ایک امت کو جلا ڈالا جو رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔اس حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ معصیت تھی، بلکہ انہوں نے یہ مصلحت اور قرین صواب سمجھا کہ اس چیز کو مار دیا جائے جو ان کی جنس کو اذیت دیتی ہو اور اس منفعت کو روکتی ہو جسے رب تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی درخت کے نیچے جلوہ افروز تھے۔جب چیونٹی نے انہیں کاٹا تو انہوں نے ٹانگ سے اس لیے ہٹا دیا تاکہ وہ انہیں بار بار اذیت نہ دے۔جو کچھ رب تعالیٰ نے ان پر وحی کی تھی اس میں کسی معصیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ انہیں صبر پر ابھارا جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (النحل:۱۲۶)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔

فعل کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ اس نے انہیں اذیت دی۔اس وقت وہ اپنے خواص میں تھے۔انہوں نے اپنے نفس کے لیے اس سے انتقام لیا۔انہوں نے اس نقصان کو ختم کرنا چاہا جو وہاں بقیہ چیونٹیوں سے متوقع تھا۔اس میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں کہ انہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہو جس سے انہیں روکا گیا تھا۔انہوں نے نافرمانی کی۔نہ ہی اس وحی میں اس کا تذکرہ ہے جو رب تعالیٰ نے ان پر کی۔نہ ہی انہوں نے توبہ اور استغفار کیا تھا۔اگر کہا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان فرمان کا مفہوم کیا ہے؟ ہر ایک گناہ کے قریب ہوا یا مشغول ہوا سوائے حضرت یحییٰ بن زکریا کے۔" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لغزشیں ہیں جن میں وہ قصد، سہو اور غفلت کے بغیر مبتلا ہوئے تھے۔"

سابقہ فصل سے پیدا شدہ شبہات کے جوابات

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب تم نے انبیائے کرام علیہ الصلوات والتسلیمات سے گناہوں اور لغزشوں کی نفی کی ہے تم نے مفسرین کے اختلافات اور محققین کی تاویلات کا تذکرہ کیا ہے تو پھر رب تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہے:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ (طٰہٰ:۱۲۱)

ترجمہ: اور آدمؑ سے حکم عدولی ہوگئی سو وہ بامراد نہ ہوا۔

جبکہ قرآن و حدیث میں انبیاء کے گناہوں کے اعترافات اور ان کی توبہ اور استغفار کا تذکرہ ہے۔ان کی گریہ و زاری اور خوف اور ڈر کا ذکر ہے۔کیا بغیر کسی چیز کے یہ خوف،توبہ اور استغفار ہو سکتا ہے؟ جان لو رب تعالیٰ تمہیں اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ انبیائے کرام علیہم السلام رفعت و علو میں بلند مقام پر ہوتے ہیں۔عرفانِ الٰہی کے بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی بندوں کے بارے میں سنت اور اس کی سلطنت کی عظمت اور شدید گرفت کے بارے میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔یہی امر انہیں اس کے خوف پر ابھارتا ہے اس کے مؤاخذہ سے ڈراتا ہے کہ اس طرح ان کے علاوہ کسی اور کی گرفت نہیں ہو سکتی۔وہ ایسے امور میں تصرف کرتے جن سے نہ تو انہیں منع کیا گیا تھا نہ ہی ان کا حکم دیا گیا تھا، پھر اس پر ان کی گرفت ہوئی۔اسی وجہ سے ان پر عتاب ہوا۔یا گرفت سے انہیں ڈرایا گیا۔یا کسی تاویل یا سہو کی وجہ سے وہ اس تک پہنچے یا دنیا کے مباح امور میں انہوں نے تزاید کیا۔وہ خوفزدہ رہے۔ڈرتے رہے۔یہ امور ان کے عظیم مناصب کے اعتبار سے گناہ تھے۔یہ کمال اطاعت کی بنا پر معصیت تھی وہ ان کے علاوہ لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کی طرح گناہ اور نافرمانیاں نہ تھیں۔ذنب سے مراد حقیر اور رذیل چیز ہے اسی سے ہے:ذنب کل شی۔ یعنی ہر چیز کا آخر۔اذناب الناس۔رذیل ترین لوگ۔گویا کہ یہ ان کے کم ترین افعال تھے۔ان کے احوال میں سے برے تھے۔اس کا سبب ان کی تطہیر و تنزیہ تھی انہوں نے ظاہر و باطن کو اعمال صالحہ سے سجا رکھا تھا۔پاکیزہ کلمات، ذکر جری اور سری، خشیت الٰہیہ اور سر اور اعلانیہ میں اس کو عظیم سمجھنے سے سجا رکھا تھا،جبکہ دیگر افرد کبیرہ گناہوں، قبیح امور اور فواحش میں لتھڑے رہتے تھے۔ان کے اعتبار سے ان کے یہ افعال نیکیوں کی مانند تھے۔جیسے کہا جاتا ہے۔"پاکبازوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں۔"وہ انہیں اپنے بلند مقام کی وجہ سے برائیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔اسی طرح عصیان ترک اور مخالفت ہے۔لفظ کے مقتضیٰ کے مطابق جو فعل بھی سہو یا تاویل کی وجہ سے ہوگا وہ مخالفت اور ترک ہوگا۔"غَوٰی" کا معنی جہل ہے کہ وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ درخت وہی ہے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ایک قول یہ ہے انہوں نے خلود اور مداومت کو طلب کر کے لغزش کی۔انہوں نے اسے کھالیا اور وہ بامراد نہ ہوئے۔یوسف علیہ السلام اپنے اس فرمان کی وجہ سے ماخوذ ہوتے تھے جو انہوں نے قید میں دو ساتھیوں میں سے ایک کو کہا تھا۔

اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ (یوسف:۴۲)

ترجمہ: کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے آقا کے پاس لیکن فراموش کر دیا اسے شیطان نے کہ وہ ذکر کرے اپنے بادشاہ کے پاس پس آپ ٹھہرے رہے قید خانہ میں کئی سال۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کو بھلا دیا گیا کہ وہ آپ کا ذکر اپنے بادشاہ کے ہاں کرتا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ کلمہ نہ ہوتا جو وہ عرصہ جیل میں نہ

رہتے جو رہے۔

ابن دینار نے لکھا ہے: "جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہا تو ان سے کہا گیا: "تم نے میرے علاوہ وکیل بنالیا ہے میں تمہاری قید کو لمبا کر دوں گا۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! آزمائش کی کثرت نے میرے دل کو بھلا دیا تھا۔" بعض نے کہا ہے کہ انبیاء کرام کا مواخذہ بالکل چھوٹے چھوٹے امور (مثقال ذرہ) پر بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کے ہاں ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ دیگر مخلوق کی بے پروائی کی وجہ سے اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔"

جو کچھ تفصیل ہم نے تحریر کی ہے اس کی روشنی میں پہلے گروہ کا شخص کہہ سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مؤاخذہ جب ایسے امور پر بھی ہوتا ہے جن پر دیگر انسانوں کا مؤاخذہ نہیں ہوتا، جیسے سہو اور نسیان، ان کے درجات بلند ہوتے ہیں پھر اس حالت میں وہ دوسروں سے بری کیفیت میں ہوں گے۔" جان لو رب تعالیٰ تمہیں عزتیں دے۔ ہم نے تمہارے لیے اس مواخذہ کو ثابت نہیں کیا جو ان کے علاوہ دیگر افراد کے مؤاخذہ سے علیحدہ ہو۔ بلکہ ہم کہتے ہیں: "ان کا دنیا میں مؤاخذہ ہوتا ہے تا کہ ان کے درجات میں رفعت ہو۔ اسی لیے ان کی آزمائش کی جاتی ہے تا کہ ان کا خوف ان کے رتبوں کی رفعت کا سبب بنے۔

جیسے ارشاد فرمایا:

فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾ (ص:٢٥)

ترجمہ: پس ہم نے بخش دی ان کی یہ تقصیر، اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

تُبْتُ إِلَيْكَ۔ (الاعراف:١٤٣)

ترجمہ: میں تیری طرف آیا ہوں۔

تو فرمایا:

إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ۔ (الاعراف:١٤٤)

ترجمہ: میں نے تمہیں لوگوں پر برگزیدہ کر لیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش اور توبہ کے بعد فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٠﴾ (ص:٣٦ تا ٤٠)

ترجمہ: پس ہم نے ہوا کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا چلتی تھی آپ کے حسب حکم آرام سے جدھر آپ چاہتے، اور سب دیو بھی ماتحت کر دیے کوئی معمار اور غوطہ خور، اور ان کے علاوہ باندھ دیے گئے زنجیروں میں یہ ہماری

عطا ہے چاہے احسان کر۔ چاہے اپنے پاس رکھ تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

بعض متکلمین نے کہا ہے: "انبیاء کرام کی یہ لغزشیں بظاہر لغزشیں لگتی ہیں لیکن درحقیقت یہ کرامات اور قربات ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو تنبیہ ہو جائے یا وہ لوگ جو ان کے درجہ پر نہیں ہیں انہیں ان کے مؤاخذہ کا علم ہو جائے اور وہ ڈرنے لگیں۔ انہیں محاسبہ کا یقین ہو جائے وہ نعمتوں پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کریں مصائب پر صبر کریں، کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ ان حضرات قدسیہ کا کیسے مؤاخذہ ہوا جو ایسے رفیع مقامات پر فائز تھے۔ دیگر لوگوں کا محاسبہ کیسے ہو سکتا ہے اسی لیے حضرت صالح مری نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر توبہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

ابن عطاء نے لکھا ہے: "رب تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو واقعہ ذکر فرمایا ہے اس میں ان کے لیے کوئی عیب نہیں لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ سے مزید طلب کیا گیا ہے۔ اسی طرح انہیں کہا جائے گا کہ تم اور تمہارے ساتھی کبائر سے اجتناب کر کے صغائر کو بخشوانے کے لیے کہتے ہو۔" اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور جو صغیرہ گناہ تم نے ان کی طرف منسوب کیے ہیں وہ معاف کر دیے گئے تھے، پھر تمہارے ہاں اس مؤاخذہ کا معنی کیا ہے۔ خوف انبیاء اور توبہ انبیاء علیہم السلام کا مفہوم کیا ہے؟ مخالف کا جو جواب سہو اور تاویل کے افعال پر مؤاخذہ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا۔"

ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے استغفار اور توبہ کی کثرت آپ کے خضوع اور عبودیت کو لازم پکڑنے کی وجہ سے تھا، یہ تقصیر کا اعتراف تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر تھا۔ آپ کو مؤاخذہ سے امن حاصل تھا، پھر بھی فرمایا: "کیا میں رب تعالیٰ کا بہت شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" فرمایا: "میں تم سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تقویٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔" حارث بن اسد نے کہا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء کرام کا خوف اللہ تعالیٰ کو عظیم سمجھنے اور تعبد کا خوف ہوتا ہے، کیونکہ وہ مامون ہوتے ہیں۔ یا وہ اس لیے یوں کرتے ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے۔ ان کی امتوں میں سنت قائم ہو جائے۔ جیسے آپ نے فرمایا: "اگر تم وہ کچھ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ توبہ اور استغفار کا ایک اور معنی یہ بھی ہے۔ جس کی طرف بعض علماء نے لطیف اشارہ کیا ہے وہ رب تعالیٰ سے محبت کی استدعا ہے۔ اس نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ (البقرہ:۲۲۲)

ترجمہ: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف رہنے والوں کو۔

انبیائے کرام اور رسل عظام ہر وقت استغفار، توبہ اور رجوع الی اللہ کرتے رہتے تھے وہ محبت الٰہیہ کی استدعا کے لیے بھی تھا۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا کر فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ۔ (التوبہ:۱۱۷)

ترجمہ: یقیناً رحمت سے توبہ فرمائی اللہ نے نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۳)

ترجمہ: اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے پاکی بیان کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

ملائکہ پر گفتگو

اس میں کئی انواع ہیں:

۱۔ "الملك" کے لفظ کا مادہ اشتقاق اور صیغے۔ ایک قول کے مطابق یہ الالوکہ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی "الرسالۃ" ہے اسی طرح المالکۃ بھی ہے۔ اس سے اہلِ عرب کا قول "اَلْكِنِيْ اليه" ہے۔ شاعر کہتا ہے:

ابلغ النعمان عنّی مالکاً　　　انه قد طال حبسی و انتظاری

نعمان کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ میری قید اور انتظار طوالت اختیار کر گیا ہے۔

ان میں اَلوک بھی کہا جاتا ہے جیسے لبید کا شعر ہے:

و غلام ارسلته امه　　　بالوك فبذلنا ما سأل

اس بچے کو اس کی ماں نے پیغام کے ساتھ بھیجا ہم نے جو کچھ اس نے مانگا تھا عطا کر دیا تھا۔

المَلَک کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مَالُکۃ کی جمع ہے، کیونکہ ملائکہ قاصد ہوتے ہیں اسی لیے ان کا یہ نام رکھا گیا۔ خلیل بن احمد نے لکھا ہے کہ الرسالہ کو مالکۃ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پیغام کو اپنے منہ میں چباتے ہیں۔ یہ فرس مالک اللحام سے مشتق ہے جبکہ گھوڑا لگام کو چبائے۔ اس طرح یہ در حقیقت مَألُكٌ ہوگا لیکن وہ مالک کی جمع میں ملائکہ کہتے ہیں اس کا واحد مألکًا ہوگا۔ ابو حزہ کا شعر ہے:

فلست لا نسیّ و لکن لملأك　　　ینزل من جوالسماء یصوب

میں انسان نہیں ہوں میرا تعلق فرشتوں کے ساتھ ہے جسے آسمان کی فضاؤں سے اُتارا جاتا ہے۔

جب یہ الوکہ سے مشتق ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مقلوب ہو۔ فاء کلمہ کو عین کلمہ بنا دیا گیا۔ ملائک مفعل کے وزن پر ہے اسے مقلوب اس لیے کہا گیا ہے تاکہ تخفیف پیدا ہو جائے۔ جب ان کے ہمزہ کی حرکت کو اس کے ماقبل ساکن کی طرف منتقل کیا گیا تو اسے تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا۔ کہا گیا: "مَلَک" اسی لیے اس کی جمع میں ہمزہ کو لوٹا دیا جاتا ہے کہا جاتا ہے

''ملائکہ'' ابن کیسان نے اسے ''الملاک'' کہا ہے یہ فعال کے وزن پر ہے اس کی اصل بھی ملاٴك ہے جمع میں ہمزہ آتا ہے لیکن اس قول کے مطابق یہ مقلوب نہیں ہے۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ اس کا اصل ملاٴك ہے لیکن یہ لاٴك سے مشتق ہے اس کا معنی پیغام بھیجنا ہے۔ ابوعمرو بن حاجب نے لکھا ہے درست قول پہلا ہے اس میں صرف قلب کرنا پڑتا ہے، لیکن ہمزہ کو مفرد میں ختم کیا جاتا ہے جیسے جمع میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ ابن کیسان نے لکھا ہے یہ فعال کے وزن پر ہونا بعید ہے کیونکہ یہ نادر مثال ہے، لیکن اسے نادر کی بجائے کثیر پر محمول کرنا بہتر ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کی رسالہ کے ساتھ مناسبت ہے۔ المَلک کے برعکس۔ ابوعبیدہ کا یہ قول کہ لاٴك سے مفعل کے وزن پر ہے جبکہ اس میں رسالہ کے معانی پائے جائیں یہ بعید قول ہے، کیونکہ یہ مرسل ہو گا نہ کو مرشد، جبکہ یہ الوکہ سے مشتق ہو۔ جب کہ وہ مرسل ہو۔ پہلا قول ترجیح یافتہ ہے۔

۲۔ اس کے معنی کی حقیقت

اکثر مسلمانوں نے کہا ہے کہ ملائکہ وہ لطیف اجسام ہیں جو مختلف اشکال اپنا لینے پر قادر ہوتے ہیں ان کا مسکن آسمان ہیں۔ اسی مؤقف پر دلیل قائم ہے سمعیہ دلائل ملائکہ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اہل اسلام نے انہیں اسی طرح ثابت کیا ہے جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔ سارے انبیاء اور ملتیں اس کے وجود پر مجتمع ہیں۔ اگرچہ ان کے وجود اور اثبات پر دلائل سمعیہ ہیں۔ جو کچھ انبیائے کرام نے فرمایا ہے وہ ان کے حقائق کو جاننے کے لیے حتمی ہے اسی پر الہامی کتب میں دلائل سمعیہ اور انبیاء کرام کے اقوال دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ ان پر ایمان لانا واجب ہے

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (البقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: ایمان لایا یہ رسول کریم اس کتاب پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور مومن۔ یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو۔

حدیث جبرائیل میں ہے کہ جب انہوں نے آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور رسل پر ایمان لے کر آؤ۔'' امام بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ فرشتوں پر ایمان کئی معانی کو شامل ہے۔

(۱) ان کے وجود کی تصدیق (۲) ان کے مقامات پر انہیں اتارنا۔ یہ اثبات کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں جیسے انسان اور جن۔ یہ مامور ہیں۔ مکلف ہیں اسی چیز پر قادر ہیں جس پر رب تعالیٰ نے انہیں قدرت بخشی ہے ان کے لیے موت جائز ہے، لیکن رب تعالیٰ نے انہیں طویل مدت عطا کی ہے۔ وہ ان پر موت طاری نہ کرے گا حتیٰ کہ وہ اس

مدت تک پہنچ جائیں۔ان کا کوئی ایسا وصف بیان نہ کیا جائے جو انہیں رب تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے تک لے جائے۔
(۳) یہ اعتراف کہ وہ قاصد ہیں جنہیں رب تعالیٰ بشر میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔ یہ روا ہے کہ وہ بعض کو بعض کی طرف بھیج دے۔ان میں سے بعض حاملین عرش ہیں۔ کچھ پرے باندھے ہیں، کچھ جنت کے خازن ہیں، کچھ آگ کے نگران ہیں، کچھ اعمال لکھنے والے ہیں کچھ حساب چلاتے ہیں۔قرآن پاک میں ان سب کا یا اکثر کا ذکر ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آؤ۔"

امام کمال الدین ابن زملکانی نے لکھا ہے "آیت طیبہ میں مذکورہ ترتیب میں ایک راز ہے وہ یہ کہ کامیابی، کمال، رحمت اور خیر ساری کی ساری رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔فرشتے اس کا وسیلہ ہیں۔اس رحمت کا سامنا کرنے والے انبیاء اور رسل عظام علیہم السلام ہیں۔ضروری ہے کہ پہلا اصل ہو دوسرا وسیلہ ہو۔تیسرا اس رحمت کو حاصل کرنے والا ہو۔چوتھا۔اس رحمت کو اصل کے اعتبار سے خیرات اور رحمت کو قبول کرنے والے کی طرف پہنچانا ہو۔رحمت کا سب سے بڑا درجہ جو اس نے بندوں پر کیا ہے۔وہ یہ کہ اس نے ان پر کتب نازل کیں۔ملائکہ کے ذریعے انہیں نازل کیا۔انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کیا یہ ترتیب اسی اعتبار سے ہے۔

۴۔ان کی تخلیق کی ابتداء، یہ اجسام ہیں، فلاسفہ کا ان میں اختلاف ہے

امام مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔آدم کو اسی سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تذکرہ تم سے کر دیا گیا ہے۔" ابو الشیخ نے کتاب العظمۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فرشتوں کو نور العزۃ سے پیدا کیا گیا۔" ابو الشیخ نے حضرت یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کو روح اللہ سے پیدا کیا گیا ہے۔

۵۔ان کا فضل و شرف

ان عقلاء میں کوئی اختلاف نہیں جو ملائکہ کا اثبات کرتے ہیں یہ فضل و شرف کی حامل مخلوق ہے۔ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔یہ پاکیزہ ہیں۔ان میں کرام، بررہ اور مطہرون ہیں۔یہ معزز بندے ہیں۔قرآن پاک ان کے فضائل پر مشتمل ہے۔ ان کے شرف و فضیل والی جگہ پر ان کا ذکر خیر کسی سے مخفی نہیں ہے۔رب تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے بعد ان پر ایمان کا ذکر خیر فرمایا۔جیسے پہلے گذر چکا ہے ان کا شرف یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے عدل کے ساتھ اپنی شہادت کے بعد ان کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔اس نے فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران:۱۸)

ترجمہ: شہادت دی اللہ تعالیٰ نے بے شک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی کہ وہ قائم کرنے والا ہے عدل وانصاف کو۔

اپنے قرب میں عبادت کرنے کا شرف عطا کیا۔ انہیں یہ خصوصیت بخشی۔ فرمایا:

لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ۔ (الانبیاء:١٩)

ترجمہ: اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جو اس کے نزدیک ہیں۔

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء:٢٠)

ترجمہ: وہ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات اور دن اور وہ اکتاتے نہیں۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝ (الصفت:١٦٦)

ترجمہ: اور بیشک ہم اس کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝ (عبس:١٥-١٦)

ترجمہ: ایسے کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھے ہیں جو بڑے بزرگ اور نیکو کار ہیں۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (الانفطار:١٠-١١)

ترجمہ: حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں جو معزز ہیں لکھنے والے ہیں۔

٦۔ ان کی کثیر تعداد

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ (المدثر:٣١)

ترجمہ: اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے۔

بزار، ابو شیخ اور ابن مندہ نے "الرد علی الجهمیه" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ ان پر پھونک ماری، پھر فرمایا: "تم میں سے ایک ہزار دو ہزار بن جاؤ۔" ملائکہ وہ مخلوق ہے جو مکھی سے بھی چھوٹی ہے۔ ملائکہ کی تعداد کے برابر کسی اور مخلوق کی تعداد نہیں ہے۔ امام بیہقی نے الشعب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آسمانوں میں سے ہر ہر آسمان پر ایک بالشت بھر بھی جگہ نہیں ہے مگر اس پر فرشتے کی جبین یا قدم ہیں۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّاۗفُّوْنَ ۝ (الصافات:١٦٥)

ترجمہ: اور ہم پرے باندھے کھڑے ہیں۔

ابوشیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آسمان پر ہر ہر جگہ پر فرشتہ ہے وہ یا تو قیام پذیر ہے یا سجدہ ریز ہے۔ وہ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا۔" امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آسمان چرچراتا ہے۔ اس کا حق ہے کہ وہ چرچر کرے۔ اس میں چار انگلیوں کی بھی جگہ نہیں مگر اس میں کوئی فرشتہ اپنا سر رکھے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ کناں ہے۔ اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ تم فرش (بستروں) پر اپنی بیویوں سے لطف نہ اٹھاؤ۔ تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔ رب تعالیٰ سے پناہ طلب کرو۔ میں تمنا کرتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔"

ابوالشیخ نے العظمۃ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آسمان کی ہر جگہ پر یا تو کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے یا قیام پذیر ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ (الصافات: ۱۶۴۔۱۶۵)

ترجمہ: اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کے لیے مقام متعین ہے اور ہم پرے باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔

ابن ابی حاتم، الطبرانی، الضیاء نے مختارہ میں اور ابوشیخ نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم وہ کچھ سنتے ہو جو میں سن رہا ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔" آپ نے فرمایا: "میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں۔ اگر یہ چرچر کرے تو اسے ملامت نہ کی جائے اس میں قدم بھر بھی جگہ نہیں مگر اس پر کوئی فرشتہ سجدہ میں یا قیام میں یا رکوع میں ہے۔"

امام الطبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آسمانوں پر قدم رکھنے کی جگہ، بالشت بھر جگہ اور ہتھیلی بھر بھی جگہ خالی نہیں۔ مگر اس میں ایک فرشتہ قیام کر رہا ہے یا سجدہ ریز ہے روز حشر یہ سارے عرض کریں گے "مولا! ہم نے تیری اس طرح عبادت نہ کی جیسے عبادت کرنے کا حق تھا۔ الا یہ کہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا۔" الدینوری نے "المجالسہ" میں حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی کوئی مخلوق فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے۔ ہر ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں۔ ایک اسے ہانک رہا ہے جبکہ دوسرا اس پر گواہی دے گا۔ یہ بنو آدم کا دوگنا ہیں، پھر سارے آسمان اور زمین ان سے بھری ہوئی ہے، پھر آسمانوں کے اوپر عرش کے ارد گرد آسمانوں پر موجود فرشتوں سے زیادہ فرشتے ہیں۔" ابوشیخ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک نہر ہے جس میں حضرت جبرائیل امین داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ وہ باہر نکلتے ہیں۔ اپنے پر جھاڑتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے۔"

ابوشیخ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ فضا میں رب تعالیٰ کی ایک نہر ہے جس کی وسعت زمینوں

سے سات گنا زیادہ ہے۔ آسمان سے ایک فرشتہ اس نہر پر آتا ہے وہ اسے بھر دیتا ہے۔ وہ اس میں غسل کرتا ہے جب وہ باہر نکلتا ہے تو اس سے نور کے قطرات گرتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے جو رب تعالیٰ کی ساری مخلوق کی تسبیح کے برابر رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔" ابو شیخ نے اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی: "مولا! آسمان میں تیرے ساتھ کون ہے؟" اس نے فرمایا: "فرشتے۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! ان کی تعداد کتنی ہے؟" فرمایا: "بارہ سبط۔" فرمایا: "یہ سبط میں کتنی تعداد ہے؟" فرمایا: "مٹی کے ذرات کے برابر" حضرت ابو شیخ نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ فرشتوں کی آنکھوں سے جو قطرات گرتے ہیں وہ فرشتے بن جاتے ہیں جو خشیت الٰہیہ سے اڑ جاتے ہیں۔"

ابو شیخ نے علاء بن ہارون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہر روز حضرت جبرائیل امین نہر کوثر میں غسل کرتے ہیں پھر پروں کو جھاڑتے ہیں رب تعالیٰ ہر ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے۔" ابو شیخ نے حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ بارش کے ساتھ آسمان سے جو فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ اولادِ آدم اور اولادِ ابلیس سے زائد ہوتے ہیں۔ وہ ہر قطرہ کو شمار کرتے ہیں کہ وہ کہاں گرے گا اور اس نباتات سے کسے رزق نصیب ہوگا۔" ابو شیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ساتوں آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اگر بالوں کے برابر ان کا اندازہ لگایا جائے تو غلط ہوگا۔ ان میں سے کچھ ذکر کرنے والے، کچھ رکوع کرنے والے، کچھ سجدہ کرنے والے ہیں خوف الٰہی سے ان کے اعضاء لرزتے ہیں۔ ان کے پر خوف خدا سے کانپتے ہیں۔ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ حاملین عرش فرشتوں کی لمبائی ان کی ایڑھی سے سر تک پانچ سو سال کی مسافت ہے۔"

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوع روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کے دس اجزاء ہیں نو اجزاء کروبیون کے ہیں۔ جو دن رات رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں وہ اکتاتے نہیں ہیں۔ ایک جزء ہر چیز کے خزانہ پر موکل ہے۔ آسمان پر بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں مگر وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے یا رکوع کناں ہے۔ حرم پاک عرش کے بالکل سامنے ہے۔ بیت المعمور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔ اگر وہ نیچے گرے تو اس پر گرے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر دوبارہ اس طرف نہیں آتے۔" ابن منذر نے عمر البکالی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے فرشتوں کے دس اجزاء کیے۔ ان میں سے کچھ کروبیون ہیں۔ یہی فرشتے حاملین عرش ہیں۔ ان میں سے کچھ شب و روز تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اکتاتے نہیں ہیں۔ بقیہ فرشتے رب تعالیٰ کے امر اور پیغام رسانی پر مقرر ہیں۔

ابن ابی حاتم نے ابو الاعیس سے روایت کیا ہے کہ جن و انس دس اجزاء ہیں۔ انسان ان میں سے ایک جزء ہیں جنات نو اجزاء پر مشتمل ہیں۔ جن اور ملائکہ دس اجزاء ہیں ایک جز جن اور دس اجزاء فرشتے ہیں۔ ملائکہ اور روح دس اجزاء ہیں۔

ایک جز ملائکہ اور نو اجزاء روح ہیں۔ روح اور کروبیون دس اجزاء ہیں روح ایک جز اور کروبیون نو اجزاء ہیں۔" ابوشیخ، امام بیہقی نے الشعب میں خلیب اور ابن عساکر نے ایک صحابیٔ رسول (ﷺ و رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کے اعضاء اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ جب بھی کسی کی آنکھوں سے آنسو گرتا ہے اس سے ایک فرشتہ بن کر کھڑا ہو کر تسبیح بیان کرنے لگتا ہے، بعض فرشتے جب سے رب تعالیٰ نے زمین آسمان کو پیدا کیا ہے وہ سجدے میں ہیں۔ انہوں نے نہ تو اپنا سر اٹھایا ہے نہ روزِ حشر تک اٹھائیں گے، بعض فرشتے رکوع میں ہیں۔ انہوں نے اپنے سر نہ اٹھائے ہیں۔ نہ ہی روزِ حشر تک اٹھائیں گے بعض صفوں میں ہیں وہ ان سے نہ پھرے ہیں نہ ہی تا روزِ حشر پھریں گے۔ روزِ حشر رب تعالیٰ ان کے لیے تجلی فرمائے گا۔ وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔ وہ عرض کریں گے: "مولا! سبحانک۔ ہم نے تیری عبادت کا حق اس طرح ادا نہ کیا جس طرح حق تھا۔"

۷۔ ان کے سردار چار فرشتے ہیں جو دنیا کے امور چلاتے ہیں

ابن ابی حاتم، ابوشیخ نے "العظمہ" میں بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن سابط سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چار فرشتے دنیا کے معاملات کو چلاتے ہیں۔ (۱) حضرت جبرائیل (۲) حضرت میکائیل (۳) حضرت ملک الموت عزرائیل (۴) حضرت اسرافیل علیہم السلام۔ حضرت جبرائیل امین ہواؤں اور لشکروں پر متعین ہیں۔ حضرت میکائیل بارش اور نباتات پر مؤکل ہیں۔ حضرت عزرائیل ارواح کو قبض کرنے پر مؤکل ہیں جبکہ حضرت اسرافیل لوگوں پر امر لے کر نازل ہوتے ہیں۔" ابوشیخ نے ابن سابط سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ام الکتاب میں ہر اس چیز کا تذکرہ ہے جو روزِ حشر تک ہونے والی ہے تین فرشتے اس کی حفاظت پر مؤکل ہیں۔ حضرت جبرائیل اس امر پر مؤکل ہیں کہ انبیاء کرام پر کتابیں لے کر آئیں۔ وہ ہلاکتوں پر بھی مؤکل ہیں جبکہ رب تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہے وہ جنگ کے وقت نصرت پر بھی مؤکل ہیں۔ حضرت میکائیل حفاظت، بارش اور زمین کی نباتات پر مؤکل ہیں۔ موت کا فرشتہ روحوں کو قبض کرنے پر مؤکل ہے۔ جب دنیا ختم ہو جائے گی وہ اپنی محفوظات کو جمع کریں گے اس کا سامنا ام الکتاب سے کریں گے وہ اسے اس کے برابر پائیں گے۔"

امام بیہقی، الطبرانی اور ابوشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے کہ آسمان کا افق پھٹ گیا۔ حضرت جبرائیل امین کا جسم سمٹنے لگا۔ ان کا کچھ حصہ دوسرے حصے میں داخل ہونے لگا۔ وہ زمین کے قریب ہونے لگے۔ ایک فرشتہ آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ رب تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔ اس نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو بادشاہ نبی بن جائیں یا عبد نبی۔" حضرت جبرائیل امین نے اپنے ہاتھ سے تواضع کا اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے عاجزی کا مشورہ دے رہے ہیں۔ میں نے کہا: "عبد نبی بننا چاہتا ہوں۔" وہ فرشتہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے کہا: "جبرائیل امین اس کے متعلق تم سے

پوچھنا چاہتا تھا، لیکن میں نے تمہاری حالت دیکھی اس نے تمہیں اس مسئلہ سے مشغول کر دیا تھا۔ جبرائیل! یہ کون تھا؟" انہوں نے عرض کی: "یہ حضرت اسرافیل تھے۔ جب سے رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے یہ اس کے سامنے قدم باندھے کھڑے ہیں۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر اوپر نہیں دیکھا۔ ان کے اور رب تعالیٰ کے مابین ستر پردے ہیں جس نور کے بھی قریب ہوں وہ جلا دیتا ہے۔ اس کے سامنے لوح محفوظ ہے۔ جب رب تعالیٰ آسمان یا زمین میں کسی چیز کا اذن دیتا ہے تو وہ لوح بلند ہوتی ہے۔ ان کی پیشانی پر لگتی ہے۔ وہ اس پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ معاملہ میرے متعلق ہو تو مجھے حکم دیتے ہیں۔ اگر میکائیل کے متعلق ہو تو انہیں حکم دیتے ہیں۔ اگر فرشتۂ اجل کے متعلق ہو تو انہیں حکم دیتے ہیں۔" میں نے کہا: "جبرائیل! تم کس چیز پر مؤکل ہو؟" انہوں نے کہا: "ہواؤں اور لشکروں پر۔" میں نے پوچھا: "میکائیل کس چیز پر مؤکل ہیں؟" انہوں نے کہا: "نباتات اور بارش پر۔" میں نے پوچھا: "عزرائیل کس چیز پر مؤکل ہیں۔" انہوں نے کہا: "ارواح کو قبض کرنے پر۔" میں نے گمان کیا ہے کہ وہ قیامت قائم کرنے کے لیے اترے ہیں۔ میرا یہ خوف قیامِ قیامت کے گمان کی وجہ سے تھا۔"

ابو شیخ نے "العظمہ" میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے پچاس ہزار کی مسافت پر ہیں۔ حضرت جبرائیل اس کے دائیں طرف، میکائیل دوسری طرف اور اسرافیل ان کے مابین ہیں۔" ابو شیخ نے حضرت وہب سے روایت کیا ہے کہ یہ چار فرشتے ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔ رب تعالیٰ نے سب سے پہلے انہیں تخلیق کیا۔ سب سے آخر میں ان پر موت طاری کرے گا۔ سب سے پہلے انہیں زندہ کرے گا۔ وہ امور کی تدبیر اور امور کو تقسیم کرنے والے ہیں۔" ابو شیخ نے حضرت خالد بن ابی بحران سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت جبرائیل رب تعالیٰ کے اس کے رسل عظام کی طرف امین ہیں۔ حضرت میکائیل وہ اعمال نامے وصول کرتے ہیں جو لوگوں کے اعمال بلند ہوتے ہیں حضرت اسرافیل حاجب کے قائم مقام ہیں۔ ابو شیخ نے حضرت عکرمہ بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون سے فرشتے رب تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا۔" حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! رب تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز مخلوق کون سی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا۔" وہ اوپر گئے، پھر نیچے اترے تو عرض کی: "جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل۔" حضرت جبرائیل کے سپرد جنگیں ہیں۔ وہ مرسلین کے پاس پیغام لے کر آتے ہیں۔ حضرت میکائیل ہر اس قطرے پر مؤکل ہیں جو زمین پر گرتا ہے۔ ہر اس پتے پر مؤکل ہیں جو نیچے گرتا ہے۔ ہر اس دانے پر مؤکل ہیں جو اگتا ہے۔ عزرائیل بحر و بر میں ہر بندے کی روح قبض کرنے پر مؤکل ہیں حضرت اسرافیل رب تعالیٰ کے اور ان کے مابین امین ہیں۔

الطبرانی اور حاکم نے ابو ملیح سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم

ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ فجر کی دو رکعتیں آپ کے قریب ہی پڑھیں۔ آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔ مولا! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل اور محمد عربی ﷺ کے رب! میں تجھ سے آتش جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔" امام احمد نے الزہد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ سر اقدس ان کی گود میں تھا۔ وہ آپ کے چہرۂ انور کو چھونے لگیں۔ آپ کے لیے شفاء کی دعا مانگنے لگیں۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: "نہیں! بلکہ رب تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کریں کہ حضرت جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ۔"

۲۔ ان کے اسماء اور ان کے بارے میں اسلاف کے اقوال

اس کی دو فصلیں ہیں:

۱۔ ان سب کے نام غیر عربی ہیں۔ رضوان، مالک، منکر، نکیر۔ ان کے نام غیر منصرف ہیں۔ سوائے مالک اور ان کے بعد کے اسماء کے۔

۲۔ قرآن پاک میں حضرت جبرائیل اور میکائیل کا ذکر ہے۔ ان کے ناموں میں کئی لغتیں ہیں۔ جن کا ذکر معراج کے ابواب میں ہو چکا ہے۔

۹۔ شیخ نے "الحبائک" میں لکھا ہے کہ مجھ سے پہلے سوال کیا گیا کہ جبرائیل افضل ہیں یا اسرافیل۔ میں نے جواب دیا کہ میں علماء میں سے کسی کے قول سے واقف نہیں ہوا۔ متقدمہ آثار متعارض ہیں۔ الطبرانی نے مرفوع روایت کیا ہے "کیا میں تمہیں افضل الملائکۃ کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ حضرت جبرائیل ہیں۔" حضرت وہب کا اثر ہے کہ رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب جبرائیل پھر میکائیل ہیں۔" اس سے حضرت جبرائیل کی فضیلت آشکارہ ہوتی ہے۔" حضرت ابن مسعود سے مرفوع روایت ہے۔ ساری مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے قریب اسرافیل ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اسرافیل پھر جبرائیل پھر میکائیل پھر عزرائیل ہیں۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے۔ حضرت جبرائیل ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل ان کے بائیں طرف ہیں۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل رب تعالیٰ کے (قریبی) فرشتے ہیں ان کے قریب کچھ نہیں۔" حضرت کعب سے روایت ہے "فرشتوں میں سے سب سے زیادہ رب تعالیٰ کے قریب اسرافیل ہیں۔"

ابوبکر الہذلی نے روایت کیا ہے "رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے رب تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اسرافیل ہیں۔" ابن ابی جبلۃ نے روایت کیا ہے کہ روزِ حشر سب سے پہلے حضرت اسرافیل کو بلایا جائے گا۔" ابن سابط نے

روایت کیا ہے "چار فرشتے دنیا کے امور کی تدبیر کرتے ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام۔ حضرت اسرافیل ان پر رب تعالیٰ کا امر لے کر آتے ہیں۔" عکرمہ بن خالد سے مرفوع روایت ہے۔ "حضرت اسرافیل رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے مابین امین ہیں۔" حضرت خالد بن ابی عمران سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل حاجب کی مانند ہیں۔" یہ تمام آثار حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۰۔ امام حلیمی نے "شعب" میں بیہقی، قاضی عیاض، قونوی نے لکھا ہے کہ فرشتوں میں سے کچھ پیغام لے کر آتے ہیں کچھ پیغام لے کر نہیں آتے۔ امام رازی نے مطلق فرمایا ہے کہ فرشتے رب تعالیٰ کے قاصد ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ۔ (فاطر:۱)

ترجمہ: بنانے والا فرشتوں کو پیغام رساں۔

ان پر رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اعتراض کیا گیا:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۚ (الحج:۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں سے بھی بعض کو رسول۔

انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ "من" تبیین یا تبعیض کے لیے ہے۔ انہوں نے ان کی عصمت کے متعلق اختلاف کا تذکرہ مطلق کیا ہے جمہور علماء کرام نے لکھا ہے کہ سارے فرشتے ہر قسم کے گناہ سے محفوظ ہیں۔ حشویہ میں سے کچھ نے ان کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ ان کے علاوہ کی گفتگو میں علماء کے لیے اعتراض کی گنجائش ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ بھی ان میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کچھ قاصد ہیں اور کچھ قاصد نہیں ہیں۔ انہوں نے ان کی عصمت کے متعلق گفتگو کی ہے۔

۱۱۔ ان کی عصمت۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "مسلمان ائمہ کا اتفاق ہے کہ پیغامبر ملائکہ کا حکم انبیاء کے حکم کی مانند ہے۔ ان کی عصمت ان کی عصمت کی مانند ہے۔ وہ حقوق اور تبلیغ میں اسی طرح ہیں جیسے انبیاء کرام امم کے لیے ہوتے ہیں۔ غیر پیغامبر فرشتوں میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا موقف ہے کہ سارے فرشتے سارے گناہوں سے محفوظ ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ (التحریم:۶)

ترجمہ: نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔

امام رازی نے لکھا ہے: "یہ آیت طیبہ سارے ملائکہ کو ان کے سارے مامورات کے متعلق جامع ہے سارے منہیات کو ترک کرنے کو شامل ہے، کیونکہ جس فعل کو کرنے کا حکم دیا گیا ہو وہ اس کی ضد کی نہی کو شامل ہے۔ استثناء کی صحت عموم کی دلیل ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ (الانبیاء:۲۰)

ترجمہ: وہ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات دن اور وہ اکتاتے نہیں۔

جن کی یہ صفتیں ہوں ان سے گناہوں کے صدور کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر ان سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو تسبیح میں کوتاہی ہو جائے گی۔ اسی وجہ کو اور اس سے پہلے کی وجہ کو روکنے کے لیے یہ آیت طیبہ واضح ہے۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ (الانبیاء:۲۷)

ترجمہ: بلکہ وہ تو معزز بندے ہیں نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کار بند ہیں۔

یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام امور میں رب تعالیٰ کے حکم پر ان کا توقف ہے۔ جس کی کیفیت اس طرح ہو اس سے گناہ کا صدور ناممکن ہوتا ہے۔" آمدی نے لکھا ہے کہ معصیت امر اور نہی کی مخالفت سے ہوتی ہے۔ یہ روا نہیں کہ ان کے لیے امر کی مخالفت واقع ہو، کیونکہ یہ آیت طیبہ کے مخالف ہے۔ نہ ہی ان کے لیے یہ روا ہے کہ ان سے نہی کی مخالفت واقع ہو، کیونکہ کسی چیز سے نہی۔ اس کی اضداد میں سے کسی ایک شی کے بارے حکم ہوتا ہے۔ نہی کی مخالفت منہی عنہ کے ارتکاب سے ہوتی ہے۔ منہی کا ارتکاب عدم تلبس کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ کسی چیز کی نہی اس کی ضد کا حکم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ مشہور ہے۔ امام نے دو اور وجوہات کا ذکر کر کے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ انہوں نے عصمت کے ساتھ بشر میں طعن کیا۔ اگر وہ معصوم نہ ہوتے تو ان کی طرف سے یہ طعن عمدہ نہ تھا۔ یہ امر واضح ہے۔

۲۔ وہ رب تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا۔

جبکہ رسول معصوم ہوتا ہے جیسے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

یہی اس امر کی دلیل ہے کہ سارے فرشتے قاصد ہیں۔ اس پر گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔ یہ آیت طیبہ غیر انبیاء کے لیے عصمت کی دلیل ہے۔ وہ مانع بھی ہے جو اس میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ قاضی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ یہ عصمت ان میں سے قاصدین اور مقربین کے لیے مختص ہے۔ انہوں نے ان امور سے استدلال کیا ہے اہلِ اخبار اور تفسیر نے تحریر کیے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔ ان کی وجہ بھی بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ! صحیح مؤقف یہ ہے۔ ان کے مقاماتِ بلند کے موافق تنزیہ ہی ہے اور ان کی طرف ایسا امر منسوب نہ ہو جو انہیں بلند منصب اور رفیع مقام سے گرا دے۔ جو گروہ ان کی عصمت کا قائل نہیں ہے ان کے دلائل ہیں۔

۱۔ ہاروت اور ماروت کا قصہ۔ یہ ایک مشہور داستان ہے۔ ان کا لب لباب یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے

تھے۔ انہوں نے بنو آدم کی لغزشوں پر تعجب کیا۔ انہوں نے کہا: ''اگر ہم میں بنو آدم کی شہوت رکھ دی جائے تو ہم نافرمانی نہیں کریں گے۔'' رب تعالیٰ نے انہیں زمین پر اتار دیا۔ ان میں شہوت پیدا کر دی ان کے مقدر میں زہرہ کو کر دیا۔ وہ اس وقت کی عورتوں میں سے خوبصورت ترین عورت تھی۔ انہوں نے اسے پسند کیا۔ اس عورت نے انہیں بت کو سجدہ کرنے پر ابھارا جان تلف کرنے اور شراب پینے پر ابھارا ان سے اسم اعظم سیکھا اور اس کے ذریعے آسمان کی طرف چڑھ گئی۔ وہ ستارہ یا بادل بن گئی۔ ان دونوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی شفاعت طلب کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں دنیا یا آخرت کے عذاب میں اختیار دے دیا۔ انہوں نے دنیا کا عذاب پسند کر لیا۔ انہوں نے لوہا پہن لیا بابل میں اپنے گھروں میں ٹھہر گئے۔ ان کے اور پانی کے مابین چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔'' اس داستان میں کمی وبیشی اور بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے۔''

شیخ کمال الدین نے لکھا ہے ائمہ نقل نے اس قصہ کو درست قرار نہیں دیا۔ انہوں نے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کی روایت کو ثابت نہیں کیا۔'' قاضی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ''اس روایت میں سے کچھ بھی صحیح یا ضعیف آپ سے مروی نہیں ہے۔ یہ یہود کی کتب سے لیا گیا قصہ ہے اور ان کی افتراء پردازی ہے۔ اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ (البقرہ:١٠٢)

ترجمہ: نیز وہ بھی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت اور ماروت تھے اور نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں کفر مت کرنا اس کے باوجود لوگ سیکھتے رہے ان دونوں سے وہ منتر جس سے جدائی ڈالتے تھے خاوند اور اس کی بیوی میں۔

میں کہتا ہوں ''اس کے متعلق بہت سے اقوال ہیں۔ محققین نے اس واقعہ کے ضمن میں اور ہی معنی بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''اس آیت طیبہ میں ''ملکین'' میں دو قرائتیں ہیں۔ (ا) لام کے کسر کے ساتھ یہ شاذ ہے۔ لام کے فتح کے ساتھ یہ مشہور قرات ہے، لیکن انہوں نے ذکر کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا۔ جادو کا اظہار ہو چکا تھا۔ اس کے اہل کا ظہور ہو چکا تھا۔ رب تعالیٰ نے دو فرشتے نازل کیے جو لوگوں کو جادو کی حقیقت بیان کرتے تھے۔ اس کا معاملہ واضح کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں۔ وہ جادو، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق کر سکیں۔ جو یہ حقیقت سیکھنے کے لیے آمادہ جلدی سے اسے سکھا دیتے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جادو کی تعلیم دینے کے لیے فتنہ ہیں جس نے اسے اس لیے سیکھا تاکہ وہ اس سے اجتناب کرے۔ اس کے، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق کر سکے تو وہ پسندیدہ ہے۔ جس نے کسی اور مقصد کے لیے سیکھا تو یہ اسے کفر تک لے جائے گا۔ دو فرشتے تھے جو ان دونوں کے لیے یہ گفتگو کرتے تھے، پھر اس شخص

سے کہتے: "جادو گر کا فعل یہ ہوتا ہے کہ وہ آدمی اور اس کی بیوی کے مابین تفریق ڈال دیتا ہے۔ تم یہ حیلہ نہ اختیار کرو نہ ہی یہ قول کرو۔ یہ جادو گروں کا قول ہے۔ جو کفر تک لے جاتا ہے۔" فرشتوں کا یہ فعل تھا، جو امر الٰہی کی اطاعت کے لیے تھا، بعض لوگوں نے اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب رب تعالیٰ نے جب یہ بیان کر دیا کہ کفار اور یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام جادو گر ثابت کرنے کے لیے دعویٰ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: "جنات نے جادو کی کتب ان کے مصلی کے نیچے دفن کر رکھی ہیں۔ انہوں نے وہ کتابیں نکالیں تاکہ لوگ انہیں جادو گر سمجھیں حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو کی کتب کو جمع کر کے دفن کر دیں تھیں تاکہ وہ لوگوں کے ہاتھوں نہ لگ سکیں وہ ضائع ہو جائیں ان کے وصال کے بعد جنات اور یہود نے انہیں نکال لیا۔ وہ لوگوں کے ہاتھوں لگ گئیں۔ ان میں جادو پھیل گیا۔ اسی لیے یہود کے ہاں بہت جادو ہوتا تھا۔ یہود جادو کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف کرتے تھے۔ مگر رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: اور نہیں کفر کیا حضرت سلیمان نے بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔

پھر یہودیوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ جو ان کے پاس جادو ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی میراث ہے۔ حضرت جبرائیل اور میکائیل اسے لے کر اترے ہیں۔" رب تعالیٰ نے دونوں امور میں ان کی تکذیب کر دی۔ فرمایا:

وما انزل علی الملکین۔۔۔

ایک قول یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت اہل بابل کے لوگوں میں سے تھے۔ اس صورت میں "ملکین" لام کے کسرہ کے ساتھ ہوگا۔ اس قرأت کے اعتبار سے "ما" اسمیہ ہوگا۔ انزال شیاطین کی طرف سے ہوگا۔ ما کا نافیہ ہونا بھی روا ہے۔ عبدالرحمان بن ابزی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ انہوں نے ملکین کی تفسیر حضرات داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے کی ہے۔ اس صورت میں "ما" صرف نافیہ ہوگا۔" امام رازی نے لکھا ہے۔

"جو کچھ ہاروت اور ماروت کے قصے میں بیان کیا جاتا ہے۔ وہی اس کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے اس میں بیان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا: "اگر میں تمہیں اسی طرح آزمائش میں مبتلا کروں جیسے میں نے بنو آدم کو کیا ہے۔ تو تم میری نافرمانی کرو گے۔" انہوں نے کہا: "مولا! اگر تم نے اس طرح کر دیا تو ہم تیری نافرمانی نہ کریں گے۔" یہ فرشتوں کی نسبت درست نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا رد ہے۔ اس کے بطلان کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب میں اختیار مل گیا۔ رب تعالیٰ تو نافرمانوں بلکہ کفار کو توبہ اور عذاب کے مابین اختیار دیتا ہے۔ روایت ہے کہ وہ اس عذاب کی شکل میں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ یہ اعجب العجب ہے پھر انہوں نے روایت کیا ہے وہ نافرمان عورت آسمان کی طرف چلی گئی، اور ساتوں ستاروں میں سے تاباں ستارہ بن گئی۔ یہ "الخنس الجوار الکنس" کی قسم اٹھانے کے خلاف ہے۔

الشیخ نے "الحبائک" میں لکھا ہے کہ الصفوی الاموی نے اپنے "رسالہ" میں ان کی عصمت کا ذکر کرنے کے بعد اور

ان کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مخالف نے ہاروت اور ماروت کے قصہ سے استدلال کیا ہے۔ ابلیس اور آدم کے قصہ کو بطور دلیل ذکر کیا ہے، نیز یہ کہ تخلیق آدم کے وقت انہوں نے رب تعالیٰ سے عرض کی تھی:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا۔ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: کیا تو اس زمین میں سے بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا۔

ان تمام امور کا مختصر جواب یہ ہے کہ جو کچھ بھی تم نے ذکر کیا ہے وہ بعید یا قریب احتمال رکھتا ہے۔ ہر دو امور مقدر مان لینے پر یہ اس چیز کے مخالف نہیں ہے جو ظاہر اور صراحت کے زمانہ میں ان کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔" الشیخ نے لکھا ہے:"ہاروت اور ماروت کی داستان میں یہ جواب اس سابقہ جواب سے زیادہ پختہ ہے جو اس سے پہلے گزرا ہے، کیونکہ ان کے تذکرہ کے وقت صحیح احادیث کا تذکرہ ہوا تھا۔" ائمہ مالکیہ میں سے القرافی نے لکھا ہے"جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ ہاروت و ماروت کو سرزمین ہند میں عذاب دیا جا رہا ہے اس خطاء کی وجہ سے جو انہوں نے زہرہ کے ساتھ کی تھی۔ وہ شخص کافر ہے۔ بلکہ وہ ملائکہ ہیں رب تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اس کے خواص ہیں۔ ہر اس چیز سے ان کی تعظیم و توقیر اور تنزیہ واجب ہے جو ان کی قدر کی عظمت میں خلل ڈال دے۔ جو اس طرح نہ کرے اس کا خون رائیگاں ہے۔"

علامہ بلقینی نے منہج الاصلین میں لکھا ہے"نبوت اور ملائکیت کی وجہ سے عصمت واجب ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کے لیے جائز ہے۔ جس کے لیے عصمت لازم ہو اس سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اسی لیے ہم ملائکہ میں سے مرسلین اور غیر مرسلین سب کی عصمت کا اقرار کرتے ہیں، کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ (التحریم:۶)

ترجمہ: نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا ہے اور فوراً بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔

اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا۔ وہ جنات میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دیا، لیکن ہاروت اور ماروت کے متعلق قصہ درست نہیں ہے۔ ابن حزم نے کتاب الجامع میں لکھا ہے کہ ہاروت اور ماروت جنات میں سے تھے۔ وہ فرشتے نہ تھے۔" شیخ نے لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر ان کا قصہ جواب کا محتاج نہیں رہتا۔ جیسے ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا۔ وہ ان میں سے تھا۔ ان کا تعلق جنات سے تھا۔"

امام الحنفیہ امام ابو منصور الماتریدی نے الاعتقادیات میں لکھا ہے۔ جیسے شیخ ابوالحسن الاشعری نے لکھا ہے"سارے فرشتے معصوم ہیں۔ انہیں اطاعت کے لیے تخلیق کیا گیا سوائے ہاروت و ماروت کے۔" القرافی نے لکھا ہے"ہر مکلف پر لازم ہے کہ وہ سارے انبیائے کرام کی تعظیم کرے۔ اسی طرح سارے فرشتوں کی تعظیم کرے۔ جس نے انہیں گستاخی کا نشانہ بنایا۔ اس نے کفر کیا۔ خواہ اشارہ سے ہو یا صراحت سے۔ جس نے کسی شدید گرفت والے شخص کو دیکھا تو اسے کہا:"اس کا دل تو خازن جہنم مالک سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یا کسی بدخلق کو دیکھ کر کہا" یہ منکر و نکیر سے بھی وحشت انگیز ہے۔ وہ کافر ہے، جبکہ اس نے

وحشت اور قساوت سے انہیں عیب ونقص کا نشانہ بنایا ہو۔"

۲۔ جن لوگوں نے ان کی عدم عصمت پر قصہ آدم سے استدلال کیا ہے۔ان کا استدلال کئی اعتبار سے ہے۔

ا۔ ان کا اپنے اس قول سے اعتراض۔

اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا ۔ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: کیا تو اس میں بناتا ہے اسے جو اس میں فساد بپا کرے گا۔

۲۔ انہوں نے بنو آدم کی غیبت کی۔

۳۔ انہوں نے خود کو بنو آدم پر ترجیح دی اور خود پر فخر کیا۔انہوں نے کہا:

وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ۔ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیرے لیے تقدیس بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ابلیس نے سجدۂ آدم کے وقت رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی، حالانکہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔انہی چار دلائل سے عدم عصمت کا قول کرنے والے نے استدلال کیا ہے۔اگرچہ ان کے دلائل اور بھی ہیں لیکن ان کے ضعف کی وجہ سے میں نے ان سے اعراض کیا ہے۔جہاں تک پہلی دلیل کا تعلق ہے کہ انہوں نے رب تعالیٰ پر اعتراض کیا تھا۔اس کے اہل السنہ نے تین جوابات دیے ہیں۔

ا۔ انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ از قبیل اعتراض نہ تھا، بلکہ وہ امر الٰہی کو سمجھنے کے لیے تھا۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے یہ اس لیے کہا تھا تا کہ رب تعالیٰ کی حکمت کی عظمت کا اظہار ہو سکے کہ اس نے زمین میں وہ خلیفہ بنایا ہے جس کے یہ اوصاف ہیں۔یہ اس کا ظاہر حال ہے جس پر اس نے خلافت کا حکم لگایا ہے حالانکہ وہ خود خوب جانتا ہے۔گویا کہ انہوں نے کہا: "اے ہمارے رب تعالیٰ! تو پاک ہے بلند و برتر ہے۔تیری شان کتنی عظیم ہے۔تیری حکمت کتنی بلند ہے تو مخفی امور کو جانتا ہے تو زمین پر وہ آدم بھیج رہا ہے جو اس میں فساد کرے گا۔اس میں خونریزی کرے گا تو مصلحت کی جگہ سے خوب آگاہ ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے جواب دیا۔

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یہ ان کے اس اعتقاد کا اثبات ہے جو انہیں رب تعالیٰ کی مخفی حکمت پر تھا۔انہیں اس کے مخفی حکمت پر اعتقاد تھا۔

۲۔ وہ رب تعالیٰ سے شدید محبت کرتے تھے۔اطاعت الٰہیہ پر بڑے حریص تھے۔انہوں نے نافرمانی کو ناپسند کیا۔انہوں نے التجاء کی کہ وہ مخفی حکمت سے انہیں آگاہ کر دے، تا کہ وہ مطمئن ہو جائیں۔انہیں اس کی طرف سکون ملے۔یہ اخفش کا قول ہے۔

۳۔ اسے قفال نے اختیار کیا ہے کہ یہ از روئے اثبات اور ایجاب ہے۔ یہ تقریر اور ایجاب کے لیے استفہام ہے۔ اس سے علم دریافت کرنا یا انکار کرنا مراد نہیں ہے۔ گویا کہ انہوں نے کہا: ''وہ اس طرح کرے گا'' یہ شاعر کے اس قول کی طرح ہے:

السنم خیر من رکب المطایا   و اندی العالمین بطون راح

ترجمہ: کیا تم ان میں سے بہترین نہیں ہو جو سوار ہوتے ہیں اور سارے جہانوں سے زیادہ سخی ہو اور راحت کی وادیاں ہو۔

یعنی تم اسی طرح ہو۔ اس کے اور بھی جوابات دیے گئے ہیں، لیکن یہ جواب سب سے قوی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرشتوں کو کیسے علم ہوا کہ بنو آدم خون ریزی کریں گے۔ زمین میں فساد کریں گے۔ انہوں نے یہ صفات سب کی طرف کیسے منسوب کر دیں حالانکہ یہ بعض اولاد آدم کے اوصاف ہیں'' ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ انہیں اس کے متعلق خبر لوح محفوظ سے ملی تھی۔ رب تعالیٰ نے انہیں یہ علم دیا تھا۔ یا انہوں نے اس اعتبار سے دیکھا کہ ان کی تخلیق غضب اور شہوت کے مرکب سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کی یہ حالت ہو ظاہر ہے وہ فساد کرے گا خون ریزی کرے گا۔ یا انہوں نے وہ عذاب دیکھ لیا تھا جو رب تعالیٰ نے ان کے لیے آتش جہنم میں پیدا کیا تھا۔ یا رب تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلیفہ فرمایا تھا۔ وہ جھگڑوں کے فیصلے کرنے کے نگران تھے۔ انہوں نے خلافت کی جہت سے ان کے احوال دیکھ لیے تھے۔ یہ سارے وجوہ منقول ہیں۔

ملائکہ نے یہ اوصاف سارے اولادِ آدم کی طرف منسوب کیے تھے۔ کلام میں یہ صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے یہ اوصاف سب کی طرف منسوب کیے تھے۔ اگر کسی ایک سے بھی یہ صدور ہو تو یہ صحیح ہے کہ یوں کہا جائے ''اس نے زمین میں اسے بھیجا جو اس میں فساد کرتا ہے اور اس میں خونریزی کرتا ہے، کیونکہ جو ایک سے ظہور ہو سکے ان کا ظہور سب سے ہو سکتا ہے۔''

دوسری وجہ کا جواب یہ ہے۔ وہ وجہ یہ ہے کہ یہ بنو آدم کی غیبت ہے، کبھی کبھی کسی مصلحت کی بنا پر غیبت مباح ہو جاتی ہے۔ اس میں مسلمان کے لیے اس وقت خلوص کا اظہار بھی ہے جب وہ غلام خریدے یا کسی سے شادی کرے۔ یا اس کے مناسب ہو۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جب انہیں حضرت معاویہ اور ابو جہم نے پیغام نکاح دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''معاویہ غریب شخص ہیں، جبکہ ابو جہم اپنے کندھے سے عصا نہیں اتارتے۔'' ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ اسے علم ہو سکے کہ لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں تا کہ وہ اس سے اجتناب کر سکے۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ اس شخص کے متعلق علم ہو سکے جو مسلمانوں کے کسی اہم امر کے لیے صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال وہ شخص ہے جو فتویٰ لینا چاہے یا اس سے تعلیم حاصل کرنا چاہے یا یہ تعریف کے لیے ہو جیسے القاب۔ ان میں سے کچھ امور فتویٰ اور تعلیم کے لیے ہوتے ہیں۔ متعلم اور فتویٰ پوچھنے والے کے لیے روا ہے کہ وہ ان حالات کی وضاحت کرے جن کے متعلق سوالات کرنا چاہتا ہو۔ جیسے بیوی اپنے خاوند کے متعلق مفتی سے کہے کہ میرا خاوند اس طرح ہے میں کیا کروں؟ اس

کے متعلق حضرت ہند کی روایت میں دلیل ہے۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: "ابوسفیان کنجوس انسان ہیں۔" انہوں نے اپنی ضرورت کے لیے یہ تذکرہ کیا تھا تاکہ انہیں علم ہو سکے کہ ان کے لیے ان کے مال سے کیا کچھ لینا جائز ہے۔ ملائکہ کے قصہ کا تعلق بھی اسی باب سے ہے، کیونکہ ان کا مقصد بھی حکمت سے آگہی تھا۔ اشکال دور کرنا اور حصولِ علم تھا۔ یہ جائز غیبت سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسری وجہ کا جواب یہ ہے جبکہ تیسری وجہ یہ ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ۔ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تیری حمد کے ساتھ۔

یہ آیت دو اعتبار سے اعجاب کے قائم مقام ہے۔ (۱) ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اس کا تعلق نفس کے مدح کے ساتھ ہے، بلکہ اس کا تعلق تحدیث نعمت کے ساتھ ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اور تم اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(۲) یہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا۔ اس کے لیے بطور معذرت تھا، کیونکہ ان کا یہ قول:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا۔ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: کیا تم مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا۔

اعتراض کی صورت میں تھا۔ انہوں نے اس وہم کی نفی کرنا چاہی۔ انہوں نے اپنی التجاء کے فوراً بعد عرض کر دی:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (البقرہ:۳۰)

ترجمہ: حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں، تیری حمد کے ساتھ۔

انہوں نے ارادہ کیا کہ رب تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ پروردگار! ہم نے تیرے معاملہ میں تجھ پر اعتراض نہیں کیا ہم تو تیری تقدیس و تسبیح کرنے والے بندے ہیں۔ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا۔ اس نے نافرمانی کی۔ لوگوں کا ابلیس لعین کے متعلق اختلاف ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا۔ اس کا نام عزازیل تھا۔ جب اس نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب تعالیٰ نے اسے لعین بنا دیا۔ اسے سرکش شیطان بنا دیا۔ اس کا نام ابلیس رکھ دیا، کیونکہ رب تعالیٰ نے اسے ساری بھلائیوں سے محروم کر دیا تھا۔ غمگین اور غمزدہ کو "مبلس" کہا جاتا ہے۔

علامہ واحدی نے لکھا ہے "پسندیدہ موقف یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے، کیونکہ نحویین کا اجماع ہے کہ یہ عجمہ اور معرفہ کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ علماء کا یہ قول کہ یہ ملائکہ سے تھا۔ ان میں حضرات ابن مسعود، ابن مسیب، قتادہ، ابن جریر

شامل ہیں۔ یہ امام رازی اور ابن الانباری کا قول ہے۔ یہ مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ (الکہف)

ترجمہ: وہ قوم جن سے تھا۔

کا جواب یہ دیا ہے کہ ملائکہ میں سے ایک گروہ تھا جسے "جن" کہا جاتا تھا، جبکہ حضرات حسن، عبداللہ بن یزید اور شہر بن حوشب نے لکھا ہے کہ ملائکہ میں سے نہ تھا۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ انہوں نے اس آیت طیبہ کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ ملائکہ اور ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ سارے ملائکہ نے اطاعت کی۔ ابلیس نے نافرمانی کی۔" صحیح موقف یہ ہے کہ یہ ملائکہ میں سے تھا کیونکہ یہ بات منقول نہیں کہ فرشتوں کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔ استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جہاں تک روزِ حشر تک اسے مہلت دینے کا تعلق ہے تو یہ اس کی سزا، کفر، گناہ اور سرکشی میں اضافہ کے لیے ہے۔ علامہ قاضی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء نفی کرتے ہیں کہ یہ ملائکہ سے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام ابوالانسان ہیں۔"

خاکپائے ملت بیضاء
ذوالفقار علی ساقی
10-08-2014
بروز اتوار دس بجے

نظرثانی
۲ مارچ ۲۰۱۵ء
ذوالفقار علی ساقی

•••

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com
www.zaviapublishers.com

امور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختصاصات اور وہ عوارضِ بشریہ جو آپ پر طاری ہوتے تھے

پہلا باب

جسم اطہر کی کیفیت

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ الشفاء میں تحریر کرتے ہیں: ہم نے پہلے تذکرہ کر دیا ہے کہ سارے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام بشر (کامل) ہی تھے۔ آپ کا جسم اطہر اور اس کا ظاہر بشر کے لیے خالص تھے۔ اسی لیے اس پر آلام، آفات، تغیرات اور امراض روا تھیں۔ آپ نے وصال کا جام بھی چکھا جیسے کہ یہ بھی بشر کے لیے روا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی شان میں تنقیص نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کو اس شی کی بہ نسبت ناقص کہا جاتا ہے جو اس سے اتم ہو۔ اس کی نوع میں سے اکمل ہو۔ رب تعالیٰ نے دُر دنیا والوں کے مقدر میں لکھ دیا ہے:

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾ (الاعراف: ۲۵)

ترجمہ: نیز فرمایا: اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

رب تعالیٰ نے سارے بشر کو تغیر پذیر بنایا ہے۔ آپ علیل بھی ہوئے، درد کی شکایت بھی ہوئی، گرمی اور سردی بھی لگی، بھوک اور پیاس بھی لگی، غصہ اور غضب بھی آیا، تھکاوٹ اور مشقت نے بھی آلیا، ضعف اور بڑھاپے نے بھی آلیا، آپ گھوڑے سے گرے تو پہلو اطہر بھی زخمی ہوا، کفار نے آپ کو زخمی بھی کیا، دندان مبارک بھی شہید ہوئے، زہر آلود بکری بھی کھلائی گئی، آپ پر جادو بھی کیا گیا، آپ نے دوا بھی لی، پچھنے بھی لگوائے، دم بھی کیا، تعوذ بھی کیا، آپ نے اپنا احسن کردار کیا اور وصال فرما گئے، پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے، پھر اس امتحان اور آزمائش کی دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہی بشر کی علامات ہیں۔ جن سے نجات کی کوئی راہ نہیں۔ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، انہیں شہید کر دیا گیا، انہیں آگ میں پھینکا گیا، آری سے چیرا گیا، بعض کو رب تعالیٰ نے بعض اوقات بچالیا، بعض کو اسی طرح حفاظت عطا فرمادی جیسے بعد میں

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عصمت عطا کی تھی۔ اگر اللہ رب تعالیٰ غزوۂ احد میں ابن قمیئہ کے ہاتھوں سے نہ بچاتا۔ اہل طائف کی نگاہوں سے مخفی نہ کرتا۔ غار ثور کی طرف تشریف لے جاتے وقت کفار کی آنکھوں کو نابینا نہ کرتا۔ غورث کی تلوار کو نہ روکتا۔ ابوجہل کے پتھر اور سراقہ کے گھوڑے کو نہ روکتا۔ اگر وہ آپ کو ابن الاعصم کے جادو سے نہ بچاتا تو آپ کو اس سے بھی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہودیہ نے آپ کو زہر آلود بکری بھی پیش کی تھی۔

اسی طرح سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائش کی اور پھر انہیں عافیت نصیب ہوگئی۔ اس میں بھی اس کی حکمت کارفرما تھی، تاکہ ان مقامات پر ان کا شرف عیاں ہوسکے۔ ان کا امر واضح ہوسکے۔ ان کا کلمہ ان میں مکمل ہوسکے۔ ان کی بشریت کی آزمائش ہوسکے۔ کمزور لوگوں کا ان کے متعلق التباس اٹھ جائے تاکہ ان کے ہاتھوں رونما ہونے والے عجائب سے وہ گمراہ نہ ہوجائیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی گمراہ ہوگئے تھے تاکہ ان کی آزمائشوں میں امم کے لیے تسلی کا سامان ہو، تاکہ انہیں درگاہ ناز سے عمدہ انداز سے پورا اجر وثواب مل سکے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ مذکورہ تغیرات اور خواص ان کے اجسام بشریہ کے ساتھ ہی مختص تھے تاکہ بشر کے ساتھ ان کی مقاومت اور بنو آدم کی جنس کی مشاکلت کی وجہ ان کے ساتھ مخالطت کا مدعا پورا ہوسکے۔ جہاں تک ان کے بواطن کا تعلق ہوتا ہے وہ غالباً اس امر سے منزہ ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ ان سے خبریں وصول کرتے ہیں اور وحی لیتے ہیں جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں رات بسر کرتا ہوں تو میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھولتا نہیں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ میری سنت پاک قائم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگاہ فرما دیا کہ آپ کا سر اور باطن اور روح آپ کے سارے جسم اطہر اور ظاہر کے خلاف ہے۔ وہ تمام امور مثلاً ضعف، بھوک، نیند، بیداری وغیرہ جو آپ کے ظاہر پر طاری ہوتے ہیں لیکن آپ کے باطن پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا جبکہ دیگر بشر کے باطن کا حکم اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ جب اور کوئی بشر سوتا ہے تو اس کا جسم اور دل نیند میں ڈوب جاتے ہیں۔ نیند میں بھی آپ کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا۔ جیسے وہ عالم بیداری میں ہوتا تھا، بعض آثار میں ہے کہ آپ نیند میں حدث سے بھی محفوظ تھے، البتہ آپ کا دل مبارک بدستور بیدار رہتا تھا، جبکہ دیگر انسان بھوکے رہتے ہیں تو ان کے جسم کمزور ہو جاتے ہیں قوت کمزور ہو جاتی ہے بعض اوقات بالکل جواب دے جاتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ پر یہ عوارض طاری نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشری کیفیت سے الگ تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اسی طرح میں کہتا ہوں یہ کیفیت سارے احوال میں اسی طرح تھی۔ سارے امراض، جادو اور غضب میں یہی کیفیت تھی۔ آپ کے باطن میں کوئی ایسی کیفیت پیدا نہ ہوتی تھی جس سے خلل واقع ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس اور اعضاء مبارکہ پر ایسی کیفیت طاری نہ ہوتی تھی جو آپ کے لیے غیر مناسب ہوتی، جیسے دیگر بشر پر طاری ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات بعد میں

بیان کریں گے۔ اگر تم کہو کہ صحیح روایات میں ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا جیسے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو خیال آتا کہ آپ نے وہ کام کرلیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حق زوجیت ادا کرلیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا نہ کیا ہوتا۔ جب مسحور پر امر اسی طرح ملتبس ہوتا ہے تو اس میں آپ ﷺ کی کیفیت کیا ہوگی؟ یہ آپ ﷺ پر کیسے روا ہے؟ حالانکہ آپ ﷺ معصوم تھے۔

تم خوب جان لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں توفیق دے کہ یہ حدیث پاک متفق اور صحیح ہے۔ ملحدہ نے اس کے متعلق طعن کیا ہے۔ وہ اپنی عقول کی کمزوری کی وجہ سے شک وشبہ میں مبتلا ہوئے اور اپنے جیسے دیگر کمزور لوگوں کے دلوں میں تشکیک کے کانٹے بونے کے لیے کوشش کی ہے حالانکہ رب تعالیٰ نے شریعت مطہرہ اور نبی اکرم ﷺ کو اس چیز سے منزہ کر دیا تھا جو آپ ﷺ کے معاملہ میں التباس کا سبب بنے جادو امراض میں سے ایک مرض اور عوارض میں سے ایک عارض ہے۔ یہ آپ ﷺ کے لیے اسی طرح روا ہے جیسے دیگر امراض۔ جن کا نہ تو انکار ہو سکتا ہے نہ ان کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت میں قدح ہو سکتی ہے لیکن جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اگر آپ ﷺ کو خیال آتا کہ آپ نے وہ کام کرلیا ہے حالانکہ وہ کام آپ ﷺ نے سرانجام نہ دیا ہوتا۔ اس سے نہ تو آپ ﷺ کی نبوت مبارکہ اور نہ ہی شریعت مطہرہ میں کچھ خلل ہوتا ہے نہ ہی آپ ﷺ کی صداقت پر قدح ہو سکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی عصمت دلائل اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی اس دنیا میں سے کسی امر کا آپ ﷺ پر رواں ہو جانا روا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو مبعوث نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو فضیلت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ اس میں آپ ﷺ کو اسی طرح مصائب کا سامنا کرنا پڑا جیسے دیگر سارے بشر کو کرنا پڑتا ہے۔ یہ امر بعید نہیں کہ اس کے امور میں سے آپ ﷺ کو کچھ تصور ہوتا جس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوتی ہو، پھر وہ تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہو جیسے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوا تھا۔

ایک اور حدیث پاک نے اس فصل کی مزید تشریح کر دی جس میں ہے: حتیٰ کہ آپ کو تصور آتا کہ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت ادا کرلیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کیا ہوتا۔ حضرت سفیان نے کہا ہے: یہ جادو کی شدید کیفیت تھی۔ کسی حدیث پاک میں یہ تذکرہ نہیں جس میں ایک ایسا قول بھی منقول ہو جس میں آپ ﷺ نے بتایا ہو کہ آپ ﷺ نے وہ کام کیا ہو مگر آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہو۔ یہ صرف تصورات اور تخیلات ہی تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حدیث پاک کی مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے اسے سرانجام دے دیا ہے مگر آپ ﷺ نے اس کو نہ کیا ہوتا لیکن یہ تخیل ہوتا۔ جس کی صحت کا اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے سارے اعتقادات درست ہوتے تھے۔ اقوال مبارکہ صحت پر مبنی ہوتے تھے۔

یہ وہ جوابات ہیں جو مختلف ائمہ نے دیے ہیں جن سے میں واقف ہوا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے ان کلام

کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ میں نے اشارات کے ساتھ اس کی وضاحت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان میں سے ہر ہر وجہ روشن اور منور ہے لیکن اس حدیث پاک کی ایک اور تاویل میرے سے آشکارا ہوئی ہے جو ان سب سے زیادہ عیاں ہے جو گمراہوں کے طعنوں سے سب سے زیادہ دور ہے۔ نفس حدیث سے بھی اسے سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اس حدیث پاک کو امام عبدالرزاق نے حضرت ابن میسب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے حضرت عروہ سے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنو رزیق کے یہودیوں نے آپ پر جادو کر دیا۔ اسے ایک کنویں میں رکھ دیا۔ قریب تھا کہ اس کی وجہ سے اپنی بصارت کا انکار کر دیں، پھر رب تعالیٰ نے آپ کی راہ نمائی اس طرح کر دی جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے کنویں سے نکال لیا۔ اسے امام واقدی، عبدالرحمٰن بن کعب اور عمر بن حکم سے بھی روایت کیا ہے۔ عطاء خراسانی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روک دیا گیا۔ اس اثناء میں کہ آپ سوئے تھے۔ دو فرشتے آپ کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے ایک آپ کی ٹانگوں کے پاس اور دوسرا آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑا ہو گیا۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو خصوصاً حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روک دیا گیا یہ کیفیت ایک سال تک رہی، حتیٰ کہ آپ کو بصارت کمزور لگنے لگی۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مریض بن گئے۔ آپ ﷺ کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے، کھانے اور پینے سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ پر دو فرشتے اترے۔ انہوں نے یہ قصہ روایت کیا ہے۔

ان روایات کے مضمون سے آپ پر آشکارا ہو گیا ہو گا کہ جادو کا اثر آپ کے ظاہر اور اعضاء پر تھا۔ دل اقدس، اعتقاد اور عقل مبارک پر نہ تھا۔ اس کا اثر آپ کی بصارت پر تھا۔ آپ کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ کو کھانے سے روک دیا گیا۔ آپ ﷺ کا جسم اطہر کمزور ہو گیا۔ آپ ﷺ مریض ہو گئے۔ شاید اس قول: آپ کو گمان ہوتا کہ آپ کسی اہلیہ محترمہ کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف نہ لے گئے ہوتے تھے۔ کا معنی یہ ہو: "وہ چستی اور وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے مقدمات" جب آپ ﷺ ان کے قریب جاتے تو آپ کو جادو کا اثر آلیتا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ حق زوجیت ادا نہ کر سکتے۔ جیسے یہ کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے جسے اس کیفیت سے گزرنا پڑا ہو۔ شاید حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہو: جادو کا یہ شدید ترین اثر تھا۔ دوسری روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ نے کچھ کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے اسے سر انجام نہ دیا ہوتا۔ آپ ﷺ کو گمان ہوتا کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کریمہ کی ذات کو دیکھا ہے یا کسی اور کے کسی فعل کا مشاہدہ کیا ہے لیکن ان میں سے کچھ بھی صادر نہ ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کی بصارت کمزور ہو گئی تھی۔ نظر کمزور ہو گئی تھی۔ نہ ہی اس چیز کی وجہ سے آپ ﷺ کی رفعت اور بلندی پر کچھ طاری ہوا تھا۔ جب اس جادو اور اس کی تاثیر کی وجہ سے التباس پیدا نہ ہوا تھا لہٰذا کسی ملحد کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

دوسرا باب

امورِ دنیویہ میں قلب انور کی کیفیت

بعض اوقات آپ ﷺ دنیاوی امور میں سے کسی چیز کے بارے ایک گمان رکھتے تھے مگر وہ اس کے خلاف ظاہر ہوتی تھی، یا آپ ﷺ کسی شک اور ظن پر ہوتے۔ ان میں شرعی امور شامل نہیں ہیں۔ جیسے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سرور کائنات ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے باشندے تابیر النخل (نر اور مادہ کا ملاپ) کرتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا: تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم اسی طرح ہی کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس طرح نہ کرو تو شاید یہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ انہوں نے تابیر کو ترک کر دیا۔ پھل کم پیدا ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: آپ ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ جب میں تمہیں تمہارے دین کے متعلق حکم دوں تو اسے پکڑ لو۔ جب میں تمہیں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر (کامل) ہی ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی دنیاوی امور کے متعلق خوب جانتے ہو۔ ایک اور روایت میں ہے: میں نے تو صرف گمان ہی کیا تھا۔ گمان کی وجہ سے مجھے کچھ نہ کہو۔ پھل کا اندازہ لگانے والی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید انس و جان ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ میں جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کروں۔ وہ حق ہے جو کچھ تمہیں اپنی طرف سے بتاؤں تو میں بشر (کامل) ہوں۔ صواب اور لغزش کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ان امور میں سے ہیں جن کے متعلق ہم نے کہا ہے کہ یہ دنیاوی امور اور احوال کے متعلقہ امور تھے۔ اس سے مراد سنت مبارکہ اور شریعت مطہرہ کے وہ امور نہیں جو آپ ﷺ نے اپنی طرف سے یا اپنے اجتہاد کے متعلق فرمایا ہو جیسے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ میدان بدر کے قریب ترین چشمے پر اترے تو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتارا ہے جس سے آگے بڑھنا ہمارے لیے جائز نہ ہو، یا یہ رائے، جنگ اور مشورہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ رائے، جنگ اور حیلہ ہے۔ انہوں نے عرض کی: یہ قیام گاہ درست نہیں ہے۔ اٹھیں حتیٰ کہ ہم مشرکین کے قریب ترین کنوئیں پر چلیں۔ ہم وہیں اتریں۔ ہم پیچھے کے بقیہ کنوؤں کو بند کر دیں گے۔ ہم پانی پی لیں گے وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری رائے بہت عمدہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔

آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھل کے ثلث کے ساتھ دشمن سے صلح کرنا چاہی۔ انصار سے مشورہ کیا۔ جب انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ اس مؤقف سے لوٹ آئے۔ یہ اور اس جیسے دنیاوی امور جن میں دینی علوم کا عمل دخل نہ تھا نہ ہی ان کے اعتقاد کا عمل دخل تھا، نہ ہی اس کا تعلیم دینا مقصود تھا۔ یہ آپ کے لیے روا تھا۔ جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی عیب یا تنقیص شان نہیں ہے۔ یہ امور عادیہ میں سے ہیں۔ وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ان کا تجربہ کیا ہو۔ جس کا مقصد یہی ہو۔ آپ ﷺ کا تو قلب انور عرفان الٰہی سے معمور تھا۔ پہلو مبارک علوم شریعۃ سے بھرے ہوئے تھے۔ امت کے دنیاوی اور دینوی امور کی مصلحتوں سے لبریز تھا لیکن یہ بعض امور میں کبھی شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ یہ بھی خصوصاً دنیاوی ان معاملات میں ہے جن میں دنیا کی حفاظت اور اس کے فوائد میں الجھنیں ہیں۔ اکثر امور اس صورت میں نہیں جن سے آپ کی ناواقفیت اور غفلت پائی جائے۔ بلاشبہ یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے دقیق معاملات، دنیاوی مصلحتوں اور دنیا کے گروہوں پر حکومت کرنے کے متعلق ایسی باتیں بتائی ہیں جن کا ظہور ایک معجزہ ہی ہو سکتا ہے جن کا تذکرہ ہم نے معجزات کے متفرق ابواب میں کر دیا ہے۔

✿✿✿

تیسرا باب

آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے رواں ہونے والے امور کے متعلق قلب انور کی کیفیت

آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے رواں ہونے والے احکام، فیصلے حق کی معرفت اور اصلاح کے عرفان کو جاننے کے لیے آپ ﷺ کا یہ فرمان عالی شان کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بشر (کامل) ہوں۔ تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو۔ شاید تم میں سے کوئی ایک دلیل دینے میں دوسرے سے زیادہ چالاک ہو۔ میں اس سے جو کچھ سنوں اس کے پیش نظر فیصلہ کر دوں۔ میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔ امام زہری کی روایت میں ہے: شاید تم سے کوئی ایک دوسرے سے دلائل دینے میں زیادہ بلیغ ہو میں اسے سچا گمان کروں اور اس کے لیے فیصلہ کر دوں۔

آپ ﷺ کے فیصلے ظاہر پر، گواہ کی شہادت کے ساتھ، قسم اٹھانے والے کی قسم کے ساتھ، شبہ کے ساتھ، تھیلی کی رسی اور ڈاٹ کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ فرما دیتے تھے۔ حکمت الٰہیہ کا تقاضا بھی یہی ہوتا تھا۔ اگر رب تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ کو بندوں کے رازوں اور ان کے ضمائر کے خفیہ امور سے آگاہ فرما دیتا اور ان میں آپ کا حکم صرف آپ کے یقین اور علم سے ہوتا کسی اعتراف، گواہ، قسم یا شبہ کی ضرورت نہ ہوتی لیکن رب تعالیٰ نے تو آپ کی امت مرحومہ کو آپ کی اتباع اور اقتداء آپ کے

افعال، احوال، قضایا اور سیرت میں کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر یہ امر آپ کے علم کے ساتھ مخصوص ہوتا رب تعالیٰ اسے ہی ترجیح دیتا تو امت مرحومہ اس میں سے کسی چیز میں آپ کی اتباع نہ کر سکتی۔ شریعت مطہرہ میں سے کسی ایک کے فیصلہ کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ ایسے فیصلوں میں سے کسی فیصلہ کے متعلق آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا ہو۔ یہ سرائر میں سے وہ امور ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے مخفی رکھا۔ امت بھی ان سے آگاہ نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے احکام کو ظاہر پر رکھا جس میں آپ ﷺ اور دیگر بشر برابر تھے تاکہ امت اپنے فیصلے کرنے میں آپ ﷺ کی اقتداء کر سکے۔ انہیں آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کے مطابق علم اور یقین کے ساتھ فیصلہ کرنے کی توفیق نصیب ہو سکے۔ فعل کے ساتھ تفصیلات گفتگو کے ساتھ تفصیلات زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ یہ زیادہ دفاع کرتی ہیں کیونکہ الفاظ تاویل کرنے والے کی تاویلات کا احتمال رکھتے ہیں۔ ظاہر پر آپ کا فیصلہ بیان میں زیادہ واضح ہوتا ہے احکام کی وجوہ میں زیادہ واضح ہوتا ہے، جھگڑا اور نزاع کے موجبات کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے تاکہ آپ کی ملت مرحومہ کے سارے حکام آپ کی اقتداء کریں۔ وہ اسی امر کو اعتماد کے ساتھ لیں جس کو آپ ﷺ نے ترجیح دی ہو، تاکہ آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کا قانون منضبط ہو سکے۔ اسی علم غیب کو عالم الغیب نے اپنی ذات کے ساتھ مختص کیا ہے وہ اپنے غیب کا اظہار کسی پر نہیں کرتا سوائے اس رسول ﷺ کے جس سے وہ راضی ہو جائے۔ وہ اسے اس میں سے جو چاہے بتا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے لیے مختص کر لیتا ہے اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت میں قدح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کی عصمت میں کمی آتی ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

اپنے احوال، کسی اور کے احوال، اپنے افعال وغیرہ کے متعلق آپ کے دنیوی اقوال

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ جہاں تک آپ کے کسی اور کے احوال کے بارے میں فرامین یا اس نے کیا کیا یا وہ کیا کرے گا تو ایسے امور میں ہر اعتبار اور ہر وجہ سے آپ کے لیے خلاف واقع قول ممتنع ہے۔ خواہ وہ عمداً ہو یا سہواً صحت کے عالم میں ہو یا مرض کی کیفیت میں۔ رضا کے وقت ہو یا غصے کے وقت۔ آپ ﷺ اس سے معصوم ہیں۔ یہ طریقہ ان خبروں میں ہے جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن وہ معاریض جن کا ظاہر ان کے باطن کے خلاف نظر آتا ہے تو دنیاوی امور میں ان کا ورود جائز ہے خصوصاً جبکہ ان میں کوئی مصلحت ہو، جیسے آپ دشمن پر حملہ کرتے وقت توریہ سے کام لیتے تھے تاکہ دشمن اپنا دفاع نہ کر سکے، جیسے آپ ﷺ امت مرحومہ اور صحابہ کرام کی دلجوئی کے لیے خوش طبعی فرماتے تھے۔ مقصد ان کی محبت اور ان کے نفوس کی مسرت ہوتا تھا۔ جیسے آپ نے عورت سے کہا تھا: ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں

گے، یا اس عورت سے فرمایا: جس نے اپنے خاوند کے متعلق عرض کی تھی۔ تمہارا خاوند وہی ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ یہ سارے فرامین سچے ہیں، کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے ہر انسان کی آنکھوں میں سفیدی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں خوش طبعی بھی کر لیتا ہوں لیکن میں صرف حق کہتا ہوں، لیکن یہ سارے امور خبر کے متعلق ہیں۔ غیر خبر کے علاوہ وہ امور جو دنیاوی ہیں جن میں امر یا نہی کی صورت ہوتی ہے ان میں بھی خلافِ واقع امر ممتنع ہے یہ آپ ﷺ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ﷺ کسی کو ایک حکم دیں یا کسی چیز سے منع کریں اور آپ ﷺ کے ضمیر میں اس کے برعکس ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ آنکھوں کی خیانت کرے۔ آپ ﷺ دل کی خیانت کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر تم کہو کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مفہوم ہے جو اس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی داستان میں فرمایا۔ اس نے فرمایا:

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ ۖ (الاحزاب، ۳۷)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب آپ (ﷺ) نے فرمایا اس شخص کو جس پر اللہ نے بھی احسان فرمایا اور آپ (ﷺ) نے بھی احسان فرمایا اور اپنی بی بی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ مخفی رکھے تو تھے۔ اپنے جی میں وہ بات جسے اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں کے (طعن و تشنیع کا) حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

اس کے متعلق جان لو رب تعالیٰ تمہیں عزت سے سرفراز کرے کہ اس آیت طیبہ کے ظاہر سے آپ کی تنزہ اور طہارت میں کبھی بھی شک نہ کرنا کہ آپ ﷺ نے ظاہر میں تو حضرت زید کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھیں دل سے آپ ﷺ یہ پسند کر رہے تھے کہ وہ انہیں طلاق دے دیں۔ اس میں سے صحیح ترین وہ روایت ہے جسے امام زین العابدین سے اہل تفسیر نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ ﷺ کی زوجہ بن جائیں گی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھو۔ رب تعالیٰ سے ڈرو، جو کچھ آپ ﷺ چھپائے ہوئے تھے وہ امر تھا جسے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے آگاہ کر دیا تھا کہ عنقریب وہ آپ ﷺ کی زوجہ بن جائیں گی۔ رب تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید طلاق دے دیں گے۔ وہ آپ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آجائیں گی۔

امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ کو بتا دیا کہ عنقریب آپ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔ اسی کو آپ نے اپنے دل میں مخفی رکھا۔ اس آیت طیبہ کا مابعد بھی مفسرین کے اسی قول کی تصحیح کرتا ہے۔

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ (الاحزاب، ۳۷)

ترجمہ: اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔

آپ ﷺ کا نکاح یقیناً ان کے ساتھ ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾ (الاحزاب:۳۸)

ترجمہ: نہیں ہے نبی پر کوئی مضائقہ ایسے کام کرنے میں جنہیں حلال کر دیا ہے اللہ نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے ان انبیاء کے بارے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پا چکا ہوتا ہے۔

اسی میں یہ دلیل بھی ہے کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ الطبری نے فرمایا: رب تعالیٰ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو ایسے امور میں گناہ میں مبتلا کرے جو آپ ﷺ کے لیے حلال ہوں جبکہ اس کی مثل آپ سے پہلے رسول بھی کرتے آئے ہوں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ (الاحزاب:۳۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے ان انبیاء کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

یعنی انبیاء کرام میں، ان امور میں جو ان کے لیے حلال فرمائے۔ اگر امر اسی طرح ہوتا جیسے قتادہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو انہیں پسند کرلیا اور آپ ﷺ نے پسند کیا کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں تو اس طرح بہت حرج ہوتا۔ یہ آپ کے لیے مناسب نہ تھا کہ دنیاوی زینت کی طرف دیکھیں جس سے آپ کو روک دیا گیا تھا۔ یہ نفس کے مذموم حسد کی وجہ سے ہوتا جس پر متقی راضی نہیں ہوتے۔ وہ اس سے متصف نہیں ہوتے۔ سید الانبیاء ﷺ اس سے کیسے متصف ہو سکتے تھے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ قائل کی طرف سے عظیم اقدام ہے۔ اسے آپ کے حق اور فضیلت کا قلیل عرفان حاصل ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے انہیں پسند کرلیا۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھو زادھیں جب سے یہ پیدا ہوئی تھیں آپ ﷺ انہیں دیکھ رہے تھے۔ خواتین آپ سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ حضرت زید سے ان کا نکاح آپ ﷺ نے ہی کیا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس لیے مقدر میں کیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ انہیں طلاق دے دیں اور آپ ﷺ کا ان سے نکاح کر دے تاکہ متبنیٰ کی حرمت کا ازالہ ہو سکے۔ یہ طریقہ باطل ہو سکے جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد (ﷺ) (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے۔

لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ: تاکہ (اس عمل سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں۔

https://archive.org/details/@awais_sultan

ابن فورک نے بھی اسی طرح لکھا ہے حضرت ابو اللیث السمرقندی نے کہا ہے: اگر کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو کیوں حکم دیا کہ وہ انہیں روکے رکھیں جبکہ رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زوجہ کریمہ ہوں گی۔ آپ ﷺ نے ان کو طلاق دینے سے کیوں روکا، جبکہ ان کے مابین الفت نہ تھی۔ آپ ﷺ اپنے قلب اطہر میں وہ کچھ مخفی کیے تھے جس کے متعلق رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ کو لوگوں کے اس قول سے خدشہ لگا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے نکاح کر لیں تاکہ یہ امت کے لیے جائز ہو سکے۔ جیسے اس نے ارشاد فرمایا:

لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ

(الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: تاکہ (اس عملی سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ انہیں طلاق دینے کا پورا ارادہ کر لیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکے رکھیں تمنا کا قلع قمع ہو سکے اور نفس ان کی محبت سے رک جائے۔ یہ بات اس وقت درست ہے جب ہم آپ ﷺ کے لیے یہ روا کریں کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اچانک دیکھا۔ انہیں حسین سمجھا۔ اس میں بھی کوئی عجیب بات نہیں۔ کسی چیز کو حسین سمجھا ابن آدم کی طبیعت میں شامل ہے وہ حسن کو پسند کرتے ہیں۔ اچانک نظر پڑ جانا معاف بھی ہے پھر بھی آپ ﷺ نے اپنے نفس کو روکا۔ حضرت زید کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینب کو روکے رکھیں۔ عجیب و غریب تو وہ اضافے ہیں جو اس قصے میں ہیں۔ اولیٰ روایت یہی ہے جسے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ علامہ سمرقندی نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ ابن عطاء کا یہی قول ہے انہوں نے اسے ہی صحیح کہا ہے۔ قاضی قشیری نے بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ ابن فورک نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے انہوں نے فرمایا: مفسرین نے اسی قول کو صحیح کہا ہے۔ آپ نفاق کو استعمال کرنے سے پاک تھے اپنے نفس کے خلاف کے اظہار سے منزہ تھے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے آپ کو منزہ فرمایا تھا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۚ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: نہیں ہے نبی پر کوئی مضائقہ ایسے کام کرنے میں جنہیں حلال کر دیا ہے اللہ نے اس کے لیے۔

جس نے سرور عالم ﷺ کے متعلق یہ گمان کیا۔ اس نے خطاء کی۔ انہوں نے فرمایا: اس جگہ خشیت خوف کے معنی میں نہیں ہے۔ یہ حیاء کے معنی میں ہے آپ کو لوگوں سے حیاء آئی کہ وہ کہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے (متبنّیٰ) کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ منافقین اور یہود کی افواہوں سے خدشہ تھا۔ وہ مسلمانوں میں یہ کہہ کر شر پھیلانے کی کوشش کریں گے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (متبنّیٰ) کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا، حالانکہ اپنے (حقیقی) بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع

کیا گیا تھا۔ اسی پر رب تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب کیا۔ ان امور ان کی طرف التفات کرنے سے منزہ فرمایا۔ جنہیں آپ کے لیے حلال کیا گیا تھا جیسے سورۃ التحریم میں فرمایا:

لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ① (التحریم، ۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپ (ﷺ) کے لیے حلال کر دیا ہے۔ کیا آپ (ﷺ) یوں اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ غفور رحیم ہے۔

اسی طرح فرمایا:

وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ (احزاب: ۳۷)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو اندیشہ تھا لوگوں کے طعن و تشنیع کا حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

حضرت حسن اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر حضور اکرم ﷺ قرآن پاک میں سے کسی آیت طیبہ کو چھپاتے تو اس آیت طیبہ کو چھپاتے کیونکہ اس میں آپ کو عتاب تھا اور اس امر کو ظاہر کیا گیا جسے آپ نے چھپایا تھا۔

❁❁❁

پانچواں باب

آپ ﷺ کے افعالِ دنیویہ کا حکم

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: جہاں تک آپ کے افعال دنیویہ کا تعلق ہے اس میں بھی آپ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ آپ کو تمام نافرمانیوں اور ناپسندیدگیوں سے بچالیا گیا تھا، جبکہ بعض میں از روئے سہو (لغزش) روا ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ تمام امور آپ کی نبوت میں باعث قدح نہیں ہیں۔ یہ نوادرات میں سے ہیں، کیونکہ آپ کے عام افعال درست اور صحیح ہوتے تھے بلکہ اکثر یا سارے افعال عبادات اور قرب کے قائم مقام ہوتے تھے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ آپ دنیا سے ضرورت کے لحاظ سے ہی لیتے تھے۔ جس مقدار سے جسم برقرار رہ سکے۔ اس میں آپ کی ذات کی مصلحت بھی تھی جس کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی شریعت کو قائم کرتے تھے۔ امور کے لیے تدبیر فرماتے تھے۔ وہ امور جو آپ ﷺ کے اور لوگوں کے مابین تھے ان میں سے بعض تو وہ نیکی تھے جو آپ کرتے تھے، یا حسن سلوک تھا جو آپ لوگوں سے کرتے تھے یا حسین کلام تھا جو آپ لوگوں سے کرتے تھے، یا سنتے تھے، یا بھاگنے والے سے تالیف قلبی مقصود تھا یا دشمن کو مغلوب کرنا یا حاسد کا علاج کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ان کا تعلق بھی آپ کے اعمال کی صالحیت کے

ساتھ ہے۔آپ کے عمدہ وظائف کی پاکیزہ عبادات کے ساتھ ہے۔بعض اوقات آپ اپنے دنیویہ افعال میں احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مخالفت بھی کر لیتے تھے۔آپ امور کے لیے ان کے اشباہ تیار فرمالیتے تھے کبھی آپ نے قریب جانا ہوتا تو گدھے کی سواری کر لیتے۔طویل سفروں میں تیز رفتار سواری پر سوار ہو جاتے۔جنگ کے عالم میں خچر پر سوار ہو جاتے جو آپ کے ثبات کی دلیل ہے گھوڑے پر سوار ہوتے آپ اسے گھبراہٹ کے دن اور چیخنے والے کی پکار کے لیے تیار رکھتے تھے۔اسی طرح آپ اپنے لباس مبارک اور سارے احوال میں اپنی مصالح اور اپنی امت مرحومہ کی مصالح کا لحاظ رکھتے تھے اسی طرح آپ امور دنیا میں سے کسی فعل کو اپنی امت مرحومہ کی مدد،سیاست اور اس کے خلاف کو ناپسند کرتے ہوئے سرانجام دیتے تھے۔اگر آپ اس کے علاوہ کسی اور فعل کو اس سے بہتر خیال کرتے ہوں،بعض اوقات اسی لیے کسی فعل کو ترک کر دیتے تھے حالانکہ آپ اسے اس سے بہتر تصور کرتے تھے۔یہ آپ ان افعال دنیویہ میں کرتے تھے جس میں آپ کو دونوں امور میں سے کسی ایک میں اختیار ہوتا تھا۔جیسے غزوۂ احد کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر نکلنا،حالانکہ آپ کا مؤقف تھا کہ مدینہ طیبہ میں رہ کر قلعہ بند ہو جایا جائے۔آپ نے منافقین کے قتل کو ترک فرمادیا،حالانکہ آپ کو دن کے امر کا یقین تھا۔اس میں غیر کی تالیف قلبی تھی۔اہل ایمان کی قرابت داری کی رعایت تھی اور اس امر کی ناپسندیدگی تھی کہ لوگ کہیں گے کہ محمد عربی ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔آپ نے خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیمیہ پر تعمیر کرنے کو ترک فرمادیا تاکہ قریش کے دلوں کی رعایت ہو سکے۔اس کی تغییر کے بارے ان کی تعظیم تھی۔نیز یہ کہ ان کے دل نفرت نہ کرنے لگیں تاکہ کہیں ان کی سابقہ عداوتِ دین لوٹ نہ آئے۔آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیمیہ پر مکمل کر دیتا۔

بعض اوقات آپ ایک فعل کو سرانجام دیتے تھے پھر اسے ترک کر دیتے تھے کیونکہ دوسرا فعل اس سے بہتر ہوتا تھا،جیسے بدر کے کنوؤں میں دور کے کنویں کو چھوڑ کر قریش کے قریبی کنویں پر اقامت گزیں ہونا۔آپ ﷺ نے فرمایا:اگر میرے لیے وہ امر پہلے ظاہر ہوتا جو بعد میں ہوا تھا تو میں ہدی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا۔آپ کافر اور دشمن سے خندہ پیشانی سے ملتے تاکہ ان کی تالیف قلبی ہو سکے۔جاہل کے لیے صبر کرتے۔آپ فرماتے:لوگوں میں سے سب سے برا وہ انسان ہوتا ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچیں۔آپ انہیں بڑے بڑے عطیات دیتے تاکہ وہ آپ کی شریعت مطہرہ اور آپ کے رب کے دین حق سے محبت کرنے لگیں۔آپ اپنے گھر میں وہ امور سرانجام دیتے تھے جو ایک خادم سرانجام دیتا ہے۔آپ اپنے صحابہ کرام میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ آپ کی اطراف میں سے کچھ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا۔گویا کہ صحابہ کرام کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوتے تھے۔آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اولین کی باتیں کرتے تھے۔جن سے وہ تعجب کرتے آپ بھی ان امور سے تعجب کرتے تھے جن امور سے وہ مسکراتے تھے۔آپ بھی ان سے تبسم ریز ہوتے تھے۔لوگوں کو آپ کی خوش دلی اور عدل کافی ہو جاتا تھا۔غضب آپ کو طیش میں نہ لاتا تھا۔حق سے تقصیر نہ فرماتے تھے۔نہ ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ

عزور کرتے تھے۔آپ فرماتے تھے: کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے لیے آنکھ کی خیانت ہو۔

اگر تم کہو کہ آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت فرمایا تھا جب ایک شخص حاضر خدمت ہوا تھا۔ یہ اپنے قبیلے کا بڑا بیٹا ہے۔جب وہ اندر حاضر ہوا تو اس کے لیے نرم گفتگو کی۔اس کے ساتھ تبسم فرمایا۔جب حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق عرض کی تو فرمایا: لوگوں میں سے سب سے زیادہ برا وہ ہوتا ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے اجتناب کرنے لگیں۔آپ کے لیے یہ کیسے روا تھا کہ آپ خلافِ باطن کا اظہار کرتے اور ظاہر میں وہ کچھ فرماتے جو کچھ فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فعل مبارک ایسے لوگوں کی تالیف قلبی کے لیے تھا۔اس کی خوش دلی کے لیے تھا تاکہ ان کا ایمان متمکن ہو سکے اور اس کے سبب اس کے پیروکار اسلام میں داخل ہو سکیں۔دوسرا شخص جو اس کی مثل ہو اسے دیکھے اور اسی وجہ سے اسلام کی طرف رجحان رکھے۔اس طرح آپ مداراتِ دنیا سے نکل کر سیاست دینیہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔آپ کثیر اموال کے ساتھ ان کی تالیف قلبی کرتے تھے۔حضرت صفوان نے فرمایا: آپ نے مجھے عطا فرمایا۔آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے۔آپ لگاتار مجھے عطا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ اسی طرح آپ کا فرمان: یہ اپنے قبیلے کا برا شخص ہے۔یہ غیبت نہیں ہے بلکہ یہ اس کے ساتھ اس کی پہچان کرانا ہے۔جسے آپ جانتے تھے اس کے لیے جو نہ جانتا ہو، تاکہ اس کے حالات سے آگہی ہو سکے۔لوگ اس سے اجتناب کر سکیں اس پر پورا اعتماد نہ کیا جا سکے۔لوگ اس کی اطاعت بھی کرتے تھے اور اس کی اتباع بھی کرتے تھے۔اسی طرح یہ ضرورت اور دفع نقصان کے لیے تھا۔یہ غیبت نہ تھا بلکہ یہ جائز تھا بلکہ بعض اوقات یہ واجب ہوتا ہے جیسے راویوں کے متعلق محدثین کی جرح اور شاہدوں کے بارے قدح وغیرہ۔اگر تم یہ کہو کہ حضرت بریرہ کی اس روایت کے متعلق تم کیا کہو گے جس میں آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ انہوں نے عرض کی تھی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے موالی نے انہیں فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہے الا یہ کہ ان کی ولاء ان کے لیے ہو۔آپ نے فرمایا: انہیں خرید لو اور ان کے لئے ولاء کی شرط رکھ لو۔انہوں نے اسی طرح کیا۔آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسی شروط رکھتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہوتیں۔ہر وہ شرط جو کتاب الٰہی میں نہیں وہ باطل ہے۔آپ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ حضرت بریرہ کو ان سے خرید لیں۔اگر وہ یہ شرط نہ رکھتیں وہ کبھی انہیں فروخت نہ کرتے۔جیسے کہ انہوں نے پہلے انہیں فروخت نہ کیا تھا حتیٰ کہ انہوں نے یہ شرط رکھ لی، پھر آپ نے اسے باطل کر دیا، حالانکہ آپ نے ملاوٹ اور دھوکہ سے منع کیا تھا۔

رب تعالیٰ تمہیں عزتوں سے سرفراز فرمائے جان لو کہ رب تعالیٰ کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منزہ ہیں جو جاہل کے دل میں پیدا ہوتا ہے اسی تنزیہ کی وجہ سے ایک قوم نے اس اضافہ کا انکار کر دیا ہے۔ان کے لیے ولاء کی شرط رکھ لو۔ حدیث پاک کے اکثر طرق میں یہ حصہ نہیں ہے۔اگر یہ موجود بھی ہو تو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ "لھم" علیھم کے معنی میں ہے یعنی اشترطی لھم الولاء۔میں لھم "علیھم" کے قائم مقام ہے۔جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ (الرعد:٢٥)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے۔

وان اسأتم فلها.

اس صورت میں آپ ﷺ کا وعظ ونصیحت فرمانا ان کی سابقہ شرط کے لیے ہوگا جو انہوں نے اپنے لیے لگائی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمان: اشترطی لھم الولاء۔ یہ حکم کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہ تسویہ اور اعلام (برابر اور بتانے) کے معنی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بعد انہیں یہ شرط کوئی فائدہ نہ دے گی کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے گویا کہ آپ نے فرمایا: تم یہ شرط رکھو یا نہ رکھو۔ یہ شرط فائدہ مند نہیں۔ حضرت داؤدی وغیرہ نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ آپ کی زجر وتوبیخ بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ انہیں اس سے قبل اس کا علم تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اشترطی لھم الولاء کا معنی ہے کہ ان کے لیے اس کا حکم ظاہر کر دیں۔ اس کا طریقہ بیان کر دیں کہ ولاء اس کے لئے ہوتی ہے جو آزاد کرے، پھر آپ اس کی وضاحت اور مخالفت کرنے والے کو جھڑکنے کے لیے اٹھے۔

اگر تم پوچھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس فعل کا کیا مفہوم ہے۔ جب انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا اور اسے چوری کے نام پر حاصل کر لیا، کچھ ان کے بھائیوں پر طاری ہوا۔ رب تعالیٰ نے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ (الیوسف:٧٠)

ترجمہ: بلاشبہ تم چور ہو۔

حالانکہ انہوں نے چوری نہ کی تھی؟ تم خوب جان لو رب تعالیٰ سچی عزتوں کا تاج تمہارے سر پر سجائے کہ یہ آیت طیبہ ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فعل بحکم الٰہی تھا، کیونکہ اس نے فرمایا:

كِدْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾ (الیوسف:٧٦)

ترجمہ: جو تدبیر کی ہم نے یوسف کے لیے۔ نہیں رکھ سکتے تھے یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ چاہے ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جن کے چاہتے ہیں اور ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے۔

• اگر صورت حال اسی طرح ہے تو پھر اس میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو بتا دیا تھا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تم مایوس نہ ہونا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا وہ ان کی موافقت پہ اور اس یقین پر ہوا تھا کہ جو کچھ ہوگا اس کا انجام بہتر ہوگا اس سے اس کی برائی اور نقصان دور ہو جائے گا۔ جہاں

تک اس قول کا تعلق ہے۔

اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۝ (الیوسف: ۷۰)

ترجمہ: اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔

یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے کہ اس کا جواب لازم آئے کیونکہ اس میں شبہ ہے اس کا کہنے والا جو بھی ہو اس کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے۔ اس نے ظاہری صورت حال پر یہ گمان کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے پہلے افعال کی وجہ سے انہیں اس طرح کہا تھا، جو ظالمانہ رویہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اپنایا تھا، اور انہیں فروخت کر دیا تھا۔ ہم پر لازم نہیں ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وہ امر منسوب کریں جن کے بارے میں روایت نہ ہو کہ انہوں نے وہ بات کی ہو حتیٰ کہ اس سے نجات کا تقاضا کیا جائے۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا عذر بیان کرنا لازم نہیں آتا۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امراض اور ان کی شدت میں حکمت

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امراض طاری ہوئیں اور شدت سے طاری ہوئیں۔ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی شدید امراض لاحق ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے کس لیے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا، اور ان کے امتحان کس لیے ہوئے جیسے حضرات ایوب، یعقوب، دانیال، یحییٰ، زکریا، عیسیٰ، ابراہیم اور یوسف علیہم السلام وغیرہم۔ رب تعالیٰ تمہیں توفیق ارزانی فرمائے جان لو کہ رب تعالیٰ کے سارے افعال مبنی برعدل ہوتے ہیں۔ اس کے سارے کلمات سچے ہیں۔ اس کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے جیسے اس نے فرمایا:

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝ (یونس: ۱۴)

ترجمہ: تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو۔

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ (کہف: ۷)

ترجمہ: تاکہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران: ۱۴۰)

ترجمہ: اور اس لئے کہ دیکھ لے اللہ ان کو جو ایمان لائے۔

لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۝ (آل عمران: ۱۴۲)

ترجمہ: حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا، تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں صبر کرنے والوں کو۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱ (محمد:۳۱)

ترجمہ: ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو مصروف جہاد رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پرکھیں گے تمہارے حالات کو۔

مختلف آزمائشوں کے ساتھ ان کے امتحانات ان کے مقام و منصب میں زیادتی اور درجات میں رفعت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ ان کے صبر، رضا، شکر، تسلیم، توکل، خود سپردگی، دعا اور آہ و زاری کے حالات کو جاننے کے اسباب ہوتے ہیں۔ آزمائش والوں کی رحمت اور مصیبت زدہ پر شفقت دیکھ کر ان ہی بصیرتیں محکم ہو جائیں ان کے علاوہ دیگر لوگ نصیحت حاصل کریں تاکہ وہ ان کے مصائب کی وجہ سے تسلی پائیں۔ وہ ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ صبر میں ان کی اقتداء کریں، تاکہ ان اعمال کو مٹا دیا جائے جن سے ان میں تفریط ہوتی یا ان کی وہ غفلتیں بخش دی جائیں جو ان سے گذشتہ ادوار میں ہوئیں تاکہ وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کریں تو وہ پاک اور صاف ہوں تاکہ ان کا اجر و ثواب اکمل ہو۔ زیادہ اور عظیم ہو۔

حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن لوگوں پر سب سے سخت آزمائشیں آتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر، پھر ان سے کم درجات والوں پر۔ انسان کو اس کے دین کے حساب سے آزمایا جاتا تھا۔ ایک بندے کو مصائب سے آزمایا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۴۷ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴۸ (آل عمران: ۱۴۶ تا ۱۴۸)

ترجمہ: اور کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے۔ سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں نہ وہ کمزور ہوئے نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ پیار کرتا ہے صبر کرنے والوں سے اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتی کی ہم نے اپنے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر تو دے دیا ان کو اللہ نے دنیا کا ثواب اور عمدہ ثواب آخرت کا اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے

نیکوکاروں سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مؤمن اور مؤمنہ کو اس کے نفس، اولاد اور مال میں آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ جب رب تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس پر کوئی لغزش نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دنیا میں جلدی سزا دے دیتا ہے جب وہ کسی کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی گناہوں کی سزا اس سے روک لیتا ہے حتیٰ کہ وہ روز حشر اس سے ملاقات کر لیتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: جب رب تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کی آہ وزاری کو سنے۔ سمرقندی نے روایت کیا ہے: ہر وہ بندہ جو بارگاہ ربوبیت میں معزز ہوتا ہے اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے تاکہ اس کی فضیلت آشکارہ ہو سکے اور وہ ثواب کا مستحق ہو سکے۔ جیسے حضرت لقمان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نور نظر! سونے اور چاندی کو آگ سے پرکھا جاتا ہے جبکہ مؤمن کو آزمائش سے آزمایا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوب کی نماز میں نظر محبت ان پر پڑ گئی۔ اسی لیے ان کی یہ آزمائش ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک روز دونوں باپ اور بیٹا بھونی ہوئے بکری پر جمع تھے۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔ ان کا یتیم ہمسایہ تھا۔ اس نے گوشت کی خوشبو سونگھی۔ اس کی تمنا کی اور رونے لگا۔ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی بوڑھی دادی بھی رونے لگی۔ ان کے مابین صرف ایک دیوار تھی۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزند دلبند کو اس کا علم نہ ہو سکا، پھر حضرت یعقوب کو ان کے لخت جگر کی وجہ سے اتنا آزمایا گیا کہ ان کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ غم واندوہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں جب انہیں یہ علم ہوا تو انہوں نے اپنی بقیہ زندگی اپنے چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کرتے رہے: جس کے پاس کھانا نہ ہو وہ آل یعقوب کے گھر سے آ کر کھانا لے جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش ان امتحانوں سے ہوئی جن کا تذکرہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضرت لیث سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائشوں کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کے ظلم پر اسے ڈانٹا۔ حضرت ایوب کے علاوہ دیگر افراد نے اس پر سختی کی۔ انہوں نے اپنی زراعت کے خوف سے اس پر نرمی کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیا اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا سبب ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

اس سے آپ کے درد اور مرض کی شدت کی حکمت سمجھ آجاتی ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے کسی شخص کے درد کو اتنا شدید نہیں دیکھا جس قدر شدید درد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کو مرض وصال میں دیکھا۔ آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جیسے تم میں سے دو افراد کو بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: تاکہ آپ کو دوگنا اجر مل سکے۔ آپ نے فرمایا: ہاں!۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ آپ کے جسم اطہر پر رکھا۔ اس نے

عرض کی: بخدا! آپ کو اتنا سخت بخار ہے کہ میں اس کی شدت کی وجہ سے آپ پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء (علیہم السلام) کی آزمائشیں دوگنا ہوتی ہیں۔ ایک نبی کو چیچڑی کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ اس نے انہیں شہید کر دیا۔ ایک نبی کو فقر کے ساتھ آزمایا گیا۔ وہ آزمائشوں پر اسی طرح خوش ہوتے ہیں۔ جیسے تم کشادگی پر خوش ہوتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بڑی آزمائش سے بڑا اجر و ثواب ملتا ہے۔ جب رب تعالیٰ کسی قوم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے جو اس سے راضی ہو۔ اس پر رضا کا تاج سجا دیا جاتا ہے جو اس سے ناراض اس پر ناراضگی سوار کرا دی جاتی ہے۔ مفسرین نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ (النساء: ۱۲۳)

ترجمہ: جو برائی کرتا ہے اسے اس کی سزا مل جاتی ہے۔

مسلمانوں کو دنیا کے مصائب پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ ان کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے رب تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اسے چبھتا ہے۔ حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: مسلمان کو جو مشقت، تھکاوٹ، غم اور حزن پہنچتا ہے جو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کہ اسے کانٹا بھی لگتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے رب تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی خطائیں اس طرح مٹاتا ہے جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

ان میں دوسری حکمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ ان کے اجسام کو امراض میں مبتلا کرتا ہے۔ ان پر شدید درد طاری ہوتا ہے ان کے وصال کے وقت ان پر شدت ہوتی ہے تاکہ ان کے نفوس کی قوت کمزور ہو جائے اور قبض کے وقت ان کا نکلنا آسان ہو جائے۔ نزع کی مشقت ان پر آسان ہو جائے۔ پہلے مرض لاحق ہونے کی وجہ سے سکرات کی شدت کم ہو سکے۔ اس کے لیے جسم اور نفس کمزور ہو جائے، جبکہ اچانک اور فوراً موت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جیسے کہ دیکھا گیا ہے کہ شدت، نرمی، آسانی اور مشکل کے اعتبار سے مردوں کے احوال جدا جدا ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی مثال تنے کی طرح ہوتی ہے جسے ہوا کبھی ادھر اور کبھی ادھر لے جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے: جب ہوا اس (نرم) تنے کے پاس آتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے۔ جب وہ پرسکون ہو جاتی ہے تو وہ سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مؤمن بھی مصائب سے جھک جاتا ہے جبکہ کافر کی مثال صنوبر کے سیدھے سخت تنے کی سی ہے، حتیٰ کہ رب تعالیٰ اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے۔

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ مؤمن مصیبت زدہ ہوتا ہے۔ اسے مصائب اور امراض لاحق ہوتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوتا ہے۔ وہ اس کے لیے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ وہ اس کی رضا کے لیے اپنے پہلو کو جھکا دیتا ہے۔ وہ اس

پر ناراض نہیں ہوتا۔ جیسے نرم تنا ہوا کے سامنے جھک جاتا ہے اس کے چلنے سے وہ مائل ہو جاتا ہے، ہوا آتی ہے تو نیچے چلا جاتا ہے جب رب تعالیٰ مومن سے آزمائشوں کی آندھیاں ختم کرتا ہے تو وہ اس نرم تنے کی طرح بالکل سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے جو ہوا کے پرسکون ہونے کی وجہ سے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ اس مصیبت کے ختم ہو جانے پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس کی نعمت کو پہچان لیتا ہے۔ وہ اس کی رحمت اور ثواب کا منتظر رہتا ہے۔ اسی طرح اس پر مرض الموت گراں نہیں گزرتا۔ مرض کا آنا گراں نہیں ہوتا۔ سکرات الموت سخت نہیں لگتے کیونکہ وہ پہلے مصائب جھیلنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی وجہ سے اسے اجر و ثواب ملے گا۔ مصائب پر اس کا نفس مطمئن ہوتا ہے۔ امراض کی شدت اور لگاتار ہونے کی وجہ سے اس میں ضعف اور رقت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کافر کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اکثر حالات میں اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی جسمانی صحت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ سخت تنے کی مانند ہوتا ہے جب رب تعالیٰ اسے ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنا چاہتا ہے تو اچانک اس کی گرفت کر لیتا ہے کسی نرمی اور لطف کے بغیر اچانک اسے پکڑ لیتا ہے۔ اس کی موت حسرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ اس کے نفس کی قوت اور جسم کی صحت کے اعتبار سے اسے نزع کے وقت سخت اذیت اور تکلیف ہوتی ہے جبکہ عذاب آخرت اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے جیسے تنا اچانک اکھڑ جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿۹۵﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں شعور بھی نہیں۔

رب تعالیٰ کی اپنے دشمنوں میں یہی عادت مبارکہ ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ (العنکبوت: ۴۰)

ترجمہ: بس ہر (سرکش) کو ہم نے پکڑا اس کے گناہ کے باعث بس ان میں سے بعض پر ہم نے برسائے پتھر اوران میں سے۔ آلیا شدید کڑک نے اور بعض کو ہم نے غرق کر دیا زمین میں اور بعض کو ہم نے دریا میں ڈبو دیا۔

رب تعالیٰ ان تمام کو سرکشی اور غفلت کے عالم میں اچانک موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ انہیں ان کی تیاری کے بغیر اچانک آلیتا ہے اسی لیے اسلاف عظام اچانک موت کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم اچانک موت (غضب کی گرفت) کو ناپسند کرتے تھے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ امراض اموات سے بروقت آگاہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس کی شدت کے مطابق موت آنے کے خوف کی شدت ہوتی ہے۔ جسے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں وہ موت کے لیے تیاری کر لیتا ہے۔ وہ اس کی تیاری کے متعلق جان لیتا ہے وہ رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی تیاری کر لیتا ہے وہ دار دنیا سے اعراض کر لیتا ہے

جس کی خرابیاں بے شمار ہیں۔ اس کا دل آخرت کے ساتھ معلق ہو جاتا ہے۔ وہ ہر اس چیز سے پہلوتہی کر لیتا ہے جس کے بارے میں اسے خدشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے رب تعالیٰ سے غافل کر دے گی۔ وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے وہ ان کی طرف دیکھتا ہے جو وصیت میں اس کے محتاج ہوتے ہیں جو ان کے مابعد ہوتے ہیں یا وہ ان کی نگرانی کا حکم دیتا ہے۔

یہ ہمارے نبی پاک ﷺ ہیں۔ جن کے اگلے پچھلے الزامات کو مٹا دیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے مرض وصال میں اس شخص سے برأت کا اظہار کر دیا جس کا آپ پر مال تھا، یا جسم میں حق تھا۔ اپنے نفس نفیس اور مال سے اسے بدلہ دینا چاہا۔ اس کے لیے قصاص کو ممکن بنایا۔ جیسے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی روایت میں مروی ہے۔ آپ نے اپنے بعد دو عظیم اشیاء کتاب الٰہی اور آپ کی عترت پاک کو تھام لینے کا حکم دیا۔ انصار کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا، پھر ایک نوشتہ لکھنے کے لیے کہا تا کہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو جائے یا تو یہ خلافت پر نص تھی یا کیا مراد تھی۔ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر یہ کہ اس سے رک جانے کو بہتر اور افضل سمجھا۔ یہ رب تعالیٰ کے مؤمن بندوں اور اولیائے کاملین کی سیرت ہے لیکن کافر غالباً ان تمام امور سے محروم ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ انہیں ڈھیل دیتا ہے تا کہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور تدریجاً انہیں اس طرح لے جائے کہ انہیں علم تک نہ ہو۔

مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ (یٰسین، ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: یہ (ناہنجار) نہیں۔ انتظار کر رہے مگر اس ایک گرج کا جو اچانک انہیں دبوچ لے گی جب وہ بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے۔ پس نہ وہ اس وقت کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے۔

اسی لیے آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اچانک مرا تھا۔ سبحان اللہ! گویا کہ اس پر غضب تھا۔ محروم وہ ہوتا ہے جسے وصیت سے محروم رکھ دیا گیا ہو۔ اچانک موت مؤمن کے لیے راحت ہوتی ہے، مگر کافر اور فاجر کے لیے اچانک گرفت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مؤمن پر موت آتی ہے تو وہ غالباً اس کے لیے تیار ہوتا ہے۔ وہ اس کے آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ جب اس پر موت آتی ہے تو اس پر یہ امر آسان ہو جاتا ہے وہ دنیا کی اذیتوں اور مشقتوں سے نجات پا جاتا ہے جیسے آپ نے فرمایا: وہ نجات پا گیا۔ اس سے نجات پالی گئی، جبکہ کافر اور فاجر کی موت آتی ہے تو وہ تیاری کے بغیر ہوتا ہے۔ اسے ڈرانے والے اور گھبرانے والے مقدمات (پہلے امور) اس کے پاس نہیں آتے بلکہ موت اچانک اس کے پاس آجاتی ہے وہ اسے مبہوت کر دیتی ہے۔ کفار اسے لوٹانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ نہ ہی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ موت ان پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے دنیا کے فراق کا صدمہ اسے سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہ سب سے ناپسندیدہ امر ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، جو رب تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو رب تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے ساتھ ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

جس نے آپ کو یا انبیائے کرام کو برا بھلا کہا یا ان کی تنقیص شان کی اس کا حکم

پہلا باب

فوائد (گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)

قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔ یہ امر کتاب وسنت اور اجماع امت میں سے پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کون سے حقوق واجب ہیں۔ آپ کے لیے کون سی عزت وتوقیر اور تعظیم واکرام لازم ہے۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ نے آپ کو اذیت دینا اپنی کتاب زندہ میں حرام قرار دیا ہے۔ اس پر امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو آپ کی تنقیص شان کرے یا آپ کو برا بھلا کہے اسے قتل کر دیا جائے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: ان کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو، ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بے شک ایسے کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ (البقرہ: ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! (میرے حبیب ﷺ سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو: راعنا بلکہ کہو: انظرنا اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود کہا کرتے تھے: راعنا یا محمد۔ اپنے کانوں سے ہماری بات سنیں اور ہماری رعایت فرمائیں۔ وہ اس سے ذو معنی کلمہ مراد لیتے تھے۔ اس سے مراد وہ رعونت (حماقت اور بے وقوفی) مراد لیتے تھے۔ رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو منع کیا۔ اہل ایمان کو اس سے منع فرما کر اس ذریعہ کو ہی کاٹ کر رکھ دیا، تاکہ کوئی کافر یا منافق اس کے وسیلہ سے آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے یا آپ کا مذاق اڑانے تک نہ پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ مشارکۃ لفظ کی وجہ سے انہیں منع کر دیا، کیونکہ یہود کے نزدیک اس کا معنی تھا: ہماری بات سنیں۔ آپ کی بات کوئی نہ سنے۔

ایک قول یہ ہے کیونکہ اس میں ادب کی قلت تھی۔ آپ کی تعظیم و توقیر نہ تھی کیونکہ انصار کی زبان میں اس کا معنی یہ تھا: آپ ﷺ ہماری رعایت فرمائیں۔ ہم آپ کی رعایت کریں گے۔ انہیں اس سے منع کر دیا گیا، کیونکہ یہ اس معنی کو بھی متضمن تھا کہ وہ آپ کی رعایت کی وجہ سے ہی آپ کی رعایت کریں گے حالانکہ آپ کے لیے تو ہر حال میں رعایت واجب تھی۔

یہ اسی طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے کو منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام (مبارک) پر تو میرا نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو تاکہ آپ ﷺ کا نفس نفیس محفوظ رہے۔ وہ اذی سے بچا رہے۔ آپ نے اس شخص کو جواب دیا جس نے ابو القاسم سے پکارا تھا۔ اس نے کہا: میری مراد آپ نہیں ہیں۔ میں نے تو فلاں کو پکارا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے منع فرما دیا، تاکہ آپ اس کی اذیت سے محفوظ رہیں جس نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بلایا ہو۔ منافقین اور مذاق اڑانے والوں نے اسے آپ کو اذیت اور تکلیف دینے کا ذریعہ بنا لیا۔ وہ آپ کو پکارتے جب آپ توجہ فرما ہوتے تو وہ کہتے: ہم نے تو اس کو بلایا ہے۔ وہ آپ ﷺ کو تکلیف دینے اور آپ ﷺ کے حق کو خفیف سمجھتے ہوئے مذاق اڑانے والوں کی طرح اس طرح کہتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو اذیت سے بالکل محفوظ کر لیا۔ محققین علماء نے اس نہی کو آپ کی حیات طیبہ کی مدت تک محمول کیا ہے اور آپ کے وصال کے بعد اسے جائز قرار دیا ہے کیونکہ علت ختم ہو گئی ہے۔ اس میں لوگوں کے مختلف مؤقف ہیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ جسے ہم نے بیان کر دیا ہے وہ جمہور کا مؤقف ہے۔ یہی بھی صحیح ہے۔ ان شاء اللہ! یہ از روئے آپ کی تعظیم اور توقیر تھا۔ یہ مستحب تھا حرام نہ تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنا نام رکھنے سے منع نہ کیا کیونکہ آپ کا نام لے کر پکارنے کو منع کر دیا تھا۔ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور: ۶۳)

نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

مسلمان آپ کو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی کنیت ''ابو القاسم'' سے بھی عرض کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے وہ حدیث پاک روایت کی ہے جو آپ کے نام مبارک پر نام رکھنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ اس کی تنزیہ بیان کرتی ہے جبکہ آپ کی توقیر نہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے بچوں کا نام ''محمد'' رکھ لیتے ہو، پھر اس پر لعنت کرتے ہو۔ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ کے نام پر کوئی نام نہ رکھے۔ اسے الطبری نے روایت کیا ہے۔ محمد بن سعد نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نام ''محمد'' تھا۔ دوسرا شخص اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ وہ اسے کہہ رہا تھا: یا محمد! رب تعالیٰ نے تیرے ساتھ یوں یوں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے فرمایا: میں نہ دیکھوں کہ تمہاری وجہ سے محمد عربی ﷺ کو برا بھلا کہا جا رہا ہو۔ بخدا! جب تک میں زندہ ہوں۔ تمہیں محمد نام سے پکارا نہ جائے گا۔ انہوں نے اس کا نام عبد الرحمان رکھ دیا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ منع کر دیں انبیاء کا احترام کرتے ہوئے ان کے اسماء پر نام نہ رکھے جائیں۔ ایک جماعت کے وہ نام تبدیل کر دیے جو انہوں نے انبیاء کرام کے ناموں پر رکھے تھے، پھر وہ اس فعل سے رک گئے۔

مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد یہ سب کچھ جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام نے اس طرح کیا تھا بہت سے صحابہ کرام نے اپنے بچوں کا نام ''محمد'' رکھا تھا۔ اس کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ اذن بھی دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ حضرت امام مہدی کا نام اور کنیت ہوگی۔ آپ ﷺ نے محمد بن طلحہ محمد بن عمرو، محمد بن ثابت وغیرہم کے نام خود رکھے تھے۔ فرمایا: کسی کو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے کہ اس کے گھر میں ایک، دو یا تین محمد ہوں۔

❁❁❁

دوسرا باب

جس مسلمان نے آپ کی شان میں گستاخی کی اس کا حکم

رب تعالیٰ ہمیں اور تمہیں توفیق دے جان لو کہ وہ سارے افراد جنہوں نے آپ کو برا بھلا کہا یا عیب نکالا یا آپ کے نفس، یا نسب یا دین میں نقص نکالا، یا خصلتوں میں سے کسی خصلت کو برا کہا یا آپ کے بارے میں ذو معنی قول کیا یا برا بھلا کہتے ہوئے کسی چیز سے تشبیہ دی۔ آپ پر عیب لگایا یا آپ کی تنقیص شان کی۔ وہ آپ کو برا بھلا کہنے والا ہوگا۔ اس میں اس کا حکم برا بھلا کہنے والے کا حکم ہوگا۔ اسے قتل کر دیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے۔ اس مقصد کے بارے ابواب کے فصول میں سے کسی فصل میں ہم اس سے استثناء نہ کریں گے۔ ہم اشارہ یا صراحت کے اعتبار سے شک نہ کریں گے۔

اسی طرح اس شخص کا بھی حکم ہے جس نے آپ پر لعنت کی۔ آپ کے لیے بد دعا کی۔ آپ کے لیے نقصان کی تمنا کی یا

از روئے مذمت آپ کی طرف ایسی چیز منسوب کر دی جو آپ کے لیے شایانِ شان نہ تھی۔ آپ کی طرف نامناسب اور نامعقول بات منسوب کرے۔ جھوٹ اور منکر بات منسوب کرے۔ آپ کی آزمائشوں یا امتحانوں کی وجہ آپ پر آنے والے مصائب کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا، یا ان عوارض بشریہ کی وجہ سے آپ پر عیب لگایا جو آپ کے لیے روا اور جائز تھے۔ تمام علماء کرام، مقتیان عظام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اسی پر اتفاق کرتے ہیں۔

ابوبکر ابن منذر نے لکھا ہے: سارے اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا یہ حضرات مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق اور شافعی کا موقف ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ مذکورہ علماء کرام کے نزدیک اس کی توبہ کو قبول نہ کیا جائے گا اسی کی مثل امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں امام ثوری، اہل کوفہ اور امام اوزاعی نے کہا ہے لیکن انہوں نے اسے ردت شمار کیا ہے۔ ولید بن مسلم نے امام مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ الطبری نے امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس نے آپ کو تنقیص شان کی، یا آپ سے برأت کا اظہار کیا یا آپ کی تکذیب کی۔ اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ سحنون نے اس شخص کے متعلق کہا ہے جس نے آپ کو برا بھلا کہا کہ یہ زنادقہ کی طرف ردت ہے۔

اسی طرح اس کو توبہ کے لیے کہنے اور اس کی تکفیر میں اختلاف ہے کہ کیا اس کو قتل کرنا حد ہے یا کفر ہے۔ ہم اسے تیسرے باب میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے، لیکن ہم اس کے خون کے مباح ہونے میں علماء امصار اور امت کے اسلاف عظام میں کوئی اختلاف نہیں پاتے۔ کئی علماء نے اس کے قتل اور کفر پر اجماع لکھا ہے۔ بعض ظاہریہ (ابومحمد علی بن احمد الفارسی) نے آپ کو استخفاف کرنے والے کی تکفیر میں اختلاف لکھا ہے لیکن معروف موقف وہی ہے جس کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے۔ محمد بن سحنون نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ شاتم النبی اور آپ کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے۔ عذاب الٰہی کی وعید میں وہ شامل ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے دلیل پکڑی ہے۔ جب انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعریضاً "صاحبکم" کہا تھا۔

ابوسلیمان خطابی نے کہا ہے: میں مسلمانوں میں سے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے شاتم رسول کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو جبکہ وہ مسلمان ہو۔ ابن القاسم نے کتاب ابن سحنون میں امام مالک سے مبسوط، عتبیہ میں مطرف نے کتاب ابن حبیب امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے جس نے آپ کو برا بھلا کہا (گالی دی) اسے قتل کر دیا جائے گا اور اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ ابن القاسم نے عتبیہ میں لکھا ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا، گالی دی، آپ پر عیب لگایا یا تنقیص شان کی۔ اگر اسے قتل کر دیا جائے تو امت کے نزدیک اس کا حکم زندیق کی مانند قتل ہے۔

رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و توقیر کو فرض قرار دیا ہے۔ المبسوط میں ہے کہ عثمان بن کنانہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں میں سے جس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے یا پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔اس کو توبہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے۔امام کو اختیار ہے کہ اسے زندہ مصلوب کر دے یا قتل کر دے۔ابو مصعب اور ابن ابی اویس نے فرمایا: ہم نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا گالی دی یا عیب نکالا یا تنقیص شان کی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے گا۔اسے توبہ کرنے کے لیے نہ کہا جائے گا۔کتاب محمد میں ہے: ہمیں امام مالک کے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ جس نے آپ کو برا بھلا کہا یا آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا اس کو توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔اصبغ نے کہا ہے: اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔خواہ اس نے خفیہ کہا یا ظاہراً۔اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کی توبہ کی پہچان نہیں ہو سکتی۔عبداللہ بن حکم نے کہا ہے: مسلمان یا کافر میں سے جس نے آپ کو برا بھلا کہا: اسے قتل کر دیا جائے گا اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔الطبری نے امام مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے۔امام مالک نے فرمایا ہے: جس نے آپ کی چادر مبارک کو یا آپ کی زرہ کو پھٹا ہوا کہا۔اسے قتل کر دیا جائے گا۔ہمارے بعض علماء کرام نے فرمایا: جس نے انبیاء میں سے کسی نبی کے لیے ہلاکت کی بددعا کی یا مکروہ امر کی بددعا کی۔اسے قتل کر دیا جائے گا۔اسے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

حضرت ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا تھا جس نے آپ کو الحمال یتیم ابی طالب کہا تھا۔ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا تھا جو کسی قوم کے پاس سے گزرا جو حضور اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر کر رہے تھے۔اچانک ان کے پاس سے ایک ایسا شخص گزرا جس کا چہرہ اور داڑھی قبیح تھی۔اس نے کہا: کیا تم آپ ﷺ کی صفات جاننا چاہتے ہو۔آپ ﷺ کا حلیہ، صفات اور داڑھی اس گزرنے والے شخص کی طرح تھے۔اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔اس لعین نے جھوٹ بولا تھا۔اس دل سے ایسی بات نہیں نکلتی جس کا ایمان سلامت ہو۔

احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون نے فرمایا: جس نے کہا (نعوذ باللہ منہ) حضور اکرم ﷺ کی رنگت سیاہ تھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔انہوں نے اس شخص کے متعلق فرمایا جسے کہا گیا: نہیں! حضور اکرم ﷺ کے حق کی قسم!۔اس نے کہا: حضور اکرم ﷺ نے اس طرح اس طرح کیا۔اس نے قبیح کلام ذکر کیا۔اسے کہا گیا: دشمن خدا! تو کیسی بات کرتا ہے؟ اس نے پہلے سے بڑھ کر گستاخی کی، پھر اس نے کہا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے مراد بچھو لیا ہے۔انہوں نے یہ بات ابوسلیمان سے کی۔انہوں نے کہا: اس پر گواہ بن جائیں۔میں اس کے قتل اور ثواب میں تمہارا شریک ہوں۔

حضرت حبیب بن ربیع نے کہا: صریح لفظ میں اس کی تاویل کا دعویٰ قبول نہ کیا جائے گا۔یہ اہانت ہے۔اس کے دل میں آپ کی عزت و توقیر نہیں تھی لہذا اس کا خون بہانا مباح تھا۔ابو عبداللہ بن عتاب نے اس عشر لینے والے کے متعلق فتویٰ دیا جس میں ایک شخص نے کہا تھا۔عشر ادا کرو اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں شکوہ کرو۔اس نے کہا: اگر میں نے مانگا ہے اور جہالت سے کام لیا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے بھی مانگا تھا جہالت سے کام لیا تھا۔اسے قتل کر دیا جائے۔

فقہاء اندلس نے ابن ابی حاتم طلیطلی کو قتل کرنے کا متفقہ فیصلہ دیا تھا۔اسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا تھا۔اس نے

آپ کے حق کو ہلکا سمجھا تھا۔ مناظرہ کے دوران آپ کو یتیم کہا تھا۔ حیدر کا سسر کہا تھا۔ اس کا گمان تھا کہ آپ کا فقر اختیاری نہ تھا۔ اگر آپ عمدہ اشیاء پر قادر ہوتے تو انہیں کھا لیتے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قیروان کے فقہاء اور سحنون کے ساتھیوں نے ابراہیم فزاری کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ شاعر تھا۔ بہت سے علوم میں ماہر تھا۔ یہ قاضی ابو العباس بن طالب کی محفل میں مناظرہ کے لیے آتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کے حق میں عجیب باتیں کرتا تھا۔ قاضی یحییٰ بن عمر و غیرہ فقہاء نے اسے حاضر کیا۔ اسے قتل اور مصلوب کرنے کا حکم دیا۔ اسے چھری کے ساتھ کاٹ کر الٹا لٹکا دیا گیا، پھر اسے اتار کر آگ میں جلا دیا گیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے جب اس کی صلیب کو اٹھا لیا گیا اور اس کے ہاتھ کھولے گئے تو وہ قبلہ سے پھر گیا، اس وقت لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ کتا آیا اور اس کا خون پینے لگا۔ یحییٰ بن عمر نے کہا: حضور اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ کتا کسی مسلمان کا خون نہیں پیتا۔

قاضی ابو عبد اللہ بن مرابط نے کہا ہے کہ جس نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو شکست ہوئی اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے تنقیص شان کی ہے۔ یہ آپ کے حق میں جائز نہیں۔ آپ اپنے امر کی بصیرت پر تھے۔ عصمت کے یقین پر تھے۔

حضرت حبیب بن ربیع قروی نے کہا ہے کہ حضرت امام مالک اور ان کے ساتھیوں کا مؤقف یہ ہے کہ جس نے آپ کے متعلق ایسی بات کی جس میں تنقیص شان تھی۔ اسے توبہ کے لیے کہے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔ ابن عتاب نے لکھا ہے: کتاب و سنت کا موجب یہ ہے کہ جس نے آپ کی اذیت کا قصد کیا، یا تنقیص شان کا ارادہ کیا خواہ کنایہ و اشارہ سے یا صراحت سے۔ خواہ وہ قلیل ہو۔ وہ واجب القتل ہے۔ یہ سارا باب اس شخص کے متعلق ہے جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا، یا تنقیص شان کی تو یہ گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس میں مقدم اور مؤخر علماء میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر اس کے قتل کے حکم میں اختلاف ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے بعد میں تفصیلات بیان کریں گے اسی طرح میں کہتا ہوں: اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو آپ ﷺ کے عیب نکالے۔ آپ ﷺ پر بکریاں چرانے، سہو، نسیان یا جادو کا عیب لگائے یا ان زخموں کی وجہ سے عیب لگائے جو آپ ﷺ کو لگے تھے یا کسی لشکر کے لیے شکست کا قول کرے یا دشمن سے اذیت اور زمانہ میں شدت یا عورتوں کی طرف میلان پر عیب لگائے۔ جس نے بھی تنقیص شان کے لیے یہ باتیں کی اس کی سزا قتل ہے۔

❀❀❀

تیسرا باب

کفار میں سے جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اس کے بارے میں حکم

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ذمی جب صراحۃً آپ ﷺ کو برا بھلا کہے یا آپ ﷺ کی قدر و شان کو ہلکا

جانے، اور اس وجہ کے علاوہ آپ ﷺ کا وصف بیان کرے جس کے ساتھ اس نے کفر کیا ہے تو ہمارے مابین اس کے قتل میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ اس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ ہم نے اسے امان اور ذمہ اس لیے نہیں دیا تھا۔ یہ عام فقہاء کا قول ہے، لیکن امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ میں سے ان کے پیروکاروں کا موقف یہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: اسے قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ جس شرک پر ہے وہ اس سے بڑا گناہ ہے لیکن تادیب سکھانے کے لیے تعزیر لگائی جائے گی۔ ہمارے بعض شیوخ نے اس کے قتل پر اس آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫ (التوبہ:۱۲)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے معاہدہ کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین پر تو جنگ کرو کفر کے پیشواؤں سے۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں (ایسوں سے جنگ کرو) تاکہ یہ لوگ (عہد شکنی سے) باز آجائیں۔

انہوں نے بطور استدلال یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے ابن اشرف وغیرہ کو قتل کیا۔ ہم نے اس پر انہیں امان نہ دی تھی نہ ہی اس پر ان سے معاہدہ کیا تھا، نہ ہی ہمارے لیے روا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اس طرح کریں جبکہ وہ ایسا کام کریں جس پر ہم نے ان کو امان نہ دی تھی۔ نہ ہی ذمہ دیا تھا۔ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا تھا۔ وہ کافر ہو گئے۔ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا جائے گا اس لیے بھی کہ ان کا ذمہ ان سے اسلام کی حدود کو ساقط نہیں کرتا۔ اگر کسی نے مال چوری کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر کسی نے قتل کیا تو قصاص میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگرچہ یہ ان کے ہاں حلال ہو اسی طرح اگر انہوں نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا تو اس کے عوض انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہمارے اصحاب کے لیے ایسے ظواہر عیاں ہوئے ہیں جو اس سے اختلاف کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر اس نے ذکر اس وجہ سے کیا جس کے ساتھ اس نے کفر کیا ہے۔ عنقریب اس موضوع پر ابن قاسم اور ابن سحنون کا کلام ذکر کیا جائے گا۔ ابوالمصعب نے اس میں ہمارے مدنی ساتھیوں کا اختلاف نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس وقت اختلاف کیا ہے جب وہ آپ کو برا بھلا کہے پھر اسلام لے آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسلام نے اس کے قتل کو ساقط کر دیا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ ساقط کر دیتا ہے یہ مسلمان کے معاملہ کے برعکس ہے جب وہ آپ کو برا بھلا کہے پھر توبہ کر لے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کے اندر کفر ہے۔ وہ آپ ﷺ کے لیے بغض رکھتا ہے دل میں تنقیص شان کرتا ہے لیکن ہم نے اسے اس کے اظہار سے روک دیا، جو کچھ اس نے اظہار کیا ہے وہ صرف امر کی مخالفت کے لیے ہے اس نے معاہدہ کو توڑنے کے لیے یہ کیا ہے جب وہ اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام کی طرف آیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (الانفال:۳۸)

ترجمہ: فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا۔

جبکہ مسلمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہم اس کے باطن کے بارے وہی خیال کرتے ہیں جو اس کے ظاہر کے بارے ہے جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے یہ اس کے برعکس ہے ہم اس کے رجوع کے بعد اسے قبول نہیں کریں گے ہم اس کے باطن پر اطمینان کا اظہار نہ کریں گے اس کے راز ظاہر ہو گئے ہیں، جو احکام اس کے لیے ثابت ہوئے وہ اس پر باقی رہیں گے۔ ان میں سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ برا بھلا کہنے والے ذمی کا اسلام اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا کیونکہ یہ آپ کا حق ہے جو اس پر واجب ہے کیونکہ اس نے ردائے حرمت کو چاک کیا۔ آپ پر عیب اور نقص لگانے کا ارادہ کیا۔ اس کا اس اسلام کی طرف رجوع اس کے قتل کو ساقط نہیں کرتا۔ جیسے کہ اس پر اس کے اسلام کے قبل قتل و قذف میں سے مسلمانوں کے حقوق میں سے واجب تھے جب ہم مسلمان کی توبہ کو قبول نہیں کرتے تو کافر کی توبہ کو قبول نہ کرنا اولیٰ ہے۔

امام مالک نے کتاب ابن حبیب میں، مبسوط، ابن قاسم، ابن ماجشون، ابن عبد الحکم اور اصبغ نے اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو اہل ذمہ میں سے ہو جس نے ہمارے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور نبی کو برا بھلا کہا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا الا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ ابن القاسم نے عتبیہ میں، محمد اور ابن سحنون کے نزدیک یہی موقف درست ہے سحنون اور اصبغ نے کہا ہے کہ اسے یوں نہ کہا جائے گا: اسلام لے آ۔ نہ ہی یوں کہا جائے گا: تو اسلام قبول نہ کر لیکن اس نے اسلام قبول کر لیا تو یہی اس کے لیے توبہ ہوگی۔ کتاب محمد میں ہے کہ ہمیں اصحاب مالک نے کہا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے ہمارے نبی اکرم ﷺ یا کسی اور نبی کو برا بھلا کہا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا ہمارے لیے امام مالک سے روایت کیا گیا ہے: الا یہ کہ کافر اسلام لے آئے۔

ابن وہب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک راہب نے حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اسے قتل کیوں نہ کر دیا۔ عیسیٰ نے ابن قاسم سے اس ذمی کے متعلق روایت کیا ہے۔ جس نے کہا: محمد عربی ﷺ کو ہماری طرف مبعوث نہیں کیا گیا تھا۔ انہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا، یا وہ کہے: ہمارے نبی موسیٰ یا عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں وغیرہ۔ اس پر کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں اسی کی مثل پر برقرار رکھا ہے لیکن اگر اس نے گالی دی۔ اس نے کہا: آپ ﷺ نبی نہیں ہیں یا آپ ﷺ کو بھیجا نہیں گیا یا آپ ﷺ پر قرآن پاک نہیں اترا، یا یہ انہوں نے خود گھڑا ہے یا ایسی بات کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ابن القاسم نے کہا ہے: جب نصرانی کہے: ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تمہارا دین گدھے کا دین ہے یا ایسی قباحت کہے، یا مؤذن کو سنے وہ کہہ رہا ہو: اشھد ان محمد الرسول الله وہ کہے: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح عطا کرے۔ اسے دردناک سزا دی جائے اور طویل قید میں رکھا جائے۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے آپ کو ایسی گالی دی جو معروف ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا الا یہ کہ وہ اسلام لے آئے۔ امام مالک نے یہ کئی بار کہا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ

اسے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ ابن قاسم نے تحریر کیا ہے: ان کا قول میرے نزدیک اس امر پر محمول ہوگا کہ وہ برضاو رغبت اسلام لے آئے ابن سحنون نے سلیمان بن سالم کے ان سوالات کے جواب میں کہا جو انہوں نے اس یہودی کے متعلق پوچھے تھے جو مؤذن کو سنے جو یہ کہہ رہا ہو: اشهد ان محمد رسول الله! وہ کہے: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کو دردناک سزا دی جائے اور طویل مدت تک قید میں رکھا جائے۔ نوادر میں سحنون کی روایت میں ہے کہ جس یہودی یا نصرانی نے اس وجہ کے علاوہ جس پر انہوں نے کفر کیا ہے انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو برا بھلا کہا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ الایہ کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

محمد بن سحنون نے کہا ہے: اگر یہ کہا جائے تم نے اسے اس لیے کیوں قتل کیا ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا ہے۔ آپ ﷺ کے دین کو برا بھلا کہنا اور تکذیب کرنا اس کے دین سے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ان سے اس پر معاہدہ نہ کیا تھا۔ نہ ہی اس پر کہ وہ ہمیں قتل کریں یا ہمارے اموال لیں جب اس نے ہم میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا ہم اسے قتل کر دیں گے۔ اگرچہ اس کے دین میں یہ حلال ہو۔ اسی طرح وہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو گالی دے۔ سحنون نے کہا ہے: جیسے ہمارے لیے یہ روا نہیں کہ اہل حرب سے ان کے اس اقرار پر جزیہ لے لیں کہ وہ آپ کو برا بھلا کہیں۔ اسی طرح اس میں کسی قاتل کا قول ہمارے لیے جائز نہیں۔

❁❁❁

چوتھا باب

جب برا بھلا کہنے والا اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اور وہ توبہ نہ کرے تو اس کے قتل کا حکم

قاضی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے: اس شخص کے قتل کے وجوب کے دلائل جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا، یا آپ ﷺ پر عیب لگایا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے جس نے آپ ﷺ کو اذیت دی۔ اس نے اپنی اذیت کو آپ ﷺ کی اذیت کے ساتھ ملایا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی اسے قتل کر دیا جائے۔ لعنت کا مستحق وہ بھی ہے جو کافر ہو کافر کا حکم قتل ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ (الاحزاب: ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔

رب تعالیٰ نے مؤمن کے قاتل کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ دنیا میں اس کی لعنت کفر ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۶۰،۶۱)

ترجمہ: اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے تو ہم آپ کو مسلط کر دیں گے ان پر پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر چند روز وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہوگی وہ جہاں جائیں گے پکڑ لیے جائیں گے اور جان سے مار ڈالے جائیں گے۔

قتل لعنت کے معنی میں بھی آیا ہے۔ فرمایا:

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ (الذاریات: ۱۰)

ترجمہ: ستیاناس ہو اٹکل پچو باتیں بنانے والوں کا۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (توبہ: ۳۰)

ترجمہ: ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ، کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں۔

رب تعالیٰ، رسول مکرم ﷺ اور مؤمنین کی اذیت میں فرق فرمایا ہے۔ اہل ایمان کی ایذاء میں قتل سے کم سزا ہے وہ صرف مارنا اور اذیت دینا ہے جبکہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اذیت دینے کا حکم اس سے شدید ہے وہ قتل ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء: ۶۵)

ترجمہ: تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کر لیں دل و جان سے۔

رب تعالیٰ نے اس شخص سے ایمان کا نام بھی چھین لیا جس کے سینے میں آپ ﷺ کے فیصلے سے تنگی پیدا ہوئی اور اس کے لیے سر تسلیم خم نہ کیا۔ جس نے آپ ﷺ کی تنقیص شان کی اس نے اسی کو توڑا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (کریم ﷺ) کی آواز سے اور نہ زور سے آپ (ﷺ) کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

صرف کفر ہی اعمال ضائع کرتا ہے کافر کو قتل کر دیا جائے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ (المجادلہ:۸)

ترجمہ: اور جب آپ (ﷺ) کی خدمت میں آتے ہیں تو آپ (ﷺ) کو اس طرح سلام دیتے ہیں جیسے اللہ نے آپ (ﷺ) کو سلام نہیں دیا۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (المجادلہ:۸)

ترجمہ: کافی ہے انہیں جہنم، اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (التوبہ:۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ (التوبہ:۶۵،۶۶)

ترجمہ: اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے۔ (اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے۔

مفسرین نے تحریر کیا ہے: تم نے اپنے قول کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے متعلق کفر کیا۔ اجماع کا تذکرہ ہم نے کر دیا ہے جہاں تک آثار کا تعلق ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اسے قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہ کرام کو گالی دی اس کو مارو۔ صحیح

روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کو اذیت دیتا ہے۔ آپ نے دعوت کے بغیر فوراً اسے قتل کرنے کی طرف توجہ دی، جبکہ دیگر مشرکین کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔ اس کے قتل کی اذیت یہ بیان کی کہ وہ آپ کو اذیت دیتا ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اس کا قتل شرک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اذیت کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح ابورافع کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت براء نے فرمایا: وہ حضور اکرم ﷺ کو اذیت دیتا تھا اور آپ کے خلاف مدد کرتا تھا۔ اسی طرح آپ نے فتح مکہ کے روز ابن خطل اور ان دو لونڈیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کی ہجو بیان کر کے گاتی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ کو برا بھلا کہتا تھا آپ نے فرمایا: میرے دشمن کو میری طرف سے کون کافی ہو جائے گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں۔ آپ ﷺ نے انہیں بھیجا انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کفار کی ایک جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ ﷺ کو اذیت دیتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط۔ فتح مکہ سے قبل اور بعد میں کچھ افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا سوائے اس کے جس نے قابو میں آنے سے قبل اسلام قبول کر لیا۔

البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے صدا دی: اے گروہ قریش! مجھے تمہارے سامنے کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تیرے کفر کی وجہ سے اور اس لیے کہ تو حضور اکرم ﷺ پر افتراء باندھتا تھا۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے میرے دشمن کو کون کافی ہو جائے گا؟ حضرت زبیر نے عرض کی: میں۔ انہوں نے اس کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے میری دشمن کو کون کافی ہو گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔ ایک شخص آپ ﷺ کی طرف جھوٹ بولتا تھا آپ ﷺ نے حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کو اس کی طرف بھیجا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن قانع نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے باپ کو سنا جو آپ ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہہ رہا تھا۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ پر یہ امر گراں نہ گزرا۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہ نے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہاں ردت میں ایک عورت ہے جو آپ ﷺ کی ہجو بیان کر کے گاتی ہے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کاٹ دیے۔ اگلے دونوں دانت نکال دیے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے انہیں فرمایا: اگر تم نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلقہ حد دیگر حدود کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو خطمہ میں سے ایک عورت نے آپ ﷺ کی ہجو بیان کی۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: میری طرف سے اسے کون کافی ہو جائے گا؟ اس کی قوم میں سے ایک شخص نے عرض کی: میں یا رسول اللہ! ﷺ۔ وہ اٹھا اور اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں دو بکریاں بھی باہم نہ لڑیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک نابینا شخص تھا۔ اس کی ایک ام ولد تھی جو حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ وہ اسے روکتا تھا مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ ایک رات اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اس نے اسے قتل کر دیا، پھر آپ ﷺ کو اس کے متعلق بتا دیا آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔

حضرت ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک دن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا۔ وہ کسی مسلمان پر ناراض ہوئے۔ قاضی اسماعیل وغیرہ نے کہا ہے کہ اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ امام نسائی کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک شخص پر ناراض ہو رہے تھے۔ وہ انہیں جواب دے رہا تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کی: یا خلیفہ رسول اللہ! مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ انہوں نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ یہ سزا صرف حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے لیے ہے۔

قاضی ابو محمد بن نصر نے لکھا ہے: اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی روایت سے ائمہ نے اس شخص کے قتل پر استدلال کیا ہے جس نے آپ کو اذیت دی یا گالی دی یا تکلیف دی اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے کوفہ کے عامل کو لکھا: اس نے اس شخص کو قتل کرنے کے متعلق مشورہ طلب کیا تھا جس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لکھا: مسلمان شخص کا قتل صرف اس لیے روا نہیں کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو، مگر وہ شخص قتل کے قابل ہے جس نے حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا۔ جس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے آپ کو گالی دی ہو۔ اس نے ذکر کیا کہ عراق کے فقہاء اسے کوڑے مارنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ سن کر امام مالک ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس امت کے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے کے بعد اس کی بقاء کیسی ہے؟ جس نے انبیاء کو برا بھلا کہا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جس نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

قاضی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: یہ اس واقعہ میں اسی طرح ہے۔ امام مالک کے مناقب لکھنے والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اسے اسی طرح لکھا ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ فقہاء عراق کون تھے؟ جنہوں نے رشید کو اس طرح فتویٰ دیا تھا جسے اس نے ذکر کیا۔ ہم نے عراقیین کا موقف بیان کر دیا ہے کہ انہوں نے گستاخ رسول کے قتل کا نظریہ اپنایا ہے شاید وہ ان لوگوں میں سے ہو جو علم میں مصروف نہ ہو یا جس کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو، یا وہ خواہشات نفسانیہ کی طرف میلان رکھتا ہو یا اس نے جو کچھ کہا ہو اسے گالی کے علاوہ پر محمول کیا ہو یہ اختلاف اس میں ہو کہ وہ گالی ہے یا نہیں یا اس نے اپنی بکواس سے رجوع کر لیا ہو یا توبہ کر لی ہو۔ اس نے امام مالک کو اصل بات نہ بتائی ہو، ورنہ امت کا اجماع ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو گالی دی

اسے قتل کر دیا جائے گا۔غور وفکر بھی اس شخص کے قتل پر استدلال کرتا ہے۔جس نے آپ کو گالی دی یا تنقیص شان کی اس کے دل کی مرض کی علامت ظاہر ہوگئی۔اس کے کفر اور اندر کی کیفیت کی دلیل عیاں ہوگئی۔اسی لیے کثیر علماء کرام نے اس پر ردت کا حکم لگایا ہے۔یہ اہل شام کی روایت ہے جو انہوں نے امام مالک اور امام اوزاعی سے نقل کی ہے۔یہ ثوری، امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کی روایت ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اس کے کفر کی دلیل ہے۔بطور حد اسے قتل کر دیا جائے گا اسی کے لیے کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا، مگر یہ کہ وہ اپنے کفر پر مصر رہے۔وہ اس کا انکار نہ کرے نہ اسے جڑ سے اکھیڑے تو وہ کافر ہوگا۔خواہ اس کا کفر صریح ہو جیسے تکذیب وغیرہ یا استہزاء اور مذمت کے کلمات۔وہ ان کا اعتراف کرے۔توبہ بھی نہ کرے۔یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اسے حلال سمجھ رہا ہے یہ بھی کفر ہے ایسا شخص بلا اختلاف کافر ہوگا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (التوبہ:۷۴)

ترجمہ: وہ رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی اور تحقیق انہوں نے کفریہ کلمہ کہا اور اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کیا۔

اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ان کا یہ قول ہے: اگر محمد عربی (ﷺ) جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے تو ہم گدھے سے بھی زیادہ شریر ہیں، یا ان کا یہ قول ہے: ہماری اور محمد عربی ﷺ کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے: اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں کھا جائے۔اگر ہم مدینہ طیبہ گئے تو اس سے معزز، ذلیل کو نکال دے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر اس طرح کا قول کرنے والا خواہ مخفی ہی کرے اس کا حکم زندیق کا حکم ہے اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے۔آپ نے فرمایا: جو اپنا دین تبدیل کرلے اس کی گردن اڑا دو۔نیز یہ کہ فضیلت میں آپ کا حکم امت کے حکم سے بالا ہے۔آپ کی امت میں سے جو آزاد کو گالی دے گا اس پر حد جاری ہوگی، لہٰذا جو آپ کو گالی دے گا اس کی سزا قتل ہے، کیونکہ آپ کی قدر و شان بہت بلند ہے۔آپ کا مقام ومنصب امت سے بہت رفیع ہے۔

❀❀❀

پانچواں باب

مسلمان کی توبہ پر گفتگو اور اسے توبہ کرنے کے لیے کہنا

اگر ہم توبہ پر اس طرح گفتگو کریں اس حیثیت سے کہ وہ صحیح ہو تو اس میں اسی طرح اختلاف ہے جیسے مرتد کی توبہ میں اختلاف ہے کیونکہ ان میں فرق نہیں ہے۔اسلاف عظام میں اس کے وجوب، صورت اور مدت میں اختلاف ہے۔جمہور اہل علم کا مؤقف ہے کہ مرتد کو توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ابن قصار نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے درست

ہونے پر صحابہ کرام کا اور علی المرتضیٰ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ حضرات عطاء بن رباح نخعی، ثوری، مالک ان کے ساتھیوں، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ حضرات طاؤس، محمد بن حسن، عبید بن عمیر اور دونوں روایتوں میں سے ایک کے مطابق اس سے توبہ کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ عبدالعزیز بن ابی سلمہ، معاذ سے یہی قول مروی ہے سحنون نے معاذ سے اس کا انکار کیا ہے طحاوی نے ابو یوسف سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اہل ظواہر کا یہی قول ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کی توبہ عند اللہ اسے فائدہ دے گی، لیکن اسے قتل ہونے سے نہ بچا سکے گی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔

حضرت عطاء سے روایت ہے: اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اسلام میں پیدا ہوئے ہوں تو اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا، جبکہ اسلام قبول کرنے والے سے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔ جمہور علماء کا موقف ہے کہ اس میں مرد مرتد اور عورت مرتدہ برابر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اسے غلام بنا لیا جائے گا۔ یہ عطاء اور قتادہ کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عورتوں کو ردت میں قتل نہ کیا جائے گا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے جبکہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ اس میں آزاد، غلام، مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔

❁❁❁
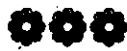
چھٹا باب

جب ذمی آپ کی گستاخی کرے اور عہد کو توڑ دے

اسی طرح اس شخص کا عہد ٹوٹ جائے گا ان میں سے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی۔ اس کا خون ہمارے لیے حلال ہو جائے گا۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنے والے کو اسلام پناہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اسے ذمہ پناہ نہیں دے سکتا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو کچھ ابن سحنون نے اپنی طرف سے یا اپنے والد گرامی کی طرف سے بیان کیا ہے۔ وہ ابن القاسم کے اس قول کے خلاف ہے۔ جس میں انہوں نے ان کی سزا کو اس سے تخفیف کی ہے۔ جس کے ساتھ انہوں نے پہلے کفر کیا ہو۔ غور کرو، لیکن یہ مؤقف اس کے خلاف ہے جو اہل مدینہ طیبہ سے اس ضمن میں روایت کیا گیا ہے۔ ابو المصعب زہری سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میرے پاس ایک نصرانی کو لایا گیا۔ اس نے کہا: مجھے اس کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منتخب کیا ہے۔ اس کی سزا میں اختلاف ہو گیا لیکن میں نے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا یا وہ ایک دن اور ایک رات زندہ رہا۔ میں نے حکم دیا اسے کھینچ کر کوڑا کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ اسے کتے کھا گئے۔ ابو المصعب سے اس نصرانی کے متعلق پوچھا گیا جس نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کی (نعوذ باللہ منہ) انہوں نے کہا: اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ابن القاسم نے فرمایا: ہم نے امام مالک سے مصر کے اس نصرانی کے متعلق پوچھا جس کے متعلق یہ گواہی دی گئی کہ اس نے کہا: مسکین محمد نے تمہیں بتایا ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ ان کے نفس نے انہیں فائدہ نہ دیا، جبکہ کتے اس کی پنڈلیوں کو کھا رہے ہوں اگر تم اسے قتل کر دیتے تو لوگ اس سے نجات پا لیتے۔ امام مالک نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

❁❁❁

ساتواں باب

جب وہ کفر پر رہتے ہوئے گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ ساقی]
میں کہتا ہوں: گذشتہ دو ابواب میں یہی کچھ مذکور ہے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

کیا اسلام کے لیے اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط کرے گی یا نہیں؟

قاضی صاحب نے لکھا ہے: اگر اس نے توبہ کر لی۔ اس کے قول کے مطابق اس کی توبہ کو قبول کر لیا گیا تو قتل اس سے رک جائے گا اس پر امام کے اجتہاد کے مطابق حکم نافذ ہوگا، جو اس کے حال کی شہرت، اس کے خلاف شہادت کی قوت اور ضعف، اس سے کثرت سماع، دین میں اس کی تہمت کی صورت، اس پر حماقت اور جنوں کے عیوب کے مطابق حکم ہوگا جس کے یہ معاملات شدید ہوں گے اسے قید کے اعتبار سے سخت سزا دی جائے گی۔ اس شدت کے ساتھ اسے زنجیروں میں جکڑ کر اس حد تک سزا دی جائے گی جو اس کی برداشت کی حد تک ہوگی کہ اس کی ضرورت اسے قیام کرنے سے نہ روکے۔ اسے نماز سے نہ بٹھائے۔ یہ ہر شخص کا حکم ہے جس پر قتل واجب ہو لیکن اس کا قتل موقوف ہو جائے گا۔ یہ وقوف اور وجہ سے ہو۔ کوئی مشکل امر اس میں مانع ہو، یا کوئی رکاوٹ اس کا تقاضا کرے اس کی سزا میں شدت کے حالات اس کے حال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔

ولید نے امام مالک سے اور امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ یہ ردت ہے۔ اگر وہ توبہ کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ امام مالک کا موقف عتبیہ میں اور کتاب محمد میں [illegible]

کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ سحنون کا موقف بھی ہے۔

ابو عبداللہ بن عتاب نے اس شخص کے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا دو گواہوں نے بھی یہی گواہی دے دی ان میں سے ایک گواہ عادل تھا تو ایسے شخص کو دردناک سزا اور طویل قید میں رکھا جائے حتیٰ کہ اس کی توبہ ظاہر ہو جائے۔ قابسی نے اس کے مثل کہا ہے کہ جس شخص کا آخری امر قتل ہو۔ ایک ایسا مانع آجائے جو اس کے قتل میں اشکال پیدا کر دے اسے قید سے رہا نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اسے طویل عرصہ تک قید میں رکھا جانا چاہیے اگرچہ مدتِ قید کتنی ہی طویل ہو جائے دورانِ قید اس کو اتنی زنجیریں وغیرہ پہنائی جائیں جتنی اس میں طاقت ہو۔ انہوں نے اسی طرح اس شخص کے متعلق بھی کہا ہے جس کا امر مشکل ہو جائے کہ اسے سخت زنجیروں میں رکھا جائے۔ اسے قید خانہ میں تنگی کی جائے حتیٰ کہ اس کے لیے ظاہر ہو جائے جو کہ اس پر لازم ہو۔ دوسرے مسئلہ میں اسی کی مثل کہا ہے: امر واضح کی وجہ سے ہی خون ریزی کی جائے کوڑوں اور قید کی سزا احمقوں کے لیے ہے۔ انہیں سخت سزا دی جائے۔ اگر اس کے خلاف گواہی صرف دو گواہوں نے دی۔ ان کی عداوت ثابت ہو گئی یا ان پر ایسی جرح کی گئی کہ ان کی گواہی ساقط ہو جائے۔ ان کے علاوہ وہ امر کسی اور سے نہ سنا گیا تو اس کا امر خفیف ہو گیا کیونکہ اس کا حکم اس سے ساقط ہو گیا۔ گویا کہ اس کے خلاف گواہی ہی نہ دی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جن کے مناسب یہ امر نہیں ہے گواہ بھی نمایاں لوگوں میں سے ہوں تو عداوت کی وجہ سے یہ شہادت ہو جائے گی۔ اگرچہ اس پر اس کی شہادت کی وجہ سے حکم نافذ نہ ہو گا لیکن گمان ان کے صدق کو دور نہ کرے گا اسی جگہ ہی قاضی کے لیے اس کی سزا میں اجتہاد کا مقام ہے۔ اللہ ولی الارشاد۔

❁❁❁

مدینہ طیبہ میں مختلف سالوں کے دوران رونما ہونے والے واقعات

تاریخِ اسلام کی ابتداء

اس میں کئی انواع ہیں

۱- تاریخ کی ابتداء

حاکم نے الاکلیل میں امام زہری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تاریخ کا حکم دیا تو اسے ربیع الاول میں لکھا گیا۔الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ روایت معضل ہے، جبکہ مشہور اس کے خلاف ہے۔میں کہتا ہوں کہ الاشارہ میں اسی قول کو مقدم کیا گیا ہے۔یعقوب بن سنان نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور سرور دین و دنیا ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔حافظ اور ابن عساکر نے لکھا ہے یہ مؤقف یہ زیادہ صحیح ہے اور اس سے زیادہ محفوظ ہے کہ تاریخ کا حکم دینے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔شیخ نے التاریخ میں لکھا ہے: پہلی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے میں نے ابن قماح کے خط میں ان کے مجموعہ میں دیکھا ہے۔ابن صلاح نے کہا ہے: میں الشروط میں ابو طاہر محمش زیادی کی کتاب سے آگاہ ہوا۔انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے تاریخ کی ابتداء اس وقت کی جب نصاریٰ کے لیے مکتوب لکھوایا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق حکم دیا کہ اس میں ۵ھ لکھیں۔اس طرح تاریخ کی ابتداء کرنے والے خود حضور اکرم ﷺ ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی اتباع کی تھی۔ایک قول یہ ہے کہ یہ واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ۵ھ میں تاریخ کا آغاز کیا۔پہلی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تاریخ کی ابتداء اس دن سے فرمائی جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ان دونوں روایات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ظرف (یوم قدم المدینۃ) فعل کے متعلق نہیں ہے۔یہ مصدر سے امر ہے یعنی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس دن سے تاریخ کی ابتداء کی جائے کیونکہ اس دن سے ابتداء کرنے کا حکم آپ نے ہی دیا تھا۔غور و

فکر کرو یہ نفس کلام ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تاریخ کا آغاز اس سال سے ہوا جس میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ امام بخاری نے صحیح میں، ابن ابی شیبہ میں تاریخ میں حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے عدد میں خطاء کی ہے، یعنی انہوں نے آپ کی بعثت سے شمار نہیں کیا نہ وصال سے شمار کیا انہوں نے آغاز آپ کے مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے کیا۔ مصعب زبیری نے لکھا ہے: تاریخ قریش کی ابتداء ہاشم بن مغیرہ کی موت سے ہوئی، یعنی ان کی آخری تاریخ کا آغاز۔ اس جگہ لوگوں نے خطاء کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے غفلت کا اظہار کیا۔ اسے ترک کر دیا، پھر انہوں نے اس خطا کو درست کر لیا۔ انہوں نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ صحیح وہ ہے جس کے خلاف انہوں نے عمل کیا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان کا یہ ارادہ ہو وہ دیکھتے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا وصال سے ابتداء کرنا اولیٰ تھا ان کی بات صحیح ہے لیکن راجح قول ان کے برعکس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے مراد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا زمانہ ہے آنے کا مہینہ مراد نہیں ہے کیونکہ تاریخ کا آغاز پہلے سال سے ہوا تھا۔ یہ الحافظ کا قول ہے۔ حضرت عمرو بن دینار نے لکھا ہے: کتب میں سب سے پہلے تاریخ کی ابتداء یعلی بن امیہ نے کی تھی۔ اس وقت وہ یمن میں تھے امام احمد نے اسے صحیح سند سے لکھا ہے لیکن عمرو اور یعلی کے مابین انقطاع ہے۔

۲- تاریخ سے آغاز کے اسباب

۱- ابو نعیم نے حضرت فضل بن دکین سے امام شعبی کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ آپ کی طرف سے ہمیں مکتوبات گرامی ملتے ہیں لیکن ان پر تاریخ رقم نہیں ہوتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا بعض نے کہا کہ بعثت سے آغاز کیا جائے کسی نے کہا: ہجرت سے ابتداء کی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہجرت نے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا۔ اسی سے انہوں نے آغاز کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷ھ کو پیش آیا۔

جب اتفاق ہو گیا تو کسی نے کہا: ابتداء رمضان المبارک سے کی جائے۔ کسی نے کہا: محرم سے آغاز کیا جائے کیونکہ اس وقت حج سے واپس آتے ہیں، پھر محرم پر ہی اتفاق ہو گیا۔

۲- امام احمد اور امام بخاری نے ادب میں، ابو عروبہ الحرانی نے "الاوائل" میں حاکم نے میمون بن مہران کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک دستاویز پیش کی گئی۔ جس پر شعبان کی تاریخ رقم تھی۔ انہوں نے فرمایا: کون سا ماہ شعبان؟ گزشتہ یا جس میں ہم ہیں یا آنے والا؟ لوگوں کے لیے ایسی چیز مقرر کر دو جس سے وہ تاریخ کو جان سکیں۔

بعض نے کہا کہ روم کی تاریخ کے مطابق لکھ لو۔ وہ ذوالقرنین کے عہد سے شمار کرتے ہیں۔ یہ طویل تاریخ تھی۔ کسی نے کہا: ایران کی تاریخ کے مطابق لکھ لو۔ ان کے ہاں جب بھی کوئی بادشاہ بنتا ہے تو وہ اس سے پہلے کو پھینک دیتے ہیں۔ صحابہ کرام نے اتفاق کر لیا کہ وہ دیکھیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں کتنی مدت قیام فرمایا ہے؟ انہوں نے پایا کہ آپ ﷺ نے دس سال شہر خوباں میں قیام کیا تھا۔ انہوں نے تاریخ کا آغاز آپ کی ہجرت سے کر لیا۔ ابن عساکر نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے اڑھائی سال بعد تاریخ کا آغاز کیا اور سال کا آغاز محرم سے کیا۔ یہ سب کچھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مشاورت سے کیا تھا۔

ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص یمن سے آیا اس نے کہا: میں نے وہاں ایک چیز دیکھی ہے جسے وہ تاریخ کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں فلاں مہینہ سے اور فلاں سال سے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بہت اچھی بات ہے۔ صحابہ کرام نے تاریخ کی ابتداء کے بارے میں اتفاق کر لیا۔ کسی نے کہا: ابتداء آپ کی ولادت سے کی جائے کسی نے کہا: ابتداء بعثت سے کی جائے۔ کسی نے کہا: ابتداء ہجرت سے کی جائے۔ کسی نے کہا: ابتداء آپ کے وصال سے کی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابتداء تاریخ ہجرت سے کریں، پھر فرمایا: ہم ابتداء کس مہینے سے کریں؟ کسی نے کہا: رجب سے، کسی نے کہا: رمضان المبارک سے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابتداء محرم سے کریں۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے یہ سال کی ابتداء ہے۔ لوگ اسی وقت حج سے واپس آتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۷ھ ماہ ربیع الاول کا ہے۔

حاکم نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: ہم کس دن سے تاریخ کا آغاز کریں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس روز آپ نے ہجرت فرمائی اور شرک کی زمین کو چھوڑا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان سارے آثار سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ماہ محرم سے آغاز کی طرف اشارہ حضرات عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔

۳۔ بعض نے ہجرت سے ابتداء کرنا مناسب سمجھا

اس نے کہا: جن امور سے تاریخ کی ابتداء ہو سکتی تھی وہ چار تھے۔ (۱) آپ ﷺ کی ولادت۔ (۲) آپ ﷺ کی بعثت۔ (۳) آپ ﷺ کی ہجرت۔ (۴) آپ ﷺ کا وصال۔ صحابہ کرام نے آغاز آپ ﷺ کی ہجرت سے کیا، کیونکہ ولادت مبارکہ اور بعثت مبارکہ کے سال کے تعین میں نزاع ہو سکتا تھا۔ وصال کے دن سے اس لیے اجتناب کیا کیونکہ اس سے غم فراق تازہ ہو جاتا تھا لہٰذا دارومدار ہجرت پر ہی رہ گیا۔ انہوں نے تاخیر ربیع الاول سے محرم تک کی کیونکہ ہجرت پر عزم کی ابتداء محرم سے ہوئی تھی، کیونکہ بیعت ذوالحجہ کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ ہجرت کا پیش رو تھا۔ بیعت کے بعد سب سے پہلے یہی چاند طلوع ہوا تھا۔ ہجرت پر عزم محرم کا چاند تھا، لہٰذا اسی سے ابتداء مناسب تھی۔ الحافظ نے لکھا ہے: محرم سے ابتداء کرنے پر یہی وجہ

سب سے قوی ہے جن میں آگاہ ہوا ہوں۔شیخ نے لکھا ہے: پہلے سال محرم سے ابتداء کرنے پر میں ایک نکتہ سے واقف ہوا ہوں۔سعید بن منصور نے سنن میں بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے رب تعالیٰ کے فرمان "و الفجر" (الفجر:۱) میں لکھا ہے: الفجر محرم کا مہینہ ہے کہ سال کی فجر ہے۔

الحافظ نے "امالیہ" میں لکھا ہے: اسی سے اس حکمت کا جواب حاصل ہو جاتا ہے کہ تاریخ کی تاخیر ربیع الاول سے ماہ محرم تک کیوں کی گئی۔اس کے بعد کہ انہوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت سے کی جائے۔اگرچہ وہ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔امام بخاری نے تاریخ میں عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: محرم اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے یہ سال کی ابتداء ہے۔اسی سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔اسی میں بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے اس میں ہی سکے بنائے جاتے ہیں۔

ابن عساکر نے لکھا ہے: ہجرت کے سال کا پہلا محرم جمعرات کو تھا۔وہ ذوالقرنین کے اعتبار سے ۹۳۳ سال کا دوسرا روز تھا، یعنی یونانی۔اس سے مراد وہ ذوالقرنین نہیں جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

تنبیہات

۱- امام سہیلی نے لکھا ہے: صحابہ کرام نے ہجرت کی تاریخ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کی:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (التوبہ:۱۰۸)

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے۔

کیونکہ یہ بات معروف تھی وہ دن مطلق اول ایام نہیں تھا۔یہ تعین ہو گیا کہ وہ کسی مضمر چیز کی طرف مضاف ہے۔اس سے اول زمانہ مراد ہے۔جس میں اسلام کو عزت نصیب ہوئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کی امن کے ساتھ عبادت کی اور مسجد کی تعمیر کی ابتداء ہوئی۔صحابہ کرام کی رائے اسی دن سے تاریخ کی ابتداء کرنے میں موافق آ گئی۔ہمیں ان کے اس فعل سے معلوم ہو گیا کہ رب تعالیٰ کا فرمان "اول یوم" سے مراد تاریخ کے ایام کی ابتداء ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ کے فرمان "اول یوم" کا عمدہ مفہوم یہ ہے کہ وہ دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ آئے۔

۲- قمری مہینوں سے آغاز کیا گیا جو کبھی تیس کے اور کبھی انتیس کے ہوتے ہیں لیکن شمسی حسابیہ مہینوں سے آغاز نہ کیا گیا جو ابتداءً تیس ایام کا ہوتا ہے پھر اس پر اضافہ کیا جاتا ہے۔رب تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ میں فرمایا:

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ (الکہف:۲۵)

ترجمہ: وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال اور زیادہ کئے انہوں نے (اس پر) نو سال۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نو کا اضافہ قمری مہینوں کے اعتبار سے ہے۔یہ صرف تین سو سال فقط ہلالیہ ہیں۔صحیح روایت

کے مطابق تاریخ قمری مہینوں کے اعتبار سے ہوتی ہے۔آپ نے فرمایا: ہم امی امت ہیں۔ہم حساب وکتاب نہیں کرسکتے۔مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔صحیح روایت میں ہے: جب تم رمضان المبارک کا چاند دیکھو تو روزہ رکھ لو۔جب اسے دیکھو تو افطار کرلو۔اگر چاند تم پر مخفی ہو تو تیس کی تعداد کو پورا کرلو۔آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایلاء کیا آپ انتیس روز کے بعد ان کے ہاں تشریف لے گئے۔آپ سے عرض کی گئی۔آپ نے ان کو ایلاء کیا تھا۔آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے۔امام بلقینی نے التدریب میں لکھا ہے: شریعت مطہرہ میں ہر شہر(مہینہ) سے مراد چاند ہے سوائے متحاضہ اور حمل کی تخلیق کے مہینوں کے۔

۳۔ صلاح صفدی نے فرمایا: میں نے کچھ فضلاء کو دیکھا۔انہوں نے بعض مہینوں کے ناموں کے ساتھ شہر کا لفظ لکھا لیکن کچھ کے ساتھ نہ لکھا۔میں نے ان میں حکمت تلاش کی تو مجھے نہ ملی۔میرا خیال ہے کہ وہ شہر کا لفظ اس مہینے کے ساتھ لکھتے ہیں جس کا پہلا حرف راء ہو جیسے شہر ربیع،شہر رجب اور شہر رمضان۔میں نے اس مناسب علت کے علاوہ اور کوئی سبب نہ پایا۔ان میں تو شہر کا لفظ کاٹ دینا چاہیے کیونکہ ان میں دو راء جمع ہو رہے ہیں۔

الشیخ نے نظم العقیان فی اعیان الاعیان میں لکھا ہے: متقدمین میں سے صرف ابن درستویہ نے اس مسئلہ میں تعرض کیا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب المتمم میں لکھا ہے: مہینوں میں سے تمام کا تذکرہ تحریر شدہ ہے۔سوائے جمادی کے۔ان میں سے کسی کو شہر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا۔سوائے شہر ربیع اور شہر رمضان کے۔میں کہتا ہوں کہ ابن خطیب الدھشۃ نے ''المصباح'' میں لکھا ہے۔اہل عرب کے ہاں دو ربیع ہیں۔ربیع شہور اور ربیع زمان۔ربیع شہور دو ہیں ان کو شہر ربیع الاول اور شہر ربیع الآخر کہا جاتا ہے،یعنی ان کے ساتھ شہر کا اضافہ کیا جاتا ہے ربیع کو تنوین دی جاتی ہے اول اور آخر کو اعراب کے تابع وصف بنایا جاتا ہے۔ان میں اضافت بھی جائز ہے۔الشیخ نے بھی لکھا ہے: متاخرین علماء کرام نے لکھا ہے کہ جس مہینے نے پہلے راء ہے اس کے ساتھ شہر کا لفظ لگایا جاتا ہے جیسے شہر ربیع دوسرے مہینوں کے ساتھ شہر نہیں لگایا جاتا یوں نہیں کہا جاسکتا ''شہر صفر'' جبکہ سیبویہ نے کہا ہے کہ ہر مہینے کو ہم شہر کی طرف منسوب کرسکتے ہیں۔یہی پسندیدہ مؤقف ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: تین مہینے شہر کی طرف مضاف ہیں۔(۱) شہر رمضان (۲،۳) ربیع کے دو مہینے۔

۴۔ تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے کیونکہ رات اس کے دن سے مقدم ہوتی ہے۔سوائے یوم عرفہ کے۔یہ شرعی اعتبار سے ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط (الانبیاء:۳۰)

ترجمہ: آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کردیا انہیں۔

انہوں نے لکھا ہے کہ پھٹن تاریکی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔یہ نور سے مقدم ہوتی ہے۔روایت ہے رب تعالیٰ نے

سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا کیا، پھر ان کے مابین فرق کیا۔ ظلمت کو رات اور نور کو اجالا بنا دیا۔ یہ ثابت ہے کہ قیامت دن کے وقت ہی قائم ہو گی۔ اس دن کی رات اس سے پہلے ہو گی، کیونکہ ہر دن کی رات ہوتی ہے۔ معراج کے ابواب میں یہ تفصیل گزر چکی ہے۔

۵- المصباح میں ہے کہ مہینوں میں تاریخ کو تثقیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے لیکن تخفیف بھی ایک لغت ہے۔ یہ ابن القطاع نے لکھا ہے جبکہ اس کے لیے تاریخ بنائی جائے۔ یہ معرب ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ عربی ہے۔ یہ اس کے وقت کی انتہاء کی تفصیل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ بدل پر ورخ بھی ہے لیکن توریخ کا لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔

۶- تاریخ کے لفظ میں اختلاف ہے کہ کیا یہ عربی ہے یا معرب ہے۔ صاحب نور المقابیس نے لکھا ہے کہ "تاریخ الکتاب" عربی نہیں ہے۔ فصیح عربی میں یہ سنا بھی نہیں گیا۔ ابن فارس نے المجمل میں لکھا ہے کہ التواریخ اور التاریخ کے بارے میں گمان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ عربی ہوں۔ دوسرے علماء نے لکھا ہے تاریخ معرب لفظ ہے۔ اس کی اصل "ماہ روز" ہے۔ اس کو معرب بنانے کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اس کے متعلق ان سے مشورہ کیا۔ ہرمزان نے کہا: عجم کے لیے ایک حساب ہے جسے وہ ماہ روز کہتے ہیں۔ وہ انہیں غالباً اکاسرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں انہوں نے اسے معرب کر دیا اور مؤرخ کہنے لگے۔ اس کا مصدر تاریخ بنا دیا۔ انہیں منصرف پڑھنے لگے، پھر ہرمزان نے اس کے استعمال کی کیفیت بیان کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے تاریخ بنا دو۔ لوگ اسی کے مطابق معاملات کریں گے۔

دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ یہ عربی ہے الارخ سے مشتق ہے۔ یہ جنگلی گائے کے بچے کا نام ہے اگر وہ مؤنث ہو تو اسے فتی کہا جاتا ہے۔ القزاز نے کہا ہے کہ الارخ اس گائے کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ بیل نے جفتی نہ کی ہو عرب باحیاء عورتوں کو اسی کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ ابو منصور جوالیقی نے کہا ہے کہ الارخ وقت کو تاریخ توقیت کو کہا جاتا ہے ابن بری نے کہا ہے: کسی نے یہ مؤقف اختیار نہیں کیا۔ ابن درستویہ نے کہا ہے کہ الارخ جنگلی گائے کو کہا جاتا ہے تاریخ کا مادہ اشتقاق ایک ہے فتی سال سے وقت ہے۔ تاریخ زمانہ میں سے وقت ہے۔

ابن البری نے لکھا ہے: اس نے پوری طرح احسان کیا۔ ارخ اور تاریخ کو جمع کر دیا۔

۷- تاریخ تعریف الوقت ہے۔ اصطلاح میں اس وقت کی تعیین ہے جس کی طرف زمان اور اس کا مابعد منسوب ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ معلوم یوم ہے جس کی طرف وہ زمان منسوب جو اس کے بعد آئے۔ ایک قول یہ ہے تعریف الوقت سے مراد اس کی نسبت اس پہلے حادثہ کی طرف مراد ہے میں کسی چکر (راؤنڈ) کا ظہور ہو یا طوفان یا زلزلہ وغیرہ کا وقوع ہو۔

چوتھی نوع

غزوات اور سرایا کے علاوہ ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

ہجرت کے پہلے سال بنو سالم بن عوف کے رستہ میں آپ نے نماز جمعہ ادا کی۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں دیا گیا، جیسے بہت سے سیرت نگاروں اور صاحب عیون نے لکھا ہے۔ ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ پہلا خطبہ تھا جسے آپ نے مدینہ طیبہ میں دیا۔ آپ صحابہ کرام میں کھڑے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا:

''امابعد! اے لوگو! اپنے آپ کے لیے عمدہ افعال سرانجام دے لو تم سب کو جان لینا چاہیے کہ قسم بخدا! کہ تم میں سے ہر ایک نے ''صاعقہ'' کا سامان کرنا ہے، پھر وہ اپنی بھیڑوں کو اس حالت میں چھوڑے گا کہ ان کو چروانے والا کوئی نہ ہوگا، پھر اس کا رب اس سے ضرور پوچھے گا: اس وقت نہ تو کوئی اس کا ترجمان ہوگا نہ ہی کوئی پردہ ان کے مابین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: اے بندے! کیا تیرے پاس میرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لائے؟ اور تجھے تبلیغ نہیں کی۔ کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا۔ تم پر اپنا فضل وکرم نہیں کیا۔ تم نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟ وہ شخص دائیں بائیں دیکھے گا لیکن وہ کچھ نہ دیکھے گا پھر وہ سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے گا جو طاقت رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو طاقت سے بچا لے اگرچہ کھجور کے ایک حصے کے ساتھ ہی ہو، تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے اگر وہ کھجور کا ٹکڑا نہ پائے تو اسے عمدہ گفتگو سے ہی جہنم سے نجات پا لینی چاہیے۔ بلاشبہ عمدہ گفتگو کا بھی اجر دیا جائے گا۔ نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک ہے والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پھر آپ نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ میں اسی کی ستائش کرتا ہوں میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اسی سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے صرف اس کی پناہ حاصل کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بہترین کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے دل کو اس سے مزین کر دیا وہ کامیاب ہو گیا جسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اس کتاب حکیم کو دوسروں کی باتوں پر ترجیح دی وہ کامران ہو گیا۔ یہ کلام تمام کلاموں سے عمدہ اور بلیغ ہے۔ جس سے رب تعالیٰ پیار کرتا ہے تم بھی اس سے پیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے ذکر سے اکتا نہ جایا کرو تمہارے دل اس سے بیزاری کا اظہار نہ کریں، کیونکہ یہ کلام ان اشیاء میں سے ہے جنہیں رب تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور انہیں برگزیدہ اور منتخب کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اعمال میں سے

بہترین۔ بندوں میں سے مصطفیٰ اور گفتگو میں سے صالح کا نام دیا ہے جو کچھ لوگوں کو عطا کیا گیا۔ ان میں سے کچھ حلال اور کچھ حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ رب تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ رب تعالیٰ کے متعلق سچ کہو یہ بہترین بات ہے جسے تم کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے باہمی محبت کرو۔ رب تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ توڑا جائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابن جریر نے حضرت سعید بن عبدالرحمان الجمحی سے روایت کیا ہے کہ ان تک وہ خطبہ پہنچا ہے جو آپ نے سب سے پہلے جمعۃ المبارک کے وقت فرمایا تھا، جو آپ نے مدینہ طیبہ میں بنو سالم بن عمرو کے محلہ میں دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔ اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اسی پر ایمان لاتا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے انہیں ہدایت، دین حق، نور اور موعظہ کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس وقت جبکہ رسل عظام کو آئے کافی مدت گزر چکی تھی۔ علم قلیل ہو چکا تھا لوگ گمراہی کی دلدل میں تھے۔ زمانہ میں انقطاع تھا اور قیامت قریب ہے۔ موت نزدیک ہے جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے ہدایت کو پا لیا جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا۔ اس نے زیادتی کی اور وہ دور کی گمراہی میں جا گرا۔ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسے آخرت پر ابھارے۔ وہ اسے رب تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے۔ اس سے ڈرو جس رب تعالیٰ نے تمہیں اس سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے افضل کوئی نصیحت نہیں۔ اس سے افضل کوئی یاد دلانا نہیں یہ اس کے لئے تقویٰ ہے جو ڈر اور خوف کے ساتھ اس پر عمل کرتا ہے۔ یہ اس امر پر سچا مددگار ہے جس سے تم آخرت کا امر چاہتے ہو، جو ان امور کی اصلاح کر لیتا ہے جو اس کے اور اس کے رب تعالیٰ کے مابین مخفی اور اعلانیہ ہوتے ہیں اس کا مقصود صرف رضائے الٰہیہ ہوتا ہے تو یہ ان کے لیے نصیحت ہے، جو رب تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کی برائیوں کو ڈھانپ دیتا ہے اس کا اجر بڑا کر دیتا ہے جو رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر گیا۔ رب تعالیٰ سے تقویٰ یہ ہے کہ تم اس کی ناراضگی سے بچو۔ اس کی سزا سے بچو۔ اس کے غصے سے بچو۔ رب تعالیٰ کا خوف چہروں کو نورانیت عطا کرتا ہے جو رب کو راضی کرتا ہے۔ وہ اس کے درجات کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لے لو رب تعالیٰ کی جناب میں زیادتی نہ کرو۔ رب

تعالیٰ نے تمہیں اپنی کتاب سکھا دی ہے۔تمہارے لیے اپنا راستہ واضح کر دیا ہے تاکہ وہ بچوں کو جان لے۔وہ جھوٹوں کو جان لے تم اسی طرح احسان کرو جیسے رب تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے۔اس کے دشمنوں سے عداوت رکھو۔اس کے راستے میں اس طرح جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں چن لیا ہے اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ وہ جسے ہلاک کرے وہ بینہ سے ہلاک ہو وہ جسے زندہ کرے وہ بینہ سے زندہ ہو۔رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔رب تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔موت کے بعد کے لئے اعمال کرلو،جو ان امور کی اصلاح کرلیتا ہے جو اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین ہیں تو وہ ان امور کی کفایت کرتا ہے جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہیں کیونکہ وہ لوگوں کے لیے فیصلے کرتا ہے۔لوگ اس کے لیے فیصلے نہیں کرتے۔وہ لوگوں کا مالک ہے لوگ اس کے مالک نہیں ہیں۔اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہات

۱- روض الانف میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ سے اپنے سارے دلوں کے ساتھ محبت کرو، یعنی دل کے سارے اجزاء محبت الٰہیہ میں مستغرق ہوں۔دل سے نکلنے والا ہر عمل اور ذکر رب تعالیٰ کے لیے خالص ہو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ کے لیے اور بندہ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کا تذکرہ ہم نے "حبیب اللہ" آپ کے اسم گرامی میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے۔آپ نے فرمایا:

رب تعالیٰ کے کلام سے اکتانہ جایا کرو۔فَاِنَّہٗ میں ضمیر کلام الٰہی کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ یہ حدیث اور امر کی طرف راجع ہے۔اصل عبارت یوں ہوگی: انّ الحدیث من کلّ ما... تمام اعمال رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے۔و ربك یخلق مایشاء و یختار۔(قصص:٦٨) اور آپ کا رب پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (جو بھی چاہتا ہے) خیرتہ من الاعمال سے مراد ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت ہے۔مصطفیٰ من عبادہ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس (ج:۷۵) اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں سے بعض کو رسول۔یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ عمل ہو جس کو لوگوں کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مِن تبعیض کے لیے نہ ہوگا۔یہ ابتدائے غایت کے لیے ہوگا، کیونکہ وہ ایسا عمل ہے جسے رب تعالیٰ نے انہیں توفیق دے کر ان سے سرانجام کرایا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الحمدُ للہ احمدہٗ۔الحمد للہ کا اعراب اسی طرح دال کے رفع کے ساتھ ہی ہے یہ اعراب حکایۃً نہیں ہے

بلکہ اس سے پہلے الامر مضمر ہو گا۔ اصل عبارت یوں ہو گی: ان الامر الذی اذکرہ۔ فی کی ضمیر جوامر کی طرف راجع تھی اسے حذف کر دیا تا کہ اسماء میں سے کوئی الحمد للہ سے مقدم نہ ہو۔ ان کا مقدم ہونا یہ تقدیم اسماء میں سے نہیں ہے۔ یہ حرف ہے جو اپنے مابعد کو مؤکد کرتا ہے۔ قرآن پاک کا آغاز بھی الحمد للہ سے ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول برکت کے لئے اپنے خطبہ کا آغاز بھی اسی سے کیا۔

۲۔ اس دن کے نام میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر اتفاق ہے کہ جاہلیت میں اسے العروبہ کہا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ ابن نحاس نے اپنی کتاب "صناعۃ الکتاب" میں لکھا ہے کہ اہل لغت اسے الف لام کے ساتھ ہی جانتے ہیں مگر شاذ ہی۔ اس کا معنی واضح اور عظیم دن ہے۔ یہ اعرب سے مشتق ہے جب کہ ان روشن ہو۔ ایک قول کے مطابق اس کو یہ نام اس لیے دیا جاتا ہے کیونکہ خلائق کا کمال اسی میں جمع کیا گیا۔ اسے ابو حذیفہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ یہ المبتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مگر یہ ضعیف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں تخلیق آدم کو جمع کیا گیا۔ امام احمد، امام نسائی، ابن خزیمہ، ابن ابی حاتم نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یوم الجمعۃ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ و رسولہ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ تیسری بار فرمایا: اسی روز تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جمع کیا گیا۔ فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں کہ جمعۃ المبارک کیا ہے کہ جو شخص بھی اس روز پاکیزگی حاصل کرتا ہے عمدہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے پھر نماز جمعہ کے لئے آتا ہے۔ وہ خاموش ہو جاتا ہے حتیٰ کہ امام نماز پڑھا دیتا ہے۔ وہ اس کے لیے اس جمعۃ المبارک سے لے کر آئندہ جمعۃ المبارک تک کفارہ بن جاتا ہے۔ جب تک وہ خونریزی سے اجتناب کرے۔ اس کی شاہد وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے قوی سند سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ الفتح میں اسے حضرت ابن سیرین سے روایت کیا گیا ہے۔ یہ روایت المصنف میں بھی ہے۔ امام احمد نے اسے ضعیف سند سے مرفوع روایت کیا ہے۔ الحافظ کہتے ہیں:

یہ سارے اقوال سے اصح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ روایت بھی ہے جسے ابن سیرین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے پاس انصار جمع ہوتے تھے۔ وہ یوم العروبہ کو یوم الجمعۃ کہتے تھے۔ وہ انہیں نماز پڑھاتے تھے۔ انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے، کیونکہ وہ اس روز جمع ہوتے تھے لہٰذا انہوں نے اس کا نام یوم الجمعۃ رکھ دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس روز کو یوم الجمعۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ لوگ نماز کے لیے اس میں جمع ہوتے ہیں۔ ابن حزم نے اسے یقین کے ساتھ تحریر کیا ہے یہ اسلامی نام ہے جاہلیت میں نہ تھا۔ اسے عروبہ کہا جاتا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ عروبہ پرانا نام ہے یہ جاہلیت میں تھا۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ساتوں دنوں کے نام تبدیل کر دیے تھے۔ پہلے انہیں اول، اھون، جبار، دبار، مؤنس عروبہ اور شبار کہا جاتا تھا،

جوہری نے لکھا ہے: اہل عرب سوموار کو پرانے اسماء میں اھون کہتے تھے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان ایام کے نئے نام رکھے تھے۔ اب یہ ہفتہ، اتوار کے ناموں سے معروف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے کعب بن لوئ نے العروبہ کو یوم الجمعۃ کہا۔ فراء وغیرہ نے اسی کو یقین کے ساتھ لکھا ہے جو شخص یہ کہے کہ انہوں نے روز جمعۃ کے علاوہ بقیہ سارے ایام کے نام تبدیل کر دیے تھے۔ عروبہ کو اسی نام پر رکھا۔ وہ خاص دلیل کا محتاج ہوگا۔

۳۔ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام نے نماز جمعۃ المبارک مدینہ طیبہ میں پڑھی تھی اس وقت حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف نہ لائے تھے۔ یہ آپ کے اذن سے تھا۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنی ہجرت سے قبل صحابہ کرام کو مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کا اذن دے دیا تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں نماز جمعہ ادا نہ کر سکتے تھے نہ ہی ان کے لیے اسے عیاں کر سکتے تھے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ اما بعد! اس طرح کا دن تلاش کر لو جسے یہود نے زبور کے لیے ہفتہ کا دن متعین کیا ہے۔ اپنی خواتین اور بیٹوں کو جمع کرو۔ جب جمعۃ المبارک کے روز سورج ڈھل جائے تو قربِ الٰہی کے لیے دو رکعتیں پڑھو۔ سب سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی، حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے زوال کے وقت نماز ظہر کے وقت انہیں جمع کیا اور جمعہ پڑھایا۔ اس سند میں احمد بن محمد بن غالب الباھلی ہے جس پر وضع حدیث کی تہمت ہے۔ الذھر میں ہے: اس متن کے اعتبار سے معروف یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ ہم نے اسے کتاب الاوائل از ابو عروبہ الحرانی میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے: حدثنا هشام بن قاسم، حدثنا ابن وهب، انبأنا ابن جريج عن سليمان بن موسىٰ ان النبی ﷺ كتب الى مصعب به۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام کا اجتہاد تھا۔ امام عبدالرزاق نے صحیح سند سے حضرت محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ طیبہ جمع ہوئے۔ ابھی جمعۃ کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ انصار نے کہا: یہودیوں کے لیے ایک دن ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کے لیے بھی ایک دن متعین ہے۔ آؤ ہم بھی ایک دن متعین کرلیں جس میں ہم جمع ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں نماز پڑھیں۔ اسی کا شکر ادا کریں۔ انہوں نے یوم عروبہ کو متعین کرلیا۔ وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوئے۔ وہ انہیں اس روز نماز پڑھاتے، پھر یہ آیت طیبہ اتری:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ (الجمعۃ:۹)

ترجمہ: جب (تمہیں) بُلایا جائے نماز کی طرف۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن حسن سند کے ساتھ اس کی شاہد بھی ہے جسے امام احمد، ابوداؤد،

ابن ماجہ اور ابن خزیمہ انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے۔) نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہمیں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھائی۔ ابن سیرین کی مرسل روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کے ساتھ روز جمعہ کو اختیار کیا تھا۔ یہ اس کے مانع نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ پر اس کے متعلق وحی کا نزول ہو گیا ہو، لیکن وہاں قیام جمعہ ممکن نہ ہو جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے مرسل روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اس لیے جب آپ مدینہ طیبہ آئے تو سب سے پہلے انہیں جمعہ پڑھایا جیسے ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے اسی طرح جمعہ کے لیے ہدایت دونوں اعتبار سے حاصل ہو گئی۔ (۱) بیان سے۔ (۲) توفیق سے۔

ایک قول کے مطابق انہوں نے روز جمعہ کو منتخب فرمایا تو اس میں حکمت یہ تھی کہ اس میں تخلیق آدم ہوئی تھی۔ انسان کو عبادت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اس روز عبادت میں مصروف رہے۔ نیز رب تعالیٰ نے اس میں موجودات کو مکمل فرمایا اسی انسان کو تخلیق کیا جس نے ان سے فائدہ اٹھانا ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ وہ اس پر عبادت کر کے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

اسی سال نماز حضر کو چار رکعتیں بنا دیا گیا۔ یہ آپ کے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہونے ایک ماہ بعد تک یعنی ربیع الآخر کی بارہ تاریخ تک دو دو رکعتیں تھیں۔ دولابی نے لکھا ہے اس روز منگل تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت سے ایک سال بعد ہوا تھا۔ اسے دولابی نے روایت کیا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے اکثر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ نماز مکمل ہی اتری تھی۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ واقدی کا خیال ہے کہ اہل حجاز کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس سال آپ نے اپنی مسجد، حجرات اور مسجد قباء بنائی۔ آپ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ فرمایا۔ یہ جگہ دو یتیموں حضرات سہل اور سہیل رضی اللہ عنہما کی ملکیت تھی۔ بلاذری، یحییٰ بن حسن وغیرہما نے لکھا ہے کہ یہ دونوں رافع بن ابی عمرو کے بیٹے تھے۔ ابن حزم اور ابن عبدالبر اور سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے۔ السید نے بھی اسی قول کو راجح کہا ہے جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ عمر کے بیٹے تھے۔ العیون میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ امام ذہبی سے منقول ہے جس سے ان دونوں اقوال کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سہیل بن عمرو انصاری اس سہیل کے بھائی تھے۔ یہ دونوں اپنے دادا جان کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی کفالت میں تھے جسے اکثر روایت میں صحیح میں ہے۔

ابوذر الہروی نے لکھا ہے کہ یہ "سعد" نام ہے کیونکہ یہ دونوں سعدوں سے قبل اسلام لے آئے تھے۔ ان کی کنیت ابو امامہ تھی ان کے بھائی سعد نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔ یحییٰ بن حسن نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ ابن زبالہ اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوایوب کی کفالت میں تھے۔ انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! میں انہیں راضی کرلوں گا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بنو بیاضہ میں انہیں اس کے عوض نخلستان فرمالیا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے یہ قطعۂ زمین خرید لیا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ جگہ دو یتیموں کی ملکیت میں تھی۔ یہ حضرت معاذ بن عفراء کی ملکیت میں تھے۔ ان دونوں اقوال کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں کی کفالت میں تھے، یا حضرت اسعد کے وصال کے بعد یہ حضرت معاذ کی کفالت میں چلے گئے تھے جیسے ابن زبالہ نے ابن ابی فدیک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے بعض اہل علم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت اسعد بن زراہ حضور اکرم ﷺ کے مسجد کو بنانے سے قبل وصال فرماگئے تھے۔ آپ نے سہل اور سہیل کے سرپرست سے وہ جگہ خرید لی تھی۔

الصحیح میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بنو نجار کے گروہ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: بنو نجار! مجھ سے اپنی اس جگہ کی قیمت لے لو۔ انہوں نے عرض کی: بخدا! صرف اس کا اجر صرف رب تعالیٰ سے لیں گے۔ دوسری روایت میں ہے: آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا۔ ان کے ساتھ اس جگہ کا سودا کیا تاکہ وہاں مسجد تعمیر کر دیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم اسے آپ کو ہبہ کرتے ہیں مگر آپ نے انکار فرمادیا، حتیٰ کہ آپ نے ان سے خرید لیا پھر وہاں مسجد تعمیر کر دی۔ ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے اس چچا سے بات کی جس کی وہ کفالت میں تھے کہ وہ اسے ان سے خرید لے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا: تم اسے لے کر کیا کرو گے؟ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ وہ ان سے سچ بولے۔ اس نے بتایا کہ یہ جگہ حضور اکرم ﷺ کو چاہیے۔ انہوں نے عرض کی: ہم آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو پیش کر دی۔ ان دونوں روایات کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے جسے الحافظ نے اشارہ دیا ہے کہ جب انہوں نے عرض کی: ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے تو آپ نے ان سے پوچھا۔ یہ کس کی ملکیت میں ہے۔ انہوں نے دو بچوں کے نام لیے آپ نے ان سے خرید لی یا ان کے سرپرست سے خرید لی۔ وہ بچے نابالغ تھے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ جنہوں نے یوں عرض کی تھی۔ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ انہوں نے دونوں یتیم بچوں کی طرف سے ذمہ داری اٹھائی تھی۔ ابن عقبہ سے روایت ہے کہ حضرت اسعد نے انہیں بنو بیاضہ میں ایک نخلستان دے دیا تھا۔

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ حضرت ابوایوب نے عرض کی تھی: میں انہیں راضی کرلوں گا۔ انہوں نے انہیں راضی کر لیا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن عفراء نے فرمایا تھا: یہ خریداری سے بعد ہوگا احتمال یہ ہے کہ حضرات اسعد، ابوایوب اور ابن عفراء رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے ان کو کچھ نہ کچھ راضی کرنے کی کوشش کی لہذا اسے ان میں سے ہر ایک کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ روایت یہ بھی ہے کہ ان دو یتیموں نے عوض قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا شاید یہ ابتداء میں ہو لیکن اس بات سے اشکال پیدا ہوتا ہے جسے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ امام واقدی نے فرمایا ہے کہ آپ نے وہ جگہ عفراء کے بیٹوں سے سونے کے دس دیناروں کے عوض حاصل کی تھی۔ یہ رقم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھی، یا یہ سودا عفراء کے دونوں

بیٹوں سے ہوا تھا۔ وہ ان یتیموں کے سرپرست تھے۔ سیدنا صدیق اکبر نے خیر میں اسی طرح سبقت کی جیسے حضرات اسعد، ابو امامہ اور معاذ بن عفراء نے کی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دس دینار دے دیے۔ انہیں ان تمام نے دیے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے آپ نے ان سے یہ جگہ بطور ہبہ قبول نہ کی، کیونکہ وہ دونوں یتیم تھے۔

بلاذری نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ آپ وہ جگہ لے لیں وہ یتیموں کو اس کی قیمت دے دیں گے، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کر دیا۔ ان سے دس دیناروں سے خرید لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کیے ایک احتمال یہ ہے کہ آپ نے پہلے وہ کچھ حصہ اور پھر اس کا دوسرا حصہ لیا ہو۔ ایک روایت کا تقاضا ہے کہ حضرت سعد بن زرارہ نے اس مربد کو مسجد بنایا تھا۔ یہ عنقریب آئے گا کہ انہوں نے ایک بار اس میں اضافہ کیا تھا یہ ایک واقعہ نہیں ہے۔

یحییٰ بن حسن نے نوار بنت مالک سے روایت کیا ہے یہ حضرت زید بن ثابت کی والدہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل حضرت اسعد بن زرارہ کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو پانچ نمازیں پڑھاتے تھے۔ وہ اس مسجد میں لوگوں کو جمعہ پڑھاتے تھے جو انہوں نے سہل اور سہیل کے مربد میں بنائی تھی۔ گویا کہ میں اب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مسجد بنائی اور اس میں صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

شیخان اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی باہم الجھی ہوئی شاخوں کی تھی۔ اس پر چھت نہ تھی۔ بیت المقدس کی طرف اس کا قبلہ تھا آپ نے وہ کھجوریں اور فرقد کاٹنے کا حکم دیا جو اس میں تھے۔ زمانہ جاہلیت میں اس میں قبور تھیں آپ نے انہیں اکھیڑنے کا حکم دیا آپ نے ہڈیاں غائب کرنے کا حکم دیا۔ اس مربد سے پانی رستا تھا۔ صحابہ کرام نے اسے ختم کر دیا۔ اس میں سخت بلند جگہ تھی۔ اسے حکم دیا تو ہموار کر دیا گیا۔ ستون قبلہ کی طرف رکھے گئے تاکہ اس پر چھت ڈالی جائے۔ اس کی دہلیزوں پر پتھر لگائے گئے۔ ابن عائذ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس میں بارہ دن تک نمازیں ادا کیں یہ عریش تھا پھر اس پر چھت ڈال دیا گیا۔

ابن زبالہ اور یحییٰ نے شہر بن حوشب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو فرمایا: میرے لیے اسی طرح کا عریش بنا دو جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے لیے عریش تھا۔ اس پر تمام لکڑیاں ڈالی جائیں۔ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے سایہ بان کی مانند ہو۔ معاملہ اس سے بھی جلدی آنے والا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا سایہ بان کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا: جب وہ اٹھتے تھے تو اس کا چھت اس کے سر کو لگتا تھا۔ امام بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سرور دین و دنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنائی تو آپ کے صحابہ کرام نے آپ کی مدد کی۔ وہ آپ کے ساتھ تھے آپ اینٹیں پکڑا رہے تھے حتیٰ کہ آپ کے سینہ اقدس پر گرد و غبار چھا گیا۔ آپ نے فرمایا:

اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عریش کی طرح عریش بنا دو۔ حضرت حسن سے عرض کی گئی۔ حضرت موسیٰ کا عریش کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جب وہ اپنا ہاتھ بلند کرتے تھے تو وہ اس کی چھت کو لگ جاتا تھا۔ الصحیح میں ہے کہ آپ صحابہ کرام کو ترغیب دیتے ہوئے ان کے ہمراہ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ اینٹیں اٹھاتے ہوئے کہہ رہے تھے:

هذا الحمال لاحمال خيبر　　　هذا ابرّ ربنا و اطهر

ترجمہ: یہ بوجھ ہے لیکن یہ خیبر کے بوجھ کی طرح نہیں ہے۔ ہمارے رب تعالیٰ! یہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور اطہر ہے۔
آپ فرما رہے تھے:

اللهم ان الاجر اجر الآخره　　　فانصر الانصار و المهاجره

ترجمہ: مولا! اجر تو آخرت کا اجر ہے۔ انصاد اور مہاجرین پر رحم فرما۔

ابن شہاب نے لکھا ہے: آپ یہ کلام پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام بڑے بڑے پتھر لے کر آ رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے:

لاهم لا خير الا خير آلاخرة　　　فانصر الانصار و المهاجرة

ترجمہ: مولا! کوئی بھلائی نہیں مگر آخرت کی بھلائی ہے۔ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ امام زہری سے روایت ہے کہ آپ یوں فرما رہے تھے:

لاهم لا خير الاخير آلاخرة　　　فارحم المهاجرين و الانصار

مسلمان کام کر رہے تھے۔ وہ جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ شعر پڑھا:

لئن قعدنا و النبی یعمل　　　لذالك منّا العمل المضلّل

ترجمہ: اگر ہم بیٹھ جائیں اور حضور اکرم ﷺ کام کر رہے ہوں۔ یہ ہماری طرف سے ایک نازیبا فعل ہوگا۔

حضرت عثمان ایک نظیف شخص تھے۔ وہ اینٹ اٹھاتے تو اسے اپنے کپڑوں سے دور رکھتے۔ جب اسے رکھتے تو آستین جھاڑ لیتے، اور اسے دیکھتے۔ ابن زبالہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنی مسجد بنائی۔

ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ محمد بن عمر اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی کے ارد گرد گھر تھے۔ جب آپ ﷺ کی زوجہ کریمہ سے نکاح فرماتے تو وہ اپنا ایک گھر خالی کر دیتے۔ اس طرح ان کے سارے گھر حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے لیے ہو گئے۔

ابن سعد، یحییٰ بن حسن نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اس وقت آپ کے حجرات مقدسہ کی زیارت کی جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں ولید بن عبدالملک کے حکم سے گرا دیا۔ وہ اینٹوں سے

بنائے گئے تھے۔کھجور کی شاخیں مٹی کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔میں نے انہیں شمار کیا وہ نو حجرات مقدسہ تھے۔یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ سے لے کر، اس دروازہ سے لے کر جو مسجد کے ساتھ تھا، حضرت اسماء بنت حسن بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے گھر تک تھے۔میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کی زیارت کی۔ان کا حجرہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔انہوں نے اپنے بیٹے کے نور نظر سے کہا۔جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت ام سلمہ نے اپنا حجرہ اینٹوں سے بنالیا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے اینٹوں کو دیکھا۔سب سے پہلے انہی کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔فرمایا: یہ کیسی عمارت ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاہا کہ میں لوگوں کی نظروں کو روک دوں۔آپ نے فرمایا: ام سلمہ! وہ سب سے برا کام جس میں مسلمان کا پیسہ جاتا ہے وہ عمارات ہیں۔

محمد بن عمر نے کہا ہے: میں نے یہ روایت معاذ بن محمد انصاری سے بیان کی۔انہوں نے کہا: میں نے یہ روایت عطاء خراسانی سے اس محفل میں سنی جس میں عمر بن ابی انس تھے۔انہوں نے فرمایا: وہ قبر انور اور منبر مبارک کے مابین تھے۔میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی انہیں کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔اس کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے پردے تھے۔ولید کا خط آ گیا اسے پڑھا گیا اس نے حکم دیا تھا کہ حجرات مقدسہ کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے۔میں نے لوگوں کو اتنا زیادہ روتے ہوئے کبھی نہ سنا تھا۔جتنا وہ اس روز روئے تھے۔حضرت عطاء نے کہا: میں نے حضرت سعید بن مسیب کو اس روز فرماتے ہوئے سنا: بخدا! میری خواہش تھی کہ ان حجرات مقدسہ کو اسی حالت پر رہنے دیا جاتا۔اہل مدینہ میں سے کوئی بچہ جوان ہوتا یا آفاق سے کوئی آتا تو اسے دکھایا جاتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں کس پر کفایت فرماتے تھے۔اسی سے لوگ کثرت اور فخر کو چھوڑ کر زہد اختیار کرتے۔حضرت معاذ نے فرمایا: جب حضرت عطاء خراسانی اپنی روایت سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن ابی انس نے فرمایا: ان میں سے چار حجرات مقدسہ اینٹوں کے تھے۔کھجور کی شاخوں میں پتھر تھے، جبکہ پانچ حجرات مقدسہ مٹی کے تھے ان میں پتھر استعمال نہ ہوئے تھے۔ان کے دروازوں پر بالوں سے بنائے گئے کمبل تھے۔جنہیں بطور پردہ لٹکایا جاتا تھا میں نے انہیں ایک ذراع میں تین ذراع پایا تھا۔میں نے جس آہ و بکا کا ذکر کیا ہے۔

تو میں نے دیکھا کہ میں ایک محفل میں تھا جس میں صحابہ کرام کے فرزند تھے ان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل تھے۔وہ رو رہے تھے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔اس روز حضرت ابوامامہ نے فرمایا: کاش! انہیں اسی طرح چھوڑ دیا جاتا۔انہیں نہ گرایا جاتا حتیٰ کہ لوگ بڑی بڑی عمارات بنانے سے رک جاتے۔وہ اسی پر راضی ہو جاتے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے راضی ہوا تھا جبکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ مبارک میں تھیں۔ابن سعد، امام بخاری نے ادب میں ابن ابی الدنیا، بیہقی نے الشعب میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نوخیز تھا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔میں اپنے ہاتھ سے ان کا چھت چھو لیتا تھا۔

امام بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی۔ انہیں کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ دروازے پر بالوں سے بنا ہوا ٹاٹ لگایا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اندر سے کمرے کا عرض دس ذراع تھا۔ اس کا مسکن سات اور آٹھ ذراع کے مابین تھا۔

محمد بن حسن مخزومی سے روایت ہے۔ انہوں نے محمد بن ہلال سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حجرات مقدسہ کی زیارت کی۔ وہ شاخ خرما سے بنائے گئے تھے۔ بالوں کے کمبل دروازوں پر لٹکائے گئے تھے۔ وہ قبلہ، مشرق اور شام کی سمت تھے۔ مسجد کے مغرب کی طرف کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ شام کی سمت تھا۔ ان کی دہلیز عرعر یا ساج کی تھی۔ ابن مندہ نے بشر بن صحار العبدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ازواجِ مطہرات کے حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔ میں ان کی چھت کو چھو لیتا تھا۔ ابن سعد نے حضرات عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن ابی مرثد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے کاشانہ اقدس پر دیوار نہ تھی سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر دیوار بنائی۔ حضرت عبید اللہ نے فرمایا: اس کی دیوار چھوٹی تھی، پھر اسے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کر دیا تاریخ البخاری میں ہے: آپ کے در اقدس پر دستک ناخنوں سے دی جاتی تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ دروازہ کے لیے کڑا نہ تھا۔

تنبیہ

''الروض الانف'' میں ہے حجرات مقدسہ کی تعداد نو تھی، بعض کھجوروں کے پتوں اور مٹی سے بنائے گئے تھے۔ ان کی چھت بھی کھجوروں کی شاخوں کی تھی۔ ان میں سے کچھ پتھروں سے بنائے گئے تھے۔ جن کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر جوڑا گیا تھا۔ ان کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی السید نے لکھا ہے: ابن الجوزی نے جو محمد بن عمر سے روایت کیا ہے اس کا ظاہر اس تفصیل کے مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ آپ نے پہلے اپنی دو ازواجِ مطہرات کے لیے دو حجرے بنائے جب بھی کسی زوجہ کریمہ سے نکاح فرماتے ان کے لیے حجرہ مقدسہ بنا لیا جاتا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساکن سے دستبردار ہو جاتے تھے آپ وہاں حجرہ بنا دیتے تھے۔

زرکشی نے حافظ ذہبی سے روایت کیا ہے انہوں نے تکمیل الروض میں فرمایا: ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ آپ نے اسی وقت ہی نو حجرات مقدسہ بنا لیے تھے جب مسجد نبوی تعمیر کی۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے اس طرح نہیں کیا تھا۔ پہلے آپ نے ایک حجرہ مقدسہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور دوسرا حجرہ مقدسہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنایا تھا۔ گویا کہ آپ نے مختلف اوقات میں یہ حجرات مقدسہ بنائے تھے۔ السید نے لکھا ہے: جو کچھ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے اس کا مقتضی یہی ہے لیکن یہ اس روایت کو آپ نے تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت ام المؤمنین سودہ اور حضرت ام المؤمنین

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرات مقدسہ بنا لیے تھے۔ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس وقت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اگرچہ رخصتی ابھی تک نہ ہوئی تھی۔ آپ نے ان کے لیے حجرہ بنا دیا۔ اسی سال میں اذان کی ابتداء ہوئی، یا دوسرے سال ہوئی۔

ابن اسحاق اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ بلائے بغیر نماز کے وقت جمع ہو جاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ آپ اسی طرح کا بگل بنوا لیں جیسے یہودی نماز کے لیے بگل بجاتے ہیں پھر آپ نے اسے ناپسند کیا۔ صحابہ کرام اسی مشاورت پر تھے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان سکھا دی گئی۔

اسی سال حضرت محمد بن مسلمہ پیدا ہوئے۔ اسی سال آپ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مؤاخات قائم کیا۔ وہ ایک دوسرے کے وارث بنے حتیٰ کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

العیون میں ہے کہ یہ آٹھ ماہ بعد رونما ہوا تھا، جبکہ قطب حلبی نے ابوعمر سے پانچ ماہ کا ذکر کیا ہے الاشارہ میں اسی طرح ہے جیسے عیون میں ہے۔ اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ ودان میں تیر پھینکا تھا۔ یہ پہلا تیر تھا جو راہ خدا میں پھینکا گیا تھا۔ اسی سال حضرت اسعد بن زرارہ کا وصال ہوا تھا جبکہ مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔ یہ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے وصال کرنے والی شخصیت تھی۔ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ یہ ان بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ عقبہ کی رات آپ نے بنو نجار پر انہیں نقیب بنایا تھا یہ تینوں عقبات میں حاضر ہوئے تھے۔ عقبہ ثانیہ میں ایک قول کے مطابق انہوں نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی تھی۔ یہ جوان تھے۔ انہوں نے سب سے پہلا مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھایا۔ انہی کے متعلق آپ نے فرمایا: حضرت اسعد کا وصال یہودیوں اور منافقین کے لئے بہت برا تھا۔ انہوں نے کہا: اگر یہ نبی ہوتے تو ان کا یہ صحابی انتقال نہ کرتا، حالانکہ میں رب تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے خلاف اپنے آپ کے لیے اور اپنے صحابہ کے لیے کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کا تقاضا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے انہی کا وصال ہوا تھا۔ ابن اثیر نے گمان کیا ہے کہ ان کا وصال آپ کی تشریف آوری سے سات ماہ بعد ماہ شوال میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم!

ابن جریر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ وہ آپ کی جلوہ نمائی کے کچھ ہی عرصہ بعد وصال کر گئے تھے۔ ان کے بعد حضرت اسعد بن زرارہ کا وصال ہوا۔ ان کا وصال مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہو گیا تھا۔ وہ خناق اور کالی کھانسی میں مبتلا تھے۔ ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کانٹے سے ان کو داغ لگائے تھے۔ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن اسحاق

نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بنو نجار نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ آپ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کے لیے نقیب مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے ننھال ہو جو کچھ تم میں رونما ہو گا اس کے لیے میں ہی ہوں۔ میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔ آپ نے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اس منصب کے لیے منتخب کرنا ناپسند کیا۔ یہ بنو نجار کی وہ فضیلت تھی جسے وہ اپنی قوم میں سے اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ابن اثیر نے کہا ہے: ابن کثیر نے ان کی تصدیق کی ہے کہ یہ قول اس امر کا رد کرتا ہے، جو ابو نعیم اور ابن مندہ نے کیا ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ بنو ساعدہ کے نقیب تھے۔ وہ بنو نجار کے نقیب تھے۔

اسی سال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال غزوۂ بدر کے بعد ہوا تھا۔ سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ہدم کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف کیا جائے۔ آپ نے ان کی قبر انور پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل مر گئے۔ ابو احیحہ طائف میں مرا۔ یہ تینوں شرک پر مرے تھے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ماہ شوال میں پیدا ہوئے تھے۔ ابن کثیر نے اس مؤقف کو درست کہا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال ہوئی تھی۔ پہلے مؤقف کے مطابق وہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں پیدا ہونے والے پہلے مولود تھے۔ آپ کا لعاب دہن سب سے پہلے ان کے پیٹ میں گیا۔ کھجور سے انہیں گھٹی دی، پھر ان کے لیے دعا کی۔ جیسے ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر سے حاملہ تھیں۔ میں ہجرت کے لیے عازم سفر ہوئی تو ان کی ولادت کا وقت قریب تھا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچی قباء ٹھہری۔ ان کی ولادت ہو گئی۔ میں انہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آئی۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا۔ کھجور منگوائی۔ اسے منہ مبارک میں چبایا اس میں لعابِ دہن لگایا۔ یہ پہلی چیز تھی جو حضرت عبداللہ کے منہ سے پیٹ میں گئی، پھر آپ نے کھجور کے ساتھ گھٹی دی، پھر ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلے ان ہی کی ولادت ہوئی تھی۔ (بخاری) ان کی بہن محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

امام واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو بھیجا تاکہ وہ آپ کے اہل خانہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو لے آئیں۔ وہ ہجرت کے فوراً بعد انہیں لے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں حمل تھا۔ حمل کا وقت قریب تھا جب ان کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ انہوں نے ان کی ولادت پر مسرت کا اظہار کیا، کیونکہ ان تک یہ خبر پہنچی تھی کہ یہودیوں نے ان پر جادو کر دیا تھا تاکہ ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت نہ ہو۔ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہود کی تکذیب کر دی۔ اسود نے گمان کیا ہے کہ ان کی ولادت ہجرت سے بیس ماہ بعد ہوئی۔ امام واقدی نے محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے حضرت

نعمان حضرت عبداللہ سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے ان کی ولادت ہجرت کے چودہ ماہ بعد ہوئی تھی لیکن احادیث صحیحہ اس کارد کرتی ہیں۔

اسی سال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بطور خادم آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ انصار کے مرد و خواتین آپ کی بارگاہ میں تحائف بھیج کر آپ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اس پر افسوس کرتی تھیں ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت مآب میں لے آئیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ یہ رزین کا قول ہے۔ صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کا خادم نہ تھا۔ حضرت ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے بارگاہ رسالت مآب میں لے گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انس ایک دانا بچہ ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ ان متفرق روایات کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ پہلے ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں پیش کیا، پھر حضرت ابوطلحہ انہیں آپ کی خدمت اقدس میں لے کر گئے، کیونکہ وہ ان کے سرپرست اور عصبہ تھے۔ یہ اس واقعہ کے علاوہ ہے جو غزوۂ خیبر میں انہوں نے ان کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی۔ اسی سال حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ ایک قول دوسرے سال کا بھی ہے۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے، پھر اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا، پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہودی ایک جھوٹی قوم ہیں۔ اگر آپ کے ان سے پوچھنے سے قبل انہیں میرے اسلام کے متعلق علم ہو گیا تو وہ مجھ پر الزام لگائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی کمرہ میں بند کر دیں۔ آپ نے انہیں ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ یہودی آپ کی خدمت میں آئے آپ نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کس حیثیت کے مالک ہیں؟ انہوں نے عرض کی: وہ ہم میں سے بہترین ہیں۔ ہم میں سے بہترین کی اولاد ہیں۔ وہ ہمارے سردار ہیں ہمارے سردار کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر عبداللہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: رب تعالیٰ انہیں اس سے پناہ دے گا۔ حضرت عبداللہ باہر نکل آئے۔ انہوں نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله۔ اے گروہ یہود! رب تعالیٰ سے ڈرو، جو پیغام حق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تمہارے پاس آئے ہیں اسے قبول کرلو۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ہیں۔ تم ان کا ذکر خیر، اسم گرامی اور حلیہ اپنی تورات میں پاتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ انہیں پہچانتا ہوں۔ یہودیوں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہم سب سے زیادہ شریر ہو شریر کے بیٹے ہو۔ انہوں نے ان پر عیب لگائے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ان سے یہی خدشہ تھا۔ کیا میں نے آپ سے عرض نہ کی تھی کہ یہودی ایک بہتان تراش قوم ہے۔ یہ دھوکہ باز، جھوٹی اور فاجر قوم ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا اپنے گھرانے کے اسلام کا اعلان کر دیا۔

میری پھوپھو حضرت خالدہ رضی اللہ عنہا بھی اسلام لے آئیں۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔

اسی سال حضرت عمرو بن عبسہ اسلمی حاضر ہوئے۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے بڑا بیزار تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ باطل ہے میں اہل تیماء میں سے ایک اہل کتاب سے ملا۔ میں نے اسے کہا: میں اس قوم سے ہوں جو بتوں کی پجاری ہے۔ ایک قبیلہ کہیں فروکش ہوتا ہے ان کے پاس معبود نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک شخص نکلتا ہے۔ وہ چار پتھر لے کر آتا ہے۔ وہ تین کو اپنی ہنڈیاں کے لئے گاڑھ لیتا ہے خوبصورت کو اپنا معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دیتا ہے پھر اگر اسے روانگی سے قبل اس سے خوبصورت پتھر نظر آئے وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کو معبود بنا لیتا ہے۔ مجھے علم ہو گیا ہے کہ یہ معبودان باطلہ ہیں۔ یہ نفع یا نقصان نہیں دے سکتے۔ میری راہ نمائی خیر کی طرف کریں۔ اس شخص نے کہا: مکہ مکرمہ سے ایک شخص کا ظہور ہو گا، جو اپنی قوم کے بتوں کے علاوہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔ وہ معبود برحق کی طرف دعوت دے گا۔ جب تم یہ دیکھو تو ان کی اتباع کرو۔ وہ افضل دین لے کر آئیں گے۔ اس وقت سے میرا عزم و مقصد صرف مکہ مکرمہ بن گیا۔ میں مکہ آیا۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ مجھے بتایا گیا: نہیں، پھر میں مکہ مکرمہ آیا۔ میں نے یہی سوال کیا تو مجھے بتایا گیا۔ اس میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو معبودانِ باطلہ کے علاوہ صرف معبود برحق کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ میں نے سواری پر کجاوہ رکھا میں اسی جگہ آ گیا جہاں مکہ مکرمہ میں اترتا تھا۔ میں نے آپ کے متعلق پوچھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مخفی تھے۔ میں نے دیکھا کہ قریش کا رویہ ان کے متعلق سخت تھا۔ میں نے نرمی اختیار کی اور آپ کی خدمت میں آ گیا۔ میں نے عرض کی: آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی (مکرم) ہوں۔ میں نے عرض کی: آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ میں نے عرض کی: اس نے کس چیز کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے مجھے صرف خدائے یکتا کی عبادت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے مجھے (ناحق) خونریزی بند کرنے، بتوں کو توڑنے صلہ رحمی کرنے اور راستے کی امان کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی: اس نے آپ کو کتنے اچھے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں آپ پر ایمان لے آیا۔ آپ کی تصدیق کر دی ہے۔ کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں آپ کے ہمراہ ٹھہر جاؤں، یا واپس چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ لوگ اس پیغام حق کو ناپسند کر رہے ہیں جسے میں لے کر آیا ہوں۔ تم یہاں رکنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اپنے اہل خانہ میں چلے جاؤ۔ جب تم میرے بارے میں سنو میں کہیں چلا گیا ہوں تو میرے پیچھے آ جانا۔ میں اپنے اہلِ خانہ میں ٹھہرا رہا۔ جب آپ مدینہ طیبہ چلے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں مدینہ طیبہ آیا۔ میں نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تم وہی سلمی ہو جو میرے پاس مکہ مکرمہ میں آئے تھے۔ تم نے مجھ سے یہ یہ سوالات کیے تھے۔ میں نے تمہیں یہ یہ جوابات دیے تھے۔ میں نے اس محفل کو غنیمت سمجھا۔ میں نے کہا: مجھے کبھی بھی ایسی فراغت نصیب نہ ہو سکے گی۔ میں نے عرض کی: یا رسول

اللہ! ﷺ کس گھڑی میں میری دعا سب سے زیادہ قبول ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری ثلث میں۔ اس وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی ہے، حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔ جب تم دیکھو کہ وہ سرخ ہو کر طلوع ہو گیا ہے گویا کہ وہ گھی کا ٹکڑا ہو تو نماز پڑھنے سے رک جاؤ۔ سورج شیطان کے دو سینگوں کے مابین سے طلوع ہوتا ہے۔ کفار اس کے لیے نماز پڑھتے ہیں جب وہ ایک یا دو نیزوں کی مقدار بلند ہو جائے (تو اس وقت نماز پڑھو) اس وقت نماز کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہ نماز مقبول ہوتی ہے، حتیٰ کہ آدمی کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس وقت نماز پڑھنے سے رک جاؤ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے جب سایہ آگے بڑھ جائے تو نماز ادا کرو اس وقت کی نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ نماز قبول ہوتی ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اگر وہ سرخ ہو کر غروب ہو جانے لگے گویا کہ وہ گھی کا ٹکڑا ہو تو رک جاؤ، پھر آپ نے وضو کا ذکر کیا۔ جب تم وضو کرنے لگو تو اپنے ہاتھ دھولو۔ چہرہ دھولو، پاؤں دھولو۔ اگر تم بیٹھ جاؤ تو یہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ اگر تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ رب تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح وہ اس کا مستحق ہے تو تم اپنی نماز سے اس طرح آؤ گے جیسے تمہاری ماں نے تمہیں ابھی جنم دیا ہو۔

پانچویں نوع

دوسرے سال کے واقعات

اسی سال آپ کی نور نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ امام نووی نے تحریر کیا ہے کہ ان کا وصال ماہ ذوالحجہ میں ہوا تھا لیکن سیرت نگاروں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ان کا وصال رمضان المبارک میں ہوا ہو۔

اسی سال قبلہ تبدیل ہوا تھا۔ ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ائمہ ستہ، ابوداؤد نے "ناسخ" میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے اپنی "ناسخ" میں، الطبرانی اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس سے، ابوداؤد نے سنن میں ابوالعالیہ سے، یحییٰ ابن الحسین نے اخبار المدینہ میں حضرت ابن عمر سے، بیہقی نے امام زہری سے، امام مالک، ابوداؤد، شیخان، نسائی اور ابن جریر نے حضرت ابن مسیب سے، عبد بن حمید، ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن پاک میں سے سب سے پہلے قبلہ منسوخ ہوا۔ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔ خانہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ جب آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو وہاں کے اکثر باشندے یہودی تھے رب تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف رخ انور کرنے کا حکم دیا۔ اس سے یہودی خوش ہو گئے۔ آپ بیت المقدس کی طرف منہ مبارک کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آپ پسند کرتے تھے کہ آپ کا قبلہ خانہ کعبہ ہو۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ امام زہری نے سترہ ماہ کا ذکر کیا ہے حضرت براء کی روایت میں تیرہ یا سترہ ماہ کا تذکرہ ہے۔ شک کے ساتھ۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین سے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ رب تعالیٰ مجھے یہودیوں

کے قبلہ سے پھیر دے۔ انہوں نے عرض کی: میں آپ کی مثل عبد ہوں۔ میں آپ کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ سوائے اس کے جو مجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اپنے رب تعالیٰ سے التجاء اور سوال کریں۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ امر الٰہی کے منتظر تھے۔ آپ بشر بن براء کی والدہ کے لیے بنو سلمہ میں تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ نماز ظہر کا وقت قریب آ گیا۔ جب آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت جبرائیل امین اترے اشارہ کیا کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ حضرت جبرائیل امین نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیا۔ آپ نے میزاب رحمت کی طرف رخ انور کر لیا۔ یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (البقرہ: ۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

اسی لیے اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے۔ اس وقت نماز ظہر کی چار رکعتیں تھیں۔ آپ نے دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے اور دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے پڑھیں۔ دوسری روایت میں ہے: ماہ رجب میں جب کہ ہجرت کو سترہ ماہ گزر چکے تھے۔ آپ نے نماز ظہر کی آخری دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے پڑھیں۔ حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ بیت اللہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ انہوں نے بیت اللہ کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔ آپ بھی اس طرف گھوم گئے۔ ایک اور روایت میں ہے: آپ نے پہلی نماز جو اس طرح پڑھی تھی وہ نماز عصر تھی۔ ایک قوم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان میں سے ایک شخص نکلا۔ حضرت الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ عباد بن بشر تھے۔ وہ اہل مسجد کے پاس سے گزرے۔ وہ رکوع میں تھے۔ انہوں نے کہا: میں رب تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ کے ہمراہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ صحابہ کرام بھی بیت اللہ کی طرف رخ کر گئے۔ حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ ایک آنے والا آیا۔ ہم بنو عبد الاشہل میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے کہا: حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ بیت اللہ کی طرف رخ کر لیں۔ وہ ہمارے سامنے بیت اللہ کی طرف گھوم گیا ہم بھی اس کے ساتھ گھوم گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا:

اسی اثناء میں کہ لوگ قبا میں نماز صبح میں تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: آج رات آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے۔ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر لیں۔ انہوں نے اسی طرف رخ انور کر لیا۔ ان کے چہرے شام کی طرف تھے۔ وہ خانہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ یہ بات یہودیوں کو ناگوار لگی۔ آپ بیت المقدس کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اسے ناپسند کیا جب آپ نے رخ انور خانہ کعبہ کی طرف کر لیا تو انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ منافقین نے کہا: محمد عربی ﷺ اپنی زمین کی طرف مائل ہو گئے۔ مشرکین نے کہا: محمد عربی ﷺ نے ارادہ کیا

ہے کہ وہ ہمیں قبلہ اور وسیلہ بنالیں۔انہوں نے جان لیا ہے کہ ہمارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔یہودیوں نے مومنین سے کہا: تمہیں کسی چیز نے حضرات موسیٰ، یعقوب اور سابقہ انبیاء کرام کے قبلہ سے پھیرا تم تو فتنے میں مبتلا ہو گئے ہو۔اہل ایمان نے کہا: ہمارے وہ بھائی جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے ہمارے اور ان کے گذشتہ اعمال ضائع ہو گئے۔رفاعہ بن قیس قردم بن عمرو، کعب بن اشرف، رافع بن ابی رافع، حجاج بن عمرو، ربیع بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: محمد عربی! ﷺ آپ کو اس قبلہ سے کس نے پھیرا جس پر آپ پہلے تھے آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی اور دین ابراہیمی پر ہیں۔آپ اس قبلہ پر آجائیں جس پر آپ تھے ہم آپ کی اتباع کر لیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔وہ فتنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ (البقرہ:۱۴۲)

ترجمہ: اب کہیں گے۔بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا ان (مسلمانوں) کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔آپ فرمائیے اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی، ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

تنبیہات

۱- اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سی نماز تھی۔صحیح میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ نماز عصر تھی۔اکثر علماء کرام نے اسے نماز ظہر کہا ہے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ وہ پہلی نماز جو آپ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی تھی جسے بنو سلمہ میں ادا کیا تھا وہ نماز ظہر تھی۔وہ نماز ظہر تھی جو پہلی نماز اسی طرف رخ کر کے مسجد نبوی میں پڑھی تھی وہ نماز عصر تھی۔

۲- الحافظ نے لکھا ہے کہ سولہ اور سترہ ماہ والی روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے یقین کے ساتھ سولہ ماہ کا قول کیا ہے اس سے تحویل قبلہ اور آپ کی تشریف آوری کے ماہ کو ایک مہینہ بنا دیا ہے۔زائد ایام کو شمار نہیں کیا جس نے سترہ ماہ کا قول کیا ہے اس نے انہیں شمار کیا ہے جس نے شک کیا اس نے ان میں تردد کیا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔صحیح روایت کے مطابق ماہِ رجب کے نصف میں تحویل قبلہ ہوا تھا۔جمہور نے اسی قول کو یقین کے ساتھ کہا ہے حاکم نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے ابن حبان کا یہ قول: "سترہ ماہ اور تین دن" اس بات پر مبنی ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول کی ۱۲ ارتاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔الحافظ نے لکھا ہے کہ ان روایات کی اسناد جن میں

تیرہ اور سترہ ماہ کا تذکرہ ہے شاذ ہیں۔

۳۔ ہجرت سے تقریباً سترہ ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔فطرانہ عید الفطر سے دو روز قبل واجب ہوا۔آپ نے عیدگاہ میں نماز ادا کی۔ذوالحجۃ میں نماز عید الاضحیٰ ادا کی قربانی دی۔دو بکرے ذبح کیے۔ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا اپنی اور اپنی آل پاک کی طرف ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے،حضرت ابوسعید خدری سے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: تحویل قبلہ سے ایک ماہ بعد تقریباً ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد شعبان المعظم میں روزے فرض ہوئے۔اسی سال آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔یہ اموال کی زکوٰۃ سے قبل واجب ہوا۔نیز یہ کہ یہ چھوٹے بڑے،آزاد،غلام اور مذکر اور مؤنث کی طرف سے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش یا دو مد گندم ادا کیے جائیں۔آپ عید الفطر سے دو روز قبل خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔عیدگاہ کی طرف نکلنے سے قبل صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔فرماتے: اس روز مساکین کو گھومنے سے روک دو۔آپ واپس آکر اسے تقسیم کرتے تھے۔آپ نے نماز عید،عیدگاہ میں خطبہ سے قبل ادا کی۔عید الاضحیٰ کے روز نماز عید ادا کی۔قربانیوں کا حکم دیا۔آپ مدینہ طیبہ دس سال تک جلوہ افروز رہے۔آپ ہر سال قربانی کرتے رہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک مدینہ طیبہ جلوہ افروز رہے۔آپ نے قربانی ترک نہ کی۔آپ نماز عیدین خطبہ سے قبل اذان اور اقامت کے بغیر پڑھتے تھے۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے عصا لے کر چلتے تھے۔یہ عصا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا تھا جسے وہ سرزمین حبشہ سے لے کر آئے تھے۔ان سے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کے لیے عید کے روز عصا لایا جاتا تھا۔آپ اس کی طرف رخ انور کر کے نماز عید پڑھاتے تھے۔جب آپ قربانی دینے کا ارادہ فرماتے تو دو سینگوں والے موٹے سیاہ و سفید مینڈھے خریدتے جب آپ نماز عید ادا کر لیتے۔خطبہ ارشاد فرما لیتے تو ان میں سے ایک کو لایا جاتا۔آپ عیدگاہ میں کھڑے ہوتے۔آپ اسے اپنے دست اقدس سے ذبح کرتے۔عرض کرتے: مولا! یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جس نے تیرے لیے توحید اور میرے لیے تبلیغ کی گواہی دی،پھر دوسرا مینڈھا لایا جاتا آپ اسے بھی اپنے دست اقدس سے ذبح کرتے اور عرض کرتے: مولا! یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے۔آپ خود بھی اس سے تناول فرماتے۔اہل خانہ بھی کھاتے۔مساکین کو بھی کھلاتے۔آپ حضرت معاویہ کے گھر کے نزدیک گلی کی طرف ذبح کرتے تھے۔محمد بن عمر اسلمی نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں ہمارے ائمہ اسی طرح کرتے ہیں۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے۔آپ کو سلام عرض کیا۔اسی سال اسلام میں پہلا مال غنیمت ملا یہ مال غنیمت سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ میں ملا تھا۔یہ سریہ نخلہ کی طرف تھا۔اسی سال حضرات علی المرتضیٰ اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا تھا۔یہ مغلطائی وغیرہ نے کہا ہے۔محب الطبری نے کہا ہے کہ یہ مبارک نکاح صفر میں ہوا تھا اور ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی جبکہ ہجرت کو ۲۲ ماہ گزر چکے تھے۔ابوعمر نے لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے بعد۔دیگر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے ساڑھے چار ماہ بعد۔

امام احمد نے مناقب میں اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح لے کر آئے،مگر آپ خاموش رہے۔آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔اس سال حضرات نعمان بن بشیر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

چھٹی نوع

تیسرے سال کے واقعات

اسی سال آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔یہ نکاح شعبان المعظم میں فرمایا۔یہ اصح روایت ہے اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین سے ماہ رمضان المبارک میں نکاح فرمایا۔وہ آپ کے کاشانۂ اقدس میں دو ماہ یا تین ماہ یا آٹھ ماہ رہیں پھر ان کا وصال ہوگیا۔اسی سال حضرت عبداللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا یہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہزادہ تھا۔ان کی عمر چھ سال تھی۔دوسرے قول کے مطابق انہوں نے ۶ ھ کو وصال کیا تھا۔اس سال حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا۔اسی سال نصف رمضان المبارک میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔اسی سال شراب حرام ہوئی۔دوسرے قول کے مطابق شراب چوتھے سال حرام ہوئی تھی۔الحافظ نے لکھا ہے کہ جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ شراب ۸ ھ کو فتح مکہ کے سال حرام ہوئی تھی۔السید نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس چیز سے استدلال کیا ہے جس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

اسی سال آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا تھا کہ وہ یہودیوں کی کتابت سیکھیں۔آپ نے فرمایا: میں اس سے امن میں نہیں ہوں کہ وہ میری کتاب کو بدل دیں۔اسی سال آپ نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔یہ قطب کا قول ہے۔دوسرا قول چوتھے سال کا ہے۔اسی سال آیت تیمم اتری۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سارے الزامات سے بری فرمادیا۔ان کا ہار گم ہوا۔

تنبیہات

۱- ابن سعد، ابن حبان اور ابو عمر نے لکھا ہے اسی طرح امام نووی اور ابن دقیق العید نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں رونما ہوا تھا۔ یہی غزوۃ المریسیع ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اگر وہ ثابت ہے تو اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس سفر میں دو بار ہار گم ہوا تھا، کیونکہ یہ دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی ہار گرنے کا قصہ، افک کا واقعہ اور تیمم کی روایت میں ہار گم ہونے کا واقعہ جیسے کہ یہ اپنے سیاق سے واضح ہے۔ ہمارے بعض شیوخ نے اسے بعید سمجھا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ مریسیع قدید اور ساحل کے مابین مکہ مکرمہ کی طرف ہے لیکن یہ واقعہ خیبر کی طرف رونما ہوا تھا، کیونکہ حدیث پاک میں ہے: جب ہم البیداء پہنچے یا ذات الجیش پہنچے۔ یہ دونوں مقامات مدینہ طیبہ اور خیبر کے مابین ہیں۔

جیسے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: مخالف نے جو کچھ یقین کے ساتھ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے ابن التین نے یقین کے ساتھ کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: البیداء ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ کے زیادہ قریب ہے، پھر انہوں نے حضرت ام المومنین اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے۔ فرمایا: تمہارا یہ بیداء وہی ہے جس میں تم اس کو جھٹلایا کرتے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ سوائے مسجد کے قریب کے۔ بیداء سے مراد وہ بلند جگہ ہے جو مکہ مکرمہ کی راہ پر ذوالحلیفہ کے سامنے ہے۔ انہوں نے فرمایا: ذات الجیش مدینہ طیبہ سے ایک برید دور ہے۔ اس کے اور عقیق کے مابین سات میل ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے: العقیق مکہ مکرمہ کی راہ پر ہے خیبر کے رستے پر نہیں ہے۔ ابن التین کا قول صحیح ثابت ہو گیا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حمیدی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت سفیان نے ہشام عن عروہ عن ابیہ روایت کیا ہے اس میں ہے: ہار الابواء کی رات گم ہوا تھا۔ الابواء مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔ علی بن مسہر نے حضرت ہشام سے روایت کیا ہے کہ اس جگہ کو الصلصل کہا جاتا تھا اسے جعفر فریابی نے کتاب الطہارۃ میں لکھا ہے۔ علامہ بکری نے لکھا ہے: یہ ذوالحلیفہ کے نزدیک پہاڑ ہے ان روایات کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن التین کا قول صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ محمد بن حبیب الاخباری نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ ہار کئی بار گم ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین کا ہار غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ بنی مصطلق میں گم ہوا تھا۔

۲- ایسی روایات بھی ہیں جو ہار کی گمشدگی کی تاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب تیمم کی آیت اتری تو مجھے علم نہ تھا کہ میں کیسے کروں؟ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق سے بعد میں رونما ہوا تھا، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں سال اسلام

لے کر آئے تھے۔ یہ غزوہ بلا اختلاف اس کے بعد ہی رونما ہوا تھا، جیسے کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے۔ ایک روایت سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قصۂ افک سے بعد میں رونما ہوا تھا۔ الطبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میرا ہار کا معاملہ ہوا جو ہوا۔ اہل افک نے کہا جو کچھ کہا۔ میں کسی اور غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی۔ میرا ہار پھر گم ہو گیا۔ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نور نظر! تم ان سفروں میں لوگوں کے لیے مشقت اور تکلیف لے کر آئی ہو۔ رب تعالیٰ نے تیمم کی رخصت نازل کر دی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری نور نظر! تم سراپا برکت ہو۔ اسی روایت کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے۔ اس کی سند میں گفتگو کی گئی ہے۔

۳- سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے ابوبکر نے عتاب کیا۔ انہوں نے ابی نہ کہا، کیونکہ باپ میں شفقت پائی جاتی ہے۔ گفتگو کے ساتھ عتاب اور فعل کے ساتھ ڈانٹ اس کے خلاف تھی، لہٰذا انہوں نے انہیں ''ابی'' نہ کہا۔

۴- اس روایت سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے قبل وضو ان پر واجب تھا۔ اسی لیے انہوں نے پانی کے بغیر امر کو عظیم سمجھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو فرمایا۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ سارے سیرت نگاروں کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ آپ نے کوئی نماز بھی وضو کے بغیر نہ پڑھی۔ صرف جاہل اور سرکش ہی اس کا انکار کر سکتا ہے۔ اس حدیث پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ان کے لیے جو علم اس وقت رونما ہوا تھا وہ تیمم کا حکم تھا وضو کا حکم نہ تھا۔ وضو پر عمل پہلے تھا پھر اس کی آیت کے نزول میں حکمت یہ تھی تاکہ اس کی فرضیت نزول کے ساتھ متلو (اس کی تلاوت) بھی ہو سکے۔

۵- حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا جو فرمایا، کیونکہ وہ اس گروہ کے رئیس تھے جسے ہار کی تلاش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے، یعنی اس سے قبل بھی تمہاری برکات ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں آل ابی بکر سے مراد ان کی ذات والا، اہل اور پیروکار ہیں۔ امام بخاری نے عمرو بن حارث سے روایت کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے تم میں لوگوں کے لیے برکت رکھ دی ہے۔ اسحاق بستی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے ہار کی برکت کتنی عظیم ہے۔

۶- شیخین کی روایت میں ہے: آپ نے ہار کی تلاش میں لوگوں کو بھیجا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے: آپ نے حضرت اسید بن حضیر اور ان کے ہمراہ لوگوں کو بھیجا۔ ان متفرق روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ اس کے لیے جو گروہ بھیجا گیا تھا حضرت اسید رضی اللہ عنہ اس کے رئیس تھے، بعض روایات میں کسی اور کا نام بھی ہے۔ اسی طرح اس فعل کو ایک مبہم شخص کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہی ہیں گویا کہ پہلے انہوں نے ہار نہ پایا۔ جب وہ واپس آئے۔ تیمم کی آیت اتری۔ انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا۔ اونٹ اٹھایا تو حضرت اسید بن حضیر نے اسے اس کے نیچے

پالیا۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو عروہ کی روایت میں وَجَدَهَا کے الفاظ ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ ساری تفتیش کے بعد انہوں نے ہار پالیا۔

۷۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: انقطع عقدی۔دوسری روایت میں ہے: سقطت قلادۃ لی ایک روایت میں ہے: انہوں نے یہ ہار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ادھار لیا تھا اور وہ گم ہو گیا۔ان روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ہار حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف اس لیے منسوب تھا کیونکہ یہ ان کے پاس اور ان کے تصرف میں تھا جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس کی مالکہ تھیں۔امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا تھا۔انہوں نے تفسیر المائدہ میں تیمم کی روایت نقل کی ہے، جبکہ حضرت عروہ کی روایت کو سورۃ النساء کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

ساتویں نوع

چوتھے سال رونما ہونے والے واقعات

اس سال شراب حرام ہوئی تھی۔ابو داؤد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات اتریں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔انہیں ہمیں پڑھ کر سنایا۔فرمایا: شراب میں تجارت کو حرام کر دیا گیا ہے۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ ہے یہ حرمت شراب کے متصل بعد ہو۔اسی سال شراب کی خرید و فروخت سے منع کر دیا گیا، کیونکہ سورۃ المائدہ جس میں شراب کی حرمت کی آیت ہے قرآن پاک میں سے نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے سب سے آخر میں سود کی آیت اتری۔شاید یہ نزول آپ کی اس تفصیل کے بعد ہو کہ شراب حرام ہے۔جب آیت الربا اتری تو یہ شراب کی حرمت پر مشتمل تھی۔اس کی خرید و فروخت پر پابندی لگا کر اس کی حرمت کو مؤکد کر دیا۔آپ نے بتا دیا کہ شراب میں تجارت کا حکم بھی اسی میں شامل ہے، پھر اس کی حرمت کو مکرر کیا گیا، اور فتح مکہ کے سال اسے نداء کے ساتھ آپ نے بیان کر دیا۔ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے میں ایک حدیث پاک کے طرق سے آگاہ ہوا ہوں جس سے یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ البقرۃ کا نزول ہوا تو اس میں شراب کی حرمت بھی نازل ہوئی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا۔اس سے عیاں ہوتا ہے کہ مذکورہ آیات میں شراب کی حرمت کا بیان تھا گویا کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

اسی سال صلوٰۃ الخوف فرض ہوئی۔اسی سال آپ نے یہودی اور یہودیہ کو رجم کیا۔اسی سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عالم رنگ و بو میں آئے۔اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔اسی سال آپ نے حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔(یا پانچویں سال کیا تھا) اسی سال پردے کے احکام نازل ہوئے۔اسی سال سفر میں نماز قصر کے احکام نازل ہوئے۔اسی سال آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ یہودیوں کی کتابت سیکھ لیں۔

آٹھویں نوع

ہجرت کے پانچویں سال رونما ہونے والے واقعات

اسی سال آپ نے ریحانہ بنت یزید اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔اسی سال واقعہ افک پیش آیا تھا۔امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔اسی سال آپ نے گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرایا تھا۔(یا چھٹے سال کرایا تھا) اسی سال مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اسے راضی کر دو۔تم اسے راضی کرو۔اسی سال ذوالحجہ کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ غزوہ خندق سے واپس آئے پچیس راتیں گزر چکی تھیں۔آپ غزوہ خندق سے پانچ ہجری کو واپس آئے تھے۔

امام احمد نے علقمہ بن وقاص کی سند سے، شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام احمد، ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے ہر ایک کی روایت میں وہ کچھ ہے جو دوسرے کی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق میں تیر لگا۔حبان بن عرقہ نے انہیں تیر مارا۔اس نے ان کی بازو کی رگ پر تیر مارا۔اسے کاٹ دیا۔آپ نے ان کا خیمہ مسجد نبوی میں لگا دیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت فرما سکیں۔آپ نے اس بازو کو آگ سے داغ دیا۔ان کا ہاتھ سوجھ گیا۔اسے چھوڑا تو اس سے بہت زیادہ خون نکلا، پھر داغا تو ہاتھ سوجھ گیا۔جب یہ کیفیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھی تو یہ دعا مانگی: مولا! میری روح کو اس وقت تک نہ نکال حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ان کی رگ بند ہو گئی۔اس سے ایک قطرہ بھی نہ نکلا، حتیٰ کہ بنو قریظہ انہیں ثالث بنانے پر راضی ہو گئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے جن سے مسلمانوں کی مدد کی جائے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان میں رب تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے پھر حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: مولا! تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ اور کوئی امر پسند نہیں کہ میں تیرے رستے میں جہاد کروں۔اس قوم سے معرکہ آزما ہوں جس نے تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔انہیں شہر مکہ سے باہر نکالا۔میرا خیال ہے کہ تو نے ان کے اور ہمارے مابین جنگ ختم کر دی ہے۔اگر قریش کے ساتھ جنگ میں کچھ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ میں تیری راہ میں ان کے ساتھ جہاد کروں۔اگر ان کے ساتھ جہاد ختم ہو گیا ہے تو اسے رواں کر دے اور اسی سے مجھے شہادت عطا کر دے۔اسی رات وہ رگ بہہ پڑی۔بنو غفار کے کچھ لوگوں کے خیمے ان کے پاس ہی تھے۔انہیں اس وقت علم ہوا جب ان کا خون بہہ کر ان کے پاس گیا۔آپ نے فرمایا: اے اہل خیمہ! یہ کیسا خون ہے؟ جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔حضرت سعد کا زخم بہہ پڑا تھا۔ان کا وصال ہو چکا تھا۔(رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ)

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن

معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی امی جان با آواز بلند چلانے لگیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آنسو رک جانے چاہییں۔ تمہارا غم ختم ہو جانا چاہیے۔تمہارا فرزند وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے رب تعالیٰ مسکرایا اور رحمان کے عرش نے ان کے لیے حرکت کی۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما رونے لگے، حتیٰ کہ میں نے ان کے رونے سے اندازہ لگا لیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا رونا کون سا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رونا کون سا ہے؟ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔الطبرانی نے حسن سند سے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے واپس آئے تو آپ کے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔عرض کی: یہ کون سا صالح شخص ہے جس کا وصال ہو گیا ہے؟ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔عرشِ الٰہی نے ان کے لیے حرکت کی۔آپ باہر تشریف لائے تو حضرت سعد کا وصال ہو چکا تھا۔

انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے بارے میں فرمایا: ان کے لیے عرش نے حرکت کی۔ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی۔انہوں نے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مجھے میری قوم کے ایک پسندیدہ شخص نے بتایا کہ رات کے نصف میں حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے استبرق کا عمامہ پہن رکھا تھا۔انہوں نے آپ سے عرض کی: یہ کس شخص کی میت ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔عرش نے اس کے لیے حرکت کی ہے؟ آپ جلدی سے حضرت سعد بن معاذ کے پاس گئے آپ نے انہیں پایا کہ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔حضرت حسن سے روایت ہے کہ عرش نے ان کی روح سے خوش ہو کر حرکت کی۔ابو نعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ خندق کے بعد حضرت سعد کا وصال ہوا تو آپ جلدی سے باہر نکلے۔سات افراد سے آگے نکل گئے۔آپ پیچھے نہ دیکھ رہے تھے۔چادر مبارک گر پڑی تھی۔اس کی طرف بھی توجہ نہ کی۔کسی نے کسی پر پھونک نہ ماری۔صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم قریب تھا کہ آپ ہم سب سے آگے نکل جاتے۔آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ لاحق ہو گیا کہ ملائکہ انہیں غسل دینے میں ہم سے سبقت نہ لے جائیں۔جیسے وہ حضرت حنظلہ کو غسل دینے میں ہم سے سبقت لے گئے تھے۔

البزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد کے وصال پر ستر ہزار ایسے فرشتے اترے تھے جو اس سے قبل زمین پر نہ اترے تھے۔جب انہیں دفن کیا گیا تو فرمایا: سبحان

اللہ! اگر کوئی قبر کے دباؤ سے بچ سکتا تو حضرت سعد بچ جاتے۔ امام احمد، بزار اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، امام احمد اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابورمثہ سے، امام احمد نے حضرت اسید بن حضیر سے، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت اسامہ بن زید سے اور ابن سکن اور الطبرانی نے معقیب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد کے وصال کی وجہ سے عرش الٰہی لرز اٹھا۔

امام بیہقی نے حضرت سلمہ بن اسلمہ سے، روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کمرے میں صرف حضرت سعد ہی تھے۔ انہیں کپڑے میں لپیٹا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کسی کو تجاوز کرتے جا رہے تھے۔ آپ نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں انہیں واپس لے جانے لگا جو میرے پیچھے آرہے تھے۔ آپ کچھ وہاں تشریف فرما رہے پھر باہر نکلے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ میں آپ کو دیکھا کہ آپ کسی کو تجاوز کرتے جا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس محفل میں بیٹھنے کے لیے جگہ نہ ملی حتیٰ کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے اپنے پر سمیٹے۔ ابونعیم نے اشعث بن قیس بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنے سمیٹے۔ آپ نے فرمایا: ایک فرشتہ اندر آیا اس نے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی۔ میں نے اسے جگہ دی۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا یہ سارے لوگوں سے بڑے اور طویل تھے۔ ایک منافق نے کہا: آج تک اتنی ہلکی نعش ہم نے نہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا: ستر ہزار ایسے فرشتے آج آسمان سے اترے تھے جو پہلے کبھی زمین پر نہ آئے تھے۔

ابن سعد نے محمود بن لبید سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی ہلکی چارپائی کسی شخص کی نہ دیکھی تھی جتنی ہلکی چارپائی حضرت سعد کی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تمہیں ہلکی کیوں نہ لگے۔ ان کے ساتھ اتنے اتنے فرشتے تھے جو اس سے قبل زمین پر نہ اترے تھے۔ انہوں نے تمہارے ساتھ ان کی چارپائی کو اٹھایا۔ ابن سعد اور ابونعیم نے محمد بن شرحبیل بن حسنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: اس روز ایک شخص نے ان کی قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ وہ اسے لے گیا۔ بعد میں اسے دیکھا تو وہ مشک اذفر تھی۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! حتیٰ کہ اس کو آپ کے چہرۂ انور سے بھی پہچان لیا گیا۔ آپ نے فرمایا: الحمدللہ! اگر قبر کے دباؤ سے کوئی بچ سکتا تو حضرت سعد بچ جاتے۔ قبر نے انہیں دبایا پھر رب تعالیٰ نے اسے کشادہ کر دیا۔

ابن سعد نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت سعد کی قبر انور کھودی تھی۔ وہاں سے مشک اذفر پھوٹتی تھی۔ جب مٹی اکھیڑتے تے مشک کی خوشبو آتی حتیٰ کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔

شیخان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت سعد کے وصال کی وجہ سے عرش الٰہی لرز اٹھا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک انصاری شخص نے حضرت سعد کے متعلق کہا:

وما اهتز عرش الله من موت هالك سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

ترجمہ: ہم نے نہیں سنا کہ کسی کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی جھوم اٹھا ہو۔ سوائے حضرت ابو عمرو سعد کے وصال کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد کی چارپائی اٹھائی گئی تو ان کی والدہ ماجدہ حضرت کبیشہ بنت رافع نے کہا۔ وہ رو رہی تھیں اور روتے ہوئے کہہ رہی تھیں:

وَيْلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدًا ۔ صَرَامَةً وجِدًّا ، وَسُؤدَدًا و مَجْدًا وَ فَارِسًا مُعَدًّا سَدَّ بِهٖ مَسَدًّا ۔

ترجمہ: حضرت سعد کی امی جان کو حضرت سعد کا افسوس ہے۔ وہ قوت نافذہ اور تلوار کی دھار تھے۔ وہ مجسمۂ سیادت اور سراپا شرف و بزرگی تھے وہ ہمہ وقت ایک تیار شہ سوار تھے۔ جن کے ذریعے دشمن کی راہ بند تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نوحہ خواں عورت جھوٹ بولتی ہے سوائے حضرت سعد کی نوحہ کرنے والی کے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس سے زائد کچھ نہ کہنا۔ بخدا! جہاں تک میں جانتا ہوں وہ امر الٰہی میں محتاط تھے۔ وہ امر الٰہی میں قوی تھے۔ ساری نوحہ کرنے والیاں جھوٹ بولتی ہیں سوائے ام سعد کے۔ ابن اسحاق نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضرت سعد کو دفن کر دیا گیا۔ ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے سبحان اللہ کہا۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سبحان اللہ کہا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تسبیح کیوں کہی؟ آپ نے فرمایا: اس عبد صالح پر قبر تنگ ہوگئی تھی، پھر اسے کشادہ کر دیا گیا۔

ابن ابی الدنیا، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اسماء بنت زید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اب تمہارے آنسو رک جانے چاہییں۔ تمہارا غم ختم ہو جانا چاہیے تمہارا فرزند دلبند وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے رب تعالیٰ مسکرایا اور عرش الٰہی اس کے لیے جھوما۔ امام بیہقی نے حضرت امیہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعد کے گھرانے کے کسی فرد سے پوچھا: کیا اس کے متعلق تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہنچا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ پیشاب سے پاکیزگی حاصل کرنے میں کچھ کوتاہی کرتے تھے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عطارد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں ریشم کا وہ ٹکڑا پیش کیا جو کسریٰ نے انہیں دیا تھا۔ صحابہ کرام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: کیا آسمان سے کوئی حکم اترا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس پر تعجب کر رہے ہو بخدا! حضرت سعد کے جنت میں رومالوں میں سے ایک رومال اس سے بہتر ہوگا، پھر فرمایا: بچے! اسے ابوجہم بن حذیفہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ چادر میری طرف بھیج دیں۔ بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ دومہ کے اکیدر نے بارگاہ رسالت مآب میں سندس کا جبہ پیش کیا۔ آپ نے اسے پہنا۔ صحابہ کرام نے اس پر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنت کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بطور

ہدیہ دے دیا۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ خود ناپسند کر رہے ہیں۔ مجھے عطا کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے بھیجا ہے تاکہ تم اسے کسی طرف بھیج دو اور اس کے عوض تمہیں مال مل جائے۔ یہ ریشم پہننے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

ابو یعلی نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بنو عبدالاشہل سے تین انصاری صحابی ایسے ہیں جن کی فضیلت کوئی نہیں حاصل کرسکتا وہ حضرات سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر ہیں۔اسی سال حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔اسی سال جمادی الآخرۃ میں چاند گرہن لگا۔آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔یہودی زمین پر کوڑے مارنے لگے۔انہوں نے کہا: انہوں نے چاند پر جادو کر دیا ہے۔

اسی سال قریش کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف چاندی دے کر بھیجا تاکہ ان کی تالیف قلبی ہو سکے۔اسی سال حضرت بلال بن حارث المزنی کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ یہ پہلا مسلمان وفد تھا پھر حضرت ضمام بن ثعلبہ حاضر خدمت ہوئے۔ایک قول کے مطابق اسی سال حضرات خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔

نویں نوع

چھٹے سال میں رونما ہونے والے واقعات

اسی سال لوگوں کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے ان کے لیے ابر کرم کی دعا مانگی۔رمضان المبارک میں ابر کرم برسا۔اسی سال ابو العاص بن ربیع نے اسلام قبول کیا۔اسی سال سورۃ الفتح نازل ہوئی اسی سال حج فرض ہوا۔(صحیح روایت کے مطابق) اسی سال سورج گرہن لگا۔اسی سال حضرت اوس بن صامت نے اپنی زوجہ خولہ کے ساتھ ظہار کیا۔اسی سال آپ نے یہ فرمایا تھا: جس کا میں مولا ہوں علی المرتضیٰ اس کے مولا ہیں۔

دسویں نوع

ساتویں سال کے واقعات

اسی سال آپ نے حضرت ام حبیبہ، صفیہ بنت حیی اور میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن سے نکاح فرمایا۔اسی سال حضرت جعفر طیار، ابوموسیٰ اور ان کے ساتھ حبشہ سے واپس آئے۔اسی سال حضرات ابوہریرہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔اس سال آپ نے بادشاہوں کی طرف اپنے قاصد بھیجے۔مہر بنوائی جس سے مکتوبات گرامی پر مہر لگاتے تھے۔اسی سال پالتو گدھے حرام ہوئے۔اسی سال عورتوں سے متعہ کرنا حرام ہوا۔اسی سال آپ نے منبر بنوایا جیسے ابن سعد نے یقین کے ساتھ

لکھا ہے۔ دوسری روایت میں آٹھویں سال کا قول ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں: اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں حضرت عباس اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ہے۔ حضرت عباس فتح مکہ کے بعد آٹھ ہجری کو آئے تھے، اور حضرت تمیم نو ہجری کو حاضر خدمت ہوئے تھے۔

اسی سال ابوسفیان کے ساتھ شام میں ہرقل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اسی سال آپ کو حضرت ماریہ قبطیہ اور خچر دلدل پیش کیے گئے تھے۔ اسی سال زہر آلود بکری پیش کی گئی تھی۔ اسی سال آپ کا غلام مدعم شہید ہوا تھا۔ اسی سال محرم میں آپ پر جادو ہوا تھا۔ اسی سال عمرۃ القضا ادا کیا گیا۔ اسی سال لوگوں پر بارش نازل ہوئی تو فرمایا: وقت صبح کچھ لوگ رب تعالیٰ پر ایمان لائے اور ستارے کے متعلق کفر کرنے والے اور کچھ لوگ ستارے پر ایمان لانے اور رب تعالیٰ پر کفر کرنے والے ہو گئے۔ اسی سال آپ نے اپنی نور نظر حضرت ابوالعاص کو واپس کر دی تھی، اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مقوقس کے پاس سے واپس آئے تھے۔

گیارھویں نوع

آٹھویں سال کے واقعات

اسی سال حضرات خالد بن ولید، عثمان بن طلحہ اور عمرو بن عاص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے کہا ہے کہ وہ ہجرت کے پانچویں سال حاضر ہوئے تھے، جبکہ امام حاکم نے ساتویں سال کا لکھا ہے۔

اسی سال آپ نے منبر مبارک بنوایا تھا۔ کھجور کا تنا رویا تھا۔ یہ پہلا منبر تھا جسے اسلام میں بنایا گیا تھا۔ جیسے ابن نجار وغیرہ نے لکھا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے: اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ جیسے کہ افک کی حدیث میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: اوس اور خزرج ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ قریب تھا کہ باہم قتال ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت منبر پر تھے۔ آپ نیچے اترے۔ انہیں پرسکون کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔ اگر منبر کے تذکرہ میں چشم پوشی سے لیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ روایت گذشتہ روایت سے بہتر ہے۔

شیخان اور بیہقی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا حضرت سہل نے اس کا نام علاثہ بتایا ہے کہ وہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دے کر میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنا دے۔ جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے محو گفتگو ہوں۔ اس عورت نے اسے حکم دیا۔ اس نے جنگل کے طرفاء سے منبر بنا دیا۔ اس نے اس کے تین درجات (سیڑھیاں) بنائے، پھر اس عورت کو پیش کر دیا۔ اس عورت نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے حکم دیا تو اسے مسجد نبوی میں رکھ دیا گیا۔

امام شافعی، امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب مسجد

عریش تھی تو آپ کھجور کے تنے کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھاتے تھے۔آپ اسی تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے لیے منبر نہ بنا دیں۔ جس پر آپ روز جمعۃ المبارک کو خطبہ دیں، حتیٰ کہ لوگ آپ کی زیارت کر لیں اور آپ کا خطبہ سنیں۔آپ نے فرمایا: ہاں! اس کی تین سیڑھیاں بنائی گئیں۔جب وہ منبر تیار ہو گیا تو اس جگہ رکھ دیا گیا جہاں آپ جلوہ افروز تھے۔جب آپ اس پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے آگے بڑھے اس تنے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو وہ تنا زور سے رونے لگا حتیٰ کہ وہ چر گیا اور پھٹ گیا۔آپ منبر سے نیچے تشریف لائے جب اس تنے کی آواز سنی تو اس پر اپنا دست اقدس رکھا، حتیٰ کہ وہ پرسکون ہو گیا، پھر منبر کے پاس تشریف لے آئے جب نماز ادا فرماتے تو اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے۔جب مسجد کو گرا دیا گیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ تنا لے لیا۔وہ ان کے پاس ہی رہا حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہو گیا اسے زمین کھا گئی وہ چورا بن گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جمعۃ المبارک کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جسے مسجد میں گاڑھا گیا تھا۔آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ایک رومی آیا۔اس نے عرض کی: کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپ بیٹھ جائیں گویا کہ آپ کھڑے ہوں۔اس نے آپ کے لیے منبر بنا دیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں تیسری آپ کے بیٹھنے کے لیے تھی۔جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ تنا رونے لگا۔

اسی سال آپ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی۔اسی سال آپ کی نور نظر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تھا۔اسی سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے نماز اور حج کے لیے امیر انہیں بنایا تھا۔جیسے امام ماوردی نے حاویہ، السیر اور الحج میں ذکر کیا ہے۔انہوں نے اس سال لوگوں کو اسی طرح حج کرایا جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں تھے۔اسی سال ہجر کے آتش پرستوں سے جزیہ لیا گیا۔اسی سال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی۔جب آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔اسی سال حضرت کعب بن زہیر نے اسلام قبول کیا تھا۔

امام بیہقی، ابن القاسم اور ابوالبرکات نے عبدالرحمان بن محمد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: زہیر کے دونوں بیٹے عازم سفر ہوئے۔وہ ابرق العراف پہنچے۔بجیر نے کعب سے کہا: تم اسی جگہ ٹھہرو حتیٰ کہ میں اس شخصیت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤں اور سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔کعب اسی جگہ ٹھہر گئے بجیر نکلے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ کا کلام سنا۔آپ پر ایمان لے آئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے زہیر اہل کتاب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔انہوں نے ان سے سن رکھا تھا کہ ایک نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے۔زہیر نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے۔اس نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ پکڑ سکا۔اس نے اس کی تعبیر یہ کی

کہ ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ وہ آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے لیکن وہ آپ کو نہ پاسکے گا۔ اس نے یہ اپنے بیٹوں کو بتایا۔ انہیں وصیت کی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو پالیں اور اسلام لے آئیں۔ جب اس تک بجیر اور ان کے بھائی کے اسلام کی خبر پہنچی تو اس نے اسے غصے میں کر دیا۔ اس نے کہا:

الا ابلغنی علیّ بجیر رسالۃً　　فھل لکَ فیما قلت و یحك ھل لكا

ترجمہ: ارے! میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام سنا دو۔ تجھ پر افسوس! کیا جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں تیرا بھی کوئی کردار ہے؟

فبیّن لنا ان کنت لست بفاعل　　علی ایّ شی غیر ذالك دلّكا

ترجمہ: ہمارے لیے واضح بیان کرا گر تو اس دین حق کو قبول کرنے والا نہیں تو پھر اس کے علاوہ کس چیز نے کسی اور دین پر تیری راہ نمائی کی ہے۔

علی خلق لم تلق اما و لا ابا　　علیه و لم یدرك علیه اخالك

ترجمہ: اس طریقوں پر تو اپنے ماں اور باپ کو نہ پائے نہ تو نے اس پر اپنے بھائیوں کو پایا۔

فان انت لم تفعل فلست بآسف　　ولا قائل اما عثرت لعالكا

ترجمہ: اگر تو یہ کام نہیں کرنا چاہتا تو تجھ پر کوئی افسوس نہیں۔ اگر تو ٹھوکریں کھائے تو میں یہ کہنے والا ہوں کہ رب تعالیٰ تجھے معاف کرے۔

سقاك بھا المامون کا ساروبّه　　فانھا لك المامون منھا و علّکا

ترجمہ: حضور نبیِ امین و مامون ﷺ نے تجھے لب ریز جام پلایا ہے۔ آپ نے اس سے تجھ کو بار بار سیراب کیا ہے۔

اس نے یہ اشعار بجیر کی طرف بھیج دیے۔ جب ان تک یہ پہنچے تو انہوں نے آپ سے چھپانا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے یہ آپ کو سنائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سقاك بھا المامون۔ اس نے سچ کہا ہے۔ وہ جھوٹا ہے اور میں مامون ہوں۔ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ آپ نے فرمایا: جو کعب سے ملے وہ اسے قتل کر دے۔ حضرت بجیر نے اپنے بھائی کعب کی طرف لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ جو کعب سے ملے اسے قتل کر دے۔ آپ کے لیے نجات کی عرض کرو۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم بھاگتے پھر رہے ہو، پھر ان کی طرف لکھا۔ جان لو کہ جو بھی حضور اکرم ﷺ کے پاس یہ گواہی دیتا ہوا آتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ اس سے قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ جب تمہیں میرا خط ملے تو اسلام قبول کر لو اور آجاؤ۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت بجیر نے یہ اشعار کہے:

من مبلغ کعبا فھل لك فی الّتی　　تلوم علیھا باطلا و ھی احزم

ترجمہ: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو کعب کو یہ سندیسہ دے کیا اس میں کوئی غلط بات ہے جس پر تو ملامت کر رہا ہے جبکہ یہ محکم تر راہ ہے۔

الی اللہ لا العُزی و لا اللات وحدہ فتنجو اذا کان النجاء و تسلم

ترجمہ: عُزیٰ اور لات کی طرف نہیں۔ صرف رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کی طرف۔ اگر تو نجات چاہتا ہے تو تجھے نجات اسی رستے سے ملے گی اور تو سلامتی پا جائے گا۔

لدی یوم لا تنجو و لست بمفلت من الناس الا طاھر القلب مسلم

ترجمہ: اس روز صرف صاف دل مسلمان ہی لوگوں میں سے نجات پانے والا اور بچ کر نکلنے والا ہوگا۔

فدین زھیر و ھو لا شیء دینہ و دین ابی سلمی علیّ محرم

ترجمہ: زہیر کا دین کچھ بھی نہیں ہے اور ابو سلمیٰ کا دین مجھ پر حرام ہے۔

جب کعب تک یہ خط پہنچا اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ اپنے نفس پر خدشہ لاحق ہوا۔ اپنے موجود دشمن سے ڈرنے لگا۔ انہوں نے کہا: اب اسے قتل کرایا جائے گا۔ جب کوئی چارہ کار نہ رہا تو اس نے وہ قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول...

اس میں آپ کی تعریف کی۔

بارھویں نوع

نویں سال کے واقعات

اسی سال رجب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز بتا دیا تھا جس روز نجاشی کا وصال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: آج حبشہ کے ایک شخص کا وصال ہو گیا ہے جس کا نام اصحمہ ہے۔ آؤ صفیں بنالو۔ ہم نے صفیں بنالیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس سال لگا تار وفود آئے حتیٰ کہ سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔ اسی سال آپ نے ایلاء کیا کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات کے پاس نہ جائیں گے۔ ابن حبیب نے لکھا ہے کہ آپ نے جانور ذبح کیا اسے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں تقسیم کیا۔ انہوں نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ انہوں نے واپس کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو۔ انہوں نے تین گنا زیادہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: میں ایک ماہ تک تمہارے

پاس نہ آؤں گا

اسی سال مسلمانوں نے اپنا اسلحہ فروخت کر دیا۔ انہوں نے کہا: جہاد ختم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد ختم نہ ہو گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے گا۔ اسی سال حضرت جبرائیل امین لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ اسی سال حج فرض ہوا۔ اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ نے مسجد ضرار کو گرانے کا حکم دیا۔

صحیح سند سے حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مسجد قباء کی جگہ ایک عورت کی تھی جس کا نام "لیہ" تھا۔ وہ اس میں اپنا گدھا باندھتی تھی۔ وہاں سعد بن ابی خیثمہ اور بنو عمرو نے مسجد بنا دی۔ انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں۔ آپ تشریف لائے۔ اس میں نماز ادا کی۔ بنو عمرو کے ننھال نے حسد کیا انہوں نے کہا: ہم گدھے کے باندھنے کی جگہ میں نماز پڑھیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم الگ مسجد بنائیں گے اس میں نماز پڑھیں گے۔ ابو عامر آئے گا وہ اس میں ہمیں امامت کرائے گا۔ ابو عامر اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ سے بھاگ گیا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ چلا گیا تھا، پھر شام چلا گیا تھا۔ اس نے عیسائیت اختیار کر لی اور وہیں مر گیا تھا۔ انہوں نے مسجد بنائی۔ حضور اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا۔ آپ غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم نے بیمار اور ضرورت مند کے لیے ایک مسجد بنا دی ہے تاکہ ہم بارش والی رات میں اس میں نماز ادا کر سکیں ہم پسند کرتے ہیں آپ تشریف لائیں اور ہمارے لیے اس میں نماز ادا کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت سفر کی تیاری میں ہوں میں مصروف ہوں۔ جب ہم واپس آئیں گے ان شاء اللہ! تمہارے پاس آ کر تمہارے لیے اس میں نماز پڑھیں گے۔ جب آپ واپس آئے ذواوان فروکش ہوئے۔ تو یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا (التوبہ:۱۰۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کرنے کے لیے۔

حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے حضرات مالک بن دخشم، معن بن عدی اور ان کے بھائی حضرت عاصم بن عدی کو حکم فرمایا: اس مسجد کی طرف جاؤ اس کے اہل بڑے ظالم ہیں۔ اسے گرا دو اور جلا دو۔ وہ جلدی سے گئے حتیٰ کہ وہ بنو سالم بن عوف کے پاس پہنچے۔ یہ حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک نے فرمایا: ذرا انتظار کرو حتیٰ کہ میں اپنے گھر سے آگ لے کر آؤں۔ وہ اپنے اہل خانہ کے پاس گئے۔ کھجور کی شاخ لی۔ اسے آگ لگائی، پھر یہ بھاگتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد ضرار تک پہنچے۔ اس میں اس کے اہل تھے۔ انہوں نے اسے جلا دیا اسے گرا دیا۔ اس کے اہل منتشر ہو گئے۔ قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

اسی سال دشمن خدا ابن ابی مرا تھا۔ وہ بیس روز تک مریض رہنے کے بعد ذوالقعدہ میں واصل جہنم ہو گیا تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابن ابی مرا تو اس کا بیٹا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دے سکوں۔ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اپنی قمیص عطا فرما دی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے فرمایا: ابن ابی کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر آئے۔ اس کو نکالا۔ اس پر لعاب دہن لگایا اپنی قمیص پہنائی۔

تنبیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تدفین کے بعد ابن ابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے باہر نکالا۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مخالف ہے کہ جب ابن ابی مرگیا تو اس کا بیٹا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دونوں روایتوں کو جمع کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی یہ ہے کہ اعطاہ یعنی انعم لہ۔ اس پر انعام کیا۔ انہوں نے مجازاً اس پر عطیہ کے اسم کا اطلاق کیا کیونکہ اس کا وقوع متحقق تھا۔ اسی طرح حضرت جابر کا قول کہ آپ اس کی تدفین کے بعد وہاں تشریف لے گئے تھے، یعنی اسے اس کی قبر میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھیوں کو اس کی موجودگی میں آپ پر مشقت کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے آپ کے پہنچنے سے قبل اس کی تدفین میں جلدی کی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے اسے اس کے گڑھے میں رکھ دیا تھا۔ آپ نے اسے نکالنے کا حکم دیا تاکہ وہ وعدہ پورا کرسکیں جو اسے قمیص عطا کرنے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے آپ نے اسے ایک قمیص عطا کی۔ جب اس کا نور نظر آیا اور آپ سے التجا کی تو آپ نے اسے دوسری قمیص بھی عطا کردی۔ حاکم نے "الاکلیل" میں وہ روایت تحریر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اسی سال عویم عجلانی اور ان کی زوجہ کے درمیان لعان کردیا یہ لعان ذوالعقدہ میں آپ کی مسجد میں نماز عصر کے بعد ہوا تھا۔ حضرت عویم تبوک سے واپس تشریف لائے تو اپنی بیوی کو حاملہ پایا۔ اسی سال ذوالعقدہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ وہ تین سو افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلے۔ آپ نے ان کے ہمراہ بیس قربانی کے جانور بھیجے۔ انہیں قلادے پہنائے اپنے دست اقدس سے ان کا اشعار کیا۔ ان پر ناجیہ بن جندب اسلمی نگران تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پانچ جانور لے کر چلے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حج کیا۔ قربانی کا جانور لے کر گئے۔ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سورت برأت سنائیں۔ انہوں نے العرج کے مقام پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پالیا۔ ابن عائذ نے ضجنان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عضباء اونٹنی پر تھے۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا: امیر بن کر آئے ہیں یا مامور؟ انہوں نے فرمایا: مامور۔ یہ دونوں آگے بڑھ گئے۔

تنبیہات

۱۔ ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (التوبہ: ۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی طرف سے یہ برأت (کا اعلان) ہے۔

جب سرورِ عالم ﷺ حنین سے واپس تشریف لائے جعرانہ سے عمرہ فرمایا۔ اسی سال آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کرنے کا حکم دیا۔ امام الطبری نے لکھا ہے یہ اس کے خلاف ہے جو پہلے لکھا گیا ہے کہ اس سال حضرت عتاب بن اسید نے حج کرایا تھا۔ یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے جبکہ ۹ ھ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کرایا تھا۔ یہی قول اظہر ہے۔

۲۔ زاد المعاد میں ہے: کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس حج کے ان پر فرض حج کو ساقط کرایا تھا یا کہ نہیں؟ یا حجۃ الوداع نے ان کا فرض حج ساقط کیا۔ دونوں اقوال میں سے دوسرا قول اصح ہے۔ یہ دونوں اقوال دو اصول پر مبنی ہے۔ (۱) کیا حجۃ الوداع سے قبل حج فرض تھا یا کہ نہیں۔ (۲) کیا یہ حج ذوالحجہ میں ہوا تھا یا کہ نہیں، یا یہ ذوالقعدہ میں واقع ہوا تھا یہ اس سنت کی وجہ سے جو اہل عرب زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ وہ مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے۔ یہ دونوں اقوال پر ہے۔

بزار نے اپنی "جامع" میں حج اور تفسیر میں روایت کیا ہے انہوں نے اسے حسن اور بعض نسخوں کے مطابق صحیح کہا ہے حضرت زید بن یثیع سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو ذوالحجۃ میں کس چیز کے ساتھ بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چار اشیاء کے ساتھ اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ حج ذوالحجہ میں ہوا تھا۔ الطبری نے الاحکام میں ذکر کیا ہے کہ یہ حج ذوالقعدہ میں ہوا تھا الماوردی نے "نکتہ"، ثعلبی اور رمانی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الاشارہ میں اسی کو یقین کے ساتھ لکھا گیا ہے الازرقی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ۹ ھ کو ہوا تھا۔ بعض مفسرین نے دونوں روایتوں کا ذکر کیا ہے۔

"النور" میں ہے: "یہ امر بعید ہے کہ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس حج کا امیر بنایا ہو جبکہ یہ ذوالقعدہ میں ہوا ہو۔ یہ اس قول کی بنا پر ہے کہ یہ فرض تھا۔ اس میں میرا ذہن داخل نہیں ہوتا۔ یہ قول کہ یہ فرض ہو زیادہ قریب ہے۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ اس حج میں لوگوں کو سورۃ براۃ پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور پر اکتفاء نہ کیا، کیونکہ یہ اہل عرب کی عادت ہے کہ جب ان کا متبوع شخص کوئی عہد یا معاہدہ کرتا تو اسے یا تو وہ خود کھولتا یا اس کے اہل خانہ میں سے کوئی کھولتا۔ اس لیے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سورت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف تھی۔ آپ نے پسند کیا کہ وہ کسی اور کی زبان سے ہو۔

"الھدیٰ" میں ہے کہ یہ سورت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد اتری۔

تیرھویں نوع

دسویں سال کے واقعات

اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔اس سال یہ آیت طیبہ اتری:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النور:۵۸)

ترجمہ: اے اہل ایمان! چاہیے کہ تم سے وہ افراد اذن طلب کریں جن کو تم مالک ہو۔

اس سے قبل وہ یوں نہ کرتے تھے۔اسی سال حضرت جریر بن عبداللہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں آئے تھے اسی سال فیروز بن دیلمی نے یمن میں اسلام قبول کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم اور دعائیں

پہلا باب

دم کروانے کا اذن

حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہوئی ہے۔

❁❁❁

دوسرا باب

گھونگھے، ترلہ اور قلادوں سے ممانعت

ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ (شرکیہ) دم، یہ گھونگھے، قلادے اور ترلہ شرک ہیں۔ تمائم سے مراد گھونگھے اور قلادے ہیں جنہیں سر میں لٹکایا جاتا ہے زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مصائب کو دور کرتے ہیں۔ ترلہ کے ذریعے عورت اپنے خاوند کی محبت کو کھینچتی تھی۔ یہ جادو کی قسم تھا۔ یہ شرک تھا، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بذاتِ خود منافع دیتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں شرک ہے۔ اس میں وہ تعویذات شامل نہیں ہیں جن میں رب تعالیٰ کے اسماء اور صفات رقم ہوں۔ شریعت مطہرہ میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر وہ امر جو واقع ہو یا جو متوقع ہو اس کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنا اور اس کی درگاہ ناز میں پناہ کا طالب ہونا جائز ہے۔ ایسے دم اور تعویذات منع ہیں۔ جن میں اسماء ربانیہ کے ساتھ شیاطین میں سے کسی چیز کا ذکر ملا دیا ہو۔ ان سے استعانت طلب کی گئی ہو۔ ان کے سرکشوں سے پناہ مانگی گئی ہو اور ایسی بے بسی کا تذکرہ ہو جس کا معنی سمجھ میں نہ آئے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

جو دم زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا جس کا مفہوم سمجھ میں نہ آتا تھا اس سے اجتناب واجب ہے، لیکن جس میں کلام الٰہی ہو یا اس کے اسمائے مبارکہ ہوں وہ جائز ہے۔ اگر وہ ماثور ہوں تو وہ مستحب ہیں جن میں رب تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ یا صالح شخص یا مخلوقات میں سے کسی عظیم مخلوق کا تذکرہ ہو جیسے عرش تو اس سے اجتناب واجب نہیں نہ ہی وہ ایسا مشروع ہے جو رب

تعالیٰ کی طرف پناہ حاصل کرنے کو متضمن ہو نہ ہی ان میں رب تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ برکت حاصل کی گئی ہو تو اسے ترک کرنا اولیٰ ہے۔ امام نووی نے قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ یہودی یا نصرانی کے مسلمان کو دم کرنے میں امام مالک کے مختلف اقوال ہیں۔ امام شافعی نے جائز کہا ہے۔ ابن وہب نے حضرت امام مالک سے مکروہ نقل کیا ہے کہ لوہے یا نمک سے دم کیا جائے یا دھاگے کی گرہ لگائی جائیں یا حضرت سلیمان کی جو انگوٹھی لکھی جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کا معمول نہ تھا۔

❁❁❁

تیسرا باب

بچھو کا دم

ابو نعیم نے الطب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں ایک شخص تھا جسے ابو مذکر کہا جاتا تھا۔ وہ بچھو کا دم کرتا تھا۔ رب تعالیٰ اس سے فائدہ دیتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو مذکر! تمہارا یہ دم کیسا ہے؟ مجھے بتاؤ۔ انہوں نے عرض کی: شجنه قرنيّه ملحة بحر قفطا آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ وہ عہد ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیڑوں سے لیے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ایک شخص نے اس دم میں یہ اضافہ کیا ہے: شجنه قرنية ملحه بحر قفطا و قطيفه موسٰى معها و المسيح يلبسها مالنا ان لا نتوكل على الله و قد هدانا سبلنا و لنصبرن على ما آذيتمونا و على الله فليتوكل المتوكلون۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: میں نے بچھو کے دم کے متعلق اتنا کچھ پڑھا ہے جسے شمار نہیں کر سکتا۔ میں نے پڑھا ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کی: کیا بچھو کا دم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اگر اپنے بھائی کو نفع دے سکتا ہو تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک انصاری شخص کو کسی چیز نے ڈنگ لیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا انہوں نے عرض کی: وہ بچھو کے ڈنگ کی وجہ سے ساری رات نہ سو سکا۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ رات کے وقت یوں کہہ لیتا: اعوذ بكلمات الله التامات كلها من شر ما خلق۔ تو یہ بچھو اسے نقصان نہ دیتا حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

❁❁❁

چوتھا باب

پنڈلی یا پہلو پر نکلنے والے پھوڑے کا دم

ابونعیم نے الطب میں اور ابوداؤد نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت شفاء سے فرمایا: حفصہ کو اپنا دم سکھا دو۔ اسماعیل نے فرمایا: میں نے محمد بن منکدر سے پوچھا: وہ دم کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: وہ پھوڑے کا دم تھا۔ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے نظر، پھنسی اور بخار کے دم کی رخصت دی تھی۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا جاہلیت میں پھنسی پھوڑے کا دم کرتی تھیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں آپ کی بیعت کر لی تھی۔ جب انہوں نے ہجرت کی تو عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں زمانہ جاہلیت میں پھوڑے پھنسی کا دم کرتی تھی۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے عرض کی: بِاسْمِ اللهِ صلو صلب خَيْرٌ يَعُوْدُ مِنْ أَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ وَاحَدًا اللّٰهُمَّ اكْشِفِ النَّاسَ رَبَّ النَّاسِ وہ لکڑی پر سات بار دم کرتی تھیں۔ وہ اسے ایک جگہ رکھتی۔ اسے صاف شراب کے سرکہ کے پتھر پر ملتی پھر اسے پھوڑے پر لگا دیتیں۔

❁❁❁

پانچواں باب

سانپ کا دم

ابونعیم نے الطب میں حضرت علقمہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: آپ کی خدمت میں بخار کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ انہوں نے اسے آپ پر پیش کیا۔ وہ دم یہ تھا: بسم الله قرنيه شجنة ملحة بحر قفطا۔ آپ نے فرمایا: یہ تو وہ عہد نامے ہیں جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے جانوروں سے لیے تھے کہ وہ کسی کو کوئی نقصان نہ دیں گے۔ ایک شخص حضرت علقمہ کے ساتھ تھا اسے کسی چیز نے ڈنگ مار دیا انہوں نے انہی کلمات سے انہیں دم کیا تو وہ فوراً تندرست ہو گیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

پھوڑے اور زخم کا دم

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی شخص کسی چیز کی شکایت کرتا یا اسے پھوڑا یا زخم ہوتا تو آپ اپنی سبابہ انگشت مبارکہ کو زمین پر رکھتے پھر اسے اٹھا لیتے پھر فرماتے: بسم اللہ تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا۔

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تربة ارضنا شفاء لقرحنا۔ یا، تربة ارضنا بريقة بعضنا تشفى سقيمنا باذن ربنا۔ امام نووی نے رقم کیا ہے: اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ حضور طبیب جسم وروح صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب دہن لیتے۔ اسے اپنی سبابہ انگلی مبارک پر رکھتے پھر اسے مٹی پر رکھتے اس سے کچھ لگ جاتا پھر اس کو بیمار جگہ پر رکھ دیتے یا زخم پر رکھ دیتے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے: ہمارے بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس میں راز یہ ہے کہ زمین کی مٹی اپنی برودت اور خشک پن کی وجہ سے اس جگہ کو شفاء دے دیتی ہے جہاں درد ہو۔ وہ اپنی خشکی کی وجہ سے مواد کو اپنی طرف بہنے سے روکتی ہے اس کے ساتھ اس میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے زخم خشک ہو جاتے ہیں اور مندمل ہو جاتے ہیں انہوں نے تھوک کے متعلق کہا ہے: یہ تحلیل، پکانے، زخم اور ورم کو شفاء یاب کرنے کے ساتھ مختص ہے خصوصاً روزہ دار اور بھوکے میں۔ ان کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب علاج قوانین کے مطابق ہو۔ مٹی کی مقدار کا تھوک میں لحاظ رکھا جائے۔ اس کے اوقات میں ہی کیا جائے، ورنہ پھونک مارنا، سبابہ کو زمین پر رکھنا اس طرح تو اس کے ساتھ وہی کچھ لگتا ہے جس کا اثر نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا تعلق رب تعالیٰ کے ناموں سے برکت حاصل کرنے کے ساتھ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے ساتھ ہے۔ شاید زمین پر انگلی رکھنا آپ کی خاصیت ہو۔

امام بیضاوی نے لکھا ہے: طبیہ مباحث گواہ ہیں کہ تھوک کا (زخم) پکانے میں بڑا عمل دخل ہے۔ مزاج کی تعدیل میں اس کا نمایاں تاثر ہے۔ مزاج کی حفاظت اور نقصان دور کرنے میں وطن کی مٹی میں بڑی تاثیر ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کو چاہیے کہ اپنے ساتھ اپنے وطن کی مٹی رکھے۔ اگر وہ اپنے ساتھ اس کا پانی نہ لے جا سکتا ہو۔ جب وہ مختلف چشموں میں سے پانی پیے تو اپنے مشکیزے میں اس میں سے کچھ ڈال لے تاکہ اس کے نقصان سے بچ سکے پھر ان دموں اور تعویذات کے عجب اثرات ہوتے ہیں عقلیں جن کی معرفت تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔

تور پشتی نے لکھا ہے: مٹی سے مراد فطرت آدم کی طرف اشارہ ہے۔ تھوک سے اشارہ نطفہ کی طرف ہے گویا کہ وہ زبان

حال سے آہ وزاری کر رہا ہے کہ جبکہ تو نے اصل اول کو مٹی سے پیدا کیا۔ اسے نطفہ سے پیدا کیا جس کی تخلیق اس سے ہوا سے شفاء دینا تیرے لیے آسان ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے: ارضنا سے مراد سرزمین مدینہ طیبہ ہے، کیونکہ وہ بہت بابرکت ہے۔ بعضنا سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن سراپا برکت تھا۔

❁❁❁

ساتواں باب

عام دم اور جامع دم

الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن نعیمان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: أَذْهِبِ الْبَاسِ رَبَّ النَّاسِ إِلٰهَ النَّاسِ۔

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو درد محسوس ہو تو وہ اس درد کے نیچے ہاتھ رکھے، پھر سات بار یہ کہے: أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَ قُدْرَتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ۔ ابویعلی نے حسن سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس جگہ دست اقدس رکھتے جہاں اسے درد ہوتا تھا، پھر فرماتے: بِسْمِ اللهِ لَا بَأْسَ۔ امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں درد ہو تو اس جگہ ہاتھ رکھو جہاں درد ہو پھر یہ پڑھو: بِاسْمِ اللهِ أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ مِنْ وَجْعِي هٰذَا۔ پھر اپنا ہاتھ اٹھا لو۔ تم طاق دفعہ اسی طرح کرو۔

امام احمد، امام مسلم، ابن ماجہ، ابن حبان، ابوداؤد اور ترمذی نے انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب القلوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات بار اپنا دایاں ہاتھ رکھو پھر یوں کہو: أَعُوْذُ بِاللهِ وَ قُوَّتِهٖ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ۔ دوسرے الفاظ میں ہے: جسم کے جس حصے میں درد ہے اس پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو پھر سات باریوں کہو: اعوذ باللہ۔۔۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خدشہ لاحق ہو گیا۔ میں نے آپ سے عرض کی: آپ نے فرمایا: اس پر اپنا ہاتھ رکھو پھر تین باریوں کہو: بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّيْ شَرَّ مَا أَجِدُ بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ عِنْدَكَ بِسْمِ اللهِ۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جسے درد ہو وہ یوں کہے: رَبُّنَا اللهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ وَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتِكَ فِي الْاَرْضِ وَ اغْفِرْلَنَا حُوبَنَا وَ خَطَايَانَا. اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدَكَ وَ شِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجْعِ۔رب تعالیٰ اسے شفاء دے گا۔حمیدی اور خطیب نے حضرت عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درد سر کا یہ دم فرماتے تھے۔بسم الله الرحمٰن الرحيم، بسم الله الكبير اعوذ بالله العظيم من شر كل عرق نعار و من شر حر النار۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ورم نے آلیا۔آپ نے اس جگہ ان کے کپڑوں کے اوپر سے ہاتھ رکھا پھر یہ دم کیا۔بسم الله اذهب عنه سوءه و فحشه بدعوة نبيك الطيب المبارك المكين عندك۔آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔انہیں اسی طرح دم کرنے کا حکم دیا۔انہوں نے تین دن تک دم کیا تو ورم ختم ہوگیا۔امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے بارگاہ رسالت مآب میں داڑھ کے درد کی شکایت کی۔آپ نے اپنا دستِ شفا بخش ان کے اس رخسار پر رکھا جس کے اندر درد تھا۔یہ دعا مانگی: اللهم اذهب عنه السوء ما يجد و فحشه بدعوة نبيك المبارك المكين عندك۔آپ نے سات بار اس طرح فرمایا تو ان کے جانے سے قبل انہیں شفاء نصیب ہو چکی تھی۔

حمیدی نے روایت کیا ہے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔انہوں نے داڑھ میں درد کی شکایت کی۔حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دائیں دستِ اقدس کی سبابہ انگلی مبارک ان کے منہ مبارک میں داخل کی اسے اس داڑھ پر رکھا جس میں درد تھا۔فرمایا: بسم الله و بالله اسئلك بعزك و جلالك و قدرتك على كل شيءٍ فان مريم لم تلد غير عيسى من روحك و كلمتك ان تكشف فاطمة بنت خديجة من الضر كله۔ان کا درد ختم ہوگیا۔

امام نسائی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے ذکر کیا کہ اس کے والد کا پیشاب رک گیا ہے۔اس میں کنکری ہے۔انہوں نے انہیں وہ دم سکھایا جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔دم یہ تھا: ربنا الله الذى فى السماء تقدس اسمك امرك فى السماء و الارض كما رحمتك فى السماء فاجعل رحمتك فى الارض و اغفرلنا حوبنا و خطايانا انت رب الطيبين فانزل شفاء من شفائك و رحمة من رحمتك على هذا الوجع۔انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے ان کلمات سے دم کرے اس نے اسے دم کیا تو اسے شفاء مل گئی۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

ہاں تشریف لائے۔ انہیں بخار تھا۔ وہ بخار کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے برا بھلا نہ کہو۔ اسے تو حکم دیا گیا ہے تم پسند کرو تو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جب تم انہیں پڑھو گی تو رب تعالیٰ اسے ختم کر دے گا۔ انہوں نے عرض کی: آپ وہ مجھے سکھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یوں کہو: اللھم ارحم جلدی الرقیق و عظمی الدقیق من شدۃ الحریق یا ام ملدم ان کنت آمنت باللہ العظیم فلا تصدعی الراسی و لا تنتنی الفم و لا تاکلی اللحم و لا تشربی الدم و تحوّلی عنی الی من اتخذ من اللہ الھا آخر۔ انہوں نے یہ کلمات پڑھے تو ان کا بخار ختم ہو گیا۔

ابوداؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے) حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یوں کہا: بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض و لا فی السماء و ھو السمیع العلیم۔ اگر اس نے رات کو یہ کلمات تین بار پڑھے تو تا دم صبح اسے اچانک کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ جس نے وقت صبح یہ کلمات پڑھ لیے تو اسے شام تک کسی اچانک مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس شخص نے کہا: حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو فالج ہو گیا جس شخص نے ان سے یہ حدیث پاک سنی تھی۔ وہ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا: تم میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ بخدا! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب نہیں کیا۔ نہ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا لیکن جس روز مجھے یہ مرض لاحق ہوا تھا اس روز میں غصے میں تھا۔ میں یہ کلمات پڑھنا بھول گیا تھا۔ امام ترمذی کے الفاظ ہیں: حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو فالج ہو گیا۔ اس شخص نے ان کی طرف دیکھا حضرت ابان نے فرمایا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے میں نے تمہیں بیان کی ہے لیکن میں اس روز یہ کلمات نہ پڑھ سکا تھا تاکہ رب تعالیٰ کی تقدیر رواں ہو سکے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد اکثر کیا کرو۔ الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ ورد کیا لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو یہ اس کے لیے ننانوے امراض کا علاج ہو گا۔ ان میں سے کم ترین مرض الھم (غم) ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر روز ایک سو بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کیا اسے فقر نہیں پہنچ سکتا۔

الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا رزق سست روی سے آئے اسے لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد کرنا چاہیے۔ ابن سنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اسے ام الصبیان نقصان نہیں دے سکتی۔

❁❁❁

آٹھواں باب

حریق (آگ) اوراس کا علاج

ابن السنی، ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا جان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم حریق (آگ) دیکھو تو تکبیر کہو تکبیر اسے بجھادے گی۔

زاد المعاد میں ہے: تپش آگ کا سبب ہوتا ہے یہ شیطان کا مادہ ہے۔ اسی سے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ آگ علو اور فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ ابلیس کی راہنمائی ہے یہ اسی کی طرف بلاتا ہے انہی سے بنو آدم کو ہلاک کرتا ہے آگ اور شیطان دونوں زمین میں علو اور فساد چاہتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی کبریائی شیطان اور اس کے فعل کو قلع قمع کر دیتی ہے اسی لیے اس آگ کے بجھانے میں اثر رکھتی ہے۔ رب تعالیٰ کی کبریائی اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتی جب مسلمان اپنے رب تعالیٰ کی کبریائی بیان کرتا ہے تو اس کی تکبیر سے آگ بجھ جاتی ہے جو شیطان کا مادہ ہے ہم نے اور دیگر لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہم نے اسے اسی طرح پایا ہے۔

❁❁❁

نواں باب

گھبراہٹ اور بے خوابی کا علاج

امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی۔ میں رات کو بے خوابی کی وجہ سے سو نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: جب تم بستر پر جانے لگو تو یہ ذکر کر لیا کرو:

اللھم رب السموات السبع و ما اظلت و رب الارضین السبع و ما اقلت و رب الشیاطین و ما اضلت کن لی جارا من شر خلقك کلھم جمیعا ان یفرط علیّ احد منھم او یبغی علیّ، عز جارك و جل ثناءك و لا الہ غیرك و لا الہ الا انت۔

❁❁❁

دسواں باب

مصیبت کا علاج

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو اسے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم عندك احتسب مصيبتي فاجرني منها و ابدلني بها خيراً منها پڑھنا چاہیے۔

امام بیہقی نے الشعب میں، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو اس کو اس مصیبت کا ذکر کر لینا چاہیے جو اسے میری (میرے وصال) کی وجہ سے پہنچی۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اسے ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو اسے چبھے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے مال میں کوئی مصیبت پہنچے یا جسم میں مصیبت پہنچے۔ اگر اس نے چھپایا۔ لوگوں سے اس کا شکوہ نہ کیا تو رب تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے بخش دے۔ ابن ماجہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی مصیبت پہنچے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت کو یاد کر لے۔ اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ اگرچہ اس کا عہد پرانا بھی ہو گیا رب تعالیٰ اسے اسی دن کا اجر عطا فرمائے گا جس دن اسے وہ تکلیف پہنچی۔

امام احمد نے ایک صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے جسم پر کوئی تکلیف آئے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دے تو وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی۔ سعید بن منصور اور ابونعیم نے الحلیہ میں مسروق بن اجدع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امراض اور دکھ دنیا میں جزاء ہوتے ہیں۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مصیبت، صاحب مصیبت کا چہرہ روز حشر سفید کر دے گی جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ امام مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچے وہ اسی طرح کہے جیسے رب تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، پھر یوں کہے: اللھم اجرني في مصيبتي و اخلف لي خيرا منها۔ رب تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا اجر دے گا اور اسے اس کا نعم البدل عطا کرے گا۔ امام ترمذی اور ابن حبان نے

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے خواہ کانٹا یا اس سے بھی کم تر، مگر رب تعالیٰ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دیتا ہے۔

✿✿✿

گیارھواں باب

کرب، غم اور دکھ کا علاج

الطبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غم واندوہ کا سامنا کرنا پڑے تو اسے یوں کہنا چاہیے: اللہ ربی لا اشرك به شيئا۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں جنات اور بھوت بھٹکانے لگیں تو اذان دیا کرو جب شیطان اذان سنتا ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں کسی مصیبت دکھ یا غم کا سامنا کرنا پڑے تو یہ ذکر کیا کرو۔ الله الله ربنا لا شريك له۔ ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی عظیم امر میں گر پڑو تو یہ ورد کیا کرو۔

حسبنا الله و نعم الوكيل

ترجمہ: اور اللہ ہمارے لیے کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے۔

ابن السنی عمل اليوم و الليلة میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کسی مشکل میں گر پڑو تو یوں کہا کرو: بسم الله الرحمن الرحيم و لا حول و لا قوة الا بالله العلى العظيم۔ رب تعالیٰ اس کے ذریعے جس مصیبت کو چاہتا ہے دور کر دیتا ہے۔ عقیلی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لاحول و لا قوة الا بالله العلى العظيم کا ورد کثرت سے کیا کرو۔ یہ نقصان کے ننانوے دروازوں کو روکتا ہے۔ سب سے کم غم ہے۔

ابن ابی الدنیا نے الفرج میں، حاکم نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں کہ جب تمہیں کسی مصیبت یا دکھ کا سامنا کرنا پڑے تو تم اس کے ساتھ دعا مانگو رب تعالیٰ اس دکھ اور مصیبت کو دور کر دے۔ وہ حضرت ذوالنون کی یہ دعا ہے۔ لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت ذوالنون علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے اس وقت مانگی تھی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے: لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین، جو مسلمان شخص بھی کسی مصیبت میں اس سے دعا مانگتا ہے رب تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ امام احمد، امام بخاری نے ادب میں، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مصیبت زدہ کی دعا یہ ہے: اللھم رحمتك ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین و اصلح شانی کله لا اله الا انت۔

ابوداؤد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوامامہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جب تم انہیں صبح و شام کہو تو رب تعالیٰ تمہارا غم بھی ختم فرما دے اور قرضہ بھی ادا کر دے۔ صبح و شام یہ دعا مانگا کرو۔ اللھم انی اعوذبك من الھم و الحزن و اعوذبك من العجز و الکسل و اعوذبك من الجبن و البخل و اعوذبك من ضلع الدین و غلبة الرجال انہوں نے فرمایا: میں نے یہ دعا مانگی: رب تعالیٰ نے میرا غم ختم کر دیا۔ میرا قرضہ بھی ادا ہو گیا۔

حضرت ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے تو رب تعالیٰ اس کا ہر غم دور کر دیتا ہے۔ ہر تنگی سے آسائش پیدا کر دیتا ہے۔ اسے اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ الطبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی مجھے کسی دکھ کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت جبرائیل میرے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا: محمد عربی! ﷺ یوں کہیں: تو کلت علی الحی الذی لا یموت و الحمد لله الذی لم یتخذ ولداً و لم یکن له شریك فی الملك و لم یکن له ولی من الذل و کبّرهُ تکبیراً۔ ابن ابی الدنیا نے الفَرَج میں خلیل بن مرہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: جب کسی شخص کو غم و اندوہ آئے تو وہ یوں کہے: حسبی الرب من العباد حسبی الخالق من المخلوقین حسبی الرازق من المرتزقین حسبی الذی هو حسبی، حسبی الله و نعم الوکیل حسبی الله الذی لا اله الا هو علیه توکلت و هو رب العرش العظیم۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور حامیٔ بے کساں ﷺ نے مجھے سکھایا کہ جب مجھے غم و اندوہ آئے تو میں یوں کہوں: لا اله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله و تبارك الله رب العرش العظیم الحمد لله رب العالمین۔ امام حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب غم و اندوہ آلیتا تو آپ یہ ورد فرماتے: یا حی یا قیوم! برحمتك استغیث۔ امام احمد، شیخان، بیہقی، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ غم کے وقت یہ دعا مانگتے تھے: لا اله الا الله العظیم الکریم لا اله الا الله رب العرش

العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے کسی غم، اندوہ، کرب، مرض یا شدت کا سامنا کرنا پڑے تو وہ یوں کہے: اللہ ربی لا شریك له۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک پر کیا ہے کہ جب غم اس کے پیچھے پڑ جائے کہ وہ اپنی کمان لٹکا لے اور اس کے ذریعے اپنے غم سے بچ جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو اہم امر لیتا تو آپ ﷺ یہ ورد کرتے تھے: یا حی یا قیوم برحمتك استغیث۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو کوئی اہم امر آلیتا تو سر اقدس کو آسمان کی طرف بلند فرماتے اور فرماتے: سبحان اللہ العظیم۔ جب آپ دعا میں کوشش فرماتے تو یوں عرض کرتے: یا حی یا قیوم! برحمتك استغیث۔ ابوداؤد نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: غمزدہ کی دعا یہ ہے: اللھم رحمتك ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین اصلح لی شانی کله لا اله الا انت۔ امام احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غم و اندوہ کا سامنا کرنا پڑے تو وہ یوں کہے: اللھم انی عبدك و ابن عبدك و ابن امتك ناصیتی بیدك ماض فی حکمك عدل فیّ قضاءك اسئلك بکل اسم ھو لك سمیت به نفسك او انزلتهٗ فی کتابك او علمته احدا من خلقك او استاثرت به فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی و نور صدری و جلاء حزنی و ذھاب ھمّی و غمی۔ رب تعالیٰ اس کا غم واندوہ ختم کردے گا۔ اس سے اس کی جگہ آرام وسکون دے دے گا۔

تنبیہ

امام الطبری نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان یدعو سے مراد تہلیل و تعظیم ہے ابن حمید کے نزدیک اس سے مراد تہلیل و تعظیم کا مقدم کرنا ہے۔ انہوں نے ماثور ذکر کا تذکرہ کیا، پھر دعا مانگنے کا ذکر کیا۔ اعمش نے حضرت ابراہیم سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ جب انسان دعا سے قبل حمد وثناء کرتا ہے تو اس کی دعا کو قبول کر لیا جاتا ہے جب ثناء سے قبل دعا میں مصروف ہو جاتا ہے تو اسے امید ہوتی ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ جب اسے رب تعالیٰ کا ذکر دعا کرنے سے مصروف کر دیتا ہے تو وہ اس سے افضل عطا کرتا ہے جو وہ مانگنے والوں کو دیتا ہے جیسے حضرت سفیان بن عیینہ نے اس شخص کو جواب دیا جس نے اس دعا سے زیادہ کا سوال کیا جتنی آپ ﷺ مانگتے تھے۔ انہوں نے کہا: لا اله الا الله وحدهٗ لا شریك له۔

❁❁❁

بارھواں باب

مرگی کا علاج

صحیحین میں عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت میں سے ایک عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کی: ضرور۔ انہوں نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت۔ یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا استر کھل جاتا ہے۔ رب تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں عافیت عطا کر دے گا۔ اس نے عرض کی: میں صبر کروں گی لیکن میرا استر کھل جاتا ہے آپ دعا فرمادیں کہ وہ نہ کھلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمادی۔

میں کہتا ہوں کہ ابن القیم نے کہا ہے کہ مرگی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ مرگی جو زمینی خبیث ارواح کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۲) وہ مرگی جو ردی امور کے اختلاط کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دوسری قسم کے اسباب اور علاج کے متعلق ہی اطباء نے گفتگو کی ہے۔ جہاں تک اس مرگی کا تعلق ہے جو خبیث ارواح کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو ائمہ اور عقلاء اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسے دور نہیں کر سکتے وہ کہتے ہیں کہ ان کا مقابلہ بلند پاکیزہ اور شریف ارواح سے ہوسکتا ہے ان کے متعلق آثار اس کے افعال اور ان کا بطلان باہم ٹکراتے ہیں۔ بقراط نے اپنی ایک کتب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ مرگی کا کچھ علاج بھی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اس مرگی سے فائدہ ہوگا جس کا سبب اخلاط اور مادہ ہو لیکن جس مرگی کا سبب ارواح خبیثہ ہو اسے یہ علاج فائدہ نہ دے سکے گا۔

لیکن جاہل احمق اور بے وقوف اطباء اور وہ لوگ زنادقہ کو فضیلت دیتے ہیں وہ ارواح خبیثہ کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اس امر کا اقرار نہیں کرتے کہ مرگی والے کے بدن میں ان کی کچھ تاثیر ہو سکتی ہے۔ ان کے پاس صرف جہالت ہے ورنہ مصنوعی طب میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے وہ دفاع کر سکیں۔ حس اور وجود اسی کی گواہی دیتے ہیں۔ بعض اخلاط کے غلبہ کو کمزور کرنے کا اطلاق بعض اقسام پر صادق آئے گا۔ سب پر نہیں۔

قدیمی اطباء اس مرگی کو مرض الٰہی کہتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ ارواح میں سے ہے جبکہ جالینوس وغیرہ نے اس نام کی تاویل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اسے مرضِ الٰہی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مرض سر میں پیدا ہوتا ہے وہ اس پاکیزہ جزء کو نقصان دیتا ہے جس کا مسکن دماغ ہوتا ہے۔ ان ارواح کی جہالت، ان کے احکام، تاثیرات کی جہالت کی وجہ سے انہوں نے یہ تاویل کی ہے جبکہ زنادقہ اطباء صرف اس مرگی کو ثابت کرتے ہیں جو صرف اخلاط سے پیدا ہوتی ہے۔ جس شخص کے

پاس عقل وعرفان ہے جوان ارواح کی تاثیرات کو جانتا ہے وہ ان کی جہالت اور عقول کے ضعف پر مسکراتا ہے۔اس نوع کا علاج دو امور سے ہوسکتا ہے۔(۱) مریض کی طرف سے ایک امر (۲) معالج کی طرف سے ایک امر، جو امر مریض کی طرف سے ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو تقویت دے۔اس ارواح کے خالق کی طرف سچی توجہ کرے وہ صحیح تعوذ کرے جس پر اس کا دل اور زبان متفق ہو۔یہ جنگ کی سی قسم ہے جنگ آزما اپنے دشمن سے دو امور کے بغیر انتقام نہیں لے سکتا۔(۱) اس کا اسلحہ بذات خود عمدہ ہو۔(۲) اس کا بازو قوی ہو۔اگر ان میں سے ایک چیز بھی باقی رہ جائے تو کثیر اسلحہ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔چہ جائیکہ جب دونوں امور معدوم ہوں۔دل توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ سے خالی ہو۔اس کے پاس اسلحہ بھی نہ ہو۔دوسرا امر معالج کی طرف سے ہے کہ اس میں بھی دو امور ہیں، حتیٰ کہ بعض معالج صرف اتنا کہتے ہیں: اس سے باہر نکل جا، یا بسم اللہ، یا وہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ صرف یہ فرماتے تھے: دشمن خدا! نکل جا۔میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

میں نے اپنے شیخ کو دیکھا جو مرگی کے مریض کی طرف اس شخص کو بھیجے جو اس روح کو مخاطب کرتا جو اس میں ہوتی وہ اس سے کہتا: میرے شیخ تجھ سے کہہ رہے ہیں۔باہر نکل جا۔یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔مریض کو اسی وقت افاقہ مل جاتا۔بعض اوقات وہ بذات خود مخاطب ہوتا۔اگر وہ روح سرکشی کرتی تو وہ اسے مار کر باہر نکال دیتا۔مرگی والا درست ہو جاتا۔اسے درد نہ ہوتا۔ہم نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے۔وہ اکثر مریض کے کانوں میں یہ آیت طیبہ پڑھتے تھے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنین:۱۱۵)

ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ کسی مریض کے کان میں یہ آیت پڑھی۔روح نے کہا: ہاں! اس نے اپنی آواز لمبی کی۔انہوں نے کہا: میں نے ڈنڈا پکڑا اسے اس کی گردن کی رگوں پر مارنے لگا، حتیٰ کہ میرے ہاتھ تھک گئے۔حاضرین کو شک نہ رہا کہ وہ اس مار کی وجہ سے مر جائے گی۔مار کے دوران اس نے کہا: میں اسے محبت کرتی ہوں۔میں نے کہا: لیکن یہ تجھ سے محبت نہیں کرتا۔اس نے کہا: میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں۔میں نے کہا: لیکن یہ تیرے ساتھ حج کے لیے نہیں جانا چاہتا۔روح نے کہا: میں تیری عزت کرتی ہوئی نکل جاتی ہوں۔میں نے کہا: نہیں! رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے۔اس نے کہا: میں نکل جاتی ہوں۔مریض فوراً بیٹھ گیا۔وہ دائیں بائیں دیکھنے لگا۔اس نے کہا: مجھے شیخ کی خدمت میں کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا تجھے مار بھی پڑی ہے۔اس نے کہا: مجھے شیخ نے کیوں مارا ہے؟ حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن اسے یہ احساس نہ تھا کہ اسے مار بھی پڑی ہے۔

وہ آیۃ الکرسی سے علاج کرتے تھے۔وہ علاج کرنے والے اور مریض کو اس کی کثرت کرنے کا حکم دیتے تھے وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بھی پڑھتے تھے۔مختصر یہ کہ مرگی کی یہ قسم بھی ہے۔اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جسے عقل، علم اور عرفان کم

دیا گیا ہو۔ اکثر ارواح خبیثہ ان لوگوں پر تسلط کرتی ہیں۔ جن کے ہاں دین کی قلت ہوتی ہے دل خراب ہوتے ہیں زبانیں حقائق ذکر سے عاری ہوتی ہیں۔ تعویذات، تحصنات نبویہ اور ایمانیہ سے عاری ہوتے ہیں۔ روح خبیثہ اس شخص سے ملاقات کرتی ہے جو نہتا ہوتا ہے۔ اس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہوتا۔ وہ اکثر اس وقت اثر کرتی ہے جب وہ ننگا ہو۔

اگر پردہ اٹھ جائے تو تم اکثر نفوس بشریہ کو دیکھو گے کہ اکثر لوگ ان ارواح خبیثہ سے پچھاڑے گئے ہیں یہ ان کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ وہ جہاں چاہتی ہیں انہیں لے جاتی ہیں۔ انہیں روکا نہیں جا سکتا۔ اس سے وہ بڑا مرض ہے جس میں مریض کو صرف علیحدگی یا معاینہ کے وقت ہی اسے شفاء مل سکتی ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں مریض ہے۔ باللہ المستعان۔

مرگی کی اس قسم کا علاج بھی عقل صحیح کو اس چیز کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ملانا ہے جسے رسل عظام لے کر آئے ہیں جنت اور دوزخ اس کے سامنے اور دل کا قبلہ ہوں، وہ اہل دنیا کو اپنے سامنے حاضر کرے۔ ان پر نازل ہونے والے حادثات اور مصائب کا مشاہدہ کرے۔ ان فتنوں کو دیکھے جو ان کے گھروں میں بارش کی طرح گرتے ہیں۔ وہ پچھاڑے ہوئے ہیں انہیں افاقہ نہیں ملتا۔ یہ مرض کتنا شدید ہے لیکن اسے صرف وہی جان سکتا ہے جو پچھاڑا ہوا ہو۔ وہ اسے عجیب و غریب نہیں سمجھتا بلکہ مریضوں کی کثرت کو دیکھ کر وہ اس کے خلاف کو عجیب و غریب سمجھتا ہے۔

جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس مرض سے نجات دے دیتا ہے وہ دنیا کے بیٹوں کو اپنے ارد گرد پچھاڑے ہوئے دیکھتا ہے۔ انہیں اپنے دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ ان کے مختلف طبقات ہوتے ہیں۔ بعض پر جنون کا اطلاق ہوتا ہے کچھ کو کچھ دیر کے لیے افاقہ ہوتا ہے، پھر اپنے جنوں کی طرف لوٹ آتا ہے۔ کسی کو ایک بار افاقہ ہوتا ہے پھر جنون طاری ہو جاتا ہے۔ جب اسے افاقہ ہوتا ہے تو وہ اہل افاقہ اور اہل عقل کے سے اعمال کرتا ہے، پھر اسے مرض آلیتا ہے وہ اپنے خبط میں لوٹ آتا ہے۔

فصل

جو اخلاط کی مرگی ہے یہ وہ مرض ہے جو اعضاء نفسیہ کو افعال، حرکت اور کھڑا ہونے سے جزوی طور پر روک دیتا ہے اس کا سبب وہ گندا اور لیس دار اختلاط ہے جو دماغ کے اندر کی گزرگاہوں کو روک دیتا ہے لیکن یہ رکاوٹ مکمل طور پر نہیں ہوتی۔ وہ اس میں حس و حرکت کے نفوذ کو روک دیتی ہے بعض اعضاء میں مکمل طور پر انقطاع کے بغیر یہ مکمل نفوذ ہوتا ہے کبھی کبھی یہ اور اسباب کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جیسے غلیظ ہوا جو روح کی گزرگاہوں میں رک جاتی ہے یا ردی بخار جو بعض اعضاء کی طرف چڑھتا ہے، یا وہ تکلیف دہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے دماغ موذی کو دور کرنے میں گھٹن محسوس کرتا ہے۔ سارے اعضاء میں اکڑپن آجاتا ہے اس کی وجہ سے انسان کھڑا بھی نہیں ہو سکتا، بلکہ گر جاتا ہے اور اکثر اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے۔

اس مرض کو عادی امراض میں شمار کیا جاتا ہے خصوصی اس وقت جبکہ یہ مریض میں موجود ہو اس کا شمار طویل امراض میں بھی ہوتا ہے، کیونکہ بہت مدت تک لاحق رہتی ہے اور مشکل سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ عمر پچیس برس سے متجاوز ہو۔ یہ مرض دماغ میں ہوتا ہے۔ خصوصاً اس کے جوہر میں ہوتا ہے۔ اگر یہ مصروع ہو جائیں تو پھر یہ لازمہ بن جاتی ہے۔ بقراط نے کہا ہے ان اعضاء میں مرض باقی رہتا ہے حتیٰ کہ مریض مرجائے۔

جب اس تفصیل کا علم ہو گیا تو وہ خاتون محترمہ جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی جسے مرگی لاحق ہوئی تھی اور اس کا ستر کھل جاتا تھا ممکن ہے کہ اس کا مرض اس نوع کا ہو حضور اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ جنت کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اس پر صبر کرے۔ اس کے لیے دعا کی کہ اس کا ستر نہ کھلے۔ اسے جنت وصبر اور ضمان کے بغیر شفاء کے لیے دعا میں اختیار دیا۔ اس نے صبر اور جنت کو اختیار کر لیا۔ اس میں علاج و معالجہ کے ترک کے جواز کی دلیل ہے نیز یہ کہ دعاؤں اور توجہ الی اللہ سے ارواح کا وہ علاج ہو سکتا ہے جس کے علاج سے اطباء عاجز آجاتے ہیں اس کا فعل اور اگر طبعی اثر بدنی دواؤں کے اثر سے زائد ہوتا ہے ہم نے اور دیگر لوگوں نے اسے کئی بار آزمایا ہے عقلاء اطباء اعتراف کرتے ہیں قوی نفسانیہ اور ان کے انفعالات کے اثرات امراض کو شفاء دینے میں بڑے عجیب ہیں۔ مصنوعی طب کے لیے زندیقوں، احمقوں، جاہلوں اور نادان طبیبوں سے زیادہ نقصان دہ چیز اور کوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عورت کا مرض اس نوع کا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ارواح کی وجہ سے ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے صبر و جنت اور شفاء کے مابین اختیار دیا ہو اس نے صبر اور ستر کو اختیار کر لیا ہو۔

❀❀❀

تیرھواں باب

الغیراء کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے ''عمل الیوم و اللیلۃ'' میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت میمونہ بنت ابی عسیب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ بنو جرش میں سے ایک عورت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ وہ اونٹ پر تھی اس نے صدا دی: عائشہ! حضور اکرم ﷺ کی وہ دعا حاصل کرنے میں میری مدد کریں جو مجھے سکون دے دے۔

❀❀❀

طب میں سیرتِ پاکیزہ

پہلا باب

فوائد

(گویا کہ یہ آئندہ ابواب کے لیے مقدمہ ہے)

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱-ابتداء:

بزار نے اپنی مسند میں، الطبرانی نے الکبیر میں۔ابن السنی اور ابونعیم نے الطب النبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز ادا کرتے تو اپنے سامنے اگا ہوا درخت دیکھتے تو اس سے پوچھتے: تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہتا: فلاں۔ وہ فرماتے: تم کس چیز کے لیے ہو؟ وہ عرض کرتا: فلاں کے لیے۔ اگر وہ دوا کے لیے ہوتا تو اسے چھپا لیتے۔اگر لگانے کے لیے ہوتا تو اسے لگا دیتے۔

امام حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام جب نماز ادا کرتے تو ان کے سامنے ایک درخت نمودار ہو جاتا اسے پوچھتے: تو کون ہے؟ وہ کہتا: میں فلاں درخت ہوں۔وہ فرماتے: تو کس کے لیے ہے؟ وہ عرض کرتا: میں فلاں فلاں مرض کے لیے ہوں۔وہ اسے لگانے کا حکم دے دیتے۔

ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز کی جگہ پر ہر روز ایک درخت اگ آتا۔حضرت سلیمان اس سے پوچھتے: تو کیا ہے؟ وہ عرض کرتا: میں یہ یہ ہوں۔اس سے پوچھتے: تجھ میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں؟ وہ عرض کرتا: یہ یہ۔وہ اسے اپنے باورچی کو عطا کر دیتے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کو بنانے سے فارغ ہوئے رب تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ فرمایا۔وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ان کے سامنے قبلہ

کی سمت ایک سبز پودا اُگ آیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس درخت نے گفتگو کی۔ اس نے عرض کی: کیا آپ مجھ سے پوچھیں گے نہیں کہ میں کس لیے ہوں؟ حضرت سلیمان: تو کس لیے ہے؟ اس نے عرض کی: میں فلاں فلاں درخت ہوں۔ فلاں فلاں مرض کا علاج ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کاٹنے کا حکم دیا۔ اسی طرح ہر روز جب وہ مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ایک درخت اگا ہوا دیکھتے۔ اس وقت فلاسفہ نے طب پر کتب لکھیں ان دواؤں اور درختوں کے نام لکھے جو مسجد میں اگے تھے۔

امام بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہے۔ رگیں اس کی سمت جانے والی ہیں۔ جب معدہ درست ہوتا ہے رگیں صحت کے ساتھ رواں ہوتی ہیں جب معدہ بیمار ہوتا ہے تو رگیں مرض کے ساتھ رواں ہوتی ہیں۔

تنبیہ

امام بیہقی نے ارطاۃ کی سند سے روایت کیا ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس طبیب جمع ہوتے۔ انہوں نے پوچھا: معدہ کی دواء کی بنیاد کیا ہے؟ ہر ہر شخص نے اپنا مؤقف پیش کیا۔ ایک شخص ساکت رہا۔ جب فارغ ہو گئے تو اس نے اسے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: انہوں نے کچھ اشیاء کا ذکر کیا ہے جو بعض نفع دیتی ہیں، لیکن اس کی بنیاد تین امور ہیں۔ (۱) کھانا اس وقت کھاؤ جب تمہیں اس کی ضرورت ہو۔ (۲) پکا ہوا گوشت اس وقت کھاؤ جب اس کا پکنا مکمل ہو جائے۔ (۳) لقمہ خوب چبا کر کھاؤ حتیٰ کہ معدہ کو اس کے لیے بہت کم مشقت کرنی پڑے۔ امام بیہقی نے ابراہیم بن علی الذھلی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سارے کلمات میں سے چار ہزار کلمات نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے چار سو کلمات نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے چالیس کلمات نکالے گئے ہیں ان میں سے چار یہ کلمات نکالے گئے ہیں:

۱- عورتوں پر اعتماد نہ کرو۔
۲- معدہ میں وہ نہ ڈالو جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔
۳- مال تمہیں دھوکہ نہ دے۔
۴- تمہیں اتنا علم کافی ہے جو تمہیں فائدہ دے۔

امور طبیعہ سات ہیں

۱- ارکان: یہ چار ہیں۔ (۱) آگ یہ گرم خشک اور ٹھنڈی ہے۔ (۲) مزاج: اس کی نو اقسام ہیں جو معتدل اور غیر معتدل میں منقسم ہیں۔ معتدل ایک ہے غیر معتدل یا مفرد چار ہیں۔ گرم، ٹھنڈا، تر، خشک، مرکب بھی چار ہیں۔ گرم خشک، گرم تر، ٹھنڈا خشک، ٹھنڈا تر حیوانات کے مزاجوں میں سے اعدل مزاج انسان کا ہے انسانوں میں اعدل مزاج مؤمنوں کا ہے۔ ان میں سے اعدل مزاج انبیائے کرام کا ہے۔ ان میں سے اعدل مزاج مرسلین کا ہے۔

ان میں سے اعدل مزاج اولوالعزم کا ہے۔ان میں سے اعدل مزاج حضور اکرم ﷺ کا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اطباء کے فوائد میں سے ہے کہ نفس کے اخلاق بدن کے مزاج کے تابع ہوتے ہیں۔بدن کا مزاج جتنا اعدل ہوگا اس کے اخلاق اتنے ہی احسن ہوں گے۔جب یہ معلوم ہوگیا تو رب تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ آپ خلق عظیم پر ہیں۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا خلق قرآن تھا۔اس سے یہی لازم آتا ہے کہ آپ کا مزاج ہمایوں تمام مزاجوں سے اعدل ہو،لہذا آپ کا خلق احسن تھا،جوانی اعدل ہوتی ہے بچپن تر ہوتا ہے کہولت اور شیخوخیت ابرد ہوتی ہے۔سبابہ انگلی کے پورے کی جلد مزاج کے اعتبار سے سارے اعضاء سے اعدل ہے،پھر دیگر پوروں کی جلدیں۔سارے اعضاء میں احر (گرم) دل پھر جگر اور پھر گوشت ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا: یہ رب تعالیٰ کی قدرت اور لطف ہے کہ اس نے عقل دماغ میں،سر گردوں میں،غضب جگر میں۔بہادری دل میں،صحت تلی میں،حزن وفرحت چہرے میں رکھے۔اس میں تین سا تھ جوڑ رکھے ہڈی کو سب سے ابرد رکھا،پھر پٹھے کو پھر حرام مغز،پھر دماغ کو ابرد رکھا۔ان میں ہڈی سب سے زیادہ خشک اور سب سے تر گوشت کو رکھا۔

۳-اخلاط اربعہ

جب یہ کسی شخص میں برابر ہوتے ہیں تو اس کا خلق اعتدال پر آجاتا ہے جب ان میں سے کسی ایک کا غلبہ ہوتا ہے تو اس شخص کو وہی نام دیا جاتا ہے جس کا اس پر غلبہ ہو۔خون والے کو رطب گرم دموی کہا جاتا ہے یہ افضل ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسی سے جسم کو طبعی غذا ملتی ہے۔اسی سے آنکھوں کی سرخی،آشوب چشم،چیچک،پھوڑے ورم،ڈھیلا پن اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر بلغم ہے۔یہ تر بارد ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے جب بدن کو غذا انہیں ملتی تو یہ خون میں بدل جاتی ہے۔یہ اعضاء کو تر رکھتی ہے تاکہ حرکت انہیں خشک نہ کردے۔اس میں سے طبعی وہ ہے جو دمویہ کی طرف منتقل ہونے کے قریب ہو۔غیر طبعی نمکین ہے یہ حرارت کی طرف میلان رکھتی ہے۔ترش برد مشیخ خالص البرد ہوتی ہے۔اس سے برد،فالج،بخار اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر صفراء ہے اس کا کچھ حصہ انتڑیوں کی طرف جاتا ہے بخارات کے نکلنے پر تنبیہ کرتا ہے۔اس میں سے طبعی خفیف احمر ہے،جبکہ غیر طبعی مخی،کدانی،زنجاری اور احتراقی ہے۔صفراء زنجاری میں کدانی کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔اسی لیے یہ موت سے ڈراتا ہے۔پتہ کو صفراء کہا جاتا ہے اس سے سر درد،پیلا یرقان زرد ورم پیدا ہوتا ہے۔اسی سے تیسرے روز کا بخار اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں،پھر سوداء ہے۔یہ خشک ٹھنڈا ہوتا ہے یہ خون کو گاڑھا کرتا ہے۔یہ تلی اور ہڈیوں کو غذا فراہم کرتا ہے اسی کا ایک جزء معدہ کے منہ کی طرف جاتا ہے یہ بھوک سے آگاہ کرتا ہے کیونکہ یہ ترش ہوتا ہے اس کا طبعی حصہ خون کا ردی ہے،جبکہ غیر طبعی میل جول سے پیدا ہوتا ہے۔اسے مرۃ السوداء کہا جاتا ہے اس سے جذام،خارش،فالج،سکتہ اور تیسرے دن کا بخار پیدا ہوتا ہے۔

۴-اعضائے اصلیہ

یہ منی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۵- ارواح

۶- قوی۔ یہ تین ہیں۔(۱)طبیعیہ (۲) حیوانیہ (۳) نفسانیہ

۷- افعال۔ یہ کھینچنے اور دور کرنے کے لیے ہیں۔

بدن کے تین احوال ہوتے ہیں۔صحت، مرض اور وہ حالت جو نہ حالتِ صحت ہو نہ حالت مرض۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مرض سے تو شفاء یاب ہو جائے لیکن پہلی حالت پر نہ آئے اور بڑھاپا صحت وہ بدنی ہیئت ہوتی ہے جس کے ساتھ افعال سالم ہوں۔اسلام کے بعد عافیت وہ افضل نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ انسان پر کرتا ہے کیونکہ صحت کے بغیر انسان نہ تو حسن تصرف کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے رب تعالیٰ کی صحیح طرح اطاعت کر سکتا ہے۔اس کی کوئی نظیر نہیں ہے بندے کو اس کے لیے رب تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو ایسی نعمتیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کیا کرو یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں جو انسان کو دی گئی ہو۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے عمدہ کوئی سوال نہیں کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔ایک اعرابی نے آپ سے التجاء کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمازوں کے بعد رب تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ فرمایا: رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔حضرت داؤد علیہ السلام کی حکمت میں ہے: عافیت مخفی سلطنت ہے ایک ساعت کا غم سال بھر کا بڑھاپا ہے۔فرمایا: عافیت صحت مندوں کے سروں پر تاج ہے جسے صرف مریض دیکھتے ہیں۔ایک قول یہ ہے: عافیت وہ نعمت ہے جس سے غفلت برتی جاتی ہے: ایک شخص کہا کرتا تھا: ہر ساکن رگ کے نیچے اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں۔مولا! دین، دنیا اور آخرت میں عافیت عطا فرما۔

مرض وہ حالت ہے جو صحت کے مخالف ہے اس سے جسم طبعی گزرگاہ سے نکل جاتا ہے ہر مرض کی ابتداء ہوتی ہے پھر اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔انحطاط ہوتا ہے انتہاء ہوتی ہے اس کے چھ اسباب ہیں:

۱- ھواء: روح کی تعدیل اس کی طرف مجبور ہوتی ہے۔جب تک ہوا صاف ہوتی ہے اس میں خبیث اور گندی بو ملی ہوئی نہیں ہو تو یہ صحت کی محافظ ہوتی ہے۔جب یہ متغیر ہوتی ہے تو اس کا حکم متغیر ہو جاتا ہے۔ہر موسم میں ایسے امراض آتے ہیں جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔وہ اس کے الٹ کو زائل کر دیتے ہیں۔موسم گرما صفراء کو ابھارتا ہے اس کے امراض کو لے کر آتا ہے ٹھنڈی امراض کو شفاء یاب کر دیتا ہے ٹھنڈی ہوا جسم کو قوت اور مضبوطی عطا کرتی ہے۔ہاضمہ کو بہتر کرتی ہے۔ہوا کے متغیر ہونے پر یہ وباء بن جاتی ہے۔

۲۔ جو کچھ کھایا اور پیا جاتا ہے اگر وہ گرم ہو تو جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یا اس کے برعکس۔
۳۔ بدنی حرکت وسکون۔ حرکت بدن میں گرمی پیدا کرتی ہے جبکہ سکون اس کے برعکس ہے۔
۴۔ نفسانی حرکت وسکون۔ جیسے قبض، فرحت، ہم، غم، خجالت وغیرہ۔ یہ احوال روح کی حرکت سے حاصل ہوتے ہیں یا جسم کے اندر سے یا باہر سے۔
۵۔ نیند اور بیداری۔ نیند روح کو بدن کے اندر کی طرف لے جاتی ہے اس کے ظاہر کو ٹھنڈا کرتی ہے اسی لیے سونے والے کو چادر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عالم بیدار کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔
۶۔ پوری تندہی سے کام کرنا اور رک جانا۔ ان کی معتدل کیفیت نفع بخش ہے صحت کی محافظ ہے برتن چاٹنا ہضم کو روک دیتا ہے معدہ کو شق کر دیتا ہے۔

۳۔ اخلاط کے پیدا ہونے کی کیفیت

جب غذا معدہ میں جاتی ہے تو وہ اس جوہر میں تبدیل ہو جاتی ہے جو اس پانی کی مانند ہو جاتی ہے جو دودھ اور آٹے کا آمیزہ ہوتا ہے۔ اسے کیلوج کہا جاتا ہے یہ صاف جگر کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس میں پک جاتی ہے اس سے ایک چیز حاصل ہوتی ہے جو جھاگ کی مانند ہوتی ہے ایک چیز کیچڑ کی مانند ہوتی ہے اس کے ہمراہ ایک جلی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ اگر وہ پکنے میں جل جائے، کچھ ناپختہ چیز ہوتی ہے جو پکنے سے رہ جاتی ہے۔ جھاگ طبعی صفراء ہوتا ہے کیچڑ سا سوداء طبیعہ ہوتا ہے۔ جلنے والا غیر طبعی صفراء اور بھاری بھرکم چیز غیر طبعی سوداء ہوتا ہے۔ کچی چیز بلغم ہوتی ہے۔ ان سب سے جو چیز پک کر تیار ہوتی ہے وہ خون ہے جب یہ خون جگر سے جدا ہوتا ہے تو یہاں فضلات سے پاک ہوتا ہے جو اس میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ اس رگ کی طرف جاتا ہے جو گردوں کی طرف جاتا ہے اس کے ساتھ کچھ خون ہوتا ہے جو دونوں گردوں کی غذا بنتا ہے۔ وہ ان کی طرف چلا جاتا ہے بقیہ مثانہ اور سوراخِ ذکر کی طرف چلا جاتا ہے عمدہ اور پاکیزہ خون اس بڑی رگ کی طرف چلا جاتا ہے جو جگر کے ابھار کے پاس نمودار ہوتی ہے پھر یہ منتشر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر چھوٹی رگوں میں سے ہوتا ہوا پتلی بال نما رگوں میں چلا جاتا ہے ان کے منہ اسے اعضاء میں پھینک دیتے ہیں یہ عزیز اور حکیم ذات کا اندازہ ہے۔ غذاء کی شان یہ ہے کہ وہ انسانی جسم کا جزء بنے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جسم حرام پر پلے وہ آگ کا زیادہ مستحق ہے۔

اعضاء

وہ اجسام ہوتے ہیں جو اخلاط کے مزاج کی ابتداء سے پیدا ہوتے ہیں جیسے اخلاط وہ موکدہ اجسام ہیں جو ارکان کے

مزاج کی ابتداء سے پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ اعضاء مفرد ہوتے ہیں جیسے گوشت، ہڈی اور پٹھے اور کچھ اعضاء مرکب ہوتے ہیں جیسے چہرہ اور ہاتھ، پہلے اعضاء جو اجزاء کے متشابہ ہوتے ہیں وہ ہڈی ہے اسے مضبوط پیدا کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بدن کی بنیاد ہے حرکت کی اساس ہے پھر غضروف ہے یہ سارے اعضاء سے مضبوط ہوتی ہے اس کی منفعت یہ ہے کہ یہ ہڈیوں کو نرم اعضاء سے ملاتی ہے پھر اعصاء ہیں ان میں سے کچھ اجزاء دماغ میں ہوتے ہیں کچھ حرام مغز میں ہوتے ہیں یہ پٹھے نرم ہوتے ہیں جو نرمی سے مڑ جاتے ہیں لیکن یہ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ جدا نہیں ہوتے انہیں اس لیے تخلیق کیا جاتا ہے تا کہ ان کے ذریعے اعضاء کے لیے احساس اور حرکت مکمل ہو، پھر اوتار (پٹھے) ہیں یہ وہ اجسام ہوتے ہیں جو پٹھوں کی اطراف پر ہوتے ہیں یہ عصب کے مشابہ ہوتے ہیں پھر الرباطات ہوتے ہیں یہ وہ اجسام ہیں جو عصب کے مشابہ ہوتے ہیں پھر الشریانات ہوتے ہیں۔ یہ وہ اجسام ہیں جو دل میں پیدا ہوتے ہیں یہ طویل اور اندر سے خالی ہوتے ہیں یہ پٹھے دار اور باہم متصل ہوتے ہیں پھر الاوردۃ ہوتے ہیں یہ شریانوں کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن یہ جگر سے پیدا ہوتے ہیں پھر اغشیہ ہوتے ہیں۔ یہ ایسے اجسام ہوتے ہیں جو غیر محسوس عصبی ریشوں سے تیار ہوتے ہیں، پھر گوشت ہوتا ہے یہ بھرا اور عظیم ہوتا ہے۔ اسی پر جسم میں ان اعضاء کو رکھا جاتا ہے ان کی قوت کا انحصار اسی پر ہوتا ہے، پھر وہ اعضاء ہوتے ہیں جو خون کے قریب المزاج ہوتے ہیں۔ خون غذا کا محتاج نہیں ہوتا حتیٰ کہ پہلے اسے بہت سے تغیرات میں گزرنا پڑتا ہے کچھ اعضاء خون کے بعید المزاج ہوتے ہیں خون ان کی طرف منتقل ہونے کا محتاج ہوتا ہے لیکن پہلے اس میں استدراجاً تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے جوہر میں ہڈی کے مشابہ ہو جائے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی ایک کی تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ رہتی ہے پھر علقہ بن جاتی ہے پھر مضغہ بن جاتی ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ المنہج السوی میں ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ روح پھونکنا چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اسی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت خزیمہ بن حکیم سلمی نے حضور اکرم ﷺ سے مرد اور عورت کے پانیوں کی قرارگاہ کے متعلق پوچھا۔ نیز کہ بچے کے کون سے اعضاء مرد کے پانی سے اور کون سے اعضاء عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔ جسم میں نفس کہاں ہوتا ہے؟ بچہ ماں کے پیٹ میں کیا پیتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کون سے اعضاء مرد کے پانی سے اور کون سے اعضاء عورت کے پانی سے بنتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرد کے پانی سے ہڈیاں، رگیں اور پٹھے بنتے ہیں عورت کے پانی سے گوشت، خون اور بال بنتے ہیں۔ جہاں تک مرد کے پانی کی قرارگاہ کا تعلق ہے تو اس کا پانی سوراخ سے نکلتا ہے یہ پانی مرد کی پشت سے رواں ہوتا ہے۔ یہ بائیں بیضۃ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک عورت کے پانی کا تعلق ہے اس کا پانی ترائبیہ میں ہوتا ہے وہ قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ حق زوجیت ادا کرلے۔ نفس کی جگہ دل ہے دل رگوں سے معلق ہوتا ہے۔ یہ رگیں دیگر رگوں کو سیراب کرتی ہیں۔ جب دل ہلاک ہو جاتا ہے تو رگ منقطع ہو جاتی ہے۔ بچے کی ماں کے پیٹ میں مشروب کا تعلق ہے۔ یہ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر چالیس روز

تک علقہ رہتا ہے پھر چالیس روز تک مشیج اور چالیس روز تک تخلیق رہتا ہے، پھر چالیس روز تک مضغہ رہتا ہے، پھر اسے ہڈیوں سے مضبوط بنایا جاتا ہے پھر وہ جنین بن جاتا ہے اس وقت اس میں روح پھونکی جاتی ہے وہ روتا ہے پھر رحم کی رگیں بچھائی جاتی ہیں۔

خطابی نے لکھا ہے: طب کی دو قسمیں ہیں۔ طب قیاسی، یہ یونانی طب ہے جو اکثر شہروں میں مستعمل ہے عرب اور ہند کی طب۔ یہ تجربات کی طب ہے۔ اس کی اکثریت کو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے یہ عرب کے مسلک کے مطابق ہے سوائے اس کے جسے علم نبوی نے از طریق وحی مخصوص کر دیا گیا ہو یہ اس چیز کا دامن چاک کر دیتا ہے جس کا ادراک اطباء کرتے ہیں جسے حکماء جانتے ہیں جو کچھ آپ نے کیا یا فرمایا وہ درستگی کے بلند ترین درجہ پر ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو محفوظ کر دیا ہے الا یہ کہ آپ حق اور سچ ہی فرمائیں۔

ابن القیم نے الھدی میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے علاج کی تین انواع ہیں۔ (۱) طبعی دواؤں سے (۲) ادویہ الٰہیہ سے (۳) دونوں کے مرکب سے، پھر لکھا: علاج کرانا آپ کی سنت مطہرہ ہے۔ آپ کے اہل بیت یا صحابہ کرام میں سے جو مریض بن جاتا آپ ﷺ اسے علاج کرانے کا حکم دیتے لیکن ان مرکبہ ادویہ کا استعمال آپ کی سنت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی سنت نہیں ہے ان مرکبہ ادویہ کا استعمال اقرباذین کہلاتا ہے بلکہ ان کی دواؤں کی اکثریت مفردات پر مشتمل تھی، بعض اوقات وہ مفرد کے ساتھ وہ چیز ملا دیتے جو اس کی معاونت کرتی یا اس کی تیزی کو ختم کر دیتی۔ اقوام کی اکثر طب اسی پر مشتمل ہوتی تھی اگرچہ اس کی اجناس مختلف ہوتی تھیں۔ مثلاً عرب، ترک اور اہل بوادی۔ مرکبات سے مراد روم اور یونان لیے جاتے ہیں اطباء کا اتفاق ہے کہ جب تک غذا کے ساتھ غذا ممکن ہو دواء کی طرف میلان نہ رکھا جائے۔ جب تک بسیط سے علاج ممکن ہو مرکبات کی طرف رجحان نہ رکھا جائے۔ انہوں نے لکھا ہے: ہر وہ مرض جسے غذا یا پرہیز سے دور کیا جا سکتا ہو اسے دواؤں سے دور نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا: کسی طبیب کو دوائیں دینے کا مشتاق نہیں ہونا چاہیے جب دوا بدن میں مرض نہ پائے جسے شفاء یاب کرے یا ایسا مرض پائے جو اس کے موافق نہ ہو یا ایسا مرض پالے جو اس کے موافق ہو تو اس کی کیفیت اور کیمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے وہ اس کی صحت کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اس کے ساتھ کھیلتی رہتی ہے تجربہ کار حکماء اور اطباء کا غالب علاج مفردات کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہ طب کے تین گروہوں میں سے ایک ہے تحقیق اس میں یہ ہے کہ ادویہ اغذیہ کی جنس سے ہوں۔ وہ قوم جس کی اکثر غذائیں مفردات ہوں۔ ان میں امراض بہت کم ہوتے ہیں ان کی طب بھی مفردات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اہل شہر جن پر مرکبہ غذا کا غلبہ ہوتا ہے وہ مرکب ادویہ کے محتاج ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اکثر امراض مرکب ہوتے ہیں ان کے ادویہ مرکبہ ہی نفع بخش ہو سکتی ہیں دیہاتوں اور صحراؤں میں رہنے والے لوگوں کی امراض مفردہ ہوتی ہیں۔ ان کے علاج کے لیے ادویہ مفردہ ہی کافی ہوتی ہیں۔ یہ مصنوعی طب کے اعتبار سے دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں: اسی جگہ ایک اور امر بھی ہے وہ یہ کہ اطباء کی طب کی اس طرف نسبت اسی طرح ہے جیسے عادت اور بوڑھی عورتوں کی طب

کی نسبت ان کی طرف ہو۔ دانا اور حاذق اطباء نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان کے پاس طب یا قیاسی ہے یا تجربات کی۔ جہاں تک الہامات، خوابوں یا درست اندازے کا تعلق ہے تو وہ یا تو حیوانات۔ سے لیا گیا ہے جیسے ہم بلیوں کو دیکھتے ہیں کہ جب زہریلی چیز کھالیں تو وہ چراغ کی طرف جاتی ہیں تیل پی کر علاج کرتی ہیں۔ جیسے کہ سانپوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ زمین سے نکلتے ہیں تو ان کی آنکھوں پر پردہ ہوتا ہے۔ وہ رازیانج کی طرف جاتے ہیں اس پر اپنی آنکھیں ملتے ہیں۔ اسی طرح وہ وحی جو رب تعالیٰ اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرتا ہے کہ کون کی چیز نفع بخش ہے اور کون سی چیز ضرر رساں ہیں۔ اس قسم کی جو طب اطباء کے پاس ہے اس کی نسبت اسی طرح ہے جیسے ان کے پاس وہ علوم ہیں جو انبیائے کرام لے کر تشریف لاتے ہیں۔

42

امام ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں لکھا ہے کہ آپ نے جو تشریع اپنے صحابہ کرام کے لیے کی ہے اس میں آپ کی ساری امت شامل ہوئی مگر جیسے کوئی دلیل خاص کر دے۔ آپ کا اپنے صحابہ کرام اور اہل سرزمین کے لیے طب بیان کرنا یہ ان کی زمین اور طبیعتوں کے ساتھ خاص ہے، مگر جس کے عام ہونے پر دلیل قائم ہو جائے۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مچھلی اور دودھ اور خس اور مچھلی کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہسن اور پیاز گوشت کے خشک اور تر ٹکڑوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ترش اور تیز کو جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے سماق اور سرکہ کو چاول اور انگور کو انار اور ہریسہ کو جمع کرنے سے منع کیا ہے آپ نے دو گرم غذاؤں یا دو ٹھنڈی غذاؤں یا دو پھولی ہوئی اشیاء کھانے سے منع کیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ سرکہ اور تیل سے بچے جبکہ انہوں نے تانبے کے نیچے رات بسر کی ہو۔ اسی طرح پنیر اور گرم کھانے سے منع کیا۔ جب وہ اس کی روئی میں یا کسی اور کی روئی میں ہو۔ اسی طرح انسان کو ایسا کھانا کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے جس کا رنگ بدلا ہوا ہو۔ ایسا پانی پینے سے اجتناب کرنا چاہیے جسے ڈھانپا نہ گیا ہو۔ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں آسمان سے وباء نازل ہوتی ہے۔ وہ جس کھلے برتن کو پاتی ہے اس میں گر پڑتی ہے حضور طبیب روح و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔ مشکیزوں کو بند رکھا کرو تا کہ ان میں کوئی زہریلا جانور نہ گر پڑے۔ وہ اسے کھانے یا پینے والے کو ہلاک نہ کر دے۔ (مسلم)

جس نے چالیس روز تک پیاز کھایا۔ اس کے چہرے پر چھائیاں پڑ گئیں تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے میانہ روی اختیار کی اور نمکین کھانا کھایا اس کے جسم پر سفید داغ ہو گئے یا اسے خارش لاحق ہو گئی تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے انڈہ اور مچھلی اکٹھی کھائی اور اسے فالج ہو گیا تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جس نے سیر ہو کر کھایا اور حمام میں چلا گیا اور اسے فالج ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جسے احتلام ہوا اس نے غسل نہ کیا حتیٰ کہ اس نے جماع کر لیا۔ اس کے ہاں مجنون یا پاگل بچہ پیدا ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ جس نے رات کے وقت آئینہ دیکھا اور اسے لقوہ ہو گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ جس نے اترج (لیموں) رات

کے وقت کھایا اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا تو صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بدہضمی ہر مرض کی بنیاد ہے۔ کیونکہ یہ شہوت کی حرارت کو سست کر دیتی ہے۔ شہوت کے موافق پر اقتصار کرنا چاہیے۔ اس کی کثرت نہ کرنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا کوئی بھرا ہوا برتن اتنا برا نہیں جتنا برا بھرا ہوا پیٹ ہے۔ ابن آدم کے لیے وہ چند لقمے ہی کافی ہوتے ہیں جن سے اس کی کمر کو کام وکاج کے لیے سیدھا رکھ سکے۔ اگر ضروری ہی ہو تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔ اس روایت کو امام نسائی اور امام ترمذی نے رقم کیا ہے۔ انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ سیرابی (سیر ہو کر کھانا) بدعت ہے، جو پہلی صدی کے بعد پیدا ہوئی۔ آپ نے سخت کھانے سے منع کیا ہے۔

۵۔ اس کی امراض کی کثرت جبکہ وہ مقامات میں زیادہ دیر نہ ٹھہرا ہو۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ گرم دن میں اس نالے کے پاس سے گزرتے جہاں بارش کا پانی بہتا تھا۔ بہت سے لوگ پیدل تھے۔ بہت سے لوگوں کے روزے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! پانی پیو۔ آپ نے اس پانی سے منع کیا جسے دھوپ میں گرم کیا گیا ہو۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا۔ آپ نے فرمایا: حمیراء! اس طرح نہ کیا کرو۔ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ شوریدہ زمین کا پانی پینے سے بلغمی امراض پیدا ہوتی ہیں ایسے شہر وبائی ہوتے ہیں۔

ابو نعیم نے "الطب" میں لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس جگہ ساری روئے زمین سے زیادہ وبائیں آتی تھیں۔ اس کی وادی میں نالے بہتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: مولا! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت فرما۔ اسے ہمارے لیے صحت افزاء مقام بنا دے۔ اس کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ میٹھا پانی نمکین پانی سے غسل کرنے سے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ یہ بدن کو صاف کرتا ہے۔ نمکین پانی سے خارش پیدا ہوتی ہے۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اسی طرح ہے جیسے تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے رواں نہر ہو۔ وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے۔ کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گی؟ پانی سے کثرت سے غسل کرنے سے رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔

امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ارے! دنیا اور آخرت میں پانی مشروبات کا سردار ہے۔ زیادہ نفع مند وہ پانی ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ پیا جائے اور اسے تین بار میں ختم کیا جائے۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت شہر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عرضاً مسواک کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ پانی

نوش فرماتے تھے۔ آپ فرماتے یہ زیادہ سکون اور زیادہ نفع بخش اور زیادہ شفاء دینے والا ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تو سانس لے کر نوش فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: یہ زیادہ خوشگوار زیادہ مزے دار اور زیادہ شفاء عطا کرنے والا ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو سانس لے کر پیا کرو۔ یہ زیادہ خوشگوار زیادہ پرلطف اور زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پانی پیتے تو تین سانس لیتے تھے۔ فرمایا: اس طرح یہ زیادہ عمدہ، خوشگوار اور لطف آور ہے۔

پینے کے لیے سب سے زیادہ مناسب وہ برتن ہوتا ہے جس میں جو تنکا وغیرہ ہو وہ ظاہر ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے تو اسے تین سانسوں میں نوش کرتے تھے۔ ابتداء میں بسم اللہ پڑھتے تھے۔ اختتام پر الحمد للہ پڑھتے تھے۔ کشمش کی نبیذ سرعت کے ساتھ جسم کو عمدہ کرتی ہے۔ آپ کے نزدیک مشروبات میں سے شیریں اور ٹھنڈا مشروب پسند تھا۔ ابن السنی اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا مشروب عمدہ ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شیریں اور ٹھنڈا ہو۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک پانی پیے جو اتنا ٹھنڈا پیے جتنی اس میں طاقت ہو، کیونکہ یہ معدہ کے لیے زیادہ خوشگوار بیماری میں نفع بخش اور شکر ادا کرنے پر ابھارنے والا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔ انہوں نے فرمایا: یہ میرے دل سے غم دور کرتا ہے میری بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ جب کھانے کے بعد پیا جائے تو یہ غذاؤں کی خرابی کو دور کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وہاں انگور پیدا ہوتا ہے۔ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو چکا ہے اب ہم انگور کا کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے کشمش میں تبدیل کر دیا کرو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم زبیب (کشمش) کو کیا کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے صبح کے وقت بھگو دیا کرو۔ اسے شام کے وقت پی لیا کرو۔ اسے شام کے وقت بھگو کر صبح کے وقت پی لیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مؤخر نہ کرو حتیٰ کہ وہ سخت ہو جائے۔ اسے گڑھوں میں اور دبا (کدوں کے برتنوں) میں نہ ڈالا کرو۔ اسے مشکیزوں میں ڈال لیا کرو۔ اگر یہ کچھ مؤخر بھی ہو گیا تو یہ سرکہ بن جائے گا۔

(ابونعیم فی الطب)

کھجور کی نبیذ نرم اور گاڑھی ہوتی ہے۔ اس سے عمدہ خون پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے کچی اور پکی کھجوریں اور کشمش اور کھجور کو ملا کر کھانے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: انہیں الگ الگ مشکیزوں میں ڈالو جن کے منہ نرم ہوں اگر تمہیں خدشہ ہو کہ یہ سخت ہو جائے گی تو اس کی خشکی کو دور کرنے کے لیے پانی کی زیادتی کر دو۔ زبیب کو عمدہ غذا میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسے نہار منہ کھانا بہت سے امراض کا علاج ہے۔ یہ ضروری ہے کہ نہار منہ اتنی مقدار میں نہ کھائی جائیں کہ شراب بن جائیں۔
آپ عید الفطر کے روز اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے تھے حتیٰ کہ آپ سات کھجوریں یا سات کشمش نہ کھالیتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا ہے:

تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ (الابراہیم:۲۵)

ترجمہ: وہ دے رہا ہے اپنا پھل ہر وقت حکم سے اپنے رب کے۔

یہ ہند میں اخروٹ کا درخت ہے۔ وہ ہر ماہ ثمر آور ہو جاتا ہے۔ اس کا پھل کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔

کچی کھجور ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ پیٹ میں گرہ لگا دیتی ہے۔ جب اسے پکی کھجور کے ساتھ کھایا جائے تو اس کا نقصان کم ہوتا ہے۔ بُسر (نیم پختہ کھجور) جو سرخ اور زرد ہو۔ وہ معتدل ہوتی ہے۔ اس میں کچھ حرارت ہوتی ہے۔ اس کی نبیذ کو فضیخ کہا جاتا ہے۔ رطب معدہ کو آلودہ کرتی ہے ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں آپ کے پاس رطب لے کر آتا تو آپ معذق کو تناول فرمالیتے اور مذنب کو ترک فرما دیتے۔ اسے دوسری چیز کے ساتھ کھایا جاسکتا ہے تا کہ اس کا عیب ختم ہو سکے۔ آپ اسے کھیرے اور تربوز کے ساتھ کھالیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کھیں کو کھجور کے ساتھ کھانے سے زیادہ عمدہ ہو۔

آپ کے قریب کچھ تل اور کچھ کھجوریں پیش کی گئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کچھ کھالیں۔ اٹھنے کا نام لیا تو اس کے لیے دعا کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسب کے تمر کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کی خدمت میں دودھ کا جام لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نوش فرمایا۔ کھجوروں میں سے سب سے عمدہ البرنی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری کھجوروں میں سے بہترین البرنی ہے۔ یہ مرض ختم کر دیتی ہے لیکن اس میں کوئی مرض نہیں ہے۔ اسے کھیرے کے ساتھ کھانا بدن کو خوشگوار بناتا ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح کیا تو میری امی جان نے مجھے ہر چیز کھلائی مگر میں موٹی نہ ہوئی۔ انہوں نے مجھے کھیرا اور رطب (کھجوریں) کھلائیں تو میں خوب موٹی ہوئی۔

حجاز کی کھجوروں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش عجوہ ہے۔ کندھے اور بازو کا گوشت جلد ہضم ہونے میں گردن کے گوشت کی مانند ہوتا ہے۔ اس میں فضلات کے لیے رطوبت اور لیس ہوتی ہے۔ اسی طرح گوشت کا اگلا حصہ پچھلے حصے سے زیادہ عمدہ اور تر ہوتا ہے۔ بازو اور دستی وغیرہ اطراف کا گوشت طبیعت کو سہولت دیتا ہے اور اس کھانسی میں نفع بخش ہوتا ہے جو حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ پشت کا سرخ گوشت کثیر غذائیت رکھتا ہے۔ خرگوش کا عمدہ گوشت پشت اور ارکان کا گوشت ہوتا ہے خرگوش میں سے عمدہ گوشت بھونا ہوا خشک ہوتا ہے۔

مرغی کا گوشت عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ یہ منی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ نے اسے تناول فرمایا تھا جیسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ پہاڑی پرندوں کا گوشت بہت گرم ہوتا ہے۔ اس سے سوادی خون پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے سرخاب کا گوشت تناول فرمایا تھا، جبکہ چکور کا گوشت پیٹ کے لیے عمدہ اور قوی غذا ہے۔ آپ کی خدمت میں بھونی ہوئی چکور پیش کی گئی۔ آپ نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ عرض کی: مولا! میرے پاس اپنی مخلوق میں سے افضل شخص کو بھیج دے۔ جو میرے ساتھ کھائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو گئے۔ (ابونعیم)

چڑیا کا گوشت گرم ہوتا ہے یہ قوتِ شہوت میں ابھار پیدا کرتا ہے۔ جب کہ گوہ کا گوشت لگا تار کھایا جائے تو جسم گرم ہو جاتا ہے۔ اسے کھا کر موٹاپا کا علاج کیا جاتا ہے جبکہ لگا تار ٹڈیاں کھانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اس سے جو پسندیدہ چیز کھائی جاتی ہے وہ ہے جسے بھون لیا جائے اور خشک کر لیا جائے۔

تنبیہات

۱- امراض کی دو اقسام ہیں:

(۱) امراض مادیہ۔ یہ مادہ کے جسم میں زیادہ ہونے سے لاحق ہوتی ہیں حتیٰ کہ یہ جسم کے افعال طبیعیہ کو مؤخر کر دیتے ہیں یہ اکثر امراض ہیں اس کا سبب پہلے کھانے کے ہضم سے قبل جسم میں یا کھانا داخل کر دینا ہے اور جسم کی ضرورت سے زائد داخل کر دینا ہے۔ ایسی غذائیں کھانا ہے جن کا نفع کم ہو اور وہ دیر سے ہضم ہوتی ہوں۔ نیز ایسی غذاؤں کی کثرت کرنا ہے جو متنوع اور مختلف تراکیب کی ہوں۔ ان غذاؤں سے جسم انسانی کو بھر لینا۔ ان کا عادی بن جانا۔ ان سے مختلف قسم کی امراض لاحق ہوتی ہیں جب غذا میں توسط اختیار کیا جائے ضرورت کے مطابق کھائی جائے تو وہ کیفیت اور کمیت میں معتدل ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ زیادہ غذا کھانے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

غذا کے تین مراتب ہیں۔ (۱) ضرورت کا مرتبہ (۲) کفایت کا مرتبہ (۳) زائد کا مرتبہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لیے وہ چند لقمے کافی ہوتے ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔ اس کی قوت کو ساقط نہ کریں۔ اس کو کمزور نہ کریں۔ اگر انسان اس سے متجاوز کرے تو پیٹ کا تیسرا حصہ کھالے ایک ثلث پانی کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے چھوڑ دے۔ یہ جسم اور دل کے لیے زیادہ نفع بخش ہے جب جسم کو کھانے سے بھر لیا جاتا ہے تو پینے سے تنگ ہو جاتا ہے جب اس میں پانی بھی ڈالا جاتا ہے تو وہ سانس لینے سے تنگ ہو جاتا ہے اس کو اسے اٹھانے سے تکلیف اور تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے جیسے کسی نے بہت سا بوجھ اٹھایا ہو۔ بہت زیادہ سیرابی قوی اور بدن کو کمزور کر دیتے ہیں۔ غذا جتنی کم ہو گی۔ بدن اتنا ہی قوی ہو گا وہ کثرت غذا سے قوی نہ ہو گا۔ جس نے آپ کی اس سنت پاک پر غور و فکر کیا تو اسے معلوم ہو گیا کہ حفظِ صحت کے لیے یہ افضل راہ نمائی ہے۔ اس کی حفاظت کا انحصار کھانے، پینے، پہننے، مسکن، ہوا، نیند، بیداری، حرکت، سکون، نکاح، کوشش کرنے اور رک

جانے کی حسن تدبیر پر موقوف ہے۔

۲۔ جب آپ کسی کھانے کو ناپسند فرماتے تو اسے نہ کھاتے نہ ہی اپنے نفس کو اس پر مجبور کرتے۔ یہ حفظِ صحت کے لیے بہت بڑی اصل ہے آپ کو گوشت پسند تھا گوشت میں سے بازو پسند تھا کیونکہ یہ معدہ پر خفیف ہوتا ہے۔ جلد ہضم ہو جاتا ہے اسی طرح گردن اور شانے کا گوشت بھی پسند تھا۔ آپ کو شہد پسند تھا۔ یہ تینوں اشیاء عمدہ اور جسم کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش غذائیں ہیں۔ یہ جگر اور اعضاء کے لیے نفع رساں ہیں۔ حفظِ صحت کے لیے اور قوت کے لیے ان سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ان سے وہی نفرت کرسکتا ہے جسے کسی مرض یا آفت کا سامنا ہو۔ آپ کے شہر خوباں میں جب نیا پھل آتا تو اسے تناول فرماتے۔ اس سے پرہیز نہ کرتے۔ یہ بھی حفظِ صحت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شہر میں ایسے پھل رکھ دیے ہیں جس کے باشندے اس کے وقت میں اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں ان کو تناول کرنا ان کی صحت و عافیت کے اسباب میں سے ہے۔ وہ بہت سی دواؤں سے مستغنی ہو جاتے ہیں جبکہ زیادہ نہ کھاتے جائیں اور سابقہ کے ہضم سے پہلے نہ کھاتے جائیں۔ ان پر پانی پی کر انہیں خراب نہ کیا جائے۔ جب وہ ہضم ہو جائیں تو کھانا کھایا جائے جس نے ان میں سے اس طرح کھایا جیسے کھانے کا حق تھا صحیح وقت اور صحیح وجہ پر کھایا تو یہ اس کے لیے نفع بخش دوا بن جائیں گے جس نے بیماری کے خوف سے اپنے شہر کے پھل کو نہ کھایا۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ بیمار ہوگا۔ صحت و قوت سے زیادہ دور ہوگا۔

آپ ﷺ نے سخت گرم کھانا نہ کھایا۔ نہ ہی وہ کھایا جو رات کا پکا ہوا تھا، اور صبح آپ کے لیے گرم کیا گیا۔ دو غذائیں کبھی بھی جمع نہ کیں۔ آپ ﷺ دونوں گھٹنوں پر متورک ہو کر بیٹھتے تھے۔ آپ اپنے بائیں قدم مبارک کا اندرونی حصہ دائیں قدم مبارک کے ظاہری حصے پر رکھتے تھے۔ یہ ہیئت کھانے کے لیے سب سے زیادہ نفع رساں اور افضل ہے۔ اس طرح سارے اعضاء اپنی طبعی وضع پر ہوتے ہیں سب سے برا طریقہ پہلو پر ٹیک لگا کر کھانا ہے۔ یہ کھانے کو اس کی ہیئت پر جانے سے روکتا ہے۔ وہ اسے جلدی سے معدہ میں پہنچنے سے تاخیر پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ آپ نے اوندھا لیٹ کر کھانے سے منع کیا ہے۔ اسے حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳۔ ابن القیم نے لکھا ہے کہ پینے میں آپ کا طریقہ مبارکہ سارے طریقوں سے افضل ہے۔ اس سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے جب پانی جمع ہو۔ حلاوت اور برودت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ بھی ہو تو یہ سارے جسم کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ یہ صحت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ ارواح، قویٰ، جگر اور دل اس سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اسی سے مدد لیتے ہیں خوشگوار ٹھنڈا پانی حرارت کو ختم کر دیتا ہے جسم کو اس کی اصلی رطوبت پر رکھتا ہے، جو کچھ اس میں سے تحلیل ہو جاتا ہے وہ اس کو بدل دیتا ہے غذاء کو نرم کرتا ہے لوگوں میں اس کا نفاذ کرتا ہے جب پانی ٹھنڈا ہو یا

ایسی چیز اس میں ملائی جائے جو اسے شیریں کر دے جیسے شہد، کشمش، کھجور، یا چینی تو جسم میں داخل ہونے والی نفع بخش چیز بن جاتا ہے۔ صحت کی حفاظت کرتا ہے جب کہ ناخوشگوار پانی پھول جاتا ہے وہ ان امور کی ضد سرانجام دیتا ہے رات کا رکھا ہوا پانی پینے کے لیے زیادہ نفع رساں ہوتا ہے رات کا رکھا ہوا پانی خمیر والے آٹے کی مانند ہوتا ہے، جو پانی اس وقت پیا جاتا ہے وہ غیر خمیر کی طرح ہوتا ہے۔

آپ کی سنت پاک یہ ہے کہ آپ بیٹھ کر پیتے تھے کیونکہ کھڑے ہو کر پینے میں بہت زیادہ آفات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس طرح مکمل سیرابی حاصل نہیں ہوتی۔ وہ معدہ میں قرار پذیر نہیں ہوتا تاکہ جگر اسے سارے اعضاء کو فراہم کر سکے۔ وہ جلدی سے معدہ کی طرف جاتا ہے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی حرارت کو ٹھنڈا کر دے گا۔ وہ تدریج کے بغیر جسم کے نچلے حصوں میں چلا جائے گا۔ یہ سارے امور پینے والے کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک الٹا لیٹ کر پینا ہے تو شاید اطباء اسے حرام قرار دے دیتے کیونکہ یہ معدہ کو نقصان دیتا ہے۔ آپ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ تین سانسوں میں پیتے تھے۔ اس طرح پینے میں بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں۔ آپ نے انہی کلمات میں انہیں جمع فرمایا ہے۔ یہ زیادہ سیراب کرنے والا، یا زیادہ عمدہ اور زیادہ شفاء بخشنے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس پانی کو پسند فرماتے جس میں کھجوریں بھگو دی جاتی تھیں۔ اس سے شدید غذا کی ضرورت کو کم کرتے تھے۔ قوت میں اضافہ اور حفظ صحت میں یہ بہت فائدہ مند ہے۔ کبھی آپ خالص دودھ پیتے اور کبھی اس میں پانی ملا کر نوش فرماتے تھے۔ اس کا بھی حفظ صحت کے لیے بہت عمل دخل ہے جسم اس سے تر رہتا ہے جگر سیراب رہتا ہے خصوصاً وہ دودھ جو ان جانوروں کا ہوتا ہے جو مختلف جڑی بوٹیاں (قیصوم اور خزامی وغیرہ) کھاتے ہیں۔ ان کا دودھ غذاؤں میں سے ایک غذا ہے۔ مشروبات میں سے ایک مشروب ہے دواؤں میں سے ایک دوا ہے۔

آپ شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے تھے۔ اس میں صحت کی حفاظت اسی طرح ہے جسے صرف بڑے بڑے اطباء ہی جان سکتے ہیں۔ اسے نہار منہ پینا اور چاٹنا بلغم کو ختم کر دیتا ہے۔ معدہ کے ریشوں کو دھو دیتا ہے اس کی لزوجت کو جلا بخشتا ہے۔ اس سے فضلات کو نکالتا ہے۔ اسے گرم کرتا ہے اس کی درزوں کو کھولتا ہے۔ اس طرح وہ جگر، گردوں اور مثانے کے ساتھ کرتا ہے یہ ہر اس شیریں چیز میں سے بہترین ہے جو معدہ میں داخل ہوتی ہے۔ یہ اس شخص کو نقصان دیتا ہے جسے صفراء ہو کیونکہ اس میں حدت ہوتی ہے۔ سرکہ کے ساتھ اس کے نقصان کو دور کیا جا سکتا ہے۔ پانی معدہ کے لیے شفاء یاب اس لیے ہے کہ وہ اسے پیاس کی شدت سے شفاء عطا کرتا ہے۔ وہ گرم معدہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ دوسری بار پانی پینے سے وہ تسکین نصیب ہوتی ہے جو پہلی بار رہ جاتی ہے اور تیسری بار دوسری بار اس تسکین کو مکمل جو پہلے رہ جاتی ہے۔ معدہ کی حرارت کے لیے بھی زیادہ سلامتی اسی میں ہے یہ اس سے بھی تحفظ ہے کہ ٹھنڈا پانی اس پر ایک ہی بار حملہ کر دے اور حرارت غریزیہ کو ختم کر دے وہ جگر اور معدہ کے مزاج کو خراب کر دے اور مہلک امراض میں مبتلا کر دے۔

ایک ہی دفعہ پانی پینے سے پانی گلے میں اٹک جاتا ہے، کیونکہ جب پینے والا پانی پیتا ہے تو دخانی گرم بخارات جو

دل اور جگر پر ہوتے ہیں وہ اوپر اٹھتے ہیں کیونکہ ان پر گرم پانی گرتا ہے جب ہمیشہ اسی طرح پانی پیا جائے تو پانی کا گرنا اور بخارات کا اوپر چڑھنا مل جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اس سے پانی گلے میں اٹک جاتا ہے۔ پینے والے کو سکون نصیب نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی اسے سیرابی نصیب ہوتی ہے۔ یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ جب پانی جگر پر گرتا ہے تو اسے تنگ کرتا ہے۔ اسی کی حرارت کو کمزور کر دیتا ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: جگروں کی اصل سیرابی ہے۔

۴-آپ کے امراض کی کثرت:

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: ام المومنین (یا خالہ!) میں آپ کے معاملہ میں غور و فکر کرتا ہوں تو متعجب ہوتا ہوں۔ میں آپ کو پاتا ہوں کہ آپ طب کی بھی عالمہ ہیں۔ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ کی بیماریاں بھی زیادہ ہوگئیں۔ عرب و عجم کے وفود آپ کی خدمت میں آتے۔ وہ آپ (کے لیے دواؤں کی) تعریف کرتے تو ہم آپ کا علاج کرتے تھے۔ ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ امراض آتی تھیں۔ اہل عرب آپ کے لیے دوا تجویز کرتے تھے۔ اسی سے آپ کا علاج کیا جاتا تھا۔

امام بیہقی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: جب آپ مریض بن جاتے تھے تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے آپ کو دم کرتے تھے اور اپنے دست اقدس کو اپنے جسم پر پھیر لیتے تھے۔

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو جاتے تھے تو حضرت جبرائیل امین آپ کو یہ دم کرتے تھے: بسم الله۔ يبريك و من كل داء يشفيك من سر حاسد اذا حسد و شر كل عين۔

خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو جاتے تو شونیز (کالا دانہ، کلونجی) مٹھی بھر لیتے۔ اس پر پانی اور شہد پی لیتے۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے اہل بیت میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ معوذات پڑھ کر اسے دم کرتے۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ شام کے وقت عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی جس پر نزع کا عالم نہ ہو تو وہ اس کے پاس سات باریوں کہے: میں عرش عظیم کے پروردگار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ

تجھے شفا دے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس کے لیے موت کو وسعت دو۔ اس سے کوئی چیز دور تو نہ ہوگی لیکن اس سے مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔ حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ یہ دعا مانگے: مولا! اپنے بندے کو شفا دے۔ یہ تیرے دشمن کو مار دے گا، اور تیرے لیے نماز کی طرف چل کر جائے گا۔ ابویعلی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور ہمارے جنازوں میں شرکت کرتے تھے۔

حمیدی نے ثقہ راویوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حنین کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ میں بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: مجھے حضرت خالد کے کجاوے تک کون لے کر جائے گا؟ میں باہر نکلا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوڑ رہا تھا۔ میں کہہ رہا تھا: حضرت خالد کے کجاوے تک راہ نمائی کون کرے گا؟ حتیٰ کہ آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے آئے۔ وہ کجاوے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے انہیں زخم آیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کے لیے دعا کی یا انہیں دم کیا۔

امام بخاری نے ادب میں اور ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے تو سات بار یوں فرماتے:

اسئل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك۔

اگر اس کی موت میں تاخیر ہوتی تو اسے اسی وقت شفا مل جاتی۔

۵۔ تعوذ کی فضیلت اور پناہ طلب کرنے والا کیا کرے

ابن حبان، الطبرانی نے الکبیر میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا ہاتھ اس جگہ رکھو جہاں درد ہے۔ سات بار اس جگہ کو مسح کرو اور یوں کہو:

اعوذ بعزة الله و قدرته من شر كل ما اجد۔

ہر بار اسی طرح کرو۔

ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار اس طرح کہو:

بسم الله، اللهم اذهب عني شرّ ما اجد بدعوة نبيك الطيب المبارك

الممکین عندك بسم الله۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں حضرت میمونہ بنت ابی عسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ اپنے دل پر رکھو اسے چھوؤ، پھر یہ پڑھو:

بسم الله داوني بدوائك و اشفني شفائك و اغنني بفضلك عمن سواك و احذر عني اذاك۔

امام بیہقی نے الشعب میں حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ اس کے حلق میں درد ہے۔آپ نے فرمایا: قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو۔ابوداؤد نے حضرت ابودرداء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی شکایت (درد) ہو یا کسی کے بھائی کو شکایت (درد) ہو تو وہ یوں کہے:

ربنا الله الذی فی السماء تقدس اسمك، امرك فی السماء و الارض كما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك فی الارض اغفرلنا حوبنا و خطايانا انت رب الطيبين۔ انزل رحمة من رحمتك و شفاء من شفائك على هذا الوجع

وہ شفایاب ہوگا۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی موت کے متعلق اسے تسلی دو۔یہ کسی چیز کو رد تو نہ کر سکے گا البتہ مریض کا دل خوش ہو جائے گا۔

حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ یوں کہے: مولا! اپنے بندے کو شفاء دے دے۔یہ تیرے لیے تیرے دشمن کو مارے گا اور تیرے لیے نماز کی طرف چل کر جائے گا۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔انہیں حکم دو کہ تمہارے لیے دعا کریں۔مریض کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

امام بغوی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔جنازے پڑھا کرو۔عیادت کبھی کبھی یا چوتھے روز کیا کرو۔اگر مریض مغلوب ہو (اس پر نزع کا عالم ہو) تو اس کی عیادت نہ کرو تعزیت ایک دفعہ ہی ہے۔امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کیا کرو۔نماز جنازہ پڑھا کرو۔اس سے تمہیں آخرت کی یاد آئے گی۔

الطبرانی نے "الکبیر" میں حضرت ابورافع کی زوجہ محترمہ حضرت سلمٰی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ جب اپنے اہل بیت میں سے کسی شخص کی عیادت کرتے تو اسے معوذات پڑھ کر دم کرتے۔امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو

فرماتے: پاکیزگی۔ ان شاء اللہ۔ امام مسلم نے حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے چنے ہوئے میوہ میں ہوتا ہے حتیٰ کہ واپس آجائے۔ امام احمد، ابوداؤد، ابن السنی، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مریض کی عیادت کرے تو وہ اس کے پاس یہ دعا مانگے: مولا! اپنے فلاں بندے کو شفاء دے دے۔ وہ تیرے لیے تیرے دشمن کو مارے گا، اور تیرے لیے چل کر نماز کی طرف جائے گا۔ ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی:

اکشف الباس رب الناس اله الناس۔

خرائطی نے مکارم الاخلاق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی: اکشف الباس رب الناس لا یکشف الکرب غیرك۔ ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: اکشف الباس رب الناس۔ امام ترمذی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی وقتِ صبح عیادت کرتا ہے تو تا شام ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ شام کے وقت عیادت کرے تو تا دم صبح ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اس کے لیے جنت میں چنا ہوا میوہ ہوگا۔

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اس مریض کی عیادت کرے جس پر نزع کی کیفیت نہ ہو تو وہ اس کے پاس یہ کلمات سات بار پڑھے: اسئل اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك۔ رب تعالیٰ اس مریض کو شفاء دے دے گا۔ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی، یا رب تعالیٰ کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کی تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے: تم نے مبارک کام کیا۔ تمہارا چلنا مبارک ہو۔ تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا۔

بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت اعمش سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حیان بن جد بن ابجر الاکبر کو فرماتے ہوئے سنا: انہوں نے فرمایا: جب تک تمہارا جسم مرض کو برداشت کر سکے دوا چھوڑ دو۔ امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عیادتِ مریض کی تکمیل یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے۔ اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے تمہارے مابین مکمل سلام مصافحہ ہے۔ ابن ماجہ اور ابن السنی نے فی عمل یوم ولیلۃ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے حکم دو کہ وہ تمہارے لیے دعا کرے۔ اس کی دعا ملائکہ کی دعا کی طرح ہے۔

۶۔بعض منافقین کی عیادت

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابن ابی کے پاس گیا۔آپ اس کی عیادت اس مرض میں کرنے گئے تھے۔جس میں وہ مرا تھا۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر موت کے اثرات دیکھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے یہود کے ساتھ محبت کرنے سے منع کرتا تھا۔اس نے جواب دیا: اسعد بن زرارہ نے ان کے ساتھ بغض رکھا وہ بھی تو مر گئے۔

۷۔بعض اہل کتاب کی عیادت

امام بخاری اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی بچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔وہ مریض ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اسلام قبول کر لے۔اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔وہ بھی وہیں تھا اس نے کہا: حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچا لیا ہے۔امام مسلم نے حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغ میں ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے۔امام احمد اور الطبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا رحمتِ الٰہیہ میں ہوتا ہے۔جب تک وہ مریض کے پاس ہوتا ہے۔اسے رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔مریض کی عیادت کی تکمیل میں سے یہ ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر رکھے یا اس کے ہاتھ پر رکھے۔اس سے پوچھے کہ اس کا کیا حال ہے؟ تمہارے مابین سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔امام بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غیر مسلم کی عیادت فرماتے تو اس کے پاس بیٹھ جاتے۔پوچھتے: یہودی! تو کیسا ہے؟ عیسائی! تو کیسا ہے؟ اس دین کا نام لیتے جس پر وہ ہوتا۔لوگوں کی کثرت آپ پر اعتماد کرنے لگی۔

تنبیہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مریض کی عیادت کے لیے کوئی دن مختص نہ کر رکھا تھا نہ ہی کوئی مخصوص وقت تھا۔ہفتہ کے روز عیادت کو اس طریقہ کی مخالفت کرتے ہوئے چھوڑ دیا تھا جس کی ابتداء یہود نے کی تھی جو کسی بادشاہ کا طبیب تھا۔وہ مریض بن گیا۔وہ اس کے ہاں ہی رہنے لگا۔اس نے روز جمعہ کو ارادہ کیا وہ اس کے ہفتہ کے لیے گزار دے۔اس نے اسے منع کیا اسے ہفتہ کے حلال ہونے کے متعلق خدشہ کیا۔خون ریزی کا خدشہ لاحق ہوا۔اس نے کہا: مریض کے پاس ہفتہ کے روز نہ جایا

جائے۔بادشاہ نے اسے چھوڑ دیا، پھر اس کارواج ہو گیا۔

لیکن ابن ابی داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے مریض کی عیادت کی تو وہ رحمت الٰہی میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ مریض کے پاس ہوتا ہے اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔آپ سے عرض کی گئی: یہ تو تندرست کے لیے ہے۔مریض کے لیے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ابن ماجہ اور بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: اس کی اسناد غیر قوی ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد مریض کی عیادت کرتے تھے۔

۸-مریض کو دوا یا کھانے پر مجبور نہ کرو اسے وہ کچھ دو جس کی وہ تمنا کرے

بزار، حاکم، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے، سوائے ولید بن عبد الرحمان کے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے، ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) ابن ماجہ، حاکم، الطبرانی نے الکبیر، بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر سے، شیرازی نے القاب میں، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو۔رب تعالیٰ انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔ابونعیم نے اسے الطب میں حضرات ابن عمر اور عقبہ سے روایت کیا ہے۔ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔آپ نے اسے پوچھا: کیا تمہیں کچھ پسند ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں! روٹی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس گندم کی روٹی ہے؟ وہ اسے لے کر آئے۔ایک شخص روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہ کھلایا، پھر فرمایا: جب تم میں سے کسی کا مریض کچھ کھانے کے لیے طلب کرے تو وہ اسے کھلا دے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی اس سے پوچھا: کیا تمہیں کیک پسند ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوا کر دیا۔اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہیں آشوبِ چشم تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تناول فرمانے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی! کیا انہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور ان کی طرف پھینک دی، پھر دوسری، حتیٰ کہ سات کھجوریں ان کی طرف پھینک دیں، پھر فرمایا: علی! یہ تمہارے لیے کافی ہیں۔اس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کو کھجوروں کا ایک صاع بطور تحفہ پیش کیا گیا۔اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بخار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک، دو، حتیٰ کہ سات کھجوریں عطا فرما دیں، پھر فرمایا: یہی تمہارے لیے کافی ہیں۔

اسی کتاب میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار میں سے اپنے ننھیال کے ہاں تشریف لے گئے

آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔انہوں نے ترکھجوروں کا ایک صاع آپ کو پیش کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں کھانے کے لیے جھکے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ کھاؤ۔تم ابھی ابھی بخار سے صحت مند ہوئے ہو۔

۹-صحابہ کرام کی بعض بیویوں کی عیادت

ابوداؤد نے حضرت ام علاء سے روایت کیا ہے یہ حضرت حزام بن حکیم انصاری کی پھوپھو تھیں۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔میں مریضہ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ام علاء! تمہیں بشارت ہو۔جب مسلمان مریض ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اس کی خطائیں اس طرح دور کرتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔

۱۰-جس کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس کی عیادت کی

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں آپ کے ہمراہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گیا۔انہوں نے فرمایا: مجھے آشوبِ چشم تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری عیادت کی۔امام احمد، ابوداؤد، بخاری نے الادب میں حاکم نے انہوں نے اس کی تصحیح کی۔حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے آشوبِ چشم نے آلیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری عیادت کی۔

۱۱-مریض اور اس کی حالت کے متعلق سوال

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوسلمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کی: بہتر ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ تمہارا حال بہتر کرے۔امام احمد، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔اس پر نزع کا عالم تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سلام کیا فرمایا: تم کیسے ہو؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خیر سے ہوں۔میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی عالم میں جس پر یہ دو چیزیں جمع ہو جاتی ہیں رب تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتا ہے۔اسے خوف سے امن عطا کرتا ہے۔

۱۲-مریض کو بشارت

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی۔اسے بخار تھا۔میں آپ کے ہمراہ تھا۔آپ نے اسے فرمایا: تمہیں بشارت ہو۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔یہ میری آگ ہے جسے میں اپنے مؤمن بندے پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ آخرت میں اس کی آگ کا حصہ بن جائے۔الطبرانی نے الکبیر میں ضیاء نے اسعد بن کرز سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریض کی خطائیں اس طرح مٹا

دی جاتی ہیں جیسے درخت کے پتے گرتے ہیں۔

غیلی نے حضرت جریر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرض دنیا میں رب تعالیٰ کا کوڑا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں کو تادیب سکھاتا ہے۔ امام احمد، حاکم، الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے مؤمن بندوں میں سے کسی بندے کو آزماتا ہوں وہ میری تعریف کرتا ہے اس ابتلاء پر صبر کرتا ہے وہ اپنے بستر سے اس طرح اٹھتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے کو اس طرح مقید کیا ہے۔ اس کی آزمائش کی ہے۔ اس کے لیے وہی اجر لکھ دو جو اس وقت لکھتے تھے جب یہ صحیح ہوتا تھا۔

حکیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر اس کے مال، جسم یا اولاد میں مصیبت بھیجوں وہ صبر جمیل کے ساتھ اس کا سامنا کرے تو مجھے روز حشر حیاء آتی ہے کہ میں اس کے لیے میزان نصب کروں یا اس کے لیے اس کا رجسٹر کھولوں۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی مؤمن بندے کو آزماتا ہوں وہ اپنے عیادت کرنے والوں کے ساتھ شکوہ نہیں کرتا تو میں اسے قیدیوں سے آزاد کر دیتا ہوں۔ اسے وہ گوشت دیتا ہوں جو اس سے سابقہ گوشت سے بہتر، وہ خون دیتا ہوں جو پہلے خون سے بہتر ہوتا ہے۔ وہ از سر نو عمل کا آغاز کرتا ہے حکیم ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ایک رات مریض بنا اس نے صبر کیا۔ اس سے رب تعالیٰ پر راضی رہا وہ اس طرح نکلا جیسے اس روز تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

❁❁❁

دوسرا باب

رب تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے سوائے بڑھاپے اور موت کے

ابوداؤد اور طیالسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہی روایت حضرات اسامہ بن شریک، ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے زمین میں کوئی مرض نہیں اتارا مگر اس کے لیے شفاء اتاری۔ سوائے موت اور بڑھاپے کے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: جس نے مرض اتارا اس نے دوا بھی اتار دی۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور اس کی دوا کو تخلیق کیا ہے۔ ہر مرض کی دوا بھی تخلیق کی۔ حرام کے ساتھ علاج نہ کیا کرو۔

ابو داؤد، الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی، ابونعیم نے الطب میں اور امام بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور علاج کو اتارا۔ ہر مرض کی دوا بنائی۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا استعمال کیا کرو لیکن حرام کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مرض کا علاج ہے جب مرض کی دوا پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ کے اذن سے وہ شفاء یاب ہو جاتا ہے۔

43 ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ارد گرد سے وفود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف سوالات کرنے لگے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم دوا استعمال کر لیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا لیا کرو۔ رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری سوائے ایک کے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپا۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو بھی مرض اتارا۔ اس کے لیے دوا بھی نازل کی۔

امام احمد، الطبرانی، مسدد، حمیدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری، جس نے اسے جان لیا اس نے جان لیا جو جاہل رہا وہ جاہل رہا۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی۔ اسے زخم آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے بنو فلاں کا طبیب بلاؤ۔ انہوں نے بلایا تو وہ آ گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دوا کوئی فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے جو مرض زمین پر اتارا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔ الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حارث بن سعید سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ دیکھتے ہیں کہ ہم دم کراتے ہیں دواؤں سے علاج کراتے ہیں کیا یہ تقدیر الٰہیہ میں سے کچھ رد کر سکتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی تقدیر الٰہیہ میں سے ہیں۔ امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابو یعلی نے حسن سند سے، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رب تعالیٰ نے مرض بنایا تو اس نے اس کی دوا بھی تخلیق کی۔ تم علاج کیا کرو۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کی شفاء بھی اتاری۔ سوائے بڑھاپے کے۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو۔ یہ ہر درخت کو کھاتی ہیں۔ یہ ہر مرض سے شفاء ہے۔

امام احمد نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض پیدا کیا اس کے لیے دوا بھی پیدا کی۔ تم گائے کا دودھ پیا کرو۔ وہ ہر ہر درخت کو کھاتی ہے۔ حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے دوا بھی اتاری۔ جس نے جان لیا اس نے

جان لیا جو جاہل رہا وہ جاہل رہا۔ سوائے موت کے۔

ابو صالح ذکوان نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کی عیادت کی۔ اسے پھوڑا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بنو فلاں کے طبیب کو بلاؤ۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا دوا کچھ فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے مرض بھی اتارا۔ اس کے لیے دوا بھی اتاری۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مرض اتارا اس نے اس کے لیے دوا بھی اتاری۔ جس میں چاہا شفاء رکھ دی۔ امام احمد، ائمہ اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دوا لیا کرو۔ رب تعالیٰ نے جو مرض اتارا اس کی دوا بھی اتاری سوائے ایک یعنی بڑھاپے کے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند سے اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دوا بھی تقدیر الٰہی میں سے ہے۔ یہ اذن الٰہی سے نفع دیتی ہے۔ ابن السنی نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دوا تقدیر الٰہی میں سے ہے وہ جس کو چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے نفع دیتا ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

شراب وغیرہ سے علاج کرنے سے ممانعت

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع کر دیا۔ انہیں استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: میں بطور دوا استعمال کر لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوا نہیں ہے بلکہ یہ مرض ہے۔

ابویعلی، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، الطبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری ایک بیٹی بیمار ہوگئی۔ میں نے طشت میں اس کے لیے نبیذ بنائی۔ آپ نے اسے دیکھا تو وہ جوش مار رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: میری نور نظر کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے لیے نبیذ تیار کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے تمہاری شفاء حرام میں نہیں رکھی۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہر خبیث دوا سے منع فرمایا ہے جیسے زہر وغیرہ۔ اس روایت کو ابوداؤد، امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ حاکم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ آپ نے خبیث دوا سے منع فرمایا یعنی زہر سے۔

ابوداؤد، نسائی نے حضرت عبدالرحمان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے مینڈک کے

متعلق عرض کی کہ وہ اسے دوا میں ڈال لے۔ آپ ﷺ نے اسے مارنے سے منع کر دیا۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہماری زمین پر انگور ہوتے ہیں کیا ہم انہیں نچوڑ کر ان سے پی لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کی: ہم اس سے مریضوں کی شفاء چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں شفاء نہیں ہے۔ یہ مرض ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مٹی کھائی۔ اس کا جو رنگ کم ہوا اس پر اس کا حساب ہوگا۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمان سے، ابن عدی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مٹی کھائی۔ دوسری روایت میں ہے: جس نے شوق سے مٹی کھائی اس نے خود کو قتل کرنے پر اعانت کی۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جسے اس نے تم پر حرام کیا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مرض اور دوا کو پیدا کیا۔ دوا لو لیکن حرام چیز کو بطور دوا استعمال نہ کرو۔ ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شراب دوا نہیں ہے بلکہ یہ مرض ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح وقلب ﷺ نے فرمایا: جس نے شراب بطور دوا استعمال کی تو رب تعالیٰ نے اس میں شفاء نہیں رکھی۔

ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت سوید بن طارق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں شراب کے متعلق عرض کی کہ کیا اسے دوا میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوا نہیں۔ یہ تو مرض ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے ان امراض میں سے کچھ لاحق ہو جائے تو وہ ان اشیاء کی طرف پناہ نہ لے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ نے حرام اشیاء میں شفاء نہیں رکھی۔

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت صالح بن خوات سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس چیز کو کھانے سے منع کیا جسے چیونٹیوں نے اپنے منہ یا پاؤں سے اٹھایا ہو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کمرہ سے بچو جسے حمام کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس سے میل دور ہو جاتی ہے۔ مریض کو اس سے نفع ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو اس میں جائے اسے پردہ کرنا چاہیے۔ دوسری روایت میں ہے: برا کمرہ حمام ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اس سے مریض کو شفاء ملتی ہے۔ اس سے میل ختم ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ایسے کرنا ہی ہے تو پردہ کیا کرو۔

حضرت ثعلبہ بن سہیل سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حمام سے بدہضمی پیدا ہوتی ہے۔ اسی میں ہے: حمام ایک عمدہ کمرہ ہے، جو میل کو دور کرتا ہے اور آگ کی یاد دلاتا ہے۔ یہ اشعار اس ضمن میں کتنے عمدہ ہیں۔

و ما اشبه الحمام بالموت لامرئ ۔۔۔ یذکر لکن این من یتذکر

یجود من اهل و مال و ملبس ۔۔۔ و یتبعه من کل ذالك مستر

ترجمہ: یہ حمام موت کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتا ہے۔ اس شخص کے لیے جو موت کو یاد کرے لیکن نصیحت حاصل کرنے والا کہاں ہے۔ انسان اپنے اہل، مال اور لباس سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ ان تمام کے بعد ایک پردہ پوش ہوتا ہے۔

ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کی تجویفوں سے منع فرمایا۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکرے کی سات اشیاء مکروہ سمجھتے تھے: (۱) پتا۔ (۲) مثانہ۔ (۳) آنتیں۔ (۴) آلہ تناسل (۵) خصیتین (۶) غدود (۷) خون۔ ابن السنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردوں کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ پیشاب کی جگہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرم کھانے سے منع فرمایا، حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔

امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی نے الشعب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا۔ میں نے عرض کی: اور کھڑے ہو کر کھانا؟ انہوں نے فرمایا: یہ اس سے برا عمل ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا کیونکہ اس میں مرض ہے جیسے کہ اہل طب گمان کرتے ہیں۔ خصوصاً جس کے نچلے حصے میں مرض ہو، جو سردی کی وجہ سے ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: پرنالے اور نالی، رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کو اس لیے مکروہ کہا گیا ہے اور کھڑے ہو کر پانی پینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ شخص مریض ہوگا تو اس کی مرض شدید ہو جائے گی۔

ابن السنی، بیہقی نے الشعب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی آہستہ آہستہ پیو۔ اسے یکبارنہ پیو۔ دردِ جگر یکبار پینے سے ہوتا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی آہستہ آہستہ پیو۔ اسے یکبارنہ پیو۔ امام بیہقی نے معمر سے اور انہوں نے ابن ابی حسین سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک پانی پیے تو اسے آہستہ آہستہ پینا چاہیے۔ اسے یکبار نہیں پینا چاہیے۔ دردِ جگر یکبار پینے سے ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور امام بیہقی نے الشعب میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے پینے سے منع کیا نیز یہ کہ پیالے میں پھونک نہ ماری جائے۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی پانی پیے تو وہ برتن میں

سانس نہ لے بلکہ اسے پیچھے کرلے اور سانس لے۔ شیخان نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ برتن میں سانس لیا جائے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے منع کیا کہ برتن میں سانس لیا جائے یا اس میں پھونک ماری جائے۔ حلیمی نے لکھا ہے: وہ بخارات جو معدے سے اٹھتے ہیں یا سر سے اترتے ہیں وہ پانی میں مل جاتے ہیں اور نقصان دیتے ہیں۔

❁❁❁

چوتھا باب

طبیب کے متعلق اسوہ حسنہ

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱۔طبیب کو بلانے کا حکم

امام احمد نے ایک انصاری شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک زخمی شخص کی عیادت کی۔آپ نے فرمایا: بنو فلاں کے طبیب کو بلاؤ۔وہ حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا دوا کچھ فائدہ دے سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! رب تعالیٰ نے جو مرض بھی نازل کیا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔

۲۔طبیب کب ضامن ہوگا

ابونعیم نے الطب میں حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو معالج بنا۔وہ طب میں مصروف نہ تھا اس نے کسی نفس کو مار ڈالا یا اس سے کم نقصان کیا تو وہ ضامن ہوگا۔

۳۔کسی کو طبیب نہ کہا جائے

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابورمثہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میرے والد گرامی نے وہ کچھ دیکھا جو آپ کی کمر پر تھا۔عرض کی: آئیں۔میں اس چیز کا علاج کرتا ہوں جو آپ کی کمر پر ہے۔میں طبیب ہوں۔آپ نے فرمایا: تم رفیق ہو اللہ تعالیٰ طبیب ہے۔

۴۔طب میں فراست اور استدلال کا استعمال

ابونعیم نے الطب میں حضرات ابوسعید اور ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کی

فراست سے بچو۔وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو عقل وفراست سے جان لیتے ہیں۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم اس شخص کو دیکھو جو مرض اور عبادت کے بغیر زرد ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے دل میں اسلام کے بارے میں کینہ ہے۔

شیخ الشیوخ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے منہج السوی میں لکھا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے جو اپنے صحابہ کرام کے لیے تشریع فرمائی ہے۔اس میں ساری امت شامل ہوگی مگر جبکہ کوئی دلیل کسی کو خاص کر دے جو طب ذکر فرمائی ہے وہ آپ کے صحابہ کرام اور اہل زمین کے ساتھ خاص ہے مگر جبکہ اس کی عمومیت پر کوئی دلیل مل جائے۔

پہلا فائدہ

حضور اکرم ﷺ کی طب تجربات کی طب ہے اگر اس ضمن میں جو کچھ فرمایا وہ اہل عرب کے مسلک کے مطابق فرمایا، مگر وہ جس کو رب تعالیٰ نے وحی کے ذریعے علم نبوی میں سے آپ کے ساتھ مخصوص کی ہو۔یہ اس امر کو چاک کر دیتا ہے جسے اطباء نے پایا ہو یا حکماء جانتے ہوں۔آپ نے جو کچھ بھی کیا یا فرمایا: وہ درستگی کے بلند ترین درجات پر ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے۔آپ حق اور سچ ہی فرماتے ہیں۔ابن قیم نے لکھا ہے: مریض کے لیے آپ کے علاج کی تین انواع ہیں۔(۱) طبعی ادویہ سے (۲) الٰہیہ ادویہ سے (۳) دونوں کے مرکب سے۔

دوسرا فائدہ

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے اس کی آنکھوں میں کھاری پن رکھا، کیونکہ یہ آنکھ کے ڈھیلے تھے۔اگر یہ کھاری پن نہ ہوتا تو یہ دونوں پگھل جاتے۔اس نے دونوں کانوں میں تلخی رکھی یہ کیڑوں سے حجاب ہے۔اگر دماغ میں کیڑا داخل ہو جائے وہ دماغ تک جانا چاہے جب وہ تلخی چکھتا ہے تو وہ باہر نکلنا چاہتا ہے۔اس نے دونوں منخر میں حرارت کو رکھا۔جن سے بو سونگھی جاتی ہے اگر اس طرح نہ ہوتا تو دماغ متعفن ہو جاتا۔اس نے دونوں ہونٹوں میں مٹھاس کو رکھا جس سے وہ ہر چیز کا ذائقہ پالیتا ہے۔انہی کے ذریعے لوگ اس کی گفتگو کی حلاوت کو سنتے ہیں۔

تیسرا فائدہ

ابن السنی حضرت عبداللہ بن بسر المازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناک کے بال اکھیڑا نہ کرو اس سے اکلہ (عضو کو ختم کرنے والا مرض) پیدا ہوتا ہے بلکہ انہیں کاٹ دیا کرو۔

پانچواں باب

روزہ، سفر، غم سے نفی، معتدل غذا اور خوشبو سے حفظِ صحت

رب تعالیٰ نے حفظِ صحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرہ:۱۸۴)

ترجمہ: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔

کیونکہ سفر میں تھکاوٹ ہوتی ہے۔ اس سے صحت میں تغیر آجاتا ہے اگر روزہ اس میں رکھا جائے تو یہ تکلیف زیادہ ہو جاتی ہے لہٰذا افطار کو مباح قرار دیا گیا۔ اسی طرح مرض کے متعلق بھی فرمایا۔ ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ رکھا کرو صحت مند ہو جاؤ گے۔ امام بخاری نے ادب میں، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس طرح رات بسر کی کہ اس کے ہاتھ میں زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی۔ اسے کچھ پہنچ گیا تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس طرح رات گزاری کہ اس کے ہاتھ پر زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی۔ اسے برص ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ ابوداؤد، ترمذی ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان منحوس اور حریص ہے۔ اس سے اپنا بچاؤ کیا کرو۔ جس نے اس حالت میں رات بسر کی کہ اس کے ہاتھ میں زعفران کی بو یا گوشت کی بو یا چربی تھی اسے کچھ ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے دیوانگی، یا عقل کی خرابی یا برص ہو گیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔ مشکیزوں کے منہ بند کیا کرو۔ سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے، جو اس برتن کے پاس سے گزرے جسے ڈھانپا گیا نہ ہو یا اس مشکیزہ کے پاس سے گزرے جو بند نہ ہو تو وہ ان میں گر پڑتی ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رات کا قیام کیا کرو یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے رات کا قیام قرب الٰہی کا سبب ہے یہ گناہوں کو ڈھانپتا ہے۔ یہ گناہوں سے رکاوٹ ہے اور اس سے جسم سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: سفر کیا کرو۔ صحت مند ہو جاؤ گے اور سلامتی پا جاؤ گے۔ اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے اخلاق برے ہو گئے اس نے خود

کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ جس کے غم زیادہ ہو گئے اس کا جسم بیمار ہو گیا۔

مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے بھرے ہوئے پیٹ کے علاوہ اور کوئی بھرا ہوا برتن اتنا برا نہیں۔ ابن آدم کے لیے وہ چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اگر زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔ اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گرمی اور سردی سے بچاؤ کیا کرو۔ الطبرانی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نہار منہ پانی پیا اس کی قوت کم ہو گئی۔

❁❁❁

چھٹا باب

پرہیز

رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ (النساء:۲۹)

ترجمہ: اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو۔

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

ابن ماجہ نے حضرت ام منذر بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ ابھی ابھی صحت مند ہوئے تھے۔ ہمارے انگور لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان سے کھانے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان سے کھانے لگے۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمانے لگے: تم ابھی ابھی صحت مند ہوئے ہو۔ وہ رک گئے۔ میں نے آپ کے لیے جو اور سلع تیار کیے۔ اسے آپ کی خدمت میں لے آئی۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس سے کھائیں۔ یہ آپ کے لیے نفع بخش ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے روٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: قریب آؤ اور کھاؤ۔ میں نے اسے پکڑا اور کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو اور تمہیں آشوب چشم ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں۔ آپ یہ سن کر مسکرانے

لگے۔اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے۔امام احمد اور امام حاکم نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: تم میں سے جس نے حقنہ کیا ہو وہ جماع نہ کرے اس سے بواسیر ہو جاتی ہے۔امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔مشکیزے کا منہ بند کیا کرو سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء اترتی ہے وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا ایسے مشکیزے کے پاس سے گزرے جس کا منہ بند نہ ہو تو وہ اس میں گر جاتی ہے۔

ابوداؤد نے مراسیل میں صحیح سند سے زیاد سہمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احمق عورتوں سے دودھ نہ پلایا کرو۔دودھ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے، یا یہ متعدی ہوتا ہے۔قضاعی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ رضاعت سے طبیعت متغیر ہو جاتی ہے۔ابن حبیب نے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ فاجرہ سے دودھ نہ پلایا جائے۔الطبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوسعید سے مرفوع روایت کیا ہے۔اس سند میں محمد بن مخلد رعینی ہے وہ ضعیف ہے۔جس نے نہار منہ پانی پیا اس کی قوت کمزور ہو گئی۔

دار قطنی اور شافعی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دھوپ سے گرم پانی سے غسل نہ کیا کرو۔اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔اسے دار قطنی نے عامر سے روایت کیا ہے۔وہ ضعیف ہے۔عقیلی نے حضرات انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں مکھی گر جائے تو وہ اسے ڈبو دے پھر اسے پھینک دے۔اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہے۔حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔وہ اپنے اس پر سے بچتی ہے جس میں مرض ہوتا ہے۔اسے سارا ڈبو دو۔امام بخاری کی روایت میں ہے: وہ زہر کو مقدم کرتی ہے۔شفاء کو مؤخر کرتی ہے۔امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و دل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتن ڈھانپا کرو۔مشکیزوں کو باندھا کرو۔سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء اترتی ہے وہ جب کسی ایسے برتن کے پاس سے گزرتی ہے جس پر ڈھکنا نہ ہو یا ایسے مشکیزہ کے پاس سے گزرتی ہے جس پر رسی نہ ہو تو وہ اس میں گر جاتی ہے۔ایک قول کے مطابق وہ رات رومی سال کے مہینوں کے آخر میں ہوتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی دنیا سے اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔اسی روایت میں ہے: رب تعالیٰ بندۂ مومن کی نظر و شفقت کرتے ہوئے اسی طرح حفاظت کرتا ہے جیسے مریض کے گھر والے اس کو کھانے سے پرہیز کراتے ہیں۔

تنبیہات

۱- پرہیز کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اس چیز سے پرہیز جو مرض کو لے کر آتی ہے۔ یہ صحت مندوں کا پرہیز ہے۔(۲) اس چیز سے پرہیز جو مرض میں اضافہ کردے۔ یہ مریض کا پرہیز ہے جب وہ پرہیز کرتا ہے تو اس کا مرض بڑھنے سے رک جاتا ہے۔ اعضاء اس کے دفاع میں لگ جاتے ہیں۔ اس کی مثال رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا (النساء:۴۳)

ترجمہ: اگر ہو تم بیمار یا سفر میں یا آئے کوئی تم میں سے قضائے حاجت سے یا ہاتھ لگایا ہو تم نے اپنی عورتوں کو پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرلو۔

مریض نے پانی کے استعمال سے پرہیز کیا، بعض فاضل اطباء نے فرمایا ہے: طب کی بنیاد پرہیز ہے۔ مرض سے ابھی ابھی صحت مند ہونے والے کے لیے پرہیز بہت زیادہ نفع مند ہوتا ہے کیونکہ تخلیط مرض کے لوٹنے کا سبب بنتا ہے یہ لوٹ کر آنا مرض کی ابتداء سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ اس شخص کو پھل اس لیے نقصان دیتا ہے جو ابھی ابھی صحت یاب ہوا ہو کیونکہ یہ سرعت سے تبدیل ہوجاتا ہے طبیعت کمزور ہونے کی وجہ سے اس کے دفاع کرنے سے کمزور ہوتی ہے۔

۲- آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پھل کھانے سے روک دیا، کیونکہ یہ معدہ پر ثقیل تھا لیکن آپ نے انہیں سلق اور جَو کھانے سے منع نہ کیا، کیونکہ یہ اس شخص کے لیے بہت نفع بخش غذا ہے جو ابھی ابھی صحت مند ہوا ہو جو کے پانی میں غذا، نرمی، لطافت اور طبیعت کے لیے تقویت ہوتی ہے لیکن انگور وغیرہ کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے۔

۳- ابن القیم نے لکھا ہے: یہ ان امور میں سے ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ مریض اور ابھی ابھی صحت مند ہونے والے کو پرہیز کرنا چاہیے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جب مریض یا اس شخص کی اس چیز کی طرف شدید تمنا ہو اس کی طبیعت اس کی طرف میلان رکھتی ہو۔ اس نے اس سے اتنا کچھ کھالیا جو اس کے لیے ہضم کرنا مشکل نہ ہو تو اسے کھانے سے اسے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ اکثر اس سے فائدہ ہوگا۔ معدہ اور طبیعت اسے قبول اور محبت سے لیں گے اور ان نقصان کی اصلاح کردیں گے جس کا اندیشہ ہوگا، بعض اوقات یہ اس چیز سے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے جسے طبیعت ناپسند کرتی ہے۔ دوا میں سے اس چیز کو دور کرتی ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی کھجوریں کھانے دیں حالانکہ انہیں آشوبِ چشم تھا۔ آپ کو علم تھا کہ یہ انہیں نقصان نہ دیں گی۔ جب مریض ایسی چیز کھائے

صحیح بھوک کی وجہ سے جس کی اسے اشتہاء ہو تو اس میں نفع زیادہ ہوتا ہے اور اس چیز سے کم نقصان ہوتا ہے جس کی اس کو اشتہاء نہ ہو۔ اگرچہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے فائدہ مند ہو۔ اگر اس کی محبت اور طبیعت سچی ہو تو وہ اس کے نقصان کو دور کر دے گی۔ اسی طرح اس کے برعکس کا معاملہ ہے۔

۴- امام مالک نے دھوپ میں کیے گئے گرم پانی کو مطلق مکروہ نہیں سمجھا۔ امام نووی نے الروضہ میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ الرویانی نے البحر میں اسے نص سے بیان کیا ہے لیکن امام شافعی نے شہروں اور گرم اوقات میں اس کے استعمال کو مکروہ کہا ہے۔ انہوں نے منقش برتنوں میں اسے مکروہ کہا ہے لیکن پتھر یا لکڑی کے برتنوں میں مکروہ نہیں کہا۔ انہوں نے ان دونوں اشیاء کی صفائی کی وجہ سے انہیں مستثنیٰ قرار دیا ہے لیکن یہ پانی حوضوں اور تالابوں میں قطعاً مکروہ نہیں ہے یہ کراہت کپڑے کے ساتھ مخصوص ہے جسم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یہ گرمی کے وقت ہے۔ سردی کے وقت نہیں ہے جیسے کہ الروضہ میں ہے الشرح میں اس کی بقاء کو صحیح کہا گیا ہے صاحب التہذیب نے اسے اس برتن کے ساتھ خاص کیا ہے جس کا سر بند ہو کیونکہ اس میں حرارت رک جاتی ہے شرح المہذب میں ہے: یہ شرعی کراہت ہے جس کے تارک کو ثواب ملے گا۔ شرح التنبیہ میں ہے جب ہم قصد کا اعتبار کریں تو یہ شرعیہ ہے ورنہ یہ ارشادیہ ہے۔ یہ تنزیہ کے لیے ہے لیکن یہ طہارت کی صحت کے ممانعت نہیں ہے۔ الطبری نے لکھا ہے: اگر اذیت کا خدشہ ہو تو رک جانا یقینی ہے۔ ابن عبد السلام نے لکھا ہے: اگر اس کے علاوہ اور پانی نہ ہو تو اسے استعمال کرنا ضروری ہے۔

۵- آپ نے فرمایا: اس مکھی کو سارا ڈبو دو، بعض میں جو تو ہم پیدا ہوتا تھا اسے دور کر دیا۔ روایات میں اس پر کا ذکر نہیں ہے جس میں شفاء ہے لیکن بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ انہوں نے غور و فکر کیا تو علم ہوا کہ مکھی اپنے بائیں پر سے بچاؤ کرتی ہے لہٰذا شفاء والا پر دایاں ہے۔

۶- ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ مکھی کی زیادہ سے زیادہ عمر چالیس راتیں ہوتی ہے مکھیاں ساری کی ساری آگ میں ہوں گی۔ سوائے شہد کی مکھی کے۔ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اسے آگ میں عذاب دینے کے لیے نہیں پھینکا جائے گا بلکہ اس لیے تاکہ اس کے ذریعے اہل آتش کو عذاب دیا جائے۔

افلاطون نے لکھا ہے: مکھی تمام اشیاء سے زیادہ حریص ہے۔ یہ خود کو ہر چیز میں ڈال لیتی ہے خواہ اس میں ہلاکت ہو۔ یہ عفونت سے پیدا ہوتی ہے اس کی آنکھوں پر پلکیں نہیں ہوتیں کیونکہ اس کے ڈھیلے چھوٹے ہوتے ہیں۔ پلکیں ڈھیلوں کو صاف کرتی ہیں لیکن یہ اپنے ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی ہے۔ اپنی آنکھوں کو چھوتی رہتی ہے۔ اس کا عجیب امر یہ ہے کہ اس کا گند سیاہ کپڑے پر سفید اور اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عفونت کی جگہ پر اس کا اظہار

ہوتا ہے۔اسی سے اس کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ سارے پرندوں سے زیادہ جفتی کرتی ہے۔ بعض اوقات سارا دن مؤنث پر رہتی ہے۔روایت ہے کہ ایک خلیفہ نے حضرت امام شافعی سے پوچھا: کس مرض کے لیے مکھی کو پیدا کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: بادشاہوں کو ذلیل کرنے کے لیے۔ایک مکھی بار بار اسے تنگ کر رہی تھی۔امام شافعی نے فرمایا: خلیفہ نے مجھ سے پوچھا: لیکن میرے پاس اس کا جواب نہ تھا میں نے اس کی اس حالت سے استنباط کر لیا۔

❁❁❁

ساتواں باب

کھانے اور پینے کی تدبیر

اس باب میں کئی انواع ہیں:

۱- آپ کے ارشاد فرمودہ آداب۔ابو داؤد نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کو اپنے منہ کے قریب لے جایا کرو یہ زیادہ عمدہ اور لطف آور ہوتا ہے۔

۲- جن امور سے منع فرمایا۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

امام احمد نے مسند میں، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابن السنی نے حضرت عبدالرحمان بن المرفع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کوئی ایسا برتن پیدا نہیں کیا جو بھرا ہوا ہو اور بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ شریر ہو۔اگر تم نے زیادہ کھانا ہی ہے تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس لینے کے لیے رکھو۔ابو داؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستر خواں پر جانے سے منع کیا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔آپ نے منع کیا کہ آدمی لیٹ کر کھائے۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے اور کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا، امام بیہقی نے "الشعب" میں عبدالواحد بن معاویہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع کیا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔انہوں نے ابن شہاب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سانس میں پانی پینے سے منع فرمایا۔فرمایا: یہ شیطان کا پینا ہے۔ابو داؤد اور دار قطنی نے العلل میں حضرت انس سے ابو نعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ سے، حضرت ابو سعید خدری سے اور امام زہری سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
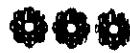
برودت ہر مرض کی اصل ہے۔

❁❁❁

آٹھواں باب

بدنی حرکت وسکون میں تدبیر

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے قیام کو لازم پکڑو۔ یہ تم سے قبل صالحین کا طریقہ ہے یہ جسم کی بیماریوں کو دور کرنے والا ہے۔ الطبرانی نے اوسط میں۔ ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر الٰہی اور نماز کے ساتھ کھانا ہضم کیا کرو۔ کھانا کھاتے ہی نہ سو جایا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔

ابن ماجہ۔ ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مسجد میں تشریف لائے۔ میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: شکنبو ذ! کیا پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: اٹھو اور نماز ادا کرو۔ نماز میں مصروفیت ہے۔

❁❁❁

نواں باب

نفسانی حرکت وسکون میں تدبیر

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ ساقی]

❁❁❁

دسواں باب

سونے اور جاگنے کی تدبیر

ابویعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عصر کے بعد سویا۔ اس کی عقل اگر اچک لی جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ ایک آدمی اس طرح سوئے کہ اس کا آدھا حصہ دھوپ میں اور آدھا چھاؤں میں ہو۔ آپ نے فرمایا: قیلولہ کیا کرو نہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو سوگیا اور اس پر چربی یا زعفران کی بوتھی اسے کچھ ہوگیا تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

نکاح کی تدبیر

ابویعلی نے اپنی مسند میں، عبدالرزاق نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرے تو اس کے ساتھ سچ بولے۔ اس سے سبقت لے جائے تو اس سے جلدی نہ کرائے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: اگر مرد کی حاجت عورت کی حاجت سے پہلے پوری ہو جائے تو اس سے جلدی نہ کرائے حتیٰ کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لے۔ ابن عدی نے حضرت طلق سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک اپنی زوجہ سے حق زوجیت ادا کرے تو اس سے دور نہ ہو جائے حتیٰ کہ اس کی حاجت بھی پوری ہو جائے جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے۔

بقی بن مخلد اور ابن عدی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ یا لونڈی سے مباشرت کرے تو اس کی شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے۔ اس سے اندھا پن پیدا ہوتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ حق زوجیت ادا کرتے وقت زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ اس سے گونگا پن اور توتلا پن پیدا ہوتا ہے۔

❁❁❁

بارھواں باب

سال کے موسموں کے بارے میں تدبیر

[اصل کتاب میں اس جگہ کچھ بھی مرقوم نہیں ہے۔ساقی]

❁❁❁

تیرھواں باب

مسکن کے معاملات کے بارے میں تدبیر

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عکل یا عرینہ کا قبیلہ مدینہ طیبہ آیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں قیام پسند نہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شیر دار اونٹنیوں کے پاس جانے کا حکم دیا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ باہر نکلیں اور ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔

✿✿✿

چودھواں باب

آپ نے صحیح آب و ہوا والے شہر اختیار کرنے کا حکم دیا و باء زدہ شہروں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا

محمد بن یحییٰ نے ابو عمرو سے ضعیف سند سے، ابو نعیم نے الطب میں، ابن السنی نے فروہ بن مسیک سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے آل بحیر بن ریسان میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری زمین کو ابین کہا جاتا ہے یہ ہماری وراثت اور شاداب زمین ہے یہ و باء زدہ زمین ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ یہ وباء زدہ اور تلف کرنے والی زمین ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے یہ حضرت عبداللہ بن شداد کی مراسیل میں سے ہے کہ ایک قوم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مالدار تھے ہم فقیر ہو گئے۔ ہماری کثیر تعداد تھی تعداد قلیل ہو گئی۔ باہم صلح تھی باہم لڑائیاں ہونے لگیں۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ مذموم ہے۔ انہوں نے عرض کی: ہم اسے کیسے چھوڑیں؟ آپ نے فرمایا: اسے فروخت کر دو یا ہبہ کر دو۔ الطبرانی نے الکبیر میں اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت سہل بن حارثہ انصاری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک قوم نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: وہ ایک گھر میں رہنے لگے ان کی تعداد کثیر تھی۔ وہ قلیل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ یہ مذموم ہے۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہ رسالت مآب میں طاعون کے بارے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا: یہ ناپاکی ہے۔ یہ عذاب ہے جس میں سابقہ امت کو مبتلا کیا گیا۔ اس سے کچھ

باقی رہا۔ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اگر اس زمین میں طاعون پھیل جائے جہاں تم ہو تو راہ فرار اختیار نہ کرو۔ اس میں رباح سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد مصر فتح ہو جائے گا۔ اس کی بھلائی کو تلاش کرو۔ وہاں اپنا مسکن نہ بناؤ، کیونکہ وہاں کے لوگوں کی عمریں کم ہوتی ہیں۔ اسی کتاب میں اور ابن السنی نے حضرت فروہ بن مسیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی: ہماری ایک زمین ہے جسے ابین کہا جاتا ہے۔ یہ ہماری شاداب زمین ہے۔ یہ ہمارے گھروں کی زمین ہے لیکن یہاں شدید وباء ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ وباء زدہ اور تلف کرنے والی زمین ہے۔ شیخان، ترمذی، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: طاعون عذاب تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے ایک گروہ پر اتارا۔ جب تم سنو کہ کسی زمین پر یہ وبا ہے تو تم وہاں نہ جاؤ۔ اگر یہ اس زمین میں آجائے جہاں تم ہوں تو وہ وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو۔

امام احمد، ابن السنی، الطبرانی نے الصغیر میں اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب نجم طلوع ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔ امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب وقتِ صبح نجم طلوع ہوتا ہے تو لوگوں سے آفت اٹھالی جاتی ہے یا اس میں کمی کر دی جاتی ہے۔

تنبیہات

۱۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اس روایت متعدی ہونے کا اثبات نہیں۔ اس کا تعلق دوا کے ساتھ ہے۔ آب و ہوا کا عمدہ ہونا جسموں کے عمدہ ہونے کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہے جب کہ آب و ہوا کا خراب ہونا جسموں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اور اطباء کے نزدیک اس سے جسموں کو بہت جلد امراض لگ جاتے ہیں۔

۲۔ ابن قیم نے "الہدیٰ" میں لکھا ہے: حضور اکرم ﷺ نے امت کو منع فرمادیا کہ وہ اس جگہ جائے جہاں طاعون ہو اور اس جگہ طاعون پھیل جائے جہاں وہ ہوں تو وہاں سے نہ نکلیں کیونکہ وہاں جانا مصیبت کے ساتھ تعرض کرنے کی طرح ہے اس کے اترے کی جگہ جانا ہے اپنے نفس کے خلاف مدد ہے۔ یہ شرع اور عقل کے مخالف ہے بلکہ ایسی سرزمین میں نہ جانا اس پرہیز کے زمرہ میں آتا ہے جس کی طرف شریعت مطہرہ نے راہ نمائی کی ہے۔ یہ نقصان دہ جگہوں پر جانے سے پرہیز کے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں تک اس زمین سے نہ نکلنے کا حکم ہے تو اس کے دو مفہوم ہیں۔ (۱) نفس کو رب تعالیٰ پر بھروسے اس پر توکل، مصیبت پر صبر اور رضا پر ابھارنا ہے۔ (۲) ائمہ طب نے کہا ہے: طاعون کے وقوع کے وقت امن و سکون ضروری ہے اخلاط کے جوش کو پرسکون کرنا ضروری ہے وبائی سرزمین سے نکلنا اور وہاں سے سفر کرنا شدید حرکت کے ساتھ ہوتا ہے یہ بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ المنہج السوی میں ہے: یہ

متاخرین اطباء کے کلام میں سے افضل ہے۔حدیث نبوی سے طبی معنی ظاہر ہو گیا۔اس میں جسم اور دل کا علاج ہے ان کی اصلاح ہے ایسی زمین میں جانے سے روکنے میں کئی حکمتیں ہیں جس میں یہ وباء ہو:

۱- تکلیف دہ اسباب سے اجتناب اور ان سے بعد۔

۲- وہ اس ہواء میں سانس نہ لیں جو متعفن ہو چکی ہے۔وہ خراب ہے وہ بھی مریض بن جائیں گے۔

۳- منہج السوی میں ہے کہ جہاں تک ثریا کا تعلق ہے تو فجر کے ساتھ اس کے طلوع اور سقوط ہوتے وقت امراض کثرت سے ہوتے ہیں۔تمیمی نے مادۃ البقاء میں لکھا ہے: سال کے اوقات میں سے اجسام پر فساد اور آزمائش کے اعتبار سے دو وقت بہت شدید ہوتے ہیں۔

(۱) جب ثریا طلوع فجر کے وقت غیب ہونے کے لیے گرے۔(۲) جب یہ مشرق سے طلوع آفتاب سے قبل طلوع ہو جائے۔یہ چاند کی منازل میں سے کسی منزل پر ہو۔یہ موسم بہار کے ختم ہونے کا وقت ہوتا ہے لیکن اس کے طلوع ہوتے وقت نقصان اس کے غروب ہوتے وقت سے زیادہ ہوتا ہے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے: جب بھی ثریا طلوع ہو یا غروب ہو تو لوگوں کو اور اونٹوں کو آفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔غروب کے وقت کی آفت طلوع کے وقت کی آفت سے بڑی ہوتی ہے۔حدیث پاک میں تیسرا قول بھی ہے جو سارے اقوال سے بہتر ہے۔وہ یہ کہ نجم سے مراد ثریا ہے اور آفت سے مراد وہ مصیبت ہے جو پھلوں اور کھیتوں کو موسم سرما میں لاحق ہوتی ہے یہ موسم بہار سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔مذکورہ وقت میں حاصل ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نجم سے مراد موسم بہار میں نباتات کا اگنا ہے۔اسی سے رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿٦﴾ (الرحمان:٦)

ترجمہ: اور آسمان کے تارے اور درخت اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے پھوٹنے کا کمال اور تمام موسم بہار میں ہوتا ہے۔اسی موسم میں آفات اٹھالی جاتی ہیں۔

❁❁❁

پندرھواں باب

دھوپ میں بیٹھنا

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابو بردہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی سایہ اور دھوپ میں بیٹھے۔مدرک بن عجرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو دھوپ میں سویا تھا۔آپ نے فرمایا:

اٹھو یہ رنگت تبدیل کر دیتی ہے۔ کپڑے بوسیدہ کر دیتی ہے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دھوپ میں بیٹھنے سے بچو۔ یہ کپڑے کو بوسیدہ کر دیتی ہے۔

ابوداؤد نے حضرت قیس سے روایت کیا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ دھوپ میں کھڑے تھے۔ آپ کو حکم دیا گیا تو آپ سایہ کی طرف تشریف لے گئے۔

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک دھوپ میں ہو۔ سایہ ہٹ جائے۔ اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو تو وہ اٹھ جائے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس طرح نہ سوئے کہ اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سایہ میں ہو۔

❁❁❁

سولھواں باب

حرکت کر کے کھانے اور پینے کا ضرر دور کرنے کے بارے میں

ابونعیم نے الطب میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اپنا کھانا ذکر الٰہی اور نماز سے ہضم کرو۔ کھانا کھاتے ہوئے سو نہ جایا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ میں مسجد نبوی میں اپنے پیٹ کو مروڑ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: اٹھو، نماز پڑھو، نماز میں شفاء ہے۔

اسی میں حضرت قیس بن طلق سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ وفدِ عبد قیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے تمہارے رنگ زرد ہیں تمہارے پیٹ بڑھے ہوئے ہیں۔ تمہاری رگیں نمایاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہمارے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ یہ ہمارے موافق تھی۔ آپ نے انہیں منع کر دیا۔ ہماری زمین وباء زدہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جو مشروب تمہیں خوشگوار لگے وہ پی لو۔ حضرت صحار سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ! ﷺ میں بیمار شخص ہوں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں گھڑے میں تھوڑی نبیذ بنا لیا کروں۔ آپ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ہمیں برتنوں سے منع فرما دیا ہے۔ وہ ہمارے برتن تھے جن سے آپ نے منع فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: صحار! اپنا مشروب عمدہ کرو اور اپنے پڑوسی کو پلاؤ۔

اسی میں ہے کہ حضرت عبداللہ دیلمی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں ہم ان کے ساتھ کیا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ان کی کشمش بنالیا کرو۔ہم نے عرض کی: ہم کشمش کو کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اسے صبح بھگو لینا شام کو پی لینا اور شام کو بھگو لینا اور صبح پی لینا۔مشکیزوں میں نبیذ بنانا گھڑوں میں نبیذ نہ بنانا کیونکہ اگر اس میں زیادہ مدت ہو جائے تو یہ سرکہ بن جاتا ہے۔اسی کتاب میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ عشاء کے بعد چہل قدمی کرتے تھے۔

❁❁❁

سترھواں باب

معجون اور جوارش کے استعمال کے بارے

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روم کے بادشاہ نے بارگاہ رسالت مآب میں زنجبیل (ادرک) کا گھڑا پیش کیا۔آپ نے ہر ہر شخص کو ایک ایک ٹکڑا عطا کیا۔مجھے بھی ایک ٹکڑا عطا کیا۔

❁❁❁

اٹھارھواں باب

معمول کی عادات کی نگرانی کرنے اور غیر عادی خوراک کھانے سے ممانعت

ابونعیم نے الطب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عادت بھلائی ہے۔حاجت کے لیے شر ہے۔اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کو کھانا کھایا کرو اگرچہ سوکھی روٹی (یا کھجور) ہی ہو۔رات کا کھانا ترک کرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔آپ کو بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔کسی خاتون محترمہ نے کہا جو کاشانہ اقدس میں موجود تھیں کہ آپ کو بتادو کہ آپ کیا کھانے لگے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ گوہ ہے۔آپ نے دستِ اقدس اٹھالیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! لیکن یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتی۔مجھے اس سے گھن آتی ہے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے اپنی طرف کھینچا۔اسے کھانے لگا۔حضور

اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے۔

اسے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا گیا ہے اس میں ہے: میں نے بھونا ہوا ہرن کھجوروں کے ساتھ پیش کیا۔ خاتون محترمہ نے کہا: حضور اکرم ﷺ کو بتا دو کہ آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کا عیب نہ نکالا تھا۔ اگر ضرورت ہوتی تو کھا لیتے ورنہ ترک فرما دیتے۔

❁❁❁

انیسواں باب

دردِ سر، دردِ شقیقہ

امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کبھی کبھی آپ کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا۔ آپ ایک یا دو دن کاشانہ اقدس میں ہی ٹھہرتے تھے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگوائے۔ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ یہ دردِ شقیقہ کی وجہ سے تھا جو آپ کو تھا۔ ابن ماجہ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو دردِ سر ہوتا۔ آپ سر اقدس پر مہندی لگا لیتے تھے۔ فرماتے: یہ باذن الٰہی دردِ سر سے نفع بخش ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو دردِ سر شروع ہو جاتا آپ سر اقدس پر مہندی لگا لیتے۔

امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے سر میں تکلیف کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کو دردِ شقیقہ تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں فرمایا: میرے سر! آپ نے اپنے سر اقدس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔

ابن السنی، ابو نعیم نے الطب میں، ابن عساکر نے قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تیل لگائے تو اپنی ابروؤں سے شروع کرے یہ دردِ سر کو ختم کر دیتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا سات امراض سے شفاء ہے۔ جب کہ لگوانے والا اس کی نیت کرلے۔ (۱) جنون۔ (۲) دردِ سر۔ (۳) جذام۔ (۴) برص۔ (۵) اونگھ۔ (۶) داڑھ کا درد۔ (۷) آنکھوں کے سامنے چھا جانے والا اندھیرا۔ ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار کی سوزش اور دردِ سر مومن کے مشتاق ہیں۔ اگر اس پر کوہ احد جتنے گناہ بھی ہوں یہ اس پر رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ نہیں رہنے دیتے۔

شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔ یہ اس درد کی وجہ سے تھا جو آپ کو تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے: آپ نے دردِ شقیقہ کی وجہ سے یہ پچھنے اس چشمے پر لگوائے جسے لحی جمل کہا جاتا تھا۔ شیخان نے حضرت عبداللہ بن بحینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے راہ مکہ مکرمہ میں لحی جمل کے مقام پر پچھنے لگوائے حالانکہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ آپ نے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگوائے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا جنون، جذام، دھندلا نظر آنا، برص اور دردِ سر کا علاج ہے۔ حکیم ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تیل لگائے تو وہ اپنی ابروؤں سے شروع کرے یہ دردِ سر کو ختم کر دیتا ہے یہ ابن آدم کے جسم پر سب سے پہلے اگنے والے بال ہیں۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو اس کی صحت اور جلد نے تعجب میں ڈال دیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تجھے کبھی دردِ سر بھی ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ درد کی قسم ہے جو سر میں ہوتی ہے۔ اس نے کہا: مجھے تو یہ کبھی نہیں ہوا۔ جب اعرابی چلا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ اہل آتش میں سے کسی شخص کو دیکھے تو وہ اس اعرابی کو دیکھ لے۔ دوسرے الفاظ میں ہے، آپ نے اسے پوچھا: کیا تیرے سر میں کبھی درد ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ دردِ سر کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رگ ہے جو انسان کے سر میں درد کرتی ہے۔ اس نے کہا: یہ تو مجھے کبھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا: جو اہلِ نار میں سے کسی کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اسے دیکھ لے۔ اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کو دردِ سر شروع ہو جاتا تو سر اقدس پر مہندی لگا لیتے۔

حضرت سلمیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب بھی کوئی بارگاہِ رسالت مآب میں دردِ سر کی شکایت لے کر آتا تو آپ اسے پچھنے لگوانے کا حکم دیتے۔ اسی کتاب میں حضرت انس سے روایت ہے آپ نے حالت احرام میں دردِ سر کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ اسی کتاب میں ہے کہ آپ نے فرمایا: راہِ خدا میں جس کے سر میں درد ہوا اس نے حصول ثواب کے لیے صبر کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ جب بھی آپ کے پاس کوئی دردِ سر کی شکایت لے کر آیا تو آپ نے اسے فرمایا: پچھنے لگواؤ۔ جب بھی ٹانگ میں درد کی شکایت لے کر آیا تو فرمایا: مہندی لگاؤ۔

تنبیہ

جب گرمی کی وجہ سے دردِ سر ہو تو سر پر مہندی لگانا خاص ہے جبکہ یہ اس مادہ کی وجہ سے نہ ہو جس سے قے آجاتی

ہے جب دردِ سر کی گرمی کی وجہ سے ہو تو مہندی اس میں فائدہ دیتی ہے۔ اطباء نے کہا ہے کہ جب مہندی کو پیس لیا جائے۔ اس میں تیل ملایا جائے اسے سرکہ کے ساتھ پیشانی پر مل لیا جائے تو دردِ سر کا فوراً آرام آجاتا ہے یہ دردِ سر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام اعضاء کے ساتھ خاص ہے۔

❁❁❁

بیسواں باب

منہ اور ناک کی دوا

امام ترمذی، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جنہیں تم بطور دوا استعمال کرتے ہو وہ ناک میں ڈالنے کی دوا، گوشہ منہ سے ڈالنے کی دوا، پچھنے اور پیٹ کی دوا ہے۔ امام ترمذی اور حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو تم ادویہ استعمال کرتے ہو۔ ان میں سے بہترین ناک میں ڈالنے کی دوا، منہ میں ڈالنے کی دوا، پچھنے اور پیٹ میں ڈالنے کی دوا ہے۔ جسے تم آنکھوں کے لیے استعمال کرتے ہو ان میں سے سرمہ ہے جسے تم استعمال کرتے ہو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: داغ لگانے کی جگہ گرم کپڑا رکھنا ہے علاق کی جگہ سعوط (ناک میں ڈالنے کی دوا) نفخ کی جگہ الدود (منہ میں ڈالی جانے والی دوا) ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ حجام کو اجرت دی اور اجرت کم کر دی۔

❁❁❁

اکیسواں باب

پچھنے، فصد اور قسط بحری

اس باب کی کئی انواع ہیں۔

۱- پچھنے لگوانے کی فضیلت اور حکم

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں

شب معراج فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرا اس نے مجھے پچھنے لگوانے کے لیے کہا۔ بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آسمانوں میں سے جس آسمان کے پاس سے گزرا مجھے فرشتوں نے کہا: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کو پچھنے لگوانے کا حکم دیں۔ آپ نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جنہیں تم بطور دوا استعمال کرتے ہو وہ پچھنے لگوانا، قسط اور شونیز (کالا دانہ، کلونجی) ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شب معراج ملائکہ کے جس گروہ کے پاس سے گزرا اس نے مجھے کہا: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیں۔ الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو بتایا ہے کہ پچھنے ان تمام ادویہ سے بہترین ہیں جنہیں لوگ استعمال کرتے ہیں۔

الطبرانی نے الکبیر میں اس سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطیبہ نے آپ کے پچھنے لگوائے۔ حضرات عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیسے پچھنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہے۔ جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو بلایا۔ اس نے سینگ کے ساتھ آپ کو پچھنے لگائے اور چھری کے ساتھ اسے نشتر لگایا۔ بنو فزارہ میں سے ایک شخص دیکھ رہا تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اسے کیوں بلایا ہے یہ آپ کا گوشت کاٹ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے یہ پچھنے ہیں۔ یہ اس ہر چیز سے بہتر ہیں جسے تم بطور دوا استعمال کرتے ہو۔ ابن سعد نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ نے حجام کو بلایا۔ اس نے سینگ کے بنائے گئے آلہ کے ساتھ آپ کو پچھنے لگوائے۔ چھری کی نوک سے نشتر لگایا۔ ایک اعرابی داخل ہوا۔ اس نے یہ سب کچھ دیکھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ پچھنے کیا ہوتے ہیں؟ وہ گھبرا گیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اسے کیا کرنے دیا ہے کہ یہ آپ کی جلد کاٹ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ہیں۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ پچھنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔

الطبرانی نے الکبیر میں، امام احمد، حاکم، ابوداؤد، طیالسی، ابویعلی اور ضیاء نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ البزار، الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ تم پچھنے لگواؤ اور قسط بحری استعمال کرو۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سلمیٰ ابورافع کی زوجہ محترمہ سے انہوں نے فرمایا: جب آپ کے پاس کوئی دردِ سر کی

شکایت لے کر آتا تو آپ فرماتے: جاؤ پچھنے لگواؤ۔ جب ٹانگ کے درد کی شکایت لے کر آتا تو فرماتے: جاؤ اس پر مہندی لگاؤ۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین دوا جسے تم استعمال کرتے ہو وہ پچھنے اور فصد ہیں۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شفاء تین اشیاء میں ہے۔ شہد پینے میں، پچھنے لگانے میں اور آگ سے داغ لگانے میں۔ میں اپنی امت کو آگ کے ساتھ داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔ امام احمد، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو پچھنے لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ کے ساتھ داغ لگانے میں جس سے درد ہو لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔ میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ امام احمد، الطبرانی نے حضرت معاویہ بن خدیج سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو پچھنے لگانے میں شہد پینے میں اور آگ کے ساتھ ایسے داغ لگوانے میں ہے جن سے درد ہو، لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ بنوسلمہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس ادویہ سے تم علاج کرتے ہو اگر ان میں سے کسی چیز میں شفاء ہے تو وہ شہد پینے میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں: پچھنے لگوانے میں ہے۔ حارث، ابویعلی، احمد نے حضرت عقبہ بن عامر سے، شیخان، امام احمد، بیہقی، نسائی، بخاری، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں شفاء ہے تو وہ تین اشیاء میں شہد پینا پچھنے لگوانا یا آگ سے داغ لگوانا جس سے درد ہو۔ میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔ میں اس سے محبت نہیں کرتا۔

ابونعیم نے الحلیہ میں اور الضیاء نے حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ ائمہ میں سے مالک، شافعی، احمد، شیخان ترمذی، نسائی، دارمی اور ابوعوانہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں کو تم بطور دوا استعمال کرتے ہو ان میں پچھنے اور قسط بحری بہترین ہیں۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھنے ان دواؤں میں سے بہترین ہیں جنہیں لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ابویعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسے ورم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے اس سے نکالا نہیں۔ اس نے اسے چیر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی کو زخم آ گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ قرابت کی وجہ سے فرمایا۔ ایسا شخص طلب کرو جو اس کا علاج کرے۔ دو شخص حاضر خدمت ہوئے جو باہم بھائی تھے۔ وہ مدینہ طیبہ آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم لوہے کے ساتھ علاج کرتے ہو۔

انہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں اس کے ساتھ علاج کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اسی کے ساتھ اس کا علاج کرو۔ انہوں نے اسی کے ساتھ اس کا علاج کیا۔ اسے چیرا تو وہ شفاء یاب ہو گا۔

امام مسلم اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے پاس تشریف لائے جو زخمی تھا۔ اس سے آپ نے چیرنے کا اذن طلب کیا تو آپ نے اسے اذن دے دیا۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھنے لگوانے میں شفاء ہے۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں داخل ہوئے۔ آپ پچھنے لگوا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ پچھنے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ پچھنے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ بہترین چیز ہے جس سے عرب دوا لیتے ہیں۔

حاکم نے حضرت سمرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اشیاء جن سے تم دوائیں استعمال کرتے ہو ان میں سے بہترین پچھنے اور فصد ہیں۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی کتاب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن اشیاء کو تم بطور دوا استعمال کرتے ہو ان میں پچھنے بہترین ہیں۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خون جوش مارتا ہے تو وہ اپنے صاحب کو قتل کر دیتا ہے۔

اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھنے لگوایا کرو۔ تمہارا خون جوش نہ مارنے لگے یہ تمہیں مار ڈالے گا۔ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابی بن کعب کی طرف طبیب بھیجا۔ اس نے ان کے داغ لگائے اور رگ کھولی۔

۲۔ جسم میں پچھنے لگوانے کی جگہ

خطیب، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر اقدس پر پچھنے لگوائے تھے، جیا" سر اقدس کے اگلے حصے پر لگاتے تھے۔ اسے ام مغیث فرماتے تھے۔"

ترمذی اور حاکم نے حضرت انس سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن کی رگوں پر اور شانہ اقدس پر پچھنے لگواتے تھے۔ آپ سترہ، انیس اور اکیس (تاریخ) کو پچھنے لگواتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں اور الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت صہیب سے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گدی کی ہڈی میں پچھنے لگوایا کرو یہ بہتر (۷۲) امراض کی دوا ہے۔ ان میں سے پانچ جنون، جذام، برص اور داڑھ کا درد ہے۔ ابوداؤد، بیہقی اور ابن ماجہ نے ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ اپنے سر اقدس پر اور شانوں کے مابین پچھنے لگواتے تھے۔فرمایا: جس نے اس طرح خون بہایا اسے کوئی نقصان نہیں کہ وہ کسی چیز کے لیے کسی چیز کے ساتھ دوا نہ لے۔

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر کے وسط میں پچھنے لگوانا امان ہے۔ یہ جنون، جذام، برص، اونگھ اور داڑھ کے درد کی دوا ہے۔آپ اسے ام مغیث فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسے ضعیف سند سے اور حضرت ابن عباس سے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔انہوں نے "دردِ سر" کا اضافہ کیا ہے۔طیالسی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر کے وسط میں پچھنے لگوائے۔آپ نے اسے المنقذ کا نام دیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے گردن کی دو رگوں اور کندھوں کے مابین پچھنے لگوائے۔الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی نے الطب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سر میں پچھنے لگوانا جنون، جذام، برص، داڑھ کے درد اور اونگھ کا علاج ہے۔ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گردن مبارک کی رگوں پر دو بار اور شانہ اقدس پر ایک بار پچھنے لگوائے۔ اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے۔اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ سترہ، انیس اور اکیس (تاریخ) کو پچھنے لگواتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔اس درد کی وجہ سے پچھنے لگوائے جو سر اقدس میں تھا۔ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حالتِ احرام میں قدم کے ظاہری حصے پر پچھنے لگوائے۔آپ نے درد کی وجہ سے پچھنے لگوائے تھے۔ ائمہ اربعہ اور ابن سعد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سر کے اوپر ابھری ہوئی جگہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: حضور اکرم ﷺ اس جگہ پچھنے لگواتے تھے۔

ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے سر اقدس پر اور شانوں کے مابین پچھنے لگوائے تھے۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سر اقدس کے وسط میں پچھنے لگواتے تھے۔آپ انہیں منقذ فرماتے تھے۔حضرت جبیر بن نفیر سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۳۔مخصوص ایام میں پچھنے لگوانا مستحب ہے

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین ایام جن میں تم پچھنے لگواتے ہو وہ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ ہے۔امام احمد اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: میں شب معراج فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرا۔اس نے مجھے کہا: محمد عربی! ﷺ پچھنے لگوایا کریں۔

ابن ماجہ، بیہقی، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو پچھنے لگوانا چاہے وہ

سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو تلاش کرے۔ کسی ایک کا خون اتنا جوش نہ مارے کہ اسے ہلاک کر دے۔
ابو داؤد نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منگل کا دن خون کا دن ہے اس میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں خون منقطع نہیں ہوتا۔ ابو داؤد نے ابو بکرہ کی سند سے بکار بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے۔ بکار کا شاید امام بخاری نے صحیح میں لکھا ہے۔ انہوں نے ادب میں روایت کیا ہے۔ ابن معین نے انہیں "صالح" کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے: مجھے ان میں کوئی حرج نظر نہیں آتی۔ یہ حضرت کیسہ بنت ابی بکرہ سے احادیث لکھ لیتے تھے۔ انہوں نے روایت کیا ہے کہ ان کے والد گرامی اپنے اہل خانہ کو منگل کے روز پچھنے لگوانے سے منع کرتے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ آپ نے فرمایا: منگل کا دن خون کا دن ہے۔ اس میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں خون منقطع نہیں ہوتا۔ امام بیہقی اور ابن ماجہ نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں فرمایا: نافع! میرا خون جوش مارنے لگا ہے۔ میرے لیے حجام تلاش کرو۔ اگر تم میں استطاعت ہے تو اسے رفیق بنالو۔ اسے بہت بوڑھا اور چھوٹا بچہ نہ بنانا۔ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ نہار منہ پچھنے لگوانا بہت بہتر ہے۔ اس میں شفاء اور برکت ہے۔ یہ عقل اور یادداشت میں اضافہ کرتی ہے۔ خدائے برتر کا نام لے کر جمعرات کے روز پچھنے لگوالیا کرو لیکن بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے روز پچھنے نہ لگوایا کرو۔ سوموار اور منگل کو پچھنے لگوایا کرو۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبت سے نجات دی تھی۔ بدھ کے روز انہیں آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ جزام اور برص بدھ کے روز یا بدھ کی رات کو ہی شروع ہوتے ہیں۔

ابو داؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مہینے کی سترہ، انیس یا اکیس تاریخ کو پچھنے لگوائے۔ اسے ہر مرض سے شفاء نصیب ہو جائے گی۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جس نے جمعرات کے روز پچھنے لگوائے وہ اس میں مریض بنا اور اسی میں مر گیا۔ ابو یعلی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعۃ المبارک میں ایک ساعت ایسی بھی ہوتی ہے جس نے اس میں پچھنے لگوائے وہ مر گیا۔ اس کی سند میں یحییٰ بن علاء ہے۔ وہ کذاب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: جس نے بدھ کے روز یا ہفتہ کے روز پچھنے لگوائے اسے برص ہو گیا وہ صرف خود کو ہی ملامت کرے۔ اسے بزار نے سلیمان بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ یہ کذاب تھا۔ اسے شیرازی نے القاب میں حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے منگل کے روز پچھنے لگوانے سے منع کیا۔ اسے الطبرانی نے الکبیر میں مسلمہ بن علی الخشنی سے روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں، ابن عدی اور ابن سعد نے معقل بن یسار سے، ابن حبان نے ضعفاء میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروز منگل پچھنے لگوانا جبکہ مہینے کے سترہ روز گزر چکے ہوں سال بھر کی مرضوں کا علاج ہے۔ دوسری روایت میں ہے: رب تعالیٰ نے اس میں سے ایک سال کی بیماریاں نکال دیں۔

ابن حبیب نے الطب النبوی میں عبد الکریم حضرمی سے معضل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن کی

ابتداء میں پچھنے لگوانے مکروہ ہیں۔اس کے فائدہ کی امید نہیں ہوسکتی حتیٰ کہ چاند چھوٹا ہونے لگے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو آپ منگل کے روز پچھنے لگوا رہے تھے۔میں نے عرض کی: آپ اس روز پچھنے لگوا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم میں سے جو منگل کو سترہ تاریخ کو پالے تو وہ گزرنے نہ پائے حتیٰ کہ وہ پچھنے لگوالے۔تم پچھنے لگوایا کرو۔الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہینے کی سترہ تاریخ بروز منگل کو پچھنے لگوانا سال کی امراض کا علاج ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے۔اس کی سند میں انقطاع ہے۔حضرت ابن سیرین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: فائدہ مند پچھنے وہ ہوتے ہیں جو اس وقت لگائے جائیں جب مہینہ کم ہو رہا ہو۔البزار،ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مہینے کی پندرہ،سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ کو پچھنے لگوایا کرو۔تمہارا خون تم پر جوش نہ مارنے لگے حتیٰ کہ وہ تم کو مار ڈالے۔

عقیلی نے "الضعفاء" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعرات کو پچھنے لگوایا کرو اس سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴-مخصوص ایام میں پچھنے لگوانے کی ممانعت

الشیرازی نے القاب میں اور ابن نجار نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جمعرات کو پچھنے نہ لگوایا کرو۔جس نے جمعرات کے روز پچھنے لگوائے اسے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا تو صرف خود کو ہی ملامت کرے۔

۵-نہار منہ پچھنے لگوانا

ابن ماجہ،ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ پچھنے لگوانا بہت بہتر ہے۔اس میں شفاء اور برکت ہے یہ حفظ اور عقل میں اضافہ کرتا ہے۔رب تعالیٰ کی برکت پر جمعرات کے روز کو پچھنے لگوایا کرو لیکن روز جمعہ،ہفتہ اور اتوار کے روز پچھنے نہ لگوایا کرو۔پیر اور منگل کے روز پچھنے لگوالیا کرو۔اسی روز رب تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت بخشی تھی۔جذام یا برص کا آغاز بدھ کے روز کو یا بدھ کی شام کو ہوتا ہے۔

۶-خون کو دفن کر دینے کا حکم

الطبرانی نے ضعیف سند سے حضرت ام سعد،حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں

نے آپ کو سنا آپ پچھنے لگوا کر خون کو دفن کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ ابن سعد نے ہارون بن رئاب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے پھر ایک شخص سے فرمایا: اسے دفن کر دو۔ کتا اس کی چھان بین نہ کرتا رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے روزہ اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔ ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پچھنے لگوائے۔ ابوطیبہ نے آپ کو پچھنے لگائے۔ آپ نے انہیں طعام کے دو صاع دینے کا حکم دیا، پھر پوچھا: تمہارا اخراج کتنا ہے؟ اس نے عرض کی: تین صاع۔ آپ نے اس کا ایک صاع کم کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے اہل خانہ سے بات کی کہ اس کے خراج سے ایک صاع کم کر دو۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے پچھنے لگوائے۔ آپ روزہ کی حالت میں تھے۔ اسے اس کا اجر دیا۔ اگر یہ خبیث ہوتا تو اسے اجر نہ دیتے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ابوطیبہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو دن کے وقت ہمارے لیے پچھنے لگانے کے آلات نکالے۔ میں نے کہا: تم کہاں تھے؟ آپ نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ اس نے آپ کو پچھنے لگائے۔ ابن سعد نے ابوعباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگائے۔ آپ پر غشی طاری ہوگئی لہٰذا میں روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

ابن سعد میں بشر بن سعید کی سند سے، البزار نے ضعیف سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہر رات سرمہ ڈالتے تھے۔ ہر مہینے پچھنے لگواتے تھے۔ ہر سال دوا پیتے تھے۔ امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حجام بہت عمدہ شخص ہوتا ہے۔ وہ خون لے جاتا ہے پشت کو ہلکا کرتا ہے اور بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: یہ متواتر روایت ہے کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ کھول دیا۔ امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو جائے تو پچھنوں سے مدد حاصل کیا کرو تمہارا خون تم میں سے کسی ایک پہ جوش مار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔ ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس پر ابوہند نے پچھنے لگائے۔

تنبیہات

۱۔ اطباء نے لکھا ہے کہ سر کے وسط میں پچھنے لگوانا خون کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ گردن کی دونوں رگوں پر پچھنے لگوانا سر کے امراض، چہرے امراض مثلاً کانوں کے درد، آنکھوں، دانتوں، ناک، سر کے درد اور شقیقہ وغیرہ میں

مفید ہوتا ہے۔اگر درد سر گرمی کی وجہ سے ہوتو مہندی لگانا اسی دردِ سر کا خاص علاج ہے۔یہ اس مادہ کی وجہ سے نہ ہو جس سے نجات پانا لازم ہو اگر اسی کی وجہ درد سر ہوتو مہندی کا فائدہ بہت عیاں ہے جب اسے پیسا جائے اور اسے سرکہ میں ملا کر پیشانی پر لگایا جائے تو دردِ سر کا آرام آجاتا ہے۔یہ دردِ سر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سارے اعضاء کے ساتھ خاص ہے۔

۲۔ الشیخ نے ابن ماجہ کی شرح میں لکھا ہے: ائمہ میں سے ایک گروہ جسے امام احمد، ابن اسحاق نے روزہ افطار ہو جانے کی روایت کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانا مکروہ ہیں۔انہوں نے اس روایت کو شدت پر محمول کیا ہے۔معنی یہ ہے کہ اس نے روزہ کو افطار کے لیے پیش کر دیا۔

❁❁❁

بائیسواں باب

پیچس اور قئے کے بارے

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔آپ نے مجھے فرمایا: میں تمہیں شکستہ حال کیوں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی: میں نے جلاب لیے ہیں۔آپ نے فرمایا: کون سی دوالی ہے؟ میں نے عرض کی: سرم۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اور سرم کا کیا تعلق؟ یہ گرم آگ ہے۔تم سناء اور سنوت استعمال کیا کرو۔ان میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج موجود ہے۔امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔آپ نے پوچھا: تم کس سے جلاب لیتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: شبرم کے ذریعے۔فرمایا: یہ گرم ہے گرم، پھر میں نے سناء کے ساتھ جلاب لیے آپ نے فرمایا: اگر کوئی ایسی چیز ہوتی جس میں موت سے شفاء ہوتی تو وہ سناء میں ہوتی۔

ابن ماجہ، حاکم اور ابن مندہ نے (انہوں نے اسے غریب کہا ہے) الطبرانی نے الکبیر میں، ابن السنی، ابونعیم الطب میں بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا: سنا اور سنوت کو لازم پکڑو۔اس میں موت کے علاوہ ہر چیز کی دوا ہے۔ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سنا کو لازم پکڑو۔اس میں ہر مرض کا علاج ہے۔

❁❁❁

تیئیسواں باب

داغ لگوانے کے بارے میں

اس میں کئی انواع ہیں۔

۱- یہ مؤقف کہ آپ نے داغ لگوائے:

الحافظ نے لکھا ہے: میں نے ایک بھی صحیح روایت نہیں دیکھی کہ آپ نے داغ لگوائے ہوں، مگر امام قرطبی نے ادب النفوس از طبری سے منقول کیا ہے کہ آپ نے داغ لگوائے تھے۔ حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ روایت ہے کہ آپ نے اس زخم کی وجہ سے داغ لگوائے تھے جو آپ کو غزوۂ احد میں لگے تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے چٹائی کو جلایا۔ اسے زخم میں بھر دیا۔ یہ مشہور داغ لگوانا نہیں ہے۔

۲- ضرورت کے بغیر اس کی ممانعت:

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں داغ لگوانے سے منع کیا۔ ہم نے داغ لگوائے تو ہم اس مقصد میں کامران و کامیاب نہ ہوئے۔

امام احمد نے جید سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع کیا۔ آپ گرم پانی پینے کو ناپسند کرتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر نے صحیح کے راویوں سے، ابن قانع نے سعد الظفری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داغ لگوانے سے منع کیا ہے۔ آپ گرم پانی پینے کو ناپسند کرتے تھے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا۔ اسے استسقاء کا مرض لاحق تھا۔ ہم اسے اطباء کے پاس لے کر آئے۔ انہوں نے مجھے داغ لگانے کا حکم دیا۔ کیا میں اسے داغ لگاؤں؟ آپ نے فرمایا: اسے داغ نہ لگاؤ۔ اسے اہلِ خانہ کے پاس لے جاؤ۔ اس کے پاس سے اونٹ گزرا اس نے اس کے پیٹ پر مارا۔ پیٹ کا ورم ختم ہوگیا۔ وہ اسے لے کر بارگاہ رسالت مآب میں آیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اسے طبیبوں کے پاس لے کر آئے تو میں کہتا کہ آگ نے اسے شفا دی ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، مسدد اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: داغ کی جگہ تکمید، زخم پر گرم کپڑا رکھنا علاق (خالی پیٹ دوا) کی جگہ سعوط اور نفع کی جگہ لدود (منہ کے گوشے سے ڈالی جانے والی دوا) ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داغنے اور

گرم کھانے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: تم ٹھنڈا کھانا کھایا کرو یہ برکت والا ہوتا ہے ارے! گرم کھانے میں کوئی برکت نہیں ہوتی۔

امام احمد، امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے داغ لگوائے یا دم کروایا وہ توکل سے بری ہو گیا۔

طیالسی، ابن حبان، مسدد، الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ انصار بارگاہ رسالت مآب میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: ہمارے ساتھی کو سخت مرض لاحق ہو گیا ہے۔ اس کے لیے داغنے کا عمل تجویز کیا گیا ہے کیا ہم اسے داغ لگوالیں۔ آپ خاموش رہے۔ ہم نے دوبارہ عرض کی تو آپ خاموش رہے ہم نے سہ بارہ عرض کی تو فرمایا: اسے گرم پتھر سے جلا دو۔ آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ ابو یعلی کے الفاظ ہیں: اگر پسند کرو تو اسے داغ دو اور پسند کرو تو گرم پتھر سے اسے ختم کر دو۔ مسدد، ابن ابی شیبہ نے ضعیف سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے ایک شخص شدید بیمار ہو گیا۔ طبیبوں نے کہا: یہ داغے بغیر صحت مند نہیں ہو سکتا۔ اس کے اہل خانہ نے اسے داغنے کا ارادہ کیا۔ بعض نے کہا: نہیں! جب تک ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ نہ کرلیں۔ انہوں نے آپ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ شخص شفاء یاب ہو گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: یہ بنو فلاں کا صاحب ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ داغ لگوالیتا تو لوگ کہتے یہ داغنے سے صحیح ہوا ہے۔

حارث نے مرسل حضرت علاء بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اسے مرض استسقاء تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بچہ مصیبت زدہ ہے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا میں اسے داغ لگا لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اسے داغ نہ لگواؤ۔ اس نے اتفاق کر لیا کہ وہ اسے داغ نہ لگوائے گی۔ اسے اونٹ سے مارا۔ اس کا پیٹ اس کے ساتھ لگا تو اس کے اندر کا مواد نکل گیا۔ وہ صحت مند ہو گیا وہ عورت بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: میرے والدین آپ پر فدا! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ سے اجازت لی تھی کہ میں اپنے بچے کو داغ لگوالوں۔ مگر آپ نے مجھے منع کر دیا تھا اونٹ اس کے پاس سے گزرا۔ اس لیے اسے مارا اس کے پیٹ کا مواد اندر سے نکلا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تمہیں اذن دے دیتا تو تم کہتی: اسے آگ نے شفاء دی ہے۔

۳۔ بعض صحابہ کرام کو اپنے دستِ اقدس سے داغنا

امام احمد، مسلم، ابو داؤد اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اکحل (رگ) میں تیر لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے نیزے کے پھل کے ساتھ اسے داغ دیا۔ اسے

ورم آگیا تو اسے دوبارہ داغ دیا۔

الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے محمد بن عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے میرے چچا نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ کو درد لاحق ہوگیا جسے اہل مدینہ طیبہ "الذبح" کہتے تھے۔ آپ نے اپنے دست اقدس سے اسے داغا۔ ابویعلی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں داغا۔

۴۔ بعض صحابہ کرام کے لیے داغنے کی توصیف کرنا

امام احمد، شیخان، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خندق کے روز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اکحل (رگ) میں تیر لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف طبیب بھیجا انہوں نے وہ رگ کاٹ دی پھر اسے داغا۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ انہیں "ذبح" کا درد تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے آگ سے پھاڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ شفاء یاب ہو جائیں۔

تنبیہات

۱۔ اطباء نے لکھا ہے کہ داغ اس سرکش پھوڑا کے لیے استعمال ہوتا تھا جس کا مادہ صرف داغنے سے ہی ختم ہو اس لیے آپ نے اس کی توصیف فرمائی پھر اس سے ممانعت فرمادی۔ آپ نے اسے اس لیے ناپسند فرمایا کیونکہ اس میں شدید درد اور بہت بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل عرب اپنی ضرب الامثال میں کہتے تھے کہ آخری دوا داغنا ہے۔ نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا، یا خلاف اولیٰ پر محمول کیا جائے گا۔ احادیث کا مجموعہ اسی کا تقاضا کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ انہیں بواسیر تھی۔ یہ جگہ خطرناک تھی لہٰذا آپ نے انہیں داغ لگوانے سے منع کر دیا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے داغ لگوائے لیکن وہ کامیاب نہ ہوتے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: داغ لگانے کی دو اقسام ہیں: (۱) صحیح کا داغ لگوانا تاکہ وہ مریض نہ بنے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ داغ لگانے والے نے توکل نہ کیا، کیونکہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ تقدیر اس سے ٹل جائے مگر تقدیر نہیں ٹلتی۔ (۲) زخم کو داغ لگوانا جبکہ وہ خراب ہو جائے جب عضو کو داغنا جب اسے کاٹا جائے اس کے لیے شریعت مطہرہ نے دوا مقرر کی ہے۔ اگر یہ داغنا کسی محتمل امر کے لیے ہو تو وہ خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس میں عذاب کے ساتھ غیر محقق امر کے لیے عذاب دینا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: اس روایات کو جمع کرنے سے لب لباب یہ نکلتا ہے فعل جواز پر دلالت کرتا ہے۔ عدم فعل منع پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو ترک کرنا۔ اس کے کرنے سے ارجح ہے۔ اسی لیے اس کے ترک پر تعریف کی گئی ہے۔ نہی یا تو از سبیل اختیار و تنزیہ ہے یا اس لیے کہ آدمی شفاء کے اس طریقہ کو متعین نہ کرلے۔

❁❁❁

چوبیسواں باب

بخار کے متعلق فرامین

امام احمد نے ثقہ راویوں سے (ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا) ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخار کے متعلق فرمایا: اسے پانی سے ٹھنڈا کرو یہ جہنم کی شدت سے ہے۔ الطبرانی اور البزار نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے خود سے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ جب آپ کو بخار ہو جاتا تو آپ پانی کا مشکیزہ منگواتے اسے سر اقدس پر انڈیلتے۔ اس سے غسل فرماتے۔

الطبرانی نے الکبیر میں ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو بخار ہو جائے تو تین رات اس پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ الطبرانی نے عبدالرحمان بن مرقع سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں مسلمانوں نے پھل کھائے۔ انہیں بخار ہو گیا۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: بخار موت کا پیش رو ہے۔ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی قید ہے۔ مشکیزے میں پانی ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا کرو۔ اذان مغرب اور اذان عشاء کے مابین اسے خود پر انڈیلا کرو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو ان کا بخار اتر گیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئے اور عرض کی: آپ نے فرمایا: کوئی بھرا ہوا برتن بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ برا نہیں۔ اگر تم پیٹ بھر کر کھانا ہی چاہتے ہو تو ایک ثلث کھانے کے لیے، ایک ثلث پینے کے لیے اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھو۔

ابو یعلی اور حاکم نے (انہوں نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے) نسائی اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو بخار ہو جائے تو تین راتیں وقت سحر اس پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔

امام احمد، شیخان نے حضرت ابن عباس سے، امام احمد، بیہقی، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی گرمی سے ہے اسے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کیا کرو۔

بیہقی، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے، امام احمد، بیہقی، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے، بیہقی، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی تپش سے ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ امام احمد نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے۔ یہ جس مومن کو ہو جائے یہ آگ میں سے اس کا حصہ بن جائے گا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے اسے خود سے ٹھنڈے پانی سے دور کیا کرو۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوریحانہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار جہنم کی بھٹی میں سے ہے یہ مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہے۔ الطبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار میری امت کا آگ میں سے حصہ ہے۔ حضرت ابن قانع نے اسد بن کرز سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار اس طرح لغزشیں گرادیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے گراتا ہے۔

ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار موت کا پیش رو ہوتا ہے۔ یہ زمین میں رب تعالیٰ کی قید ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار موت کا قاصد ہوتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی زمین میں قید ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو محبوس کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ تم اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔

بزار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالمیاں ﷺ نے فرمایا: بخار ہر مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: بخار روز حشر مؤمن کا آگ میں سے حصہ ہوگا۔ قضاعی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار ہر مؤمن کے لیے آگ میں سے حصہ ہوتا ہے۔ ایک رات کا بخار پورے سال کی خطاؤں کا کفارہ ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے سمرہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: جب حضور اکرم ﷺ کو بخار ہو جاتا تو آپ پانی کا مشکیزہ منگواتے۔ اسے اپنے سر اقدس پر انڈیلتے اور غسل فرماتے۔ الطبرانی نے الکبیر میں عبدالبر بن سعید سے اور اپنی پھوپھو سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار ابن آدم کی خطاؤں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل نکال دیتی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بخار کو گالیاں نہ دیا کرو یہ گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل نکال دیتی ہے۔

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، ابونعیم نے الطب میں اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے تو بخار آگ کے ٹکڑے میں سے ہے۔ الطبرانی میں ہے: یہ آتش جہنم میں سے ہے۔ وہ اسے پانی کے ساتھ بجھائے۔ الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے۔ اسے رواں نہر سے فائدہ لینا چاہیے وہ ادھر منہ کر لے جدھر سے پانی آرہا ہو وہ یوں کہے: بسم الله، اللهم اشف عبدك و صدّق رسولك۔ اسے یہ عمل نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے کرنا چاہیے اسے تین روز تک تین تین غوطے لگانے چاہییں۔ اگر وہ تین دنوں میں شفاء یاب نہ ہو تو پانچ دنوں تک۔ اگر شفاء یاب نہ ہو تو سات دنوں تک۔ اگر شفاء یاب نہ ہو تو نو دنوں تک اسی طرح کرنا چاہیے باذن الٰہی وہ نو دنوں میں ختم ہو جائے گا۔

امام نسائی، ابویعلی، حاکم، ابونعیم اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم

میں سے جسے بخار ہو جائے وہ تین راتیں وقتِ سحر اپنے سر پر ٹھنڈا پانی گرائے۔

تنبیہات

۱- آپ کا فرمان: اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ایک روایت میں ٹھنڈے پانی کا ذکر ہے۔اس سے مراد پانی سے دھونا ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ ٹھنڈا کرنا اور بجھانا اور درجہ حرارت کو اندر سے روکنا بخار میں اضافہ کرتا ہے، بعض اوقات یہ انسان کو ہلاک بھی کر دیتا ہے؟اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد صفراوی بخار ہے مصنوعی طب والے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے مریض کو ٹھنڈا کرنا اسی طرح ہے کہ اسے ٹھنڈا پانی پلایا جائے اور اس کی اطراف کو اس کے ساتھ دھویا جائے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے اور جسم کے مابین چھڑکاؤ کرنا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مریض کی طرف سے پانی صدقہ کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے شفاء دے دے۔جیسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔اولیٰ وہ ہے جسے بخار کی تبرید کی کیفیت محمول کیا گیا ہے جیسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کرتی تھیں کہ وہ بخار والے شخص کے ہاتھوں اور کپڑے کے مابین پانی کا چھڑکاؤ کرتی تھیں۔اس کا تعلق ان تعویذات کے ساتھ ہے جس کی اجازت دی گئی ہے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہ خصوصاً حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جیسی ذاتِ والا جنہوں نے ہمیشہ آپ کے در اقدس کو لازم پکڑا آپ کی مراد کو دوسروں سے کہیں بہتر جانتی تھیں۔

۲- بخار کی جہنم کی طرف نسبت کیسے ہے۔اس میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں اسی طرح ہے۔وہ تپش جو بخار والے کے جسم سے نکلتی ہے وہ جہنم کے ٹکڑے کی ہوتی ہے۔رب تعالیٰ نے ان اسباب کے ظہور کے ساتھ اس کے ظہور کو مقدر فرما دیا جو اس کا تقاضا کرتے تھے تاکہ بندے اس سے عبرت حاصل کریں۔جیسے فرحت و لذت کی انواع جنت کی نعمتوں سے ہیں۔اس نے ان کا اظہار عبرت اور راہ نمائی کے لیے کر دیا۔دوسرے قول کے مطابق یہ خبر ہے جو ازروئے تشبیہ وارد ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ بخار کی حرارت جہنم کی گرمی کی حرارت کے مشابہ ہے تاکہ نفوس کو آگ کی حرارت کی شدت پر تنبیہ ہو سکے۔یہ شدید حرارت اسی کی گرمی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔

۳- ابن القیم نے لکھا ہے کہ آپ کے فرمان پانی (الماء) میں دو اقوال ہیں۔(۱) اس سے مراد ہر قسم کا پانی ہے یہی صحیح قول ہے۔(۲) اس سے مراد آبِ زمزم ہے۔اس شخص کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے کہ کیا اس سے مراد پانی صدقہ کرنا ہے یا اسے استعمال کرنا ہے۔صحیح نظریہ یہی ہے کہ اس سے مراد اسے استعمال کرنا ہے۔امام مازری نے تحریر کیا ہے۔

اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ علم طب ساری علوم سے زیادہ تفصیل کا محتاج ہوتا ہے۔حتیٰ کہ ایک مریض کے لیے ایک ساعت میں ایک چیز اس کے لیے دوا بنتی ہے دوسری ساعت میں وہ اسی کے لیے مرض بن جاتی ہے جب کسی

ایک چیز کو ایک حالت میں ایک شخص کے لیے شفاء کا سبب فرض کر لیا جائے تو وہ چیز اس کے ملیے یا کسی اور کے لیے سارے احوال میں باعث شفاء نہیں ہو سکتی۔ اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ ایک مرض کا علاج عمر، زمانہ، عادت، تاثیر اور طباع کی قوت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ یہ مخصوص وقت میں ہو اور ان خواص میں سے ہو جس کے متعلق آپ کو بذریعہ وحی بتایا گیا ہو اس وقت اہل طب کا سارا کلام کمزور ہو جاتا ہے۔

۴۔ ابن قیم نے آپ کے خطاب کو اہل حجاز کے ساتھ خاص کیا ہے یا ان کے آس پاس جو رہتے تھے کیونکہ ان کے اکثر بخار جو انہیں حادثاتی طور پر کچھ ایام کے لیے لاحق ہوتے تھے وہ سورج کی حرارت کی وجہ سے ہوتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے: اسی بخار میں پانی پینے اور غسل کرنے کے اعتبار سے فائدہ مند ہوتا ہے، کیونکہ بخار وہ حرارت ہے جو دل میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ روح اور خون کے ذریعے شریانوں اور رگوں کے ذریعے سارے بدن میں پھیل جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عرضیہ۔ یہ ورم، حرکت یا سورج کی تپش سے پیدا ہوتی ہے۔ (۲) مرضیہ: اس کی تین اقسام ہیں۔ (الف) وہ کسی مادہ سے ہو ان میں کچھ سارے بدن کو گرم کر دیتے ہیں۔ اگر چہ اس کے تعلق کا مبداء روح ہو اسے حمی یوم کہا جاتا ہے کیونکہ یہ غالباً ایک دن میں اتر جاتا ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین ایام ہے۔ اگر اس کے تعلق کا مبداء اخلاط کے ساتھ ہو اسے غضنیہ کہا جاتا ہے اس کی چار اصناف ہیں۔ (الف) صفراویہ (ب) سوداویہ (ج) بلغمیہ (د) دمویہ۔ ان مذکورہ انواع کے ماتحت بہت سی اصناف افراد اور ترکیب کے اعتبار سے ہیں۔

❁❁❁

پچیسواں باب

جسے نظر لگی ہو اس کے متعلق اسوۂ حسنہ ﷺ

اس کی کئی اقسام ہیں:

۱۔ نظر حق ہے اور اس سے مرنے والے کثیر ہوں گے

ابو یعلی، طیالسی، بخاری نے التاریخ میں، حکیم، ضیاء بزار نے ثقہ راویوں سے سوائے طالب بن عیسب کے۔ وہ بھی ثقہ ہیں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے اکثر لوگ قضائے الٰہی، اس کی کتاب اور تقدیر کے بعد نظر سے مرنے والے ہوں گے۔ ابو داؤد طیالسی، امام احمد، ابن حبان، حاکم، الطبرانی نے الکبیر اور ضیاء نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے نظر حق ہے

دوسرے الفاظ میں ہے: جب تمہیں کوئی چیز پسند لگے تو اس کے لیے غسل کرو اور اس کے لیے برکت کے لیے دعا کرو۔ امام نسائی، ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے۔ جب وہ اپنے بھائی میں سے کسی ایسی چیز کو دیکھے تو اسے دم کرے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔ ابن قانع نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے قتل سے مستغنی ہوتا ہے۔ نظر حق ہے جب تم میں سے کوئی ایک ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند آئے یا اس کے مال میں سے کچھ پسند آجائے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔ نظر حق ہے۔ امام احمد، بزار ثقہ راویوں سے اور امام بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر اذن الٰہی سے کسی شخص کی دلدادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ بلند جگہ پر چڑھتا ہے اور اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: میری امت کی قبور میں سے نصف قبریں نظر کی وجہ سے کھودی جائیں گی۔

امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر حق ہے حتیٰ کہ بلند ہونے والا نیچے آجاتا ہے۔ مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاسکتی تو نظر ہوتی۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے اور الکجی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر حق ہے اس کے ساتھ شیطان اور بنو آدم کا حسد مختص ہے۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرو نظر حق ہے۔ ابن عدی، ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت جابر سے، ابن عدی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر حق ہے یہ اونٹ کو ہنڈیا میں اور آدمی کو قبر میں داخل کر دیتی ہے۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاسکتی تو نظر اس سے سبقت لے جاتی۔ جب تمہیں کوئی غسل کرنے کے لیے کہے تو غسل کیا کرو۔ ابن ماجہ نے عامر بن ربیعہ سے، امام احمد، بیہقی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نظر حق ہے۔

۲- نظر سے دم کروانے کا حکم

ابویعلیٰ، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے سوائے سہل بن مودود کے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمارے ہاں ایک مریض بچہ تھا۔ آپ نے پوچھا: اسے کیا

ہے؟ ہم نے عرض کی: اسے نظر لگی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے نظر کا دم کیوں نہ کرایا۔

امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہے۔ حکیم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے انہیں دم کیوں نہ کرایا میری امت کی اموات میں سے ثلث نظر سے ہوں گی۔ امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں دم کراؤ۔ انہیں نظر لگی ہوئی ہے۔ بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی چیز دیکھی جو اسے پسند آگئی اس نے یوں کہا: ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو وہ اسے نقصان نہ دے گا۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دم نہیں مگر بخار سے یا نظر سے۔ الطبرانی نے حسن سند سے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں جاہلیت میں نظر کی وجہ بخار کا دم کرتا تھا۔ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ میں نے پیش کیا تو فرمایا: اس سے دم کیا کرو کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو میں اس سے کسی انسان کو دم نہ کرتا۔ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز کو دیکھا جو اسے پسند آگئی تو اس نے پڑھا۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حکم فرماتے تھے کہ نظر سے دم کروایا جائے۔

۳۔ جس کی نظر لگے اسے وضو کرنے کا حکم وہ پانی اس پر چھڑکنے کا حکم جسے نظر لگی ہو

امام مالک، احمد اور ابن معین نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جس کی نظر لگ جاتی حضور اکرم ﷺ اسے وضو کرنے کا حکم دیتے، پھر اس پانی سے وہ غسل کرتا جسے نظر لگی ہوتی۔

امام مالک، امام احمد نے صحیح راویوں سے حضرت محمد بن ابی امامہ سے، ابن ابی شیبہ اور الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے، ابن ابی شیبہ، الطبرانی اور نسائی نے صحیح کے راویوں سے عامر بن ربیعہ سے، امام احمد اور الطبرانی نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ کی طرف چلے جب آپ جحفہ میں ضرار کی گھاٹی میں تھے تو حضرت عامر نے کہا: میں اور حضرت سہل نکلے ہم کسی اوٹ کی تلاش میں تھے ہم نے اوٹ اور تالاب پالیا۔ ہم میں سے کوئی ایک حیاء کرتا تھا کہ وہ اس طرح غسل کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔ وہ مجھ سے چھپ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے یہ عمل کرلیا ہے تو انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور پانی میں داخل ہو گئے۔ میں نے انہیں ایک نظر دیکھا مجھے ان کی تخلیق بہت پسند آئی۔ وہ بہت زیادہ سفید اور عمدہ تخلیق کے شاہکار

تھے۔حضرت عامر نے کہا: بخدا! میں نے اتنا حسین شخص نہ دیکھا نہ ہی کسی دوشیزہ کی جلد اس طرح دیکھی۔اسی سے وہ نیچے گر پڑے۔شدتِ درد سے وہ کچھ سمجھ بھی نہ سکتے تھے۔حضرت عامر نے فرمایا: میں نے انہیں نظر لگا دی۔میں نے انہیں جالیا۔ان پر بخار کا لرزہ طاری تھا۔وہ پانی میں تھے۔میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور ساری صورتِ حال بیان کی حضرت محمد نے فرمایا: حضرت سہل کو اسی جگہ بخار ہو گیا۔شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ حضرت سہل کی خبر نہیں لیں گے وہ تو اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتے ان کا نام لشکر میں متعین کیا گیا ہے لیکن یارسول اللہ! ﷺ انہیں افاقہ نہ ہوگا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اٹھو آپ نے ان کی پنڈلی سے کپڑا اٹھایا پانی داخل کیا سینے تک پہنچے تو وہاں مارا۔یہ دعا مانگی: مولا! اس کی گرمی، سردی اور درد لے جا، پھر فرمایا: اٹھو۔وہ اٹھے۔حضرات محمد اور زہری کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کس نے انہیں نظر لگا دی ہے۔آپ سے عرض کی گئی: حضرت عامر نے، آپ نے انہیں بلایا۔ان سے ناراضگی کا اظہار کیا۔آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے۔جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی میں سے وہ چیز دیکھے جو اسے عمدہ لگے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔دوسری روایت میں ہے: آپ نے انہیں فرمایا: تم نے ان کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی، پھر آپ نے پیالے میں پانی منگوایا۔حضرت عامر کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ وضو کریں۔انہوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، قدموں کے اطراف اور ازار کا اندرونی حصہ پیالے میں دھویا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے حلق سے لے کر اپنے سر پر پھر کمر پر پانی چھڑک لیں، پھر اپنے پیچھے پانی چھڑک لیں۔انہوں نے اسی طرح کیا۔حضرت سہل لوگوں کے ساتھ عازم سفر ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں۔

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: وہ غسل جس پر میں نے اپنے علماء کو پایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے ساتھی کو نظر لگائی ہے وہ پیالے میں پانی لے کر آئے۔اسے زمین سے اوپر اٹھا کر پکڑے وہ شخص جس نے اپنے دوست کو نظر لگائی ہے وہ اپنا دایاں ہاتھ پانی میں ڈالے وہ کلی کرے پانی اس پیالے میں ڈال دے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کرے اپنے چہرے پر پانی ڈالے۔اسے پیالے میں ڈال لے پھر پیالے میں دایاں ہاتھ ڈالے۔بائیں ہاتھ کو پیالے میں کہنیوں تک دھوئے، پھر دونوں ہاتھ پیالے میں ڈال لے سینے کو ایک بار دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ پیالے میں داخل کرے۔اس سے اپنے دائیں ہاتھ پر پیالے میں ایک دفعہ انڈیل لے، پھر دایاں ہاتھ داخل کرے اس سے اپنا بایاں ہاتھ کہنیوں تک پیالے میں دھولے، پھر اپنا بایاں ہاتھ داخل کرے اپنی کہنی میں ایک پانی پیالے میں انڈیلے پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کہنی کے ساتھ اسی طرح کرے، پھر اپنے دائیں پاؤں کی انگلیوں کی جڑوں پر اسی طرح کرے پھر بائیں پاؤں کی انگلیوں سے اسی طرح کرے، پھر اپنے ازار بند کے دائیں طرف کو دھولے، پھر وہ شخص اٹھے جس کے ہاتھ میں پیالہ ہے۔وہ پیچھے سے اس کے اوپر انڈیل دے جسے نظر لگی ہے پھر پیچھے سے سطح زمین پر وہ پیالہ اوندھا کر دیا جائے۔

۴-آپ نے حکم دیا کہ کھیت میں لکڑیاں نصب کر دی جائیں تا کہ اسے نظر نہ لگے

(بشرطیکہ یہ روایت ہو)

بزار نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لکڑیوں کو کھیتوں میں نصب کر دیا جائے۔ میں نے عرض کی: کیوں؟ آپ نے فرمایا: تاکہ انہیں نظر نہ لگے۔

تنبیہات

۱- نظر لگنے سے مراد وہ نظر ہے جو اتحسان کے ساتھ ہو لیکن اس میں ملاوٹ ہو۔ یہ خبیث طبع سے آتی ہے اس سے اسے نقصان ہوتا ہے جسے نظر لگی ہو، بعض علماء کرام نے لکھا ہے یہ نظر اس زہر سے حاصل ہوتی ہے جو نظر لگانے والے کی نظر سے ہوا میں سے ہوتا ہوا اس کے جسم تک پہنچتا ہے جسے نظر لگی ہو۔ اس کی مثال وہ حائضہ ہے جو دودھ والے برتن میں ہاتھ ڈالتی ہے اور دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ اگر وہی ہاتھ پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد ڈالے تو دودھ خراب نہیں ہوتا۔ اگر صحیح شخص اس کو دیکھے جسے آشوب چشم ہو تو اسے بھی آشوبِ چشم ہو جاتا ہے۔

۲- آپ نے فرمایا: نظر لگنا حق ہے، یعنی اس سے کسی چیز کا پہنچنا ثابت اور موجود ہے امام مازری نے لکھا ہے: جمہور نے حدیث پاک کا ظاہری معنی مراد لیا ہے لیکن بدعتیوں کے ایک گروہ نے اس کا ایک اور معنی بھی مراد لیا ہے کیونکہ حضرت شارع علیہ السلام نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔

۳- بعض افراد نے اس اصابہ (پہنچنے) کو مشکل گمان کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: آنکھ دور سے کیسے عمل کر سکتی ہے حتیٰ کہ دوسرے شخص (معیون) کو اسی سے نقصان پہنچے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان میں ایسا زہر ہوتا ہے جو نظر لگانے والے کی آنکھ سے معیون کے بدن تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک شخص کی نظر لگ جاتی تھی اسی سے منقول ہے۔ جب میں کسی پسندیدہ چیز کو دیکھتا ہوں تو میں اپنی آنکھوں سے حرارت نکلتی ہوئی دیکھتا ہوں۔ اسی لیے اگر حائضہ دودھ والے برتن میں ہاتھ ڈالے تو اسے خراب کر دیتی ہے۔ اگر وہ اس میں پاک ہونے کے بعد ہاتھ ڈالے تو اسے خراب نہیں کرتی۔

۴- امام مازری نے لکھا ہے: جو امر اہل السنۃ کے طریقہ کے موافق ہے وہ یہ ہے کہ نظر، نظر لگانے والے کی آنکھ سے اس عادت کے مطابق نکلتی ہے جسے رب تعالیٰ نے رواں فرمایا ہے کہ وہ دوسرے سامنے والے شخص میں نقصان پیدا کر دے بعض اطباء کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نظر لگانے والے اپنی آنکھ سے زہر آلود قوت بھیجتا ہے جو معیون تک پہنچتی ہے تو اسے ہلاک کر دے، یا اسے کسی مصیبت میں گرفتار کر دے یا یہ زہر پہنچنے کی طرح ہے۔ رب تعالیٰ نے عادت رواں فرما دی ہے کہ اس سے نقصان ہوتا ہے لیکن فلاسفہ کا اس میں اختلاف ہے۔ رب

تعالیٰ نے اجسام اور ارواح میں بہت سے خواص اور قوتیں رکھ دی ہیں۔ جیسے اس شخص کے لیے بیان کیا جاتا ہے جو شرمندہ ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر سرخی نظر آتی ہے حالانکہ پہلے وہاں سرخی نہیں ہوتی اس طرح اس کا رنگ اسے دیکھ کر زرد ہوتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ بہت سے لوگ صرف دیکھنے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ اس واسطے کی وجہ سے ہیں جو رب تعالیٰ نے ارواح میں تاثیرات رکھ دی ہیں۔ جن کا آنکھ کے ساتھ شدید ربط ہوتا ہے یہ موثرہ نہیں ہوتی تاثیر ارواح کی ہوتی ہے۔ ارواح اپنی طبائع خبیثہ کیفیات اور خواص میں مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں کچھ دیکھ کر ہی بدن میں تاثیر پیدا کر دیتی ہیں یہ اس روح کے دیکھنے اور اس کی خبیث کیفیت کی وجہ ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تاثیر رب تعالیٰ کے ارادے سے ہوتی ہے۔ اس کی تخلیق سے ہوتی ہے۔ اس کا انحصار اتصال جسمانی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس سے، کبھی معاینہ سے، کبھی دیکھنے سے اور روح کی کسی اور توجیہ سے ہوتا ہے۔

۵- ابن القیم نے لکھا ہے: علاج نبوی کا مقصود اس مرض سے شفاء ہے۔ یہ کبھی تعوذات سے، کبھی دم کرنے سے، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، الفاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ کا تعوذ مثلاً اعوذ بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامّة و من كل عين لامّة اسی طرح یہ تعوذ اعوذ بكلمات الله التامّات التي لا يجاوزهن برّولا فاجر من شر ما ينزل من السماء و من شر ما خلق وزرأ و برأ و من شر ما يعرج فيها و من شرّ ما ذرأ في الارض و من شر ما يخرج منها و من شر فتن الليل و النهار و من شر طوارق الليل و النهار الا طارقا يطرق بخير. يا رحمان! جسے آنکھ لگنے کا اندیشہ ہو، اسے خدشہ ہو کہ دوسرے کو اس کی نظر لگے گی تو اسے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے اس کا دفاع کرنا چاہیے۔ اللهم بارك عليه جیسے کہ آپ نے حضرت عامر سے فرمایا: تم نے ان کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی۔

۶- نظر کا دفاع آپ کے اس فرمان سے ہو سکتا ہے۔ ما شاء الله لا قوة الا بالله امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے آپ کو دم کرتے ہوئے کہا تھا: بسم الله ارقيك من كل شر يوذيك من شر كل ذي نفس او عين حاسد الله يشفيك بسم الله ارقيك۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اس طرح ہے۔ بسم الله يبرئك من كل داء يوذيك و من شر حاسد اذا حسد و من شر كل ذي عين۔

۷- امام مازری نے لکھا ہے: ازار بند کے اندرونی حصے سے مراد وہ حصہ ہے جو لٹکا ہوتا ہے جو اس کی کمر کے دائیں سمت سے ملا ہوتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ اس کی شرم گاہ سے کنایہ ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے: اس سے مراد

وہ جسم ہے جو ازار کے ساتھ متصل ہوتا ہے، یا جسم پر ازار باندھنے کی جگہ مراد ہے، یا اس سے مراد ران کا اوپر کا حصہ ہے۔ یہ اس معنی کے اعتبار سے ہے جس کی تعلیل ممکن ہے اور عقل کی جہت سے اس کی وجہ کی پہچان ممکن ہے۔ یہ اسے رد نہیں کرتی کہ اس کا معنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ابن عربی نے لکھا ہے: اگر بدعتی نے توقف کیا تو ہم اسے کہیں گے۔ تجربہ اس کی تائید کرتا ہے۔ معاینہ اس کی تصدیق کرتا ہے یا کسی نے فلسفیانہ رنگ اختیار کیا تو اسے رد کرنا ظاہر ہے کیونکہ اس کے نزدیک دوائیں اس کے قوی کے ساتھ سلوک کرتی ہیں۔ کبھی یہ سلوک اس معنی کے اعتبار سے ہوتا ہے جس کا ادراک ہو سکتا ہے وہ اس راہ کو خواص کا نام دیتے ہیں۔

❀❀❀

چھبیسواں باب

مجذوموں کے بارے میں اسوۂ حسنہ

ابو یعلیٰ، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ابو یعلیٰ اور الطبرانی نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت معاذ بن جبل سے الطبرانی اور الطیالسی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوموں کو لگاتار نہ دیکھا کرو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے نور نظر سے روایت میں یہ اضافہ کیا ہے۔ جب تم ان کے ساتھ گفتگو کرو تو تمہارے اور ان کے مابین ایک نیزے کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجذوم سے۔ اس طرح گفتگو کرو کہ تمہارے اور اس کے مابین ایک یا دو نیزوں کا فاصلہ ہو۔

حارث نے ضعیف سند سے اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عسفان کی وادی سے گزرے تو آپ نے رفتار مبارک بڑھا دی۔ وہ مجذوموں کی وادی تھی۔ فرمایا: جذام کی ہر چیز بیماری لگاتی ہے۔
ابو نعیم نے الطب میں حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے شفاء بخشتا ہے۔ بخاری نے تاریخ میں اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجذوم سے اس طرح بچاؤ کرو جیسے شیر سے بچاؤ کیا جاتا ہے۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت سالم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خاک مدینہ طیبہ جذام سے شفاء عطا کرتی ہے۔ ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جذام

والے سے یوں ڈرو جیسے درندوں سے ڈرا جاتا ہے جب وہ کسی وادی میں آئے تو تم دوسری وادی میں چلے جاؤ۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمام سے نکلنے کے بعد قدموں کو ٹھنڈے پانی سے دھونا جذام سے امان ہے۔ ابن نجار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ناک میں بال اگنا جذام سے امان ہے۔

ائمہ اربعہ اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مصیبت زدہ کے ساتھ کھاؤ۔ اپنے رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور اس پر ایمان لاتے ہوئے۔ حارث نے ضمرہ بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریحان اور انار کی لکڑی سے خلل کرنے سے منع فرمایا۔ فرمایا: یہ جذام کی رگ کو حرکت دیتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلے کو کس نے بیمار کیا۔ امام احمد، بیہقی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم اور امام احمد نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی متعدی نہیں کوئی صفر نہیں کوئی ہامہ نہیں۔

امام احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ، ہامہ، صفر اور غول نہیں ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی، ہامہ اور طیرہ نہیں۔ میں عمدہ فال کو پسند کرتا ہوں۔ امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عدوی نہیں، طیرہ نہیں نحوست تین اشیاء میں ہوتی ہے۔ (۱) گھوڑے میں۔ (۲) عورت میں۔ (۳) گھر میں۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہامہ نہیں کوئی عدوی نہیں کوئی بدشگونی نہیں۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہو سکتی ہے۔ امام احمد، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدشگونی نہیں، اس میں عمدہ نیک فال ہے وہ پاکیزہ کلمہ ہے جسے تم میں سے کوئی ایک سنتا ہے۔

امام احمد، بیہقی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ کوئی بدفالی نہیں۔ مجھے عمدہ فال پسند ہے۔ عمدہ فال عمدہ بات ہے۔ ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں، کوئی بدشگونی نہیں کوئی نو رنجوم کی تاثیر نہیں نہ ہی کوئی صفر ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ اور ہامہ نہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ایک اونٹ خارش زدہ ہو تو سارے اونٹوں کو خارش لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ تقدیر میں سے ہے۔ پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی؟ امام احمد اور امام بخاری نے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی، طیرہ، ہامہ اور صفر نہیں مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

ابن السنی نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شگون میں سے عمدہ ترین اچھی فال ہے۔ یہ کسی مسلمان کو لوٹاتی نہیں ہے۔ جب تم شگون میں سے ایسا امر دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو یوں کہو۔

اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت و لا یذھب بالسیّات الا انت و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

ابوداؤد نے حضرت قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیافہ (پرندہ کو اڑانا) بدشگونی اور الطرق (کنکریاں پھینکنا) شیطانی اعمال ہیں۔ امام احمد، امام بخاری نے الادب میں، ائمہ اربعہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نحوست گھر، عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے۔ امام احمد نے اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں کوئی بدشگونی نہیں، کوئی حسد نہیں۔ نظر لگنا حق ہے۔

بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں کوئی ہامہ نہیں۔ پہلے کو کس نے بیمار کیا تھا؟ ابو یعلی نے اس سند سے روایت کیا ہے، جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہامہ نہیں کوئی صفر نہیں کوئی مریض تندرست کو بیمار نہیں کرتا۔ ابو یعلی، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عمیر بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: کوئی عدوی نہیں، کوئی طیرہ نہیں کوئی ہامہ نہیں کیا تم ایسا اونٹ نہیں دیکھتے جو صحراء میں ہوتا ہے وہ وقت صبح وہ اپنے گڑھے میں یا مراح میں ہوتا ہے حالانکہ وہ پہلے اس طرح نہیں ہوتا۔ پہلے کو بیمار کس نے کیا؟ الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایک خارش زدہ بکری لیتے ہیں اسے دوسری بکریوں میں پھینک دیتے ہیں انہیں بھی خارش لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اعرابی! پہلی بکری کو خارش کس نے لگائی؟

امام احمد اور الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے بدشگونی نے کسی حاجت سے واپس کر دیا اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یوں کہے: اللھم لا خیر الا خیرك و لا طیر الا طیرك و لا الہ الا انت۔

البزار نے اسی طرح کی روایت حضرت بریدہ سے نقل کی ہے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: زیتون کھاؤ۔اس کو بطور تیل استعمال کرو اس میں ستر امراض سے شفاء ہے ان میں سے ایک جذام بھی ہے۔ حکیم اور بغوی نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بدفالی نہ لیتے تھے مگر آپ عمدہ فال لیتے تھے۔ابونعیم نے الطب میں حضرت ضمرہ بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ریحان اور انار کی لکڑی سے خلل فرمانے سے منع فرمایا۔آپ نے فرمایا: یہ جذام کی رگوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔

اسی میں حضرت قبیصہ بن ذؤیب سے روایت ہے کہ حضور داعی اعظم ﷺ نے فرمایا: آس اور ریحان کی لکڑی سے خلل نہ کیا کرو۔ مجھے ناپسند ہے کیونکہ یہ جذام کی رگوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔اسی میں امام اوزاعی نے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آس کی لکڑی سے خلال کرنے سے منع کیا تھا۔آپ نے فرمایا: یہ جذام کی رگ کو سیراب کرتی ہے۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو عمر رسیدہ شخص بھی اسلام میں چالیس سال بسر کرتا ہے رب تعالیٰ اس سے مصائب کی تین انواع کو پھیر لیتا ہے۔جنون، جذام اور برص۔اسی میں انہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اسے جنون، جذام اور برص سے عافیت لکھ دی جاتی ہے۔اسی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناک میں بال جذام سے امان ہیں۔اسی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ناک اور کانوں میں بال ہونا جذام سے امان ہیں۔اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نبی محتشم ﷺ نے فرمایا: چار امراض کو ناپسند نہ کیا کرو۔آشوب چشم کو مکروہ نہ سمجھا کرو۔یہ اندھے پن کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔زکام کو ناپسند نہ کیا کرو یہ جذام کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے کھانسی کو ناپسند نہ کیا کرو یہ فالج کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے پھوڑوں سے نفرت نہ کیا کرو۔یہ برص کی رگوں کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

تنبیہات

۱۔ لاعدویٰ: یعنی مرض ایک مریض سے کسی دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا یا آپ نے اس سے منع فرمادیا کہ ایسا عقیدہ رکھا جائے یا کوئی مرض بالطبع متعدی نہیں ہوتا، بلکہ قضاءِ الٰہی سے متعدی ہوتا ہے۔اس کی تقدیر سے متعدی ہوتا ہے۔اس نے مجذوم میں عادت رواں فرمادی ہے کہ متعدی ہوتا ہے یہ رب تعالیٰ کا فعل اور اس کی تخلیق ہے۔ابن بطال نے لکھا ہے: لاعدوی عام مخصوص ہے یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا سوائے مجذوم سے۔ولا نوء... ولا طیرۃ۔

۲۔ بدشگونی جیسے اہل عرب پرندہ اڑا کر شگون لیتے تھے۔وہ ہرن اور پرندوں کو بھگاتے تھے جب وہ دائیں طرف مڑتے تو انہیں چھوڑ دیتے۔اپنے کام کے لیے چلتے جاتے۔اگر وہ بائیں طرف مڑتے تو اس سے بدفالی لیتے ہوئے واپس آجاتے۔شریعتِ پاک نے اسے باطل فرمادیا ہے۔آپ نے آگاہ فرمادیا ہے کہ اس کا نفع اور

نقصان میں کوئی اثر نہیں ہے۔ تین چیزوں میں نحوست ہونا اس کے معارض نہیں، کیونکہ یہ معنی میں مستثنیٰ منہ ہے یہ عام مخصوص ہے۔ جیسے خطابی نے کہا ہے۔

۳- ولا ھامۃ: یہ ایک پرندے کا نام ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ الو ہے۔ اہل عرب کہا کرتے تھے کہ جب یہ کسی کے گھر پر گر پڑتا تو اسے مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ میت کی ہڈیاں ہامہ بن جاتی ہیں اور اڑتی رہتی ہیں۔

۴- ولا صفر: یہ سانپ ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے یہ جانوروں اور لوگوں تک پہنچتا ہے۔ یہ خارش سے زیادہ متعدی ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ مرض ہے جو پیٹ میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق محرم کو صفر تک مؤخر کرنا ہے۔

❀❀❀

ستائیسواں باب

پچھڑی کا علاج

بزار نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں ریشم پہننے کا حکم دیا۔ امام بخاری نے ان سے اور ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی تو آپ نے انہیں ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ دوسری روایت میں ہے:

آپ نے انہیں اس لیے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی کیونکہ انہیں خارش تھی احتمال ہے جیسے الحافظ نے لکھا ہے کہ دونوں میں سے ایک مرض دونوں میں سے کسی ایک شخص کو ہو۔ یہ خارش پچھڑیوں کی وجہ سے ہو۔ بیماری کی نسبت کبھی سبب اور کبھی مسبب کی طرف کر دی ہو۔ ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں پچھڑیوں کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں ریشم کی سفید قمیص پہننے کی اجازت دے دی۔

❀❀❀

اٹھائیسواں باب

جادو کا علاج

امام احمد نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ ناشتہ

میں عجوہ کھجور کھانا ہر جادو اور زہر کا علاج ہے۔ مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: عجوہ عالیہ میں شفاء ہے۔ یہ نہار منہ کھانا تریاق ہے۔

شیخان نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا) جس نے صبح عجوہ سات کھجوریں کھالیں اسے اس روز زہر یا جادو اثر نہیں کر سکتا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جس نے ان دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی سات کھجوریں کھالیں۔ اسے تا شام زہر نقصان نہیں دے سکتا۔

تنبیہات

۱- ابن عربی نے لکھا ہے کہ جادو سے غیر اللہ کائنات اور مقادیر کی تعظیم کی جاتی ہے یہ بالاجماع کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ امام مالک نے فرمایا ہے: جادوگر کافر ہے اسے قتل کر دیا جائے گا اسے توبہ کے لیے نہ کہا جائے گا۔ اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام نووی نے لکھا ہے: کبھی یہ کفر ہوتا ہے اور کبھی کفر نہیں ہوتا بلکہ بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر اس میں ایسا قول یا فعل ہو جو کفر کا تقاضا کرے تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ اس کا سیکھنا حرام ہے۔ اگر اس میں ایسا عمل یا فعل نہ ہو جو کفر کا تقاضا کرے تو اس کے فاعل کا عذر قبول کیا جائے گا۔ اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ ہمارے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ مر گیا تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔

قاضی عیاض علیہ السلام نے لکھا ہے کہ امام مالک نے فرمایا: احمد بن محمد بن حنبل نے فرمایا: صحابہ کرام اور تابعین کے ایک گروہ سے یہی مروی ہے:

۲- اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس کی کوئی حقیقت ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ جمہور علماء نے یہی قطعی قول کیا ہے عام علماء کرام کا یہی قول ہے۔ کتاب اور صحیح مشہور روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں، یا اس کی کوئی حقیقت نہیں یہ ابو جعفر استر آبادی شوافع میں سے، ابو بکر رازی احناف میں سے اور ایک گروہ کا موقف ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: نزاع کا مقام یہ ہے کہ کیا جادو سے اعیان تبدیل ہوتے ہیں یا نہیں جس نے اسے صرف تخیل کہا ہے اس نے اس سے منع کیا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی حقیقت ہے تو انہوں نے یہ اختلاف کیا ہے کہ کیا اس کی تاثیر ہوتی ہے کہ یہ مزاج کو تبدیل کر دے اس صورت میں یہ امراض کی انواع میں سے ایک نوع ہوگا اور تبدیلی پر منتہی ہوگا جیسے جماد کا حیوان بن جانا یا اس کے برعکس۔ جمہور علماء کا موقف پہلا ہے امام مازری لکھتے ہیں: جمہور علماء نے جادو کو ثابت کیا ہے کیونکہ عقل انکار نہیں کرتی کہ رب تعالیٰ جادوگر کے باطل سے آراستہ کلام کے ذریعے خلاف عادت امر واقع کر دے۔ یا اجسام کو مرکب کر دے، یا قوی کو مخصوص ترتیب پر ملا دے اس کی مثال یہ ہے کہ بعض ماہر اطباء بعض جڑی بوٹیوں کو دوسری سے ملا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ جڑی بوٹی جو انفرادی طور پر نقصان دہ

ہوتی ہے وہ مرکب بن کر نفع آور بن جاتی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جادو کی تاثیر اس سے زائد نہیں ہوتی جتنی اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہے کیونکہ یہ ڈرانے کا مقام ہے۔از روئے عقل صحیح یہ ہے کہ اس کی تاثیر اس سے زائد ہوتی ہے۔ اگرچہ آیت طیبہ کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن زیادہ کی ممانعت کی نص نہیں ہے۔امام مازری نے لکھا ہے:

"جادو، معجزہ اور کرامت کے مابین فرق یہ ہے جادو اقوال اور افعال کے نزاع کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ جادوگر کے لیے وہ حاصل ہو جائے جو اس کا ارادہ ہے کرامت اس کی محتاج نہیں ہوتی۔ یہ غالباً اتفاقاً وقوع پذیر ہوتی ہے معجزہ کرامت سے چیلنج کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔"

❁❁❁

انتیسواں باب

آشوبِ چشم اور کمزور نظر کا علاج

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، شیخان اور ابن ماجہ، ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت سعید ابن زید سے، ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس سے اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھمبی اس من سے ہے جسے رب تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر اتارا تھا، یا یہ من وسلویٰ سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے باعثِ شفاء ہے۔ امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سرموں میں سے بہترین اثمد ہے یہ بال اگاتا ہے بصارت کو جلا بخشتا ہے۔

الطبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اثمد سرمہ استعمال کیا کرو۔ یہ بال اگاتا ہے۔ قذارت کو ختم کرتا ہے بصارت کو صاف کرتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اثمد سرمہ استعمال کیا کرو یہ بال اگاتا ہے بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ امام بیہقی نے الشعب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عاشوراء کے روز اثمد کا سرمہ ڈالا اسے کبھی آشوب چشم لاحق نہ ہوگا۔

امام احمد نے حضرت معبد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشک آلود سرمہ استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ بال اگاتا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ میں حضرت نعمان انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اثمد بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ بال اگاتا ہے۔

ابونعیم نے الحلیہ میں، طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے اور ابن نجار نے حضرت ابو ہریرہ سے، عبد بن

حمید، ابن ماجہ، ابن منیع، ابو یعلی، عقیلی نے ضعفاء میں، ضیاء نے حضرت جابر سے، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے، ابو نعیم نے الحلیہ میں، ابن السنی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام بغوی نے مسند میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے۔ یہ بال اگاتا ہے آنکھ کو مضبوط کرتا ہے۔ ابو نعیم اور ابن السنی نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ترکھمبی کو لازم پکڑو۔ یہ من میں سے ہے اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

امام بغوی، امام بیہقی اور دیلمی نے حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دن کے وقت تم روزہ کی حالت میں اثمد سرمہ استعمال نہ کیا کرو۔ رات کے وقت تم اثمد سرمہ استعمال کیا کرو، یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ امام احمد اور الطبرانی نے جید سند سے حضرت عمرو بن حریث سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھمبی من میں سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔ ابو نعیم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھمبی من سے، من جنت سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی غم نہیں مگر ذین کا غم کوئی درد نہیں مگر آنکھ کا درد۔ اسی کتاب میں حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اثمد مروّح سے سرمہ استعمال کیا کریں۔ روزہ دار اس سے بچے۔ عبد العزیز نے کہا: میرے والد گرامی حضرت نعمان سے پوچھا گیا: مروّح سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: مسک۔ اسی کتاب میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی۔ انہوں نے ان پر ایلوا لگایا۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آشوبِ چشم سے نفرت نہ کیا کرو یہ اندھے پن کی رگ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضرت صہیب نے فرمایا کہ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجوریں پڑیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اسے دوسرے گوشے سے کھا رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ دوسری روایت میں ہے: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں اور چورا کی گئی روٹی تھی۔ میری آنکھوں میں تکلیف تھی۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: صہیب! تم کھا رہے ہو حالانکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے میں نے عرض کی: میں صحیح طرف سے کھا رہا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ مزاح کر لیتا تھا۔ آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ میں نے آپ کے دندان مبارک دیکھ لیے، اسی کتاب میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کی کسی زوجہ محترمہ کو آشوبِ چشم ہو جاتا تو آپ اس کے قریب نہ جاتے حتیٰ کہ اس کی آنکھ درست ہو جاتی۔

تنبیہات

۱- آشوبِ چشم گرم ورم ہے جو معدہ سے دماغ کی طرف چڑھتا ہے۔ اگر یہ ناک کے نتھنوں کی طرف چڑھے تو زکام پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ آنکھ کی سمت جائے تو آشوبِ چشم پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ حلق اور نتھنوں کی طرف بڑھے تو خناق پیدا کرتا ہے۔ یہ سینے کی طرف جاتے تو نزلہ پیدا کرتا ہے۔ جب دل کی طرف بڑھے تو دیوانگی پیدا کرتا ہے اگر یہ نیچے نہ اترے تو گذرگاہ کو تلاش کرتا ہے۔ اگر گذرگاہ نہ ملے تو یہ دردِ سر پیدا کر دیتا ہے۔

کھمبی من سے ہے۔ کھمبی سے مراد وہ نبات ہے جس کے پتے نہیں ہوتے نہ تنا ہوتا ہے یہ کاشت کیے بغیر زمین میں پائی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس کا تعلق اس منّ سے ہے جو بنو اسرائیل پر اترا تھا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ منّ کی اس قسم سے تھا جو رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا جو اس نے بنو اسرائیل پر نازل کیا تھا وہ ترنجبین کی مانند تھا جو درخت پر گرتا تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کھمبی وہ چیز ہے جو تکلف کے بغیر بوئے بغیر اگتی ہے۔ اسے پانی بھی نہیں دیا جاتا۔ کھمبی کی یہی خصوصیت ہے یہ اس حلال کے لیے ہے جس کے اکتساب میں کوئی شبہ نہیں۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس کا آنکھ کے لیے شفاء ہونے میں دو امور مراد ہیں۔ (۱) اس کا پانی حقیقت میں شفاء ہے لیکن اس مؤقف کے حاملین کہتے ہیں کہ اسے خالص انداز میں استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا استعمال کیسے ہو گا اس کے متعلق ان کی دو آراء ہیں:

۱- انہیں ان ادویہ میں ملا دیا جائے گا یہ ابو عبید کا قول ہے۔

۲- اسے شق کیا جائے گا اسے انگارے پر رکھا جائے گا حتیٰ کہ اس کا پانی ابلنے لگے پھر سرمچو اس سوراخ میں رکھ دیا جائے گا۔ یہ نیم گرم ہو گا تو اس کا پانی سرمہ کی طرح استعمال کیا جائے گا کیونکہ آگ اسے نرم کر دیتی ہے اس کے فالتو فضلات کو ختم کر دیتی ہے نفع بخش چیز باقی رہ جاتی ہے۔ جب یہ خشک اور ٹھنڈی ہو تو اس کے پانی میں سرمچو نہ ڈالا جائے گا۔ اس طرح کامیابی حاصل نہ ہو گی۔ اس کی ایک اور دوا بھی ہے وہ یہ کہ کھمبی کو نئی ہنڈیا میں ڈالا جائے اس پر پانی انڈیلا جائے۔ اس کے ساتھ نمک نہ ہو پھر ایک نیا ڈھکنا لیا جائے جس کا منہ ہوا سے اس ہنڈیا میں رکھا جائے اس میں کھمبی کے جو بخارات گریں اسی کو سرمہ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

ابن واقف نے لکھا ہے کہ کھمبی کا پانی جب اکٹھا کیا جائے۔ اس میں اثمد ملا لیا جائے جب انہیں بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو یہ آنکھ کے لیے ایک بہترین دوا بن جاتی ہے۔ جب اس سے سرمہ استعمال کیا جائے تو پلکیں قوی ہوتی ہیں قوت کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ اس سے آنے آتے مصائب اس سے ٹلتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے تحریر کیا ہے۔ جب کھمبی کے پانی کو استعمال کیا جائے۔ یہ آنکھ کے لیے حرارت سے برودت کے لیے ہو تو اس کا پانی مجرّد شفاء ہو گا ورنہ مرکب۔ ایک قول

یہ ہے کہ یہ مطلق شفاء ہے۔

❁❁❁

تیسواں باب

عرق الکلیہ کا علاج

حارث اور ابونعیم نے الطب میں، الطبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلو کا درد عرق الکلیہ ہے جب اس میں حرکت ہو اور یہ اپنے صاحب کو تکلیف دے تو ابلے ہوئے پانی اور شہد کے ساتھ اس کا علاج کرو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلو کا درد عرق الکلیہ ہے جب اس میں حرکت پیدا ہو اور یہ اپنے صاحب کو اذیت دے تو اس شخص کا علاج ابلے ہوئے پانی اور شہد سے کرو۔ اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلو کا درد ایک ماہ تک رہا ہم اسے عرق الکلیہ کہتے تھے۔

❁❁❁

اکتیسواں باب

دل کے مریض کا علاج

ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بیمار ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے میرے سینے پر دستِ اقدس رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ نے فرمایا: تم دل کے مریض ہو بنو ثقیف کے طبیب حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ وہ طبیب شخص ہے وہ مدینہ طیبہ کی عجوہ سات کھجوریں لے۔ انہیں ان کی گٹھلیوں سمیت چبائے، پھر وہ تمہارے منہ میں ڈال دے۔

ابن مندہ نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں مریض ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری عیادت کی۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا، پھر آپ نے حارث سے فرمایا: سعد کے اس مرض کا علاج کرو جس میں وہ مبتلا ہیں۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے میرے سینے پر دستِ اقدس رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ آپ نے فرمایا: تم دل کے مریض ہو حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ وہ طبیب ہے وہ مدینہ طیبہ کی عجوہ

کھجوروں میں سے پانچ لے۔ انہیں گٹھلیوں سمیت چبائے پھر وہ تمہارے منہ میں ڈال دے۔

امام احمد، حارث نے اس سند میں ابن لہیعہ ہے۔ امام احمد، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عبدالرزاق نے بنو زہرہ کے ایک شخص اور معمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں کے دودھ اور ابوال میں پیٹ کے مرض کا علاج ہے۔

ابونعیم نے "الطب" میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ تمہیں شفاء دے گا، حتیٰ کہ تم سے ایک قوم کو فائدہ اور دوسری کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ آپ نے حارث بن کلدہ سے فرمایا: سعد کے مرض کا علاج کرو۔ آپ نے فرمایا: بخدا! مجھے امید ہے کہ اس کی شفاء اس چیز میں ہے جو ان کے کجاوے میں ہے کیا تم میں سے کسی کے پاس عجوہ کھجوریں ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ہاں! آپ نے فرمایا: ان کے لیے لونگ لو۔ اسے سیقی کے ساتھ کھجوروں میں ملاؤ، پھر اس میں گھی ملاؤ پھر یہ مرکب انہیں پلاؤ۔ یہ پی کر وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ اسی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کے اہل میں سے کسی کو بخار آ لیتا آپ شوربہ بنانے کا حکم دیتے۔ آپ فرماتے تھے: یہ غمزدہ دل کی اصلاح کرتا ہے۔ بیمار کے دل سے غم کو دور کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی ایک پانی سے اپنے چہرے کی میل کو دور کرتا ہے۔ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں کے دودھ اور ابوال میں پیٹ کے مرض کی شفاء ہے۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرینہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ہم مدینہ طیبہ آئے ہیں تو ہمارے پیٹ پھول گئے ہیں۔ دیگر اعضاء کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کے اونٹوں کے چرواہوں کے پاس جائیں ان کے دودھ اور ابوال پئیں۔ انہوں نے ان کے دودھ اور ابوال پیئے تو اس کے پیٹ سکڑ گئے۔

اسی روایت میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جنگل کے اونٹوں کے دودھ اور ابوال پیو۔ اسی میں شیخین سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلائی۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اسے شہد پلایا مگر اس کی تکلیف میں اضافہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے تیسری یا چوتھی بار عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا رب تعالیٰ نے اسے شفاء دے دی۔ آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔

تنبیہات

۱۔ حارث بن کلدہ کو بعض سیرت نگاروں نے صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس کا اسلام صحیح

نہیں۔الحافظ نے لکھا ہے: اس روایت میں اہل ذمہ سے طب میں مدد لینے کے جواز کی دلیل ہے۔اذرعی نے لکھا ہے:

۲- اس روایت میں عام خطاب ہے جس سے خاص مراد ہے۔جیسے اہل مدینہ طیبہ اوران کے پڑوسی، اہل مدینہ طیبہ کی کھجور دوسروں کے لیے گندم کی مانند ہے۔دوسرے مریضوں کے لیے اس میں خصوصیت ہے۔خصوصاً مدینہ طیبہ کی کھجوریں خصوصاً عجوہ کھجور۔اس کی سات تعداد میں ایک اور خاصیت ہے۔صحیحین میں ہے: جس نے وقت صبح عالیہ کے سات کھجوریں کھائیں اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں دے سکتا۔

۳- علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اہل حجاز خطا کی جگہ کذب کا لفظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔امام رازی نے لکھا ہے: شاید آپ نے نورِ وحی سے یہ جان لیا تھا کہ اس شہد کا فائدہ عنقریب ظاہر ہوگا۔اگر چہ فوراً اس کا فائدہ ظاہر نہ ہوا، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عنقریب اس کا فائدہ عیاں ہوگا۔بعض ملحدوں کے اس اعتراض کی طرف توجہ نہ دی جائے گی کہ شہد دست آور ہے۔اسے اس کے لیے کیسے تشخیص کیا جاسکتا ہے جسے دست لگے ہوں کیونکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ان کا علم ناقص ہے۔اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مرض کا علاج عادت، زمانہ، غذاء، تدبیر اور قوت طبیعہ کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔اسہال کے کئی اسباب ہیں۔ان میں سے ایک ہیضہ ہے جو بدہضمی سے پیدا ہوتے ہیں۔اطباء کا اتفاق ہے کہ اس کا علاج طبیعت کے ترک اور فعل سے ہوسکتا ہے۔اگر اسے دست آور دوا کی ضرورت ہو تو اسے وہ دوا دی جائے گی جب تک اس میں طاقت ہو۔گویا کہ اس شخص کو بدہضمی کی وجہ سے اسہال لگے تھے۔آپ نے اس کے لیے شہد تجویز کیا تاکہ وہ فضلات جو معدہ اور آنتوں کے ارد گرد جمع تھے وہ نکل جائیں کیونکہ شہد میں جلا ہوتی ہے۔یہ ان فضول اشیاء کو دفع کرتا ہے جو معدہ کے ساتھ چپک جاتے ہیں اور غذاء کو معدہ میں قرار پذیر نہیں ہونے دیتے معدہ کے اسی طرح ریشے ہوتے ہیں جیسے تولیہ کے ریشے ہوتے ہیں۔جب ان کے ساتھ کوئی مادہ مل جائے تو وہ انہیں خراب کر دیتا ہے۔ان تک پہنچنے والی غذا کو خراب کر دیتا ہے اس کی دوا وہی ہے جو معدہ کو اس فضلات سے صاف کر دے اس مقصد کے لیے شہد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ گرم پانی ملایا جائے۔اس کا پہلی بار فائدہ نہ دینا کیونکہ دوا کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مقدار اور کمیت مرض کے برابر ہو۔اگر یہ کم ہو تو فائدہ نہیں دیتی۔اگر یہ مقدار زائد ہو جائے یہ قوت کمزور کر دیتی ہے۔اس سے اور نقصان ہوتا ہے۔گویا کہ اس شخص نے پہلے اتنی مقدار دی جس نے مرض کا مقابلہ نہ کیا۔آپ نے اسے دوبارہ پلانے کا حکم دیا۔جب اسے بار بار شہد پلایا گیا وہ مرض کے برابر ہوگئی تو وہ اذنِ الٰہی سے شفاء یاب ہوگیا۔

❀❀❀

بتیسواں باب

عرق النساء کا علاج

امام احمد، حاکم نے صحیح کے راویوں سے، ضیاء، الطبرانی نے اوسط میں، ابو یعلی، ابن ماجہ اور ابو نعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرق النساء کے علاج کے لیے عربی مینڈھے کی پشت کا گوشت لیتے تھے جو سیاہ رنگت کا ہوتا تھا۔ نہ بڑا ہوتا نہ ہی چھوٹا ہوتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: عرق النساء کا علاج وہ عربی بکری ہے جسے پگھلایا جائے۔ دوسری روایت میں ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جائیں۔ انہیں پگھلایا جائے۔ اچھی طرح پگھلایا جائے۔ اسے تین اجزاء میں منقسم کیا جائے ہر روز ایک حصہ پی لیا جائے، یا اسے نہار منہ پی لیا جائے۔ حضرت انس نے فرمایا: میں نے ایک سو سے زائد ایسے مریضوں کو یہ علاج بتایا۔ وہ سب شفاء یاب ہو گئے، یا میں نے تین سو افراد کا اس طرح علاج کیا۔ وہ سب شفاء یاب ہو گئے۔

امام احمد نے ایک انصاری شخص سے اور اس نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا یہ علاج تجویز کیا ہے کہ ایک عربی مینڈھا لے لیا جائے جو نہ چھوٹا ہو اور نہ ہی بڑا ہو۔ اسے پگھلا لیا جائے پھر اس کے تین اجزاء بنا لیے جائیں۔ ہر حصہ ہر روز نہار منہ پیا جائے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مینڈھا خریدا یا اسے ہدیہ دیا گیا تو وہ اس کے تین حصے بنا لے ہر روز وہ مریض نہار منہ ایک حصہ پی لے۔ اگر وہ چاہے تو اسے پگھلا لے یا اسے کھا لے، یعنی مینڈھے کی پشت کا گوشت عرق النساء کا علاج ہے۔

الطبرانی نے تینوں کتب میں جید سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا علاج تجویز فرمایا کہ مینڈھے کی پشت کا گوشت لیا جائے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، پھر اسے پگھلا لیا جائے ہر روز ایک حصہ نہار منہ پی لیا جائے۔ وہ چاہے تو اسے کھا لے یعنی یہ مینڈھا عرق النساء کا علاج ہے۔

الطبرانی نے تینوں میں جید سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرق النساء کا علاج یہ تجویز فرمایا۔ مینڈھے کی پشت کے گوشت کو تین حصوں میں منقسم کر لیا جائے پھر اسے خوب پگھلایا جائے ہر حصہ کو ہر روز تین ایام تک نہار منہ پیا جائے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یہود بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ابو القاسم! ہمیں اس چیز کے بارے بتائیں جو حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے خود پر حرام کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جنگل میں رہتے تھے۔ انہیں عرق النساء کا مرض تھا۔ انہوں نے کسی چیز کو نہ پایا جس کے ساتھ وہ علاج کرتے سوائے اونٹوں کے گوشت اور دودھ کے۔ اسی لیے انہوں نے انہیں حرام کر

چونتیسواں باب

بواسیر کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے الطب میں اور ابن السنی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس مبارک درخت کو لازم پکڑو۔ زیتون کا تیل استعمال کیا کرو۔ اسی کو بطور دوا استعمال کیا کرو۔ یہ بواسیر سے شفاء بخشنے والا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: تم زیتون کا تیل استعمال کیا کرو۔ اسے کھایا کرو۔ اسی کے تیل کو استعمال کیا کرو۔ یہ بواسیر میں فائدہ مند ہے۔

ابویعلی نے اپنی مسند میں، ابن السنی اور ابونعیم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی پیٹھ کو اچھی طرح صاف کیا کرو، یا فرمایا: پیٹھ کو خوب دھویا کرو۔ اس سے بواسیر جاتی رہتی ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام عبدالرزاق نے مسور بن رفاعہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی سے استنجاء کیا کرو اس سے بواسیر سے شفاء ملتی ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا، تو میرا رنگ زرد تھا۔ اے ابن عباس! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: بواسیر کی وجہ سے، فرمایا: اس نوعمری میں بواسیر۔ تم لصف لو۔ اسے کوٹو۔ اس کا چھلکا اتار لو۔ اسے استعمال کرو۔ میں نے اسی طرح کیا اور شفاء یاب ہو گیا۔ اسی کتاب میں ابن السنی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہ رسالت مآب میں (انجیر) پیش کیے گئے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: کھاؤ، اگر میں کہتا کہ ایک پھل ہے جو گٹھلی کے بغیر ہے وہ جنت سے اترا ہے تو میں کہتا کہ یہ انجیر ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور نقرس میں فائدہ مند ہے۔

❁❁❁

پینتیسواں باب

ورم کا علاج

ابویعلی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کی کمر انور پر ورم تھا۔ میں آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں پیپ ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے چیر دو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے چیرتا رہا حتیٰ کہ وہ ساری نکل گئی۔ حضور

اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کے پیٹ کو چیرنے کا حکم دیا۔

یارسول اللہ! ﷺ کیا طب فائدہ دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے مرض نازل کی ہے اسی نے جس میں چاہا شفاء نازل کر دی۔

❁❁❁

چھتیسواں باب

خنازیر (گلے کی گلٹیوں) کا علاج

الطبرانی نے الکبیر میں جید سند سے حضرت طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دیکھا جسے خنازیر تھا۔ اس نے اس کے لیے صرارا ک کھانے والے اونٹوں کے ابوال تجویز کیے۔ اس نے کہا: انہیں پکاؤ حتیٰ کہ وہ گاڑھا ہو جائیں۔ اسے پی لو پھر اراک کے پتے لو۔ انہیں پیسو اور اس پر چھڑک لو۔ اس نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔

❁❁❁

ستائیسواں باب

سر چکرانے کا علاج

ابویعلی نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مہندی کا خضاب لگایا کرو۔ اس کی عمدہ خوشبو ہوتی ہے یہ سر چکرانے کو پرسکون کرتی ہے۔

فائدہ

شیخ ابومحمد المرجانی سے ایک شخص نے اس مرض کا شکوہ کیا۔ انہوں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: لونگ، ادراک (انارکا) چھلکا، جائفل اور سنبل، یہ تمام اشیاء اڑھائی درہم اور کلونجی دو درہم لے لو۔ ان تمام اشیاء کو کوٹ لیا جائے پھر انہیں پکا لیا جائے۔ اسے شہد کے ساتھ ملا لیا جائے جب یہ برابر ہو جائیں تو اس پر تھوڑا سا لیموں چھڑک لو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو انہیں شفاء مل گئی۔ یہ مجرب نسخہ ہے۔

❁❁❁

اٹھائیسواں باب

العذرہ (حلق کا ورم)

امام احمد، شیخان، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت ام قیس بن محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بچے کے گلے میں عذرہ لٹکا رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ لٹکا کر اپنی اولاد کو کیوں ہلاک کرتی ہو۔ اس کے لیے عود ہندی استعمال کیا کرو۔ اس میں سات شفاء ہیں ان میں سے ایک ذات الجنب (پسلی کا درد) بھی ہے۔ امام زہری نے فرمایا ہے: یہ عذرہ کی صورت میں ناک میں ڈالی جائے گی اور ذات الجنب کی صورت میں منہ میں ڈالی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ عبارت درج ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ اور امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے ہاں ایک بچہ تھا جس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اسے عذرہ ہے، یا اس کے سر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری خیر! تم میں سے جس کے بچے کو عذرہ لاحق ہو جائے یا اس کے سر میں درد ہو وہ ہندی قسط استعمال کرے۔ وہ اسے پانی میں رگڑے اور اس کے ناک میں ڈال دے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس بچے کی والدہ کو یہی حکم سنایا۔ اس نے اپنے بچے کو یہ دوا دی تو وہ صحت یاب ہو گیا۔ دوسری روایت میں ہے: تم اپنی اولاد کو کیوں ہلاک کرتی ہو۔ تم میں سے کسی ایک کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہندی قسط لے۔ اسے پانی میں سات بار رگڑے، پھر یہ دوا اس کے حلق میں ڈال دے۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو بچہ صحت یاب ہو گیا۔ بزار نے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہمراہ ایک بچہ تھا جس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو ہلاک کیوں کرتی ہو؟ کیا تم قسط بحری نہیں لیتیں پھر یہ اس کی ناک میں نہیں ڈال دیتیں۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ ان میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن سعد، بزار، ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت انس سے، طیالسی، الطبرانی نے الکبیر میں، امام احمد، ابو یعلی، حاکم اور ضیاء نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بہترین چیز جس سے تم دوا لیتے ہو وہ پچھنے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: وہ قسط بحری ہے۔ اپنے بچوں کو عذرہ کی وجہ سے دبا کر تکلیف نہ دیا کرو۔ دوسری روایت میں ہے: وہ افضل چیز جسے تم بطور دوا استعمال کرتے ہو۔ پچھنے اور قسط بحری ہے۔ اپنے بچوں کو ٹٹول کر تکلیف نہ دیا کرو۔

الطبرانی نے الکبیر میں حضرات عبدالرحمان بن سابط سے اور بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عذرہ کی شکایت ہوگئی، حتیٰ کہ یہ آپ کے سر مبارک میں درد کا سبب بنا۔ وہ آپ پر نظر آنے لگا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: مجھے آپ کے پروردگار نے بھیجا ہے تاکہ آپ کو دم کروں۔ آپ نے اپنا سر اقدس نیچے کیا انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کو دم کیا۔ بسم الله ارقيك من كل سوء يوذيك و من شر كل عين و كل حاسد ارقيك۔ انہوں نے آپ کو تین بار انہی کلمات سے دم کیا۔ آپ صحت یاب ہو گئے۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو عذرہ کی وجہ سے دبا کر تکلیف نہ دیا کرو۔ تم قسط استعمال کیا کرو۔

❁❁❁

انتالیسواں باب

عشق کا علاج

خطیب نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عشق کیا اس نے عفت اختیار کی پھر مر گیا۔ وہ شہید کی موت مرا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے عشق کیا اسے چھپائے رکھا وہ مر گیا تو وہ شہید کی موت مرا۔

❁❁❁

چالیسواں باب

سینے کے درد کا علاج

امام نسائی نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے سینے کا کینہ ختم ہو جائے۔ ہر ماہ تین مہینے کے روزے رکھنا۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفرجل (بہی) کھایا کرو۔ یہ دل سے غم کو دور کرتا ہے اور یہ دل کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ سفرجل کھایا کرو۔ یہ سینے کے کینے کو دور کرتا ہے۔ القالی نے اپنی امالیہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفرجل کھانا دل کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ ابو نعیم نے الطب میں حضرت طلحہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کرام کے ایک گروہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں سفرجل

تھا۔ آپ اسے الٹ پلٹ فرما رہے تھے۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے اسے میری طرف پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: ابومحمد! اسے چکھو۔ یہ دل کو تقویت دیتا ہے نفس کو عمدہ کرتا ہے۔ سینے کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہے: یہ دل کو تازہ دم کرتا ہے۔

❁❁❁

اکتالیسواں باب

ذات الجنب کا علاج

امام بخاری نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عود ہندی استعمال کیا کرو۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ ان میں سے ایک ذات الجنب ہے۔ امام احمد، طیالسی، الطبرانی نے الکبیر میں حاکم اور بیہقی، ضیاء، ترمذی اور ابونعیم نے الطب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور زیتون سے کیا کرو۔ ابونعیم کی روایت میں عود ہندی، زیتون اور قسط کے الفاظ ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ذات الجنب کا علاج قسط بحری اور زیتون سے کیا کریں۔ اس روایت کو مسدد اور ابویعلی نے، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ آپ زیتون اور ورس (ہلدی) ذات الجنب میں تجویز فرماتے تھے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت میمون سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ سے ذات الجنب کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: اس کا علاج ورس، قسط اور زیتون کا درخت ہے۔ انہیں پیس لیا جائے۔

اسی کتاب میں حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اپنا ایک نورنظر لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ میں نے عذرہ کی وجہ سے اس پر کچھ لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اسے لٹکا کر اسے اذیت میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے تم عود ہندی استعمال کرو۔ اس میں سات امراض کی شفاء ہے۔ عذرہ میں یہ دوا ناک میں اور ذات الجنب میں منہ میں ڈالی جائے۔

تنبیہ

ذات جنب۔ یہ گرم ورم ہے۔ یہ اعضاء کے اندرونی پردہ میں لاحق ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق اس درد پر بھی ہوتا ہے جو پسلیوں کے ارد گرد ہوتا ہے۔ یہ غلیظ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے جو جلیوں اور ران پٹھوں اور پسلیوں میں جمع ہوتی ہے اور سینے میں ہوتی ہے۔ یہ درد پیدا کرتی ہے۔ پہلی قسم حقیقی ذات الجنب ہے۔ اسی پر اطباء نے گفتگو کی ہے انہوں نے

فرمایا: اس کی وجہ سے پانچ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) بخار۔ (۲) کھانسی۔ (۳) خارش۔ (۴) سانس کی تنگی۔ (۵) تیز دھڑکن۔ ذات الجنب کو پسلی کا درد بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بھیانک مرض ہے کیونکہ یہ دل اور جگر کے مابین ہوتا ہے یہ بری امراض سے ہے۔ اس جگہ ذات الجنب سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ قسط سے مراد وہ عود ہندی ہے جس سے غلیظ ہوا کا علاج کیا جاتا ہے۔ ابن القیم نے المسیحی سے روایت کیا ہے کہ عود گرم، خشک اور قابض ہوتا ہے، جو پیٹ کو روک لیتا ہے یہ اندرونی اعضاء کو تقویت دیتا ہے ہوا نکالتا ہے۔ بدمسام کھولتا ہے۔ فالتو رطوبت ختم کرتا ہے یہ ذات الجنب کو روکتا ہے۔ یہ دماغ کے لیے مفید ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ شاید حقیقی ذات الجنب کے لیے بھی مفید ہو جبکہ وہ بلغمیہ مواد سے پیدا ہو۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مرض جاری ہو۔

✿✿✿

بیالیسواں باب

استسقاء، معدہ اور طبیعت کی یبوست کا علاج

شیخان نے حضرات انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عکل کا ایک قبیلہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ انہیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے فرمایا: تم صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ۔ ان کے ابوال اور دودھ پیو۔ جب وہ صحت مند ہو گئے تو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا۔

آپ نے انہیں یہ اس لیے پینے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ اونٹنیوں کے دودھ میں سفیدی، نرمی، تلخی اور رکاوٹوں کو کھولنے کی صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ یہ اکثر شیح، قیصوم، بابونج، اقحوان، اذخر وغیرہ کھاتی ہیں۔ یہ استسقاء کے لیے نفع بخش ہیں خصوصاً جبکہ اس حرارت کے ساتھ استعمال کیا جائے جو کھیری کے نکلتے وقت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اونٹ کے بچے کا پیشاب بھی ہو۔ یہ بھی گرم ہوتا ہے۔ جب یہ حیوان سے نکلتا ہے یہ دودھ کی ملوحت میں اضافہ کرتا ہے۔ فضلات کو نکالتا ہے اور پیٹ کو درست کرتا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر نے ضعیف سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہوتا ہے۔ رگیں اس کی سمت جاتی ہیں جب معدہ درست ہو تو رگیں صحت لے کر نکلتی ہیں۔ جب معدہ خراب ہو تو رگیں بیماری لے کر نکلتی ہیں۔

ابن الحاج نے ''المدخل'' میں ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ معدہ کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ شیخ جلیل ابو محمد المرجانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ اس دوا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ وہ کہ وہ نہار منہ درہم کے وزن کے

برابر گلاب کا مربیٰ لیں۔ وہ اسے پینے کے بعد مصطگی کے ساتھ کھائے۔ اس میں سات دانے کلونجی کے بھی ڈال لے۔ وہ سات روز تک اسی طرح کرے۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہو گئے۔ ایک شخص معدہ کی ٹھنڈک میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ اسی دوا کی طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص اڑھائی اوقیہ شہد لے۔ دو درہم کلونجی، اسی کی مثل انیسون، نصف اوقیہ پودینہ سبز، نصف درہم لونگ، دارچینی نصف درہم، لیموں کے چھلکے کے ساتھ تھوڑا سا لے اور ان ساری اشیاء کو پکا لے۔ انہوں نے اسے استعمال کیا اور شفاء یاب ہو گئے۔ امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو۔ انہوں نے عرض کی: شبرم سے۔ آپ نے فرمایا: گرم گرم۔ انہوں نے عرض کی: میں سنا سے جلاب لے لوں۔ آپ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفاء یابی ہے تو وہ یہی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو۔ انہوں نے عرض کی: شبرم سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گرم گرم۔ انہوں نے عرض کی: میں سنا سے جلاب لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفاء ہوتی تو سنا میں ہوتی۔ ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن حرام سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: تم سنا اور سنوت کو لازم پکڑو۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابو نعیم نے الطب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بہترین دوائیں جنہیں تم استعمال کرتے ہو وہ لدود، سعوط، حجامۃ اور مشی ہے۔

تنبیہ

استسقاء ایک مادی مرض ہے۔ اس کا سبب ایک عجیب و غریب ٹھنڈا مادہ ہے جو اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے وہاں نشوونما پاتا ہے یا تو یہ سارے اعضاء میں چلا جاتا ہے یہ گردونواح کی ان خالی جگہوں میں داخل ہو جاتا ہے جن میں غذا کی تدابیر اور اخلاط ہوتا ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں: (۱) لحمی۔ یہ سب سے مشکل ترین قسم ہے۔ اس سے سارا جسم ایک بلغمی مواد سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ خود کے ساتھ اعضاء میں فساد بپا کرتا تھا۔ (۲) زقی۔ اس قسم میں نچلے پیٹ میں ایک ردی سا مواد پیدا ہو جاتا ہے۔ جب علیل حرکت کرتا ہے تو اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے مشکیزہ کو ہلائیں تو آواز پیدا ہوتی ہے یہ ساری اقسام سے زیادہ ہلاکت خیز ہے۔ (۳) طبلی۔ اس سے پیٹ پھول جاتا ہے جب اس پر ضرب لگائی جائے تو طبل کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔

❁❁❁

تینتالیسواں باب

اسہال کا علاج

امام احمد، شیخان، ترمذی، نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: میرے بھائی کو اسہال کا مرض لاحق ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلائی، پھر حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا ہے۔ اس کے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلایا پھر حاضر خدمت ہوا عرض کی: میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اس کے اسہال میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے چوتھی بار فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے اسے شہد پلایا تو وہ شفاء یاب ہوگیا۔

تنبیہ

خطابی نے لکھا ہے: اہل حجاز خطاء کی جگہ کذب کا اطلاق کرتے ہیں۔ امام رازی نے لکھا ہے: شاید آپ نورِ وحی سے یہ جان گئے ہوں کہ اس شہد کا فائدہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ اس کا فائدہ فوراً عیاں نہ ہوا۔ آپ جانتے تھے کہ اس کا فائدہ عنقریب سامنے آجائے گا کیونکہ یہ کذب کی مانند تھا، لہٰذا آپ نے اس پر اسی لفظ کا اطلاق کیا ہے اس پر بعض ملاحدہ کا اعتراض اور اس کا تفصیلی جواب پہلے گزر چکا ہے۔ (یہ جواب اکتیسویں باب کی تنبیہ میں ہے۔) تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دوا نافع ہے۔ مرض کا رہنا یہ دوا کے ناقص ہونے کی وجہ سے نہیں، لیکن فاسد مادہ کثیر ہے اسی لیے آپ نے اسے دوبارہ شہد پلانے کا حکم دیا۔ امام جوزی نے اس کی چار وجوہات لکھیں ہیں کہ آپ نے اس مرض کے شہد کو کیوں تجویز کیا؟

۱۔ کیونکہ اس میں عمومی شفاء پائی جاتی ہے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فیه شفاء للناس۔

ترجمہ: اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

جب آپ نے اسے اس حکمت سے آگاہ کیا تو اس نے اسے قبول کرلیا۔ وہ اذنِ الٰہی سے شفاء پاگیا۔

۲۔ یہ ان کی عادت تھی کہ وہ تمام امراض میں شہد سے علاج کرتے تھے۔

۳۔ یا اس شخص کو ہیضہ تھا۔

۴۔ ایک احتمال یہ بھی ہے آپ نے اسے شہد کو پینے سے قبل پکانے کا حکم دیا ہو۔ یہ بلغم کو گاڑھا کرتا ہے۔ شاید اس نے

پہلے پکائے بغیر استعمال کی ہو۔

الحافظ نے لکھا ہے دوسری اور چوتھی وجہ کمزور ہے پہلی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے تم شفاء والی دو اشیاء استعمال کیا کرو شہد اور قرآن پاک۔ اس روایت کو ابن ماجہ اور حاکم نے مرفوع اور ابن شیبہ اور حاکم نے موقوف روایت کیا ہے۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

✿✿✿

چوالیسواں باب

قولنج کا علاج

ابو نعیم نے الطب میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کی۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ انہیں گرم کپڑا باندھ رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں نمک تھا اور حضرت سعید پر اسے رکھا گیا۔ ایک شخص اسی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ ابو محمد المرجانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تین دراہم شہد اور اڑھائی دراہم دم کیا گیا (صاف) تیل لے لیں۔ اکیس دانے کلونجی کے لے لیں۔ وہ ان ساری اشیاء کو ملا لیں پھر اسے صبح اور رات کو استعمال کرے۔ وہ اپنے لیے تلبینہ بنا لے۔ وہ اسے آٹے یا چھان میں ملا لے۔ کبھی کبھی اس میں شہد بھی ملا لے۔ ناشتے کے بعد اسے استعمال کرے۔ اس کا کھانا بھونی ہوئی مرغی یا بھیڑ کا گوشت ہونا چاہیے۔ اس شخص نے یہی استعمال کیا تو رب تعالیٰ نے اسے شفایاب کر دیا، حالانکہ اطباء اس سے عاجز آ چکے تھے۔

تنبیہ

دم کیے گئے تیل سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمدہ تیل لے اسے صاف برتن میں ڈالے۔ اسے حرکت دے اس پر سورۃ الاخلاص سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے پھر یہ آیات تا آخر پڑھے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

✿✿✿

پینتالیسواں باب

پیٹ کے کیڑے کا علاج

ابوبکر نے الغیلا نیات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ کھجوریں کھایا کرو۔ یہ پیٹ کے کیڑوں کو مار دیتی ہیں۔

❁❁❁

چھیالیسواں باب

قوتِ جماع کا علاج

الطبرانی نے الاوسط میں اور الضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نکاح کرلو۔ جس میں یہ طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے یہ اس کے لیے (بدکاری سے) تحفظ ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت شداد بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم روزے رکھا کرو۔ یہ رگوں کو کاٹنے کا ذریعہ اور شر کو ختم کرنے والے ہیں۔ اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب میں ایک شخص نے اولاد کی قلت کا شکوہ کیا۔ آپ نے انہیں انڈے کھانے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سے انڈے؟ آپ نے فرمایا: تمام انڈے خواہ وہ چیونٹی کا انڈا ہو۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں نسل کی قلت کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے انڈے اور پیاز کھانے کا حکم دیا۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے شہوت آلیتی ہے۔ میں نے خود پر گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (المائدہ:۸۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ پاکیزہ اشیاء خود پر حرام نہ کیا کرو جنہیں رب تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے عرض کی گئی: کیا آپ کو جنت میں سے کوئی نعمت دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبرائیل امین میرے پاس ہریسہ لے کر آئے۔ میں نے اسے کھایا۔ وظیفۂ زوجیت میں میری طاقت چالیس مردوں جتنی ہوگئی۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وظیفۂ زوجیت کی قلت کے لیے کہا۔ انہوں نے عرض کی: آپ ہریسہ کیوں نہیں کھاتے۔ اس

میں چالیس افراد کی قوت ہے۔

اسی کتاب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت ادا کرلے، پھر دوبارہ کرنا چاہے تو وضو کرلے اس سے زیادہ چستی آجاتی ہے۔ اسی کتاب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس اپنے سر مبارک پر پھیرا، پھر فرمایا: تم خضاب کا سردار استعمال کیا کرو۔ یہ مہدی ہے یہ جلد کو عمدہ کردیتی ہے اور قوتِ جماع میں اضافہ کرتی ہے۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہندی کا خضاب استعمال کیا کرو۔ یہ تمہارے شباب جمال اور نکاح میں اضافہ کردے گا۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایک اس امر سے عاجز ہے کہ وہ جمعۃ المبارک کو اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت ادا کرے۔ اس میں اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اس کے غسل کا اجر بھی اس کی اہلیہ کے غسل کا اجر بھی۔ اسی میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مہینے کے نصف میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حق زوجیت نہ ادا کیا کرو۔ اس وقت شیاطین حاضر ہوتے ہیں۔

❁❁❁

سینتالیسواں باب

سِلّ کا علاج

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت مرثد بن عبداللہ الیزنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پرندے کی طرح ہڈی نہ چوسا کرو۔ اس سے سل پیدا ہوتی ہے۔

❁❁❁

اڑتالیسواں باب

زخموں کا علاج

شیخان نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے زخموں کے لیے کون سی دوا استعمال کی گئی؟ انہوں نے فرمایا: حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی انڈیل رہے تھے۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ٹکڑا لیا۔ اسے

جلایا۔ جب وہ راکھ بن گیا انہوں نے اسے زخم کے ساتھ چپکا دیا۔ خون فوراً رک گیا۔
ابونعیم نے الطب میں حضرت سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ آپ کی خادمہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: ہم میں سے جب کسی ایک کی ٹانگ درد کرتی تو آپ فرماتے: جاؤ اور اسے حناء (مہندی) سے رنگ دو۔ دوسرے الفاظ میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتی تھی۔ آپ کے جب بھی پھوڑا یا پھنسی نکلتی تو آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی رکھ دوں۔

❁❁❁

انچاسواں باب

پھنسی اور خارش کا علاج

ابن عساکر اور خرائطی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میری گردن پر پھوڑا نکل آیا۔ مجھے اس سے خوف آنے لگا۔ میں نے آپ سے التجاء کی۔ آپ نے مجھے فرمایا: تم اس پر اپنا ہاتھ رکھ لو، پھر تین بار یہ پڑھو:

بسم الله اللهم اذهب عنی شرّ ما اجد بدعوة نبيك الطيب المبارك المكين عندك بسم الله۔

ابونعیم نے "الطب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشم کی قمیص پہننے کی رخصت دی کیونکہ ان کی جلد پر خارش تھی۔

تنبیہات

۱- پہلے روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے چیچڑیوں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔ احتمال یہ ہے کہ شاید ان میں سے ایک ہستی کو ایک مرض لاحق ہو۔ دوسری کو دوسرا، یا یہ خارش چیچڑیوں کی وجہ سے تھی مرض کو کبھی سبب اور کبھی مسبب کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔

۲- امام نووی نے فرمایا ہے: یہ روایت امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کے مؤقف کی تائید کرتی ہے وہ اس شخص کے لیے ریشم پہننا جائز قرار دیتے ہیں جسے خارش ہو، کیونکہ اس میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اسی طرح چیچڑیوں کی وجہ سے وغیرہ۔ امام مالک نے فرمایا ہے: یہ جائز نہیں۔ انہوں نے اس وجہ سے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس میں برودت ہوتی ہے۔ ریشم گرم ہوتی ہے صحیح ہے کہ اسی میں خاصیت یہ ہے کہ یہ خارش سے دفاع کرتی ہے۔

ابن القیم نے لکھا ہے: جب ریشم سے لباس پہن لیا جاتا ہے۔ اس کے مزاج میں حرارت معتدل ہو جاتی ہے یہ جسم کو گرم کرتی ہے۔ امام رازی نے لکھا ہے: ریشم کتان سے زیادہ گرم ہوتی ہے۔ یہ روئی سے زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ گوشت زیادہ کرتی ہے۔ سارے لباس حسین ہیں۔ یہ کمزور کرتی ہے۔ جلد کو سخت کرتی ہے جبکہ اون اور صوف کے لباس گرم کرتے ہیں یہ گرم ہوتے ہیں، لیکن کتان اور ریشم اور روئی گرم کرتے ہیں لیکن گرم نہیں ہوتے۔ کتان کے کپڑے ٹھنڈے اور خشک ہوتے ہیں۔ صوف کے کپڑے گرم اور خشک ہوتے ہیں۔ روئی کے کپڑے معتدل ہوتے ہیں۔ ریشم کے کپڑے روئی سے زیادہ نرم ہوتے ہیں حرارت میں اس سے کم ہوتے ہیں جبکہ ریشم کے کپڑے اس طرح نہیں ہوتے ان میں وہ خشکی اور سختی نہیں ہوتی جو دوسروں میں ہوتی ہے تو یہ خارش میں مفید ہوتے ہیں۔

❁❁❁

پچاسواں باب

چوٹ اور درد کا علاج

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی ران کے اوپر کے حصے میں درد تھا۔ آپ نے اس کی وجہ سے پچھنے لگوائے۔ امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قدم کے ظاہری حصے پر حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔ یہ آپ نے درد کی وجہ سے لگوائے تھے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: آپ نے یہ پچھنے زخم کی وجہ سے لگوائے تھے جو آپ کو پہنچا تھا۔

❁❁❁

اکاونواں باب

خدران الکلی کا علاج

ابوعبید نے غریب الحدیث میں حضرت ابوعثمان الہندی سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم ایک درخت کے پاس سے گزری۔ ان پر سے ہوا گزری اس نے انہیں جامد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو مشکیزوں میں ٹھنڈا کرو۔ اسے اپنے دونوں کانوں کے مابین انڈیلو۔

❁❁❁
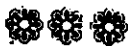
باونواں باب

زہروں کے نقصانات ان کی اضداد سے دور کرنا

ابونعیم نے الطب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی سات کھجوریں نہار منہ کھائیں اس روز اسے زہر نقصان نہ دے گا۔ ایک روایت میں عجوہ کھجور کا ذکر ہے اور یہ بھی تذکرہ ہے کہ اسے جادو نقصان نہ دے گا۔ اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عجوہ کھجور جنت سے ہے۔ اس میں زہر سے شفاء ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کی کھجوروں میں سے سات کھجوریں نہار منہ کھائیں اسے اس روز زہر نقصان نہیں دے سکتا۔

اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہر روز مدینہ طیبہ کی سات عجوہ کھجوریں کھائیں۔ اسے اس روز زہر نقصان نہیں دے سکتا۔ جس نے رات کے وقت انہیں کھالیا اس رات زہر اسے نقصان نہیں دے سکتا۔ اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عجوہ کھجور جنت سے ہے۔ اس میں زہر سے شفاء ہے، یا یہ زہر سے شفاء ہے۔ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عجوہ جنت کی کھجور ہے اس میں زہر سے شفاء ہے۔

❁❁❁

ترپنواں باب

زہر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ

ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسر میں شفاء ہے۔ جب یہ کھانے میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو۔ یہ زہر کو آگے اور شفاء کو پیچھے رکھتی ہے۔ ابن نجار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہے۔ جب یہ کسی برتن میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو اس کی شفاء اس کے مرض کو لے جائے گی۔ ابو داؤد اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ طبیب روح دجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو وہ اسے ڈبو دے۔ اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں مرض ہوتی ہے۔ یہ اس پر سے بچاؤ کرتی ہے جس

میں مرض ہوتی ہے اس ساری کو ڈبو دینا چاہیے، پھر اسے نکال دینا چاہیے۔
امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں ڈبو دے۔ اس کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو مؤخر کرتی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ جب یہ کھانے میں گر پڑے تو اسے اس میں ڈبو دو۔ یہ زہر کو مقدم کرتی ہے اور شفاء کو مؤخر رکھتی ہے۔

تنبیہ

زہر کے علاج میں اطباء نے کہا ہے کہ یہ کبھی قئے کرانے والی اشیاء میں ہوتا ہے، کبھی ان دواؤں میں ہوتا ہے جو زہر کے فعل کے معارض ہوتی ہیں۔ یہ اسے ختم کر دیتی ہے یا کیفیات سے یا خواص سے اگر دوا دستیاب نہ ہو سکے تو مکمل قئے کرنے کی کوشش کرنا چاہیے پچھنے سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں۔ خصوصاً جبکہ شہر گرم ہو۔ موسم بھی گرمی کا ہو۔ زہر کی قوت خون کی طرف رواں ہوتی ہے۔ وہ رگوں اور گزرگاہوں میں سے ہوتی ہوئی دل اور اعضاء تک پہنچ جاتی ہے۔ جب وہ شخص جلدی کرے جسے زہر دیا گیا ہو وہ خون نکال دے تو اس کے ساتھ وہ زہر کی کیفیت بھی نکل جاتی ہے جو اس میں ملی ہوتی ہے مکمل قئے کرنے سے زہر نقصان نہیں دیتا، یا تو وہ ختم ہو جاتا ہے یا کمزور ہو جاتا ہے۔ طبیعت اسی پر غلبہ پا لیتی ہے، یا تو اس کے فعل کو باطل کر دیتا ہے یا اسے کمزور کر دیتا ہے۔ آپ نے کاشانۂ اقدس پر پچھنے لگوائے، کیونکہ یہ دل کے قریب ہوتا ہے۔ زہریلا مواد خون کے ساتھ نکل گیا۔ وہ سارا تو نہ نکلا مگر اس کا کمزور سا اثر باقی رہا کیونکہ رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا کہ شہادت کے ساتھ آپ کے فضل کے سارے مراتب کی تکمیل کرے۔ زادہ اللہ فضلا وشرفاً۔

❁❁❁

چونواں باب

کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا علاج

ابو نعیم اور الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے ڈنگ لیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: رب تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے تو نبی یا کسی اور کو نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اسے اس جگہ پر گرایا اور سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور سورۃ الکافرون سے دم فرمایا۔
الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں بخار کے دم کا ذکر کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: اسے مجھ پر پیش کرو۔ اسے آپ پر پیش کیا گیا وہ کچھ یوں تھا: بسم اللہ قرنیہ شجنہ ملجہ بحر قفقطا۔ آپ نے فرمایا: یہ تو وہ معاہدے تھے جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کیڑے مکوڑوں سے لیے تھے۔ میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا۔ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو ڈنگ مار دیا گیا وہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اسے اس کے ساتھ دم کیا تو وہ اسی وقت شفاء یاب ہو گیا۔

الطبرانی نے الکبیر میں حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے آپ کی خدمت میں بخار کا دم پیش کیا۔ آپ نے ہمیں اس کی اجازت دے دی۔ آپ نے فرمایا: یہ معاہدے ہیں، وہ دم یہ تھا: بسم اللہ شجنہ قرنیہ قفقطا۔ الطبرانی نے الکبیر میں نرم سند سے حضرت سہل بن ابی حثمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بھی تشریف لائے۔ جب وہ الحرہ تک پہنچے تو عبدالرحمٰن بن سہل کو سانپ نے ڈس لیا۔ آپ نے فرمایا: عمرو بن حثمہ کو بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا۔ انہوں نے اپنا دم بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے دم کیا کرو۔ ابن حثمہ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو وصال کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو دم کرو۔ اگرچہ ان کا وصال بھی ہو چکا ہے۔ انہوں نے انہیں دم کیا تو حضرت عبدالرحمان صحیح ہو کر چلنے لگے۔

الطبرانی نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے سوائے قیس بن ربیع کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری شخص آئے۔ انہوں نے عمرو بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ سانپ کا دم کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے دم سے منع کر دیا ہے۔ میں سانپ کا دم کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ دم مجھ پر پیش کرو۔ میں نے پیش کیا تو فرمایا: ان سے کوئی حرج نہیں۔ یہ معاہدے ہیں۔ ایک انصاری شخص آیا وہ بچھو کا دم کر لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا: جو اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو وہ اسے ضرور فائدہ دے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے سجدہ کیا تو آپ کی مبارک انگلی پر بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ آپ واپس آئے۔ آپ فرما رہے تھے۔ بچھو پر رب تعالیٰ لعنت کرے۔ یہ نہ نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑتا ہے نہ کسی اور کو۔ پھر آپ نے برتن منگوایا۔ جس میں پانی اور نمک تھا۔ آپ نے وہ جگہ پانی میں رکھی اور سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا، حتیٰ کہ اس کا درد ختم ہو گیا۔

یہ طب طبعی اور الٰہی طب کی مرکب ہے۔ سورۃ الاخلاص میں وہ تینوں اقوال جمع ہیں جو توحید کو جامع ہیں جبکہ معوذتین میں ہر ناپسندیدہ امر سے اجمالاً اور تفصیلاً استعاذہ موجود ہے جبکہ پانی اور نمک طبعی طب ہے نمک میں بہت سے زہروں کے لیے فائدہ ہے۔ خصوصاً جبکہ بچھو ڈنگ لے۔ اس میں وہ قوت جاذبہ محللہ ہے جو زہر کو جذب کر کے تحلیل کر لیتی ہے۔ اسی کی وسعت میں قوت ناریہ بھی ہے جو تبرید، جذب اور اخراج کی محتاج ہے۔ آپ نے پانی اور نمک استعمال کیا۔

❁❁❁

پچپنواں باب

زکام اور ناک کی دوائیں

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مرزنجوش کو لازم پکڑو۔ اسے سونگھو۔ یہ خشام (ناک کے مرض) کے لیے مفید ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: بارگاہ رسالت مآب میں ایک شخص نے چھینک ماری آپ نے اسے یرحمك الله کہا۔ اس نے پھر چھینک ماری۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کو تو زکام لگا ہوا ہے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو تین بار چھینک کا جواب دیا کرو۔ اگر وہ زائد چھینکیں مارے تو یہ نزلہ یا زکام ہے۔ اسی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس چھینک ماری، ایک شخص نے اسے جواب دیا۔ اس نے پھر چھینک ماری اس نے اسے جواب دیا اس نے پھر چھینک ماری تو اس نے اسے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اسے زکام لگا ہوا ہے۔

اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زکام کو ناپسند نہ کیا کرو یہ جذام کی رگ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

❀❀❀

چھپنواں باب

سرخ پھنسی کا علاج

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو پھنسی کی وجہ سے داغ لگائے۔ اسی کتاب میں حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی عیادت فرمائی۔ انہیں مدینہ طیبہ میں چہرے پر سرخ پھنسی نے آلیا تھا۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود برے مردے ہیں۔ عنقریب وہ کہیں گے کہ یہ مرض ان سے دور کیوں نہ ہوا۔ میں ان کے لیے اور اپنے آپ کے لیے کسی چیز کا (رب تعالیٰ کی منشاء کے بغیر) مالک نہیں ہوں۔ آپ نے حکم دیا تو ان کی گردن کی ایک طرف داغ لگائے گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ان کا وصال ہو گیا۔

❀❀❀

ستاونواں باب

منہ کے امراض کا علاج

عبدالجبار خولانی نے "تاریخ داریا" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسواک کو لازم پکڑو۔ مسواک بہت عمدہ چیز ہے یہ دانتوں کی زردی کو ختم کرتی ہے۔ بلغم ختم کر دیتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے، یہ مسوڑھے مضبوط کرتی ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتی ہے جنت کے درجات میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ ملائکہ کو خوش کرتی ہے۔ رب تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔ شیطان کو ناراض کرتی ہے۔ ابوشیخ اور ابونعیم نے کتاب السواک میں (انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ یہ منہ کا ذائقہ عمدہ کرتی ہے۔ مسوڑھے مضبوط کرتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے یہ بلغم کو ختم کرتی ہے۔ یہ دانتوں کی زردی کو مٹا دیتی ہے۔ یہ سنتِ پاک بھی ہے یہ ملائکہ کو خوش کرتی ہے، رب تعالیٰ کو راضی کرتی ہے۔ نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتی ہے۔ اسی روایت کو امام بیہقی نے بھی تحریر کیا ہے، مگر اس میں جلیل بن مرہ ہے، اس میں یوافق السنۃ اور **مطھرۃ للضم و مرضاۃ للرب** اور مفرحہ للملائکۃ کا ذکر ہے، دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک کی دس خصوصیات ہیں۔ یہ منہ کو صاف کرتی ہے، رب تعالیٰ کی رضا اس سے حاصل ہوتی ہے، اس کی وجہ سے شیطان ناراض ہوتا ہے، اس کی وجہ سے حفظہ (فرشتوں) کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے۔ منہ سے خوشبو آتی ہے۔ یہ بلغم کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے یہ تلخی کو ختم کرتی ہے۔ بصارت کو جلا بخشتی ہے یہ سنت مطہرہ کے موافق ہے۔

امام حاکم نے اپنی تاریخ میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسواک میں دس خوبیاں ہیں یہ منہ کو پاک کرتی ہے۔ رب تعالیٰ کی خوشنودی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے شیطان ناراض ہوتا ہے حفظہ کی محبت بڑھتی ہے اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ الطبرانی نے الاوسط میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیتون کی مسواک بہترین ہے یہ مبارک درخت ہے، یہ منہ کو صاف کرتی ہے یہ دانتوں کی زردی کو دور کرتی ہے۔ یہ میری مسواک اور مجھ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کی مسواک ہے یہ بصارت کو جلا بخشتی ہے، یہ نیکیوں کو ستر گنا زیادہ کر دیتی ہے، یہ بھوک بڑھاتی ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منہ کی بو کو ختم کرتی ہے اور بلغم کو ختم کر دیتی ہے، اسی کتاب میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کشمش کو

لازم پکڑو، یہ تلخی کو دور کرتی ہے، بلغم ختم کرتی ہے، پٹھے مضبوط کرتی ہے یہ تھکاوٹ کو ختم کرتی ہے۔ اخلاق کو عمدہ کرتی ہے، سانس کو خوشگوار کرتی ہے، غم مٹا دیتی ہے۔

❁❁❁

اٹھاونواں باب

دانتوں کے متعلق سیرت طیبہ

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین امراض کے مریضوں کی عیادت نہ کی جائے گی۔ (۱) آشوبِ چشم (۲) داڑھ کے درد والے، (۳) پھوڑے والے کی۔ اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز میرا دانت گر گیا آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں سونے کا دانت لگا لوں۔ اسی کتاب میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلال کرنے والے لوگ بہت عمدہ ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلال کرنے والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے بعد اپنے دانتوں سے کھانے کے ذرات نکالنے والے۔ ان دو فرشتوں کو، جو انسان پر مقرر ہیں ان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی امر شدید نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کے دانتوں میں کھانا دیکھیں اور وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہو۔ دیلمی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے بعد خلال کیا کرو اور کلی کیا کرو یہ دانتوں اور داڑھوں کے لیے صحت بخش ہے۔

❁❁❁

انسٹھواں باب

پھوڑے کا علاج

ابونعیم نے الطب میں عامر بن طفیل کے چچا سے روایت کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے بارگاہ رسالت مآب میں گھوڑا بطور تحفہ بھیجا عامر نے آپ کی طرف لکھا کہ اس کے پھوڑا ظاہر ہو گیا ہے۔ آپ اپنی طرف سے میرے پاس کوئی دوا بھیجیں۔ آپ نے اس کا گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ اس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ آپ نے اسے شہد کی شیشی بھیجی، فرمایا: اس کو بطور دوا استعمال کرو۔

اسی کتاب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کراع الغمیم سے سوار اور پیدل

روانہ ہوئے تو پیدل چلنے والوں نے آپ کے لیے قطار بنالی۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کی دعائیں لیں گے، ہمیں ان سے برکت کی امید ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں سے گزرے تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم پر پیدل چلنا مشکل ہوگیا ہے، سفر شدت اختیار کر گیا ہے، آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! ان کے اجر و ثواب کو بڑا فرما، پھر فرمایا: اگر تم نسل (انجیر سے نکلنے والا دودھ) سے لطف اندوز ہوں تو تمہارے اجسام خفیف ہو جائیں گے اور تم فاصلے طے کر سکو گے۔ مسلمانوں نے نسل استعمال کیا۔ ان کے اجسام کمزور ہو گئے انہوں نے مسافت طے کر لی۔

✿✿✿

ساٹھواں باب

چوٹ یا تھکاوٹ کی وجہ سے مالش کرانا

ابونعیم نے الطب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا ایک سیاہ فام غلام آپ کی کمر انور پر مالش کر رہا تھا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آج رات مجھے اونٹنی نے گرا دیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: ایک انسان آپ کی کمر پر تیل لگا رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے اونٹنی نے گرا دیا تھا۔ اسی کتاب میں حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: میرے قریب آجاؤ اور میری کمر کو دباؤ، میں نے کمر کو دبایا اور مہر نبوت کو اپنی انگلیوں کے مابین رکھا، اسی کتاب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قوم نے آپ سے پیدل چلنے کا شکوہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بلایا۔۔۔

ایک شخص کو یہ تکلیف ہوگئی، اس نے اس کا تذکرہ شیخ ابو محمد المرجانی سے کیا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ شخص شہد، کلونجی، پشت کی چربی اور دم کیا ہوا تیل اور انڈے کا نرم حصہ لے لے۔ ان سب کو ملا لے۔ اسے اس جگہ پر پھیلا دے اس پر مسور کا آٹا، درخت کے چھلکے کے ساتھ اور حرمل کے ساتھ لگا دے جبکہ اس نے یہ ساری اشیاء کو کوٹ کر آٹے کی طرح کر لیا ہو۔ اس نے اسی طرح کیا تو وہ شفاء یاب ہوگیا۔

✿✿✿

اکسٹھواں باب

چلنے سے تھکاوٹ کا علاج

ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کشمش کو لازم پکڑو یہ صفراء کو دور کرتی ہے۔ بلغم ختم کرتی ہے۔ اعصاب کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ تھکاوٹ کو ختم کر دیتی ہے اخلاق کو عمدہ کرتی ہے۔ نفس کو خوشگوار کرتی ہے یہ غم کو مٹا دیتی ہے، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں خطیب نے تلخیص میں، دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوہند سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و دل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کشمش بہترین کھانا ہے یہ پٹھوں کو مضبوط کرتی ہے یہ تھکاوٹ دور کرتی ہے۔ غصے کو مٹا دیتی ہے یہ منہ کی بُو کو عمدہ کرتی ہے، یہ بلغم مٹا دیتی ہے یہ رنگت نکھارتی ہے۔

❁❁❁

باسٹھواں باب

حائضہ مستحاضہ اور نفساء کا علاج

ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو سلس الریح کا مرض پہنچا حضرت شیخ ابومحمد المرجانی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دوا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تین دراہم کلونجی، لیونڈر دو دراہم، تین دراہم سفید زیرہ، اتنا ہی سعتر شامی، اتنا ہی مقدار میں فلیہ، ایک درہم، ایک اوقیہ دم کیا ہوا تیل رطل کا چوتھائی حصہ شہد ڈال کر اسے صبح نہار منہ دراہم لے۔ سوتے وقت اڑھائی درہم لے۔ اس نے اسے استعمال کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اسی شخص سے فرمایا جس کو اس دوا کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ یہ دوا چھوڑ دے یہ ہوا، سلس ریح، معدہ، اس کی برودت دل کے درد، حیض کے درد اور نفاس کے درد میں مفید ہے۔

شیخان اور ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے آپ سے حیض سے پاکیزگی کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشک لگا ہوا ایک کپڑا لو، اسی سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے عرض کی: میں اس سے کیسے پاکیزگی حاصل کروں، میں نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا: اس سے خون کے اثرات صاف کر دو۔ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا لطف و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوشبوؤں میں سے عمدہ مشک ہے۔

ابن السنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک میں اتنی استطاعت بھی نہیں کہ وہ حیض سے پاک ہو کر قسط میں سے کچھ بطور تیل استعمال کرے۔ اگر وہ نہ پائے تو چونا اور اگر یہ بھی نہ

پائے تو نمک استعمال کرے۔ شیخان، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ام عطیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک عورت اپنے مرد کا سوگ چار ماہ اور دس دن منائے گی وہ صرف طہر کے وقت ہی خوشبو استعمال کرے گی وہ قسط یا اظفار استعمال کرے۔

اسی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی پھوپھو کا احترام کیا کرو یہ کھجور کا درخت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے زائد مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کوئی درخت رب تعالیٰ کے ہاں اس درخت سے زیادہ معزز نہیں ہے۔ اسی کے نیچے حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تھا۔ اپنی خواتین کو (زچگی کے وقت) تر کھجوریں کھلایا کرو۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوں تو خشک کھجوریں ہی کھلایا کرو۔

اسی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی عورتوں کو تر کھجوریں کھلایا کرو۔ اگر رب تعالیٰ کے ہاں اس سے کوئی بہتر ہوتا تو وہ حضرت سیدتنا مریم علیہا السلام کو ضرور کھلاتا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہر وقت تر کھجوریں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کھجوریں ہی کھلایا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کون سی کھجور کھلائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام کھجوریں عمدہ ہیں۔ تمہاری کھجوروں میں سے بہترین برنی ہے۔ یہ بھوکے کو سیراب کر دیتی ہے اور یہ اسے گرم کرتی ہے جسے ٹھنڈک لگی ہو۔ اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نفساء کے لیے تر کھجور جیسی کوئی شفاء نہیں اور مریض کے لیے شہد جیسی کوئی شفاء نہیں۔

❀❀❀

تریسٹھواں باب

ابھی ابھی شفاء یاب ہونے والے کو کھجوریں کھلانا

ابونعیم نے الطب میں حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ ابھی ابھی صحت یاب ہوئے تھے۔ ہمارے انگور کی بیلیں لٹکی ہوئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر انہیں تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس سے کھانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی! ذرا ٹھہر کر۔ تم ابھی ابھی شفاء یاب ہوئے ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور آپ اس سے تناول فرمانے لگے، پھر میں نے ان کے لیے سلق (چقندر) اور جو پکائے۔ آپ نے فرمایا: علی! اس میں سے کھاؤ۔ اسی کتاب میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجور اور روٹی تھی۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ اور کھاؤ۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا: تم کھجوریں کھا رہے ہو

حالانکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں دوسرے گوشے سے چبا رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔

❁❁❁

چونسٹھواں باب

مریض کو نرم غذا کھلانا

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ان کے اہل خانہ میں سے کسی کا وصال ہو جاتا۔ اس مقصد کے لیے خواتین جمع ہوتیں، پھر وہ اپنے گھروں کو چلی جاتیں وہ تلبینہ ہنڈیا میں ڈالنے کا حکم دیتیں۔ اسے پکایا جاتا، پھر ثرید تیار کرتیں پھر اس پر تلبینہ انڈیلتی، پھر فرماتیں: اس سے کھاؤ۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تلبینہ مریض کی دلجوئی کرتا ہے۔ یہ اسی کے دکھ کو ختم کر دیتا ہے۔ ابن ماجہ، احمد، اور امام حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بغیض کو لازم پکڑو جو تلبین کے لیے نافع ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اہل خانہ میں سے جب کوئی مریض بن جاتا تو ہنڈیا آگ پر ہوتی حتیٰ کہ طرفین میں سے ایک آجاتا یعنی یا وہ شفاء یاب ہو جاتا یا وصال کر جاتا۔

❁❁❁

پینسٹھواں باب

سابقہ ابواب کے متعلق کچھ فوائد

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ (الانبیاء: ۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ جب میں آپ کی زیارت کرتا ہوں تو میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ میرا نفس خوش ہو جاتا ہے مجھے ہر چیز کے بارے بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ (الانبیاء: ۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز۔

پانی ہاتھوں پر اپنی رطوبت کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سارے مشروبات میں سے زیادہ نفع بخش اور مناسب ہے۔

اسی کتاب میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں بہترین مشروب پانی ہے۔ پانیوں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش وہ ہوتا ہے جو وزن کے اعتبار سے ہلکا ہو اور ذائقہ کے اعتبار سے شیریں ہو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ کے لیے چشمہ سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ اسی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے عقیق کے ذکر کے وقت فرمایا: اس کی جگہ کتنی نرم ہے اور اس کا پانی کتنا میٹھا ہے۔

نہار منہ ٹھنڈا پانی پینا جگر کو بہت زیادہ ٹھنڈک دیتا ہے۔ معدہ کو کھانے پر تقویت دیتا ہے اور شہوت کو قوت دیتا ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ سب سے پہلے روز حشر بندے سے یوں کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہارے جسم کو صحت نہیں بخشی؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا۔ تمام مقامات میں سے عمدہ جگہیں ٹھنڈے پانی والے مقامات، درختوں بلند و بالا ہوا والے مقامات سب سے زیادہ عمدہ ہوتے ہیں کیونکہ سب سے زیادہ پانی کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ایک رات میرے پاس رات کا کھانا آیا انہوں نے حضرت ابوالہیثم بن التیھان کی داستان روایت کی۔ اس میں ہے: وہ ایک مشکیزہ لے کر آئے جو پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے رکھا۔ وہ آئے اور آپ سے چمٹ گئے۔ اپنے والدین فدا کرنے لگے۔ وہ انہیں اپنے باغ میں لے گئے۔ ان کے لیے چٹائی بچھادی۔ وہ اپنی کھجوروں کی طرف گئے۔ وہ کھجوروں کا گچھا لے کر آئے۔ اسے آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا: تم ہمارے لیے تر کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہ لائے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ارادہ کیا کہ آپ خود پسند فرمالیں، یا آپ اس کی خشک وتر کھجوروں میں سے خود پسند فرمالیں۔ انہوں نے کھایا اور پیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے روز حشر پوچھا جائے گا ٹھنڈا سایہ۔ عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ پانیوں میں سے نفع بخش وہ ہوتا ہے جو سیراب کرنے والا ہو۔ وہ پرسکون ہو جائے حتیٰ کہ وہ اشیاء نیچے بیٹھ جائیں جو اس میں ملی ہیں۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔ اس کے پہلو میں مشکیزے میں پانی تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر رات بھر پانی تمہارے ہاں مشکیزے میں ہے ورنہ میں اسی سے پی لیتا ہوں۔ آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس مریض پر چھڑکا اور خود بھی نوش کیا۔ سب سے نفع رساں پانی وہ ہوتا ہے جو سب سے خفیف ہو اور لطیف ہو جبکہ اسے طویل مدت نہ گزرے۔

فائدہ، ادویہ الٰہیہ کے متعلق

خوب جان لو کہ رب تعالیٰ نے کوئی ایسی دوا نازل نہیں کی جو مرض کو دور کرنے میں قرآن پاک سے زیادہ اعم، انفع اور اعظم ہو۔ یہ مرضوں کے لیے باعث شفاء ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (الاسراء:۸۲)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

قرآن پاک ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ یہ دلوں کے زنگ کے لیے جلاء ہے۔ یہ برے اخلاق کے لیے شفاء ہے کیونکہ یہ ان کے برعکس عمدہ اخلاق اور اعمال محمودہ پر مشتمل ہے۔ یہ جسمانی امراض کے لیے بھی شفاء ہے کیونکہ اس کی قرأت کی برکت بہت سے امراض میں فائدہ دیتی ہے ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بہترین دوا قرآن مجید ہے۔ ساری دواؤں میں سے نفع بخش دعا ہے۔ یہ مصیبت کی دشمن ہے۔

امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک درد محسوس کرے تو اس جگہ ہاتھ رکھ دے جہاں درد محسوس کرے، پھر یہ دعا پڑھے: اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شر ما اجد و احاذر۔ یہ سات بار پڑھے۔

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) اور امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں درد کی شکایت ہو تو اپنا ہاتھ اس جگہ رکھو جہاں درد محسوس ہو رہا ہو، پھر یوں کہو: بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شر ما اجد من وجعی ھذا، پھر اپنا ہاتھ اٹھاؤ پھر اسی طرح طاق بار کرو۔ امام احمد، الطبرانی نے الکبیر نے اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی درد محسوس کرے۔ وہ اس جگہ اپنا ہاتھ رکھے پھر سات بار یہ پڑھے: اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شرّ ما اجد۔ ابن السنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پر بچے کی ولادت تنگ ہو جائے تو صاف برتن میں یہ لکھو:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾ (النازعات:۴۶)

ترجمہ: گویا وہ جس روز اس کو دیکھیں گے (تو انہیں یوں محسوس ہوگا) کہ وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک شام یا ایک صبح۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: بلاشبہ پہلی قوموں (کے عروج و زوال) کی داستانوں میں (درس) عبرت ہے سمجھ داروں کے لیے۔

یہ ساری آیت لکھو۔ اسے دھولو اور اسے اس عورت کو پلاؤ۔ اس کے پیٹ اور شرم گاہ پر چھڑکو۔ امام رافعی نے حضرت ذکوان بن نوح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں داڑھ کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے اس پر دم فرمایا۔ اسکنی ایھا الریح اسکنتك بالذی سکن له ما فی السموات و ما فی الارض و ھو السمیع العلیم امام ترمذی، ابن ماجہ اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بخار اور سارے دردوں میں یہ دم سکھاتے تھے۔ بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعاد و من شر حرّ النار۔ ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک بہترین دوا ہے۔

دیلمی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔ اپنے اموال کو زکوٰۃ سے محفوظ کیا کرو یہ تمہارے امراض اور عزتوں کی حفاظت کرے گی۔ یہ تمہاری عمروں اور نیکیوں میں اضافہ کرے گی۔ اس روایت کو ابوشیخ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ مصیبت کی آزمائشوں کو دعا سے دور کیا کرو۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ستریا ننانوے امراض کا علاج ہے۔ ان میں سے کم ترین مرض غم ہے۔ دارمی نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے الشعب میں حضرت عبدالملک بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاتحہ الکتاب ہر مرض کا علاج ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں قرآن پاک کی بہترین سورت کے بارے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ امام ثعلبی نے معاویہ بن صالح کی سند سے حضرت ابوسلیمان سے روایت کیا ہے کہ کسی غزوہ میں صحابہ کرام ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ اسے مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ ایک صحابی نے اس کے کان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی تو وہ صحت مند ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ام القرآن ہے۔ اس میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔

سنن سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب زہر سے شفاء ہے۔

تنبیہ

ابن القیم نے لکھا ہے: جسے توفیق دستگیری کرے۔ وہ نور بصیرت سے ملاحظہ کرے، حتیٰ کہ وہ اس سورت کے اسرار سے آگاہ ہو جائے جن امور پر یہ سورت مشتمل ہے مثلاً توحید، معرفت ذات و اسماء و صفات و افعال، شرع قدر اور قیامت کا

اثبات، الوہیت والہیت کی توحید کی تجرید، کمال توکل، اس ہستی بے ہمتا کے خود کو حوالے کرتا جس کے دست قدرت میں سارا امر ہے۔ ساری تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس کے دست قدرت میں ساری بھلائیاں ہیں۔ سارے امور اسی کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں۔ اس ہدایت کی طلب میں اسی کی محتاجی ہے جو دارین کی سعادت کی اصل ہے۔ وہ ان کی مصالح کو لانے اور ان کے مفاسد کو دور کر کے اس کے معانی کے ارتباط کا علم رکھتا ہے مکمل مطلق عاقبت اور نعمت کاملہ اسی سے وابستہ ہے ان کا دارو مدار اس کے تحقق پر ہے۔ یہ اسے کثیر دواؤں اور دموں سے مستغنی کر دیتی ہے اس سے خیر کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اسی سے شر کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

یہ امر نئی فطرت بنانے کا محتاج ہے۔ نیا عقل اور نیا ایمان کا تقاضا کرتا ہے۔ بخدا! تم کسی فاسد گفتگو یا باطل بدعت کو نہ پاؤ گے مگر سورۃ الفاتحہ اس کے رد کو متضمن ہوگی۔ وہ عمدہ طریقے سے ان کا رد کرے گی۔ وہ زیادہ صحیح اور واضح انداز میں اس کا رد کرے گی۔ تم معارف الٰہی کے کسی دروازے کو نہ پاؤ گے تم دلوں کے اعمال، ان کی امراض کا علاج نہ پاؤ گے مگر سورۃ الفاتحہ ان کی چابی ہوگی۔ یہ ان پر دلالت کرے گی۔ حریم ناز کی طرف رواں مسافرین کی منازل میں سے ہر ہر منزل کی ابتداء اور انتہاء اسی میں ہے۔

رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! اس سورت کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے۔ جب ایک بندہ اسے تسلیم کر لیتا ہے اسے مضبوطی سے تھام لیتا ہے اسے سمجھ لیتا ہے جس کے بارے میں اس میں گفتگو کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے اسے مکمل شفاء مکمل تحفظ اور نور مبین بنا کر اتارا ہے، جو اسے سمجھتا ہے۔ کماحقہ اس کے لوازمات کو سمجھتا ہے اسی سے شرک و بدعت کا وقوع نہیں ہو سکتا۔ اسے دل کے امراض لاحق نہیں ہو سکتے، مگر کبھی بھی اسے قرار نصیب نہیں ہو سکتا۔

یہ زمین کے خزانوں کے لیے سب سے بڑی چابی ہے جیسے کہ یہ جنت کے خزانوں کے لیے چابی ہے لیکن ہر ایک میں یہ ہمت کہاں کہ وہ اس چابی سے انہیں اچھی طرح کھول سکے۔ اگر ان خزانوں کے متلاشی اس سورت کے راز سے واقف ہو جائیں اور اس کے معانی کو پہچان لیں وہ اس چابی کے لیے دھاروں پر چلتے ہیں وہ اس کے ذریعے عمدہ طریقے سے خزانے کھول لیتے ہیں۔ وہ کسی تاخیر اور ممانعت کے بغیر ان خزانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم نے یہ سب کچھ اٹکل پچو اور بطور استعارہ نہیں لکھا، بلکہ یہ حقیقت ہے مگر رب تعالیٰ نے حکمت بالغہ کی وجہ سے اکثر عالمین کے نفوس سے اس راز کو مخفی رکھا۔ یہ مخفی خزانے ہیں۔ اس پر خبیث شیطانی اور ارواح کو مامور کر دیا گیا ہے۔ وہ انسانوں اور اس کے مابین حائل ہو جاتے ہیں۔ ان پر غلبہ علویہ اور شریفہ ارواح ہی پا سکتی ہیں کیونکہ ان پر ایمانی حال غالب رہتا ہے اس سے ان کے پاس ایسا اسلحہ ہوتا ہے جس کے سامنے شیاطین ٹھہر نہیں سکتے، لیکن اکثر لوگوں کے نفوس اس طرح نہیں ہوتے وہ ان ارواح کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ ہی ان پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ اسے نہیں پا سکتے جس نے اس میں سے کچھ چھینا ہو جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان قاتل کے لیے ہوتا ہے۔

❁❁❁

چھیاسٹھواں باب

بعض مفردات جو آپ کی زبان اقدس پر آئے

طیالسی نے صحیح سند سے، ابن ابی عمر، ابن منیع، عبد بن حمید، ابو یعلی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کا دودھ پیا کرو وہ ہر قسم کا درخت کھاتی ہے۔ امام حاکم کی روایت میں ہے: اس میں ہر مرض سے شفاء ہے۔ امام حاکم نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے جو مرض بھی اتارا اس کے لیے شفاء بھی اتاری۔ گائے کے دودھ میں ہر مرض سے شفاء ہے۔ الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ملیکہ بنت عمرو سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گائے کے دودھ میں شفاء ہے اس کا گھی دوا ہے اور اس کا گوشت مرض ہے۔

الطبرانی نے الکبیر میں اور خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کے دودھ کو بطور دوا استعمال کیا کرو۔ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ نے اس میں شفاء رکھی ہے۔ یہ سارے درختوں کو کھاتی ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کو لازم پکڑو۔ ابن عساکر نے حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹوں اور گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ سارے درخت کھاتے ہیں۔ ان میں ہر مرض کی دوا ہے۔ ابن السنی اور ابو نعیم اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اونٹوں اور گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ دوا ہے ان کے گھی میں شفاء ہے۔ ان کے گوشت سے بچو۔ ان کے گوشت میں مرض ہے۔
ابن السنی اور ابو نعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم گائے کے دودھ کو لازم پکڑو۔ یہ شفاء ہے اس کا گھی شفاء ہے اور اس کا گوشت مرض ہے۔ یہ خشک ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس کا سفوف زخم سے خون کو روکتا ہے۔ یہ لہسن اور پیاز کی بو کو منقطع کرتا ہے۔ جب اس کی راکھ نکسیر والے کی ناک میں ڈالی جائے تو اس کا خون رک جاتا ہے۔
امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے تو حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی لی۔ اسے جلایا جب وہ راکھ بن گئی تو اسے آپ کے زخم پر رکھا خون رک گیا۔

خربوزہ

دیلمی اور رافع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خربوزے میں دس خصوصیات ہیں۔ یہ کھانا، مشروب، ریحان، پھل اور اشنان ہے۔ یہ اندر دھوتا ہے۔ یہ کمر کے پانی کو زیادہ کرتا ہے۔ قوت

مجامعت کو بڑھاتا ہے۔ پیٹ کی ٹھنڈک کو دور کرتا ہے اور رنگت نکھارتا ہے۔

بنفشہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بنفشہ کی فضیلت سارے تیلوں پر اسی طرح ہے جیسے میں ساری مخلوق سے افضل ہوں۔ یہ گرمیوں میں ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم ہوتا ہے۔ (ابونعیم فی الطب)

امام ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خربوزہ تر کھجوروں کے ساتھ کھاتے تھے۔ فرماتے تھے: اس کی سردی اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی سردی کو روکے گی۔ ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے ابوال اور دودھ کو لازم پکڑو۔

تلبینہ

تلبینہ: حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ آٹے کو گھی کے ساتھ ملانا۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے: اسے چھانن سے بنایا جاتا ہے، یا اس سے مراد آٹے سے گرد و غبار (چھانن) دور کرنا ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ اگر میں چربی ملا لی جائے۔ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بغیض نافع کو لازم پکڑو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کیا ہوتا ہے؟ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تلبینہ۔ جب آپ کے کاشانہ اقدس میں کوئی مریض بنتا تو ہنڈیا لائی جاتی۔ اسے آگ پر رکھا جاتا اسے آگ سے نہ اتارا جاتا حتیٰ کہ دونوں امور میں سے ایک امر رونما ہو جاتا یا موت یا صحت۔ ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی اور ابن ماجہ نے یوں روایت کیا ہے: تم بغیض نافع کو لازم پکڑو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: تلبینہ۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم، جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ یہ تم میں سے کسی ایک کے چہرے کو یوں صاف کرتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے کسی ایک کے پیٹ کو اس طرح صاف کرتا ہے جیسے چہرے سے میل کو صاف کیا جاتا ہے۔

حارث نے حضرت اسحاق بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تلبینہ میں ہر مرض کی شفاء ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تلبینہ مریض کے دل کو تسلی دیتا ہے اور اس کے کچھ دکھ کو ختم کرتا ہے۔

کھجور

ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کھجور کو لازم پکڑو۔

اس میں رب تعالیٰ نے ہر مرض سے شفاء رکھی ہے۔

سیاہ دانہ (کلونجی)

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سیاہ دانے میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ امام احمد، شیخان اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے، امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے الکبیر میں اور ضیاء نے حضرت اسامہ بن شریک سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح وقلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سیاہ دانے کو لازم پکڑو۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جنگل میں چرنے والے اونٹوں کے ابوال اور دودھ کو لازم پکڑو۔ دیلمی نے حضرت ابورافع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم خضاب کے سردار مہندی کو استعمال کیا کرو۔ یہ رنگت نکھارتی ہے اور قوت مجامعت میں اضافہ کرتی ہے۔

انار

ابونعیم نے "الطب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے انار کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: انس! ہر ہر انار میں جنت کے اناروں میں سے ایک ایک دانہ ضرور ہوتا ہے۔ دوسری بار انہوں نے عرض کی تو آپ نے فرمایا: کسی انار کی تلقیح نہیں ہوتی مگر اس میں جنت کے پانی میں سے ایک قطرہ ضرور آتا ہے۔ انہوں نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا: ہاں! ابن مالک! جو شخص انار کھاتا ہے اس کا دل اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ چالیس راتوں تک شیطان اس سے بھاگ جاتا ہے۔ اگر مجھے آپ سے حیا نہ آتی تو میں آپ سے چوتھی بار بھی سوال کرتا۔

کشمش

ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کشمش کو لازم پکڑو یہ صفراء کو ختم کرتی ہے بلغم ختم کرتی ہے۔ اعصاب مضبوط کرتی ہے تھکاوٹ ختم کرتی ہے۔ اخلاق بہتر کرتی ہے سانس کو خوشگوار کرتی ہے اور غم کو مٹا دیتی ہے۔

سنا

ابن ماجہ، حاکم نے "الکنیٰ" میں ابن مندہ، الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم، ابن السنی اور ابونعیم نے الطب میں، بیہقی اور ابن عساکر نے ابی بن ام حرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سنا اور سنوت کو لازم پکڑو۔ ان میں موت

''سنا'' الف مقصورہ کے ساتھ ہے الفراء نے اسے الف ممدودہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ ابونعیم نے الطب میں لکھا ہے کہ السنوت سے مراد تیج پاٹ ہیں دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ شہد ہے جو گھی کے مشکیزے میں ڈالی جائے۔ شاعر نے کہا ہے:

هم السمن بالسنوت لا ألسّ فيهم و هم يمنعون جارهم ان يقرّدا

ترجمہ: وہ گھی میں ملے ہوئے سنوت کی مانند ہیں۔ جن میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ وہ اپنے پڑوسیوں کو بھی ذلیل ہونے سے منع کرتے ہیں یا سنوت سے مراد زہرہ ہے یا اس سے مراد الرازیانج یا کھجور ہے۔

سفرجل

ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سفرجل کھایا کرو یا یہ سینے کے کینے کو ختم کرتا ہے۔

شونیز (کلونجی)

ابن ابی شیبہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کلونجی موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سیاہ دانے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہیں۔

ابویعلی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عجوہ جنت کا پھل ہے کھمبی آنکھ کی دوا ہے اور سیاہ دانے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔ امام احمد نے ان سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جان لو کھمبی آنکھ کا علاج ہے عجوہ جنت کا پھل ہے یہ سیاہ دانہ جو نمک میں ہوتا ہے موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سیاہ دانے میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے۔ ابن السنی نے الطب میں اور عبدالغنی نے الایضاح میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کلونجی میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے، ترمذی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابوہریرہ سے، امام احمد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے یہ سیاہ دانہ لازم ہے اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے۔

شبرم، شیح

ابونعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن جعفر القرشی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لبان اور شیح

سے اپنے گھروں کو دھونی دیا کرو۔ شیح کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے یہ قیعان اور ریاض کے علاقے میں ہوتا ہے۔

عسل

ابن ماجہ اور ابن السنی نے الطب میں، حاکم، ابونعیم نے الحلیہ میں ابن مردویہ اور ابوداؤد اور خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر شفاء والی دو اشیاء لازم ہیں۔ (۱) شہد۔ (۲) قرآن حکیم۔
ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے ہر مہینے کی تین صبحیں شہد چاٹی اسے بڑی مصیبت نہیں پہنچ سکتی۔

اسی کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شہد پینے سے افضل کوئی دوا طلب نہیں کی گئی۔

العجوہ

امام مسلم اور ابونعیم نے الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالیہ کی عجوہ میں شفاء ہے۔ اسے نہار منہ کھانا تریاق ہے۔ ابونعیم نے الطب میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالیہ کی عجوہ نہار منہ کھانا تریاق ہے، یا اس میں شفاء ہے یا اسے نہار منہ کھانا سارے جادو یا زہر سے تریاق ہے۔
شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عود ہندی کو لازم پکڑو۔ اس میں سات شفائیں ہیں۔ اس سے ناک میں ڈالنا عذرہ سے شفاء ہے اور اسے منہ میں ڈالنا ذات الجنب کا علاج ہے۔

ھلیلج

حاکم اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ہلیلج سیاہ استعمال کیا کرو۔ اسے پیا کرو یہ جنت کا درخت ہے۔ اس کا ذائقہ تلخ ہے یہ ہر مرض سے شفاء ہے۔

صعتر

(پہاڑی پودینہ) ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں کو شیح، مر اور صعتر سے دھونی دیا کرو۔ اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ اس میں ایک درخت اگا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے پکڑ لیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ رب تعالیٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے

اس کے لیے اس میں شفاء ہے۔

صبر

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابان بن عثمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو سنا۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ان پر صبر لگاؤ۔

صمغ

(گوند) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوند اور شہد سے چپکا لیتے تھے۔

حنظل

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ فاجر شخص جو قرآن پاک پڑھتا ہے۔ اس کی مثال ریحان ہے جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے لیکن اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ وہ فاجر شخص جو قرآن پاک نہیں پڑھتا۔ اس کی مثال حنظلہ ہے۔ اس کا ذائقہ بھی برا اور خوشبو بھی بری ہوتی ہے۔

حناء

ابونعیم نے الطب میں حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں ریاحین (پھولوں) کا سردار حناء ہے۔

ارز

(صنوبر کا درخت) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کی مثال کھیت میں نئے اگے ہوئے پودے کی مانند ہے۔ ہوا اسے جھکاتی رہتی ہے۔ مؤمن کو مصائب پہنچتے رہتے ہیں منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے وہ حرکت نہیں کرتا حتیٰ کہ ہوا اسے اکھیڑ کر رکھ دیتی ہے۔

ثفاء

(رائی کا دانہ) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم رائی کے دانہ کو لازم پکڑو۔ رب تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کے لیے شفاء رکھی ہے۔

قسط

ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ بہترین اشیاء جن سے تم علاج کرتے ہو وہ پچھنے اور قسط بحری ہیں۔

مر

(اندرائن) ابونعیم نے الطب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شیح، مر اور معتر کی دھونی دیا کرو۔"

اہلیلج

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہلیلج جنت کا درخت ہے۔

کماۃ

(کھمبی) ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کماۃ من سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے عجوہ جنت سے ہے یہ زہر کا علاج ہے۔

قرع، کتم، مرزنجوش، ہندبا، زیت

ابونعیم نے الطب میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عمدہ چیز جس سے تم بال رنگتے ہو وہ حناء اور کتم ہے۔ ابونعیم نے الطب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہندباء کے پتوں میں سے ہر ہر پتے پر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے۔ ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیتون کھاؤ۔ اس کا تیل استعمال کرو۔ یہ ستر امراض کا علاج ہے۔ ان میں جذام بھی ہے۔

عدس، عسل، اثمد

ابونعیم نے الطب میں حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم عدس (مسور) کو لازم پکڑو۔ ستر انبیاء کی زبانوں سے اس کی پاکیزگی بیان کی گئی ہے۔ ابوداؤد، طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے، ابن نجار نے حضرت ابوہریرہ سے، عبد بن حمید، ابن ماجہ، ابن منیع، ابویعلی، عقیلی، ضیاء نے حضرت جابر سے، ابن ماجہ، حاکم نے ابن عمر سے اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سوتے وقت

اثمد (سرمہ) استعمال کیا کرو۔ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ الطبرانی نے اور ابونعیم نے الحلیہ میں، ابن السنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اثمد کو لازم پکڑو۔ یہ بالوں کو اگاتا ہے۔ قذارت ختم کرتا ہے اور نظر صاف کرتا ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کچی کھجور پکی کھجور کے ساتھ اور بوسیدہ کو جدید کے ساتھ کھاؤ۔ جب شیطان لعین اسے دیکھتا ہے تو غضبناک ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابن آدم زندہ رہا حتیٰ کہ اس نے بوسیدہ کے ساتھ جدید کو کھالیا۔

سرمہ

امام بغوی نے مسند عثمان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور طبیب روح و جان ﷺ نے فرمایا: سرمہ استعمال کیا کرو یہ بالوں کو اگاتا ہے۔

دودھ

یہ جسم کو تر و تازہ کرتا ہے۔ یہ دمہ اور کھانسی میں مفید ہے۔ یہ قوتِ مجامعت میں اضافہ کرتا ہے۔ اونٹنیوں کا دودھ زیادہ چکنائی رکھتا ہے۔ جب تم اس شخص کے لیے دودھ چاہو جسے کم نقصان ہے اور مرگی کے مرض میں مبتلا ہو۔ اونٹنیوں کا دودھ مزاج کے فساد سے شفاء دیتا ہے۔ یہ پانی کے تغیر اور پریشانی میں فائدہ مند ہوتا ہے۔ گدھی کا دودھ پھیپھڑوں کی خرابی میں نفع بخش ہے۔ ابونعیم نے الطب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کی رخصت دی تھی۔ کھجور کے ساتھ دودھ جسم کو تر و تازہ رکھتا ہے حضور ﷺ انہیں ''اطیبان'' فرماتے تھے۔ مکھن کھجلی اور سینے کی سختی میں فائدہ مند ہوتا ہے۔ گھی سارے تیلوں سے اقوی ہوتا ہے۔ یہ سب سے غذائیت والا ہوتا ہے یہ صلابات (سختیوں) کو نرم کرتی ہے پنیر معدہ کو قوی کرتا ہے جب اسے کھانے کے بعد کھایا جائے تو یہ بدہضمی کو ختم کرتا ہے۔

گوشت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: گوشت کھاتے وقت دل فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس روایت کو امام بیہقی نے الشعب میں اور ابونعیم نے الطب میں روایت کیا ہے۔ ان سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں سارے سالن کا سردار گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار گوشت ہے پھر چاول ہیں۔ آپ کو بازو، دستی اور ران کا گوشت بہت پسند تھا۔

کدو

دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو اکثر تناول فرماتے تھے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کدو کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کدو دماغ کو زیادہ کرتا ہے۔ یہ عقل میں اضافہ کرتا ہے۔

ہندباء (کاسنی)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کاسنی کو لازم پکڑو، ہر روز جنت کے قطرات میں سے ایک قطرہ اس پر گرتا ہے۔

عجوہ

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہار منہ عالیہ کی عجوہ کھانا تمام جادو اور زہر سے شفاء ہے۔

مدینہ طیبہ کا غبار

ابوسعید سمّان نے مشیخہ میں، رافعی نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے اور دیلمی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کا غبار جذام سے شفاء ہے۔

النبق (بیر)، القرع (کدو)

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کدو کو لازم پکڑو۔ یہ دماغ میں اضافہ کرتا ہے تو مسور کو لازم پکڑو۔ اس کی پاکیزگی ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں سے بیان کی گئی ہے۔

❁❁❁

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرض اور وصال

پہلا باب

آپ کے امراض کی کثرت

ابو یعلی نے جید سند کے ساتھ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی کمر میں درد (یا درد گردہ) ایک ماہ تک بھی آپ کو رہتا تھا۔ آپ لوگوں کی طرف نہ نکل سکتے تھے۔ میں نے آپ کو اذیت میں دیکھا، حتیٰ کہ میں نے آپ کا دستِ اقدس تھام لیا۔ میں قرآن پاک پڑھ کر اسے دم کرتی پھر اسے آپ کے چہرۂ انور کی طرف جھکا دیتی تاکہ مجھے قرآن پاک اور آپ کے دستِ اقدس کی برکت حاصل ہو جائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رب تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے التجا کریں وہ آپ سے اس تکلیف کو دور کر دے۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! میرے مصائب سارے لوگوں سے زیادہ شدید ہیں۔

ابن السنی اور ابو نعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ یہ درد آپ کو ہو جاتا تھا۔ ہم اسے "عرق الکلیہ" کہتے تھے ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ذات الجنب کی وجہ سے ہوا، لیکن الحافظ بہاؤ الدین محمد بن ابی بکر بوصیری نے اتحاف المہرہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ اذیت نہیں دی۔

امام حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو درد ہو جاتا تھا۔ یہ درد شدت اختیار کر جاتا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ یہ درد اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ صحابہ کرام گھبرا گئے ہم نے گمان کیا کہ آپ کو ذات الجنب ہے۔ ہم نے آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی۔ آپ کو کچھ آرام آیا۔ افاقہ ہوا اور آپ نے جان لیا کہ آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈالی گئی ہے تو آپ نے فرمایا: تم نے یہ گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر یہ مرض مسلط کر دیا تھا مگر اس طرح نہیں ہے۔ یہ مرض شیطان کی طرف سے ہے۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو مجھ پر مسلط نہیں فرمایا۔

امام بخاری، ابن سعد، حاکم اور ابن جریر نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابن سعد نے حضرت ام سلمہ

رضی اللہ عنہما سے، ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی کمر میں درد ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ یہ درد شدت اختیار کر گیا حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہم نے گمان کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ ہم نے آپ کے منہ مبارک میں دوا ڈال دی۔ آپ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ ہم آپ کے منہ مبارک میں دوا نہ ڈالیں۔ ہم نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم میرے منہ میں دوا نہ ڈالو۔ تم نے میرے منہ میں دوا ڈال دی۔ میں روزہ سے تھا، پھر فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر ذات الجنب کا مرض مسلط فرما دیا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مجھ پر تسلط نہیں دیتا ذات الجنب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ بخدا! گھر کے ہر ہر فرد کے منہ میں یہ دوا ڈالی جائے۔ میں دیکھ رہا ہوں سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے، وہ تمہارے پاس موجود نہ تھے۔ گھر کے سارے افراد کے منہ میں دوا ڈالی گئی۔ سوائے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے۔ وہ روزہ سے تھیں۔

ابن اسحاق نے اس سند سے روایت کیا ہے جس میں ایک شخص (علی) پر تہمت ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں تھے آپ کے اہل بیت وہیں آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت عباس نے فرمایا: ہمارا خیال ہے کہ آپ کو ذات جنب ہے۔ میں آپ کے منہ مبارک میں ضرور دوا ڈالوں گا۔ انہوں نے آپ کے منہ میں دوا ڈال دی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ آپ ﷺ سے عرض کی گئی: آپ کے چچا حضرت عباس نے۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کو ذات الجنب نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: یہ مرض شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ اسے مجھ پر مسلط نہیں فرماتا تم گھر کے سارے افراد کے منہ میں یہ دوا ڈالو سوائے حضرت عباس کے۔ سارے افراد کے منہ میں اس روز دوا ڈالی گئی سوائے حضرت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے، وہ روزہ سے تھیں۔ یہ آپ کے سامنے کیا گیا۔

میں کہتا ہوں: ابو یعلی کی روایت اور ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ذات الجنب کا لفظ دو امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (۱) گرم ورم۔ یہ درد پیٹ کی اندر کی جھلی میں ہوتا ہے۔ (۲) وہ ہوا جو پسلیوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ نفی پہلی قسم کو شامل ہے۔ ابو یعلی کی روایت میں دوسری قسم ثابت ہے۔ یہ آپ میں پہلی قسم کی مانند ممنوع نہیں ہے۔

✿✿✿

دوسرا باب

اپنے وصال مبارک کی خبر

رب تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ (الزمر: ۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُونَ ﴿٣٤﴾ (الانبیاء: ۳۴)

ترجمہ: اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کے لیے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ (آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

(الانبیاء: ۳۵)

ترجمہ: ہر نفس موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے، اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کر کے اور (آخرکار) تم سب کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ ۖ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۖ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد (ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ﴿٢﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾ (النصر: ۱تا۳)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج تو (اس وقت) اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور (اپنی امت کے لیے) اس سے مغفرت طلب کیجئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، بزار، ابو یعلی، ابن مردویہ، بیہقی نے الدلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر آپ پر منیٰ میں، ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔ آپ کو علم ہو گیا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے۔ آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بعض امور کا حکم دیا اور بعض سے منع کیا۔

امام احمد، بلاذری، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ میرے وصال کا اعلان ہے۔ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ نسائی، عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں، ابن ابی حاتم اور الطبرانی اور ابن مردویہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو یہ آپ کے وصال کی خبر تھی۔ مجھے آخرت کے بارے امر نے بہت زیادہ جدو جہد نے آلیا۔ الطبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ سورۃ النصر کا نزول ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: جبرائیل! یہ میرے وصال کی خبر ہے۔ انہوں نے عرض کی: آپ کی آخرت آپ کی پہلی (حیات طیبہ) سے بہتر ہے۔ ابن سعد نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا۔ آپ کو کثرت سے تسبیح و استغفار کرنے کا حکم دیا گیا۔

امام عبدالرزاق، شیخین، ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ام سلمہ سے، ابن جریر، ابن منذر اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ اٹھتے، بیٹھتے اور آتے جاتے وقت یہ ذکر فرماتے:

سبحانك اللهم ربنا و بحمدك استغفرك و اتوب اليك اللهم اغفر لى انك انت التواب الرحيم

آپ اپنے رکوع اور سجود میں بھی اسی طرح ذکر فرماتے تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ ان کلمات کا اتنا کثرت سے ورد فرماتے ہیں کہ پہلے ان کا اتنا ورد نہ فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے مجھے میری امت کی ایک علامت کے متعلق خبر دی ہے اس نے مجھے فرمایا کہ جب آپ اسے ملاحظہ کریں تو اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں۔ اس سے مغفرت طلب کریں۔ میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ (النصر:۱)

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب سورۃ النصر کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا: رب تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کی عمر اس سے پہلے نبی کی عمر کا نصف رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں چالیس سال رہے تھے۔ یہ میرا بیسواں سال ہے۔ اسی سال میرا وصال ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے پہلے ملوگی۔ وہ مسکرانے لگیں۔

الطبرانی، حاکم، طحاوی اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی اپنے سے ماقبل نبی کی عمر کا نصف عرصہ ہی اس عالم رنگ و بو میں رہا۔ حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ ایک سو بیس سال اس

عالم شش جہات میں رہے۔ میں بھی تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں وصال کر جاؤں گا۔ میری نور نظر! مسلمانوں کی خواتین میں سے کوئی عورت نہیں جو اولاد کے اعتبار سے تم سے عظیم تر ہو تم صبر کرنے کے اعتبار سے کسی عورت سے کم نہ ہونا۔ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے ملوگی تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔ سوائے حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے۔

ابن راہویہ اور ابن سعد نے حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری لخت جگر! ہر نبی اپنے ماقبل نبی کی عمر کا نصف اس عالم رنگ و بو میں رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں رسالت کے بعد چالیس سال گزارے۔ میں بیس سال گزاروں گا۔ امام بخاری نے تاریخ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نبی بھی مبعوث ہوا۔ اس نے اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کا نصف اس عالم آب وگل میں گزارا۔ ابن سعد نے حضرت یزید بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک دفعہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار قرآن حکیم کا دور کیا ہے۔ ہر نبی نے اس حیات پاک کا نصف حصہ اس جہان رنگ و بو میں گزارا ہے جو اس سے پہلے گزرنے والے نبی نے گزارا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو پچیس سال عمر گزاری۔ اب میری عمر مبارک باسٹھ سال ہے۔ نصف سال کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے اس روایت میں اسی طرح فرمایا ہے۔ ابن مسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ وہب بن منبہ سے یہ عمر ۳۲ سال مروی ہے۔ اگر حضرات ابن مسیب اور ابن وہب کا قول درست ہے تو حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر جو وہ آسمان سے نزول کے بعد گزاریں گے میں کہتا ہوں کہ اس باب میں حضرات سعید اور وہب سے ایک روایت بھی صحیح نقل نہیں۔ ابن حجر نے "المطالب العالیہ" میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن جعدہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ نبوت میں آپ کی عمر مبارک۔

❁❁❁

تیسرا باب

حضرت جبرائیل امین نے ہر سال ایک بار اور وصال کے سال دو بار آپ سے قرآن پاک کا تکرار کیا

امام احمد اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال

میں ایک بار رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ کے ساتھ دو بار تکرار کیا۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے رمضان المبارک کے بیس دن اعتکاف فرمایا۔آپ ہر رمضان المبارک میں ایک بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے مگر جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے آپ کے ساتھ دو بار قرآن پاک کا دور کیا۔شیخان نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے آپ نے سرگوشی فرمائی۔آپ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین ہر سال ایک بار میرے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے۔میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آگیا ہے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔صبر کرنا میں تمہارے لیے بہترین پیش رو ہوں۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔آپ رمی جمار کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا: تم مجھ سے اپنے مناسک حج سیکھ لو۔شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں۔

ابن مردویہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابن سعد، ابو یعلی اور الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔آپ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ تم میں سے سب سے آخر میں میرا وصال ہو گا۔ہم نے عرض کی: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا وصال تم سب سے پہلے ہو گا۔تم عجز اور کفرانِ نعمت کے ساتھ میرے بعد آؤ گے۔تم ایک دوسرے کو ہلاک کرو گے۔

ابن سعد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مجھے بلایا جائے گا۔میں لبیک کہوں گا۔میں تم میں دو بھاری اشیاء کتاب اللہ اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں۔کتابِ الٰہی وہ رسی ہے جسے آسمان سے زمین کی طرف لٹکایا گیا ہے۔میری عترت سے مراد میرے اہل بیت ہیں۔اس لطیف اور خبیر ذات نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ یہ مجھے حوض پر ملیں گے۔ذرا دیکھنا تم میرے بعد ان میں کیسی جانشینی کرتے ہو؟ ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا تھا کہ آپ کی جلوہ نمائی ہم میں کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کاش! آپ تخت بنالیں۔لوگ آپ کے ساتھ رشتہ اخوت قائم کر لیتے ہیں۔آپ نے فرمایا: نہیں! بخدا! میں ان کے سامنے ہی رہوں گا۔وہ مجھ سے میری چادر چھینیں گے۔مجھ تک ان کا غبار پہنچے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے آرام پہنچا دے گا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہم جان گئے کہ آپ کی جلوہ نمائی ہم میں کم رہ گئی ہے۔

البزار نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا گویا کہ زمین کو بڑی بڑی رسیاں ڈال کر آسمان کی طرف کھینچا جا رہا ہے۔میں نے اس کا تذکرہ بارگاہ رسالت مآب میں کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے

بھتیجے (ﷺ) کے وصال کی خبر ہے۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کو اختیار دینا اور آپ کا اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کرنا

ابن اسحاق، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو مویہبہ سے، امام احمد، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو رافع سے (یہ دونوں آپ کے خادم تھے)۔ حضرت مویہبہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اہل بقیع کے لیے مغفرت کریں۔ آپ نے تین باران کے لیے دعائے مغفرت کی۔ جب آپ دوسری باران کے لیے دعا کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو مجھے نصف رات کے وقت جگایا۔ فرمایا: ابو مویہبہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ میرے لیے سواری کا جانور تیار کرو۔ آپ سوار ہو گئے۔ میں پیدل چلنے لگا حتیٰ کہ آپ ان تک پہنچ گئے آپ سواری سے نیچے اترے۔ میں نے سواری کا جانور تھامے رکھا۔ جب آپ ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا: السلام علیکم یا اھل المقابر! تمہیں مبارک ہو تم ان فتنوں میں نہیں گرے جن میں لوگ گرے ہیں۔ کاش! تم جان لیتے کہ رب تعالیٰ نے تمہیں کن امور سے نجات دی ہے۔ تاریک رات کے حصے کی طرح فتنے آئے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہیں۔ ان کا آخر ان کے اول کے پیچھے ہے۔ آخری پہلے سے بڑا فتنہ ہے، پھر آپ نے میری طرف توجہ کی فرمایا: ابو مویہبہ! دنیا کے خزانوں اور اس میں ہمیشہ رہنے کو میرے پاس لایا گیا، پھر جنت کو لایا گیا۔ بخدا! میں نے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا، پھر آپ نے اہل بقیع کے لیے مغفرت طلب کی، پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ وقت صبح اس درد کا آغاز ہو گیا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ اٹھے۔ اپنے کپڑے پہنے، پھر باہر تشریف لے گئے۔ میں نے اپنی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا۔ وہ آپ کے پیچھے گئیں، حتیٰ کہ آپ بقیع تشریف لے گئے۔ اس کے قریب اتنی دیر ٹھہرے جتنی رب تعالیٰ نے چاہا پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آپ سے پہلے آ گئیں۔ انہوں نے مجھے بتایا۔ میں نے تا دم صبح آپ سے کچھ عرض نہ کی، پھر میں نے عرض کی تو فرمایا: مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کروں۔ ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک رات آپ کاشانہ اقدس میں موجود نہ تھے۔ میں نے آپ کو تلاش کیا تو آپ بقیع میں تھے۔ آپ نے یوں فرمایا:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنا فرط اتانا اللہ و اتاکم ما توعدون

و انا ان شاء الله بكم لاحقون، اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم۔

پھر آپ نے میری طرف توجہ کی، فرمایا: کاش! تم بھی اسی طرح کرتیں جیسے میں نے کیا ہے۔

امام احمد، شیخین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: ایک بندہ (خاص) کو رب تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں میں اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ آپ کے متعلق جاننے والے تھے۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر! گریہ بار نہ ہوں۔ محبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر میں رب تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکر کو خلیل بنا لیتا لیکن اسلام کی اخوت ہی (کافی) ہے۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازوں کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔ امام عبدالرزاق نے قوی سند کے ساتھ حضرت طاؤس سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔ مجھے خزائن عطا کر دیے گئے ہیں۔ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ میں باقی رہوں حتیٰ کہ میں اپنی امت کی فتوحات دیکھ لوں یا جلدی رب تعالیٰ کے حضور چلا جاؤں۔ میں نے وہاں جلدی جانے کو اختیار کر لیا۔ مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے بارے دنیا کا خدشہ ہے کہ تم اس میں مقابلہ کرنے لگو گے۔ حضرت عقبہ نے فرمایا: یہ میرا آخری دیدار تھا جو میں نے آپ کا کیا تھا۔

✿✿✿

پانچواں باب

مرضِ وصال کا آغاز

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو آپ نے ذوالحجۃ، محرم اور صفر کے ایام مدینہ طیبہ میں بسر کیے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ یہ ساری تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔ اس وقت آپ کے اس مرض کی ابتداء ہوئی جس میں آپ کا وصال ہوا۔ جب رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت اور کرامت کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا۔ ماہ صفر کے کچھ ایام باقی تھے یا ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو آپ کے مرض کی ابتداء ہوئی۔ یہ آغاز اس رات کی صبح کو ہوا جس میں آپ حضرت ابومویہبہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے تھے۔

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، امام بیہقی نے حضرت محمد بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے مرضِ وصال کا آغاز بدھ سے ہوا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ایام مرض تیرہ دن تھے۔ ابو عمرو وغیرہ کا یہی مؤقف ہے۔

سلیمان التیمی نے لکھا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز بیمار ہوئے تھے۔ خطابی کا یہی مؤقف ہے۔ امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ سوموار کے روز بیمار ہوئے تھے۔ ۱۱ھ تھی صفر کی اکیس تاریخ تھی۔ یہ یعقوب بن سفیان کی روایت ہے ابوعمر نے لکھا ہے کہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں۔ محمد بن قیس نے لکھا ہے کہ ابھی گیارہ راتیں باقی تھیں۔ حضرت عمر بن علی نے لکھا ہے کہ صفر کی ایک رات باقی تھی۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں دردِ سر شروع ہوا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس میں شدت آگئی دوسرا قول حضرت زینب بنت حجش کا بھی ہے ایک قول حضرت ریحانہ کے حجرے کا بھی ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ آپ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ اسے شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بلاذری نے لکھا ہے کہ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سات ایام تشریف فرما رہے۔

ابن اسحاق اور امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک روز آپ بقیع سے واپس تشریف لائے۔ آپ میرے حجرہ مقدسہ میں تشریف لائے آپ کو دردِ سر تھا۔ میرے سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ میں نے کہا: ہائے میرا سر! آپ نے فرمایا: بخدا! بلکہ، میں! میرا سر!۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ حجرہ مقدسہ کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو آپ ایک بات فرماتے جس سے رب تعالیٰ مجھے فائدہ دیتا۔ ایک دن آپ گزرے دو یا تین بار آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ میں نے کہا: خادمہ! میرے لیے دروازے پر تکیہ رکھ دو۔ میں اسی پر آپ کے رستے میں بیٹھ گئی۔ میں نے سر باندھ لیا۔ آپ میرے پاس سے گزرے۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا: بلکہ میرے سر میں درد ہے، پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ جلد ہی آپ کو اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہے اگر تمہارا وصال مجھ سے قبل ہو جائے۔ میں تمہارے معاملہ کا والی بنوں۔ تم پر نماز جنازہ پڑھوں اور تمہیں دفن کروں۔ میں نے عرض کی: بخدا! میرا گمان ہے کہ کاش اس طرح ہوتا۔ آپ دن کے آخری حصے میں اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ میرے حجرہ میں خلوت گزیں ہوتے اور ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کریں۔ یہ سن کر آپ مسکرانے لگے، پھر آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے پھر آپ کا مرض اس وقت شدید ہوا جب آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

ابویعلی، امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دروازے کے پاس سے گزرتے۔ آپ ایک ایسا کلمہ ارشاد فرماتے جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی۔ ایک دن آپ گزرے، مگر آپ نے مجھے شرفِ ہم کلامی نہ بخشا۔ دوسرے روز بھی آپ نے یہ شرف نہ بخشا۔ میں نے کہا: کسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ میں نے سر باندھ لیا۔ میرا چہرہ زرد ہو گیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے دروازہ کے پاس تکیہ رکھا۔ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ کا گزر وہاں سے ہوا۔ میری طرف دیکھا۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیمار ہوں۔ مجھے دردِ سر ہے۔ آپ نے فرمایا: تم ہائے میرا

سر کہہ رہی ہو، حالانکہ میں کہہ رہا ہوں: ہائے میرا سر! کچھ ہی دیر کے بعد آپ کو اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ میں نے تیمار داری کی۔ میں نے کسی مریض کی اس طرح تیمار داری نہ کی تھی۔

ابن سعد نے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ بقیع تشریف لے جائیں اور اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کی۔ آپ نے یوں دعا مانگی: اللھم اغفر لاھل البقیع پھر آپ واپس تشریف لائے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے چلیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ آپ وادی احد میں تشریف لے گئے۔ شہدائے احد کے لیے دعا کی۔ جب واپس تشریف لائے تو سر اقدس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ اسی درد کا آغاز تھا جس میں آپ کا وصال ہوا۔

ابو طاہر المخلص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اذن عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کروں۔ میں آپ کی دیکھ بھال کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر! اگر میں اپنی ازواج مطہرات اور نوران نظر کو اپنی دیکھ بھال کرنے والا نہ پاؤں تو پھر میں نے ان پر اپنی مصیبت (فراق) کو زیادہ کر دیا۔ رب تعالیٰ کے ہاں تمہیں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

✿✿✿

چھٹا باب

مرض کی حالت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں جلوہ نمائی

ابن سعد نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی قدر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے میں اٹھا کر لایا جاتا تھا۔ آپ مریض تھے آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں ان کی باری کے روز تشریف لے جاتے تھے۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو آپ کو کپڑے میں اٹھا کر لے جایا جاتا تھا۔ حضرات ابو مویہبہ، شقران، ثوبان اور ابو رافع (آپ کے خدام جاں نثار) رضی اللہ عنہم اطراف سے کپڑے کو اٹھاتے تھے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کے متعلق گفتگو کی تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے پاس آتا ہوں تم پر چکر لگاتا ہوں۔ آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں سات روز تک قیام فرمایا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو آپ نے یہ پیغام دے کر بھیجا: آپ پر یہ گراں گزر رہا ہے کہ آپ تمہارے پاس چکر لگائیں۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ابن اسحاق، امام بخاری، ابن سعد اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، پھر آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اذن طلب کیا کہ آپ کی تیمارداری میرے حجرہ مقدسہ میں ہی کی جائے۔آپ نے فرمایا: مجھے درد ہے۔میں تمہارے حجرات کا چکر نہیں لگا سکتا۔اگر تم چاہو تو تم مجھے اذن دے دو میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں چلا جاؤں۔آپ کو اذن مل گیا۔آپ باہر تشریف لائے۔آپ ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص سے ٹیک لگا رکھی تھی۔آپ کے قدمین شریفین زمین پر رگڑ رہے تھے۔آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک اور شخص کا سہارا لے کر نکلے۔دوسری روایت میں ہے کہ ان دو اشخاص میں سے ایک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔دارقطنی کی روایت میں ہے کہ وہ حضرات قدسی حضرات اسامہ اور فضل تھے ابن حبان نے حضرت بریرہ اور حضرت نوبہ کا ذکر کیا ہے۔حضرت ابن سعد نے ایک اور سند سے حضرت فضل اور حضرت ثوبان کا ذکر کیا ہے۔ان سب روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ آپ متعدد بار کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور متعدد بار ان متفرق اصحاب کرام کے ساتھ ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے۔

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس مرض میں آپ کا وصال ہوا آپ اس میں پوچھتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا۔کل کس زوجہ محترمہ کی باری ہے؟ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا ارادہ کیے ہوئے تھے، حتیٰ کہ ان کے ہاں ہی آپ کا وصال ہوا۔انہوں نے فرمایا: آپ کا وصال اسی روز ہوا جس میں آپ میرے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپ سوموار کے دن ان کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔اگلے سوموار کے روز آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

اسماعیلی نے روایت کیا ہے: جب آپ بیمار ہوئے تو آپ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔آپ نے فرمایا: میں نے آج کہاں جانا ہے؟ آپ کی آرزو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ تھا۔انہوں نے فرمایا: جب میری باری کا دن آیا تو آپ کا وصال ہو گیا۔امام بخاری اور اسماعیلی اور برقانی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: میں آج کہاں ہوں گا؟ میں آج کہاں ہوں گا؟ آپ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر تھے۔جب میرا دن آیا تو آپ کا اسی روز وصال ہوا۔آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔میرے حجرہ مقدسہ میں ہی آپ مدفون ہوئے۔

البزار نے ان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ مقدسہ کے پاس سے گزرتے تو میرے ساتھ ایسا کلام فرماتے جو میرے لیے فائدہ مند ہوتا۔ایک روز آپ نے ایسی گفتگو نہ کی۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنا سر باندھ لیا۔میں زمین پر ہی سو گئی۔آپ تشریف لائے آپ نے پوچھا: عائشہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ میرے سر میں درد ہے۔یہ اس وقت کی بات

ہے جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو آپ کے وصال کی خبر دے دی تھی، کچھ دن آپ کو چادر میں رکھ کر اٹھا لیا جاتا تھا چار افراد آپ کو اٹھاتے تھے۔ آپ میرے پاس تشریف لاتے۔ فرمایا: عائشہ! دیگر ازواج مطہرات سے معذرت کر لو۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئیں تو فرمایا: میں تمہارے ہاں اب چکر نہیں لگا سکتا۔ مجھے اذن دے دیں۔ میں عائشہ کے حجرہ میں رہوں۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں قیام فرما ہو گئے۔

❁❁❁

ساتواں باب

آپ پر درد کی شدت (زادہ اللہ فضلا وشرفا)

ابن حبان اور ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کو درد شدید ہوا۔ آپ اپنے بستر پر الٹ پلٹ ہونے لگے۔ میں نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کا درد بہت شدید ہوتا ہے۔ امام احمد، شیخان اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے مس کیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تو شدید بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو افراد کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: اس کی وجہ سے آپ کا اجر بھی دوگنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی مرض وغیرہ سے جو اذیت پہنچتی ہے تو رب تعالیٰ اس سے لغزشوں کو یوں مٹاتا ہے جیسے درخت (موسم خزاں میں) پتے گراتا ہے۔

ابن سعد، شیخان اور بلاذری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جسے آپ سے زیادہ شدید درد ہوتا ہو۔

امام احمد، ابن سعد اور بخاری نے ادب میں، ابن ابی الدنیا، ابن ماجہ، ابویعلی، امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کو بخار ہوتا تو آپ کو اتنا سخت بخار ہوتا تھا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کی شدت کی وجہ سے آپ پر ہاتھ نہ پھیر سکتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: ہم بارگاہ رسالت مآب میں داخل ہوئے۔ آپ پر چادر تھی۔ میں نے چادر کے اوپر سے آپ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کے اوپر سے بھی حرارت پائی ہم تسبیح بیان کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: انبیاء کرام سے بڑھ کر کسی کو شدید آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جیسے ہم پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں ایسے ہی ہمارا اجر بھی دوگنا ہوتا ہے، حتیٰ کہ کسی نبی پر جوں کو مسلط کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسے شہید کر دیتی حتیٰ کہ ایک

نبی عریاں ہوتا اس کے پاس صرف شرمگاہ ڈھانپنے کے لیے ایک چادر ہوتی۔ وہ آزمائش پر اسی طرح خوش ہوتے تھے جیسے آسائش پر خوش ہوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ، نسائی، حاکم اور ابن جوزی نے حضرت ابو عبیدہ سے، انہوں نے اپنی پھوپھو حضرت فاطمہ بنت یمان رضی اللہ عنہا سے، یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم خواتین آپ کی عیادت کے لیے حاضر خدمت ہوئی تھیں۔ آپ کی سمت ایک مشکیزہ لٹکایا گیا تھا۔ بخار کی شدت کی وجہ سے اس سے قطرات گر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش! آپ رب تعالیٰ سے دعا کریں۔ وہ آپ کی اس تکلیف کو دور کر دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر درجہ بہ درجہ۔ امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت درد نے آلیا۔ آپ کو یہ درد شدید ہو گیا۔ آپ بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کاش! یہ درد ہم میں سے کسی کو ہو جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صالحین کی آزمائش سخت ہوتی ہے۔ مؤمن کو جو کانٹا یا اس سے کم و بیش جو مصیبت بھی پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا مٹا دی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے۔ آپ کا درد بہت شدت اختیار کر گیا۔ آپ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اتنی تکلیف اور اذیت ہے۔ کاش! یہ تکلیف ہم میں سے کسی کو ہو جاتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل ایمان پر آزمائش سخت ہوتی ہے کیونکہ جو بھی کانٹا کسی مؤمن کو چبھتا ہے، یا اس سے کم و بیش مصیبت پہنچتی ہے جو درد ہوتا ہے رب تعالیٰ اس کے طفیل اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اس کے طفیل اس کی ایک خطا مٹا دیتا ہے۔ امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔) حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ آپ اترے آپ کے ہمراہ لوگ بھی مدینہ طیبہ کی طرف اترے۔ میں بھی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ خاموش تھے۔ آپ گفتگو نہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمانوں کی طرف بلند کر دیے، پھر مجھ پر رکھے۔ میں جان گیا کہ آپ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ میرے کاشانہ اقدس میں تھے۔ میں آپ کے چہرۂ انور کو مس کرنے لگی اور آپ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے رفیق اعلیٰ کا سوال کرتا ہوں تاکہ میں حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے ساتھ سعادت مند ہو سکوں۔ امام احمد نے الزہد میں، ابن سعد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کے مبارک کپڑے کے اوپر سے آپ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کی حرارت کپڑے کے اوپر سے محسوس کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کو اتنا

سخت بخار ہوا ہو۔ جس قدر سخت بخار آپ کو ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح ہمارے لیے اجر بھی دگنا ہوتا ہے۔ لوگوں میں سے سب سے شدید آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی۔

ابن ابی شیبہ، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے سامنے برتن تھا، یا پانی تھا۔ آپ پانی میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے اور اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ بلاشبہ موت کی سختیاں ہیں، پھر آپ نے دست اقدس بلند فرمایا اور فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن جوزی نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپ پیالے میں اپنا دستِ اقدس داخل کرتے پھر اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے، پھر یہ دعا مانگتے: مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔ بلاذری نے ان سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد کہ میں نے آپ پر نزع کی یہ شدت دیکھی۔ میں نے اس شخص پر رشک نہیں کیا جس میں موت خفیف ہو۔ امام بخاری کے الفاظ ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے کسی کے لیے موت کی سختی کو ناپسند نہیں کیا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم کہ آپ پر پانی انڈیلا جائے تاکہ نفس پاک کو تقویت نصیب ہو

شیخان، ابن سعد اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کی طبیعت گراں ہوئی اور درد نے شدت اختیار کی تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسے مشکیزوں کے پانی ڈالو جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں شاید میں لوگوں کو وصیت کرسکوں۔ ہم نے آپ کو بھرے لگن (ٹب) میں بٹھایا۔ یہ لگن حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ہم ان مشکیزوں کا پانی آپ پر انڈیلنے لگے حتیٰ کہ آپ نے اشارہ فرمایا کہ بس کرو۔ آپ باہر صحابہ کرام کی طرف تشریف لائے اور انہیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

ابن اسحاق نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وصال میں فرمایا: مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے مجھ پر انڈیلو تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور انہیں وصیت کرسکوں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے آپ کو حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن میں بٹھایا آپ پر پانی انڈیلا۔ پانی آپ پر چھڑکا۔ آپ نے کچھ سکون پایا۔ سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ شہدائے احد کے لیے مغفرت

طلب کی، پھر فرمایا: اما بعد! انصار میرے راز داں ہیں۔ میں انہی کے پاس آیا ہوں۔ ان کے معزز کی عزت کرو۔ ان کے بروں سے تجاوز کرو۔ سوائے حد کے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا جو اس کے پاس ہیں اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا جو اس کے پاس ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ وہ جان گئے کہ اس سے مراد آپ کی اپنی ہی ذات بابرکات ہے۔ وہ رونے لگے۔ انہوں نے عرض کی: بلکہ ہم اپنی جانیں آپ پر فدا کر دیں گے۔ اپنے بیٹے آپ پر نثار کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر ذرا ٹھہرو۔ مسجد نبوی میں کھلنے والے سارے دروازے بند کر دو سوائے ابو بکر کے دروازہ کے۔ میں صحابہ کرام میں سے کسی کو نہیں جانتا جس کا احسان ابو بکر سے زیادہ ہو۔ دوسری روایت میں ہے: اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو ابو بکر صدیق کو اپنا خلیل بنا لیتا لیکن صحبت، اخوت اور ایمان (کا رشتہ کافی ہے) حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں اپنے ہاں جمع فرما لے۔ امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں تشریف لائے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اقدس پر سیاہی مائل پٹی باندھ رکھی تھی۔ مبارک شانوں پر چادر ڈال رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی بھی نہیں جس نے اپنے نفس اور مال کے لحاظ سے ابو بکر سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہو۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے۔ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو سوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مہم میں دیر کی۔ آپ کو اس وقت درد تھا۔ آپ اپنے سر اقدس کو باندھے ہوئے باہر تشریف لائے، حتیٰ کہ منبر پر رونق افروز ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے میں کہا تھا: آپ نے نوخیز لڑکے کو جلیل القدر مہاجرین و انصار پر امیر بنا دیا ہے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر فرمایا: اے لوگو! حضرت اسامہ کی مہم کے لیے جلدی کرو بخدا! اگر تم نے ان کی امارت کے بارے میں گفتگو کی تو تم نے اس سے قبل ان کے والد گرامی کی امارت کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ یہ بھی امارت کے مستحق ہیں جیسے ان کے والد گرامی امارت کے مستحق تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پاک سے نیچے تشریف لائے۔ لوگوں نے تیاری میں تیزی کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد ابھی تک برقرار تھا۔ حضرت اسامہ نکلے۔ ان کا لشکر بھی عازم سفر ہوا۔ وہ جرف کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ایک فرسخ دور تھی۔ لشکر وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ سارے صحابہ کرام ان کے پاس آ گئے۔ آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی۔ حضرت اسامہ اور ان کا لشکر وہیں ٹھہر گیا تاکہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر جلوہ افروز ہوئے سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے۔ جب منبر پر رونق افروز ہو گئے تو صحابہ کرام نے منبر پاک کو گھیر لیا وہ آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ

نے فرمایا: مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم! جس کے دستِ اقدس میں میری جان ہے۔ میں ابھی حوض پر کھڑا ہوں، پھر آپ نے کلمۂ تشہد پڑھا۔ اس کے بعد سب سے پہلے غزوۂ احد کے شہداء کے لیے مغفرت طلب کی، پھر فرمایا: رب تعالیٰ کے ایک بندۂ (خاص) کو دنیا اور ان نعمتوں کے مابین اختیار دیا گیا جو رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس بندۂ (خاص) نے اس نعمتوں کو پسند کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رونے لگے۔ ہم ان کے رونے پر متعجب ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: میرے والدین آپ پر فدا! ہم آپ پر اپنے آباء، مائیں، جانیں اور اموال قربان کر دیں گے۔ حضور اکرم ﷺ وہ ہستیٔ پاک تھے جسے اختیار دیا گیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو جانتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرمانے لگے: ابوبکر! ٹھہرو۔

❀❀❀

نواں باب

صحابہ کرام سے فرمانا کہ وہ آپ سے قصاص لے لیں

ابن سعد، ابو یعلی، الطبرانی، ابن جریر، بیہقی، ابو نعیم اور ابن جوزی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میرا سر (اقدس) باندھو۔ شاید میں مسجد کی طرف نکلوں۔ میں نے ایک پٹی کے ساتھ آپ کا سر اقدس باندھ دیا، پھر آپ دو صحابہ کرام کی ٹیک لے کر مسجد نبوی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر فرمایا: لوگوں کو بلاؤ۔ میں نے صحابہ کرام کو باآواز بلند بلایا۔ وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: امابعد! اے لوگو! میں تمہارے پاس اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس جہان رنگ و بو کو الوداع کہنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں بشر (کامل) ہوں۔ جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر یہ ہے وہ اس سے قصاص لے لے۔ جس کا مال میں نے لیا ہو تو یہ میرا مال ہے وہ اس سے لے لے۔ جسے میں نے برا بھلا کہا ہو تو یہ میری عزت ہے وہ اس سے قصاص لے لے۔ کوئی یوں نہ کہے: مجھے حضور اکرم ﷺ سے دشمنی کا خوف تھا۔ ارے! بغض و کینہ میری طبیعت میں شامل ہی نہیں۔ نہ ہی یہ میری شان کے لائق ہے۔ ارے! تم میں سے میرے نزدیک بہترین وہ ہو گا جس نے مجھ سے وہ لے لیا جو اس کا حق تھا، یا میرے لیے اسے حلال کر دیا، تاکہ میں خوشگوار نفس کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مجھے مستغنی نہ کرے گا حتیٰ کہ میں تم میں کئی بار کھڑا ہو جاؤں۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ نماز ظہر ادا کی، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اپنے پہلے فرمان کو دہرایا: ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر یہ بات ہے تو پھر میرے آپ پر تین دراہم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کسی کہنے والے کو نہیں جھٹلاؤں گا۔ میں کسی سے قسم نہیں لوں گا۔ یہ دراہم مجھ پر کس وجہ سے

ہیں؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ یاد فرمائیں وہ دن جب ایک مسکین آپ کے پاس سے گزرا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں نے اسے تین دراہم دیے تھے۔ آپ نے فرمایا: فضل! اسے تین دراہم دے دو، پھر فرمایا: اے لوگو! جس پر کوئی چیز ہو وہ اسے ادا کرے۔ تم میں سے کوئی شخص یوں نہ کہے۔ دنیا کی رسوائی۔ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان تر ہے، پھر آپ نے پہلا فرمان دہرایا، پھر فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس کے پاس مال غنیمت سے (چرایا گیا) کچھ مال ہو وہ اسے واپس کر دے۔ ایک شخص اٹھا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس تین دراہم تھے جنہیں میں نے راہ خدا سے حاصل کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے وہ کیوں لیے؟ اس نے عرض کی: میں اس کا محتاج تھا۔ آپ نے فرمایا: فضل! اس سے یہ لے لو، پھر فرمایا: ارے! جسے اس کے نفس سے کچھ اندیشہ ہو وہ آئے۔ میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: میں کاذب اور فحش گو ہوں۔ آپ نے یہ دعا مانگی: مولا! اسے صدق عطا فرما۔ اس کا جھوٹ اس سے دور لے جا۔ جب یہ ارادہ کرے۔ ایک اور شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں منافق ہوں۔ میں بخیل اور بزدل ہوں۔ میں بہت زیادہ سوتا ہوں میں بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! تو نے خود کو رسواء کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے آسان ہے، پھر یہ دعا مانگی: مولا! اسے ایمان اور صدق عطا فرما۔ اس کی نیند اس سے دور لے جا۔ نفس کے بخل کو ختم فرما۔ اس کی بزدلی کو شجاعت میں تبدیل فرما۔

حضرت فضیل نے فرمایا: میں نے اس شخص کو دیکھا وہ کسی میدان جنگ میں تھا۔ ہم میں سے کوئی شخص اس سے سخی نہ تھا نہ اس سے بہادر تھا نہ ہی اس سے کم کسی کی نیند تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی۔ آپ مسکرا پڑے پھر فرمایا: عمر میرے ساتھ اور میں عمر کے ساتھ ہوں۔ حق عمر کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ ایک عورت اٹھی۔ اس نے اپنی انگلی سے خواتین کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں، پھر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے سر پر شاخ رکھی اس کے لیے دعا کی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی دعا سے آگاہ نہ تھی۔ جب وہ کہتی تھی: عائشہ! اپنی نماز کو عمدہ کرو۔

تنبیہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں حضرت عکاشہ کا قصہ ہے۔ انہوں نے آپ سے قصاص کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ نے شاخ منگوائی۔ اسے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر سے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ لایا گیا۔ یہ روایت باطل ہے اسے الطبرانی نے عبدالمنعم بن ادریس سے روایت کیا ہے۔ وہ کذاب اور اشر تھا۔ اس کے موضوع ہونے کے متعلق رازی نے کتاب العلل میں، ابن جوزی اور ذہبی نے العلو الالہی المقدس اور شیخ وغیرہ نے کہا ہے۔ اس سے بچو۔

❁❁❁

دسواں باب

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت کا حکم

آپ کا مرضِ وصال کتنے ایام پر محیط تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ اکثر سیرت نگاروں نے یہ مدت تیرہ روز لکھی ہے کسی نے ایک دن کم اور کسی نے ایک دن زائد لکھی ہے۔ ایک قول نو ایام کا بھی ہے یہ روایت علامہ بلاذری کی ہے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ایک قول دس ایام کا ہے۔ اسی کو حضرت سلیمان تیمی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے رہے سوائے تین ایام کے۔ العیون میں ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ایک روایت کے مطابق سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اسے بلاذری نے ابو بکر بن ابی سبرہ سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

امام احمد، ابوداؤد اور ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن زمعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ کے مرض میں اضافہ ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، کچھ اور بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے بلایا۔ فرمایا: کسی کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائے۔ انہوں نے فرمایا: میں باہر نکلا۔ صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غائب تھے۔ انہوں نے فرمایا: عمر! اٹھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب انہوں نے تکبیر کہی اور آپ نے ان کی آواز سنی۔ وہ ایک بلند آواز شخص تھے۔ آپ اٹھے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، نہیں نہیں۔ لوگوں کو صرف ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ (ابو بکر) ہی نماز پڑھائیں گے۔ آپ نے ناراضگی سے فرمایا: ابو بکر کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اسی امر کا انکار کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق نے وہ نماز پڑھا لی تو انہوں نے مجھے فرمایا: ابن زمعہ! تمہاری خیر! تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ جب تم نے مجھے حکم دیا تو میں نے سمجھا تھا کہ تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔ اگر یوں گمان نہ ہوتا تو میں لوگوں کو کبھی بھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے عرض کی: بخدا! مجھے حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح حکم نہ دیا تھا لیکن میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا اور تمہیں دیکھا تو میں نے حاضرین میں سے تمہیں سب سے زیادہ مستحق سمجھا۔

شیخین، ابن سعد، بلاذری، بیہقی اور ابن اسحاق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب آپ مرضِ وصال میں مبتلا ہوئے تو آپ کی طبیعت بوجھل ہوگئی۔ نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے منتظر ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے اسی طرح کیا۔ آپ نے غسل فرمایا پھر آپ جانے کے لیے اٹھے لیکن بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے۔ میں نے عرض کی: نہیں! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کے

منتظر ہیں۔آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ہم نے اسی طرح کیا۔آپ نے غسل کیا۔آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ہم نے عرض کی: نہیں! وہ آپ کے منتظر ہیں۔لوگ مسجد نبوی میں آپ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ آپ انہیں نماز عشاء پڑھائیں۔آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔میں نے عرض کی: ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو رونے کی وجہ سے کچھ نہ سنا سکیں گے۔دوسری روایت میں ہے: وہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔آپ نے پہلے فرمان کی طرح فرمایا۔فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔میں نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔آپ سے عرض کریں کہ جب ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کے رونے کی وجہ سے کچھ نہ سن سکیں گے۔آپ عمر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔حضرت حفصہ نے اسی طرح عرض کی تو آپ نے فرمایا: تم تو زنانِ یوسف ہو۔ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے یہ بار بار گذارش اس لیے کی تھی تاکہ لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بدفالی نہ لیں۔دوسری روایت میں ہے: بخدا! میں نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کیونکہ مجھے یہ پسند تھا کہ رب تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس امر کو پھیر دے۔میں جانتی تھی کہ لوگ اس شخص سے محبت نہیں کریں گے جسے وہ آپ کی جگہ پر کھڑے دیکھیں گے۔ہر واقعہ سے وہ ان سے بدفالی لیں گے میں پسند کرتی تھی کہ یہ امر ان سے پھر جائے اور روایت میں ہے: میں جانتی تھی کہ آپ کی جگہ جو بھی کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدفالی لیں گے۔میں نے پسند کیا کہ یہ امر ان کے علاوہ کسی اور کی طرف پھر جائے۔آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رقیق القلب انسان تھے۔قرآن پڑھتے وقت وہ اپنے آنسو نہ روک سکتے تھے۔انہوں نے فرمایا: عمر! لوگوں کو نماز پڑھائیں۔انہوں نے کہا: آپ اس (سعادت) کے زیادہ مستحق ہیں۔

ان ایام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نمازیں پڑھائیں۔آپ نے کچھ آرام محسوس کیا تو دو افراد کی ٹیک لے کر باہر تشریف لائے۔ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔نماز ظہر کا وقت تھا۔گویا کہ میں اب بھی آپ کے مبارک پاؤں کو دیکھ رہی ہوں وہ زمین پر گھسٹ رہے تھے۔یہ درد کی شدت کی وجہ سے تھا۔جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں آپ نے ان دو صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھادیں۔آپ ان کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔آپ نے اسی جگہ سے پڑھنا شروع کیا جہاں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھوڑا تھا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے۔دوسری روایت میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی اقتداء میں اور صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔

ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز نماز سے فارغ ہوئے جب آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دائیں طرف نماز ادا کی تھی۔آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی اور فرمایا: آپ نے ان کے ساتھ باآواز بلند کلام فرمایا۔آپ کی آواز مسجد سے باہر بھی آرہی تھی۔آپ نے فرمایا: اے لوگو! آگ

کو بھڑکا دیا گیا ہے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے آگئے ہیں۔ بخدا! لوگ مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا سکتے میں نے وہی حلال کیا ہے جسے قرآن پاک نے حلال کیا۔ میں نے اس چیز کو حرام کیا جسے قرآن پاک نے حرام کیا۔ اے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، اے صفیہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی! اس کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں عمل کرو میں تمہیں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب آپ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ آپ رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ پسند کرتے ہیں۔ آج بنت خارجہ کی باری ہے۔ میں ان کے پاس چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! حضور اکرم ﷺ حجرہ مقدسہ میں آگئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس السخ تشریف لے گئے۔

امام احمد، نسائی، بیہقی، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آپ نے اپنے مرض وصال میں اس طرح کیا۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ آپ نے فرمایا: نبوت کی بشارات میں سے اب وہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دیکھے جاتے ہیں۔ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن پاک پڑھوں۔ رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کیا کرو سجدوں میں دعا کی کوشش کیا کرو۔ یہ دعا اس امر کی مستحق ہے کہ اسے تمہاری طرف سے قبول کر لی جائے۔

الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ نے مرضِ وصال میں حجرہ مقدسہ کا دروازہ کھولا۔ پردہ اٹھایا۔ آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر خوش ہو گئے۔ ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جن ایام میں حضور اکرم ﷺ بیمار تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ جب سوموار کا دن آیا۔ صحابہ کرام صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ نے حجرہ مقدسہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا۔ آپ کھڑے تھے۔ گویا کہ آپ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے تبسم فرمایا۔ ہم مسرت سے کھل اٹھے کہ آپ باہر تشریف لائے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: مسلمانوں نے گمان کیا کہ وہ آپ کی وجہ سے نماز میں آپ پر فریفتہ ہو جائیں گے جب انہوں نے آپ کی زیارت کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے، تاکہ آپ صف تک پہنچ جائیں۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ نماز کی طرف آنے لگے ہیں۔ آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز مکمل کریں۔ آپ حجرہ مقدسہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے پردہ لٹکا دیا۔ اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں نے آخری بار آپ کی زیارت کی تھی وہ سوموار کا دن تھا۔ آپ نے پردہ اٹھایا۔ صحابہ کرام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا رکھی تھیں۔ جب صحابہ کرام نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے

آواز نکالی۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرو۔میں نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا گویا کہ وہ مصحف کا ورق تھا، پھر آپ نے پردہ لٹکا دیا۔اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

❁❁❁
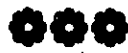
گیارھواں باب

آپ کا ارادہ کہ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے نوشتہ لکھوا دیں مگر آپ نے نہ لکھوایا

امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: جب آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر سے فرمایا: میرے پاس کندھے کی ہڈی یا تختی لے کر آؤ تا کہ میں صدیق اکبر کے لیے نوشتہ لکھ دوں تا کہ ان کے متعلق اختلاف نہ ہو۔جب حضرت عبدالرحمان چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ابو بکر! رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں اختلاف ہو۔اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔میں نے ارادہ کیا کہ میں صدیق اکبر اور ان کے لخت جگر کی طرف پیغام بھیجوں تا کہ میں عہد لکھوا دوں تا کہ کوئی بات کرنے والا بات نہ کر سکے اور تمنا کرنے والا تمنا نہ کر سکے، پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے مؤمنین دفاع کرتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ دفاع کرتا ہے اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں۔اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے مرضِ وصال میں آپ نے فرمایا: میرے لیے اپنے والد گرامی ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک نوشتہ لکھوا دوں مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا یا کوئی کہنے والا کہے گا۔میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔رب تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں مگر صدیق اکبر ہی خلیفہ ہوں۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کیا۔

❁❁❁

بارھواں باب

آپ نے صحابہ کرام کے لیے نوشتہ لکھوانے کا ارادہ کیا

شیخان نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جمعرات! کیا ہے جمعرات، پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے تر ہو گئے۔میں نے عرض کی: ابن عباس! جمعرات! اور کیا ہے جمعرات۔اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد شدت اختیار کر گیا۔آپ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لے کر آؤ جس پر میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھوا دوں جس کے بعد تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور اکرم ﷺ کو شدید درد ہے۔ تمہارے پاس قرآن پاک ہے۔ کتاب الٰہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اہل بیت کا اختلاف ہو گیا۔ وہ باہم تکرار کرنے لگے۔ کچھ کہہ رہے تھے۔ قریب کر دو۔ آپ تمہارے لیے کچھ لکھ دیتے ہیں کچھ حضرت عمر فاروق کا قول دہرا رہے تھے۔ وہ باہم تکرار کرنے لگے۔ بارگاہ رسالت مآب میں ایسا تکرار بھی نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا: آپ کے متعلق اختلاط کا اندیشہ تو نہیں اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اٹھو۔ جب انہوں نے آپ کے پاس تکرار اور بحث زیادہ کی تو فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں اس حالت میں اس سے بہت بہتر ہوں جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ آپ ﷺ نے انہیں اس وقت تین وصیتیں کیں۔ فرمایا: مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا. جو وفد تمہارے پاس آئیں انہیں اسی طرح انعامات دیتے رہنا جس طرح میں دیتا تھا۔ تیسری وصیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے. یا انہوں نے فرمایا: میں اسے بھول گیا ہوں۔ یہ مصیبت تھی پوری طرح مصیبت جو آپ کے اور آپ کی کتابت کروانے کے مابین حائل ہو گئی۔ یہ صحابہ کرام کے اس بحث و تکرار کی وجہ سے ہوا۔ ابو یعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے وقتِ وصال ایک صحیفہ منگوایا تا کہ آپ اس میں کچھ لکھوا دیں تا کہ لوگ اس کے بعد گمراہ نہ ہوں، یا اس میں اپنی امت کے لیے ایسا نوشتہ لکھوا دیں جس کی وجہ سے نہ وہ کسی پر ظلم کریں نہ ان پر ظلم کیا جائے۔ حجرہ مقدسہ میں شور تھا۔ حضرت عمر نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے ترک فرما دیا۔ الطبرانی نے اللیث بن ابی سلیم کی سند سے. بقیہ افراد ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شانے کی ہڈی منگوائی۔ فرمایا: یہ ہڈی لے کر آؤ تا کہ میں تمہیں نوشتہ لکھوا دوں تا کہ تم میرے بعد اختلاف نہ کرنے لگو۔ آپ ﷺ اس سے یہ پکڑی جو آپ کے پاس تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے ایک عورت نے کہا: تمہاری خیر! حضور اکرم ﷺ تمہیں وصیت کرنے لگے ہیں. بعض قوم نے کہا: تو خاموش ہو جا۔ تیرے پاس عقل نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس عقلیں نہیں ہیں۔

امام احمد. ابن سعد نے (اس کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کے پاس طبق لے کر آؤں تا کہ آپ اس میں کچھ لکھ دیں تا کہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی روح مجھ سے قبل پرواز نہ کر جائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں یاد رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے متعلق وصیت کی۔

تنبیہات

۱۔ امام بیہقی اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے درد کی شدت دیکھی تو آپ سے تخفیف کا ارادہ کیا. کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے دین حق کو مکمل کر دیا ہے۔ اگر یہ نوشتہ وحی الٰہی ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اسے ضرور لکھوا دیتے۔ صحابہ کرام کا بحث و تکرار اس میں خلل نہ ڈالتا. کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ (المائدہ:۶۷)

ترجمہ: پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

جیسے دیگر امور کی تبلیغ سے آپ کو مخالفین کی مخالفت اور دشمنوں کی عداوت نہ روک سکی۔ آپ نے ارادہ فرمایا تھا جیسے حضرت سفیان بن عیینہ نے اپنے سے ماقبل کے علماء کرام سے نقل کیا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھیں جب آپ کو تقدیر الٰہی کا علم ہو گیا تو اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی کتابت کو ترک کر دیا۔ جیسے آپ نے اپنے مرض وصال کے ابتداء میں فرمایا تھا جبکہ آپ نے فرمایا تھا: اے میرے سر! پھر آپ کے لیے عیاں ہوا کہ اسے نہ لکھا جائے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان انکار کرتے ہیں سوائے ابوبکر کے، پھر آپ کی امت کو ان کی خلافت سے آگاہ کر دیا گیا کیونکہ آپ نے نماز میں انہیں اپنا نائب مقرر کیا تھا، جبکہ آپ خود مسجد نبوی میں نماز کے لیے تشریف نہ لے جا سکے۔

امام بیہقی نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔ امام مازری نے لکھا ہے۔ آپ کے حکم کی صراحت کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کا اس نوشتہ میں اختلاف جائز ہے، کیونکہ بعض اوقات اوامر میں بھی ایسے قرائن پاتے جاتے ہیں جو انہیں وجوب سے منتقل کر دیتے ہیں۔ آپ کے کسی ایسے قرینہ کا اظہار ہوا جس نے اس امر پر دلالت کی کہ یہ حکم لزوم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اختیار پر دلالت کرتا ہے۔ ان کے اجتہاد میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امتناع پر عزم مصمم کر لیا، کیونکہ ان کے پاس ایسے قرائن تھے کہ آپ نے اسے قصد جازم کے بغیر فرمایا تھا۔ آپ کا عزم یا تو وحی کی وجہ سے یا اجتہاد کی بناء پر تھا۔ اسی طرح اس کا ترک بھی اگر وحی کی وجہ سے تھا تو وحی کی وجہ سے تھا۔ اگر اجتہاد کی بنا پر تھا تو اجتہاد کی وجہ سے تھا۔ امام نووی نے لکھا ہے۔ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان: ہمیں رب تعالیٰ کی کتاب زندہ کافی ہے۔ ان کے فہم کی قوت اور نظر کی دقت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ ایسے امور نہ لکھ دیے جائیں جن سے لوگ عاجز آ جائیں وہ سزا کے مستحق بن جائیں، کیونکہ وہ منصوص ہوں گے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء کرام کی طرف سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو جائے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انکار نہ کیا۔ ان کے مؤقف کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے کہا تھا۔ ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے، کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس امر کے معارض نہیں ہے کیونکہ وہ ان سے قطعی طور پر زیادہ فقیہ تھے یوں نہ کہا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن پاک پر اکتفاء نہ کیا حالانکہ حبر القرآن تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر سے سارے لوگوں سے زیادہ آگاہ تھے، لیکن انہیں اسی تفصیل اور بیان کے رہ جانے پر افسوس تھا جس سے استنباط کرنا زیادہ عمدہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

❁❁❁

تیرھواں باب

مال عطا فرمانا، غلام آزاد کرنا

ابن سعد، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات دینار تھے۔ آپ نے انہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا ہوا تھا۔ مرضِ وصال میں فرمایا: عائشہ! وہ سونا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو۔ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کے امور میں مشغول ہوگئیں۔ آپ نے کئی بار انہیں فرمایا، پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔ آپ نے انہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ سوموار کی رات کو آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کسی عورت کے پاس اپنا چراغ بھیجا، فرمایا: اپنی شیشی میں سے کچھ تیل اس چراغ میں ڈال دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔

ابن سعد نے حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس وقت آپ کا سر اقدس ان کے سینے پر تھا۔ عائشہ! تم نے اس سونے کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: وہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا: انہیں خرچ (صدقہ) کر دو، پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آپ ان کے سینۂ اقدس پر ہی تھے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: عائشہ! کیا تم نے وہ سونا صدقہ کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! بخدا! یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ انہیں اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔ انہیں شمار کیا یہ چھ تھے۔ فرمایا: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہوگا۔ اگر انہوں نے اس کے ساتھ اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سارے دینار صدقہ کر دیے۔ اسی روز آپ کا وصال ہوگیا۔

مسدد، ابن ابی عمر، ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مرضِ وصال میں فرمایا: تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ میرے پاس ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے لے آؤ۔ میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انہیں اپنے دستِ اقدس میں رکھا۔ یہ پانچ اور سات کے مابین تھے۔ دست اقدس بلند فرمایا۔ فرمایا: انہیں خرچ کر دو۔ فرمایا: محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کیا گمان ہوگا اگر انہوں نے اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کر لی کہ یہ ان کے پاس ہوں انہیں خرچ کر دو۔

ابو طاہر مخلص نے حضرت سہل بن یوسف سے، انہوں نے اپنے باپ اور جد امجد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں چالیس غلام آزاد کیے۔

چودھواں باب

اپنی نور نظر حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

ائمہ خمسہ، الطبرانی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اہل بیت پاک میں سے عفت مآب خواتین آپ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ تھی۔ یہ آپ کے مرض وصال کا واقعہ ہے۔ میں نے کسی کو خصلت، چال اور وضع میں اس قدر آپ کے مشابہ نہیں دیکھا جس طرح اٹھنے بیٹھنے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے مشابہ تھیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آتیں تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا سر چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے۔ جب آپ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی طرح کرتیں۔ آپ کے مرض وصال میں وہ چلتی ہوئی آئیں۔ ان کی چال آپ کی چال کے بالکل مشابہ تھی۔ آپ نے فرمایا: میری نور نظر کو خوش آمدید! انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھا لیا۔ وہ آپ پر جھک کر آپ کا بوسہ لینے لگیں۔ آپ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ وہ رونے لگیں۔ پھر دوسری بار کان میں کچھ فرمایا تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے کہا: آج تک میں نے مسرت کو غم کے اتنا قریب نہیں دیکھا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا میں نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو رازوں کے لیے مختص کیا ہے جب آپ اٹھیں تو میں نے عرض کی: مجھے بتائیں کہ آپ نے تمہیں کیا سرگوشی کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں آپ کا راز افشا نہ کروں گی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا۔ میں نے کہا: سیدہ! میں آپ کو اس حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جو میرا تم پر ہے۔ مجھے اس راز کے متعلق بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! اب وقت ہے۔ آپ نے مجھے سرگوشی فرمائی۔ آپ نے فرمایا: سیدنا جبرائیل ہر سال مجھ سے قرآن پاک کا دور ایک مرتبہ کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو بار دور کیا ہے ہر نبی کے بعد تشریف لانے والا نبی اپنے سے ماقبل نبی کی زندگی کے نصف حصہ کو جہان رنگ و بو میں بسر کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے آپ نے مجھے بیان فرمایا کہ اسی مرض میں آپ کا وصال ہو جائے گا۔ تم رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ تم صبر کرنا۔ مجھے جبرائیل امین نے بتایا ہے اہل ایمان کی خواتین میں سے کوئی عورت بھی فضیلت میں تم سے برتر نہیں ہے۔ صبر کے اعتبار سے سب سے کمتر نہ ہو جانا۔ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے سرگوشی کی۔ فرمایا: کیا تم اس (سعادت) پر راضی نہیں ہو کہ تم اہل ایمان کی خواتین کی سردار ہوں یا اس امت کی خواتین کی سردار ہو۔ یا فرمایا: تم مجھے اہل بیت میں سے سب سے پہلے ملو گی۔ میں مسکرا پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا۔

تنبیہ

حافظ نے لکھا ہے کہ اس امر پر روایات متفق ہیں کہ آپ نے انہیں پہلے کیا سرگوشی کی تھی اور وہ گریہ بار ہوئی تھیں۔ وہ

آپ کا انہیں یہ بتانا تھا کہ اس مرض میں آپ کا وصال ہو جائے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ دوسری بار سرگوشی کیا کی تھی کہ آپ مسکرا پڑیں۔ حضرت عروہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں یہ فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ ہی آپ سے ملاقات کریں گی۔ مسروق کی روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کا یہ فرمان کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملیں گی اسے پہلے قول کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ یہی قول راجح ہے شاید یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔

❁❁❁

پندرھواں باب

وصال کے وقت انصار کے بارے میں وصیت

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض وصال میں باہر تشریف لائے آپ نے سیاہی مائل پٹی سر اقدس کے ساتھ باندھی ہوئی تھی۔ مبارک شانوں پر چادر ڈال رکھی تھی۔ آپ منبر پاک پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: اما بعد! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے۔ انصار کم ہوتے جائیں گے، حتیٰ کہ یہ لوگوں میں یوں ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے تم میں سے اگر کوئی کسی ایسے امر کا والی بنے جس سے وہ کسی قوم کو نفع دے سکتا ہو اور دوسری قوم کو نقصان دے سکتا ہو تو وہ ان سے پاکباز سے قبول کرے ان سے گناہ گار سے تجاوز کرے۔ آپ کی یہ آخری محفل تھی جس میں آپ رونق افروز ہوئے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوایوب بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وصال میں باہر تشریف لائے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے شہدائے احد کا ذکر کیا۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا: اے گروہ مہاجرین! تم بڑھنے لگو گے۔ انصار میں اضافہ نہ ہوگا۔ یہ میرے خواص ہیں جن کی طرف میں آیا ہوں۔ ان کے کریم کا احترام کرو ان کے گناہ گار کو معاف کر دو۔

امام بخاری نے اور سیف بن عمر نے "الفتوح" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما انصار کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ وہ رو رہے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پاک یاد آگئی تھی۔ ان میں سے ایک بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اور اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ سیف نے تحریر کیا ہے۔ جب انصار نے آپ کی زیارت کی آپ کا درد شدید تھا۔ وہ مسجد نبوی کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے۔ ان کا مقام اور خدشہ بیان کیا۔ حضرت فضل نے بھی اسی

طرح بتایا، پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بھی اسی طرح بتایا۔ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ حضرات علی، فضل اور عباس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، کسی چادر کے کنارے کے ساتھ آپ نے سر اقدس کو باندھ رکھا تھا۔ ٹانگ مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپ منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس کے بعد آپ اس پر جلوہ نمانہ ہوئے تھے۔ آپ نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام تیزی سے آپ کی سمت بڑھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے علم ہوا ہے کہ تم اپنے سے قبل اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی وجہ سے غمزدہ ہو۔ کون ہے جسے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اور وہ تم میں ہمیشہ رہا۔ ارے! میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ تم بھی اس کے ساتھ ملاقات کرنے والے ہو۔ میں تمہیں مہاجرین اولین کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں مہاجرین کو آپس میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۱تا۳)

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے۔ بجز ان کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔

امور اذنِ الٰہی سے رواں ہوتے ہیں۔ کسی امر کا آہستہ آنا تمہیں اس کے جلد آنے پر نہ ابھارے۔ رب تعالیٰ کسی کی عجلت کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا، جو رب تعالیٰ پر غالب آنے کی سعی کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر غالب آجاتا ہے جو رب تعالیٰ سے دھوکہ کرتا ہے رب تعالیٰ اسے اس کے دھوکہ کی سزا دیتا ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ (محمد: ۲۲)

ترجمہ: اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کردو گے اپنی قرابتوں کو۔

میں تمہیں انصار کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ انہوں نے ہی پہلے گھروں میں ٹھہرایا۔ ایمان لائے، کیا انہوں نے تمہارے لیے پھلوں میں سے نصف مختص نہیں کردیے۔ کیا انہوں نے تمہارے لیے اپنے گھر کشادہ نہیں کیے۔ کیا انہوں نے تمہیں خود پر ترجیح نہیں دی حالانکہ انہیں خود ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے اب ان کا حق باقی ہے۔ تم میں سے جو شخص دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے کا والی بنے تو وہ ان کے محسن سے قبول کرلے ان کے برے کو معاف کر دے۔ ارے! ان پر دوسروں کو ترجیح نہ دینا۔ ارے! میں تمہارا پیش رو ہوں۔ تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ ارے! ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ جسے پسند ہو کہ وہ کل وہاں آئے تو اسے اپنی زبان اور ہاتھ کو روک لینا چاہیے۔ اے لوگو! گناہ نفوس کو بدل دیتے ہیں۔ قسمت تبدیل کر دیتے ہیں۔

❁❁❁

سولھواں باب

صحابہ کرام کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جمع فرمانا اور ان کے لیے وصیت کرنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے نبی کریم اور حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے متعلق بتادیا تھا۔ جب فراق کا وقت قریب آیا تو ہمیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جمع کیا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا۔ چشمان مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے زمین کی سمت دیکھا پھر فرمایا: تمہیں خوش آمدید! رب تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے رب تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ رب تعالیٰ تمہیں پناہ دے رب تعالیٰ تم سے قبول کرلے۔ میں تمہیں رب تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ کے حضور تمہاری خیر کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ میں تم پر اسے جانشین مقرر کرتا ہوں۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے تمہارے پاس نذیر اور بشیر بن کر آیا ہوں۔ رب تعالیٰ کے بندوں اور شہروں میں اس پر سرکشی نہ کرو۔ رب تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ (القصص: ۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کردیں گے اس کو ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ (الزمر: ۶۰)

ترجمہ: کیا نہیں ہے ٹھکانہ جہنم میں تکبر کرنے والوں کا؟

ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا وصال کب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ لوٹ کر رب تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنۃ الماویٰ، فردوس اعلیٰ کاس (جام) اوفی لبریز، عیش اور مبارک حصہ کی طرف دورنگی ہے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا: اہل بیت میں سے کچھ افراد درجہ بہ درجہ۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو کس میں کفن دیں گے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہی کپڑوں میں، یا مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمنی حلہ میں۔ ہم نے عرض کی: آپ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا؟ آپ رونے لگے۔ ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: اطمینان سے، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں عمدہ جزاء دے۔ جب تم مجھے غسل دے لو۔ مجھے کفن دے لو۔ مجھے اس چارپائی پر رکھ لو تو اسے میری قبر انور کے کنارے پر رکھ دینا، پھر کچھ دیر کے لیے مجھ سے دور چلے جانا سب سے پہلے میرے خلیل اور دوست حضرت جبرائیل امین علیہ السلام مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے پھر

حضرات میکائیل و اسرافیل درود و سلام پیش کریں گے، پھر فرشتہ اجل اپنے سارے لشکر کے ہمراہ مجھ پر درود و سلام پیش کریں گے۔ پھر گروہ در گروہ میرے پاس آنا۔ مجھ پر درود و سلام پیش کرنا۔ کوئی تمہاری امامت نہ کرائے نہ مجھے شور و غل سے تکلیف دینا۔ اپنے آپ پر، میری طرف سے سلام بھیجنا۔ میرے جو صحابہ کرام یہاں موجود نہیں انہیں میری طرف سے سلام دینا۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہر اس شخص پر سلام بھیجا ہے جو اسلام میں داخل ہوا۔ میرے دین کی اتباع کی۔ یہ سعادت مندی روز حشر تک ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو قبر انور میں کون داخل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے مرد حضرات، درجہ بہ درجہ۔ ان کے ہمراہ کثیر فرشتے ہوں گے۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھتے۔ اس روایت کے راوی درج ذیل ہیں:

اسے بزار نے محمد بن اسماعیل بن سمرہ الاحمسی سے، انہوں نے عبدالرحمان بن محمد محاربی سے، انہوں نے ابن الاصبہانی سے، انہوں نے مرّہ بن عبداللہ سے، عبدالرحمان نے مرہ سے نہیں سنا جیسے بزار نے کہا ہے۔ اس کے اور اس کے مابین دو راوی ہیں۔ جیسے ابن منیع اور الطبرانی نے روایت کیا ہے یا تین راوی ہیں جیسے ابن جریر نے روایت کیا ہے اسے الطبرانی، خلاد بن مسلم اور اشعث بن طلیق نے روایت کیا ہے۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے جرح اور تعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ اسے حسن عرنی اور خلاد بن مسلم نے روایت کیا ہے ابومسلم کوفیوں میں سے ثقہ ہیں۔ میں نے اپنے والد گرامی اور ابوزرعہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا اسے ازدی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے لیکن انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام مٹا دیا ہے اور فرمایا ہے: انہوں نے مطابقت کی ہے۔ حسن عرنی ابن عبداللہ ثقہ ہیں۔ ان سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے اپنے شیخ محمد بن عمر سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے ابن ابی عون سے اور انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسے احمد بن منیع نے اپنی مسند میں، الطبرانی نے الدعاء میں، ابن اصبہانی سے اور انہوں نے اشعث بن طلیق سے روایت کیا ہے انہوں نے حسن عرنی سے روایت کیا ہے وہ مرہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ ابن جریر نے محمد بن عمر صباح ہمدانی سے، انہوں نے یحییٰ بن عبدالرحمان سے، انہوں نے مسلم بن جعفر البجلی سے، انہوں نے عبدالملک بن اصبہانی سے انہوں نے خلاد اسدی سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد نے محمد بن عمر سے، انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے ابوعون سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

الطبرانی نے "الدعاء" میں ابن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے نبیط بن شریط سے، انہوں نے عبدالملک بن عبدالرحمان الاصفبہانی سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے، انہوں نے حسن عرنی کو سنا وہ مرہ سے روایت کرتے تھے۔ اسی طرح محمد بن ابان بلخی نے عمرو بن محمد عبقری سے، انہوں نے عبدالملک الاصبہانی سے، انہوں نے خلاد بن

صفار سے، انہوں نے اشعث بن طلیق سے اور انہوں نے حسن مرنی سے اور انہوں نے مرہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے سلام بن سلیم الطویل کی سند سے، انہوں نے عبد الملک بن عبد الرحمان سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: سلام الطویل اس روایت میں منفرد ہیں لیکن سابقہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ سلام منفرد نہیں ہیں۔ ابوالحسن بن ضحاک نے سیف کی سند سے بشر بن فضل سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مرضِ وصال میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوبکر! اس دین حق کے اولین افراد میں سے چالیس افراد میرے لیے جمع کریں۔ ان کے ساتھ عمر فاروق کو بھی بلانا۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ یہ آپ کے وصال سے پندرہ روز قبل کا واقعہ ہے۔ آپ نے ان کے لیے محبت کا اظہار کیا۔ ان کے لیے دعا کی۔ ان سے عہد لیے۔ انہیں گواہ بنایا۔ یہ آخری وصیت تھی جو آپ نے کی تھی۔"

ابن ابی شیبہ، ابویعلی، نسائی نے الکبریٰ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے کہ سب سے آخر میں آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "جس دن آپ کا وصال ہوا اس روز آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ ہر صبح کئی بار پوچھتے: "علی آئے ہیں۔" حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "آپ نے انہیں کسی ضروری کام کے لیے بھیجا تھا۔ ہم حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ اس کے پاس بیٹھ گئے میں دروازے کے سب سے زیادہ قریب تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ پر جھک گئے۔ آپ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ ان کے کان میں کچھ کہنے لگے۔ اسی روز آپ کا وصال ہوگیا۔ سب سے آخر میں آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے تھے۔"

❁❁❁

سترھواں باب

نماز اور امورِ دین کی وصیت

امام احمد، شیخان، نسائی، ابن ماجہ، ابن سعد، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا اور روحِ مبارک حلقوم تک پہنچی تو آپ کی عام وصیت یہ تھی "نماز اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔" دوسرے الفاظ میں ہے: "نماز ادا کرو اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔" حتیٰ کہ انہی الفاظ پر آپ کے سینہ اقدس میں غرغرہ پیدا ہوگیا۔ یہی کلمات آپ کی زبانِ اقدس سے نکل رہے تھے۔"

امام بخاری کے علاوہ محدثین کے ایک گروہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دینار، درہم، بکری اور اونٹ نہ چھوڑا نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن سعد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا: جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: "نماز! نماز! اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔" آپ اسی سے گفتگو کرنے لگے یہی آپ کے آخری کلمات تھے۔"

ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر آپ کو افاقہ ہوا۔ فرمایا: "غلاموں کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ان کی کمروں پر عمدہ کپڑے پہناؤ۔ ان کے پیٹوں کو سیراب کرو اور ان کے لیے نرم بات کرو۔" محدثین کی ایک جماعت نے (سوائے ابوداؤد کے) طلحہ بن مصرف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے عرض کی: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کی: "آپ نے لوگوں کو کیسے لکھوایا۔ انہیں حکم دیا مگر وصیت نہ کی۔ آپ نے فرمایا: "آپ نے کتاب الٰہی کے مطابق وصیت کی تھی۔" ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا آخری کلام یہ تھا۔ "نماز اور غلاموں سے حسن سلوک۔" اسی سے آپ کے نفس میں غرغرہ پیدا ہوگیا۔

❀❀❀

اٹھارھواں باب

آپ کا خدشہ کہ کہیں آپ کی قبر انور کو مسجد نہ بنا لیا جائے

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ اپنے چہرۂ انور پر چادر پھینک دیتے تھے، پھر اسے چہرۂ انور سے ہٹا لیتے تھے۔ آپ اس کیفیت میں تھے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء (کرام) کی قبور کو مساجد بنا لیا۔" حضرت ام المومنین نے فرمایا: "آپ نے اس طرح کے عمل سے محتاط رہنے کا حکم دیا جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبور کو مساجد بنا لیا۔"

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر یوں نہ ہوتا تو آپ کی قبر انور کو واضح کر دیا جاتا۔" آپ کو خدشہ تھا کہ آپ کی قبر انور کو مسجد نہ بنا لیا جائے۔" طیالسی، امام احمد نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کرام کو میرے پاس بلاؤ۔" وہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مٹیالے رنگ کی چادر مبارک اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنا لیا تھا۔"

ابن ابی شیبہ، حارث اور ابو یعلیٰ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر

ہوتے ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ بیمار تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ آرام فرما تھے۔ آپ نے اپنا چہرۂ انور عدنی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: "رب تعالیٰ یہود پر لعنت کرے وہ بکری کی چربی کو حرام کرتے تھے اور اس کی قیمت کھا جاتے تھے۔" حارث نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے بٹھاؤ۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینۂ اقدس تک بٹھایا۔

✿✿✿

انیسواں باب

آپ کا آخری کلام

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب آپ کی علالت میں اضافہ ہوا اور درد نے آپ کو ڈھانپ لیا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: "ہائے میرے والد گرامی کا درد!" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد تمہارے والد گرامی کو کوئی درد نہ ہوگا۔" یہ امام احمد کی روایت ہے۔ ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: "تمہارے والد گرامی کے وصال کا وقت آ گیا ہے جس سے رب تعالیٰ کسی کو نجات دلانے والا نہیں تاکہ روزِ حشر کے وعدہ کو پورا کرے۔"

ابن سعد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سنا کرتی تھی کہ کسی نبی کا وصال نہیں ہوتا مگر اسے دنیا اور آخرت کے مابین اختیار دیا جاتا ہے۔ مرضِ وصال میں آپ کا گلا بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے:

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ (النساء:٦٩)

ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں ان کے ساتھی۔

میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔"

امام احمد، ابن سعد، شیخان اور بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ بیمار ہو جاتے تھے تو حضرت جبرائیل امین آپ کو دم کرتے تھے۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے دم کرتے تھے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی شفاء لا یغادر سقما۔

جب آپ کی مرض نے شدت اختیار کی تو میں نے آپ کا دستِ کرم تھاما۔ میں اسے چھونے لگی اور دم کرنے لگی۔

آپ نے میرے ہاتھ سے اپنا دستِ اقدس چھین لیا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ ہاتھ مجھ سے اٹھالو یہ مجھے کبھی فائدہ دیتا تھا۔" حاکم نے روایت کیا ہے کہ آپ کی زبانِ اقدس سے آخری کلمات یہ نکلے تھے "جلال ربی الرفیع۔"

نسائی اور حارث بن ابی اسامہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آپ میری گود میں تھے میں آپ کو چھونے لگی اور ان کلمات کے ساتھ آپ کے لیے شفاء کی دعا کرنے لگی: "اذھب الباس رب الناس۔" آپ کو افاقہ ہوا۔ اپنا دست اقدس میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں تو رب تعالیٰ سے حضرات جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ الرفیق الاعلیٰ الاسعد کا سوال کرتا ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ آئے۔ انہوں نے پوچھا: "امیر المومنین! حضور اکرم ﷺ نے آخری گفتگو کیا فرمائی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔" انہوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "نماز نماز!" حضرت کعب نے فرمایا: "انبیائے کرام کی آخری گفتگو اسی طرح ہوتی ہے۔" بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے حجرۂ مقدسہ کا پردہ اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے پٹی باندھی ہوئی تھی۔ یہ آپ کے مرض وصال کی بات ہے۔ آپ نے کہا: "مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔" پھر فرمایا: "مبشرات النبوۃ میں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔ جنہیں پاکباز بندہ دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔"

امام احمد نے دو اسناد سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کا آخری کلام یہ تھا: "اہلِ حجاز کے یہودیوں اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ جان لو لوگوں میں سے شریر افراد وہ ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنالیا تھا۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا برتن تھا۔ جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے ہاتھ پانی میں داخل کرتے۔ اسے اپنے چہرۂ انور پر پھیر لیتے پھر فرماتے: "لا الٰہ الا اللہ۔" بلاشبہ موت کے لیے سکرات (سختیاں) ہیں، پھر دایاں دست اقدس بلند فرما دیتے اور فرماتے: "الرفیق الاعلیٰ" حتیٰ کہ آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کرگئی۔ آپ کا ہاتھ پانی میں مائل ہوگیا۔

ابن سعد اور بیہقی نے روایت کیا ہے امام ذہبی نے اسے صحیح لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے وصال سے تین روز قبل فرمایا تھا" رب تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھو۔" امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ پر نزع کی کیفیت دیکھی۔ آپ کے پاس پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ پیالے میں اپنا دستِ اقدس ڈالتے پھر چہرۂ

انور پر مل لیتے۔ یہ عرض کرتے: "مولا! سکرات الموت پر میری مدد فرما۔"

امام احمد نے اس سند سے روایت کیا ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس سے مجھ پر وصال آسان ہو گیا ہے کہ میں نے جنت میں عائشہ کے ہاتھ کی سفیدی دیکھی ہے۔" ابن سعد نے اسے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے یہ آپ کی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی علامت ہے۔

❁❁❁

بیسواں باب

آخری نماز جو آپ نے صحابہ کرام کو پڑھائی

امام بخاری اور امام بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے سر اقدس کو پٹی سے باندھا ہوا تھا۔ آپ کا مرضِ وصال تھا۔ آپ نے ایک کپڑا لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے ہمیں نمازِ مغرب پڑھائی۔ اس میں سورۃ المرسلات تلاوت کی۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی، حتیٰ کہ آپ نے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی یعنی اس کے بعد صحابہ کرام کو نماز نہ پڑھائی۔

امام بیہقی نے دو اسناد سے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وہ آخری نماز جسے آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ پڑھا تھا وہ ایک چادر میں تھی۔ جس کی طرفوں کو آپ نے لٹکا رکھا تھا۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "میرے لیے اسامہ بن زید کو بلاؤ اپنی کمر ان کے سینے کے ساتھ لگا دی۔ یہ آپ کی آخری نماز تھی جو آپ نے پڑھائی تھی۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ وہ نماز جسے آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھا تھا۔ وہ سوموار کے روز نماز صبح تھی۔ اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ آخری نماز تھی جو آپ نے پڑھی تھی، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے سوموار کے روز بوقتِ چاشت وصال فرمایا تھا۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عقبہ اور عروہ نے ان کی اتباع کی ہے۔ یہ ضعیف قول ہے بلکہ یہ آخری نماز تھی جو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی، پھر یہ درست نہیں کہ یہ یوم وصال کے پیر کے روز کی نماز صبح ہو۔ کیونکہ وہ نماز آپ نے جماعت کے ساتھ نہ پڑھی تھی۔ بلکہ ضعف کی وجہ سے اسے گھر میں ہی ادا کیا تھا۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو آپ کی تاریخ وصال کے بارے میں ہے یہ واضح دلیل ہے کہ آپ نے پیر کے روز نماز صبح صحابہ کرام کے ساتھ ادا نہ کی تھی۔ بلکہ آپ اس روز ان کی طرف نہ نکلے تھے۔ اسی طرح آخری نماز جو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ ادا کی تھی وہ نماز ظہر تھی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ واضح روایت مروی ہے یہ سیدنا ابوبکر کی نماز

کے بارے میں ہے یہ جمعرات کا دن تھا۔ ہفتہ کا روز نہ تھا نہ ہی اتوار کا دن تھا جیسے امام بیہقی نے مغازی ابن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے، جیسے کہ ہم نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ آپ جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار کے روز ان سے منقطع نہ ہوئے تھے۔ یہ تینوں ایام مکمل تھے۔"

❁❁❁

اکیسواں باب

وصال سے قبل مسواک کا استعمال

شیخان نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے جو مجھ پر انعام فرمایا تھا وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال میرے حجرہ مقدسہ میں ہوا تھا۔ آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے اور میرے تھوک مبارک کو جمع کر دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی یا سبز شاخ تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ میں نے دیکھا آپ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں جان گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرما رہے تھے میں نے عرض کی: "کیا میں آپ کو مسواک پیش کروں؟" آپ نے سر اقدس کا اشارہ کیا: "ہاں! میں نے اسے توڑا اسے چبایا اور اسے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے خوبصورت انداز سے مسواک کی جیسے کہ آپ کرتے تھے۔"

محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں سر اقدس بلند کیا۔ میں نے اسے پکڑا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ حضرت اسامہ بن زید آئے اور ان کے ہاتھ میں اراک کی تر مسواک تھی۔ آپ نے اسے دیکھ لیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ نے مسواک کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اسے پکڑا اسے اپنے منہ میں چبایا۔ میں نے آپ کو مسواک پیش کر دیا۔ آپ نے اسے پکڑا منہ مبارک کے قریب لے گئے۔ ہاتھ پر لرزہ طاری ہوا۔ مسواک ہاتھ سے گر پڑی۔"

حارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی شیبہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کا سر اقدس میرے سینے پر تھا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت دیکھی تو اس کے بعد کسی کی موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔" ابن سعد نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں آپ پر نزع کے عالم کی شدت دیکھ کر مومن کی موت کی شدت پر رشک کرتی تھی۔"

تنبیہ

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مسواک والی روایت میں از روئے فقہ نظافت و پاکیزگی کا درس ملتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جسے شہادت یا موت کا خدشہ ہو اس کے لیے زیر ناف بال صاف کرنا مستحب ہے، کیونکہ وہ بارگاہِ ربوبیت میں جانے لگا ہے، جیسے نمازی رب تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ نظافت دونوں امور کے لیے ضروری ہے۔

❁❁❁

بائیسواں باب

اپنے نفس پاک کو عتاب

ابن سعد نے حضرت ابوالحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ رب تعالیٰ سے عاقبت کا سوال کرتے جب مرضِ وصال آیا تو آپ نے شفاء کے لیے دعا نہ کی آپ یوں فرمانے لگے: ''اے نفس! تجھے کیا ہے۔ تجھے پوری طرح پناہ مل جائے گی۔''

❁❁❁

تیئیسواں باب

روایت ہے کہ آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا گیا آپ نے جنت میں اپنا مقامِ رفیع دیکھا، پھر آپ کی طرف روح کو لوٹا دیا گیا پھر آپ کو اختیار دے دیا گیا

امام احمد، شیخان، ابن سعد، الطبرانی اور ابونعیم نے صحیح سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''آپ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے: ''ہر نبی کی روح مبارک کو قبض کر لیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتا ہے پھر اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔'' مجھے یہ حدیث پاک یاد تھی۔ میں نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ لمحہ بھر کے لیے آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ آپ کی گردن مبارک جھک گئی۔ میں نے کہا: ''آپ کا وصال ہو چکا ہے۔'' میں اسے پہچان گئی جو آپ نے فرمایا تھا، پھر آپ کو افاقہ ہوا۔ آپ نے حجرہ مقدسہ کی چھت کی طرف دیکھا۔ نظر کرم بلند فرمائی۔ فرمایا: ''بخدا! پھر تو میں رفیق اعلیٰ کو ہی اختیار کروں گا۔ حضرات جبرائیل، میکائیل

اور اسرافیل کے ساتھ، انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے ان کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔" میں جان گئی کہ آپ نے ہمیں جو حدیث پاک بیان کی تھی وہ صحیح ہے۔" الحافظ نے مغازی میں حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اسی حالت میں حضرت جبرائیل آپ پر نازل ہوئے اور آپ کو اختیار دیا۔ پہلے اس موضوع کے متعلق روایات گزر چکی ہیں۔

❁❁❁

چوبیسواں باب

حضرت جبرائیل امین کا آپ کی خدمت میں آنا، فرشتۂ اجل کا اذن طلب کرنا، آسمانِ دنیا کے فرشتے حضرت اسماعیل کو دیکھنا، روح مبارک کو قبض کرنا، اس کے باہر نکلنے کی کیفیت اور ان کپڑوں کی صفت جن میں روح قبض کی گئی تھی

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے مفصل روایت کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی سند میں، الطبرانی نے ابوالحسین سے مرسل روایت کیا ہے، محمد بن یحییٰ اور بقی بن مخلد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تین روز قبل حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم یا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم رب تعالیٰ نے آپ کی عزت وتوقیر، فضیلت اور خصوصیت کے لیے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ سے پوچھے کہ آپ کیسے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔

ابن جوزی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ "حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے؟" آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں۔ یا جبرائیل! میں خود کو مکروب پاتا ہوں۔" دوسرے روز حضرت جبرائیل دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ یہ آپ کی عزت وفضیلت اور خصوصیت ہے۔ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے متعلق آپ سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ خود کو کیسے پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں خود کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں خود کو مکروب (درد والا) پاتا ہوں۔"

تیسرے روز حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ساتھ فرشتۂ اجل بھی تھا۔ ان کے ہمراہ ایک اور فرشتہ بھی تھا، جو ہوا کو پرسکون کرتا تھا۔ وہ نہ تو کبھی آسمان کی طرف چڑھا تھا نہ ہی زمین کی طرف اترا تھا۔ اسے اسماعیل کہا

جاتا تھا۔ وہ ستر ہزار فرشتوں پر تھا۔ ان میں سے ہر ہر فرشتہ ستر ستر ہزار فرشتوں پر مقرر تھا۔ حضرت جبرائیل ان سے قبل حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ نے مجھے آپ کی عزت و توقیر اور فضیلت کی وجہ سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے؟ حالانکہ وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابن جوزی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیج رہا ہے۔ وہ پوچھ رہا ہے کہ آپ خود کو کیسے پاتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "جبرائیل! میں اپنے آپ کو مغموم پاتا ہوں۔ جبرائیل! میں اپنے آپ کو مکروب پاتا ہوں۔"

امام بیہقی نے حضرت ابو الحویرث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا جبرائیل امین نے آپ سے عرض کی: "رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے" اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو شفاء دے دیتا ہوں۔ آپ کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کا وصال کراتا ہوں اور آپ (کی امت) کی مغفرت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "یہ میرے رب تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ مجھ سے جو چاہے کرے۔" پھر فرشتہ اجل نے دروازے پر اذن طلب کیا۔ سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ملک الموت ہیں جو آپ سے اذن طلب کر رہے ہیں آپ سے قبل انہوں نے کسی سے اذن طلب نہیں کیا نہ ہی آپ کے بعد کسی سے اذن طلب کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "اسے اذن دے دو۔" انہوں نے انہیں اذن دے دیا۔

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ اجل نے نہ تو آپ سے قبل کسی گھرانہ والوں پر سلام بھیجا نہ آپ کے بعد بھیجے گا۔" وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو آپ کی روح قبض کر لیتا ہوں اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اے فرشتہ اجل جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔" انہوں نے عرض کی: "ٹھیک ہے مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر اس حکم پر عمل کروں جو آپ مجھے دیں۔" سیدنا جبرائیل نے عرض کی: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ آپ سے ملاقات کرنے کا مشتاق ہے۔" آپ نے فرمایا: "اے فرشتہ اجل! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو۔" سیدنا جبرائیل امین نے عرض کی: "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" اب یہ میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔"

ابن جوزی نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "اب میرا زمین پر آنا آخری بار تھا۔ میں آپ کے بعد کسی مرنے والے سے اذن طلب نہ کروں گا۔ نہ ہی آپ کے بعد کبھی زمین پر اتروں گا۔" آپ نے سکرات الموت کو پالیا۔" امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء

میں کہ آپ کا سر اقدس میرے کندھے پر تھا آپ کا سر اقدس میرے سر کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید آپ کو میرے سر سے کوئی ضرورت ہے۔ میں نے آپ کے منہ مبارک سے ٹھنڈا ذرہ نکالا۔ وہ میرے سینے پر گر پڑا۔ میری جلد لرز اٹھی۔ میں نے گمان کیا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے کپڑے سے آپ کو ڈھانپ دیا۔

الطبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس کو بڑھانے لگے۔ فرمایا: "جبرائیل! وہ اسی کو قبض کرتا ہے وہ اسی کو پھیلاتا ہے۔" ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ کچھ دیر تک آپ پر بے ہوشی طاری رہی پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔ آپ نے نگاہ پاک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔"

حضرت ابوالحویرث نے امام بیہقی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔ جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے وہ کچھ سنا جو میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ آپ فرما رہے تھے" جبرائیل! میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ عرض کر رہے تھے: "لبیک لبیک لبیک!" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا: "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیک وسلم! زمین پر یہ میرا آنا آخری بار تھا۔ دنیا میں میرا مدعا آپ ہی تھے۔" ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کا وصال ہو گیا تو فرشتۂ اجل روتا ہوا آسمان کی طرف چلا گیا۔ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے آسمان سے صدا سنی جس میں کہا گیا تھا "وا محمدؐاہ"۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ کا درد شدید ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج دیا۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ ہر ہر ام المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے گھر پیغام بھیج دیا۔ وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کا سر اقدس حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر تھا۔"

علامہ بلاذری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک دن آپ کی زیارت کی۔ آپ کا چہرۂ انور سرخ تھا۔ جبین اطہر سے پسینے کے قطرات گر رہے تھے۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالم نزع میں نہ دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے اٹھاؤ۔" میں نے آپ کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا۔ آپ کا سر اقدس پھر گیا۔ میں نے ہاتھ اٹھایا۔ اس سے ایک ٹھنڈا قطرہ میرے سینے پر گرا، پھر آپ بستر پر آ گئے۔ ہم نے آپ کو چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ آپ کا وصال ہو چکا تھا۔"

امام احمد، بزار اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ان سے ہی روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی روح مبارک نکلی تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی اچھی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی۔" ابویعلیٰ اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "پھر آپ نے میری طرف چہرۂ انور کیا۔ جب آپ کا منہ مبارک میرے سینے کے سامنے تھا تو اس سے ایک ٹھنڈا ذرہ گرا۔ جس سے میری جلد لرز اٹھی۔ میرے چہرے پر سے مشک کی

خوشبو اٹھی۔ آپ کا سر اقدس مائل ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے آپ کو پکڑا۔ آپ کو بستر پر لٹا دیا اور چہرۂ انور ڈھانپ دیا۔"

امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینۂ اقدس پر رکھا۔ اسی روز آپ کا وصال ہوا تھا۔ اب پوری مدت گزر چکی ہے۔ میں کھاتی ہوں۔ وضو کرتی ہوں لیکن میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہیں گئی۔" علامہ بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کی روح مبارک قبض ہو گئی تو آپ کو کپڑے سے لپیٹ دیا گیا۔ ہم آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ہم رو رہے تھے۔ ایک آنے والا آیا اس کی آہٹ تو ہم سن رہے تھے اس کا وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "السلام علیکم یا اھل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔" بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ (آلِ عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کا ذائقہ اور پوری مل کر رہے گی تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ ہر جانے والے کا جانشین مقرر فرماتا ہے، ہر مصیبت سے صبر وہی عطا فرماتا ہے۔ ہر جانے والی چیز کا بدل وہی عطا کرتا ہے۔ تم رب تعالیٰ پر ہی اعتماد رکھو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔" ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: "تمہاری نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی مصیبت پر ہے۔ مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم کر دیا جائے۔"

بلاذری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "ہمارا گمان تھا وہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وہ ہمارے ساتھ تعزیت کرنے آئے تھے۔" امام شعبی نے حضرت بقی بن مخلد سے اور مدائنی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تم سے تعزیت کرنے آئے تھے۔" امام بخاری، الطبرانی اور ابن سعد نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے کہا: "اے میرے والد گرامی آپ نے رب تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہہ دیا۔" والد گرامی! جنت الفردوس کو اپنا مقام بنا لیا۔ حضرت جبرائیل امین نے آپ کے وصال کی خبر دی، والد گرامی! آپ اپنے رب تعالیٰ کے کتنے قریب ہیں۔" امام احمد اور شیخین نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے ایک تہہ شدہ چادر اور موٹا ازار بند نکالا۔ فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔" امام احمد اور بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ میرے سینے پر تھے۔ اس روز میری باری تھی۔ میں نے اس میں کسی پر ظلم نہ کیا تھا۔ یہ میرا بھولا پن اور نوعمری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا آپ میرے حجرے میں تھے۔ میں نے آپ کا سر اقدس تکیہ پر رکھا اور اٹھ کر خواتین کے ساتھ رونے لگی۔

بزار اور ابن ضحاک نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے مرضِ وصال میں آپ کو دیکھا۔ آپ کے چہرۂ انور اور طلعتِ زیبا پر پسینے کے قطرات تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''مجھے بٹھاؤ۔ میں نے آپ کو اپنی طرف بٹھایا۔ میرا ہاتھ آپ کو لگا۔ آپ نے سر اقدس پھیرا۔ میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ میرا خیال تھا کہ آپ نے میرے سر سے کسی چیز کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کے منہ مبارک سے ایک ٹھنڈا ذرہ میرے سینے پر گر پڑا۔ آپ جھک گئے۔ آپ بستر پر آ گئے۔ میں نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ میں نے اس سے قبل کسی کو عالم نزع میں نہ دیکھا تھا۔''

تنبیہات

۱- ''رب تعالیٰ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے اس نے آپ کے ساتھ ملاقات کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔ آپ کو دنیا سے آخرت کی طرف لے کر جا رہا ہے تا کہ آپ کے قرب اور عزت و کرامت میں اضافہ ہو جائے۔

۲- امام بیہقی اور ابونعیم نے واقدی کی سند سے ان کے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کو آپ کے وصال کے متعلق شک گزرا۔ بعض نے کہا: ''آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا: ''آپ کا وصال نہیں ہوا۔'' حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کے مبارک شانوں کے مابین ہاتھ رکھا۔ انہوں نے فرمایا: ''مبارک شانوں کے مابین سے مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا ہے۔'' اسی سے آپ کے وصال کی پہچان ہو گئی۔''

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ واقدی ضعیف ہیں۔ ان کے شیوخ کے نام نہیں لیے گئے۔ یہ ہر حالت کے اعتبار سے منقطع روایت ہے۔ یہ صحیح روایت کے مخالف ہے۔ اس میں شدید غرابت ہے۔'' میں کہتا ہوں ''الزھر'' میں ہے کہ امام حاکم نے اسے تاریخ نیشاپور میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ میں نے تاریخ منگوائی تا کہ اس کی سند دیکھوں۔ میں نے اس کی کئی جلدیں دیکھیں۔ میں نے وہاں مطالعہ کیا۔ میں نے وہاں یہ نہ دیکھا۔ ان کے حالات تحریر کیے جائیں۔ اس کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔''

۳- سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے یہ مشہور ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد زمین پر نہیں آئے۔ شیخ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس چیز کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کے بطلان کی دلیل وہ روایت ہے۔ جیسے امام الطبرانی نے حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا جنبی سو سکتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس حالت میں اس کا سونا پسند نہیں حتیٰ کہ وہ وضو کر لے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ مر جائے گا اور جبرائیل امین اس کی تیاری نہ کریں گے۔'' اسی طرح نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں اور الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دجال مکہ مکرمہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں ایک عظیم مخلوق ہو گی۔ وہ اس سے پوچھے گا تم کون ہو؟'' وہ کہے گا: ''میں میکائیل ہوں مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے بھیجا

ہے تاکہ میں دجال کو اس کے حرم سے روکوں۔'' وہ مدینہ طیبہ کے پاس سے گزرے گا۔ وہاں بھی ایک عظیم مخلوق ہوگی۔ وہ اس سے پوچھے گا۔'' تو کون ہے؟'' وہ کہے گا:'' میں جبرائیل ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ تجھے اس کے حرم سے روکوں۔'' ضحاک نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ (القدر:۴)

ترجمہ: اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

اس جگہ روح سے مراد سیدنا جبرائیل امین ہیں۔ وہ شب قدر کو فرشتوں کے ہمراہ نیچے اترتے ہیں اور ہر سال مسلمانوں کو سلام بھیجتے ہیں۔''

❁❁❁

پچیسواں باب

اہلِ کتاب کا آپ کے وصال کے بارے بتا دینا

امام بخاری نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:'' میں یمن میں تھا میں اہلِ یمن میں سے دو افراد سے ملا۔ ایک کا نام ذوکناع اور دوسرے کا نام ذوعمرو تھا۔ میں ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ انہوں نے مجھے کہا:'' اگر تم سچے ہو تو تمہارے صاحب کا وصال ہوئے تین روز گزر چکے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آئے۔ جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو مدینہ طیبہ کی طرف سے ایک کارواں گیا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے ہیں لوگ پاکباز ہیں۔'' انہوں نے مجھے کہا:'' اپنے صاحب کو بتاؤ کہ ہم آگئے ہیں۔ شاید ہم واپس چلے جائیں۔''

وہ یمن آگئے۔ میں نے ان کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ انہوں نے فرمایا:'' تم انہیں میرے پاس کیوں نہ لے کر آئے۔'' بعد میں مجھے ذوعمرو نے کہا:'' جریر! تم میرے ہاں بڑے معزز ہو۔ میں تمہیں ایک بات بتانے لگا ہوں۔ اے گروہِ عرب! تم بھلائی پر رہو گے۔ جب تم میں سے کوئی ایک امیر وصال کر جائے تو تم دوسرا امیر بنا لینا لیکن جب معاملہ تلوار کے ساتھ طے ہوگا تو وہ بادشاہ ہوں گے۔ وہ بادشاہوں کی طرح ناراض اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے۔''

امام بیہقی نے ایک اور سند سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:'' مجھے یمن میں ایک عالم ملا۔ اس نے مجھے کہا:'' اگر تمہارے صاحب نبی ہیں تو سوموار کو ان کا وصال ہو گیا ہے۔'' حضرت کعب بن عدی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:'' میں اہل حیرہ کے ایک وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم نے

اسلام قبول کر لیا، پھر حیرہ چلے گئے۔ ہمیں جلد ہی آپ کے وصال کی خبر مل گئی۔ میرے ساتھی مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کا وصال نہ ہوتا۔" میں نے کہا: "آپ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام بھی تو وصال کر چکے ہیں۔" میں اسلام پر ثابت قدم رہا۔ میں مدینہ طیبہ کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔ میں ایک راہب کے پاس سے گزرا۔ ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔ میں نے اسے یہ بتایا۔ اس نے ایک کتاب نکالی۔ اسے غور سے پڑھا۔ وہاں آپ کا مبارک سراپا اسی طرح تحریر تھا جیسے میں نے آپ کی زیارت کی تھی۔ اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ کا وصال اس وقت ہوگا۔ یہ وہی وقت تھا جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ میرے ایمان کی بصیرت میں اضافہ ہو گیا۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں یہ واقعہ بتایا۔ میں ان کے پاس ہی قیام پذیر رہا۔ انہوں نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا۔ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بھیجا۔ میں ان کا خط لے کر اس کے پاس گیا۔ اس وقت جنگ یرموک رونما ہوئی تھی۔ مجھے اس کے متعلق علم نہ تھا۔ اس نے مجھے کہا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہل روم نے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔ انہیں شکست سے دو چار کر دیا ہے۔" میں نے کہا: "ہرگز نہیں۔" اس نے کہا: "کیوں؟" میں نے کہا: "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دین اسلام کو سارے ادیان پر غلبہ دے دے گا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" اس نے کہا: "بخدا! تمہارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ بخدا! رومی عاد کی مانند قتل ہوئے ہیں۔" پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں کے متعلق پوچھا۔ میں نے اسے بتایا۔ عمرو نے ان کی طرف تحفے بھیجے اس نے حضرات علی المرتضیٰ، عبدالرحمٰن، زبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے لیے تحائف بھیجے۔ حضرت کعب نے فرمایا: "میں زمانہ جاہلیت میں کاروبار میں یمن میں عمرو کا شریک تھا۔ جب رجسٹر میں حصے مقرر کیے گئے تو انہوں نے بنو عدی بن کعب میں میرا حصہ مقرر کیا۔

ابن سعد محمد بن عمرو اسلمی سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عمان کے عامل (گورنر) تھے ایک یہودی ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "کیا میں تم سے کوئی سوال کروں تو تم مجھے کچھ کہو گے تو نہیں؟" انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" اس نے کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں ہمارے پاس کس نے بھیجا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "واللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔" یہودی: "کیا تم جانتے ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔" حضرت عمرو: "بخدا! ہاں!" یہودی: "اگر وہ سچ ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو تو آج ان کا وصال ہو گیا ہے۔" پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ تک آپ کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔"

ابن سعد اور ابو نعیم نے حارث بن عبداللہ الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم، سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا۔ اگر مجھے گمان ہوتا کہ آپ کا وصال ہو جائے گا تو میں آپ سے جدا نہ ہوتا۔ میرے پاس یہودیت کا ایک عالم آیا۔ اس نے مجھے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔" میں نے پوچھا: "کب؟" اس نے کہا: "آج" اگر میرے پاس اسلحہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔" کچھ مدت بعد ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے میرے پاس مکتوب آ گیا۔ میں نے

اس عالم کو بلایا۔میں نے پوچھا:"تجھے یہ کیسے معلوم ہوا؟"اس نے کہا:"وہ نبی (اکرم ﷺ) ہیں۔ہم ان کا ذکر خیر اپنی کتاب میں پاتے ہیں کہ فلاں فلاں روز ان کا وصال ہو جائے گا۔"میں نے پوچھا:"آپ کے بعد حالات کیسے رہیں گے؟"اس نے کہا:"پینتیس سال تمہارے کجاوے محوگردش رہیں گے۔"ایک دن کا بھی اضافہ نہ ہوا۔"

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے عازم سفر ہوا۔میں ذوقربات حمیری سے ملا۔اس نے مجھے پوچھا:"کہاں کا ارادہ ہے؟"میں نے اسے بتایا تو اس نے کہا:"اگر وہ سچے نبی ہیں تو ان کا وصال ہو گیا ہے۔"میں عازم سفر ہوا۔مجھے ایک شہہ سوار ملا۔اس نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔"

ابن عساکر نے ابوذویب خویلد سے روایت کیا ہے یا راوی ابن حارث ھذلی ہیں۔انہوں نے فرمایا:"ہمیں خبر ملی کہ حضور اکرم ﷺ بیمار ہیں۔میں غمزدہ ہو گیا۔میں نے طویل رات بسر کی۔نہ اس کی ظلمت دور ہوتی تھی نہ اس کا نور ظاہر ہوتا تھا۔میں اس کی طوالت کا اندازہ لگانے لگا۔جب سحری کا وقت قریب ہوا تو میں سوگیا۔مجھے ہاتف کی آواز سنائی دی۔وہ کہہ رہا تھا:

خطب اجل اناخ بالاسلام بين النخيل و مقعد الآطام
قبض النبى محمد فعيوننا تذرى الدموع عليه بالستحام

ترجمہ: کھجوروں اور ٹیلوں کے مابین اسلام پر بہت بڑی آفت آئی ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے ہماری آنکھیں لگاتار آپ پر آنسو بہارہی ہیں۔

میں گھبرا کر اٹھا۔میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔میں نے صرف سعد الذابح کو دیکھا۔میں نے اسی سے اسی ذبح کی فال کی جو عرب میں واقع ہوتا ہے۔میں نے جان لیا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔آپ کا وصال اس بیماری کی وجہ سے ہوا تھا۔میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوا۔میں عازم سفر ہوا۔وقت صبح میں نے کوئی چیز تلاش کی جس سے میں اسے ڈانٹ سکوں۔میرے سامنے سیہی آئی۔اس نے سانپ پر غلبہ پا رکھا تھا۔وہ اس پر لپٹا ہوا تھا۔سیہی اسے کاٹ رہی تھی حتیٰ کہ اس نے اسے کھالیا۔میں نے اسی سے فال لی۔میں نے کہا:"سیہی ایک اہم جانور ہے سانپ کا اس پر لپٹنا۔میں نے اسے یہ فال لی کہ آپ کے بعد کچھ لوگ حق سے مڑ جائیں گے اور کچھ لوگ اسی پر قائم رہیں گے۔اسی کے بعد سیہی کا سانپ کھالینا۔میں نے اس سے یہ فال لی کہ آپ کے بعد حق پر قائم رہنے والے دوسروں پر غلبہ پالیں گے۔میں نے اونٹنی کو چلایا جب ہم غابہ پہنچے تو میں نے پرندے سے فال لی۔اس نے مجھے آپ کے وصال کی خبر دی،پھر رستے میں کوا بولا۔اس نے بھی مجھے آپ کے وصال کی خبر دی۔راستے میں مجھے جن امور کا سامنا کرنا پڑا تھا۔میں نے ان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔میں مدینہ طیبہ پہنچا تو اہلِ مدینہ کے رونے کی اسی طرح آواز آرہی تھی جیسے حاجی احرام باندھ کر تلبیہ کہتے ہیں۔میں نے پوچھا:"کیا وجہ ہے؟"انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔"میں مسجد نبوی آیا۔میں نے اسے خالی پایا۔میں آپ کے حجرہ مقدسہ میں

آیا تو وہاں صحابہ کرام کا اژدہام تھا۔" آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اہل بیت آپ کے ساتھ تھے۔

❁❁❁

چھبیسواں باب

میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب رب تعالیٰ کسی امت کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ وہ اسے اس کا پیش رو بنا دیتا ہے۔ جب وہ کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ وہ اس کی امت کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ان کی ہلاکت سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے اس نبی کو ستایا ہوتا ہے۔ اس کے حکم کی نافرمانی کی ہوتی ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بھی آپ کی امت کے لیے بہتر تھا، کیونکہ اگر اسے آپ سے قبل قبض کر لیا جاتا تو ان کے اعمال منقطع ہو جاتے۔ جب رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو ان کی بقاء کے ساتھ ان کی بھلائی کو برقرار رکھا وہ ان عبادات اور حسن معاملات کی حفاظت کرتے رہے جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ وہ نسل بعد نسل اور اولاد بعد اولاد اس پر عمل پیرا ہوتے رہے۔"

ابن سعد، اسماعیل القاضی نے ثقہ راویوں سے حضرت بکر بن عبداللہ المازنی سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حیاتی خیر لکم و وفاتی خیر لکم۔" میری حیات طیبہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم گفتگو کرتے ہو تمہارے لیے گفتگو کر دی جاتی ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر میں بھلائی دیکھوں گا تو میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا۔ اگر میں برائی دیکھوں گا تو میں تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔" شیخ نے اپنے "فتاویٰ" میں لکھا ہے کہ آپ کا فرمان "خیراً" فعل تفضیل نہیں ہے۔ "خیر" کے لفظ کے دو استعمال ہیں۔

۱۔ اس سے تفضیل کے معانی مراد ہوں۔ افضلیت مراد نہ ہو۔ اس کی ضد شر ہے۔ یہ کلمہ اپنی اصل پر باقی ہے اس میں سے کچھ بھی حذف نہیں کیا گیا۔

۲۔ یہ افضلیت کے معنی میں ہو۔ اس کا حصہ "ومنٍ" ہوتا ہے۔ اس کی اصل "اخیر" ہے ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل شر ہے جس کی اصل اشر ہے الصحاح میں ہے کہ خیر شر کی ضد ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

فما کنانۃ فی خیر بخائرۃ　　　　ولا کنانۃُ فی شر باشرار

اس کی تانیث خیرۃ ہے اس کی جمع خیرات آتی ہے یعنی وہ خواتین جو ہر اعتبار سے افضل ہوں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:

فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ (الرحمٰن:۷۰)

ترجمہ: ان میں اچھی صورت والیاں اچھی سیرت والیاں ہوں گی۔

أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز (التوبۃ:۸۸)

ترجمہ: اور انہی لوگوں کے لیے ساری بھلائیاں ہیں۔

اس سے انہوں نے افعل کا معنی مراد نہیں لیا۔ اگر تم تفضیل کا معنی مراد لو تو تم کہو "فلانۃ خیر الناس" تم خیرہ نہ کہو "فلان خیر الناس" تم اخیر نہ کہو۔ اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا، کیونکہ یہ افعل کے معنی میں ہے۔

الراغب نے مفردات القرآن میں لکھا ہے۔ خیر اور شر دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ یہ دونوں اسم ہوں جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آل عمران:۱۰۴)

ترجمہ: ضرور ہونی چاہیے تم میں سے ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف۔

۲۔ یہ دونوں وصف ہوں۔ اس میں وہ ہی مقدر ہو جو افعل میں مقدر ہوتا ہے جیسے "هذا خير من ذاك و افضل"

جیسے ارشادِ ربانی ہے:

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرۃ:۱۰۶)

ترجمہ: تو لاتے ہیں بہتر اس سے۔

یا اسم اور وصف دونوں کا احتمال ہو جیسے ارشادِ ربانی ہے:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرۃ:۱۸۴)

ترجمہ: اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لیے۔

ابو حیان نے "البحر" میں لکھا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط (البقرۃ:۱۰۳)

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار رہتے تو ثواب اللہ کے ہاں بہت اچھا ہوتا ہے۔

یہ خیر افعل تفضیل نہیں بلکہ یہ تفضیل کے لیے ہے افضلیت کے لیے نہیں۔ جیسے رب تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خير۔ (فصلت:۴۰)

ترجمہ: تو کیا جو پھینکا جائے گا آگ میں وہ بہتر ہے۔

خير مستقر۔ (الفرقان:۲۴)

ترجمہ: بہت اچھا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فشرکما لخیرکما فداء" جب تم نے یہ جان لیا ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ حدیث پاک میں 'خیر' پہلی قسم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس سے تفضیل مراد ہے افضلیت مراد نہیں ہے۔ اس کا صلہ "من" نہیں ہے۔ یہ افعل کے معنی میں نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ اور وصال میں سے ہر ایک میں بھلائی ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ اس سے بہتر ہے یا وہ اس سے بہتر ہے۔"

❁❁❁

ستائیسواں باب

آپ کے وصال کی وجہ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت، مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی قلوب واحوال متغیر ہو گئے اور آپ کے وصال کے بارے میں کچھ اشعار

ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے وہ دروازہ کھولا جو آپ کے اور لوگوں کے مابین تھا، یا کپڑا (پردہ) اٹھایا تو لوگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے اس حسن حال پر رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ آپ نے امید کی رب تعالیٰ آپ کا جانشین اسے مقرر کر دے گا، جو اس نے انہیں دکھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! اہل ایمان یا لوگوں میں سے جسے کوئی مصیبت پہنچے۔ وہ اس مصیبت سے تسلی حاصل کرے جو مجھے پہنچی ہے میرے بعد میری امت میں سے کسی کو اتنی شدید مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جتنی سخت آزمائش کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔" ابن سعد اور ابن جوزی نے حضرت عطاء سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں جسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے تو میری اس آزمائش کو یاد کر لے یہ سارے مصائب سے بڑی ہے۔" امام بیہقی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے وصال کے بعد ہمیں جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا وہ اس سے کم ہی تھی۔ جب آپ کی مصیبت کا ذکر کر لیتے۔"

ابن سعد نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'میرے وصال کے بعد عنقریب لوگ اس مصیبت کو یاد کر کے خود کو تسلی دیا کریں گے جس کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔ لوگ کہتے: "یہ کیا ہے؟ جب آپ کا وصال ہو گیا تو لوگ ایک دوسرے سے ملتے اور وہ ایک دوسرے کو آپ کے وصال کی وجہ سے تسلی دیتے۔ رب تعالیٰ اس

شخص پر رحم کرے جس نے یہ اشعار کہے ہیں:

واصبر لکل مصیبة و تجلد ... و اعلم بان المرء غیر مخلد

ترجمہ: ہر مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھامو اور استقامت سے کام لو۔ جان لو کہ کسی انسان نے ہمیشہ نہیں رہنا۔

واصبر کما صبر الکرام فانھا ... نوب تنوب الیوم تکشف فی غد

ترجمہ: اسی طرح صبر کرو جس طرح کریم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ یہ ایک مصیبت ہے جو آج آئی ہے تو کل یہ ختم ہو جائے گی۔

و اذا اتتك مصیبة تسجی بھا ... فاذکر مصابك بالنبی محمد

ترجمہ: جب تم پر ایسی مصیبت آئے جو تم پر چھا جائے تو اپنی اس مصیبت کو یاد کرو جو تمہیں محمد عربی ﷺ کے فراق کی وجہ سے پہنچی۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

تذکرت لما فرّق الدھر بیننا ... فعزیت نفسی بالنبی محمد

ترجمہ: جب زمانے نے ہمارے مابین فراق ڈال دیا تو میں نے یاد کیا۔ میں نے نفس کو حضور اکرم ﷺ کے وصال سے تسلی دی۔

و قلت لھا ان المنایا سبیلنا ... فمن لم یمت فی یومه مات فی غد

ترجمہ: میں نے اسے کہا: موتیں ہی ہمارا رستہ ہیں، جو آج نہ مرا وہ کل مر جائے گا۔

ابن منیر نے لکھا ہے: ''جب سرورِ کائنات ﷺ کا وصال ہو گیا اور ملائکہ نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ لوگ مبہوت ہو گئے۔ اس میں ان کے احوال مختلف تھے۔ بعض مضمحل تھے بعض مختلط تھے۔ کچھ مضطرب تھے اور کچھ بیٹھ گئے تھے۔ کچھ خاموش ہو گئے تھے۔ لوگ اپنی گفتگو پر قادر نہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باآواز بلند گفتگو فرما رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا، بلکہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس وقت گئے تھے جب وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے دور گئے تھے، پھر ان کے پاس آ گئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سکتے کا عالم طاری تھا وہ بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مہر بلب ہو گئے تھے۔ وہ گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا ضبط غم سے وصال ہو گیا تھا۔''

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام نے کہا: ''آپ کی روح کو اسی طرح اٹھا لیا گیا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھا لیا گیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ میں اسی طرح تبدیلی آ گئی ہے جیسے بشر میں تبدیلی آ جاتی ہے حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابن راہویہ نے ان راویوں سے روایت کیا ہے جو امام بخاری کے راوی ہیں لیکن حضرت عکرمہ

نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ اگر ان کے مابین واسطہ حضرت عبد اللہ بن عباس ہوں تو پھر صحیح ہے۔
امام طبرانی نے اسے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی شرط پر ہے۔
الحافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے "یہ جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ موقوفاً آپ سے منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اسے عادت پر اجتہاد کیا تھا۔ ضروری نہیں کہ یہ اسی طرح واقع ہو۔" جب آپ کا وصال ہوا تو جنتیں آپ کی روح کریم کے استقبال کے لیے سج گئیں۔ جیسے اس روز مدینہ طیبہ سجا تھا جب آپ نے اس شہر خوباں کو رشک فردوس بنایا تھا۔ آپ کے ایک صحابی کے وصال فرمانے سے عرش الٰہی مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھا تھا۔ روح الارواح کی آمد آمد پر اس کی فرحت و انبساط کا عالم کیا ہوگا۔ آپ کے فراق کے درد سے جمادات پھٹ جاتی تھیں۔ اہلِ ایمان کے قلوب کا عالم کیا ہوگا۔ جب اس تنے نے آپ کو نہ پایا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو رونے اور چلانے لگا۔ حضرت حسن جب یہ روایت بیان فرماتے تو رو پڑتے تھے۔ فرماتے: "جب یہ لکڑی آپ سے محبت کرتی ہے تو تم اس امر کے زیادہ مستحق ہو کہ تم آپ سے محبت کرو۔"

فلو ذاق من طعم الفراق رضوی　　لکان من وجدہ یمید
فقد حملونی عذاب شوق　　یعجز عن حملہ الحدید

ترجمہ: اگر فراق و جدائی کا درد رضوی پہاڑ چکھ لیتا تو وہ اس دردِ ہجراں کی وجہ سے ڈگمگا جاتا انہوں نے شوق فراواں کی اذیت مجھ پر رکھ دی ہے جسے اٹھانے سے لوہا بھی عاجز ہے۔

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وقد کان یدعی لابس الصبر حازماً　　فاصبح یدعی حازما حین یجزع

ترجمہ: صبر کا لباس پہننے والے کو حازم (اختیار کرنے والا) کہا جاتا تھا۔ وقت صبح اسے حازم اس وقت کہا جانے لگا جب اس نے جزع و فزع کا اظہار کیا۔

ابو علی بن شاذان نے حضرت سالم بن عبید اشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو سب لوگوں سے زیادہ بے تاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔" ابو الحسن بلاذری نے جید سند کے ساتھ حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر آتے انہیں عشق مصطفی ﷺ نے متحیر و سرگرداں کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے: "حضور اکرم ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔"
انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو لوگ رونے لگے۔ پردہ نشین خواتین بھی چلانے لگیں۔ قریب تھا کہ گھر شور و غل کی وجہ سے گر جاتے۔" ابن عساکر نے حضرت

ابوذؤیب الہذلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا۔ وہ مدینہ طیبہ آئے تو رونے کی صدائیں اس طرح آرہی تھیں جیسے حاجی تلبیہ کہتے وقت صدا بلند کرتے ہیں۔"

ابن سعد نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی صحابی کی بصارت چلی گئی۔ ان کے دوست ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا: "مجھے ان آنکھوں کی ضرورت اس لیے تھی کیونکہ میں ان سے حضور اکرم ﷺ کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب مجھے پرواہ نہیں کہ مجھے ان کے عوض بتالہ کے ہرنوں میں سے کوئی ہرن ملے۔

امام احمد، ابویعلی نے صحیح سند کے ساتھ، ابن ابی شیبہ، بزار، الطبرانی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے انصار میں سے ایک ثقہ شخص نے کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا: "میں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔" جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو کچھ لوگوں کو وسوسے آنے لگے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہیں وسوسے آرہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے سلام کا علم بھی نہ ہو سکا۔"

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن عدی، دارقطنی نے الافراد میں عقیلی اور بیہقی نے الشعب میں اور ضیاء نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے وصال کی وجہ سے بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے تھے، حتیٰ کہ قریب تھا کہ بعض میں وسوسے پیدا ہونے لگیں۔ میں ان افراد میں سے ایک تھا۔ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس سے قبل کہ میں آپ سے اس امت مرحومہ کی نجات کے متعلق پوچھتا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جس نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کر لیا جسے میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اسے رد کر دیا تھا۔ یہ اس کے لیے نجات ہے۔"

امام احمد، امام ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور بیہقی نے اس سند سے روایت کیا ہے جسے ابن کثیر نے صحیحین کی شرط پر کہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرور سروراں ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ نما ہوئے تو شہر خوباں کی ہر چیز جگمگا اٹھی۔ جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس روز اس شہر کی ہر چیز تاریکی میں ڈوب گئی۔"

دوسری روایت میں ہے "مدینہ طیبہ پر تاریکی چھا گئی حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی اپنا ہاتھ پھیلاتا تو اسے نہ دیکھ سکتا تھا۔" دوسری روایت میں ہے "میں نے اس سے ناپسندیدہ دن کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہم آپ کی تدفین سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو عجیب پایا۔"

امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ام ایمن رونے لگیں۔ انہیں عرض کی گئی: "ام ایمن! آپ کیوں روتی ہیں، جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بہتر

ہے۔رب تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر عزتوں کا تاج سجایا ہے۔آپ کو جنت میں داخل کر دیا ہے۔آپ کو دنیاوی مشقت سے راحت عطا کی ہے۔" انہوں نے فرمایا:" بخدا! میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ جو کچھ آپ کے لیے رب تعالیٰ کے ہاں ہے وہ آپ کے لیے بہترین ہے، لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی ہے۔وہ ہر صبح وشام ہمارے پاس تر وتازہ آتی تھی۔" لوگوں نے ان کے فرمان پر تعجب کیا۔"

ابو ربیع نے اس روز یعنی پیر کے دن کے متعلق لکھا ہے کہ کتنی ہی بھلائیاں ہیں جو اس روز اہلِ زمین پر نہ کی گئیں۔

• اس میں رات کے وقت کون سی مصیبت اتری جس سے طول وعرض تنگ ہو گئے۔

و هل عدلت يومًا رزيئة هالك رزيئةَ يوم مات فيه محمد

فيا لها والله مصيبةً احرقت الا كباد وغمرت بالاسف والحزن الابناء والآباء

وزراً ثقيلا الى كاهل الايمان منه ما اباد وخطبا جليلا اودى بكل جميل او كاد

ترجمہ: کیا کبھی کسی ہلاک ہونے والے کو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جیسی مصیبت کا اس دن سامنا کرنا پڑا جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔بخدا وہ ایسی مصیبت تھی جس نے جگروں کو جلا کے رکھ دیا تھا باپ اور بیٹوں کو دکھ اور غم نے چاروں طرف گھیر لیا تھا۔یہ ایک بہت بھاری بوجھ تھا۔اس شخص کے لیے جس کا ایمان مضبوط تھا جو کچھ اس نے ہلاک کیا۔یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی جس نے ہر خوبصورت چیز کو برباد کر دیا یا قریب تھا کہ وہ ہلاک کر دی۔

ایک انصاری صحابی نے یہ شعر کہا:

فالصبر يحمد فى المصائب كلها الا عليك فانه مذموم

ترجمہ: صبر کرنا تمام مصائب میں قابل ستائش ہے سوائے آپ پر۔یہ مذموم ہے۔

اگر آپ کے بعد رب تعالیٰ اہلِ ایمان کے قلوب کو محکم نہ کرتا تو ان کی جگہ غم واندوہ ہوتا۔ابو الفتح نے کیا خوب فرمایا ہے:

فيالهٗ من خطب جُلّ على الخطوب ومصاب دمع العين كيف يصوب

ترجمہ: ہائے وہ مصیبت جو تمام مصیبتوں سے بڑی ہے اور آنکھ کے آنسوؤں کا برسنا کیسا ہے۔

ورزء عزيت له النيران ولا تعلل شروقها والغروب

ترجمہ: یہ ایسی تکلیف ہے جس کے لیے آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس کا مشرق اور مغرب اس کا کوئی مداوا نہیں کر سکتے۔

وجادت هجمة الموت فلا نجا منها هارب ولا فرار منه لمطلوب

ترجمہ: موت کا حملہ بہت سخت ہوتا ہے اس سے بھاگنے والا نجات نہیں پا سکتا اور نہ ہی کسی اور مطلوب کے لیے

فرار ممکن ہے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ رونے لگے ان کی آنکھوں سے بہت زیادہ آنسو بہے اور دل بھی غمزدہ ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی شانِ رفیع میں یوں مدح سرائی کی۔ (ابن سعد)

اجدّك ما يعنك لا تنام   كان جفونها فيها كلام

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے بانصیب کرے۔ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں گویا کہ ان کی پلکوں میں کوئی تکلیف ہے۔

بوقع مصيبة عظمت و جلّت   فدمع العين اهونه انسجام

ترجمہ: کیونکہ کوئی عظیم مصیبت واقع ہوئی ہے جو بہت بڑی ہے اور آنکھوں کے آنسوؤں کے لیے بہنا بہت آسان ہے۔

فجعنا بالنبی و كان فينا   مقدّمنا و سيدنا الامام

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہمیں اذیت دی گئی ہے۔ آپ ہمارے پیش رو تھے ہمارے سردار اور امام تھے۔

و كان قوامنا والراس فينا   فنحن اليوم ليس لنا قوام

ترجمہ: آپ ہمارے نگران تھے ہمارے رئیس تھے لیکن آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہمارا کوئی نگران نہیں ہے۔

ينوح و نشتكی ما قد لقينا   و يشكو فقده البلد الحرام

ترجمہ: ہم نوحہ کناں ہیں۔ ہم اس تکلیف کا شکوہ کرتے ہیں جو ہمیں پہنچی ہے آپ کے غائب ہونے کی شکایت تو شہر مکہ بھی کر رہا ہے۔

كان انوفنا لاقين جدعا   لفقد محمد فيها اصطلام

ترجمہ: گویا کہ ہمارے ناک عیب دار ہوگئے ہیں، کیونکہ حضور ﷺ ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں اور ان میں کٹ لگا ہوا ہے۔

لفقد اغرّ ابيض هاشمی   امام نبوة ربه الختام

ترجمہ: کیونکہ ہم سے وہ ذات پاک غائب ہوئی ہے جو سفید رنگ والے تاباں چہرے والے اور ہاشمی تھے۔ نبوت کے امام تھے اور آپ پر ہی نبوت کا اختتام ہوا۔

امين، مصطفی للخير يدعو   كضوء البدر زايله الظلام

ترجمہ: آپ امین تھے برگزیدہ تھے۔ بھلائی کی طرف دعوت دینے والے تھے بدر کامل کی اس روشنی کی طرح تھے۔ جن سے ظلمتیں دور ہوگئی ہوں۔

ساتبع هديه ما دمت حيًا طوال الدهر ما سجع الحمام

ترجمہ: جب تک میں زندہ ہوں سارا زمانہ میں آپ کی ہدایت کی اتباع کرتا رہوں گا۔ جب تک کبوتر آواز نکالتے رہیں گے۔

كأنّ الارض بعدك طار فيها فاشعلها لساكنها ضرام

ترجمہ: گویا کہ آپ کے بعد زمین میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور اس نے اپنے ساکن کو شعلہ بار کر دیا ہو۔

و فقد الوحی اذولّيت عنا وودّعنا من الله الكلام

ترجمہ: جب آپ ہم سے الوداع ہو گئے تو وحی بھی ہم سے جدا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام پاک نے بھی ہمیں الوداع کہہ دیا۔

سوی ان قد ترکت لنا سراجا تواريه القراطيس الكرام

ترجمہ: سوائے اس کے کہ آپ نے ہمارے لیے ایسا سورج چھوڑا ہے۔ جسے مبارک کاغذوں نے چھپا رکھا ہے۔

لقد ورّثنا مرآة صدق عليك به التحية والسلام

ترجمہ: آپ نے ہمیں صداقت کے آئینے کا وارث بنا دیا ہے۔ آپ پر اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو۔

من الرحمٰن فی اعلیٰ جنان من الفردوس طاب بها المقام

ترجمہ: آپ رحمان کی طرف سے جنت کے بلند درجے پر فائز ہوں۔ جہاں آپ کا مقام بہت پاکیزہ ہو۔

رفيق ابيك ابراهيم فيه وما فی مثل صحبته ندام

ترجمہ: جہاں آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے ساتھی ہوں۔ ان جیسے پاکیزہ افراد کی صحبت میں کوئی ندامت نہیں ہوتی۔

و اسحاق و اسماعيل فيه بما صلّوا لربهم و صاموا

ترجمہ: اسی جگہ حضرت اسحاق بھی ہوں حضرت اسماعیل بھی ہوں، کیونکہ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے۔

انہوں نے اپنے فراق اور جدائی کا اظہار اس طرح بھی کیا۔ (ابن سعد)

يا عين فابكی ٭لا تسأمی و حق البكاء علی السيد

ترجمہ: اے آنکھ! خوب رو لے اور رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کر سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان رونا ہی ہے۔

علی خیر خندف عند البلاء امسی یغیب فی الملحد

ترجمہ: آپ ایسے سردار ہیں جو آزمائش کے وقت کامیاب ہوتے ہیں آج کی رات وہ قبر انور میں جلوہ نما ہو گئے ہیں۔

فصلی الملیک و لیّ العباد و رب البلاد علی احمد

ترجمہ: مالک (الملک) اور بندوں کا رب تعالیٰ اور شہروں کا رب غفور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب و زین المعاشر فی المشھد

ترجمہ: حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلے جانے کے بعد زندگی میں کیسا لطف ہے۔ آپ محفل میں موجودین کے لیے باعث زینت تھے۔

فلیت الممات لنا کلّنا و کنّا جمیعاً مع المھتدی

ترجمہ: اے کاش موت ہم سب کے مقدر میں ہو جاتی اور ہم سب اسی ہدایت یافتہ ہستی کے ساتھ ہوتے۔

انہوں نے اپنے دردِ جدائی کا اظہار یوں بھی کیا:

لمّا رائیت نبینا متجدّلا ضاقت علیّ بعرضھن الدور

ترجمہ: جب میں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے اندر دفن ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو گھر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔

وارتعت روعۃ مستھام والہ والعظم منی واھن مکسور

ترجمہ: اور میں اس عاشق کی طرح خوف زدہ ہو گیا، جو عالم فزع میں سرگرداں ہو میری ہڈی کمزور اور شکستہ ہو گئی۔

أعتیق و یحك ان حبك قد ثوی و بقیت منفردا و انت حسیر

ترجمہ: اے صدیق (عتیق) تمہارا محبوب تو زیر زمین چلا گیا، اور اب تو تنہا رہ گیا ہے اور اب تم پر تھکاوٹ بھی اتری ہے۔

یالیتنی من قبل مھلك صاحبی غیبت فی جدث علیّ صخور

ترجمہ: اے کاش میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی وفات پا جاتا مجھے کسی قبر میں غائب کر دیا جاتا اور مجھ پر پتھر رکھ دیے جاتے۔

فلتحدثن بدائع من بعدہ تعیابھن جوانح و صدور

ترجمہ: آپ کے بعد ایسے نئے واقعات پیش آئیں گے۔ جن کی وجہ سے پسلیاں اور سینے تھک جائیں گے۔

انہوں نے آپ کے دردوفراق میں اپنے جذبات کی ترجمانی یوں کی۔ (ابن سعد)

باتت تاوّبنی ھموم حشد مثل الصخور فامست ھدّت الجسدا

ترجمہ: رنج والم کے کوہِ گراں مجھ پر لوٹ کر آتے رہے، جو چٹانوں کی طرح تھے۔ وہ شب بھر میرے جسم کو شکستہ

کرتے رہے۔

یا لیتنی حیث نبئت الغداۃ بہ	قالوا الرّسول قد امسی میتاً فقدا

ترجمہ: اے کاش! میرا وصال اسی روز ہو جاتا جس دن مجھے یہ خبر دی گئی۔ لوگوں نے کہا: حضور ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔

لیت القیامۃ قامت بعد مھلکہ	ولا نری بعدہ ما لا ولا ولدا

ترجمہ: کاش آپ کے وصال کے بعد قیامت قائم ہو جاتی۔ ہم نہ آپ کے بعد مال وثروت کو دیکھ سکتے اور نہ ہی اولاد کو۔

واللہ اثنی علی شیءٍ فجعت بہ	من البریّۃ حتّٰی ادخل اللحدا

ترجمہ: قسم بہ خدا میں ہمیشہ اس عظیم چیز کی تعریف کرتا رہوں گا مخلوق میں سے جو مجھ سے مفقود ہو چکی ہے حتیٰ کہ میں قبر میں داخل ہو جاؤں گا۔

کم لی بعدك من ھم ینصّبنی	اذا تذکرت انی لا اراك ابدا

ترجمہ: آپ کے بعد مجھے کون سا غم تکلیف دے گا، جبکہ مجھے یہ یاد آئے گا کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔

کان المصفّاء فی الاخلاق قد علموا	و فی العفاف فلم نعدل بہ احداً

ترجمہ: اخلاق میں آپ ایسے پاکیزہ صفت تھے کہ سارے لوگ آگاہ تھے اور ہم پاک دامنی میں بھی کسی کو آپ کے ہم نسب نہیں سمجھتے ہیں۔

نفسی فداءك من میتٍ و من بدن	ما اطیب الذکر والاخلاق والجسدا

ترجمہ: میری جان آپ کے جسم اطہر پر قربان آپ کے تابوت پر قربان آپ کا ذکر مبارک کتنا پاکیزہ ہے اخلاق مبارک کتنا عمدہ اور جسم مبارک کتنا معطر ہے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ستائش یوں کی:

تطاول لیلی و اعترتنی القوارع	و خطب جلیل للبلیۃ جامع

ترجمہ: میری رات طویل ہو گئی مجھے ان سخت مصائب اور مشکلات نے آلیا جو کئی حادثات کے جامع تھے۔

غداۃ نعی الناعی الینا محمدا	و تلك التی تستكُّ منھا المسامع

ترجمہ: موت کی خبر دینے والے نے وقت صبح ہمیں آپ کی وصال کی خبر دی یہ خبر ایسی افسوناک تھی جس سے کان بہرے ہو جاتے تھے۔

فلو ردّ میتا قتل نفسی قتلتھا	و لکنّہ لا یدفع الموت دافع

ترجمہ: اگر کسی نفس کا فدا ہو جانا کسی دوسرے کی زندگی کو لوٹا سکتا تو میں آپ پر فدا ہو جاتا لیکن کوئی بھی موت کو

دور کرنے والا دور نہیں کرسکتا۔

فآلیت لا اثنی علی هلك هالك — من الناس ما اوفی ثبیر و فارع

ترجمہ: میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی مرنے والے کی اسی طرح تعریف نہیں کروں گا جب تک کوہ ثبیر اور فارع قائم ہے۔

و لکننی باكٍ علیه و متبع — مصیبته انّی الی الله راجع

ترجمہ: لیکن میں آپ پر ضرور گریہ بارہوں گا آپ کا اتباع ضرور کروں گا اور اس مصیبت میں میں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاؤں گا۔

و قد قبض الله النبیین قبله — و عاد اصیبت بالرّزی والتبابع

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر بھی وصال طاری فرمایا۔ قوم عاد کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا اور تبع کی قوم پر بھی مصیبت پڑی۔

فیالیت شعری من یقوم بامرنا — و هل فی قریش من امام ینازع

ترجمہ: اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ ہمارا معاملہ کس کے سپرد ہوگا۔ کیا قریش میں ایسا امام ہے جو آپ کا ہم پلہ ہو سکے۔

ثلاثة رهط من قریش هم هم — ازمّة هذا الامر والله صانع

ترجمہ: قریش میں تین ہی افراد ہیں۔ وہی اس امر کے اہل ہو سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ ہی امور کو سرانجام دینے والا ہے۔

علی او الصدیق او عمر لها — و لیس لها بعد الثلاثة رابع

ترجمہ: وہ علی رضی اللہ عنہ یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جو اس منصب کے اہل ہے۔ ان تینوں کے بعد چوتھا کوئی نہیں ہے۔

فان قال منّا قائل غیر هذه — ابینا و قلنا الله راء و سامع

ترجمہ: اگر کسی بات کرنے والے نے کوئی بات کی تو ہم اسے نہیں مانیں گے اور ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔

فیا لقریش! قلّدو الامر بعضهم — فانّ صحیح القول للناس نافع

ترجمہ: کیا عمدہ ہوتا اگر قریش اپنا معاملہ ان میں سے کسی ہستی کے حوالہ کر دیتے۔ صحیح بات ہمیشہ لوگوں کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

ولا تبطؤ عنها فواقًا فانها — اذا قطعت لم یمن فیها المطامع

ترجمہ: اس میں زرہ بھر بھی سستی نہ کرو کیونکہ جب اس کا نفاذ ہو گیا۔ تو لالچ اور حرص اس کی تمنا نہ کرسکے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے درد و فراق کا اظہار یوں کیا۔(ابن سعد)

یاعین جودی بدمع منك اسبال ولا تملّن من سحّ و اعوال

ترجمہ: اے میری آنکھ اتنی سخاوت سے آنسو بہا کہ آنسوؤں کا سیلاب آجائے۔تو پیہم گریہ وزاری اور آہ و بکا سے اکتاہٹ محسوس نہ کر۔

لا ینفذن لی بعد الیوم دمعکما انّی مصاب و انّی لست بالسّالی

ترجمہ: آج کے بعد تیرے یہ آنسو میرے لیے اختتام پذیر نہ ہو جائے، کیونکہ مجھے مصیبت پہنچی ہے اور میں تسلی پانے والا نہیں ہوں۔

فان منعکما من بعد بذلکما ایّای مثل الذی قد غرّ بالآل

ترجمہ: تمہاری اس سخاوت کے بعد تمہیں میرا روکنا اسی طرح ہے جیسے کسی کو سیراب نے دھوکہ دیا ہو۔

لکن افیفی علی صدری باربعة ان الجوانح فیھا ھاجس صالی

ترجمہ: لیکن تم میرے سینے پر چار چار آنسو بہاؤ، کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والی تپش مخفی ہے۔

سحّ الشعیب و ماء الغرب یمنحنه ساق یحمّله ساق بازلال

ترجمہ: تم رواں چشمہ اور مشکیزے کی طرح پانی بہاؤ، ایسا پانی جسے کسی نالے سے لے کر کوئی پانی پلانے والا اسے صاف کر لے اسے اٹھائے رکھے۔

حامی الحقیقة نسّال الودیقة فکان العناة کریم ما جد عال

ترجمہ: آپ حقیقت کے حامی تھے۔انتہائی فیاض تھے، مصیبت زدہ کو نجات دلانے والے تھے۔آپ انتہائی شریف اور کریم تھے بزرگ اور بلند شان والے تھے۔

علی رسول لنا محض ضریبته سمح الخلیقة عفّ غیر مجھال

ترجمہ: ایسے پیغمبر پر گریہ زاری کرو جو ہمارے اپنے تھے سراپا اخلاص تھے۔اللہ تعالیٰ کے ساری مخلوق میں سے حلیم تھے سراپا پاکیزگی تھے اور جاہل بالکل نہ تھے۔

کشّاف مکرمة مطعام مسغبه وھّاب عانیة و جناء شملال

ترجمہ: آپ مصیبتوں کو دور فرمانے والے اور لوگوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے والے بڑے بڑے جرم بخشنے والے کریم شخص تھے۔

عف مکاسبه جزل مواھبه خیر البریّة سمح غیر نکال

ترجمہ: آپ کے ہاں رزق انتہائی پاکیزہ تھا عنایات بہت بڑی تھیں ساری مخلوق سے بہترین تھے بہت

زیادہ حلیم تھے مگر سست اور کمزور بالکل نہ تھے۔

و اری الزناد و قوّاد الجیاد الی یوم الطراد اذا شبّت باجذال

ترجمہ: جہاد کے لیے اعلان فرماتے گھوڑوں کو جنگ کے دن میدان جنگ کی طرف لے جاتے۔ جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوتی تو آپ سب کے آگے ہوتے تھے۔

ولا ازکیّ علی الرحمٰن ذالبشر لکن علمك عند الواحد العالی

ترجمہ: اللہ کی بارگاہ میں میں کسی بشر کا تزکیہ پیش نہیں کرتا، مگر اے محبوب کریم ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب جانتا ہے کہ آپ خدائے واحد و برتر بزرگ کی بارگاہ میں کیسے ہیں۔

انّی اری الدھر والایام یفجعنی بالصّالحین و ابقی ناعم البال

ترجمہ: لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے اور ایام نے مجھے پاک باز لوگوں کے وصال سے تکلیف دی ہے اور اب میں اس طرح باقی ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

یا عین فابکی رسول اللہ اذا ذکرت ذات الا له فنعم القائد الوالی

ترجمہ: اے میری آنکھ جب اللہ رب العزت کا ذکر ہو تو آپ پر بھی رویا کر آپ کتنے اچھے قائد تھے اور کتنے عمدہ سرپرست تھے۔

ابن سعد نے ان کے یہ اشعار بھی رقم کیے ہیں:

یا عین فابکی بدمع ذری لخیر البریّۃ والمصطفیٰ

ترجمہ: اے آنکھ بہت زیادہ آنسوؤں کے ساتھ گریہ وزاری کر اس ذات پر جو ساری مخلوق سے بہتر تھی اور برگزیدہ تھی۔

و بکیّ الرسول و حق البکاء علیہ لدی الحرب عند اللقاء

ترجمہ: حضور ﷺ پر رو اور رونے کا حق ادا کر دے۔ جب یہ جنگ سر پر آ ہی گئی ہے تو تجھے آپ رونا بھی چاہیے۔

علی خیر من حملت ناقۃ واتقی البریّۃ عند التقی

ترجمہ: تم اس ذات پر رو جو ان تمام لوگوں میں سے بہترین تھی۔ جن کو اونٹنیوں نے اٹھایا مخلوق میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار تھے اور متقی تھے۔

علی سیّد ماجد جحفل و خیر الانام و خیرا للھا

ترجمہ: ایسی ذات پر رو جو سراپا سردار تھے، جو رفیع شان مالک تھے۔ سارے لوگوں میں سے بہترین تھے سارے جہان سے عمدہ تھے۔

له حسب فوق کلّ الانام من ھاشم ذالك المرتجی

ترجمہ: آپ کا حسب ونسب سارے لوگوں سے بالاتر ہے۔ آپ ہاشم کی اولاد میں سے تھے۔ ان ہی کی طرف پناہ حاصل کی جاتی تھی۔

نخصُّ بما کان من فضله　　　و کان سراجا لنافی الدجی

ترجمہ: آپ میں جو فضائل تھے ہم اس کی وجہ سے آپکی تخصیص کرتے ہیں آپ تاریکی میں ہمارے لیے جہاں تاب خورشید تھے۔

و کان بشیرا لنا منذراً　　　و نورا لنا ضوءہ قداضا

ترجمہ: آپ ہمارے بشیر بھی تھے اور نذیر بھی آپ ہمارے لیے ایسا نور تھے جس کے اجالے نے ہمیں بھی روشن کیا تھا۔

فانقذنا اللہ فی نورہٖ　　　و نجّیٰ برحمتہٖ من لظی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اسی نور کے ذریعے ہمیں بچالیا اور رحمت سے اسے نجات دی جو بچ گیا۔

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب نے یوں مدح سرائی کی:

عینیّ جودا طوال الدھر والنھر　　　سکبا و سحّا بدمع غیر تعذیر

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو! جب تک زمانے کی طوالت قائم ہے تم سخاوت کرتی رہو آپ پر رو کر حسرت نکالو اور ایسی فیاضی سے رو جس میں کوئی عذر نہ ہو۔

یا عین فاسحنفری بالدمع واجتھدی　　　حتّٰی الممات بسجل غیر منزور

ترجمہ: اے میری آنکھ! اچھی طرح آنسوؤں سے سخاوت کرو۔ تادم مرگ گریہ زاری رولو۔ ایسے ڈولوں کے ساتھ رولو جن میں کمی واقع نہ ہو۔

یا عین فانھلی بالدمع و احتفلی　　　للمصطفی دون خلق اللہ بالنور

ترجمہ: اے میری آنکھ آنسوؤں سے سخاوت کرو حضور ﷺ پر خوب کوشش سے رولو، جو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نور لے کر آئے تھے آپ کے علاوہ کسی پر نہ رو۔

بمستھلّ من الشؤبوب ذی سیل　　　فقد رُزئت نبیّ العدل والخیر

ترجمہ: اسی طرح رولو کہ سیل رواں آجائے۔ مجھے اس نبی کریم ﷺ کی وجہ سے تکلیف دی گئی ہے جو سراپا عدل و بھلائی تھے۔

و کنت من حذر للموت مشفقۃ　　　والذی خطّ من تلک المقادیر

ترجمہ: میں موت سے ڈرتی تھی، موت سے اجتناب کرتی تھی اور تقدیر میں جو کچھ مرقوم ہو چکا تھا اس سے ہراساں تھی۔

من فقد ازھر ضافی الخلق ذی فخر　　　صاف من العیب والعاھات والزور

ترجمہ: میں اس روشن ذات کے چلے جانے کی وجہ سے جن کے اخلاق بڑے وسیع ہیں جو قابل صد افتخار ہے ان کا دامن پاک ہر قسم کے عیوب، امراض اور جھوٹ سے پاکیزہ ہے۔

فاذهب حميدا جزاك الله مغفرة يوم القيامة عند النفخ في الصور

ترجمہ: تم اس طرح جاؤ کہ تمہاری تعریف کی جائے۔ روز حشر کہ جب صور پھونکا جائے اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت عطا فرمائے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے درد فراق کا اظہار یوں کیا:

بطيبة رسم للرسول و معهد منير و قد تعفوا الرسوم و تهمد

ترجمہ: مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کے روشن نشانات ہیں۔ ضوفشاں مقامات ہے، جبکہ دیگر لوگوں کے نشان زمانے کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔

ولا تمتحي الآيات من دار حرمة بها منبر الهادي الذي كان يصعد

ترجمہ: اس حرمت والی جگہ پر یہ نشانات کبھی ختم نہ ہوں گے، اسی جگہ آپ کا وہ منبر پاک بھی ہے، جس پر آپ جلوہ افروز ہوتے تھے۔

وواضح آثار و باقي معالم و ربع له فيه مصلّى و مسجد

ترجمہ: اس میں آپ کے روشن نشانات عیاں ہیں آپ کی دیگر نشانیاں باقی ہیں۔ اس میں آپ کا کاشانہ اقدس بھی ہے، آپ کا مصلی مبارک اور مسجد نبوی بھی ہے۔

بها حجرات كان تنزل و سطها من الله نور يستضاء و يوقد

ترجمہ: اسی شہر خوباں میں حجرات مقدسہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نور اترتا تھا جن سے خوب روشنی حاصل ہوتی تھی جو خوب منور تھے۔

معارف لم تطمس على العهد آيها اتاها البلى فالآى منها تجدد

ترجمہ: یہ ایسی نشانیاں ہیں کہ مرور زمانہ بھی ان کے نقوش کو نہ مٹا سکے گا۔ جب ان کے پاس بوسیدگی آجاتی ہے تو یہ نشانیاں خود بخود تازہ ہو جاتی ہے۔

عرفت بها رسم الرسول و عهده و قبرا بها واراه في الترب ملجد

ترجمہ: میں نے اس جگہ آپ کی نشانی کا عہد مبارک اور قبر انور دیکھی ہے۔ میں نے آپ کی زیارت کی جبکہ آپ کے جسم اطہر کو خاک پاک میں دفنا دیا گیا۔

ظللت بها ابكي الرسول فاسعدت عيون و مثلاها من الجفن تسعد

ترجمہ: اسی جگہ میں سارا دن آپ پر روتا رہا میری آنکھوں نے بھی میری مدد کی۔ اسی طرح میری پلکوں نے

بھی میری اعانت کی۔

تذکرن الاء الرسول وما اری　　لھا محصیا نفسی فنفسی تبلد

ترجمہ: یہ عفت مآب خواتین حضور ﷺ کی نعمتوں کو یاد کرا رہی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو شمار کر سکے۔ جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں تو حیران اور ششدر رہ جاتا ہوں۔

مفجعۃ قد شفھا فقد احمد　　فظلت لآلاء الرسول تعدد

ترجمہ: میں سخت اذیت میں ہوں۔ آپ کے وصال نے مجھے سخت اذیت دی ہے اور میں سارا دن آپ کی نعمتوں کو شمار کرتا رہا ہوں۔

وما بلغت من کل امر عشیرہ　　ولکن لنفسی بعد ما قد توجد

ترجمہ: میرا نفس تو کسی نعمت عظمیٰ کے دسویں حصے تک نہ پہنچ سکا، لیکن میرا نفس پھر بھی آپ کی جدائی کی وجہ سے غم زدہ اور غمناک ہے۔

اطالت وقوفاً تذرف العین جھدھا　　علی طلل القبر الذی فیہ احمد

ترجمہ: میرے دل نے میرا وقوف لمبا کر دیا، جبکہ آنکھ اپنی کوشش سے آنسو بہا رہی ہے۔ اس قبر انور کی خاک پاک پر جس میں احمد مجتبیٰ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت　　بلاد ثوی فیھا الرشید المسدّد

ترجمہ: اے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور تجھے سراپا برکت بنا دیا گیا ہے۔ ان شہروں کو بھی سراپا رحمت بنا دیا گیا ہے۔ جس میں ہدایت یافتہ ہستی تشریف فرما تھی۔

وبورک لحد منک ضمن طیبا　　علیہ بناء من صفیح منضّد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے قبر انور بھی سراپا برکت بن گئی۔ اس نے پاکیزہ ترین ہستی کو سمو لیا ہے۔ اس پر چوڑے پتھروں کو ترتیب سے لگا دیا گیا ہے۔

تھیل علیہ الترب اید واعیون　　علیہ وقد غارت بذالک اسعد

ترجمہ: اس پر ہاتھ مٹی ڈال رہے ہیں۔ نظریں آپ کی قبر انور کی زیارت میں محو ہیں۔ ساری بلند اقبالیاں تو اسی میں مدفون ہو رہی تھیں۔

لقد غیبّوا حلماً وعلماً ورحمۃً　　عشیۃ علّوہ الثری لا یوسّد

ترجمہ: انہوں نے اس رات بردباری، علم اور رحمت کو خاک پاک میں رکھ دیا تھا۔ آپ پر خاک ڈال دی گئی تھی۔ اس میں آپ کے لیے تکیہ بھی نہ رکھا گیا تھا۔

وراحوا بحزن لیس فیھم نبیّھم　　　و قد وھنت منھم ظھور و اعضد

ترجمہ: وہ سراپا غم وحزن بن گئے۔ان میں ان کے نبی کریم ﷺ جلوہ نما نہ رہے۔ان کی کمریں اور بازو کمزور ہو گئے تھے۔

یبکون من تبکی السمات یومہ　　　و من قد بکتہ الارض فالناس اکمد

ترجمہ: وہ اس ہستیِ پاک پر گریہ زار تھے۔جس پر اس روز آسمان بھی آہ و بکا کر رہے تھے۔جس پر زمین بھی رو رہی تھی جبکہ لوگ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے۔

و ھل عدلت یوما رزیّۃ ھالك　　　رزیۃ یوم مات فیہ محمد

ترجمہ: کیا وہ دن جس میں کوئی ہلاک ہوا ہے وہ اس دن کی مصیبت کے برابر ہو سکتا ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے وصال کیا ہے۔

تقطع فیہ منزل الوحی عنھم　　　و قد کان ذا نور یغور و ینجد

ترجمہ: اس روز وہ ذات بابرکات ان سے جدا ہو گئی جس پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔وہ ایسے نور سے منور تھے جو نشیب وفراز میں تابانیاں بکھیرتا تھا۔

یدلّ علی الرحمٰن من یقتدی بہ　　　و ینقذ من ھول الخزایا و یرشد

ترجمہ: جو آپ کی اتباع کرتا وہ نور اسے رب تعالیٰ رحمٰن تک پہنچا دیتا وہ اسے ذلت کی رسوائی سے بچا لیتا اور ہدایت پر گامزن کر دیتا۔

امام لھم یھدلھم الحق جاھدًا　　　معلم صدق ان یطیعۃ یسعد

ترجمہ: آپ ان کے امام تھے۔آپ پوری سعی سے انہیں راہِ حق کی طرف گامزن فرماتے۔آپ انہیں سچائی کا درس دیتے اگر لوگ آپ کی اطاعت کرتے تو وہ سعادت مند ہو جاتے۔

عفو عن الزلات یقبل عذرھم　　　و ان یحسنوا فا اللہ بالخیر اجود

ترجمہ: آپ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے تھے آپ ان کے عذر قبول فرما لیتے تھے۔اگر وہ عمدہ کام کرتے رب تعالیٰ بھلائی کے ساتھ زیادہ سخاوت فرمانے والا ہوتا ہے۔

و ان ناب امر لم یقوموا بحملہ　　　فمن عندہٖ تیسیر ما یتشدّد

ترجمہ: اگر کوئی ایسا دشوار امر رونما ہوتا جسے وہ اٹھا نہ سکتے تو آپ کی طرف سے اس سخت مشکل کا حل ہو جاتا۔

فبیناھم فی نعمۃ اللہ بینھم　　　دلیل بہ نھج الطریقۃ یقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سرشار تھے۔آپ ایسے عظیم راہنما تھے جس کے ذریعے واضح

راستہ پر چلا جا سکتا تھا۔

عزیز علیه ان یجورا عن الهدی حریص علی ان یستقیموا و یهتدوا

ترجمہ: آپ پر یہ امر گراں تھا کہ لوگ راہِ ہدایت سے منحرف ہو جائیں۔ آپ اس امر پر حریص تھے کہ لوگ سیدھے ہو جائیں اور وہ ہدایت پا جائیں۔

عطوف علیهم لا یثنی جناحهٔ الی کنف یحنو علیهم و یمهد

ترجمہ: آپ ان پر اتنے مہربان تھے کہ آپ ان سے اعراض نہ فرماتے تھے۔ آپ ان پر بہت زیادہ شفیق تھے آپ ان کے لیے رستہ ہموار کرتے تھے۔

فبیناه فی ذالك النور اذ غدا الی نورهم سهم من الموت مقصد

ترجمہ: اسی اثناء میں کہ لوگ اسی نور میں مستغرق تھے کہ موت کی طرف سے ایک تیر انہی کا قصد کیے ان کے نور کی طرف بڑھا۔

فاصبح محمود الی الله راجعا یبکیه حق المرسلات و یحمد

ترجمہ: آپ قابل ستائش بن کر اللہ رب العزت کی طرف لوٹ گئے۔ آپ پر فرشتوں کی پلکیں اشک فشاں تھیں۔ آپ کی تعریف کی جا رہی تھی۔

امست بلاد الحرم وحشا بکاءها لقبیة ما کانت من الوحی تعهد

ترجمہ: حرم کے سارے علاقے اور شہر وحشت کا منظر پیش کرنے لگے کیونکہ وہ وحی ختم ہو چکی تھی جس کے وہ عادی بن چکے تھے۔

قفارا سوی معمورة اللحد صافها فقید یبکیه بلاط و غرقد

ترجمہ: یہ سارے علاقے چٹیل میدان ہو گئے سوائے اس نور سے لبریز قبر انور کے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ نما ہو گئے تھے آپ پر شجر و حجر گریہ بار تھے۔

و مسجده فالموحشات لفقده خلاء له فیه مقام و مقعد

ترجمہ: آپ کی مسجد خالی ہے۔ سارے علاقے آپ کے جلوہ افروز نہ ہونے کی وجہ سے وحشت کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ جن میں آپ قیام فرما ہوتے اور تشریف رکھتے تھے۔

و بالجمرة الکبریٰ له ثم اوحشت دیار و عرصات و ربع و مولد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے جمرۃ الکبریٰ کے علاقے بھی خوفناک منظر پیش کرنے لگے۔ آپ کی وجہ سے گھر، میدان، زمین کے ٹکڑے اور جائے ولادت سب دلخراش منظر پیش کر رہے تھے۔

و بکیّ رسول اللہ یا عین عبرۃ ولا اعرفنك الدھر دمعك تجمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! تو حضور اکرم ﷺ پر آنسو بہا۔ میں ساری زندگی تجھے اس طرح نہ جانوں کہ تیرے آنسو منجمد ہو چکے ہوں۔

وما لكِ تبكين ذالنعمة التی علی الناس منها سابغ و یتغمد

ترجمہ: تو اس نعمت والی ہستی پر کیوں نہیں روتی جس کی نعمت سارے لوگوں پر ہوتی تھی جو سب کو شامل تھی جو سب کو چھپا لیتی تھی۔

فجودی علیه بالدموع و اعولی لفقد الذی لا مثله الدھر یوجد

ترجمہ: تو آپ کی ذات بابرکات پر رونے کی وجہ سے سخاوت کر۔ خوب آہ و فغاں کر۔ یہ اس ذات کے فراق و جدائی کی وجہ سے ہے جس کا مثل زمانہ میں نہیں ہے۔

ما فقد المادون مثل محمد لا مثله حتی القیامة یفقد

ترجمہ: سابقہ اقوام نے حضور اکرم ﷺ کی مثل کسی کو مفقود نہیں کیا نہ ہی تا حشر آپ جیسی کسی ذات کو مفقود کیا جائے گا۔

اعفّ فاوفی ذمه بعد ذمة فاقرب منه نائلا ولا ینقد

ترجمہ: ایسی ہستی مفقود نہ ہوگی جو آپ سے زیادہ پاکیزہ، ایک ذمہ کے بعد دوسرے ذمہ کو پورا کرنے والی اور آپ سے زیادہ عطیات سے سرفراز کرنے والا ہو جس کی زندگی مکدر نہ کی گئی ہو۔

و ابذل منه للطریف و تالد اذا ضن معطاء بما کان یتلد

ترجمہ: جو آپ سے زیادہ نئی دولت اور وراثت والی دولت کو خرچ کرنے والی ہو جبکہ بہت زیادہ عطا کرنے والا بھی وراثت کی دولت میں بخل کر جاتا ہے۔

و اکرم سیتا فی البیوت اذا نمی و اکرم جدا ابطحیا یسود

ترجمہ: جو گھروں میں شہرت کے اعتبار سے سب سے معزز ہو، جبکہ نسبت خاندانوں کی طرف ہو، جو آباء کے اعتبار سے زیادہ معزز ہو وہ مکہ مکرمہ کے مکین تھے وہاں سردار تھے۔

و امنع ذروات و اثبت فی العلی دعائم عزشاھقات تشید

ترجمہ: جو رفعتوں کا زیادہ محافظ ہو۔ بلندیوں پر زیادہ محکم ہو جو سرفرازیوں کے ایسے ستون ہوں جنہیں خوب مضبوط بنایا گیا ہو۔

واثبت فرعا فی الفروع و منبتا و عودا غزاه المزن فالعود اغید

ترجمہ: جو شاخوں میں مضبوط ترین شاخ ہو جو جڑ اور لکڑی کے اعتبار سے زیادہ محکم بھی ہو جسے بادلوں نے سیراب کیا ہو وہ لکڑی زیادہ لچکدار ہو گئی ہو۔

رباه وليدا فاستتم تمامه | على اكرم الخيرات رب ممجد

ترجمہ: آپ کے بزرگ و برتر رب تعالیٰ نے آپ کی بچپن سے ہی تربیت فرمائی۔ آپ کی اعلیٰ خوبیوں پر تکمیل کی۔

تناهت وصاة المسلمين بكفه | فلا العلم محبوس ولا الرأى يفند

ترجمہ: آپ کے دستِ ہدایت بخش کی وجہ سے مسلمانوں کی حیثیت بہت مضبوط ہوگئی نہ تو آپ کا علم محدود ہے نہ ہی رائے میں کوئی نقص ہے۔

اقول ولا يلقى لقولى عائب | من الناس الا عازب العقل مبعد

ترجمہ: میں کہتا ہوں کوئی عیب لگانے والا میری اس بات میں عیب نہیں نکال سکتا مگر وہی جو عقل و دانائی سے عاری ہے۔

وليس هواى نازعا عن ثنائه | لعلى به فى جنة الخلد اخلد

ترجمہ: میرا نفس آپ کی اس تعریف کے مخالف نہیں ہے۔ میں آپ کی اس ستائش کی وجہ سے ہمیشہ جنت میں رہوں گا۔

مع المصطفىٰ ارجوا بذالك جواره | وفى نيل ذاك اليوم اسعى واجهد

ترجمہ: میں اس تعریف سے آپ کی ہمسائیگی کا متمنی ہوں۔ میں اسی کو حاصل کرنے کے لیے میں سعی پیہم اور مسلسل کوشش کرتا ہوں۔

اور حضرت حسان بن ثابت نے بھی فرمایا:

ما بال عينك لا تنام كأنما | كحلت ماقيها بكحل الأرمد

ترجمہ: تمہاری آنکھ کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں ہے گویا اس کی سمتوں میں آشوبِ چشم کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

جزعا على المهدى اصبح ثاويا | يا خير من وطئ الحصى لا تبعد

ترجمہ: یہ ہدایت یافتہ نبی کریم ﷺ پر افسوس کرتے ہوئے یوں ہے جواب زیرِ خاک جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ اے ان لوگوں میں سے بہترین! جو زمین پر چلتے ہیں۔ مجھ سے دوری اختیار نہ کریں۔

وجهى يقيك التراب لهفى ليتنى | غيبت قبلك فى بقيع الغرقد

ترجمہ: میرا چہرہ آپ کو خاک سے محفوظ رکھے۔ صد افسوس! کاش! میں آپ سے پہلے ہی بقیع الغرقد میں غائب ہو چکا ہوتا۔

بأبى و أمى من شهدت وفاته | فى يوم الاثنين النبى المهتدى

ترجمہ: میرے والدین اس ہستی پاک پر فدا جس کے وصال کے وقت میں موجود تھا۔ ان کا وصال پیر کے روز ہوا تھا۔ وہ ہدایت یافتہ نبی تھے۔

فظللت بعد وفاته متبلدا | متلددا يا ليتنى لم أولد

ترجمہ: آپ کے وصال کے بعد میں حیران و سرگرداں ادھر ادھر پھر رہا ہوں۔ ہائے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

أأقیم بعدك بالمدینة بینهم — یا لیتنی صبحت سُم الاسودِ

ترجمہ: کیا میں آپ کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کے مابین رہ سکوں گا۔ کاش! مجھے وقتِ صبح ہی سیاہ ناگوں کا زہر پلا دیا جاتا۔

أوحل امر الله فینا عاجلا — فی روحة من یومنا أو من غد

ترجمہ: یا اللہ تعالیٰ کا امر جلد نازل ہو جاتا آج ہی شام کے وقت یا کل۔

فتقوم ساعتنا فنلقی طیبا — محضا ضرائبه کریم المحتد

ترجمہ: ہماری قیامت قائم ہو جاتی اور اس پاکیزہ ہستی سے ملتے جس کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے۔

یا بکر آمنة المبارك بکرها — ولدته محصنة بسعد الأسعد

ترجمہ: اے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر! جن کا فرزند ارجمند بہت بابرکت ہے۔ انہوں نے آپ کو ان گنت سعادتوں کے ساتھ جنم دیا۔

نوراً أضاء علی البریة کلها — من یهد للنور المبارك یهتدی

ترجمہ: وہ ایک ایسا نور تھا جس نے سارے جہانوں کو منور کر دیا ہے۔ جسے اس نور مبارک سے راہِ ہدایت پر کامزن کیا جاتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

یا رب فاجمعنا معاً و نبینا — فی جنة تثنی عیون الحسد

ترجمہ: پروردگارِ عالم! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمیں اس جنت میں جمع فرما دے جو حاسدین کی نگاہوں کو موڑ دے۔

فی جنة الفردوس فاکتبها لنا — یا ذا الجلال و ذا العلا والسؤدد

ترجمہ: اے ذوالجلال، ذوالعلاء، ذوالسؤدد! یہ جنت ہمارے مقدر میں رقم فرما دے۔

والله أسمع ما بقیت بهالك — إلّا بکیت علی النبی محمد

ترجمہ: بخدا! میں جب تک زندہ رہوں گا میں کسی بھی مرنے والے کے متعلق سنوں گا تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضرور گریہ کروں گا۔

یا ویح انصار النبی و رهطه — بعد المغیب فی سَوَاء الملحد

ترجمہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار اور قبیلہ کی حالت کتنی نا دیدنی ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں اتار دیا گیا تھا۔

ضاقت بالانصار البلاد فاصبحوا — سوداً وجوههم کلون الإثمد

ترجمہ: انصار کے لیے سارے شہر تنگ ہو گئے ان کے چہرے سرمے کی رنگت کی طرح سیاہ ہو گئے۔

ولقد ولدناہ و فینا قبرہ　　　و فضول نعمتہ بنا لا تجحد

ترجمہ: ہم نے ہی آپ کو جنم دیا۔ آپ کی قبر انور بھی ہمارے ہاں ہی ہے۔ ہم ان احسانات کا انکار نہیں کرتے جو آپ نے ہم پر کیے۔

والله أهداہ لنا وهدی به　　　أنصارہ فی کل ساعة مشهد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے لیے سراپا ہدایت بنایا۔ آپ کے ذریعے آپ کے انصار کو ہر لحہ ہدایت سے سرفراز کیا۔

صلی الاله و من یحف بعرشه　　　والطیبون علی المبارك احمد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کو رحمت سے سرفراز کرے اس کے فرشتے اور مبارک پاکیزہ لوگ احمد مجتبیٰ مبارک ﷺ پر درود شریف بھیجیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نب المساکین ان الخیر فارقهم　　　مع النبی تولی عنهم سحرا

ترجمہ: مساکین کو آگاہ کر دو کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی بھلائی ان سے جدا ہو گئی ہے۔ وقت سحر آپ ان سے جدا ہو گئے تھے۔

من ذاالذی عندہ رحلی و راحلتی　　　و رزق أهلی اذا لم یؤنسوا المطرا

ترجمہ: اب وہ کون ہو گا جس کے پاس میرا زادِ راہ اور سامانِ سفر ہو گا۔ جس کے ہاں میرے اہلِ خانہ کا رزق ہو گا۔ جبکہ وہ بارش کو محسوس بھی نہ کرتے تھے۔

أم من نعاتب لا نغشی ضبادعه　　　اذا اللسان عتا فی القول أو عثرا

ترجمہ: یا وہ کون ہو گا جس سے اگر ہم ناراض ہو جائیں تو ہمیں اس کے فتنے کا کوئی ڈر نہ ہو جب زبان حد سے بڑھ جائے یا خطا کرے۔

کان الضیاء و کان النور نتبعهٗ　　　بعد الاله و کان المسمع والبصرا

ترجمہ: آپ ایسا نور اور اجالا تھے رب تعالیٰ کے بعد ہم آپ کی اتباع کرتے تھے آپ ہمارے کان اور بصارت تھے۔

فلیتنا یوم واروہ بملحدہ　　　و غیبوہ و ألقوا فوقه المدرا

ترجمہ: کاش! جس روز صحابہ کرام نے آپ کو قبر انور میں دفن کر دیا تھا۔ خاک پاک میں آپ کو چھپا دیا تھا۔ آپ پر خاک طیبہ ڈال دی تھی۔

لم یترك الله منا بعدہٗ أحدا　　　ولم یعش بعدہ أنثی ولا ذکرا

ترجمہ: تو رب تعالیٰ آپ کے بعد ہم میں سے کسی کو نہ چھوڑتا۔ آپ کے بعد کسی عورت یا کسی مرد کو زندہ نہ رکھتا۔

ذلت رقاب بنی النجار کلھم — و کان أمرا من أمر اللہ قد قدرا

ترجمہ: سارے بنونجار کی گردنیں جھک گئیں یہ اللہ رب العزت کا وہ حکم تھا جو مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

واقتسم الفیئی دون الناس کلھم — و بددوہ بھارا بینھم ھدرا

ترجمہ: اس روز غنیمت تمام لوگوں کے بغیر تقسیم کیا گیا۔ انہوں نے اسے علی الاعلان لغو قرار دے کر منتشر کر دیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آلیت ما فی جمیع الناس مجتھدا — منی ألیۃ بر غیر إفناد

ترجمہ: میں نے ان اشیاء کے متعلق جو لوگوں میں موجود ہے بڑی کوشش سے قسم اٹھائی ہے کہ میں انہیں پورا کرنے کی بھرپور سعی کروں گا۔ یہ سچی قسم ہے اس میں جھوٹ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔

تاللہ ما حملت انثی ولا وضعت — مثل الرسول نبی الامۃ الھادی

ترجمہ: بخدا! نہ کسی عورت نے پیٹ میں ایسا بچہ اٹھایا اور نہ ہی کسی ایسے بچے کو جنم دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل ہو آپ اس ملت مرحومہ کے نبی کریم کو ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ولا برا اللہ خلقا من بریتہ — او فی بذمۃ جار او بمیعاد

ترجمہ: رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو پیدا نہیں کیا جو آپ سے زیادہ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے والا یا آپ سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہو۔

من ذالذی کان فینا یستضاء بہ — مبارك الأمر ذا عدل و إرشاد

ترجمہ: اس ہستی بالا سے بڑھ کر کون ہوگا جو ہم میں جلوہ افروز تھی جن سے اجالا حاصل کیا جاتا تھا۔ جن کا ہر معاملہ مبارک، آپ عدل کرنے والے اور ہدایت کرنے والے ہیں۔

أمسی نساؤك عطلن البیوت فما — یضر بن فوق قفا ستر بأوتاد

ترجمہ: آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے گھروں کو معطل کر لیا ہے اب وہ اپنے پردوں کے اوپر میخیں نہیں لگاتیں۔

مثل الرواھب یلبسن المباذل قد — ایقن بالبؤس بعد النعمۃ البادی

ترجمہ: اب یہ راہبوں کی مانند ہو گئی ہیں جو پرانے کپڑے پہنتی ہیں۔ انہیں نعمت کے بعد واضح آزمائش کا یقین ہو گیا ہے۔

یا افضل الناس إنی کنت فی نھر — أصبحت منہ کمثل المفرد الصادی

ترجمہ: اے سارے لوگوں سے افضل ہستی پاک! میں دریائے (رحمت وسخاوت) میں تھا۔ اب میں اس سے دور ہو کر اس تنہا شخص کی طرح ہو گیا ہوں جو تشنہ لب ہو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان الرزية لارزية مثلها　　　　میت بطیبة مثله لم یفقد

ترجمہ: بلاشبہ آپ کی تکلیف وہ تکلیف ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہو گیا آپ جیسی ہستی کو مفقود نہیں کیا جا سکتا۔

ولقد أصيب جميع أمته به　　　　من كان مولوداً، و من لم يولد

ترجمہ: آپ کی وجہ سے آپ کی ساری امت کو تکلیف پہنچائی گئی جو پیدا ہو چکے تھے اور جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

والناس كلهم بما قد عالهم　　　　يرجو شفاعته بذاك المشهد

ترجمہ: سارے لوگ اس وجہ سے کہ آپ نے ہی ان کی ذمہ داری اٹھائی ہے وہ روزِ حشر آپ کی شفاعت کی امید رکھیں گے۔

حتى الخليل أبوه فى اشياعه　　　　و نجيه موسى النبى المهتدى

ترجمہ: حتیٰ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی، جو انبیاء کرام میں سے آپ کے باپ ہیں۔ اس کے نجی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی جو ہدایت یافتہ نبی ہیں۔

متواضعين لربهم جرقابهم　　　　تلك الفضيلة، و اجتماع السؤدد

ترجمہ: جو رب تعالیٰ سے عاجزی کرتے ہوئے اپنی گردنیں جھکانے والے ہیں۔ یہ فضیلت ہے اور سرداری کا جمع ہونا ہے۔

يا خير من شد المطية نحوه　　　　وفد لحاجته يروم و يغتدى

ترجمہ: یہ وہ بہترین ہستی جس کی طرف وفود اپنی ضروریات کے لیے سواریاں لے کر آتے ہیں وہ صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

أنت الذى استنقذ تنافى حضرة　　　　من يهو فيها من هواه يبعد

ترجمہ: آپ نے ہی ہمیں آگ کے گڑھے سے بچا لیا جو اپنی خواہشات کی وجہ سے اس میں گر جاتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

فهد يتنا بعد الضلالة والردى　　　　بهدى الإله إلى السبيل الأرشد

ترجمہ: آپ نے ہمیں ضلالت اور ہلاکت کے بعد ایسی ہدایت سے سرفراز کیا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی وہ بالکل سیدھے راستے کی طرف جاتی تھی۔

فجزاك عنا الله خير جزائه　　　　بمقام محمود المقام مسدد

ترجمہ: رب تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر دے۔ وہ آپ کو مقام محمود عطا کرے جو ایک شرف والا مقام ہے۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یا عین، جودی، ما بقیت، بعبرۃ — سحا علی خیر البریۃ أحمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! جب تک تو باقی ہے تو آنسوؤں کی سخاوت کر۔ تو ان احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فیاضی کر جو ساری کائنات سے بہترین تھے۔

یا عین، فاحتفلی و سحی واسجمی — و ابکی علی نور البلاد محمد

ترجمہ: اے میری آنکھ! اے میری آنکھ تو اہتمام کر، آمادہ ہو جا۔ خوب رو۔ اس ذات بابرکات پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو سارے شہروں کے نور ہیں۔

أنی، لك الویلات! مثل محمد — فی کل نائبۃ تنوب و مشھد؟

ترجمہ: تیرے لیے ہلاکت! ہر حادثہ اور جنگ میں تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ذات کیسے ملے گی۔

فابکی المبارك والموفق ذا التقی — حامی الحقیقۃ ذا الرشاد المرشد

ترجمہ: تو اس ذات بابرکات پر رولے جو سراپا برکت تھے۔ جنہیں توفیق دی گئی تھی جو متقی تھے جو حقیقت کے حامی ہدایت والے اور ہدایت عطا کرنے والے تھے۔

من ذا یفك عن المغلل غلّہ — بعد المغیب فی الضریح الملحد؟

ترجمہ: اب وہ قبر انور میں پردہ فرما چکے ہیں ان کے بعد قیدیوں کو قید کی زنجیروں سے آزادی کون دلائے گا۔

أم من لکل مدفع ذی حاجۃ — و مسلسل یشکو الحدید مقید؟

ترجمہ: اب اس ضرورت مند کی ضرورت کو کون پورا کرے گا جسے ہر طرف سے دھکے پڑ رہے ہوں جو مسلسل لوہے کی زنجیروں کا شکوہ کر رہا ہو اور پابند سلاسل ہو۔

أم من لوحی اللہ یترك بیننا — فی کل ممسی لیلۃ أو فی غد؟

ترجمہ: اب وہ وحی کیسے اترے گی جو رات کے وقت یا صبح کے وقت آتی تھی پھر وہ ہم میں رہ جاتی تھی۔

فعلیك رحمۃ ربنا و سلامہ — یا ذا الفواضل والندی والسودد

ترجمہ: اے ان گنت فضل و کرم کرنے والے، سخاوت کرنے والے، سردار آقا! آپ پر ہمارے رب تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

ھلا فداك الموت کل ملعن — شکس خلایقہ لئیم المحتد؟

ترجمہ: آپ کے عوض ان لوگوں کو موت نے کیوں نہ آ دبوچا جو ملعون ہیں، بد اخلاق ہیں اور نسل کے اعتبار سے کمینے ہیں۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أعینی جودا بالدموع السواجم | علی المصطفی بالنور من آل ھاشم

ترجمہ: اے میری آنکھ! لگاتار آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرو، جو نور کے ساتھ چیدہ تھے۔ ان کا تعلق خاندانِ ہاشم کے ساتھ تھا۔

علی المصطفی بالحق والنور والھدی | و بالرشد بعد المندبات العظائم

ترجمہ: ان پر خوب رو لے جو بڑے بڑے واقعات کے بعد حق، نور، ہدایت اور رشد کے ساتھ منتخب ہو کر تشریف لائے تھے۔

و سحا علیه و ابکیا، ما بکیتما | علی المرتضی للمحکمات العزائم

ترجمہ: تم آپ پر گریہ کرو اتنا رو لو جتنا رو سکتی ہو جو پسندیدہ تھے۔ جن کے عزائم بڑے محکم تھے۔

علی المرتضی للبر والعدل والتقی | و للدین والاسلام بعد المظالم

ترجمہ: ان ہستیٔ پاک پر رو لو جو مظالم کے بعد پاکبازی، عدل، تقویٰ، دین اور اسلام کے لیے پسندیدہ تھے۔

علی الطاھر المیمون ذی الحلم والندی | و ذی الفضل والداعی لخیر التراحم

ترجمہ: اس ہستیٔ پاک پر رو لو جو پاکیزہ تھی، بابرکت تھی، علم و سخاوت والی تھی، فضل و کرم والی تھی، بہترین رحم و کرم کی طرف دعوت دینے والی تھی۔

أعینی ماذا، بعد ما قد فجعتما | به تبکیان الدھر من ولد آدم؟

ترجمہ: اے میری آنکھوں! اب جبکہ آپ کے فراق سے تمہیں تکلیف دی گئی ہے آپ کے بعد اولاد آدم میں سے کس کس پر رووَ گی۔

فجودا بسجل وا ندبا کل شارق | ربیع الیتامی فی السنین البوازم!

ترجمہ: اے آنکھوں! اچھی طرح آہ و فغاں کر لو۔ اس ذات بابرکات پر رو لو جو سخت قحط سالی کے دنوں میں یتیموں کا ملجا و ماویٰ تھی۔

اُروی بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا یا عین! و یحك اسعدینی | بدمعك ما یقبت، و طلو عینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! جب تک تو زندہ ہے آنسوؤں کے ساتھ میری مدد کر اور میری اطاعت بجالا۔

ألا یا عین و یحك و استھلی | علی نور البلاد و أسعدینی

ترجمہ: اے میری آنکھ! تیرے لیے ہلاکت! تو اس ہستیٔ والا پر رو لے جو سارے شہروں کے لیے نور تھے اس میں میری مدد کر۔

فإن عذلتك عاذلة فقولی | علام و فیم و یحك تعذلینی؟

ترجمہ: اگر کوئی ناصحہ تجھے نصیحت کرے تو تو اسے کہہ دینا کہ تیرے لیے ہلاکت کہ تو کس بات پر اور کس امر میں

نصیحت کر رہی ہے۔

علی نور البلاد معا جمعیاً رسول الله أحمد فاترکینی

ترجمہ: میں اس ذات بابرکات پر رو رہی ہوں جو سارے شہروں کا نور تھے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ تھے وہ احمد مجتبیٰ ﷺ تھے تو مجھے چھوڑ دے۔

فإلا تقصری بالعذل عنی فلومی ما بدالك أودعینی

ترجمہ: اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کرنا چاہتی جو جیسے تیری مرضی ہو تو ایسے ملامت کر لے یا تو مجھے چھوڑ دے۔

لأمر هدنی و أذل رکنی وشیب بعد جدتها قرونی!

ترجمہ: اس مصیبت نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میری عظمت کو سست کر دیا ہے اس کے بعد کہ اس نے میرے بالوں کو بھی سفید کر دیا تھا۔

اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ألا یا رسول الله کنت رَجاءنا و کنت بنا برا ولم تك جافیا

ترجمہ: یارسول اللہ آپ ﷺ ہماری امیدوں کے مرکز تھے۔ آپ ہمارے ساتھ نرم دل تھے اور ظالم نہ تھے۔

و کنت بنا رؤفا رحیما نبینا لیبك علیك الیوم من کان باکیا

ترجمہ: آپ ﷺ ہمارے ساتھ رؤف اور رحیم تھے۔ رونے والے آج آپ پر رو لے۔

لعمرك، ما أبکی النبی لموته ولکن لهرج کان بعدك آتیا

ترجمہ: مجھے آپ کی زندگی کی قسم میں حضور ﷺ کے وصال کی وجہ سے نہیں رو رہی، لیکن میں اس مصیبت کی وجہ سے رو رہی ہوں جو آپ کے بعد آنے والی ہے۔

کأن علی قلبی لذکر محمد وما خفت من بعد النبی المکاویا

ترجمہ: میرا دل یاد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے غم میں داغ داغ ہے۔

أفاطم، صلی الله، رب محمد علی جدث أمسی بیثرب ثاویا

ترجمہ: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ رب العزت حضرت محمد ﷺ کا پروردگار اس قبر انور پر رحمتیں نازل کرے جو مدینہ طیبہ میں آپ کا مسکن بن گئی ہے۔

أبا حسن، فارقته و ترکته فیك بحزن آخر الدهر شاجیا

ترجمہ: اے ابوالحسن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ حضور ﷺ سے جدا ہو گئے ہیں اور تم نے آپ کو چھوڑ دیا ہے تم آخری زمانہ تک حضور ﷺ پر درد و غم سے روتے رہے۔

فدا لرسول الله أمي و خالتي | و عمي و نفسي قصرة ثم خاليا

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر میری امی جان میری خالہ جان چچا جان اور پھوپھی جان سب فدا ہو جائے اور خود میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔

صبرت و بلغت الرسالة صادقًا | و قمت صليب الدين أبلج صافيا

ترجمہ: آپ نے صبر کیا سچائی کے ساتھ اللہ رب العزت کا پیغام پہنچایا دین حق کو سیدھا کیا اور اسے صاف ستھرا بنا دیا۔

فلو أن رب الناس أبقاك بيننا | سعدنا ولكن أمرنا كان ماضيا

ترجمہ: انسانوں کا پروردگار اگر آپ کو ہمارے مابین رہنے دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت مندی تھی لیکن ہمارے اس کام کا تو فیصلہ ہو چکا تھا۔

عليك من الله السلام تحية | و أدخلت جنات من العدن راضيا

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ رب العزت کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور آپ کو یقیناً عدن کے باغات میں رضا ورغبت کے ساتھ داخل کر دیا گیا ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و باكية حراء تحزن بالبكا | و تلطم منها خدها والمقلدا

ترجمہ: حراء کی رونے والی کی قسم جو رونے سے غم زدہ ہوتی ہے۔ غم کی وجہ سے اپنے رخسار پیٹتی ہے اور اپنے سینے پہ ہاتھ مارتی ہے۔

على هالك بعد النبي محمد | ولو علمت لم تبك إلا محمدا

ترجمہ: اس مرنے والے پر جو حضور نبی کریم ﷺ کے بعد مرا اگر وہ جان لیتی تو وہ صرف محمد عربی ﷺ پر ہی روتی۔

فجعنا بخير الناس حيا و ميتا | و أدناه من رب البرية مقعدا

ترجمہ: ہمیں اس ہستیٔ پاک کی وجہ سے تکلیف دی گئی جو حالت حیات اور حالت وصال میں سارے لوگوں سے بہترین ہے اور مقام ومنصب کے لحاظ سے مخلوق کے رب کے سب سے قریب ہے۔

وَ أفظعهم فقدا على كل مسلم | و اعظمهم في الناس كلهم يدا

ترجمہ: ہر مسلمان پر آپ کا فراق انتہائی ہول ناک اور تمام انسانوں پر آپ کے احسان سب سے بڑے ہیں۔

لقد ورثت اخلاقه المجد والتقى | فلم تلقه إلا رشيدا و مرشدا

ترجمہ: آپ کے اخلاق عالیہ نے تقویٰ اور بزرگی کو پالیا ہے۔ اور تم آپ سے اس حالت میں ملاقات کرو گے کہ آپ ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہوں گے۔

صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لهف نفسي و بت كالمسلوب ... آرق الليل فصله المحروب

ترجمہ: مجھے اپنی جان پر بہت دکھ ہے میں نے اس شخص کی طرح رات بسر کی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو اور غم و اندوہ کے ساتھ ساری رات بیدار رہا ہو۔

من هموم و حسرة رد فتني ... ليت أني سقيتها بشعوب

ترجمہ: میری یہ حالت ان غم و اندوہ کی وجہ سے ہوئی ہے جس نے مسلسل مجھے گھیر رکھا ہے۔ کاش یہ مصائب آہستہ آہستہ نازل ہوتے۔

حين قالوا: ءان الرسول قد امسى ... و افقته منية المكتوب

ترجمہ: یہ اس وقت مجھ پر مصیبت ٹوٹی جب لوگوں نے مجھے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے آپ نے رقم کی گئی تقدیر کے ساتھ موافقت کر لی ہے۔

إذا رأينا ان النبي صريع ... فأشاب القذال أى مشيب

ترجمہ: جب ہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فانی سے تشریف لے جانے والے ہیں تو ہمارے سر کے بال بھی سفید ہو گئے۔

إذا رأينا بيوته موحشات ... ليس فيهن بعد عيش حبيبي

ترجمہ: جب ہم نے آپ کے حجرات مقدسہ کو دیکھا کہ وہ وحشت انگیز منظر پیش کر رہے تھے۔ جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے اور اب میرا محبوب ان میں تشریف فرما نہیں ہے۔

أورث القلب ذاك حزنا طويلا ... خالط القلب فهو كالمرعوب

ترجمہ: اس حادثہ نے دل کو اتنا طویل دکھ دیا ہے جو دل میں مل گیا ہے اور وہ مرعوب شخص کی طرح ہے۔

ليت شعري! و كيف أمسي صحيحا ... بعد أن بين بالرسول القريب؟

ترجمہ: کاش مجھے خبر ہوتی کہ میں کیسے صحیح ہو سکتی ہوں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔

أعظم الناس في البرية حقا ... سيد الناس حبهُ في القلوب

ترجمہ: وہ حقیقت میں سارے لوگوں سے عظیم تھے۔ سارے لوگوں کے سردار تھے۔ آپ کی محبت دلوں میں جاگزین ہے۔

فإلى الله ذاك أشكوا و حسبي ... يعلم الله حوبتي و نحيبي

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس کی شکایت کرتی ہوں وہ ذات پاک مجھے کافی ہے وہ میری تکلیف اور رونے کو خوب جانتا ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أفاطم، بکی ولا تسأمی بصبحك، ما طلع الكوكب!

ترجمہ: اے خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ روتی رہیں، رونے سے اکتاہٹ محسوس نہ کرنا جب تک ستارے طلوع ہو رہے ہیں آپ پر گریہ کرتے رہنا۔

هو المرءُ یبکی، و حق البكاء هو الماجد السید الطیب

ترجمہ: آپ ایسے عظیم الشان نبی تھے کہ آپ گریہ کے ہی مستحق تھے۔آپ بہت زیادہ عظیم شان والے سردار اور پاک باز تھے۔

فاوحشت الأرض من فقده و أی البرية لا ینکب؟

ترجمہ: آپ کے جہانِ فانی سے تشریف لے جانے سے زمین وحشت انگیز منظر پیش کر رہی ہے اور وہ کون سی مخلوق ہے جس پر مصیبت نازل نہ ہوئی ہو۔

فما لی بعدك حتی الممات إلا الجوى الداخل المنصب

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال فرمانے کے بعد میں دل کے درد میں مبتلا کیوں نہ رہوں تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آہ و بکا کرو۔

فبکی الرسول! و حقت له شهود المدينة والغیب

ترجمہ: مدینہ میں موجود اور وہاں سے غائب ہونے والے کے لیے یہی استحقاق ہے کہ وہ آپ پر رو لے۔

لِتبکیك شمطاء مضرورة إذا حجب الناس لا تحجب

ترجمہ: وہ عورت بھی آپ پر روئے گی جس کی بینائی اس طرح سے جاتی رہی ہو کہ وہ اس جگہ پردہ نہ کر سکے جہاں پردہ کرنے کا موقع ہے۔

لیبکیك شیخ ابو ولدة یطوف بعقوبتهٖ أشهب

ترجمہ: آپ پر وہ عمر رسیدہ شخص بھی روئے گا جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور وہ قحط سالی میں انہیں لے کر پھر رہا ہو۔

و یبکیك رکب إذا أرملوا فلم یلف ما طلب الطلب

ترجمہ: اور آپ پر وہ کاروان بھی روئے گا جب وہ چٹیل میدان سے گزرے گا اور جو اس کے جستجو میں ہوں گے وہ اسے نہ پا سکیں گے۔

و تبکی و عیرة من فقده بحزن و یسعدها المیثب!

ترجمہ: تمام قبائل آپ کے جانے کی وجہ سے بہت زیادہ روئیں گے اور بے تابی ان کی معاونت کرے گی۔

و تبکی الأباطح من فقده و تبکیه مكة والأخشب

ترجمہ: آپ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے وادی بطحا بھی روئے گی مکہ مکرمہ بھی روئے گا اور راحشب بھی روئے گا۔

فعيني مالك لا تد معين؟ و حق لدمعك يستكب

ترجمہ: اب میری آنکھ تو آنسو کیوں نہیں بہاتی تمہارے آنسوؤں کا یہ حق ہے کہ تو آپ ﷺ پر دل کھول کر رو لے۔

صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ما لعيني لا تجودان ريا إذ فقدنا خير البرية حيا

ترجمہ: اے میری آنکھوں! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم آنسوؤں کی بھرپور سخاوت نہیں کرتی ہو جبکہ ہم نے اس ہستی پاک کو مفقود کیا ہے جو سارے لوگوں میں سے بہترین تھی۔

يوم نادى إلى الصلوة بلال فبكينا عند النداءِ مليا

ترجمہ: جس روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز کے لیے پکارا تو اس صدا کے وقت ہم جی بھر کر رو دیے۔

لم أجد قبلها ولست بلاق بعدها غصّة أمر عليا

ترجمہ: میں نہ تو آپ سے قبل اور نہ ہی آپ کے بعد ایسے غم سے ملی جو اس قدر تلخ اور بلند و برتر ہو۔

جل يوم أصبحت فيه عليلا لا يرد الجواب منك إليا

ترجمہ: وہ دن کتنا عظیم تھا جس کی صبح کو میں مریض بن گئی اور تمہاری طرف سے میری طرف جواب نہ لوٹایا جائے گا۔

ليت يومي يكون قبلك يوما أنضج القلب للحرارة كيا

ترجمہ: کاش! میرے وصال کا دن آپ کے وصال سے ایک روز پہلے ہوتا جو دل کو محکم کرتا اور اس پر حرارت کا داغ ہوتا۔

خلقا عاليا، و دينا كريما و صراطا يهدى إليه سويا

ترجمہ: آپ خلق عظیم کے مالک تھے۔ آپ کا دین کریم تھا۔ یہ ایسا راستہ ہے جو سیدھا آپ کی طرف جاتا ہے۔

و سراجا يجلو الظلام منيرا و نبيا مسددا عربيا

ترجمہ: آپ سراج منیر تھے جو ظلمتوں کو ختم کر دیتے تھے آپ نبی کریم، سردار اور عربی اور درست راہ نمائی کرنے والے تھے۔

حازما، عازما، حليما، كريما عائذا بالنوال، برا تقيا

ترجمہ: آپ محتاط، عزم مصمم والے، حلیم اور کریم تھے۔ آپ عطیات سے سرفراز کرنے والے پاکباز اور متقی تھے۔

إن يوما أتى عليك ليوم كورت شمسه و كانت جليا

ترجمہ: بلاشبہ کسی روز تم پر ایسا دن آجائے گا جس میں سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، حالانکہ وہ پہلے خوب روشن ہوگا۔

فعليك السلام منا و من ربك بالروح بكرة و عشيا

ترجمہ: آپ پر ہماری طرف سے اور آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے ساتھ صبح و شام سلام ہو۔

ہند بنت أثاثۃ بن عباد بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أشاب ذؤابتي و أذل ركني ... بكاؤك، فاطم، الميت الفقيدا

ترجمہ: اے سیدہ فاطمۃ الزہراء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر آپ کے رونے نے میرے بال بھی سفید کر دیے ہیں اور میرا قد بھی جھکا دیا ہے۔

فأعطيت العطاء فلم تكدر ... و أخدمت الولائد والعبيدا

ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس طرح عطا کرتے تھے کہ آپ کو کسی سے کدورت نہ ہوتی تھی۔ آپ تو چھوٹی چھوٹی لڑکیوں اور غلاموں کی بھی خدمت کرتے تھے۔

و كنت ملاذنا فی كل لزب ... إذا هبت شامية برودا

ترجمہ: ہر مشکل گھڑی میں آپ ہمارے لیے پناہ گاہ تھے جب ٹھنڈی اور سرد ہوائیں چلتی تھیں تو آپ ہی آرام پہنچاتے تھے۔

و إنك خير من ركب المطايا ... و أكرمهم إذا نسبوا جدودا

ترجمہ: آپ ان تمام افراد میں سے بہترین ہیں جو سواریوں پر سوار ہوئے آپ ان تمام میں سے معزز ہیں جب وہ اپنے اپنے آباء و اجداد کی طرف منسوب ہو۔

رسول الله فارقنا، و كنا ... نرجی أن يكون لنا خلودا

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں ہمیں تو امید تھی کہ ہمارا یہاں رہنا ہمیشہ ہے اور رہے گا۔

أفاطم فاصبری فلقد أصابت ... رزيئتك التهائم والنجودا

ترجمہ: اے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صبر کریں آپ کی اس مصیبت نے تو تہامہ اور نجد کو بھی غم زدہ کر دیا ہے۔

و أهل البر والأبحار طرا ... فلم تخطئ مصيبته وحيدا

ترجمہ: خشکی والے اور سمندروں والے سب اس غم میں شریک ہیں۔ آپ کی مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا ہے۔

و كان الخير يصبح فی ذراه ... سعيد الجد قد ولد السعودا

ترجمہ: آپ کے دامن پاک سے خیر و برکت کی صبح طلوع ہو جاتی تھی۔ آپ آباء و اجداد کے اعتبار سے نیک اور سعادت مند تھے اور سعادت مندی ہی آپ سے پیدا ہوتی تھی۔

فموتی إن قدرتی أن تموتی ... فقدت الطيب الرجل الحميدا

ترجمہ: اگر آپ کے بس میں وصال کر جانا ہے تو وصال کر جائیں آپ نے پاک باز اور قابل تعریف ہستی کو مفقود کیا ہے۔

رسول الله خير الناس حقا　　فلست أرى له أبدا مثيلا

ترجمہ: حضور ﷺ درحقیقت سارے لوگوں سے بہتر تھے۔ اب میں ساری زندگی آپ کی زیارت نہ کرسکوں گی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما زالت مذ وضع الفراش لجنبه　　و ثوى مريضا خائفا أتوقع

ترجمہ: جب سے آپ کے پہلوں کے لیے بستر بچھایا گیا اور آپ مریض ہوئے تو مجھے اندیشہ اور توقع تھی۔

شفقا عليه أن يزول مكانه　　عنا. فنبقى بعده نتوجع

ترجمہ: مجھے آپ پر خدشہ تھا کہ آپ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور آپ کے بعد ہم اس طرح رہیں کہ ہم مصیبت سے کراہ اٹھیں۔

نفس فداؤك من لنا فى أمرنا　　أو من نشاوره إذا فترجع

ترجمہ: آپ پر میری جان بھی قربان اب ہمارے معاملہ کا والی کون ہوگا، اور اب ہم کس سے مشاورت کریں گے پھر تو ہم انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ دیں گے۔

وإذا تحدثنا الحوادث! من لنا　　بالوحى من رب رحيم يسمع

ترجمہ: جب ہم حادثات کے بارے گفتگو کریں گے تو ہمیں رب رحیم کی طرف سے وحی کے ساتھ کون سنے گا۔

ليت السماء تفطرت أكنافها　　و تناثرت فيها النجوم الطلع

ترجمہ: کاش آسمان اطراف سے پھٹ جاتا اور اس میں طلوع ہونے والے تارے پھیل جاتے۔

لما رأيت الناس هد جميعهم　　صوت ينادى بالنحى فيسمع

ترجمہ: جب لوگوں نے دیکھا تو اس آواز نے تمام کے تمام کو گرا دیا جو آپ کے وصال کی خبر دے رہی تھی اور اسے سنا جا رہا تھا۔

و سمعت صوتا قبل ذلك هدنى　　عباس ينعاه بصوت يقطع

ترجمہ: اس سے پہلے میں نے آواز سنی اس نے مجھے گرا دیا۔ میں نے حضرت عباس کو سنا وہ شکستہ آواز میں آپ کے وصال کا اعلان کر رہے تھے۔

فليبكه أهل المدائن كلها　　والمسلمون بكل أرض تجدع

ترجمہ: سارے اہل شہروں کو آپ پہ رونا چاہیے تمام سرزمین کے مسلمانوں کو کمزور ہو گئے تھے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ألا طرف الناعى بليل فراعنى　　و أرقنى لما استهل مناديا

ترجمہ: ارے رات کے وقت آپ کے وصال کی خبر دینے والے نے دروازے پر دستک دی تو مجھے خوف

زدہ کردیا جب اس نے بلند آواز سے آپ کے وصال کی خبر دی تو میری نیند اڑگئی۔

فقلت له لما رأيت الذی أتی — أعنیر رسول الله أصبحت ناعیا

ترجمہ: میں نے اس سے کہا جب میں نے اسے دیکھا جو آیا تھا کہ کیا تو وقت صبح حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کے وصال کی خبر دے رہا ہے۔

فحقق ما أشفيت منه و لم يُبل — و كان خليلي عدتي و جماليا

ترجمہ: وہ بات سچ ثابت ہوگئی جس کا مجھے خدشہ تھا آپ بوسیدہ نہ ہوئے تھے۔ آپ میرے خلیل میرا سہارا اور میرا حسن و جمال تھے۔

فو الله لا أنساك أحمد ما مشت — بي العيس في أرض و جاوزت واديا

ترجمہ: اللہ کی قسم اے احمد مجتبیٰ ﷺ میں آپ کو بھلا نہ پاؤں گا جب تک اونٹنی مجھے زمین میں چلتی رہے گی اور وادی کو عبور کرتی رہے گی۔

و كنت متى أهبط من الأرض تلعة — أجد أثرا منه جديدا و عافيا

ترجمہ: میں جب بھی میں بلند زمین سے نیچے اتروں گا تو میں اس کا نیا اور مٹا ہوا اثر پاتا رہوں گا۔

جواد تشظى الخيل عنه كأنما — برين به ليثا عليهن ضاريا

ترجمہ: آپ ایسے سخی تھے گھوڑے آپ سے ایسے منتشر ہو جاتے تھے گویا کہ وہ آپ کے ساتھ خونخوار شیر دیکھتے جو ان پر حملہ آور ہوتے۔

من الأسد قد أحمى العرين مهابة — تفادى سباع الأرض منه تفاديا

ترجمہ: ان شیروں میں سے جو اپنے کچھار کی حفاظت رعب سے کرتے ہیں اور زمین کے درندے آپ کو فدیہ دے کر اپنی حفاظت کرتے تھے۔

شديد جرى النفس نهد مصدر — هو الموت مغدو عليه و غاديا

ترجمہ: آپ بہت سخت تھے بہادر نفس والے تھے۔ بلند منصب والے تھے۔ مضبوط سینہ مبارک رکھتے تھے۔ صبح کے وقت آپ پر وصال طاری ہوگیا۔

❀❀❀

اٹھائیسواں باب

اس عظیم مصیبت کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہونا اوران کی ثابت قدمی

بزار، بلاذری اور بقی بن مخلد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ابویعلی اور احمد نے ثقہ راویوں سے، طیالسی اور ترمذی نے الشمائل میں حسن سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت عکرمہ سے اورانہوں نے حضرت ابن عباس سے، ابن راہویہ نے حضرت عکرمہ سے، عبد بن حمید نے صحیح سند کے ساتھ سالم بن عبید صحابی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا۔" دوسری روایت میں ہے کہ جب پیر کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طرح ہو گئے ہیں جیسے آپ پسند کرتے ہیں۔ آج بنت خارجہ (ان کی زوجہ) کی باری ہے کیا میں اس کے پاس چلا جاؤں؟ آپ نے انہیں اذن مرحمت فرمادیا۔ آپ حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "سنح" اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اذن طلب کیا۔ ان کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے انہیں اذن دے دیا وہ پردہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اتنے وقت سے آپ پر بے ہوشی طاری ہے۔" انہوں نے آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ انہوں نے کہا: "ہائے! غشی! آپ پر غشی کتنی شدید ہے؟" دوسری روایت میں ہے: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ فرطِ غم سے چکر لگانے لگے۔ وہ کہہ رہے تھے "اے اللہ تعالیٰ کے نبیٔ پاک! اے اس کے برگزیدہ اور چیدہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر انہوں نے آپ کو ڈھانپ دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہ کی۔ جب وہ دروازے کی دہلیز تک پہنچے تو انہوں نے کہا: "عمر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے۔" انہوں نے کہا: "تم خلافِ حقیقت بات کر رہے ہو۔ بخدا! آپ کا وصال نہ ہوگا، حتیٰ کہ آپ کو منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں اسی طرح گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اس کے پاس گئے تھے۔ وہ چالیس راتیں اپنی قوم سے علیحدہ رہے تھے۔ بخدا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور واپس تشریف لائیں گے۔ آپ ان کی ٹانگیں اور زبانیں کاٹ دیں گے۔" انہوں نے گفتگو کی اور خوب کھل کر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: "تم وہ شخص ہو جسے فتنے نے گھیر رکھا ہے۔" حضرت ابن ام مکتوم مسجد نبوی کے آخری کونے میں یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔

لوگ مضطرب تھے، وہ رو رہے تھے۔ وہ کسی کی بات نہ سن رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! کسی کے ساتھ حضور والائی بے کساں ﷺ کا عہد ہو وہ ہم سے گفتگو کر لے۔" لوگوں نے کہا: "نہیں۔" انہوں نے کہا: "عمر! کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے لوگو! حضور اکرم ﷺ کے متعلق کسی کے ہاں کوئی عہد نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے وصال کے متعلق میرے پاس عہد ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ نے جامِ وصال چکھ لیا ہے۔" اپنے صاحب کو دفن کر دو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک پہلے مر چکا ہے کہ آپ کے دو وصال ہوں۔ آپ درگاہِ ربانیہ میں اس سے زیادہ معزز ہیں کہ وہ آپ کو جامِ وفات دو دفعہ چکھائے اگر اس طرح ہوتا جیسے تم کہہ رہے ہو تو یہ رب تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ وہ آپ سے خاک طیبہ ہٹا لے گا اور آپ کو مرقد انور سے باہر نکال لے گا۔ ان شاء اللہ! آپ کا وصال اس وقت تک نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے شاہراہِ حیات کو خوب واضح کر دیا حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام فرمایا۔ نکاح فرمایا۔ طلاق دی۔ جہاد کیا۔ صلح کی۔ کوئی بھیڑوں کا چرواہا، جس کا مالک اس کے پیچھے ہو وہ اپنے ڈنڈے کے ساتھ عضاہ کے پتے جھاڑتا ہو، جو ان کا حوض اپنے ہاتھ سے درست کرتا ہو وہ آپ سے زیادہ جانفشانی اور محنت سے کام نہ کرتا ہوگا۔ آپ تم میں تشریف فرما تھے۔"

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے السنح کی طرف گئے۔ انہیں آپ کے وصال کے متعلق بتایا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی جبکہ وہ السنح کے مقام پر تھے۔ وہ گھوڑے پر آئے۔ درِ رسول اللہ ﷺ پر اترے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام سے باتیں کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کی طرف توجہ نہ دی، حتیٰ کہ وہ حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں گئے۔ آپ ایک کونے میں تھے۔ جردہ کی چادر سے آپ کو ڈھانپا گیا تھا۔

ابو ربیع، ابو یمن بن عسا کرنے "اتحاف الزائر" میں ہے "ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پسلیاں ان کے سینے میں فرطِ غم سے آگے پیچھے ہو رہی تھیں۔ چٹان کے ٹکڑے کی مانند ان کے پٹھے بلند ہو گئے تھے، لیکن انہیں عقل اور گفتگو میں استقلال حاصل تھا، حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ اسے مس کیا۔ چشمانِ مقدس کے مابین بوسہ دیا۔ رونے لگے۔ عرض کرنے لگے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ اور حالتِ وصال میں عمدہ ہیں۔ آپ کے وصال سے وہ چیز منقطع ہو گئی ہے جو کسی اور نبی کے وصال سے منقطع نہیں ہوئی۔ آپ کا منصبِ رفیع آپ کے اوصاف بیان کرنے سے بالاتر ہے۔ آپ گریہ وزاری سے عظیم تر ہیں۔ آپ اتنے خاص ہوئے کہ ہمارے لیے بہار جاوداں بن گئے، اور اتنے عام ہوئے کہ آپ ہم میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اگر آپ کے وصال کے متعلق ہمیں اختیار ہوتا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ اگر آپ نے آپ پر رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو معاملات کیسے ہوتے۔ البتہ وہ امر جس سے ہم اجتناب نہیں کر سکتے وہ غم پنہاں اور مرضِ فراق کا موت کے قریب کر دینا ہے۔ یہ باری

باری آتے ہیں۔ یہ جدا نہیں ہوتے۔ مولا! ہماری طرف سے آپ کو پیغام پہنچا دے۔ آقا! ہمیں اپنے رب تعالیٰ کے حضور یاد کرنا۔ آپ اس کے لیے ہو جائیں جو آپ کے لیے آئے۔ مولا! اگر تو نے سکینہ کی تخلیق نہ کی ہوتی تو یہ اس وحشت کو کافی نہ ہوتی جسے تو نے بنایا ہے۔ مولا! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف سے پیغام پہنچا دے۔ آپ کی (اس عالم میں) حفاظت فرما۔" پھر وہ رونے لگے۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابویعلی اور امام احمد نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا وہ آپ کے سر اقدس کی طرف سے آئے۔ عرض کی: "اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!" پھر اپنا منہ نیچے کیا چہرۂ انور پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "ہائے اس کے صفی!" پھر سر کو اٹھالیا۔ منہ نیچے کیا اور طلعت زیبا پر بوسہ دیا، پھر عرض کی: "واہ اس کے خلیل! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔" امام احمد اور امام ابویعلی نے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ پر غشی طاری ہے۔" وہ آپ کے قریب ہوئے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا۔ اور کہا: "واہ غشی! یہ غشی کتنی شدید ہے۔" چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا اور آپ کے وصال کو جان لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے کہا: "راہ خدا میں وحی منقطع ہوگئی ہے۔ جبرائیل امین کا میرے حجرہ مقدسہ میں آنا بند ہوگیا ہے۔" پھر انہوں نے اپنے ہاتھ آپ کی طلعتِ زیبا پر رکھے۔ اپنا منہ جبین اطہر پر رکھا حتیٰ کہ ان کے آنسو بہنے لگے۔ آنسو آپ کے چہرۂ انور پر گرنے لگے۔" دوسری روایت میں ہے: "وہ آپ پر جھکے۔ آپ کو بوسہ دیا۔ پھر عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! جو جامِ وصال رب تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھا ہے۔ وہ آپ نے پی لیا ہے اس کے بعد یہ آپ کبھی نہ پئیں گے، پھر آپ کے چہرۂ انور پر چادر ڈال دی اور لوگوں کے پاس چلے گئے۔"

ابوربیع نے یہ اضافہ کیا ہے: "وہ مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں تھے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ وہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "عمر! خاموش ہو جاؤ۔" انہوں نے تین بار اسی طرح کہا۔ مگر انہوں نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہو رہے تو انہوں نے لوگوں کی طرف توجہ کی۔ جب لوگوں نے ان کی گفتگو سنی تو انہوں نے ان کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ منبر پر چڑھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔" ابوربیع اور ابوالیمن نے روایت کیا ہے۔" پھر انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا اکثر حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک تھا۔ انہوں نے اس میں فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب حق اسی طرح ہے جیسے نازل ہوئی۔ دین حق اسی طرح ہے جیسے مشروع ہوا۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان ہوئی۔ فرمان اسی طرح ہے جیسے فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ ہی حق مبین ہے۔

پھر فرمایا: "اے لوگو! جو محمد عربی ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو محمد عربی ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ تو رب تعالیٰ حیّ ہے۔ اسے موت نہیں پھر انہوں نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: اور نہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

ابن عقبہ نے ان آیات بینات کا اضافہ کیا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ (الزمر: ۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ (آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔

ابو ربیع اور ابو یمن نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں تم سے آگے ہے۔ اسے گھبرا کر نہ پکارو۔ رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے ان نعمتوں کو پسند اس کے پاس ہیں۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ (النحل: ۹۶)

ترجمہ: جو (مال و زر) تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو (رحمت کے خزانے) اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہیں گے۔

وہ آپ کو اپنے اجر و ثواب کی طرف لے گیا ہے۔ اس نے تم میں اپنی کتاب اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی سنت پاک کو چھوڑا ہے۔ جس نے انہیں تھام لیا اس نے عرفان پا لیا۔ جس نے ان کے مابین فرق کیا اس نے انکار کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ (النساء: ۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم ہونے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لیے۔
تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی وجہ سے شیطان تمہیں (کسی ناجائز امر کی طرف) مشغول نہ کردے۔ وہ تمہیں تمہارے دین حق سے منحرف نہ کردے۔ شیطان کو شرمندہ کر کے اس کے ساتھ مقابلہ کرو اور اسے عاجز کردو۔ تم اسے مہلت نہ دو کہ وہ تمہارے ساتھ مل جائے۔" ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے۔

"رب تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیات طیبہ عطا کی۔ انہیں بقاء عطا کی، حتیٰ کہ آپ نے دین اسلام کو قائم فرمایا۔ رب تعالیٰ کے امر کو غالب فرمایا۔ رب تعالیٰ کا پیغام حق پہنچایا۔ رب تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) آپ اسی (صراط مستقیم) پر تھے۔ اسی پر تمہیں چھوڑا ہلاک ہونے والا ہلاک نہ ہو گا مگر دلیل کے بعد۔ شفاء کے بعد۔ جس کا رب تعالیٰ اللہ رب العزت ہے تو وہ زندہ جاوید ہے۔ اسے موت نہیں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ انہیں معبود سمجھتا تھا تو اس کا معبود وفات پا گیا ہے۔ اے لوگو! اللہ رب العزت سے ڈرو۔ اپنے دین حق کو مضبوطی سے تھام لو۔ اپنے رب تعالیٰ پر توکل کرو۔ دین الٰہی قائم ہے۔ اس کا کلمہ باقی ہے رب تعالیٰ اس کی نصرت فرماتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے دین متین کو غالب کر کے رہے گا۔ کتاب الٰہی ہمارے سامنے ہے۔ وہ سراپا نور اور شفاء ہے۔ اسی کے ساتھ رب تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منزل مقصود تک پہنچایا اسی میں رب تعالیٰ کے حلال کردہ اور حرام کردہ امور ہیں۔ بخدا! ہم پرواہ نہیں کریں گے کہ رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے کون ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی تلواریں سونتی ہوئی ہیں۔ ہم نے ابھی تک انہیں رکھا نہیں ہے۔ ہم اسی کے ساتھ جہاد کریں گے جس نے ہماری مخالفت کی۔ جیسے ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کیا تھا ہر ایک تو اس کے نفس پر ہی محفوظ رکھا جائے گا۔"

دوسری روایت میں ہے: "بخدا! گویا کہ لوگوں کو علم ہی نہ تھا کہ یہ آیت طیبہ اتری ہے مگر جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا۔ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسے لیا۔ یہ ان کے منہ میں تھی جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا، تو لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا یقین ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیا، حتیٰ کہ اسے پڑھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں ششدر رہ گیا۔ میں کھڑا تھا۔ میں زمین پر گر پڑا۔ میری ٹانگوں نے مجھے نہ اٹھایا۔ جب انہوں نے اسے پڑھا تو مجھے علم ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔"

ابو ربیع نے یہ اضافہ کیا ہے "جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: "عمر! تم وہی ہونا جو باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہہ رہے تھے: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا۔" کیا تمہیں علم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں دن اس طرح اس طرح فرمایا تھا۔ فلاں روز اس طرح اس طرح فرمایا تھا۔ رب تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴿۳۰﴾ (الزمر:۳۰)

ترجمہ: بے شک آپ نے بھی انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت طیبہ کتاب اللہ میں سنی ہی نہ تھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب الٰہی اسی طرح ہے جیسے اتری تھی۔ حدیث پاک اسی طرح ہے جیسے بیان کی گئی۔ رب تعالیٰ زندہ ہے۔ اسے موت نہیں۔ صلوات اللہ و سلامه علی رسوله۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال پر صبر کرنے کی وجہ سے تمہیں رب تعالیٰ کے ہاں اجر دیا جائے گا۔'' حضرت عمر فاروق نے اس روز یہ اشعار پڑھے تھے:

لعمری لقد ایقنت انك میت　　　ولکنما ابدی الذی قلته الجزع

ترجمہ: مجھے اپنی حیاتی کی قسم! مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے۔ میں نے جو باتیں کی تھیں ان کا اظہار گھبراہٹ نے کیا تھا۔

و قلت یغیب الوحی عنا لفقده　　　کما غاب موسی ثم یرجع کما رجع

ترجمہ: میں نے کہا کہ آپ کے پردہ فرما ہو جانے کی وجہ سے وحی بھی ہم سے چلی جائے گی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے۔ آپ اسی طرح آ جائیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آ گئے تھے۔

و کان ھوای أن تطول حیاته　　　و لیس راحی فی بکامیت طمع

ترجمہ: میری تمنا یہ تھی کہ کاش آپ کی حیات طیبہ طوالت اختیار کرتی، جبکہ میت کی بقاء میں زندہ کے لیے کوئی طمع نہیں ہوتا۔

فلما کشفنا البرد عن حر وجهه　　　اذا الامر بالجزع المرعب قد وقع

ترجمہ: جب ہم نے آپ کے چہرۂ انور کے ظاہری حصے سے چادر ہٹائی تو وہ امر وقوع پذیر ہو چکا تھا جو پریشان اور حیران کر دینے والا تھا جو غیر معمولی تھا۔

فلم یك لی عند المصیبة حیلة　　　ارد بها اهل الشمائه والقزع

ترجمہ: اس حادثہ فاجعہ کے وقت میرے پاس کوئی حیلہ نہ تھا۔ جس کے ذریعے میں دشمنانِ اسلام اور الزامات لگانے والوں کو جواب دیتا۔

سوی اذن اللہ فی کتابه　　　وما اذن اللہ العباد به یقیع

ترجمہ: سوائے اس کے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ میں آگاہ فرمایا ہے۔ جس چیز کے متعلق رب تعالیٰ آگاہ فرما دیتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

و قد قلت من بعد المقالۃ قولہ　　لھا فی حلوق الشامتین بہ بشع

ترجمہ: میں نے اس گفتگو کے بعد ایسی گفتگو کی جس کی وجہ سے دشمنوں کے حلق بدمزہ ہو گئے تھے۔

الا انما کان النبی محمدا　　الی اجل وافی بہ الموت فانقطع

ترجمہ: میں نے کہا "سرورِ دوعالم ﷺ اس جہانِ رنگ و بو میں ایک مدت مقررہ تک بھیجے گئے تھے۔ جب آپ نے وہ وقت پورا کرلیا تو آپ تشریف لے گئے۔

ندین علی العلات منا بدینہ　　و تعطی الذی اعطی و نمنع مامنع

ترجمہ: ہم ہر حالت میں آپ کے دین حق کی پیروی کریں گے۔ ہم وہی کچھ عطا کریں گے جو آپ نے عطا کیا اسی سے روکیں گے جس سے آپ نے روکا۔

وولیت محزوفا بعین سفینۃ　　اکفکف دمعی والفواد قد انصدع

ترجمہ: میں تکلیف دہ آنکھ کے ساتھ غمزدہ واپس آگیا۔ میں اپنے آنسوؤں کو روک رہا تھا، جبکہ دل پھٹا جا رہا تھا۔

و قلت لعینی کل دمع دخرتہ　　فجودی بہ ان الشبجی لہ دفع

ترجمہ: میں نے اپنی آنکھ سے کہا: "تم نے جو آنسو ذخیرہ کر رکھے تھے۔ انہیں فیاضی میں بہا دے۔ بلاشبہ غمزدہ کا غم اسی طرح دور ہوتا ہے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے کہا: "کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت جو باتیں کی تھیں مجھے ان پر کس نے ابھارا تھا؟" میں نے کہا: "امیر المؤمنین! میں نہیں جانتا آپ خوب جانتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا: "مجھے اس آیت طیبہ نے اس پر ابھارا۔ میں اسے پڑھتا تھا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں بنا دیا (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول تم پر گواہ ہو۔

بخدا! میرا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ اس امت میں باقی رہیں گے، حتیٰ کہ اس کے اعمال کے آخر پر اس کی گواہی دیں گے۔ اسی چیز نے مجھے اس پر ابھارا تھا جو کچھ میں نے اس روز کہا تھا۔"

تنبیہات

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رب تعالیٰ آپ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے گا۔" اس کے متعلق ایک قول یہ

ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر ہے۔اس سے انہوں نے اس شخص کے رد کی طرف اشارہ کیا جس نے یہ گمان کیا کہ آپ کو عنقریب زندہ کیا جائے گا کہ آپ مردوں کے ہاتھ کاٹیں، کیونکہ اگر اس طرح ہوتا تو لازم آتا کہ آپ پر ایک اور وفات طاری ہو۔انہوں نے بتادیا کہ آپ کا مقام حریم ناز میں اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ آپ پر دو دفعہ وفات طاری کرے۔جیسے اس نے آپ کے علاوہ کسی اور پر دو اموات طاری کیں۔جیسے وہ لوگ جو اپنے شہروں سے نکلے۔وہ تعداد میں ہزاروں تھے یا وہ شخص جو کسی بستی کے پاس سے گزرا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ جوابات میں سے یہ جواب سب سے زیادہ واضح اور درست ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا ارادہ تھا کہ رب تعالیٰ قبر میں آپ پر دو دفعہ وفات طاری نہ کرے گا جیسے آپ کے علاوہ دوسرے پر یہ طاری ہوتی ہیں۔اسے زندہ کیا جاتا ہے تاکہ اس سے سوالات ہوں پھر وہ مرجاتا ہے۔'' یہ داؤدی کا قول ہے۔'' ایک قول یہ ہے کہ رب تعالیٰ آپ کے نفس کی وفات اور شریعت کی وفات (اختتام) کو جمع نہ کرے گا۔'' ایک قول یہ ہے دوسری موت سے مراد کرب ہے یعنی اس وفات کے کرب کے بعد آپ کسی دوسرے کرب سے ملاقات نہ کریں گے۔''

❁❁❁

انتیسواں باب

رب تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا کہ آپ کے لیے نبوت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے

امام بخاری نے تعلیقاً اور بیہقی نے مسنداً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وصال میں فرماتے تھے: ''عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف لگاتار پاتا رہا جسے میں نے خیبر میں کھایا تھا۔اب اس وقت اس زہر کی وجہ سے میں اپنی رگ کو منقطع ہوتے ہوئے پا رہا ہوں۔'' دوسری روایت میں ہے: ''خیبر کا وہ لقمہ (اس کا اثر) لگاتار بار بار میرے پاس آتا رہا۔''

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''مجھے اس بات پر نو قسمیں اٹھانا ایک قسم اٹھانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ آپ شہید ہوئے، کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا۔اسی نے آپ کو شہید بنایا۔'' ابن سعد نے حضرات ابن عباس، جابر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ خیبر میں آپ زہر آلود بکری کھانے کے بعد تین سال تک عالم رنگ و بو میں رہے حتیٰ کہ اس کے درد سے آپ کا وصال ہو گیا۔آپ نے مرض وصال میں فرمایا: ''میں اس لقمہ کی اذیت بار بار محسوس کرتا رہا جسے میں نے خیبر کے روز کھایا تھا حتیٰ کہ اب اس سے میری رگ کٹ رہی ہے۔'' آپ شہید بھی ہوئے تھے۔

امام احمد، حاکم نے حضرت ام معبد سے روایت کیا ہے یہ حضرت کعب کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت ام مبشر آپ کے مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں آئیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ کو اپنے نفس کے متعلق کیا گمان ہے۔ مجھے تو اپنے نورِ نظر کے بارے اس کھانے کے متعلق شبہ ہے جو اس نے آپ کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا (اس کا فرزند دلبند آپ سے پہلے وصال کر گیا تھا) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اس کے علاوہ کسی اور چیز کے متعلق گمان نہیں کرتا۔ اب میری رگ اس کی وجہ سے کٹ رہی ہے۔"

ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو ہر سال اس زہر آلود بکری کی وجہ سے درد ہوتا رہا جو آپ نے کھایا تھا۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس میں سے جو کچھ بھی پہنچا۔ وہ میرے مقدر میں اس وقت بھی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے۔" ابن سعد نے حضرات ابوہریرہ، جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت زہر آلود بکری کے متعلق ہے اس میں ہے: "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے اپنے شانہ اقدس پر پچھنے اسی لیے لگوائے تھے۔ حضرت ابوہند نے آپ کو سینگ اور سقرہ کے ساتھ پچھنے لگوائے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔ انہوں نے اپنے سروں کے وسط میں پچھنے لگوائے۔ اس واقعہ کے تین سال بعد تک اس عالم شش جہات میں رہے حتیٰ کہ وہ درد ہوا جس میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے فرمایا: "میری رگِ قلب کٹ رہی ہے۔" آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔"

❁❁❁

تیسواں باب

آپ کی تاریخِ وصال

شیخان، بلاذری، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ تین دن تک باہر تشریف نہ لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امامت کراتے رہے۔ صحابہ کرام پیر کے دن نماز فجر میں تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں امامت کرا رہے تھے۔ اچانک حضور اکرم ﷺ نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا آپ نے کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو دیکھا گویا کہ آپ کا چہرۂ انور مصحف کا ورق تھا۔ میں نے کبھی اتنا با جمال اور حسین پہلے آپ کو نہ دیکھا۔ یہ آخری زیارت تھی جو میں نے آپ کی کی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے تبسم ریز ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے، تاکہ آپ صفوں تک پہنچ سکیں۔ ان کا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس فرحت و انبساط کی وجہ سے صفوں سے

پیچھے آجائیں۔آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز کو مکمل کریں۔آپ نے فرمایا: "اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔"

ارے! مجھے سجدہ یا رکوع میں قرأت کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں دعا مانگنے کی خوب کوشش کرو۔یہ اس کی حقدار ہوگی کہ اسے تمہارے لیے قبول کیا جائے، پھر آپ حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔پردہ نیچے لٹکا دیا۔اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔"ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "آپ کا وصال پیر کے روز اس وقت ہوا جب سورج ڈھل چکا تھا۔"انہوں نے ابن شہاب سے ہی روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔"

تنبیہات

۱- امام سہیلی، ابن کثیر اور الحافظ نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ربیع الاول میں ہوا۔ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب سورج ڈھل چکا تھا۔المنہل میں ہے کہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال چاشت کے وقت ہوا۔اکثر نے لکھا ہے کہ اس روز ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ابن عقبہ، لیث اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول یوم وصال لکھا ہے۔ابومخنف اور کلبی نے دو ربیع الاول کا قول کیا ہے۔سلیمان بن طرخان نے اپنی "مغازی" میں اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ابن سعد نے محمد بن قیس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ابن عساکر نے امام زھری سے ابونعیم نے فضل بن دکین سے اسی طرح روایت کیا ہے۔امام سہیلی نے اسے ترجیح دی ہے۔

دونوں اقوال کے مطابق مؤقف وہی ثابت ہوتا ہے جو امام رافعی نے نقل کیا ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے بعد ۸۰ روز عالم رنگ و بو میں رہے۔ایک قول ۸۱ کا ہے لیکن امام نووی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے بعد ۹۰ یا ۹۱ روز اس جہان کیف وکم میں رہے۔"

۲- امام سہیلی نے اسے مشکل گمان کیا ہے۔انہوں نے اکثر علماء کرام کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز ہوا تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جمعۃ المبارک کو تھا۔اس دن ۹ ذوالحجۃ تھی۔آپ ماہِ ذوالحجۃ میں جمعرات کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔محرم کا آغاز یا تو جمعۃ المبارک کو یا ہفتہ کو ہوا ہوگا۔اگر اس کا آغاز جمعۃ المبارک کو ہو تو ماہِ صفر کا آغاز یا ہفتہ کو یا اتوار کو ہوگا۔اگر اس کا آغاز ہفتہ کو ہو تو ربیع الاول کا آغاز اتوار یا پیر کو ہوگا، یا جیسے بھی حساب ہو یہ کسی صورت میں بھی بارہ ربیع الاول کو نہیں ہوتا۔"

ابومخنف اور امام کلبی کا مؤقف اگرچہ جمہور کے برعکس ہے تو یہ بعید نہیں کہ اس کے پہلے کے تینوں مہینے ۲۹ کے

ہوں۔ یہی صحیح ہے غور و فکر کرو۔" ابن عقبہ اور خوارزمی کا موقف قیاس میں ابو مخنف اور ان کے پیروکاروں کے قریب ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب ایک طرح سے ہی دیا جاسکتا ہے وہ اختلاف مطالع ہے۔ ممکن ہے کہ اہلِ مکہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعرات کو دیکھا ہو، جبکہ اہلِ مدینہ طیبہ نے اسے جمعۃ المبارک کی شام کو دیکھا ہو۔" حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی تائید بھی اسی سے ہوتی ہے کہ آپ مدینہ طیبہ سے حجۃ الوداع کے لیے اس وقت روانہ ہوئے جبکہ ذوالعقدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں، جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز عازم سفر ہوئے تھے۔ یہ ایسے نہیں جیسے ابن حزم نے گمان کیا ہے کہ آپ جمعرات کے روز روانہ ہوئے تھے، کیونکہ بلاشبہ پانچ سے زیادہ روز باقی تھے۔ یہ بھی درست نہیں کہ آپ جمعۃ المبارک کو روانہ ہوئے ہوں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے مدینہ طیبہ میں ظہر کی چار رکعتیں ادا فرمائیں جبکہ نمازِ عصر ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعتیں ادا کیں۔ اس سے یہی تعین ہوتا ہے کہ آپ ہفتہ کے دن عازم سفر ہوئے۔ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ اس طرح اہلِ مدینہ طیبہ نے ذوالحجۃ کا چاند جمعۃ المبارک کو دیکھا ہے جبکہ اہلِ مدینہ کے ہاں ماہ ذوالحجۃ جمعۃ المبارک سے شروع ہوا ہو اور اس کے بعد مہینے مکمل شمار کیے جائیں تو یکم ربیع الاول بروز جمعرات اور بارہ ربیع الاول بروز سوموار ہوگا۔"

❁❁❁

اکتیسواں باب

عمر مبارک

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ اسی طرح حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی ۶۳، ۶۳ عمر مبارک میں وصال فرمایا۔

امام احمد اور شیخان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ کی عمر مبارک چالیس برس تھی۔ مکہ مکرمہ میں آپ تیرہ سال تک جلوہ افروز رہے۔ آپ پر وحی کا نزول ہوتا رہا پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں دس سال جلوہ نما رہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔" ابوداؤد طیالسی اور امام مسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا وصال بھی ۶۳ برس میں ہوا۔ میرا خیال ہے کہ میری عمر بھی ۶۳ برس ہوگی۔"

شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عمار بن ابی عمار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم گننا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" انہوں نے فرمایا: "چالیس برس کی عمر مبارک میں آپ مبعوث ہوئے۔ پندرہ سال آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ آپ امن وخوف کی کیفیت میں رہے۔ دس سال ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رہے۔" حاکم نے "الاکلیل" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔"

ابن سعد، عمر بن شبہ اور حاکم نے الاکلیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "چالیس برس کی عمر میں آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ دس سال تک آپ مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے۔ دس سال تک مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز رہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۰ برس تھی۔

تنبیہات

۱۔ ابن عساکر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ موقف کہ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ اصح اور اشہر ہے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح موقف یہی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہی محکم موقف ہے۔ ان شاء اللہ! امام ذھبی نے لکھا ہے کہ یہی صحیح موقف ہے۔ محققین نے یہی قطعی قول کیا ہے۔

۲۔ حاکم نے الاکلیل میں اور نووی نے لکھا ہے کہ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ صحیح روایت ۶۳ برس کی ہے۔ بقیہ روایات کی انہوں نے تاویل کی ہے ساٹھ سال کی روایت میں عقود پر اکتفاء کیا گیا ہے کسور کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح ۶۵ سال کی عمر کی روایت میں بھی تاویل کی گئی ہے، یا اس میں شک ہوا ہے۔ حضرت عروہ نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کا انکار کیا ہے۔ اسے غلط کی طرف منسوب کیا ہے۔ انہوں نے نبوت کے ابتدائی سال نہیں پائے تھے۔ باقی راویوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اکثر روایات میں ۶۳ برس کا تذکرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان ہی کی طرف کوئی اور قول منسوب ہو تو رجوع اس قول کی طرف ہوگا جو اکثر راویوں کا ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے: "اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ بعثت سے قبل چالیس سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آپ بعثت کے بعد اور ہجرت سے پہلے مدینہ طیبہ میں کتنا عرصہ جلوہ نما رہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ آپ وہاں تیرہ سال جلوہ نما رہے۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال بنتی ہے۔" امام نووی نے لکھا: "یہی مشہور موقف ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ علامہ قاضی نے حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ آپ ۴۳ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے، لیکن صحیح موقف ۴۰ سال کا ہے۔"

بتیسواں باب

آپ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہ کیا نہ ہی کسی کے لیے وصیت فرمائی

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں تو اس ذات نے خلیفہ مقرر کیا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اگر میں چھوڑ دوں تو اس ہستی نے خلیفہ مقرر نہ کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھی یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یوم جمل کو فرمایا تھا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امارت کے بارے میں ہم سے عہد نہ لیا تھا کسی کو وصیت نہ کی تھی حتیٰ کہ ہم نے رائے قائم کر دی کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے۔ انہوں نے جملہ امور صحیح سمت چلائے۔ وہ درست ہو گئے، پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رائے قائم کی کہ وہ خلیفہ بنائیں۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا۔ انہوں نے صحیح سمت پر امور چلائے تو وہ درست ہو گئے، حتیٰ کہ دین حق محکم ہو گیا، پھر اقوام نے یہ دنیا طلب کی۔ یہ ایسے امور ہیں جن کے متعلق رب تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔''

امام بخاری، ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے حجرہ مقدسہ سے باہر نکلے۔ لوگوں نے عرض کی: ''ابوالحسن! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس حالت میں صبح کی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ نے عمدہ حالت میں صبح کی ہے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے انہیں کہا: ''بخدا! تین دنوں کے بعد تم ماتحت ہو جاؤ گے۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض کی وجہ سے وصال کر جائیں گے۔ میں بنو عبدالمطلب کو جانتا ہوں کہ وصال کے وقت ان کے چہرے کیسے ہوتے ہیں۔ تم ہمیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاؤ۔ اس امر (خلافت) کے بارے میں ہم آپ سے التجاء کرتے ہیں۔ اگر یہ منصب ہمیں ملنا ہے تو اس کے بارے ہمیں علم ہو جائے گا۔ اگر ہمارے علاوہ کسی اور کو ملنا ہو تو ہم آپ سے عرض کریں گے۔ آپ ہمارے متعلق وصیت کر دیں گے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! اگر ہم نے آپ سے اس کے متعلق گفتگو کر دی۔ آپ نے ہمیں روک دیا تو لوگ آپ کے بعد ہمیں کبھی بھی عطا نہ کریں گے۔ میں بخدا! آپ سے کبھی بھی اس کے متعلق عرض نہ کروں گا۔''

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم بن اسود سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔'' انہوں نے فرمایا: ''آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کس چیز کی وصیت کی تھی۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے طشت منگوایا تاکہ اس میں پیشاب کریں۔ میں نے آپ کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ آپ کی گردن مبارک مڑ گئی۔ آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ

کو وصیت کی تھی۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔انہوں نے فرمایا: "جس کا گمان ہے کہ ہمارے پاس نوشتہ ہے جسے ہم پڑھتے ہیں تو معاملہ اس طرح نہیں۔وہ صرف کتاب الٰہی ہے۔یہ صحیفہ ہے جو آپ کی تلوار کے ساتھ معلق تھا۔اس میں اونٹوں کے دانت ہیں۔کچھ زخموں کے بارے امور ہیں، تو اس شخص نے جھوٹ بولا۔اس صحیفہ میں ہے کہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔جس نے کوئی حادثہ رونما کیا یا کسی حادثہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی۔اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔"

امام بیہقی نے ابوحسان سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو چھوڑ کر ہمیں کوئی خاص وصیت نہ کی تھی، حتیٰ کہ میں نے آپ سے کسی صحیفہ میں سنا جو میری شمشیر کے میان میں ہے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے اسے اپنے پاس رکھا۔اسے کھولا۔اس میں لکھا ہوا تھا: "جس نے اس شہر میں کوئی واقعہ رونما کیا یا کسی واقعہ رونما کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔رب تعالیٰ اس سے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض قبول کرے گا۔" اس نوشتے میں تھا: "حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تھا۔میں اس کی دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین کو، اس کی چراگاہ کو حرم بناتا ہوں۔نہ وہاں کی سبز گھاس کاٹی جائے نہ تو اس کے شکار کو بھگایا جائے نہ ہی یہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے، مگر اعلان کرنے کے لیے۔نہ ہی اس کے درخت کو کاٹا جائے، مگر یہ کہ انسان اپنے اونٹ کو چارہ کھلانا چاہے۔نہ ہی اس میں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اہلِ ایمان کے خون برابر ہیں ان کا کم درجہ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔وہ اپنے علاوہ دوسروں کے خلاف متفق ہیں۔ارے! کسی مؤمن کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا نہ ہی کسی معاہدہ کرنے والے کو اس کے عرصۂ معاہدہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔"

تنبیہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے۔آپ نے فرمایا: "علی! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔تم اسے یاد رکھنا۔علی! جب تک تم میری وصیت پر عمل کرتے رہو گے تم حق پر قائم رہو گے۔علی! اہل ایمان کی تین علامات ہیں۔(۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ۔۔۔۔

الرغائب اور الآداب میں یہ طویل روایت منقول ہے۔یہ موضوع روایت ہے۔اسے حماد بن عمرو نصیبی نے وضع کیا ہے۔یہ کذاب تھا۔روایت گھڑتا تھا۔اسے حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں لکھا ہے۔

❁❁❁

تینتیسواں باب

سقیفہ کی خبر اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں جمع ہوئے۔ بقیہ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے۔ بنو عبد الاشہل میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک شخص حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: "انصار کا قبیلہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ کے ساتھ جمع ہیں۔ اگر تمہیں لوگوں کے معاملہ میں ضرورت ہے تو انہیں جا لو اس سے قبل کہ ان کا معاملہ شدت اختیار کر جائے۔" اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ کے امر سے فراغت نہ ہوئی تھی۔ آپ کے اہل خانہ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "ہمیں ہمارے بھائیوں کے پاس لے چلیں ہم دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔"

ابن اسحاق، امام احمد، بخاری اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: "مجھے علم ہوا ہے کہ فلاں نے کہا ہے کہ اگر عمر کا وصال ہو گیا تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا۔"

بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ بات کرنے والے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا تھا: "میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں گا۔" کوئی شخص تمہیں یہ کہہ کر دھوکہ نہ دے کہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عجلت میں ہوئی تھی۔ بخدا! ان کی بیعت عجلت میں نہ ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی جگہ پر کھڑا کیا تھا۔ انہیں صحابہ کرام کے دین کے لیے دوسروں پر ترجیح دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ رب العزت اور اہل ایمان خلافت کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا انکار کرتے ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کی طرف گردنیں اس طرح جھکتی ہیں جیسے ان کے لیے جھکتی ہیں یا تم میں سے کوئی ہے جو بھلائی میں اس طرح سبقت لے جانے والا ہو جیسے وہ سبقت لے جاتے تھے۔ جس نے کسی مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کی اس کی کوئی بیعت نہیں۔ اگرچہ وہ ہم میں سے بہترین ہو۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی۔ وہ اپنے سرداروں کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرات علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام اور ان کے ساتھی بھی علیحدہ جمع ہوئے تھے۔ مہاجرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی تھی: "ہمیں ہمارے بھائیوں انصار کے پاس لے چلو۔" ہم ان کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ ہمیں راستے میں دو صالح شخص ملے۔ ایک حضرت عویم بن ساعدہ تھے انہی کے متعلق حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب آپ سے عرض کی گئی کہ رب تعالیٰ نے یہ کن لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ (توبہ:۱۰۸)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "عدیم بن ساعدہ اچھے انسان ہیں۔" دوسرے شخص حضرت معن بن عدی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی وجہ سے گریہ بار تھے جب آپ کا وصال ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: "بخدا! ہماری تمنا ہے کہ ہم آپ کے قبل انتقال کر جاتے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ہم آپ کے بعد فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے تو حضرت معن نے فرمایا تھا: "بخدا! میں پسند نہیں کرتا کہ میرا وصال آپ سے قبل ہوتا حتیٰ کہ میں آپ کی حالت وصال میں اسی طرح تصدیق کرتا جیسے اس وقت کی ہے جب آپ اس عالم رنگ و بو میں تھے۔" انہیں یمامہ کے روز شہادت کی خلعت زیبا عطا کی گئی۔" ان دونوں نے ہمارے لیے اس بات کا تذکرہ کیا جس کی طرف قوم کا میلان تھا۔" انہوں نے پوچھا: "گروہ مہاجرین کہاں کا ارادہ ہے؟" ہم نے کہا: "ہم اپنے انصاری بھائیوں کے ارادہ سے نکلے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تم پر کیا ہے اگر تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تم اپنا کام کر گزرو۔" ہم نے کہا: "بخدا! ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔" ہم آگے بڑھ گئے۔ ہم ان کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ ان کے سامنے ایک شخص چادر لپیٹے لیٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انہوں نے بتایا کہ یہ سعد بن عبادہ ہیں۔" میں نے پوچھا: "انہیں کیا ہوا ہے؟" انصار نے بتایا: "انہیں درد ہے۔" جب ہم بیٹھ گئے تو ہم نے ان کا خطیب دیکھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء کی جس کا وہ اہل ہے، پھر کہا: "امابعد! ہم انصار ہیں۔ ہم اسلام کا لشکر ہیں۔ انصار! تم ہمارے نبی کریم ﷺ کا قبیلہ ہو۔ تمہاری قوم کا ایک گروہ ہمارے پاس آیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں ہماری اصل سے کٹ کر الگ کر دیں۔ یہ ہم سے حکومت چھیننا چاہتے ہیں۔" جب ان کا خطیب خاموش ہو گیا تو میں نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے دل میں ایسی گفتگو ترتیب دے رکھی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا تھا۔ میں اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے کرنا چاہتا تھا۔ میں ان کے کچھ امور چلانا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "عمر! ذرا ٹھہرو۔" میں نے انہیں ناراض کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے گفتگو کی۔ وہ مجھ سے زیادہ عالم تھے وہ مجھ سے زیادہ باوقار تھے۔ بخدا! انہوں نے ایک بات بھی نہ چھوڑی تھی جس نے مجھے تعجب میں ڈالا تھا۔ جسے میں نے اپنے دل میں تیار کر رکھا تھا، حتیٰ کہ انہوں نے اسے فوراً کہہ دیا یا اس کی مثل یا اس سے افضل بات کر دی، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے۔"

ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ وہ گفتگو میں سبقت لے جائیں تاکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے معاملات آسان بنائیں اور وہاں موجود انصار کو تیار کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ گفتگو ترک نہ کر دیں ہمارے مخالفین کے بارے میں میرے دل میں جو شدت تھی اس میں کمی نہ کر دیں۔" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے فرمایا: "ٹھہرو! عنقریب باتیں بہت

زیادہ ہوں گی ان شاء اللہ امیرے بعد جو کچھ تمہارے لیے عیاں ہو اسے کہہ لینا۔" انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ سارے موجود لوگ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا۔ رب تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور پیشانیوں سے پکڑ لیا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کا ابدی شرف بخشا۔ ہم گروہ مہاجرین ہیں۔ ہم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ ہم آپ کا قبیلہ، قریبی رشتہ دار اور عزیز ہیں۔ ہم اہلِ نبوت اور اہلِ خلافت ہیں۔ سارے عرب میں سے ہمارا نسب اعلیٰ ہے۔ ہم سب کو قبیلہ قریش نے جنم دیا ہے۔ عرب صرف اس شخص کا اعتراف کریں گے اور اس شخص سے صلح کریں گے جس کا تعلق قریش سے ہوگا۔ ان کے چہرے سارے لوگوں سے زیادہ باجمال ہیں۔ زبان کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ بات کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہیں۔ لوگ قریش کی اتباع کریں گے۔ ہم امراء اور تم وزراء ہوں گے۔ یہ امر ہمارے اور تمہارے مابین منقسم ہے مگر اے گروہِ انصار! تم کتاب اللہ کے اعتبار سے ہمارے بھائی ہو۔ ہمیں سارے لوگوں سے محبوب ہو تم نے ہی پناہ دی اور نصرت کی تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم قضائے الٰہی سے راضی ہو جاؤ۔ سر تسلیم خم کر دو۔ یہ اس فضیلت کی وجہ سے ہے جو رب تعالیٰ نے تمہارے مہاجر بھائیوں کو عطا کی ہے۔ تم سارے لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہو کہ تم اس خیر پر ان سے حسد نہ کرو جسے رب تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔ جس خیر کا تم نے اپنے لیے ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو لیکن اہل عرب اس امر کو صرف قبیلۂ قریش کے لیے سمجھتے ہیں۔ یہ نسب و گھرانہ کے اعتبار سے سارے عرب سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لیے ان دو افراد میں سے ایک کو مختص کرتا ہوں۔ تم ان میں سے جس کو چاہو بیعت کر لو۔" انہوں نے میرا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ہمارے مابین تھے۔ اس عمل کے علاوہ ان کے ہر ہر فرمان سے میں متفق تھا۔ بخدا! اگر میں آگے بڑھایا جاؤں تو میری گردن اڑا دی جائے۔ یہ مجھے کسی گناہ کے قریب نہیں کرتا جو مجھے اس سے پسندیدہ ہو کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں تمہیں ان دو افراد میں سے ایک کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ عمر بن خطاب یا ابو عبیدہ بن جراح۔" انہوں نے اپنا ہاتھ ان دونوں پر رکھ دیا۔ میں ان دونوں پر اس معاملہ کے لیے راضی ہوں۔ میں انہیں اس کا اہل سمجھتا ہوں۔"

حضرات عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے کہا: "ابو بکر! حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی کو آپ سے فائق نہیں ہونا چاہیے۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے یار غار ہیں۔ آپ ثانی اثنین ہیں۔ جب حضور اکرم شفیع معظم، رحمت عالم ﷺ بیمار ہوئے تو انہوں نے آپ کو حکم دیا۔ آپ نے لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ آپ اس امر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔" انصار نے کہا: "ہم تمہارے لیے اس خیر کی وجہ سے حسد نہیں رکھتے۔ جسے رب تعالیٰ تمہاری طرف لے کر آیا ہے۔ رب تعالیٰ نے کوئی ایسی قوم تخلیق نہیں کی جو ہمارے ہاں تم سے زیادہ محبوب اور معزز ہو جو ہدایت کے اعتبار سے ہمیں تم سے زیادہ پسندیدہ ہو، لیکن ہمیں آج کے دن کے بعد اندیشہ ہے۔ اگر آج تم نے خود میں سے کسی کو اصل بنا لیا جب اس کا انتقال ہو جائے تو تم انصاری شخص کو پکڑو اور اسے اصل بنا لو جب

اس کا انتقال ہو جائے گا تو ہم مہاجرین میں سے ایک شخص کو (خلیفہ) بنالیں گے۔ جب تک یہ امت باقی ہے معاملات اسی طرح چلتے رہیں گے۔ ہم تمہاری بیعت کر لیتے ہیں اور تمہارے خلیفہ پر تم سے راضی ہو جاتے ہیں اس سے قریشی خلیفہ کو بھی اندیشہ رہے گا کہ اگر وہ ٹیڑھا ہوتو انصاری اسے سیدھا کر دے گا۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "یہ مشورہ صائب نہیں ہے۔ قریش میں سے ہی ایک شخص اس منصب پر فائز ہوگا۔ اہل عرب اسی پر ہی رضامندی کا اظہار کریں گے۔ عرب اسی کے لیے امارت کا اعتراف کریں گے، لہٰذا قریش سے ہی خلیفہ مناسب ہے۔ بخدا! جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اسی کے ساتھ قتال کریں گے۔"

امام احمد نے حضرت حمید بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "سعد! تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے" اس امر کے والی قریش ہی ہوں گے۔ لوگوں میں سے پاکباز وہ ہوں گے جو ان کے پاکبازوں کی اتباع کریں گے اور ان میں سے فاجر وہ ہوگا جو ان کے فاجر کی پیروی کرے گا۔" انہوں نے کہا: "تم نے سچ کہا ہے۔ ہم وزیر ہیں اور تم امیر ہو۔" امام احمد نے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: "میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی رائے سے شفاء ملتی ہے۔ میں ایسی دوا ہوں جس سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ اے گروہ! قریش! آوازیں بلند ہوگئیں۔ شور وغل بڑھ گیا۔ ہمیں اختلاف کا خدشہ ہونے لگا۔ میں نے عرض کی: "ابوبکر! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ انہوں نے ہاتھ آگے کر دیا۔ میں نے ان کی بیعت کر لی۔ مہاجرین نے ان کی بیعت کر لی، پھر انصار نے بھی بیعت کر لی۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے "گفتگو کثیر ہوگئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کے مابین لڑائی بھڑک اٹھتی۔ بعض نے بعض کو ڈرایا، پھر مسلمان باہم راضی ہو گئے۔ رب تعالیٰ نے ان کے لیے ان کے دین کو بچا لیا۔ وہ واپس آ گئے۔ ابلیس کی نافرمانی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلدی کی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ حضرات اسید بن حضیر اور بشر بن سعد رضی اللہ عنہما نے بھی جلدی کی تا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں۔ حضرت عمر فاروق ان سے سبقت لے گئے۔ انہوں نے ان کی بیعت کر لی، پھر ان دونوں نے بیعت کی۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے تحریر کیا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت بشر بن سعد نے حضرت عمر سے پہلے بیعت کی تھی۔"

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کا خطیب اٹھا۔ اس نے کہا: "تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ ہم آپ کے مددگار تھے ہم آپ کے خلیفہ کے بھی مددگار ہوں گے جیسے آپ کے مددگار تھے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "تمہارے اس شخص نے سچ کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے علاوہ کچھ کہا تو ہم تمہاری اتباع نہیں کریں گے۔ اہل سقیفہ نے جلدی کی۔ وہ جلدی جلدی بیعت کرنے لگے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اژدہام بنالیا۔ ایک انصاری شخص نے کہا: "حضرت سعد کو بچاؤ۔ انہیں روند نہ دینا کہ کہیں انہیں مار نہ ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں تھے۔

انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ سعد کو قتل کرے وہ صاحب فتنہ ہیں۔" جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت سے فارغ ہوئے۔ مسجد نبوی کی طرف آئے۔ منبر پر بیٹھ گئے۔ شام تک لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ وہ آپ کی تدفین میں مشغول ہو گئے۔ ابن ابی عزہ القرشی نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

نشكو لمن هو بالثناء خليق | ذهب اللحاج و بويع الصديق

ترجمہ: ہم اس خدائے لم یزل کی بارگاہ میں شکوہ کناں ہیں جو تعریف کا مستحق ہے۔ جھگڑا ختم ہو گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔

من بعد ما وخضت بسعد بغلة | ورحا رحاه دونه العيّوق

ترجمہ: اس کے بعد کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خچر نے چرکہ لگایا تھا۔ ان کی چکی ان کی چکی ہے۔ عیوق ان سے بہت دور ہے۔

جاءت بعه الانصار عاصب راسه | فاتاتهم الصديق والفاروق

ترجمہ: انصار ان کے پاس آئے جبکہ وہ اپنے سر پر پٹی باندھے ہوئے تھے ان کے پاس حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے۔

و ابو عبيدة والذين اليهم | نفس المؤمّل للبقاء تسوق

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تھے، اور وہ لوگ بھی آئے جن کی طرف امیدوار کا نفس بقاء کے لیے شوق رکھتا ہے۔

كنا نقول مها على ذوالرضى | و اولاهم عمر بتلك عتيق

ترجمہ: ہم اس کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متعین کرتے تھے جن کے سر پر رضا کا تاج سجا دیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق ان لوگوں میں سے افضل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس کے مستحق تھے۔

فدعت قريش باسمه فاجلبها | ان المنوّة باسمه الموثوق

ترجمہ: قریش نے ان کا نام لے کر بلایا۔ وہ اس کے لیے جمع ہو گئے۔ ان کے نام کا شہرہ بھی قابل اعتماد ہے۔

وثیمہ بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ قریش کے سرداروں کے لیے انصار میں بلند مقامات تھے۔ ان میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اٹھے۔ یہ قریش کے خطیب تھے۔ انہوں نے کہا: "اے لوگو! اس دین کی ابتداء میں ہمیں ایسے معاملہ کا سامنا کرنا پڑا جس کو اٹھانا ہمارے لیے گراں تھا۔ اس کی بلندی ہمارے لیے مشکل تھی۔ گویا کہ ہم نے اس سے اس کے متعلق جلدی کی۔ بخدا! جلد ہی سے اس کی گرانی ہم پر ہلکی ہو گئی۔ ہم نے اس کی مشکل کو ختم کر دیا۔ ہم نے اس پر تعجب کیا جس نے اس دین حق میں شک کیا حالانکہ پہلے

ہم اس پر تعجب کرتے تھے جو اس پر ایمان لاتا تھا، حتیٰ کہ ہم اسی کا حکم کرتے تھے جس سے ہمیں روکا جاتا تھا۔ اب ہم اسی چیز سے روکتے ہیں جس کا ہم حکم دیتے تھے۔ ہم نے عقل کی وجہ سے اس کی طرف سبقت نہیں کی، بلکہ یہ توفیق خداوندی ہے۔ ارے! وحی منقطع نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ مکمل ہوگئی۔ آپ کا وصال نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے بہت زیادہ کوشش فرمائی۔ ہم آپ کے بعد کسی نبی کے منتظر نہیں ہیں۔ نہ ہی اس وحی کے بعد کوئی وحی ہے۔ آج ہم تعداد میں کل سے زیادہ ہیں۔ ہم آج کل سے بہتر ہیں، جو اس دین حق میں داخل ہوگیا اس کا ثواب اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ جس نے اسے ترک کر دیا۔ ہماری خواہش ہوگی کہ وہ اس کی طرف لوٹ آئے۔ بخدا! اس امر کے صاحب (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ نہ ہی ان میں اختلاف کیا گیا ہے، پھر وہ ساکت ہوگئے۔ لوگوں نے ان کی گفتگو پر تعجب کیا۔ حضرت حزن (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام سہل رکھا تھا) اٹھے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

و قامت دجال من قریش کثیرۃ   فلم یك فی القوم القیام کخالد

ترجمہ: قریش میں سے بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن قوم میں کوئی اس طرح کھڑا نہ ہوا جیسے حضرت خالد کھڑے ہوئے تھے۔

ترقی فلم یزلق به صدر بغله   و کف فلم لعرض لتلك الاوابد

ترجمہ: وہ بلند ہوئے۔ ان کی خچر کا سینہ انہیں لے کر نہ پھسلا، اور ایسی ہتھیلی جس نے ان حادثات کے لیے تعرض نہ کیا تھا۔

بجاء بها عنو کالبدر و سهلة   فشبهتها فی الحسن ام القلائد

ترجمہ: وہ صبح سویرے ماہِ تمام کی طرح آئے۔ وہ نرمی لے کر آئے۔ میں اسے حسن میں ام قلائد کے ساتھ تشبیہ دوں گا۔

اخالد لا تعدم لؤی ابن غالب   قیامك فیها عند قذف الجلامد

ترجمہ: اے خالد! تم لوئ بن غالب کو معدوم نہ کرنا۔ اس میں تمہارا قیام بلند پہاڑ کی چوٹی کے پاس ہے۔

کساك الولید بن مغیرۃ مجدہ   و علمك الشیخان ضرب القماحد

ترجمہ: ولید بن مغیرہ نے اپنی بزرگی کا لبادہ آپ کو اوڑھا دیا۔ شیخان نے آپ کو گدی کی ہڈی کے اوپر مارنا سکھایا۔

تقارع فی الاسلام عن صدر دینه   و فی الشرك عن اجلال جدّو والد

ترجمہ: آپ نے اسلام میں اپنے دین حق کی طرف سے شمشیر زنی کی اور شرک میں اپنے باپ اور دادا کی بزرگی کی طرف سے بڑے۔

و کنت المخزوم بن یقنطة جنة   کلا اسببك فیها ما جدو ابن ماجد

ترجمہ: آپ مخزوم بن یقظہ کے لیے ڈھال تھے۔ اس میں آپ کے دونوں سبب تھے خود بزرگ ہونا اور بزرگ

کی اولاد ہونا۔

اذا ماعنا فی ھیجھا الف فارس عدلت بالف عند تلک الشدائد

ترجمہ: وہ جنگ جو ایک ہزار سواروں پر دشوار ہوتی ہے آپ ایسی جنگوں میں ایک ہزار شہ سواروں کے برابر ہوتے۔

و من یک فی الحرب المصرّۃ واحدا فما انت فی الحرب العوان بواحد

ترجمہ: کون ہے جو سخت جنگ میں تنہا ہو۔آپ ہی تباہ کن جنگ میں تنہا ہوتے ہیں۔

اذا ناب امر فی قریش مخلّج تشیب لہ راس العذاری النواھد

ترجمہ: جب قریش کو کسی پریشان کن امر کا سامنا کرنا پڑتا جن سے جوان دوشیزاؤں کے سر سفید ہو جاتے۔

تولیت منہ ما یخاف و ان تخب یقولوا جمیعا خطبنا غیر شاھد

ترجمہ: آپ اس سے ہراساں ہو کر روگرداں نہ ہوئے۔اگر آپ غائب ہوئے تو سب نے کہا ہماری مصیبت کے وقت کوئی موجود ہی نہ تھا۔

ابن اسحاق اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ”جب سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔دوسرے روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے۔انہوں نے گفتگو کی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔وہ گفتگو نہیں کر رہے تھے۔انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے، پھر انہوں نے کہا: ”اے لوگو! میں نے کل تم سے ایسی بات کی تھی جسے میں کتاب اللہ میں نہیں پاتا تھا نہ ہی مجھے حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وصیت کی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ آپ کسی ایسے فرمان کے ذریعے ہماری تدبیر فرمائیں گے، جو ہمارے آخری شخص تک ہوگی، لیکن رب تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسی کتاب باقی رکھی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بامراد فرمایا ہے۔اگر تم نے اس کتابِ زندہ کو مضبوطی سے تھام لیا تو رب تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح ہدایت عطا کرے گا جیسے اس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بامراد فرمایا تھا۔رب تعالیٰ نے تمہارے امر کو اس شخص پر جمع کر دیا ہے، جو تم میں سے بہترین ہے۔وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں۔وہ غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔“ لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عام بیعت کی۔یہ بیعت، سقیفہ میں ہونے والی بیعت کے علاوہ تھی، پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی۔انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔“

علامہ بلاذری نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے یہ خطبہ پڑھا:

الحمد للہ احمدہ واستعینہ علی الامر کلّہ علانیہ و سرّہ و نعوذ باللہ من شر ما یاتی باللیل والنھار و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ و ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا قدام الساعۃ فمن اطاعہ رشد و من

عصاۃ ہلك.

پھر فرمایا: "اے لوگو! مجھے تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم میں سے بہترین نہیں ہوں۔ میری بیعت اچانک تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے فتنہ کا ڈر تھا۔ قسم بخدا! میں نے اس کا ایک دن بھی لالچ نہیں کیا۔ نہ ہی اس کا مطالبہ کیا نہ ہی اعلانیہ یا پوشیدہ اس کا رب تعالیٰ سے سوال کیا۔ مجھے اس میں راحت بھی نہیں ہے۔ ایک امر عظیم میرے سپرد کر دیا گیا ہے جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اس کو اٹھانے کی مجھ میں قوت و طاقت نہیں میری تمنا ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین شخص اس پر مامور ہوتا۔ تم رب تعالیٰ سے تقویٰ کو لازم پکڑو۔ داناؤں میں سے دانا متقی ہوتا ہے۔ احمقوں میں سے احمق فاجر ہوتا ہے میں متبع ہوں۔ میں مبتدع نہیں ہوں۔" ابن جریر نے یہ اضافہ کیا ہے:

"میں تمہاری مثل ہوں۔ مجھے علم نہ تھا کہ تم میرے سپرد وہ معاملہ کر دو گے جس کی طاقت صرف حضور اکرم ﷺ کو تھی۔ رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو آفات سے بچالیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس امت میں سے کسی شخص نے کوڑا مارنے یا اس سے کم و بیش ظلم کا قصاص نہیں مانگا۔ بلاشبہ شیطان میرے پاس آتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھے بچالو۔ میں تمہارے بالوں اور جلدوں میں کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔

تم صبح و شام موت (کے دائرہ) میں آتے جاتے ہو۔ اس کا علم تم سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم میں استطاعت ہے کہ تمہیں موت اس وقت آئے جب تم کسی عمل صالح میں مصروف ہوں تو اس طرح کر گزرو۔ یہ استطاعت توفیق ایزدی سے ہی تمہیں نصیب ہوگی۔ موت کی دی گئی مہلت میں تم جلدی کر لو اس سے قبل کہ تمہاری اموات تمہارے اعمال کو منقطع کر دیں۔ ایک قوم نے موت کو فراموش کر دیا ہے۔ وہ اپنے اعمال کسی غیر کے لیے بجالاتے ہیں۔ تم ان کی مانند ہونے سے بچو۔ کوشش کرو کوشش کرو۔ جلدی کرو۔ عجلت سے کام لو۔ نجات پالو نجات پالو۔ تمہارے پیچھے جلد باز متلاشی ہے۔ تیز رفتار موت ہے۔ اپنے آباء، بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ موت سے محتاط ہو جاؤ۔ زندوں پر اسی چیز پر رشک کیا کرو جس سے مردوں پر رشک کرتے ہو۔ اگر میں بھلائی کے کام سرانجام دوں تو تم میری اعانت کرو اگر میں برائی کرنے لگو تو تم مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے۔ جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے ہاں قوی ہے، حتیٰ کہ میں اس کا مرض دور کر دوں۔ ان شاء اللہ! تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق لے لوں۔ ان شاء اللہ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ رب تعالیٰ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے۔ رب تعالیٰ اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اے لوگو! کتاب اللہ کی پیروی کرو۔ اس کی نصیحت کو قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ ان کے گناہوں پر قلم عفو پھیرتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ اس دن سے ڈرو جس میں کوئی یار اور سفارشی نہ ہوگا۔ جس کی بات مان لی جائے۔ عمل کرنے والے کو ایسا عمل کرنا چاہیے جو اسے قرب خداوندی سے سرفراز کر دے۔ اے لوگو! جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری

اطاعت کرنا لازم نہیں۔ اپنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

علامہ بلاذری اور امام بیہقی نے صحیح دو اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے تو لوگوں کو غور سے دیکھا۔ حضرت زبیر نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ انصار کے بعض افراد گئے اور انہیں لے آئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سمجھا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھو زاد اور آپ کے حواری مسلمانوں کے عصا کو شق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" وہ اٹھے اور ان کی بیعت کر لی، پھر انہوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے متعلق پوچھا۔ کچھ انصاری افراد اٹھے اور انہیں لے کر آ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے عصا کو شق کرنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے فرمایا: "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔" انہوں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

علامہ بلاذری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اچانک نہ ہوا تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے مرضِ وصال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ نماز کے متعلق عرض کرتے تھے۔ آپ (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، حالانکہ آپ میری جگہ کو ملاحظہ کر رہے ہوتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا صحابہ کرام نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دین حق کا معاملہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا، لہٰذا انہوں نے اپنی دنیا کا معاملہ بھی ان کے سپرد کر دیا۔" علامہ بلاذری نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ جب حضور سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا ہم نے آپ کو پایا کہ آپ نے نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اس ہستی پر راضی ہو گئے جس پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھڑا کیا تھا۔"

علامہ بلاذری نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن الزبیر حنظلی کو حضرت حسن کے پاس بھیجا۔ ان سے پوچھا: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟" حضرت حسن نے فرمایا: "کیا تمہارے ساتھی کو اس میں شک ہے۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ نے انہیں اس وقت خلیفہ بنا دیا جبکہ آپ نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ وہ رب تعالیٰ سے اس سے کہیں بڑھ کر ڈرتے تھے کہ وہ ظلماً اس پر قبضہ کر لیتے۔" علامہ بلاذری نے ابراہیم تیمی اور ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا: "اپنے ہاتھ بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں اس امت کا امین کہا ہے۔" انہوں نے کہا: "تم میرے پاس آ گئے ہو، حالانکہ تم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ وہ ثانی اثنین ہیں۔" دوسری روایت میں "ثالث ثلاثہ" کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن سیرین سے عرض کی گئی کہ ثالث ثلاثہ سے کیا مراد ہے؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم نے یہ آیت طیبہ نہیں پڑھی:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے، جب وہ فرمارہے تھے۔ اپنے رفیق کو کہ مت غمگین ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ابن عقبہ نے جید اسناد کے ساتھ حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین میں سے کچھ افراد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں غصے کا اظہار کیا۔ ان میں حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ دونوں سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے کچھ افراد کے ساتھ آئے۔ ان میں حضرات اسید بن حضیر، سلمہ بن سلامہ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔ ان میں سے کسی نے حضرت زبیر کی تلوار لی اسے پتھر پر مارا اور توڑ دیا، پھر سیدنا صدیق اکبر نے لوگوں میں سے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ ان کے لیے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: "بخدا! میں نے ایک دن بھی امارت کے لیے لالچ نہیں کیا۔ نہ کسی رات کو اس کے لیے لالچ کیا۔ میں نے کسی روز رب تعالیٰ سے اس کے متعلق پوشیدہ یا ظاہراً سوال نہیں کیا، لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا۔ امارت میں میرے لیے کوئی راحت نہیں ہے، لیکن میرے سر وہ امر ڈالا گیا ہے جسے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ قوت تو رب تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ لوگوں میں سے قوی ترین آج میری جگہ اس پر قائم ہوتا۔ مہاجرین نے ان سے وہ کچھ قبول کر لیا جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا، جو کچھ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ حضرات علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہمارا غصہ صرف اس لیے تھا کیونکہ ہمیں مشورہ میں موخر کر دیا گیا تھا۔ ہم بھی رائے یہی رکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی اس کے مستحق ہیں، کیونکہ آپ یارِ غار ہیں۔ ثانی اثنین ہیں ہم ان کے شرف وقدر کو جانتے ہیں۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں انہیں حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو امامت کرائیں۔"

ابو ربیع نے تحریر کیا ہے کہ ابن عقبہ کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ وہ ان کی بیعت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے اور ان سے چاہتے تھے کہ وہ انہیں سبکدوش کر دیں وہ بار بار اپنے قول کا اعادہ کرتے رہے۔ ہر بار وہ جواب میں کہتے: "بخدا! نہ تو ہم بیعت کو توڑیں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو آگے کیا ہے۔ آپ کو موخر کون کر سکتا ہے۔"

میں کہتا ہوں۔" بلاذری نے حضرت ابوالجحاف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی۔ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، تو انہوں نے کھڑے ہو کر تین بار کہا: "لوگوں میں تمہاری بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: "بخدا! ہم نہ آپ کی بیعت کو فسخ کریں گے نہ ہی آپ کو استعفیٰ دینے کے لیے کہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں آپ کو مقدم کیا ہے۔ آپ کو پیچھے کون ہٹا سکتا ہے۔ جب لوگوں کی بیعت مکمل ہو گئی اور لوگ

پرسکون ہو گئے تو آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کی مہم پر بھیجنے سے قبل کسی کام میں مشغول نہ ہوئے۔ انہوں نے ان سے فرمایا: "تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی اس مہم پر بھیجا ہے۔" مہاجرین و انصار میں سے بعض افراد نے ان سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا: "اسامہ اور ان کی مہم کو روک لو۔ ہمیں خدشہ ہے کہ عرب ہم پر دھاوا بول دیں گے۔ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے متعلق سنا۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رائے میں ان سب سے افضل تھے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں اس مہم کو روک دوں جس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ فرمایا ہے۔" وہ پختہ رائے والے اور اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے سراپا خیر خواہ تھے۔ انہوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ ہی چھوڑ جائیں۔

❁❁❁

آپ کا غسل مبارک، کفن مبارک، نماز جنازہ، تدفین، قبر انور کی جگہ، آپ کے وسیلے سے ابر کرم، آپ کی قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ کی فضیلت، مسجد نبوی کی فضیلت، قبر انور میں آپ کی حیات طیبہ، امت مرحومہ کے اعمال کا آپ کو پیش ہونا اور آپ کے ترکہ کا حکم

باب اول

آپ کا غسل پاک

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے، ابو داؤد، مسدد، ابونعیم، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ذھبی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ انہوں نے کہا: ''ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا کریں؟'' کیا ہم اسی طرح آپ کے کپڑے اتاریں جیسے ہم اپنے مردوں کے کپڑے اتارتے ہیں یا آپ کے کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دے لیں۔'' جب انہوں نے باہم اختلاف کیا تو رب تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ ہر شخص کی ٹھوڑی اس کے سینے پر تھی، پھر حجرہ مقدسہ کے کسی کنارے سے ایک بات کرنے والے نے بات کی۔ صحابہ کرام نہیں جانتے تھے کہ وہ کون تھا۔ اس نے کہا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے اوپر سے ہی پانی اور بیری کے پتے بہا رہے تھے۔ وہ قمیص کے ساتھ ہی آپ کو مل رہے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ نہ مل رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ''اگر مجھے وہ خیال پہلے آتا جو بعد میں آیا

تھا تو آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ کو غسل دیتیں۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم آپ کی تدفین کے لیے تیاری کرنے لگے تو ہم نے سارے افراد کو باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا۔ انصار نے آواز دی: "ہم آپ کے ننھیال ہیں۔ اسلام میں جو ہمارا مقام ہے وہ ہمیں ہی نصیب ہے۔" قریش نے کہا: "ہم آپ کا خاندان ہیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند کہا: "اے مسلمانوں کے گروہ! تمام لوگ آپ کا جنازہ پڑھنے کے مستحق ہیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم سب اندر آگئے تو آپ کے متعلق تاخیر ہو جائے گی۔ بخدا! آپ کے ہاں وہی داخل ہو گا جسے بلایا جائے۔"

امام شافعی، ابن جارود، ابن حبان، ابوداؤد، الطیالسی، ابویعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو غسل دینے والوں میں اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے ایک کہنے والے کو سنا۔ وہ اسے جانتے نہ تھے کہ وہ کون تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دو، جبکہ آپ قمیص مبارک پہنے ہوئے ہی ہوں۔" آپ کو آپ کی قمیص سمیت ہی غسل دیا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اگر میں اس بات سے پہلے آگاہ ہوتی جس سے میں بعد میں آگاہ ہوئی تھی تو آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی آپ کو غسل دیتیں۔"

ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو غسل دینے لگے تو اندر سے انہیں آواز آئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص نہ اتارو۔" اس روایت کی کئی مرسل اسناد بھی ہیں۔ ابن سعد، ابوداؤد، بیہقی اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ میں دیکھنے لگا کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی ہے، مگر مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپ قبل از وصال اور بعد از وصال پاکیزہ اور طیب تھے۔" آپ کو حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادمِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت صالح نے دفن کیا۔ آپ کی قبر انور کو لحد طرز میں بنایا گیا۔ اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔"

ابن سعد، بزار اور بیہقی نے (اس روایت کی سند میں ضعف ہے) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کو میرے علاوہ اور کوئی غسل نہ دے، جو بھی آپ کی شرم گاہ دیکھے گا اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں جس عضو کو بھی پکڑتا تو مجھے یوں لگتا کہ میرے ساتھ تیس افراد اور بھی اسے پلٹ رہے ہیں، حتیٰ کہ میں آپ کو غسل دینے سے فارغ ہو گیا۔" امام بیہقی نے محمد بن قیس سے مرسل روایت کیا ہے (اس کی سند میں ضعف ہے) کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم آپ کا جو عضو بھی اٹھانا چاہتے تاکہ اسے دھوئیں تو اسے ہمارے لیے اٹھایا جاتا، حتیٰ کہ ہم آپ کی شرم گاہ تک پہنچ گئے۔ ہم نے حجرہ مقدسہ کی ایک طرف سے یہ صدا سنی کہ اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم گاہ کو عریاں نہ کرنا۔" ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ وہ عرض کرنے لگے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔"

انہوں نے فرمایا: "عمدہ خوشبو پھیل گئی۔ انہوں نے ایسی خوشبو پہلے نہ سونگھی تھی۔"

الطبرانی نے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے عبدالواحد بن ابی عون سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھے غسل دینا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا۔" آپ نے فرمایا: "عنقریب تمہارے لیے آسان بنا دیا جائے گا۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو غسل دیا۔ میں جو بھی عضو پاک اٹھاتا اسے میرے لیے اوپر اٹھا دیا جاتا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینۂ اقدس سے پکڑے رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے "علی المرتضیٰ! جلدی کریں۔ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔"

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، فضل، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم اطہر کا نچلا حصہ دھویا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کا سینہ دھویا۔ حضرات عباس، اسامہ اور شقران پانی انڈیل رہے تھے۔" ابن سعد نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ کو غسل دیتے وقت آپ کے پاس نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ آپ کو حیاء آئے گی کہ میں آپ کو کپڑوں کے بغیر دیکھوں۔" جبکہ کئی روایات میں ہے کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھے۔

ابن سعد حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیتے وقت وہ کچھ تلاش کیا جو میت کا تلاش کیا جاتا ہے مگر انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ انہوں نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔" امام بیہقی نے حضرت علباء بن احمر سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی اور فضل حضور اکرم ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدا دی گئی۔ "اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائیں۔" ابن ماجہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب میرا وصال ہو جائے تو غرس کے کنوئیں کے سات مشکیزوں سے مجھے غسل دینا۔"

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بیری کے پتوں کے ساتھ آپ کو تین بار غسل دیا گیا۔ آپ نے قمیص پہن رکھی تھی کہ آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کو غرس کے پانی سے غسل دیا گیا۔" حضرت سعد بن خثیمہ نے اس کا نام قباء لکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ حضرت فضل نے پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی انڈیل رہے تھے۔ حضرت فضل کہنے لگے: "مجھے نجات دلائیں۔ آپ نے میری شاہ رگ کاٹ دی ہے۔"

ابن سعد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سید المرسلین ﷺ کو حضرات علی، اسامہ اور فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے جبکہ وہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ "میرے والدین آپ پر

فدا! آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال کتنے پاکیزہ ہیں۔" دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے آپ کو تھام رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے قمیص پہنی ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آجا رہے تھے۔" حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ کو حضرات عباس، علی، فضل رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کو پردہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابن شہاب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کے خادم حضرت صالح رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو پردہ کیا ہوا تھا۔ امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے۔ حجرہ مقدسہ میں صرف حضرات عباس، علی، فضل، قثم، اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب یہ حضرات غسل دینے کے لیے جمع ہوئے تو لوگوں کے پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی۔ وہ حضرت اوس بن خولی انصاری تھے۔ ان کا تعلق عوف بن خزرج سے تھا۔ یہ بدری صحابی تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ کہا: "علی المرتضیٰ! ہم آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا حصہ۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم اندر آجاؤ۔" وہ اندر آگئے۔ انہوں نے آپ کا غسل دیکھا، مگر غسل دینے میں شرکت نہ کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ آپ پر آپ کی قمیص مبارک تھی۔ حضرات عباس، فضل اور قثم رضی اللہ عنہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ انہوں نے آپ میں سے ایسی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت میں نظر آتی ہے۔ وہ عرض کرنے لگے: "میرے والدین آپ پر فدا! آپ حیاتِ طیبہ میں اور وصال کے بعد کتنے پاکیزہ ہیں۔ آپ کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا گیا۔ آپ کا جسم اطہر خشک کیا اور دیگر معاملات نمٹائے۔"

ابن سعد اور حاکم نے "اکلیل" میں حضرت ہارون بن سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھی۔ انہوں نے وصیت کی کہ یہ انہیں لگائی جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لگائے جانے والے مشک سے یہ بچ گئی تھی۔" ابن اسحاق نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال فرمایا تو آپ کو حضرات علی اور فضل رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں پانی دے رہے تھے۔ ہمیں آپ کو غسل دینے سے اس امر نے روکا کہ ہم بچے تھے ہم مسجد میں پتھر لا رہے تھے۔"

تنبیہ

امام مالک نے "الموطا" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ کو قمیص مبارک میں ہی غسل دیا گیا تھا۔ الباجی نے لکھا ہے۔ "احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کے کپڑے اتارے جائیں اور اسے قمیص میں غسل نہ دیا جائے۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کا کفن مبارک

شیخان اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا جو کرسف (روئی) سے بنے ہوئے تھے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ کو حبرہ (چادر) میں کفن دیا گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام حبرہ کی چادر لے کر آئے تھے، مگر انہوں نے اس میں آپ کو کفن نہ دیا تھا۔"

شیخین اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یمانی حلے میں لپیٹا گیا۔ یہ حلہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تھا پھر اسے اتار لیا گیا، پھر آپ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "لوگوں پر حلہ مشتبہ ہو گیا۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اسے خریدا تا کہ آپ کو اس میں کفن دیا جائے حلہ کو چھوڑ دیا گیا آپ کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے لیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں اسے روک لوں گا حتیٰ کہ مجھے اس میں کفن دیا جائے، پھر فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے لیے پسند فرماتا تو آپ کو اس میں کفن دیا جاتا۔" انہوں نے وہ حلہ فروخت کر دیا۔ اس کی قیمت صدقہ کر دی۔" ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو دو کپڑوں اور حبرہ کی چادر میں کفن دیا گیا۔"

ابن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سات کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ابویعلی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو دو سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں سے ایک قمیص تھی۔" ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سفید تھے۔" ابن سعد اور بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین سحولیہ چادروں میں کفن دیا گیا وہ یمنی موٹی چادریں تھیں وہ ازار، چادر اور لفافہ تھا۔" امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ضعیف سند کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اسی قمیص میں آپ کا وصال ہوا تھا اور ایک نجرانی حلہ تھا۔" ان سے ہی روایت ہے کہ آپ کو دو سفید چادروں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابن سعد نے صحیح اسناد سے حضرت ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو دو چادروں اور ایک نجرانی چادر میں کفن دیا گیا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو حبرہ کی چادر میں لپیٹا گیا، پھر آپ سے اسے اتار لیا گیا۔

تنبیہات

۱- امام ترمذی نے لکھا ہے کہ آپ کے کفن کے متعلق جو کچھ روایت کیا گیا ہے ان میں سے تین سفید کپڑوں والی صحیح ترین روایت ہے۔

۲- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو قمیص اور عمامہ میں کفن نہ دیا گیا۔ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ تین کپڑوں کے ساتھ کسی اور چیز کے ساتھ کفن نہ دیا گیا تھا۔ امام شافعی اور جمہور علماء کرام نے یہی تشریح کی ہے۔ یہی وہ صحیح مؤقف ہے جس کا تقاضا حدیث کا ظاہر کرتا ہے۔ دیگر علماء کرام نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کپڑوں میں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھے یہ دونوں اس سے زائد تھے۔

۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سابقہ مروی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حلہ، دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر اس کی رطوبت کے ساتھ اسے باقی رکھا جائے تو یہ دونوں کفنوں کو فاسد کر دے۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا اور نجرانی حلہ کا تعلق ہے تو یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے۔ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کی روایت ثقہ راویوں کے مخالف ہو۔

۴- اشتباہ کا سبب۔ لوگوں میں آپ کے کفن میں شبہ اس لیے ہوا تھا کیونکہ آپ نے حبرہ کی چادر خریدی تھی، پھر اسے مؤخر کر دیا اور اسے چھوڑ دیا تھا۔

❁❁❁

تیسرا باب

نمازِ جنازہ

یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا تھا۔ آپ نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ باہر چلے جائیں حتیٰ کہ فرشتے آپ کو صلوٰۃ وسلام عرض کر لیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ منگل کے روز آپ کی تکفین مکمل ہو گی۔ آپ کی چارپائی آپ کے حجرہ مقدسہ میں رکھ دی گئی، پھر صحابہ کرام نے گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا، پھر جب وہ فارغ ہو گئے تو خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ جب وہ فارغ ہو گئیں تو بچے حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں کسی نے امامت نہ کرائی۔'' ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اسے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا ہے

کہ بدھ کی رات کے وسط میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امام احمد نے حضرت ابو عسیب مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم آپ کی نماز جنازہ کیسے ادا کریں؟" آپ نے فرمایا: "گروہ در گروہ میرے پاس آجانا۔" انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ کے حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے تھے، پھر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ پر کوئی امامت نہ کرائے۔ آپ حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال لوگوں کے امام ہیں۔ لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ صفیں باندھ کر آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے۔ ان کا کوئی امام نہ تھا۔ وہ یوں کہتے تھے: "سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته"

ابو یعلی اور امام احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا پھر لوگوں کو اذن دیا گیا۔ وہ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ وہ امام کے بغیر آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے لگے، حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا۔ سب نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کر لی۔"

ابن سعد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ تو انہوں نے کہا: "آپ کی حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کوئی آپ کا امام نہ ہو۔ آپ ہی تمہارے امام ہیں۔" لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں آتے۔ وہ صفیں باندھ کر آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے۔ وہ تکبیر کہتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ عرض کر رہے تھے:

سلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته۔ اللهم انا نشهد انه قد بلّغ ما انزل الیك و نصح لامته و جاهد فی سبیل الله حتی اعز الله دینه و تمت كلمته۔ اللهم فاجعلنا ممن یتبع ما انزل الله الیه و ثبتنا بعده و اجمع بیننا و بینه۔

محمد بن عمر اسلمی نے موسیٰ بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنے والد گرامی کے مکتوبات میں پایا کہ جب حضور اکرم ﷺ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا: "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته" ان کے ہمراہ مہاجرین اور انصار میں سے کچھ افراد تھے۔ اتنے صحابہ کرام اندر گئے جتنی حجرہ میں وسعت تھی۔ ان سب نے اسی طرح سلام عرض کیا جیسے حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سلام عرض کیا تھا۔ انہوں نے صفیں بنا لیں کوئی ان کی امامت نہ کرا رہا تھا۔ یہ دونوں حضرات حضور اکرم ﷺ کے سامنے پہلی صف میں تھے۔ وہ یوں عرض کر رہے تھے۔ "مولا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے وہ پیغامِ حق پہنچا دیا تھا جو آپ پر نازل کیا گیا تھا، اور امت کے لیے خیر خواہی کا اظہار کر دیا تھا۔ راہِ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا، حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اپنے دین حق کو غالب کر دیا۔ اس کے کلمات کی تکمیل ہوگئی۔ ہم آپ کے ساتھ اس ذات پر ایمان لاتے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اے ہمارے

معبود برحق! ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس فرمان کی اتباع کرے جو آپ پر اتارا گیا۔ ہمیں اور آپ کو جمع کر دے حتیٰ کہ آپ ہمیں اور ہم آپ کو پہچان لیں آپ مؤمنین پر رؤف اور رحیم تھے۔ ہم ایمان کا کوئی بدلہ نہیں چاہتے نہ ہی اس کے ساتھ اس کا بھی کوئی عوض خریدتے ہیں۔" صحابہ کرام ان کی اس دعا پر آمین آمین کہہ رہے تھے، پھر وہ چلے گئے۔ ان کی جگہ دوسرے آگئے، حتیٰ کہ سارے مردوں پھر عورتوں اور بچوں نے صلوٰۃ وسلام عرض کر لیا۔"

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے پیر کے روز زوال کے بعد سے لے کر منگل کے روز اسی وقت تک آپ پر درود وسلام کے سدا بہار پھول نچھاور کرتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ تین ایام تک آپ پر درود وسلام پڑھتے رہے۔ شیخ مجدالدین الفیروز آبادی نے القاموس میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے تھے کہ ایک منادی نے ندا دی کہ گروہ در گروہ امام کے بغیر صلوٰۃ وسلام عرض کرو یا جماعتوں کی شکل میں سلام و درود پیش کرو۔ انہوں نے تیس ہزار ملائکہ کا اندازہ لگایا تو یہ ساٹھ ہزار فرشتے ہوئے کیونکہ ہر شخص کے ساتھ بھی دو فرشتے ہیں۔"

ابو یعلی اور امام احمد نے جید سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چارپائی پر لٹا دیا گیا، پھر لوگوں کو اذن دے دیا گیا وہ فوج در فوج اندر حاضر ہوئے۔ وہ بغیر امام کے آپ پر درود وسلام پڑھتے رہے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کا کوئی آزاد اور غلام نہ رہا مگر اس نے یہ شرف ابدی حاصل کر لیا۔" سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا انبیائے کرام کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ایک قوم آتی ہے۔ وہ تکبیر کہتی ہے۔ وہ دعا مانگتی ہے پھر دوسری آجاتی ہے حتیٰ کہ لوگ فارغ ہو جائیں۔"

تنبیہات

۱- ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ پر علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ ادا کرنا اور کسی کی امامت نہ کرانا ایک ایسا امر ہے جس پر اتفاق ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر سابقہ باب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت صحیح ہے یعنی آپ نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کیا تھا تو یہ اس باب میں نص ہے۔ اس کا تعلق عبارت کے اس باب سے ہوگا جس کا مفہوم ہم نہ سمجھ سکتے ہوں۔" میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ یہ کسی اور کے لیے روا نہیں کہ وہ یوں کہے کہ آپ کے لیے کوئی امام نہ تھا، کیونکہ وہ آپ کی تجہیز و تکفین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تکمیل کے بعد مصروف ہوئے تھے۔" اس کے سبب میں اختلاف ہے۔

امام شافعی نے تحریر کیا ہے کہ آپ (فداہ روحی وابی وامی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر بہت عظیم ترین تھا۔ اسی لیے صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ یہ سعادت حاصل کی، ورنہ وہ یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کرتے کہ آپ پر امامت کون

کرے گا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے نماز ادا کر لی۔" بعض علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ کسی نے بھی امامت نہ کرائی تا کہ ہر ایک کو آپ پر براہِ راست نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت مل جائے۔ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ آپ پر یکے بعد دیگرے بار بار ہو، ہر ہر شخص سے انفرادی طور پر ہو۔ صحابہ کرام میں سے تمام مرد اور عورتیں بچے، غلام اور لونڈیاں یہ سعادت کبریٰ حاصل کر لیں۔ امام سہیلی نے رقم کیا ہے: "مسلمانوں نے آپ کی علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ ان کی امامت کسی نے نہ کرائی۔ جب کوئی گروہ آتا وہ آپ پر نماز جنازہ پڑھتا یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس طرح کا فعل توقیف سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح روایت ہے کہ آپ نے اس کی وصیت بھی کی تھی۔ الطبری نے اس کا تذکرہ کیا ہے اس میں فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

اس درود کا جو حکم آیت طیبہ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ کوئی امام نہ ہو۔ موت کے وقت آپ کی نمازِ جنازہ آیت کے الفاظ کے تحت داخل ہے۔ یہ اسے شامل ہے یہ ہر حال میں آپ پر درود و سلام پیش کرنے کو شامل ہے۔ اس طرح رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ خود آپ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے سلام و درود عرض کرتے ہیں۔ جب رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی حکم دیا گیا تو یہ لازم ہو گیا کہ اہل ایمان کا درود پاک فرشتوں کے درود پاک کے تابع ہو۔ ملائکہ ہی آگے ہوں۔"

ابو عمر نے لکھا ہے کہ آپ پر صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی۔ کسی نے ان کی امامت نہ کرائی۔ یہ ایسا امر ہے جس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ یہ اتفاق اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ہے اہل نقل بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے۔ ابو عمر نے اس پر علماء کرام کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ ابو عمر نے بعض مغاربہ کا تعاقب کیا ہے کہ ابن قصار نے اس میں اختلاف تحریر کیا ہے کہ کیا صحابہ کرام نے آپ پر معروف نماز جنازہ پڑھی تھی یا صرف دعا کی تھی۔ کیا انہوں نے علیحدہ علیحدہ یا با جماعت نماز ادا کی تھی، اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کی امامت کس نے کی تھی؟ ایک قول یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت کی تھی؟ یہ اس سند سے مروی ہے جو صحیح نہیں۔ اس سند میں حرام بن عثمان ہے جو بہت ضعیف ہے۔

ابن دحیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ یقینی طور پر ضعیف ہے، کیونکہ اس کے راوی ضعیف ہیں۔ یہ منقطع ہے۔

بعض علماء کرام نے کئی اعتبار سے اس کا تعاقب کیا ہے۔

۱۔ کتب مغازی میں یہ تذکرہ ہے۔ حدیث پاک کی کتب میں ہے کہ صحابہ کرام نے علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی

تھی کسی صحیح، حسن یا ضعیف روایت میں بھی نہیں کہ انہوں نے امام کے ساتھ آپ پر نماز جنازہ ادا کی ہو۔

۲۔ امام شافعی، ابن معین، جوزجانی نے لکھا ہے کہ یہ حرام کی روایت ہے۔امام مالک اور یحییٰ نے لکھا ہے کہ یہ ثقہ نہ تھا۔ بہت سے حفاظ نے اسے متہم کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سابقہ مروی روایت کئی اسناد سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔جس سے یہ درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔اسی نص کو ابوعمر نے بیان کیا ہے۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ صحیح مؤقف یہ ہے کہ مسلمانوں نے آپ پر نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی تھی۔کسی نے ان کی امامت نہ کرائی تھی۔امام شافعی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے جیسے کہ اس کا سبب بھی پہلے گزر چکا ہے۔

وہ صحیح مؤقف جو جمہور علماء کرام کا مؤقف ہے وہ یہ ہے کہ آپ پر نمازِ جنازہ حقیقی تھی فقط دعا نہ کی۔یہ علامہ قاضی عیاض کا قول ہے امام نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے۔ایک مختصر سی جماعت نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ آپ پر معروف نماز ادا نہ کی گئی، بلکہ صحابہ کرام آتے اور آپ کے لیے دعا کرتے تھے۔علامہ الباجی نے اس کی وجہ لکھی ہے۔" کیونکہ آپ شہید سے افضل ہیں، جبکہ شہید کی فضیلت اس پر نماز جنازہ سے اسے مستغنی کر دیتی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن شہید غسل دینے میں جدا ہو جاتا ہے۔شہید کو غسل اس لیے نہیں دیا جاتا تاکہ کہیں اس کا خون اس سے جدا نہ ہو جائے۔اس کی بقاء مطلوب ہوتی ہے کیونکہ اس سے خوشبو آئے گی، کیونکہ یہی آخرت میں اس کی شہادت کا عنوان ہے، لیکن آپ پر کوئی ناپسندیدہ چیز نہ تھی۔جس کا ازالہ مکروہ سمجھا جاتا، لہٰذا اس میں شہید علیحدہ ہو گیا۔"

۴۔ "المورد" میں ہے کہ الضیاء الرازی کے خط سے منقول ہے کہ سحنون بن سعید نے کہا ہے کہ میں شہروں کے فقہاء میں سے جس سے بھی ملتا اس سے آپ کی نمازِ جنازہ کے متعلق پوچھتا کہ کیا آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔آپ پر کتنی تکبیریں کہی گئیں، لیکن کسی کو علم نہ ہوتا، حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا۔حضرت عبداللہ بن ماجشون سے میں نے ملاقات کی اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا۔انہوں نے فرمایا:" آپ پر بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔اسی طرح آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی بہتر دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔" میں نے پوچھا:" لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں یہ علم کہاں سے مل گیا؟" انہوں نے فرمایا:" میں نے اسے اس صندوق میں پایا جسے امام مالک چھوڑ گئے تھے۔اس میں پیچیدہ مسائل اور احادیث کی مشکلات تھیں جو انہوں نے اپنے خط میں حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول کی تھیں۔الحافظ ابوالفضل العراقی نے اپنی منظوم سیرت میں لکھا ہے:

لیس ہذا بمتصل الاسناد عن مالکٍ فی کتب النقاد

نقادوں کی کتب میں امام مالک سے یہ متصل سند کے ساتھ منقول نہیں ہے۔

چوتھا باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جمہور کا صحیح مؤقف یہ ہے کہ آپ کا وصال پیر کے روز ہوا اور بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ یعقوب بن سفیان نے حضرت ابو جعفر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے روز ہوا۔ اس روز، اس رات اور منگل کے روز دن کے آخر تک آپ کی تدفین نہ ہوئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک غریب قول ہے۔ یعقوب نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین تین روز تک نہ ہو سکی۔ ابن کثیر نے اسے بھی غریب کہا ہے۔ صحیح مؤقف یہ ہے کہ سوموار کا بقیہ دن، منگل کا مکمل دن آپ کی تدفین نہ ہو سکی۔ آپ کو بدھ کے روز دفن کیا گیا۔ اس سے بھی غریب تر وہ روایت ہے جسے سیف نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ آپ کی تدفین منگل کے روز ہوئی۔ تدفین کی تاخیر کا سبب یہ تھا حالانکہ تدفین جلدی کرنا سنت ہے، کیونکہ صحابہ کرام کا آپ کے وصال پر اتفاق نہ ہو سکا تھا۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ابن شہاب نے فرمایا: "پیر کے روز آپ کا وصال اس وقت ہوا جب سورج ڈھل گیا تھا۔" انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ بدھ کے روز بیمار ہوئے۔ صفر کی ایک رات باقی تھی جبکہ ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔ اس دن، اگلے دن آپ کی تدفین نہ ہو سکی، حتیٰ کہ رات کے وقت آپ کی تدفین ہوئی۔ حضرت ابی بن عباس بن سہل سے روایت ہے۔ ان کے دادا جان نے فرمایا: "آپ کا وصال پیر کے روز ہوا۔ پیر اور منگل کے روز آپ کی تدفین نہ ہو سکی حتیٰ کہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔

ابن سعد، ابن ماجہ اور ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب منگل کے روز آپ کی تجہیز سے فراغت ہوئی۔ آپ کے کاشانہ اقدس میں آپ کو چار پائی پر رکھ دیا گیا۔ مسلمانوں نے آپ کی تدفین میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا: "ہم آپ کو آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ بقیع میں دفن کریں گے۔ کسی نے کہا: "آپ کو آپ کی مسجد میں دفن کر دیتے ہیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جس نبی کا بھی وصال ہوا اس کی تدفین اسی جگہ ہوئی جہاں اس کا وصال ہوا۔" آپ کا بستر اٹھا دیا گیا۔ جس پر آپ کا وصال ہوا تھا اس کے نیچے آپ کی قبر انور کھودی گئی۔"

امام احمد اور ترمذی نے صحیح سند سے حضرت عبدالعزیز بن جریج سے روایت کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نہیں جانتے تھے کہ وہ آپ کی قبر انور کہاں کھودیں؟ حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی قبر اسی جگہ بنائی جاتی ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔" انہوں نے آپ کا بستر ہٹایا اور اس کے

نیچے قبر انور کھودی۔"یہ روایت منقطع ہے کیونکہ جریج نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔"

امام ترمذی اور ابو یعلی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو دفن کرنے کی جگہ کے متعلق اختلاف ہو گیا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔آپ نے فرمایا:"کسی بھی نبی کو اللہ رب العزت اس جگہ دفن کرتا ہے جس جگہ اسے دفن ہونا پسند ہو۔آپ کی چارپائی کی جگہ پر آپ کو دفن کر دو۔"

ابو یعلی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر انور کھودنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو افراد کو بلایا ایک سے فرمایا:"تم حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس جاؤ۔" وہ اہل مکہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔دوسرے شخص سے فرمایا:"تم حضرت ابو طلحہ کو بلا لاؤ وہ اہلِ مدینہ کی طرز پر قبریں کھودتے تھے۔یہ لحد بناتے تھے۔صحابہ کرام نے یہ دعا مانگی:"مولا! اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خود ہی پسند کر لے۔" انہوں نے حضرت ابو طلحہ کو پالیا۔انہیں لایا گیا۔حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے۔انہوں نے آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی، پھر آپ کو بدھ کی رات کے وسط میں دفن کر دیا گیا۔آپ کی قبر انور میں حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم اور شقران رضی اللہ عنہم اترے۔

حضرت ابو لیلیٰ اوس بن خولی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی:"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں ہمارا نصیب دیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:"نیچے آجائیں۔" آپ کے خادم حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے سرخ چادر لی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے۔اسے قبر انور میں دفن کر دیا۔انہوں نے کہا:"بخدا! آپ کے بعد اسے کوئی دفن نہ کرے گا۔" اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔"

امام شافعی نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر اقدس کی طرف سے کھینچ لیا گیا تھا۔

امام احمد، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کے نیچے آپ کی قبر انور میں سرخ چادر بچھائی گئی۔ابن سعد نے وکیع سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

ابن سعد نے ثقہ راوی سے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"میری چادر میری لحد میں بچھا دینا۔زمین کو انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ پر مسلط نہیں کیا جاتا۔"

امام ترمذی نے حضرت جعفر بن محمد رضوان اللہ علیہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے آپ کے لیے لحد بنائی۔وہ حضرت ابو طلحہ تھے اور جس شخص نے آپ کے نیچے آپ کی چادر بچھائی۔وہ حضرات شقران تھے۔حضرت جعفر بن محمد نے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"مجھے ابن ابی رافع نے بتایا ہے۔انہوں نے کہا:"میں نے حضرت شقران سے سنا۔انہوں نے فرمایا:"بخدا! میں ہی وہ تھا جس نے آپ کی قبر انور میں آپ کے نیچے چادر بچھائی تھی۔"

ابن سعد نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ آپ کے نیچے سرخ چادر بچھائی گئی۔آپ اسے استعمال فرماتے

تھے، کیونکہ زمین (خاک پاک) گیلی تھی۔ امام مسلم، ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مرض وصال کہا: "میری قبر انور لحد طرز کی بنانا۔ مجھ پر اینٹیں لگانا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور بنائی گئی تھی۔" امام بیہقی اور امام واقدی نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ کی لحد مبارک میں نو اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر پانی چھڑکا۔ انہوں نے آپ کی دائیں طرف سے سر اقدس کی طرف سے شروع کیا حتیٰ کہ مبارک ٹانگوں تک اسے ختم کر دیا، پھر دیوار کی طرف پانی چھڑکا۔ وہ دیوار کی سمت گھومنے پر قادر نہ ہوسکے۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سوموار کے روز جب سورج ڈھل گیا تو آپ کو چارپائی پر ڈال دیا گیا، حتیٰ کہ منگل کے روز سورج ڈھل گیا۔ صحابہ کرام نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ چارپائی آپ کی قبر انور کے کنارے پر تھی۔ جب صحابہ کرام نے آپ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا تو مبارک ٹانگوں سے چارپائی ہٹالی اور قبر انور میں داخل کر دیا گیا۔

امام مالک نے بلاغاً اسے حضرت محمد بن عمر اسلمی سے متصل روایت کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا یقین نہ کرسکی حتیٰ کہ میں نے کدالوں کی آواز سن لی۔"

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں آپ کی تدفین کا علم نہ ہوسکا حتیٰ کہ ہم نے منگل کی رات کو وقت سحر پھاوڑے کی آواز سن لی۔" امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ میں ایک صحابی لحد طرز کی اور دوسرے صحابی دوسری طرز کی قبر بناتے تھے۔ ہم نے اپنے رب تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ ان دونوں کی طرف پیغام بھیجا۔ ہم نے کہا کہ جو صحابی پہلے پہنچ جائیں گے ہم اسی طرز پر قبر انور بنائیں لحد طرز کی قبر تیار کرنے والے پہلے پہنچ گئے۔ آپ کی قبر انور لحد طرز پر بنائی گئی۔" محمد بن سعد نے عقبہ بن ابی صہباء سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت حسن کو سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے ایک چادر قبر میں بچھا دینا۔ زمین کو اجساد انبیائے کرام پر تسلط نہیں بخشا گیا۔" مسدد نے صحیح سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چار افراد آپ کی قبر انور میں داخل ہوئے۔ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صالح رضی اللہ عنہم۔ آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی گئی اور اس پر اینٹیں نصب کی گئیں۔"

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل، قثم، شقران اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہ آپ کی قبر انور میں اترے تھے۔ ابن سعد نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرات علی المرتضیٰ، فضل اور اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کی قبر انور میں اترے تھے۔" امام شعبی نے کہا ہے: "مجھے مرحب یا ابن ابی مرحب نے بتایا ہے کہ ان کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی قبر انور میں اترے تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ان حضرات قدسیہ نے ہی آپ کو قبر انور میں اتارا تھا۔ جنہوں نے آپ کو غسل دیا تھا۔ وہ حضرات علی المرتضیٰ، عباس، فضل اور صالح رضی اللہ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے مابین سے ہٹ گئے۔ انہوں نے آپ کو قبر انور میں اتارا تھا۔"

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" جب حضور اکرم ﷺ کی تدفین ہوگئی تو سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"انس! کیا تمہارے نفسوں نے گوارہ کرلیا کہ تم حضور اکرم ﷺ پر مٹی ڈال دو۔" طاہر بن یحییٰ اور ابن جوزی نے "الوفاء" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی قبر انور بن گئی تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ آپ کی قبر انور پر کھڑی ہوگئیں۔ قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی۔ اسے اپنی آنکھوں پر رکھا رونے لگیں یہ اشعار پڑھے:

ماذا علی من شمّ تربۃ احمد ان لا یشمّ مدی الزمانِ غوالیا

صبّت علیّ مصائب لوانہا صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: جس نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی خوشبو سونگھ لی اگر وہ تادیر خوشبو نہ سونگھے تو اسے کوئی حرج نہیں۔ مجھ پر اتنے مصائب آئے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر آتے تو انہیں رات بنا دیتے۔

❀❀❀

پانچواں باب

آپ کی قبر انور سے سب سے آخر میں کون باہر آیا تھا

امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ عراق کے کچھ افراد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی:"ابو الحسن! ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تا کہ اس مسئلہ میں آپ کے متعلق پوچھیں جس کے متعلق ہمیں پسند ہے کہ آپ ہمیں بتائیں۔" انہوں نے فرمایا:"میرا گمان ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تمہیں بتایا ہے کہ سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے وہ باہر آئے تھے۔" انہوں نے عرض کی:"ہاں! ہم آپ سے یہی پوچھنے آئے ہیں۔" انہوں نے فرمایا:"سب سے آخر میں آپ کی قبر انور سے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما باہر نکلے تھے۔"

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ کو قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا:"آپ کی مبارک ٹانگوں کی طرف کوئی چیز باقی رہ گئی ہے۔ جسے تم نے درست نہیں کیا۔" صحابہ کرام نے فرمایا:"تم نیچے جاؤ اور اسے درست کر دو۔" وہ اندر داخل ہوئے آپ کے مبارک قدموں کو چھوا پھر فرمایا:

"میرے اوپر مٹی گراؤ۔" صحابہ کرام نے ان پر مٹی گرائی حتیٰ کہ خاکِ پاک ان کی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکلے انہوں نے فرمایا: "میں تم سے آخر میں حضور اکرم ﷺ سے جدا ہوا ہوں۔"

امام بیہقی نے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی آپ کی قبر انور میں پھینک دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: "تم نے اس لیے اسے پھینکا ہے تاکہ تم نیچے اترو۔" وہ نیچے اترے۔ انہیں عطا کر دی یا کسی شخص کو حکم دیا اس نے انہیں دے دی۔" ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کو آپ کی قبر انور میں رکھ دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی، پھر کہا: "میری انگوٹھی۔" صحابہ کرام نے فرمایا: "نیچے اتریں اور اپنی انگوٹھی لے لیں۔" وہ اندر گئے پھر کہا: "مجھ پر خاکِ پاک ڈالو۔" صحابہ کرام نے ان پر خاکِ طیبہ ڈالی حتیٰ کہ وہ ان کے قدموں کے نصف تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکل آئے۔ جب آپ پر خاکِ طیبہ برابر کر دی گئی تو انہوں نے کہا: "باہر نکلو حتیٰ کہ میں دروازہ بند کر دوں۔ میں سب سے آخر میں آپ سے جدا ہونے والا شخص ہوں۔" انہوں نے فرمایا: "اگر میں اس کا ارادہ کرتا تو میں صحیح کہتا۔"

ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سب کے بعد آپ سے جدا ہوا تھا۔ ہم حاضر ہوئے۔ قبر انور تیار کی۔ جب صحابہ کرام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو دفن کر دیا تو میں نے قبر انور میں کدال پھینک دیا، پھر میں نے کہا: "کدال، کدال۔" میں نے اسے نکالا اپنے دستِ اقدس سے حضور اکرم ﷺ کو مس کیا۔" ابویعلیٰ کے الفاظ یہ ہیں۔ "میں نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں پھینک دی۔ میں نے عرض کی: "ابوالحسن! میری انگوٹھی۔" انہوں نے فرمایا: "نیچے اترو اور اپنی انگوٹھی لے لو۔" میں نے اپنا ہاتھ کفن مبارک پر رکھا، پھر باہر نکلا۔ میں نیچے اترا اور اپنی انگوٹھی لے لی۔" اس کی سند میں مجالد ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ الطبرانی نے ثقہ راویوں سے۔ جس میں مجالد نہیں ہے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا۔ جنہوں نے آپ کی قبر انور کھودنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی تھی۔ ہم نے آپ کی قبر انور لحد طرز کی بنائی۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں جلوہ افروز ہو گئے تو میں نے کدال اس میں پھینک دی، پھر کہا: "کدال، کدال۔" میں نیچے اترا اور اپنے ہاتھ لحد پر رکھ دیے۔"

انہوں نے قوی اسناد سے ابن ابی مرحب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کی قبر انور میں چار افراد اترے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عبد الرحمن بن عوف بھی تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ سے جدا ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنی انگوٹھی لی اور اسے قبر انور میں پھینک دیا۔ میں نے کہا: "میری انگوٹھی گر گئی ہے، تاکہ میں آپ کو چھولوں اور آپ سے سب سے آخر میں جدا ہونے والا بن جاؤں۔" امام حاکم نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سب سے آخر میں آپ سے جدا ہوئے تھے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے جس

شخص کا قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ کی قبر انور سے نکلے تھے۔ یہ درست نہیں، کیونکہ وہ آپ کی تدفین میں شریک نہ تھے چہ جائیکہ وہ آپ سے جدا ہونے والے آخری شخص ہوں۔" میں کہتا ہوں کہ یہ مؤقف کہ وہ تدفین کے وقت موجود نہ تھے۔ محل نظر ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

آپ کے بارے میں جو تعزیت سنی گئی

محمد بن عمر نے ثقہ راویوں سے، ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو آپ کی تعزیت اسی طرح بھی ہوئی کہ ایک آنے والا آیا۔ جس کی آہٹ تو سنائی دیتی تھی مگر صحابہ کرام اس کا وجود نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا: السلام علیکم، اهل البیت و رحمة الله و بركاته۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو اور پوری مل کر رہے گی تمہیں تمہاری مزدوری قیامت کے دن۔

رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے تسلی بخشے وہ ہر جانے والے کا نائب عطا کرے۔ ہر فوت ہونے والے کا بدل دے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔ محروم وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ مصیبت زدہ وہ ہوتا ہے جو ثواب سے محروم ہو۔ السلام علیکم۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔" ابن ابی الدنیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام آپ کے اردگرد حاضر ہو گئے۔ آپ کے اردگرد رونے لگے۔ ایک شخص حجرہ مقدسہ میں آیا۔ جس کے بال سیاہی مائل سفید تھے۔ وہ بڑا جسیم اور صبیح تھا۔ وہ ان کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے گیا۔ رونے لگا، پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی، پھر کہا: "رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ ہر مصیبت سے اطمینان بخشے ہر جانے والے کا بدل دے۔ ہر فوت ہونے والے کا جانشین دے تم رب تعالیٰ کی طرف جھک جاؤ۔ اسی کی طرف رغبت رکھو۔ مصائب میں وہی تمہاری طرف نظر کرم فرماتا ہے۔ ذرا تم بھی دیکھو۔ مصیبت زدہ تو وہ ہوتا ہے جسے چلے جانے والے کا بدل نہ ملے۔" پھر وہ چلا گیا۔" صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے پوچھا: "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟" سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہاں! یہ حضور اکرم ﷺ کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔" اس روایت کو کتب "الموضوعات" میں ذکر کیا گیا ہے۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد لوگ مجھے یاد کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیا کریں گے۔" لوگ کہتے تھے: "یہ کیا ہے؟ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا لوگ ایک دوسرے سے ملتے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل کر کے ایک دوسرے کو تسلی دیتے تھے۔
الطبرانی نے حضرت سابط سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ مصیبت یاد کرلے جو اسے میری وجہ سے پہنچی۔ یہ سارے مصائب سے بڑی مصیبت ہے۔"
امام مالک نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان اپنے مصائب میں میری مصیبت کو یاد کر کے اطمینان حاصل کرلیں۔" ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرضِ وصال میں فرمایا: "اے لوگو! یا اے اہلِ ایمان! جسے مصیبت پہنچے وہ اس مصیبت کو یاد کر کے اس سے اطمینان حاصل کرلے جو اسے میری وجہ سے پہنچے۔ میرے کسی امتی کو میرے بعد اتنی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جس مصیبت کا اسے میرے وصال کی وجہ سے سامنا کرنا پڑا۔"

❁❁❁

ساتواں باب

قبر انور کی جگہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں ہے کہ آپ کے بستر مبارک کو پیچھے کیا گیا اور اسی جگہ قبر انور کھودی گئی۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "نبی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کا وصال ہوتا ہے۔" یہ تواتر منقول ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں مدفون ہوئے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ مختص تھا۔ یہ مسجد نبوی کے مشرقی سمت تھا۔ یہ حجرہ مقدسہ کے قبلیہ مغربیہ زاویہ میں ہے، پھر آپ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے۔
ابن سعد اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ مسدد نے ثقہ راویوں سے، حمیدی اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ تین چاند میرے حجرہ میں گر پڑے ہیں۔" انہوں نے کہا: "تمہارے حجرہ مقدسہ میں تین ایسی ہستیاں مدفون ہوں گی جو سارے روئے زمین سے بہترین ہوں گی۔" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی تدفین ہوئی تو انہوں نے کہا: "یہ تمہارے تین چاندوں میں سے بہترین ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ خواب بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا جو انہوں نے دیکھا تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے حجرہ (مقدسہ) میں روئے زمین کی تین بہترین ہستیاں مدفون ہوں گی۔"

امام بیہقی نے حضرت امام جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو مسطوح بنا گیا تھا۔" یحییٰ بن حسن نے ہارون بن سلیمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اہل مدینہ طیبہ کے کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ گنبد خضریٰ کے اندر تینوں قبریں مسطوح ہیں۔ جن پر کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے ہوتے تھے۔" اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جیسے ابو داؤد نے صحیح سند سے اور حاکم نے بھی صحیح سند سے قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "امی جان! میرے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کریمین کی قبور سے کپڑا اٹھائیں۔" انہوں نے مجھے تینوں مبارک قبور کی زیارت کرائی جو نہ تو زمین کے ساتھ تھیں نہ ہی بہت بلند تھیں اس پر وسیع کشادہ میدان کے سرخ سنگریزے پڑے تھے۔" امام حاکم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ آپ کی قبر انور سب سے آگے تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس آپ کے کندھے کے مابین تھا، جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ٹانگوں کے پاس تھا۔"

ابن نجار نے تاریخ المدینہ میں تحریر کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: "آپ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرائیں۔" انہوں نے اسے زیارت کرائی تو وہ رونے لگی، حتیٰ کہ اسی جگہ اس کا وصال ہو گیا رضی اللہ عنہا ورحمہا۔ حضرت ابو الفضل الحموی (یہ حجرۂ نبویہ کے خدام میں سے تھے) نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے زائرین میں سے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ احتمال یہ ہے جیسے امام بیہقی نے تحریر کیا ہے کہ پہلے آپ کی قبر انور کوہان کی طرح نہ تھی، پھر اسے کوہان کی طرح بنایا گیا جیسے کہ مدینہ طیبہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی امارت میں ایک دیوار گر پڑی تھی۔ انہوں نے قبر انور کو بلند کیا تھا۔ یہ ولید کے زمانہ سے پہلے کی بات ہے۔ یحییٰ بن حسن نے حضرت عبد اللہ بن حسین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ولید کے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی وہ اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔"

حجرہ مقدسہ میں تینوں قبور مبارکہ کے بارے میں سات کیفیات بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضور اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ یہ قبلہ کی طرف دیوار کی سمت سب سے آگے ہے، پھر آپ کے مبارک شانوں کے سامنے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک کندھوں کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ یہ کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امام نووی نے لکھا ہے۔ یہ مؤقف مشہور ہے۔ السید السمہودی نے تاریخ المدینہ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کرام کا یہی مؤقف ہے اور یہ روایت ساری روایات سے زیادہ مشہور ہے۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور آپ کے مبارک شانوں کے سامنے ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی یہ کیفیت لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳۔ ابو نعیم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی کمر انور کے سامنے ہے۔ ابن عساکر نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

السید نور الدین السمہودی نے لکھا ہے کہ صحیح کی روایت سے اس کا رد ہو جاتا ہے کہ جب دیوار حجرہ مقدسہ گری تھی تو جس ہستی مبارک کا قدم مبارک ظاہر ہوا تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ گرنے والی دیوار مشرقی تھی۔ اگر یہ روایت درست ہوتی تو ظاہر ہونے والا قدم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہوتا۔"

۴۔ ابو نعیم نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ان سے تیسری صورت ہی روایت کی ہے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سب سے آگے ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر آپ کی ٹانگوں کے پاس ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس ہے۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت اس طرح لکھی ہے:

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۵- ابونعیم نے حضرت عثمان بن نسطاس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے سرورِ کائنات ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حجرہ مقدسہ کو گرایا تھا، جو چار انگلیاں بلند تھی۔ اس پر سرخ سنگریزے تھے۔ میں نے آپ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر دیکھی اور اس کے نیچے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور تھی۔ اس کی کیفیت اس طرح بنتی ہے۔

حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۶- حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا: ''ایک بارش والی رات میں مسجد نبوی کی طرف گیا۔ جب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا تو میں نے اتنی عمدہ خوشبو سونگھی کہ اتنی عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہ سونگھی تھی۔

• میں مسجد نبوی کی طرف آیا۔ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کی قبر انور سے ابتداء کی۔ اس کی دیوار گر چکی تھی۔ میں اندر حاضر ہوا۔ آپ پر سلام عرض کیا۔ کچھ دیر وہاں حاضر رہا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور تھی۔ آپ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ان پر وسیع زمین کے سنگریزے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک ٹانگوں کے پاس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر تھی۔ ابن عساکر نے ان کی کیفیت یوں لکھی ہے:

حضرت محمد عربی ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۷- ابن زبالہ نے حضرت منکدر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ کی قبر انور اس طرح ہے۔ آپ کی قبر انور کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی مبارک ٹانگوں کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے۔ یہ کیفیت اس طرح ہے:

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ان روایات میں سے سوائے پہلی اور دوسری روایت کے دیگر تمام کی اسناد ضعیف ہیں۔ان میں سے مشہور ترین پہلی روایت ہے جیسے کہ گذر چکا ہے۔" حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

ثلاثة برزوا بسبقهم   نصرهم ربهم اذا نشروا
عاشوا بلا فرقة حياتهم   واجتمعوا فی الممات اذ قبروا
فليس من مسلم له بصر   ينكر فضلهم اذا ذكروا

ترجمہ: تین ایسی ہستیاں ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں سبقت لے گئے جب انہوں نے اپنی حیاتِ طیبہ ایک دوسرے کے فراق کے بغیر بسر کیں وصال کے بعد بھی وہ ایک ہی حجرہ مقدسہ میں دفن ہوئے۔جس مسلمان کو کچھ بھی بصیرت حاصل ہے وہ ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔جب ان کا ذکر جمیل کیا جائے۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے:

ثلاثة اقبر جلّت و عزّت   حوت خير الورىٰ مع صاحبه
محمد مصطفىٰ من قريش   و صديق له اثنى عليه
و ثالثهم هو الفاروق حقًّا   و كل مدائحى تهدى اليه

ترجمہ: تین قبور مبارکہ بڑی جلیل المرتبت اور عظیم منصب کی حامل ہیں۔جن میں حضور اکرم، خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ان میں سے ایک محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔آپ کا تعلق قبیلہ قریش کے ساتھ ہے۔دوسرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جس کی تعریف آپ نے بہت زیادہ کی ہے۔تیسرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔میری ساری تعریفیں ان کی طرف ہی جائیں گی۔

ابن زبالہ نے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"لوگ آپ کی قبر انور سے مٹی لیتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیوار بنانے کا حکم دیا۔ان کے سامنے دیوار بنادی گئی۔دیوار میں ایک سوراخ تھا لوگ اس سے قبر انور کی خاکِ شفاء حاصل کر لیتے تھے۔حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو اسے بھی بند کر دیا گیا۔" ابن سعد نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شبستان کو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔ایک حصے میں آپ کی قبر انور تھی۔دوسرے حصے میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی رہائش تھی۔" حضرت عمر بن شبہ نے حضرت ابو غسان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حجرہ مقدسہ ظاہر اور واضح ہی رہا حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آراستہ چار دیواری کر دی تھی، جبکہ ولید کے عہد حکومت میں مسجد نبوی کو تعمیر کیا گیا۔انہوں نے اسے آراستہ اس لیے کیا تھا کہ اس کا مربع قبلہ کے مربع ہونے کے ساتھ مشابہت نہ رکھے۔اسے قبلہ نہ بنالیا جائے کہ لوگ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگیں۔"

ابن زبالہ نے کئی علمائے کرام سے نقل کیا ہے کہ یہ حجرہ مقدسہ مربع شکل کا ہے، جو سیاہ پتھروں اور چونے سے بنا ہے وہ دیوار مبارک قبلہ کی طرف ہے وہ زیادہ طویل ہے۔ مشرقی اور مغربی دیواریں برابر ہیں۔ شام کی سمت کی دیوار ان سے کم ہے۔ حجرہ مقدسہ کا دروازہ جو شام کی طرف ہے۔ وہ سیاہ پتھروں اور چونے سے بند ہے، پھر سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے اس مبارک حجرہ کو تعمیر کیا۔ اسے سجایا تاکہ لوگ اسے قبلہ نہ بنالیں۔ اسے مسجد نبوی میں نماز کے لیے مختص نہ کردیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دیوار جو اس کے اور ظاہری دیوار کے مابین ہے جو مشرق کی طرف ہے وہ دو ذراع ہے جو مغرب کی سمت ہے وہ ایک ذراع ہے قبلہ کی طرف ایک شبر ہے، جو شام کی طرف ہے وہ ساری فضا (خالی جگہ) ہے اس فضا میں شام کی طرف ایک شکستہ ٹب ہے اور ایک لکڑی کا مکتل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عفت مآب خواتین کے مابین عمارت یہاں تھی۔" یحییٰ بن حسن نے محمد بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ چار دیواری جو آپ کی قبر انور کے ارد گرد تھی اس میں ایک ٹب تھا۔ ایک لکڑی تھی اور ایک شاخ تھی۔" ابن زناد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ٹب تھا جسے وہاں کام کرنے والے چھوڑ گئے تھے۔" ابوغسان نے کہا ہے" میں نے اس چار دیواری کے اندر دیکھا تو مجھے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ایک گمان کرنے والے نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں ایک ٹب دیکھا تھا یا رکن کے ساتھ کچھ رکھا ہوا تھا، مگر میں نے اسے نہ دیکھا نہ میں کسی کو جانتا ہوں کہ اس سے اسے لے لیا ہو۔ میں نے وہ حجرہ بھی نہ دیکھا جو اس چار دیواری کے اندر تھا۔"

❀❀❀

آٹھواں باب

قبر انور کے وسیلہ سے ابرِ کرم

دارمی نے ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرو۔ آسمان کی طرف اس میں شگاف کردو حتیٰ کہ اس کے اور آسمان کے مابین چھت نہ رہے۔" انہوں نے اسی طرح کیا، پھر بہت زیادہ بارش ہوئی، حتیٰ کہ خوب گھاس اُگی، اور اونٹ موٹے ہو گئے، حتیٰ کہ وہ چربی کی وجہ سے خوب موٹے ہو گئے۔ اس سال کو "عام الفتق" کہا جاتا تھا۔

❀❀❀

نواں باب

قبر انور اور منبر پاک کے درمیانی جگہ کی فضیلت

امام احمد، شیخان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام احمد اور امام بزار نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے، امام احمد نے صحیح کے راویوں سے، امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے، الطبرانی نے حضرت ابو سعید خدری سے، بزار نے صحیح کے راویوں سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن زید مازنی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین۔" یا فرمایا: "میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کا حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ میرا منبر پاک حوض پر ہے اور میرا منبر پاک جنت کے باغات میں سے ایک بلند باغ (روضہ، درجہ، دروازہ، باغیچہ، زینہ اور دروازہ) ہے۔" امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرا یہ منبر پاک جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ پر ہے۔"

تنبیہات

۱- منبر پاک کے حوض کوثر پر ہونے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

۱- خطابی نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے منبر پاک کا قصد کرنا اور اسے لازم پکڑنا تاکہ وہ اعمال صالحہ سرانجام ہو سکیں اس شخص کو حوض کوثر کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے لیے لازم کر دیتا ہے کہ وہ وہاں سے پانی نوش کرے۔"

۲- ابن نجار نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ منبر پاک جس پر آپ کھڑے ہوتے تھے رب تعالیٰ اسے اسی طرح کر دے گا جیسے وہ ساری مخلوق کو لوٹا دے گا۔ وہ اسی روز آپ کے منبر پاک پر ہو گا۔"

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہی واضح موقف ہے۔ اکثر لوگوں کا یہی موقف ہے۔"

۳- ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ منبر کو تخلیق کرے گا اسے آپ کے حوض پر رکھ دے گا۔ السید نے لکھا ہے کہ میرے لیے اس کا چوتھا مفہوم بھی عیاں ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ قطعۂ مبارکہ جس پر منبر مبارک ہے اسے اسی طرح جنت میں لے جایا جائے گا۔ آپ کے منبر پاک کو اسی ہیئت پر لوٹا دیا جائے گا، تاکہ یہ ان امور کے مناسب ہو سکے جو جنت میں ہیں۔ اسے حوض کوثر کے اصل میں رکھا جائے گا اسی لیے اسے جنت کے باغات میں سے ایک باغ سے تعبیر فرمایا۔ آپ نے اس کا تذکرہ اس لیے فرمایا تاکہ امت میں اس مبارک جگہ پر عمل کرنے کی ترغیب پیدا ہو تاکہ یہ اپنے صاحب کو اسی مقام تک لے چلے۔" یہ حقیقت میں پہلے دونوں اقوال کو

جمع کیا گیا ہے۔

۲۔ روضہ مبارکہ کی فضیلت میں جو کچھ آیا ہے اس کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ الحافظ نے رقم کیا ہے کہ جو کچھ علماء کرام نے تاویلات کی ہیں ان کا ماحاصل یہ ہے کہ یہ قطعہ مبارکہ نزول رحمت اور حصول سعادت میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ اس طرح کہ اس میں ہونے والے ذکر کے حلقات کو لازم پکڑنے سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں۔ خصوصاً آپ کے عہد ہمایوں میں یہ برکات وعنایات اپنے پورے نکتہ کمال پر تھیں۔ اسی طرح یہ لفظ کے بغیر مجاز ہوگا، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں عبادت کرنا جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ بھی مجازی معنی ہوگا، یا یہ اپنے ظاہر پر ہی ہوگا۔ مراد یہ ہوگا کہ یہ حقیقی باغ میں ہوگا کہ آخرت میں یہ بعینہٖ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔" انہوں نے لکھا ہے "قوت میں اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔ اول اور آخری قول کی تقویت کا احتمال ہے۔ میرے نزدیک آخری قول سب سے قوی ہے۔ ابن نجار نے اسے اختیار کیا ہے۔ برہان بن فرحون نے اسے ہی "مناسک" میں ذکر کیا ہے۔ ابن جوزی وغیرہ نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے فرمان "میری قبر انور اور منبر پاک کے مابین کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔" امام مالک نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔ ان سے ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے جسے جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ ساری زمین کی مانند نہیں ہے، جو ختم ہو جائے گی اور فناء ہو جائے گی۔" علماء کرام کی ایک جماعت نے بھی اسی کی موافقت کی ہے۔ خطیب بن جملہ نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے داؤدی سے نقل کیا ہے۔ ابن الحاج نے المدخل میں اس کی تصحیح کی ہے کہ اس سے علماء کرام اس مبارک مقام کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

الحافظ نے ایک اور جگہ تیسری توجیہ لکھنے کے بعد لکھا ہے "یا یہ مجازی طور پر ہے کہ اس میں عبادت ہر عابد کو جنت کے باغ میں داخل کر دے گی۔" اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ اختصاص اسم مبارک قطعہ کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ اس مقام مبارک کو دیگر مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ شیخ ابن ابی جمرہ نے دوسری اور تیسری توجیہ کو جمع کیا ہے۔ انہوں نے پہلی توجیہ کے ذکر پر اعتماد نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ زیادہ واضح یہ ہے (واللہ اعلم) دونوں توجیہوں کو جمع کیا جائے کیونکہ ہر ایک کی دلیل ہے جو اسے تقویت دیتی ہے جہاں تک اس دلیل کا ذکر ہے کہ اس میں عمل کرنا جنت کو لازم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسجد مبارک میں اجر و ثواب کے کئی گنا ہونے کا تذکرہ ہے، لہٰذا اس قطعہ مبارکہ کو مسجد نبوی کے دیگر حصوں پر فضیلت حاصل ہوگی۔"

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ یہ حصہ بعینہٖ جنت میں ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ منبر حوض پر ہے تو کسی ایک عالم نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ یہ فرمان اپنے ظاہر پر ہے۔ یہ حق ہے۔ یہ محسوس ہے۔ یہ آپ کے حوض پر ہے۔ اس

میں اختلاف پہلے نقل ہو چکا ہے۔قواعدِ شرع سے یہ بات محکم ہوتی ہے کہ اس قطعہ مبارکہ کی برکت کا ہمارے لیے کیا فائدہ ہے؟ اس کے بارے میں بتانے کا اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں کہ اس کو اطاعات سے آباد کیا جائے۔"

انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس کی ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ قطعہ مبارکہ اب بھی جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں تبدیل ہو جائے گا جیسے یہ پہلے تھا، اور عمل کرنے والے کے لیے ہوگا۔ اس میں ایک عمل جنت میں ایک درجہ ہوگا۔ یہ مؤقف دو اعتبار سے اظہر ہے۔

۱۔ آپ کے منصب کی عظمت و رفعت کی وجہ سے تاکہ اس اعتبار سے آپ میں اور ابوۃ ابراہمیہ میں مشابہت ہو سکے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں حوض کے ساتھ مختص کیا ہے تو اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اس جنت کے باغ کے ساتھ مختص کر دیا۔ جگہ کی نفاست کے اعتبار سے بھی یہی مؤقف درست ہے۔ اسی مؤقف میں لفظ کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس سے پھیرنے کا تقاضا نہیں ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ ہم روئے زمین سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب سے انسان نے اس جہانِ فانی پر قدم دھرا ہے تو اس کے لیے اس عالم کے حقائق منکشف نہیں ہوئے کیونکہ اس کے پردے بہت کثیف ہیں۔

۲۔ مذکورہ دلیل نے جو اس کا احاطہ کیا ہے وہ یا تو از روئے عبادت ہے، یا اس لیے کہ حجرہ مقدسہ اور منبر پاک کے مابین آپ کثرت سے آتے جاتے تھے اور راسے اس قبر انور کا قرب حاصل ہے جو روضہ عظمیٰ ہے جیسے ابن ابی جمرہ نے اشارہ کیا ہے۔

❀❀❀

دسواں باب

مسجد نبوی کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (التوبۃ:۱۰۸)

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے، وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔

امام احمد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ دو افراد نے باہم مباحثہ کیا۔ ایک شخص کا تعلق بنو خدرہ کے ساتھ تھا، جبکہ دوسرے شخص کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

ہے۔خدری نے کہا: "یہ مسجد نبوی ہے۔" دوسرے شخص نے کہا: "یہ مسجد قباء ہے۔ یہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔آپ نے فرمایا: "وہ یہی مسجد ہے۔" یعنی مسجد رسول اللہ ﷺ۔فرمایا: "مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔میں نے اس مسجد کے متعلق پوچھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔آپ نے سنگریزوں کی مٹھی لی اور انہیں زمین پر مارا اور فرمایا: "وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔" امام احمد نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔"

زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر میری مسجد کو صنعاء تک بھی بنایا جائے تو وہ میری مسجد ہی ہوگی۔" انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "اگر حضور اکرم ﷺ کی مسجد کو ذوالحلیفہ تک بڑھا دیا جائے تو وہ آپ ہی کی مسجد ہوگی۔" امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جس کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہوئی اس کے لیے آگ سے برأت، عذاب سے نجات اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔"

شیخان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری اس مسجد میں ایک نماز ان ایک ہزار نمازوں سے افضل یا بہتر ہے جو اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جائیں سوائے مسجد حرام کے۔" شیخان نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "صرف تین مساجد کی طرف سے ہی کجاوے باندھے جائیں۔(سفر کیا جائے) میری اس مسجد کی طرف، مسجد حرام کی طرف اور مسجد اقصیٰ کی طرف۔" بزار اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ عمدہ مقامات جن کی طرف کجاوے باندھے جاتے ہیں وہ میری مسجد اور بیت عتیق مسجد ابراہیم علیہ السلام ہے۔"

تنبیہات

ا۔ آپ کے فرمانِ عالی شان "میری اس مسجد میں نماز، اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جانے والی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔" اس حدیث پاک کی تاویل میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ آپ کی مسجد میں ایک نماز مسجد حرام میں پڑھنے والی ایک نماز سے ایک درجہ سے کم ہے۔" ابو عمر نے ایک گروہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ مسجد حرام میں نماز ادا کرنا مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا گیا

ہے۔ ''میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا کسی اور مسجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ یہ اس سے ایک سو نمازوں کے اعتبار سے افضل ہے۔''

۲۔ آپ نے فرمایا: ''کجاوے نہ باندھے جائیں مگر ان تین مساجد کی طرف۔'' ایک قول یہ ہے یہ نفی ہی کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نہی نہیں بلکہ صرف خبر دینا ہے۔ اس میں حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نفی مطلق نہی کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگر یہ مقدر مان بھی لیا جائے کہ نہی کا تقاضا کرتی ہے تو یہ اسی چیز میں نہی کا تقاضا کرتی ہے جس پر نفی واقع ہو۔ اس جگہ نفی، نفئ حقیقت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ نفی اس کے مقاصد میں سے کسی مقصود کی نفی کے لیے ہے اس سے یہ تعین نہیں ہوتا یہ مطلق جواز کے لیے ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ "لا یشد الرحال" وجوب یا استحباب یا اطاعت مسنونہ کے لیے ہو۔ یہ اپنی نوع یا جنس کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ خصوصیت کے اعتبار سے ہو محتملات میں سے کسی کا تعیین بھی دلیل کی محتاج ہے۔ اگر یہ بھی مقدر مان لیا جائے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس طرح کی نہی تحریم کا تقاضا کرتی ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے ائمہ اصولیین کا اطلاق کہ نہی حرمت کا اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے یہ فعل امر کے صیغہ "اُفْعَل" اور فعل نہی کے صیغہ "لا تفعل" پر محمول ہے، کیونکہ اسی میں حقیقت کا دعویٰ صحیح ہوتا ہے۔

جہاں تک حقیقی موضوع کا تعلق ہے جو امر اور نہی کے بغیر ہو تو یہ ایک معنی کے اعتبار سے خبر کی طرح فائدہ دیتا ہے جو امر کے معنی مین ہوتا ہے۔ نفی جبکہ نہی کے معنی میں ہو اس میں یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ وہ حقیقت میں وجوب کے لیے ہو تحریم کے لیے نہ ہو۔ جب یہ امر یا نہی کے معنی میں استعمال ہو تو اپنے غیر موضوع لہ میں مستعمل ہوتی ہے، جبکہ یہ دعویٰ کہ یہ ایجاب یا تحریم میں اس کا استعمال موضوع لغیر ہما میں برائی جتانے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی جگہ بہت سے فقہاء لغزش کھا جاتے ہیں۔ وہ ائمہ الاصول کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب بھی یہ نہی یا امر کا فائدہ دیتا تو وہ اسی لغزش میں گر جاتے ہیں، جبکہ محقق مراد کو جان لیتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔'' یہ ساری تفصیل شیخ الاسلام کمال الدین بن زملکانی نے اپنی کتاب ''العمل المقبول فی زیارۃ الرسول ﷺ'' میں رقم کی ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان مساجد کی طرف سفر کرنے کی افضلیت کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے جمہور سے یہی روایت کیا ہے۔

عراقی نے لکھا ہے ''حدیث پاک کا احسن محمول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے کہ اس مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر نہ کیا جائے جہاں تک مساجد کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے سفر کرنے کی فضیلت ہے جیسے حصول علم، الحلم، کی زیارت، بھائیوں سے ملاقات، تجارت اور سیر کے لیے وغیرہ۔ یہ امور اس میں داخل ہی نہیں ہیں۔ امام احمد کی رد[illegible]بت میں یہ صراحت موجود ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: ''کسی نمازی کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی مسجد کی طرف [illegible] رے وہ وہاں نماز ادا کرنا چاہے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے۔'' شیخ تقی

الدین السبکی نے لکھا ہے: "روئے زمین کے کسی قطعہ کا ثواب ان کے برابر نہیں کہ اس فضیلت کے حصول کے لیے اس کی طرف سفر کیا جائے سوائے ان تین مساجد کے۔ بلاشبہ ان تین مساجد کی زمین اور وہ جگہ جہاں آپ کی قبر انور ہے یہ ساری زمین سے افضل ہیں۔ آپ کی قبر انور کی جگہ، مسجد حرام اور مسجد نبوی مسجد اقصیٰ سے افضل ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسجد حرام افضل ہے یا مسجد نبوی۔"

۳- قاضی عیاض نے اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ آپ کی قبر انور کی جگہ ساری زمین سے افضل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ مخلوقات سے کوئی بھی رب تعالیٰ کے ہاں آپ سے معزز اور محترم نہیں ہے۔ نہ عالم علوی میں۔ نہ عالم سفلی میں۔" جیسے کہ خصائص میں گزر چکا ہے۔" بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس مؤمن کے لیے کیسے ممکن ہے جو حضور اکرم ﷺ کی دل و جان سے تعظیم کرتا ہے۔ وہ اس روضہ مبارکہ کے شرف وقدر کا دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی طرف سفر کرے مسجد نبوی میں داخل ہو اس میں نماز ادا کرے، لیکن اس روضہ مبارکہ کا قصد نہ کرے جو حجرہ مقدسہ میں ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ روضہ مقدسہ اور قبر انور کی طرف منہ کر کے درود شریف پڑھتے وقت اس کی کیفیت کیا ہو گی جبکہ وہ جانتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس کا کلام سن رہے ہیں۔ جب وہ آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا وہ اس طرح کر سکتا ہے کہ وہ حجرہ مقدسہ اور قبر انور کا قصد نہ کرے اور آپ پر سلام عرض نہ کرے۔ اگر کسی سے یہ نازیبا فعل سرزد ہوتا ہے تو اس کا دل محبت و عشق مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہو گا، جو رب تعالیٰ کی رحمت پاتا ہے۔ وہ اس کا ادراک اپنے نفس میں پاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آتا ہے تو اس کا قصد مسجد نبوی کے ارادہ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ زائرین کی یہی شان ہوتی ہے۔"

۴- امام ابن عبد البر نے فرمایا ہے۔ انہوں نے صحیحین کی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آپ پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء جاتے تھے۔ مسجد قباء میں آپ کا تشریف لے جانا آپ کے اس فرمان کے معارض نہیں "لا تُعمل المطی" کیونکہ علماء کرام نے آپ کے اس فرمان کی شرح میں لکھا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ مذکور بالا تینوں مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز ادا کرے گا تو وہاں جانا اس کے لیے لازم ہو جائے گا۔ دیگر مساجد کا معاملہ جداگانہ ہے جبکہ قباء وغیرہ دیگر رباط کے مقامات میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ قباء کی یہ روایت اسی کی دلیل ہے۔"

علامہ ابن جملہ نے تحریر کیا ہے "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ حق ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ اسی لیے فقہاء اور محدثین میں سے ائمہ اس حدیث پاک کو باب النذر میں ذکر کرتے ہیں۔ جہاد کے لیے سفر کرنا اور علم حاصل کرنا

واجب ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھائیوں کی زیارت کرنا ان آثار میں غور وفکر کرنا جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت شارع علیہ السلام کا مطلوب ہیں۔ کچھ واجب اور کچھ مستحب ہیں۔ تجارت اور اغراض دنیا کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ اب صرف معصیت کے لیے سفر کرنا باقی رہ گیا۔ اس وقت یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ رب العزت جس سفر کو پسند کرتا ہے اس میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے جانا اس قسم (معصیت) کے لیے ہوسکتا ہے، جو اس طرح کا قول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی جرأت کرتا ہے۔ یہ کلام اہانت اور سوء ادب کے گرد گھومتا ہے۔ جب اسے مطلق رکھا جائے جو اس کے قائل کے کفر کا تقاضا کرتا ہے ہم ایسے خذلان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اسی طرح اس ساری تفصیل کے مخالف آپ کا یہ فرمان بھی نہیں: ''میری قبر کو عید نہ بنا لینا نہ تم اپنے گھروں میں تصاویر رکھو۔'' کیونکہ اس کے سیاق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آپ پر درود وسلام قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس سے تو آپ پر دور سے سلام عرض کرنے کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: ''تمہارا درود پاک مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔'' دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور رخت سفر باندھنے میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب وہ جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ دراصل آخرت سے ہی ہے خصوصاً اس جگہ میں، لہٰذا ہم اس سفر مبارک کے جواز میں اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے۔''

❁❁❁

گیارھواں باب

قبر انور میں آپ کی زندگی، اسی طرح سارے انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

الشیخ نے اپنی کتاب ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں لکھا ہے ''ہمارے نزدیک آپ کا قبر انور میں زندہ ہونا، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس کے بارے ہمارے پاس اسی قسم کے دلائل ہیں۔ متواتر روایات ہیں۔''

شیخ جمال الدین الاردبیلی الشافعی نے اپنی کتاب ''الانوار فی اعمال الابرار'' میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے کتاب ''الاعتقاد'' میں لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ ان میں سے بہت سے بلند اقبال حضرات آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

واجب ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھائیوں کی زیارت کرنا ان آثار میں غور و فکر کرنا جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے حضرت شارع علیہ السلام کا مطلوب ہیں۔ کچھ واجب اور کچھ مستحب ہیں۔ تجارت اور اغراض دنیا کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ اب صرف معصیت کے لیے سفر کرنا باقی رہ گیا۔ اس وقت یہ ممنوع ہوگا۔ اللہ رب العزت جس سفر کو پسند کرتا ہے اس میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جانا اس قسم (معصیت) کے لیے ہوسکتا ہے، جو اس طرح کا قول کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی جرأت کرتا ہے۔ یہ کلام اہانت اور سوء ادب کے گرد گھومتا ہے۔ جب اسے مطلق رکھا جائے جو اس کے قائل کے کفر کا تقاضا کرتا ہے ہم ایسے خذلان سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح اس ساری تفصیل کے مخالف آپ کا یہ فرمان بھی نہیں: ''میری قبر کو عید نہ بنا لینا نہ تم اپنے گھروں میں تصاویر رکھو۔'' کیونکہ اس کے سیاق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے جو یہ خیال کرتا ہے کہ آپ پر درود و سلام قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس سے تو آپ پر دور سے سلام عرض کرنے کا ثواب ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: ''تمہارا درود پاک مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔'' دنیاوی اغراض مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنے اور کجاوہ باندھنے میں علماء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب وہ جائز ہے تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ یہ دراصل آخرت سے ہی ہے خصوصاً اس جگہ میں، لہٰذا ہم اس سفر مبارک کے جواز میں اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے۔''

❁❁❁

گیارھواں باب

قبر انور میں آپ کی زندگی، اسی طرح سارے انبیائے کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں

الشیخ نے اپنی کتاب ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں لکھا ہے ''ہمارے نزدیک آپ کا قبر انور میں زندہ ہونا، اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا زندہ ہونا علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس کے بارے ہمارے پاس اسی قسم کے دلائل ہیں۔ متواتر روایات ہیں۔''

شیخ جمال الدین الاردبیلی الشافعی نے اپنی کتاب ''الانوار فی اعمال الابرار'' میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے کتاب ''الاعتقاد'' میں لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ ان میں سے بہت سے بلند اقبال حضرات آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے نماز میں ان کی امامت بھی کرائی۔ آپ نے انہیں کچھ بتایا۔ آپ کی خبر سچی نکلی۔ ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہمارا درود شریف آپ تک پہنچتا ہے۔ رب تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ کو کھائے۔"

امام القرطبی نے التذکرہ میں الصعقہ کی حدیث میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ موت فناء ہو جانے کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیائے کرام قتل ہوئے۔ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ مسرور و شاداں ہوتے ہیں۔ یہ دنیا میں زندوں کے اوصاف ہیں۔ جب یہ شہداء کی کیفیت ہے تو انبیائے کرام اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے کہ زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام نہیں کھاتی۔ آپ انبیاء کرام کے ساتھ شب معراج میں بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ آسمانوں پر ان سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اپنی قبر انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے بتایا ہے کہ آپ سلام کرنے والے کو جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ان دلائل سے قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کی موت اس طرف راجح ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ زندہ ہوتے ہیں۔ یہ حال میں ملائکہ کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے مگر اولیاء کرام میں سے جسے اس کرامت کے ساتھ مختص فرما دے۔"

الاستاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ یہ شوافع کے شیخ ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔ آپ اپنی امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں گناہ گاروں کے گناہوں سے غمزدہ ہوتے ہیں آپ کی امت میں سے جو بھی آپ پر درود پاک پڑھتا ہے وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "انبیاء کرام بوسیدہ نہیں ہوتے نہ ہی زمین ان کے اجسام میں سے کچھ کھاتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا اپنے زمانہ میں وصال ہو چکا تھا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آپ نے انہیں ان کی قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔" معراج کی روایت میں آپ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں آسمان پر دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ جب یہ اصل ہمارے لیے صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے تھے۔ آپ اپنی نبوت پر ہیں۔"

سیدی عفیف الدین الیافعی نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ایسے احوال لوٹا دیے جاتے ہیں جن میں وہ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھتے ہیں وہ زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں۔ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ امر طے ہے کہ جو امور انبیائے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز ہیں۔ وہ ان کی امم کے اولیاء کرام کے لیے بطور کرامت جائز ہیں مگر اس جگہ چیلنج شرط نہیں ہے۔ حیات الانبیاء کا انکار صرف جاہل ہی کرتا ہے علماء کرام کی نصوص حیات الانبیاء کے بارے میں ان گنت ہیں۔ ہمارے

لیے یہی مقدار کافی ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت اوس الثقفی سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے ایام میں سے افضل دن یوم الجمعہ ہے۔ اس روز مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا کرو۔ تمہارا درود وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر ہمارا درود وسلام کیسے پیش ہوگا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کو کھائے۔''

امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو بھی مجھے سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

ابویعلی نے یہ سند اس طرح لکھی ہے:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی، حدثنا یحیی بن ابی بکیر، حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج، ابن عدی نے یہ اضافہ کیا ہے: ''ابن اسود عن ثابت البنانی''

الحافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ابوجہم الازرق صدوق ہیں۔ ان کا حال بہت اچھا تھا۔ یحییٰ بن ابی بکیر امام بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ المستلم بن سعید کو امام احمد نے شیخ ثقہ لکھا ہے۔ امام نسائی نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے صدوق اور عابد تھے۔ کبھی انہیں وہم ہو جاتا تھا۔ ان کے شیخ حجاج تھے۔ حافظ عبدالغنی بن سعید نے الایضاح میں لکھا ہے مشکل حجاج بن حجاج کی ہے۔ یہ وہی حجاج اسود ہیں جن سے جعفر بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔ مستلم بن سعید ہی حجاج باہلی ہیں۔ یہی بن حجاج ہیں۔ یہی حجاج الاحول ہیں یہ حجاج شہد کا مشکیزہ تھے۔ انہی کے متعلق امام احمد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم نے انہیں ثقات میں ثقہ کہا ہے صدوق کہا ہے الحافظ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کے متعلق تو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

الحافظ عبدالغنی بن سعید نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا ابراهيم بن على الجبائی، حدثنا یحیی بن محمد بن ساعدة حدثنا عبدالله بن محمد بن یحیی بن بکیر حدثنا یحیی بن بکیر به۔

ابن عدی نے یہ سند بیان کی ہے:

حدثنا قسطنطین بن عبدالله الرومی حدثنا حسن بن عرفة، حدثنی الحسن بن قتیبة المدائنی حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج بن الاسود عن ثابت البنانی عن انس رضی الله عنه۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا کرتے ہیں۔''

ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں انہیں سلام کا جواب ضرور دوں گا۔" محمد بن یحییٰ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے گزریں گے۔ اگر انہوں نے مجھ پر سلام بھیجا تو میں انہیں سلام کا جواب دوں گا۔"

ابن نجار نے حضرت ابراہیم بن یسار سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے کسی سال حج کیا۔ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا میں آپ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ میں نے حجرہ مقدسہ کے اندر سے آواز سنی "و علیك السلام" علامہ بازری نے التوثیق میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان بن سُحیم نے فرمایا: "میں نے نیند میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! امت کے جو افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ان کا سلام جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔"

ابو نعیم نے الدلائل میں حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے الحرّہ کی راتوں میں خود کو دیکھا میرے علاوہ مسجد نبوی میں اور کوئی نہ تھا۔ جب بھی اذان کا وقت آتا میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا۔"

زبیر بن بکار کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا۔ یہ حرہ کے ایام تھے حتیٰ کہ لوگ واپس آ گئے۔" ابن سعد نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے حرہ کے ایام میں لوگوں کو لازم پکڑا لوگ باہم قتال کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "جب نماز کا وقت آتا تو میں اذان کی آواز سنتا جو قبر انور سے آ رہی ہوتی تھی۔" دارمی نے حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایام حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہو سکی نہ ہی اقامت ہو سکی۔ حضرت سعید بن مسیب مسجد نبوی میں رہے وہ نماز کا وقت اس آواز سے جانتے تھے جو وہ آپ کی قبر انور سے سنتے تھے۔"

ابن ماجہ نے جید اسناد سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جمعة المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص بھی درود و سلام پڑھے گا تو جب وہ فارغ ہو جائے گا تو اس کا درود و سلام مجھ کو پیش کر دیا جائے گا۔" میں نے عرض کی: "آپ کے وصال کے بعد بھی۔" آپ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔" ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے قبر میں رزق دیا جاتا ہے۔"

الطبرانی نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے "جو شخص بھی مجھ پر درود و سلام پڑھے۔ اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔" اس روایت کی سند ثقہ ہے، لیکن یہ روایت منقطع ہے۔"

امام بیہقی نے "الشعب" میں الاصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو میری قبر انور کے پاس درود شریف پڑھتا ہے۔ میں اس کی آواز خود سنتا ہوں، جو دور سے مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے۔ وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔" امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے اسے خلائق کی سماعت عطا کی ہے۔ وہ میری قبر پر کھڑا ہے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔"

امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام میں اور اصبہانی نے "الترغیب" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کے دن یارات کو مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر حاجتیں آخرت میں اور تیس حاجتیں دنیا میں پوری کرے گا۔ رب تعالیٰ نے اس کے لیے ایک فرشتہ کو مؤکل بنا رکھا ہے۔ وہ درودِ پاک لے کر میری قبر انور میں داخل ہوگا۔ جیسے کوئی تمہارے پاس تحائف لے کر آتا ہے۔ میرے وصال کے بعد میرا علم اسی طرح ہوگا جیسے میری حیات طیبہ میں میرا علم ہے۔" امام بیہقی نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ مجھے بتائے گا کہ میرے وصال کے بعد کس نے مجھ پر درود شریف پڑھا۔ وہ اس کا نام اور نسب بھی مجھے بتاتا ہے اور اسے میرے پاس سفید صحیفہ میں رقم کر دیتا ہے۔" امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "انبیائے کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبور میں نہیں چھوڑا جاتا بلکہ وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونک دیا جائے گا۔" امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اسی قدر نماز پڑھتے ہیں، پھر وہ رب تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ثوری نے اپنی "جامع" میں تحریر کیا ہے کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن میب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "کوئی نبی بھی اپنی قبر انور میں چالیس صبحوں سے زیادہ نہیں رہتا، حتیٰ کہ اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔" اس روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں، ثوری نے حضرت ابوالمقدام سے حضرت سعید بن میب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ زرکشی نے لکھا ہے کہ ابومقدام ثابت بن ہرمز ایک صالح بزرگ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا نام اہریمز بھی بتایا جاتا ہے۔ ابن المدینی نے انہیں ثقہ کہا ہے ابی ابوداؤد، نسائی، یعقوب اور ابن سفیان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ الحافظ نے التقریب میں انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن القطان نے کہا ہے کہ میں نے دارقطنی کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے انہیں ضعیف کہا ہو۔ یہ بات رائے کے اعتبار سے نہیں کہی جاسکتی۔ ابوشیخ نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن احمد سے اور انہوں نے حسن بن صباح سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے وصیت نہ کی اسے مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے کلام کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔"

ابن حبان نے "المجروحین" میں حسن بن یحییٰ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نبی کا بھی وصال ہوا ہے۔ اسے اس کی قبر انور میں چالیس صبحیں رکھا جاتا ہے، پھر اس کی روح کو اس کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔" اس حسن کو اکثر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ رحیم نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔"

ابو حاتم نے انہیں صدوق لکھا ہے لیکن ان کا حافظہ اچھا نہ تھا۔ ابن معین نے ابن ابی مریم کی روایت میں انہیں ثقہ لکھا ہے۔ ابوداؤد نے لکھا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ الشیخ نے موضوعات ابن جوزی کی تہذیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ جس سے یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے: "اسی طرح وہ دیگر زندہ لوگوں کی مانند ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز فرمایا ہوتا ہے۔

تنبیہات

۱۔ السید نورالدین السمہودی نے تاریخ المدینۃ میں لکھا ہے: "اگر وہ صحیح ہے جو حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے تو پھر آپ کا اپنی قبر انور کے ساتھ خصوصی تعلق اور نسبت ہے، جبکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ آپ اس وصف سے متصف ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وصف آپ کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قطعی قائم ہو جائے۔ جس کی خبر حضرت ابن مسیب نے دی ہے کہ وہ ایام الحرہ میں آپ کی قبر انور سے اذان اور اقامت سنتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے محاصرہ کے زمانہ میں فرمایا تھا: 'میں اپنے دار ہجرت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس سے جدا نہ ہوں گا۔"

ابن عساکر نے جید سند سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے شام کی سرزمین پر دار یا کو اپنا مسکن بنا لیا۔ انہوں نے خواب میں حضور سید والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ فرما رہے تھے: "بلال! یہ کیسی جفا ہے؟ کیا تم میری زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟" وہ غمزدہ اور خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ قبر انور پر حاضر ہوئے۔ رونے لگے۔ چہرہ پر خاکِ پاک ملنے لگے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ چمٹانے لگے اور ان کے بوسے لینے لگے۔ انہوں نے فرمایا: 'ہم چاہتے ہیں ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے۔' وہ مسجد کے اوپر چڑھے۔ اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے "اللہ اکبر" کہا تو مدینہ طیبہ لرز اٹھا۔ جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اس کے لرزہ میں اضافہ ہو گیا۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین پردوں سے نکل آئیں۔ لوگوں نے کہا: "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر اس جہانِ رنگ و بو میں بھیج دیا گیا ہے۔" لوگ جتنے اس دن روئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں اس قدر روتے ہوئے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔"

امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ نے تحریر کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد حیات تامہ سے نوازا ہے۔ آپ کی یہ حیات طیبہ ابھی تک برقرار ہے یہ تاحشر برقرار رہے گی۔ یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں بہت سے امور اس کی دلیل ہیں۔

۱۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩

(آل عمران،۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

یہ آیت طیبہ تین اعتبار سے اس امر پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ برزخ میں حیاتِ طیبہ امت کے شہداء میں سے ہر ایک کو حاصل ہے۔ شہداء کو یہ فضیلت ان لوگوں پر حاصل ہے جو شہداء نہیں ہیں۔ وہ ان سے افضل ہیں جنہیں یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ امت میں سے کوئی بھی شخص نہیں جو درجہ میں، ثواب کی اکملیت میں اور احسن حالات میں آپ کے درجہ سے افضل ہو۔

۲۔ جو لوگ راہِ خدا میں شہید ہوئے وہ شہادت کی وجہ سے اس رتبہ کے مستحق بنے جبکہ آپ کو اتم اور اکمل وجود سے شہادت بھی حاصل ہے، کیونکہ شہید کو شہید اسی لیے کہتے ہیں کہ یا تو وہ موت کی شہادت دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی شہادت دیتا ہے یا روزِ حشر لوگوں پر شہادت دے گا، یا رب تعالیٰ کے ثواب کا مشاہدہ کرتا ہے یا اس کے فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ رتبہ امت کے رتبہ سے اکمل اور اعلیٰ ہے رب تعالیٰ کے لیے شہادت اور لوگوں پر آپ کی شہادت سب سے بلند و برتر ہے۔ آپ نے تو شہداء کی بھی شہادت دی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا رسول تم پر گواہ ہو)

• اگر کوئی وہم کرنے والا یہ وہم کرے کہ یہ تو راہِ خدا میں مقتول کے خصائص ہیں۔ ہم نے آپ کے وصال کے ابواب میں ذکر کر دیا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے لیے نبوت کے ساتھ شہادت کو بھی پسند فرمایا ہے۔"

الحافظ عبد الغنی المقدسی الحنبلی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: "تم نے سوال کیا ہے رب تعالیٰ ہم پر احسان کرے اور تمہیں توفیق عطا کرے کہ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی، سیدنا المصطفیٰ المرتضیٰ سید الخلق ﷺ کی اپنے مرسلین عظام اور

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز کو کیسے پسند کر لیا اور کیسے راضی ہو گیا۔ کیا انہوں نے اپنے اجسام کے ساتھ نماز ادا کی تھی یا ارواح کے ساتھ؟ جان لو۔ رب تعالیٰ تم پر رحم کرے اہل حق کا مؤقف یہ ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی سنت پاک کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ کی معراج پاک آپ کے جسم اطہر اور روح اقدس کے ساتھ عالم بیداری میں تھی عالم نیند میں نہ تھی۔ قرآن پاک میں یہی وارد ہے صحیح روایت میں اسی کا تذکرہ ہے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الاسراء:۱)

ترجمہ: (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے۔

اس کے متعلق صحیح روایات متواتر ہیں۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر یہ بھی جان لو کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ ابوداؤد، نسائی اور ایک جماعت نے حضرت اوس بن اوس سے روایت نقل کی ہے۔ امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں شب معراج میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔'' یہ اجسام کی صفات ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں ہیں۔'' معراج کے متعلق حسن روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا۔ میں نے انبیائے کرام کو جان لیا کچھ قیام میں تھے کچھ رکوع اور سجدے میں تھے۔''

بہت سی صحیح روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو خوش آمدید کہا تھا۔ یہ بھی صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ جب آپ آگے گزرے تو وہ رونے لگے۔ آپ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے حلیے بھی بیان کیے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ شنوءۃ کے مردوں میں سے ہوں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے دیکھا گویا کہ وہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، جبکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے اس صاحب (ﷺ) کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔'' یہ اجسام کے اوصاف ہیں۔ ارواح کی صفات نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جب رب تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے آپ سے عرض کی: ''میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ میں نے بنو اسرائیل کو خوب پرکھا ہے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے حریم ناز میں جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔'' انہوں نے بار بار اسی طرح کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں یہ محال ہے کہ یہ خطاب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے جسم اطہر کو چھوڑ کر روح کی طرف سے ہو۔ اس کا قائل نقل اور عقل کی مخالفت کرنے والا ہے۔ ہم یہ مؤقف تسلیم نہیں کرتے کہ آپ نے انبیائے کرام کے اجسام اطہر دیکھے۔ ان کے حلیے بیان کیے۔ ان سے مخاطب ہوئے۔ انہوں نے آپ سے شرفِ ہمکلامی حاصل کیا پھر انہوں نے اجسام کے بغیر صرف ارواح کے ساتھ نماز ادا کی۔ لغت میں الصلاۃ کا معنی دعا ہے۔ ارواح کا قیام، قعود اور قرآت کا نہ ادراک ہو سکتا ہے نہ ہی معقول ہے نہ ہی منقول ہے۔ بابرکت ہے وہ ذات

جس نے اپنے بندۂ خاص اور رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیا۔"

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ نے انہیں بیت المقدس میں کیسے نماز پڑھائی پھر انہیں آسمانوں پر دیکھا؟ ہم رب تعالیٰ کی توفیق سے اس کا جواب یہ دیتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر آسمانوں تک، پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پھر قاب قوسین او ادنیٰ تک سیر کرائی۔ وہ صبح سے قبل آپ کو مکہ مکرمہ لے آیا۔ اسی ذات بابرکات نے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی زیارت کرائی جیسے اس نے چاہا۔ انہیں آپ کے لیے جہاں چاہا جمع فرمایا۔ وہ ذات برکات پاک ہے جس کی قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس کی عظمت کی انتہاء ہے نہ ہی اس کی عظمت کا ادراک ہو سکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سمیع اور بصیر ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے نور نظر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ شیر خوارگی کے عالم میں ان کا وصال ہوا دو دایاں ہیں جو جنت میں ان کی رضاعت کی تکمیل کریں گی۔"

اس حدیث پاک کی وجہ دلالت ظاہر ہے۔ رضاعت کی تکمیل دنیا میں ہوتی ہے۔ آپ کے نورِ نظر کی عزت و کرامت کا کیا حال ہے تو پھر آپ کے حق میں حیاتِ طیبہ کا اثبات زیادہ اولیٰ ہے۔" ابوداؤد الطیالسی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ نے فرمایا: "جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے۔" اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ سابقہ احادیث سے تمہارے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ عیاں ہو چکی ہو گی۔ اللہ رب العزت نے شہداء کے متعلق فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩

(آلِ عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور رزق دیے جاتے ہیں۔

انبیائے کرام اس حیات طیبہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کا مقام و منصب شہداء سے زیادہ جلیل اور عظیم ہے۔ سوائے چند انبیائے کرام کے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت بھی عطا کی ہے۔ وہ آیت طیبہ کے الفاظ کی عمومیت میں شامل ہیں۔ نص قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ آپ اپنی قبر انور میں بحیات ہیں، یا تو عموم لفظ سے یا مفہوم موافقت سے۔"

۲- اگر کہا جائے کہ آپ نے فرمایا ہے: "مگر اللہ رب العزت میری طرف میری روح کو لوٹا دیتا ہے۔" اس کا تقاضا ہے کہ بعض اوقات روح مبارک جسد اطہر سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔ اس سے آپ کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم نہیں آتا۔"

• شیخ، امام، علامہ علاؤ الدین القونوی الشافعی نے "آداب البحث" میں لکھا ہے "اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اور سب سے پہلے جس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ اس کے سلام کے وقت آپ کی روح مبارک کو لوٹا دیا گیا، پھر یا تو یہ کہا

جائے کہ اس کے بعد آپ کی حیات طیبہ تسلسل کے ساتھ ہے اور آپ کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر میں موجود ہے جیسے کہ وہ پہلے تھی۔ یہی مدعی ہے۔ اس سے بھی احسن جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ استثناء "الا" کے بعد "قد" کا لفظ مقدر مانا جائے تا کہ اس کا یہ مفہوم بن جائے "جو بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے مگر رب تعالیٰ میری روح پاک کو میری طرف لوٹا دیتا تھا۔" اسی طرح کا ایک جواب امام بیہقی نے بھی دیا ہے۔ اسی جواب کو یقین کے ساتھ امام علامہ جمال الدین محمود بن جملہ، خطیب جامع الاموی نے "کتاب الصلاۃ علی النبی" میں ذکر کیا ہے۔ ایک جلیل تصنیف ہے، مگر ہمارے شیخ اس سے آگاہ نہ ہوئے۔ شیخ نے اس کی وضاحت امام بیہقی کے کلام سے آگاہ ہونے سے قبل اپنے فتاویٰ میں کر دی تھی۔ آپ کا فرمان "ردّ اللہ تعالیٰ" حالیہ جملہ ہے۔ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ حال کا جملہ جب فعل ماضی ہو، تو اس میں قد مقدر مان لیا جائے گا۔ جیسے رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (النساء:۹۰)

ترجمہ: یا آ گئے ہو تمہارے پاس اس حال میں کہ تنگ ہو چکے ہوں ان کے سینے۔

ای قد حصرت۔ اسی طرح یہاں بھی جملہ ماضیہ مقدر مانا جائے گا، جو سلام سے قبل ہو وہ سلام جو ہر ایک کی طرف سے واقع ہو۔ "حتی" اس جگہ تعلیل کے لیے نہیں ہے، بلکہ مجرد حرف عطف ہے جو "واؤ" کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوگا۔ "جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے سلام سے قبل میری روح لوٹا چکا ہوتا ہے، اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔" اشکال اس ظن سے پیدا ہوتا ہے کہ جملہ "رد اللہ" حال یا استقبال کے معنی میں ہے۔ نیز یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حتی تعلیلیہ ہے۔ یہ اس طرح نہیں ہے، جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس سے یہ اشکال اصل سے ہی اٹھ گیا۔" پھر فرمایا:

"پھر میں نے یہ حدیث پاک امام بیہقی کی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں بھی دیکھی وہاں "الا و قد رد اللہ علیّ روحی" کے الفاظ تھے۔ اس میں لفظ "قد" صراحت کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے اسقاط کی روایت کو اس کے مضمر ہونے پر محمول کیا جائے گا۔ اس کا حذف راویوں کے تصرف سے ہوگا۔ حدیث پاک کی مراد یہ بتلانا ہوگا کہ رب تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی روح مبارک کو جسم اطہر میں لوٹا دیا ہے آپ کو حیاتِ ابدی حاصل ہو گئی ہے۔ اگر کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو آپ اسے جواب سے مشرف فرماتے ہیں، کیونکہ آپ حیاتِ طیبہ رکھتے ہیں۔ یہ حدیث پاک ان احادیث مبارکہ کی مؤید بن گئی جو قبر انور میں آپ کی حیات طیبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ معنی کے اعتبار سے بھی ان کی تائید کرتی ہے کہ اگر یہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو مسلمانوں کے تکرار سے اس کا تکرار بھی لازم آتا ہے۔ رد کے تکرار سے مفارقت کا تکرار لازم آتا ہے۔ مفارقت کے تکرار سے دو قابل احتیاط امور لازم آتے ہیں۔

۱۔ جسم اطہر سے بار بار روح مبارک نکلنے سے جسم اطہر کو درد یا تکرار کے خوف سے کچھ ڈر ہونا اگر یہ درد نہ ہو۔

۲۔ یہ امر سارے لوگوں کے مخالف ہے خواہ وہ شہداء ہوں یا دوسرے لوگ، کیونکہ یہ کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں کہ

اس کی روح کی مفارقت کا تکرار ہو اور وہ برزخ کی طرف لوٹ جاتی ہو۔ حضور اکرم ﷺ جو مرتبت کے اعتبار سے سب سے بلند ترین ہیں۔ وہ استمرار کے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک تیسرا قابل احتیاط امر بھی ہے وہ قرآن مجید کی مخالفت ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ صرف ایک موت اور دو زندگیاں ہیں اس تکرار سے، بہت سی اموات لازم آتی ہیں جو کہ باطل ہے۔"

پھر علامہ القونوی نے لکھا ہے کہ اس کے متعلق یا تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلے عرض کرنے والے سلام کے وقت روح کو لوٹا دیا جاتا ہے، پھر اسے قبض کر لیا جاتا ہے جب دوسرا شخص سلام عرض کرتا ہے تو اسے لوٹا دیا جاتا ہے جب سلام عرض کرنے والے سلام عرض کرتے ہیں تو اسی طرح ہوتا ہے، لیکن یہ کسی کا قول نہیں ہے نہ ہی ایسا اعتقاد رکھنا روا ہے۔ یہ ان گنت اموات کی طرف لے جاتا ہے اور ان گنت بار روح مبارک کو لوٹانے کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر نمازی آپ پر اپنی نماز میں ایک بار یا دو بار درود شریف پڑھتا ہے۔ غیر نمازی بھی آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ ان کے سلام عرض کرنے کے اوقات مختلف ہوتے ہیں ساعات میں ہر ہر ساعت میں آپ پر سلام عرض ہوتا رہتا ہے۔ اس رد کے تکرار سے اس محذور کا تکرار لازم آتا ہے، لہٰذا یہ قول متعین ہو جاتا ہے کہ آپ کی روح پاک کو وصال کے بعد ہی ایک بار لوٹا دیا گیا۔ جب پہلے سلام کرنے والے نے آپ پر سلام بھیجا ہو تا روزِ حشر آپ کی حیاتِ طیبہ کو دوام حاصل ہے۔ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شب اسریٰ کے دولہا ﷺ نے فرمایا: "میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو سرخ ٹیلے کے پاس دیکھا وہ اپنی قبر انور میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔"

دوسرا جواب:

امام سبکی نے لکھا ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد معنوی رد مراد ہو۔ آپ کی روحِ پاک مستقل حریم ناز کے مشاہدہ میں اور ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ میں منہمک رہتی ہو۔ جب آپ پر سلام کیا جاتا ہو تو آپ کی روح مبارک اس عالم کی طرف توجہ کرتی ہو اور سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کر لیتے ہوں یا اس کا جواب ارشاد فرماتے ہوں۔

تیسرا جواب:

شیخ نے لکھا ہے کہ الرد کا لفظ کبھی مفارقت کے جدا ہونے پر دلالت نہیں بھی کرتا، بلکہ اس سے مطلق صیرورت کنایہ ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِىْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف:۸۹)

ترجمہ: ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں۔

العود سے مراد مطلق صیرورت ہے نہ کہ انتقال کے بعد واپس آنا، کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کبھی بھی ان کی ملت سے نہ تھے۔

حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال بہت حسین ہے کیونکہ اس سے اس کے اور آپ کے اس فرمان کے مابین مناسبت لفظیہ کی رعایت ہو جاتی ہے "حتی ارد علیہ السلام" حدیث پاک کی ابتداء میں لفظ رد حدیث پاک کے آخر میں اس کے تذکرہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔"

۴۔ شیخ نے کہا ہے" روح مبارک کے رد سے بدن اطہر سے اس کی جدائی کے بعد دوبارہ آجانا مراد نہیں ہے حضور اکرم ﷺ عالم برزخ میں ہیں۔ ملکوت کے احوال میں مشغول ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔ جیسے آپ دنیا میں اس وقت ہوتے تھے۔ جب آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا یا دیگر اوقات میں ہوتا تھا۔ اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مثال علماء کرام کا ان الفاظ کے بارے میں فرمان ہے۔ جو معراج کی بعض احادیث میں وارد ہیں کہ یہ نیند نہ تھی۔ اس سے مراد ان عجائب ملکوت سے افاقہ ہے۔ جنہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا تھا۔"

میں کہتا ہوں" اس کی مثال حضرت ابو اسید کے نور نظر کی روایت میں ہے جب انہیں بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا گیا تا کہ آپ انہیں گھٹی دیں۔ آپ نے انہیں اپنی مبارک ران پر بٹھالیا۔ آپ دیگر صحابہ کرام سے محو گفتگو ہو گئے۔ حضرت ابو اسید نے اپنا نور نظر اٹھالیا۔ جب آپ توجہ فرما ہوئے تو بچے کو نہ پایا۔ اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کی:" انہوں نے اسے اٹھالیا ہے۔" راوی نے آپ کے لیے "استیقظ" کا لفظ استعمال کیا۔" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ نے فرمایا:" میں غمزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ مجھے قرن الثعالب کے مقام پر افاقہ ہوا۔"

۵۔ شیخ نے کہا ہے:" روح مبارک کو رد کرنے سے استمرار لازم آتا ہے کیونکہ ہر وقت اطراف عالم میں کوئی نہ کوئی آپ پر درود شریف پڑھ رہا ہوتا ہے۔"

۶۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے رب تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی کی، پھر فرمایا کہ آپ اپنی قبر انور میں لگا تار زندہ رہیں گے لہٰذا ان دو روایات میں تضاد نہ رہا کیونکہ دوسری خبر پہلی سے مؤخر ہے۔

۷۔ شیخ تاج الدین الفاکہانی نے اپنی تصنیف لطیف" الفجر المنیر فیما فضل به البشیر النذیر" میں لکھا ہے کہ اس جگہ الروح سے مراد النطق (بولنا) ہے۔ یہ مجازی طور پر ہے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا:" رب تعالیٰ میرے نطق کو واپس کر دیتا ہے آپ ابدی طور پر زندہ ہیں، لیکن حیات طیبہ سے نطق لازم نہیں آتا۔ جب بھی کوئی سلام عرض کرتا ہے تو رب تعالیٰ آپ کا نطق آپ کو واپس کر دیتا ہے۔ اس مجاز کا علاقہ یہ ہے کہ نطق کو روح کا وجود لازم ہے جیسے روح کے لوازمات میں سے بالفعل اور بالقوۃ نطق کا وجود لازم ہے۔ آپ نے دو لازم اشیاء میں سے ایک کو دوسری سے تعبیر فرمایا۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ روح کا لوٹنا عملاً صرف دو بار ہی ہوگا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَیْنِ (غافر:11)

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ کیا۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے "ان کے کلام میں دو امر ہیں۔" (۱) انہوں نے اس حدیث پاک کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اسے حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (۲) ان کے کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ برزخ میں آپ کا زندہ ہونا بعض اوقات آپ کو گفتگو کرنے سے روک دیتا ہے۔ آپ کا بولنا اس وقت لوٹا دیا جاتا ہے۔ جب کوئی سلام کرنے والا آپ کو سلام پیش کرتا ہے۔ یہ بہت بعید ہے بلکہ ممنوع ہے۔ عقل ونقل اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ جہاں تک نقل کا تعلق ہے کہ وہ روایات جن میں برزخ میں آپ کے حالات اور انبیاء کرام کے حالات کا تذکرہ ہے ان میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ جیسے چاہتے ہیں گفتگو کرتے ہیں۔ انہیں کسی چیز سے روکا نہیں جاتا، بلکہ سارے اہل ایمان اور شہداء وغیرہ اسی طرح ہیں وہ برزخ میں گفتگو کرتے ہیں۔ جیسے چاہتے ہیں۔ برزخ میں صرف اسے گفتگو کرنے سے روک دیا جاتا ہے جو وصیت کے بغیر مرا ہو۔"

ابوشیخ ابن حبان نے کتاب "الوصایا" میں حضرت قیس بن قبیصہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو وصیت نہیں کرتا اسے مردوں کے ساتھ کلام کرنے کا اذن نہیں ملتا۔" عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مردے گفتگو کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!"

امام سبکی نے فرمایا ہے: "انبیائے کرام اور شہدائے عظام کی قبر میں حیات طیبہ اسی طرح ہوتی ہے جیسے ان کی دنیا میں زندگی ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا قبر انور میں نماز ادا کرنا اسی کی تائید کرتا ہے۔ نماز عمدہ جسم کا تقاضا کرتی ہے یا اسی طرح معراج کی روایت میں انبیائے کرام کی جتنی صفات مذکور ہیں وہ ساری اجسام کی صفات ہیں۔ جب اجسام کے ساتھ حیات حقیقیہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں اسی طرح کھانے پینے کی احتیاج ہو جیسے انہیں دنیا میں تھی، لیکن حرکات جیسے علم، سماعت وغیرہ میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ان کے لیے اور سب مرنے والے کے لیے ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک عقل کے اعتبار سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات گفتگو سے روک دینا حصر اور عذاب کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لیے اس سے وصیت کو ترک کرنے والے کو عذاب دیا جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات اس سے منزہ ومطہر ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ پر کسی قسم کی رکاوٹ یا قید طاری نہیں ہو سکتی جیسے کہ آپ نے اپنے مرض وصال میں سیدہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: "آج کے بعد آپ کے والد گرامی (ﷺ) کو کسی بھی قسم کی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب شہداء اور امت مرحومہ کے سارے اہل ایمان سوائے ان کے جنہیں استثناء حاصل ہے گفتگو سے روک کر انہیں محصور نہیں کیا جا سکتا تو آپ کو کیسے اس سے روکا جا سکتا ہے۔

فائدہ:

جس حدیث پاک پر ہم نے بحث کی ہے۔ وہ امام بیہقی کی روایت ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: "الا رد الله علیّ" امام بیہقی کی روایت زیادہ لطیف اور مناسب ہے کیونکہ دونوں تعدیہ میں لطیف فرق ہے۔ "ردّ" "علی" سے متعدی کرنا اہانت کے لیے اور "الی" سے متعدی کرنا "اکرام" کے لیے ہوتا ہے۔"

"الصحاح" میں ہے "رَدّ علیہ الشیَ" جب کہ وہ اسے قبول نہ کرے۔ جب وہ اس میں خطاء کرے تو تم کہو: "ردّ الی منزله و ردّ الیه جوابا ای رجع"

امام راغب نے لکھا ہے کہ پہلی قسم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں:

يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ (آل عمران:۱۴۹)

ترجمہ: وہ تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے۔

وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا (الانعام:۷۱)

ترجمہ: (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں گے۔

دوسری قسم میں رب تعالیٰ کے یہ فرامین آتے ہیں۔

فَرَدَدْنَـٰهُ إِلَىٰٓ أُمِّهِۦ (القصص:۱۳)

ترجمہ: ہم نے اس کو اس کے حال کی طرف لوٹا دیا۔

وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّى لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ۝٣٦ (الکھف:۳۶)

ترجمہ: بفرض محال اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا یقیناً میں پاؤں گا اس سے بہتر پلٹنے کی جگہ۔

ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَـٰلِمِ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِ (التوبۃ:۹۴)

ترجمہ: پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔

ثُمَّ رُدُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ مَوْلَىٰهُمُ ٱلْحَقِّ ۚ (الانعام:۶۲)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے۔

الشیخ نے اس کے بہت سے جوابات لکھے ہیں، جو پڑھنا چاہیے تو ان کے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے، میں کہتا ہوں: "قوی ترین جواب پہلا ہے۔ تیسرے اور چوتھے جواب میں نکتہ آفرینی ہے۔

۳۔ یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہوں تو یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں محصور یا مقید ہوں کیونکہ ہم کہتے ہیں "مومن کی قبر انور کو تاحد نگاہ کھلا کر دیا جائے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کیا ہوگی۔"

۴۔ اگر کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوں اور رب تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد انہیں زندہ کیا ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ صور پھونکتے وقت انہیں دوسری دفعہ موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہیں غیر کے علاوہ دوسری دفعہ وفات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ امام حافظ صلاح الدین العلائی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں جواب دیا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا۔ سارے آسمانوں اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ بلاشبہ غیر انبیاء کا بے ہوش ہونا موت کی وجہ سے ہوگا، جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا بے ہوش ہونا غشی کی وجہ سے ہوگا یہ استشعار کا زوال ہوگا۔ دوسروں کی طرح موت نہ ہوگی، تاکہ ان کا دو بار وفات پانا لازم نہ آئے۔" اس مؤقف کو امام بیہقی اور امام قرطبی وغیرہما نے پسند کیا ہے کہ اس روز ان کا بے ہوش ہونا وفات کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ غشی وغیرہ کے اعتبار سے ہوگا۔"

اس مؤقف کے صحیح ہونے پر آپ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔ "لوگ روزِ حشر بے ہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے مجھے افاقہ ملے گا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش کے پایہ کو پکڑے ہوں گے۔ مجھے علم نہیں کہ مجھ سے قبل انہیں افاقہ ہو گیا یا طور پر بے ہوش ہونے کی انہیں جزاء مل گئی۔ وہ مجھ سے پہلے زندہ نہ تھے۔" اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تیسری دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ اٹھنے کے لیے صور ہوگا تو جو بے ہوش ہوگا اسے افاقہ مل جائے گا، جو مردہ ہوگا وہ آجائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی کیفیت ہوگی اس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی یہی کیفیت ہوگی۔ ان پر صرف غشی طاری ہوگی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کو افاقہ ہوگا۔ آپ سارے انبیاء وغیرہم سے قبل قبر انور سے باہر نکلیں گے۔ سوائے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ آپ کو تردد یہ ہوگا کہ کیا وہ آپ سے پہلے اٹھ گئے یا وہ اسی حالت پر باقی رہے جو ان کی صور پھونکنے سے پہلے کی تھی۔" علامہ علائی نے لکھا ہے کہ یہ وجہ ساری وجوہات سے اقوی ہے حدیث پاک سے اسی کو تقویت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح نہیں ہے۔"

❁❁❁

بارھواں باب

آپ کا اور دیگر انبیائے کرام کا قبور مبارکہ میں نماز ادا کرنا

امام جلال الدین اردبیلی نے "الانوار" میں، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔"

ابونعیم نے الحلیہ میں یوسف بن عطیہ سے، انہوں نے فرمایا: "میں نے حضرت ثابت کو سنا وہ حضرت حمید الطویل سے کہہ رہے تھے کیا قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نماز ادا کرتا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں۔"

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی قبر انور میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔" ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے گزرے۔ وہ اس میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔"

تنبیہات

۱- علامہ ابن جملہ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی حیات طیبہ کے اثبات کے متعلق یہ حدیث صراحت سے دلالت کر رہی ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ کھڑے تھے۔ یہ اوصاف صرف روح کے نہیں ہیں۔ یہ روح مع الجسم کے اوصاف ہیں۔ نمازی اس وقت ہی کھڑا ہو سکتا ہے جب اس کی روح اس کی طرف لوٹ آئے۔ یہ بہت بڑی کرامت اور عزت ہے۔ ان کی قبر انور کو وسیع کر دیا گیا۔ وہ وفات کے متصل بعد عبادت میں مصروف ہو گئے۔ یہ روایت آنکھوں دیکھی ہے کیونکہ اہل السنۃ کا موقف ہے کہ معراج جسم اقدس کے ساتھ تھی۔ اگر یہ روح کے ساتھ بھی ہو تو انبیاء کرام کے خواب سچ ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔

۲- اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز اعمال دنیا میں سے ہے وہ شخص نماز کیسے ادا کر سکتا ہے جو دنیا سے جدا ہو گیا ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جگہ نماز کا معنی دعا اور ذکر ہے۔ یہ آخرت کے اعمال میں سے ہیں۔

۳- ابن ابی بشر نے حضرت شیبان بن جسر سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ان افراد میں موجود تھا جنہوں نے حضرت ثابت بنانی کو ان کی قبر میں داخل کیا تھا۔ میں نے اینٹ اٹھائی تاکہ اسے درست کروں۔ مجھے وہاں قبر نظر آئی۔ اس میں حضرت ثابت نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے وہ اینٹ اسی جگہ لگا دی۔ میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ حضرت ثابت اپنے رب تعالیٰ سے کیا سوال کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "وہ یہ دعا مانگتے تھے: "مولا! اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا کرتا ہے تو مجھے یہ توفیق بخش دے۔" یہ حکایت کئی اسناد سے مروی ہے۔ واللہ اعلم

❁❁❁

تیرھواں باب

آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

امام احمد، نسائی، ابن حبان اور الطبرانی نے الکبیر میں، ابوالشیخ نے "العظمۃ" میں، البزار نے صحیح سند سے، ابونعیم نے الحلیہ میں، حاکم اور بیہقی نے "الشعب" میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رب تعالیٰ کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔''

دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو تو اچھے انداز سے پڑھو۔ تم نہیں جانتے کہ اسے مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تم یوں عرض کیا کرو:

اللھم اجعل صلواتك و برکاتك علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین عبدك و رسولك امام الخیر و قائد الخیر و امام الرحمۃ اللھم ابعثہ المقام المحمود الذی یغبطہ بہ الاولون والآخرون۔

الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ معروف یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن ماجہ، الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے اسی دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو بھی درودِ پاک پڑھتا ہے۔ اس کا درودِ پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال کے بعد بھی؟'' آپ نے فرمایا: ''میرے وصال کے بعد بھی۔ رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے۔''

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ میری قبر کو عید نہ بنانا تم مجھ پر درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوں۔'' امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن ابی عاصم نے ''الصلاۃ لہ'' میں امام بیہقی نے حیاۃ الانبیاء اور شعب الایمان میں، ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی السنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں، حاکم (انہوں نے امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے) نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے ایام میں سے افضل یوم الجمعۃ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی روز ان کا وصال ہوا۔ اسی روز نفخہ ہوگا۔ اسی روز صدقہ ہے۔ اسی روز مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر ہمارا درود پاک کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھائے۔''

❁❁❁

چودھواں باب

آپ کے ترکہ کا حکم

امام احمد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کی وراثت نہ چلے گی۔ آپ کی میراث فقراء اور مساکین کے لیے ہوگی۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد وراثت کا ایک دینار بھی تقسیم نہ ہوگا۔ میں اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے خرچہ اور اپنے عامل کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑ کر جاؤں گا وہ صدقہ ہے۔"

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسن غریب روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔" امام احمد، امام مالک، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرات عمر، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے، امام مالک، امام احمد اور شیخان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" امام احمد، شیخان، عرنی، ابو داؤد اور نسائی نے تحریر کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مال سے کھائیں گے۔" ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ مال آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مصائب کے لیے ہے۔ ان کے مہمانوں کے لیے ہے جب میرا وصال ہو جائے تو یہ میرے بعد ولی الامر (خلیفہ) کے حوالے ہوگا۔"

ابن سعد، امام احمد، شیخان، ابو داؤد، نسائی، ابن الجارود، ابوعوانہ، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کے بارے کہا۔ یہ اس مال کے متعلق پیغام تھا جو رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور مال فئے عطا کیا تھا۔ انہوں نے آپ کا وہ صدقہ (مال) طلب کیا جو مدینہ طیبہ میں، فدک میں اور خیبر کے خمس میں سے کچھ باقی تھا۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی مال سے کھائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ کے مال سے۔ یہ ان کے لیے روا نہیں کہ وہ کھانے سے کچھ اضافہ کریں۔ بخدا! میں آپ کے صدقہ کے مال میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کروں گا۔ یہ اسی طرح ہوگا جیسے آپ کے عہد مبارک میں ہوتا تھا۔ میں اس میں اسی طرح عمل کروں گا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں عمل پیرا ہوتے تھے۔" سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کچھ بھی نہ کیا۔ حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اس کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے غصے میں ہوگئیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں، لیکن جو امر میرے اور تمہارے مابین ان اموال کے لیے پھوٹا ہے۔ میں اس میں حق سے انحراف نہ کروں گا میں اس میں کسی ایسے امر کو ترک نہ کروں گا جسے میں نے آپ کو دیکھا ہو کہ آپ اس میں کرتے تھے۔ میں بھی اسی طرح کروں گا جیسے آپ کرتے تھے۔''

ابن سعد نے ثقہ راویوں سے۔ سوائے واقدی کے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ اسی روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی گئی۔ دوسرے روز سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں۔ ان کے ہمراہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری وراثت۔'' انہوں نے پوچھا: ''وراثت میں سے یا غیر منقولہ جائیداد میں سے۔'' انہوں نے فرمایا: ''فدک، خیبر اور مدینہ طیبہ میں آپ کے صدقات۔ میں ان کی اسی طرح وارث ہوں جیسے تمہاری نورانِ نظر وارث بنیں گی جب تم وصال کر جاؤ گے۔'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا۔ آپ کے والد گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھ سے بہتر ہیں اور آپ بخدا! میری بیٹیوں سے بہتر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ''ہماری وراثت نہیں چلتی، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اگر آپ کو علم ہے کہ آپ کے والد محترم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ باغات آپ کو دیے تھے۔ اگر آپ ''ہاں'' کہیں تو میں آپ کا قول قبول کرلوں گا۔ میں آپ کی تصدیق کروں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''حضرت ام ایمن میرے پاس آئیں انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ نے مجھے فدک عطا کیا تھا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے: ''یہ تمہارے لیے ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آپ نے سنا تھا کہ یہ آپ کے لیے ہے تو میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔'' انہوں نے فرمایا: ''جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔''

ابن سعد نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں۔ وہ اپنی وراثت کا مطالبہ کررہی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اپنی وراثت کے لیے آگئے۔ ان کے ہمراہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہماری وراثت نہیں چلتی جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کفالت فرماتے تھے وہ مجھ پر ہے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (النحل:۱۶)

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے جانشین بنے۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:۶)

ترجمہ: جو وارث میرا بنے اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ اسی طرح ہے۔ بخدا! تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔" سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ!
یہ کتاب الٰہی ہے جو بول رہی ہے۔" وہ خاموش ہو گئے اور چلے گئے۔

عبد الرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، شیخان، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابعوانہ، ابن حبان، ابن مردویہ، بیہقی، ابوعبید نے "الاموال" میں حضرت مالک بن اوس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میری طرف اپنا دربان بھیجا وہ نرمی کے ساتھ آیا۔ اس نے عرض کی: "امیر المؤمنین! کیا میں آپ کے لیے حضرت عثمان غنی، عبد الرحمان بن عوف، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کو بلاؤں۔" انہوں نے فرمایا: "ہاں!" پھر وہ آیا۔ اس نے عرض کی: "کیا میں آپ کے لیے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بلاؤں؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں" یہ سارے حضرات قدسی آئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا: "ہم وارث نہیں بنتے جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرات علی المرتضیٰ اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ کی اور کہا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔" انہوں نے کہا: "ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خصوصیت کے ساتھ مختص کیا ہے جس کے ساتھ آپ کے علاوہ کسی اور کو مختص نہیں کیا۔ اس نے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى (الحشر:۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان گاؤں کے رہنے والوں سے جو مال اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں کا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے مابین بنونضیر کے اموال تقسیم کیے۔ بخدا! آپ نے کسی کو تم پر ترجیح نہ دی۔ میں بھی تمہیں چھوڑ کر خود نہ لوں گا، حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ایک سال کا نفقہ لے لیتے تھے۔ بقیہ کو دوسرے مال کے ساتھ ملا دیتے تھے۔" پھر فرمایا: "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم یہ جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پھر اسی طرح حضرات علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: "کیا تم یہ جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہوں۔ تم اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی میراث مانگنے آئے ہو۔ یہ خاتون (خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا) کی ان کے والد گرامی کی میراث مانگنے آئے ہیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ہماری وراثت نہیں ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ ترکہ ہے تم انہیں جھوٹا، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ بخدا! وہ سچا، پاکباز، ہدایت والے اور حق کے تابع

تھے۔" پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ تو میں نے کہا: "بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہوں۔ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اطاعت گزار ہوں۔ تم مجھے کاذب، گناہ گار، دھوکہ باز اور خائن سمجھتے رہے۔ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ میں پاکباز اور ہدایت پر ہوں۔ تم نے مجھے والی بنایا حتیٰ کہ تم اور یہ میرے پاس آگئے۔ تم اکٹھے ہو۔ تمہارا معاملہ ایک ہے۔ تم نے کہا: "ہمیں وراثت دے دو۔" میں نے کہا: "اگر تم پسند کرتے ہو تو میں یہ تمہیں دے دیتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے نام پر تمہیں عہد و میثاق دینا ہو گا تم اسے اسی طرح کام میں لاؤ گے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے کام میں لاتے تھے۔ تم نے اسے اسی طرح لے لیا کیا یہ اسی طرح ہے نا؟" انہوں نے کہا: "ہاں!" پھر تم میرے پاس آگئے تاکہ میں تمہارے مابین فیصلہ کروں۔ بخدا! میں اس کے علاوہ تم میں فیصلہ نہ کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اگر تم اس سے عاجز آگئے ہو تو اسے میری طرف لوٹا دو۔"

امام احمد، شیخین اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت ان کے لیے تقسیم کر دیں، جو مالِ فئے میں سے ہے۔" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ہماری وراثت نہیں ہے، جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔" سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا غصے ہو گئیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد چھ ماہ ہی اس جہانِ رنگ و بو میں بسر کیے تھے۔ سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنا وہ حصہ مانگتی تھیں جو خیبر اور فدک اور مدینہ طیبہ کے صدقات آپ نے چھوڑے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا: "میں وہ چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرانجام دیتے تھے۔ میں اسے ضرور سرانجام دوں گا۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں نے اگر آپ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کر دیا تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔"

حمیدی نے حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق عرض کی تو انہوں نے فرمایا: "کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ آپ نے کوئی سونا، چاندی، بکری، اونٹ، غلام، لونڈی، سفید اور زرد نہ چھوڑا تھا۔" امام بخاری نے حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے اپنے وقت وصال دینار، درہم، غلام، لونڈی اور کچھ بھی نہ چھوڑا تھا۔ سوائے اپنی بیضاء خچر کے، اسلحہ اور زمین کے۔ آپ نے انہیں بھی صدقہ کر دیا تھا۔"

امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہم، دینار، غلام اور لونڈی نہ چھوڑی تھی۔ اس وقت آپ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میرے بعد میری وراثت تقسیم نہ ہوگی۔ میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ اور عامل کی مزدوری کے بعد جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہوگا۔" انہوں نے فرمایا: "حضور سید عالم ﷺ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ ہی کوئی غلام، بکری، اونٹ چھوڑا، نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔" امام بخاری نے حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وہی کچھ چھوڑا ہے جو دو گتوں کے مابین (قرآن مجید) ہے۔"

امام بخاری نے حضرت عاصم الاحول سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کے پیالے کی زیارت کی۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ وہ پھٹ چکا تھا۔ انہوں نے اسے چاندی کی زنجیر ڈال رکھی تھی۔ وہ جھاؤ کی لکڑی کا ایک چوڑا سا پیالہ تھا۔ اس کا حلقہ لوہے کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا حلقہ چاندی یا سونے کی بنانے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اسے تبدیل نہ کرو اسے اسی طرح رہنے دو جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس تھا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔"

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حضور اکرم ﷺ کی پرانی نعلین پاک کی زیارت کرائی جن پر بال نہ تھے، جس کے دو تسمے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے نعلین پاک تھے۔" امام بیہقی نے حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی دو چادریں بُنائی کے لیے دی گئی تھیں۔" حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس وقت حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کے لیے صوف کا جبہ بُنائی کے لیے گیا تھا۔"

تنبیہات

۱- آپ نے فرمایا: "ہماری وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" علامہ باجی نے کہا ہے: "اہل سنت کا اجماع ہے کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔" ابن علیہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔" امامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ سارے انبیاء کرام کی وراثت چلتی ہے۔ انہوں نے تخلیط کی کئی انواع اس کے ساتھ معلق کی ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نص وارد ہے۔"

مجھے قاضی ابوجعفر سمنانی نے بیان کیا ہے کہ علی بن شاذان کا شمار اہل علم میں ہوتا تھا مگر اس نے عربی نہ پڑھی تھی۔ اس نے ایک دن ابوعبداللہ بن معلم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کیا۔ یہ امامیہ کا امام تھا۔ یہ عربی جانتا تھا۔ ابن شاذان نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا کہ انبیائے کرام کی وراثت نہیں چلتی۔ اس نے اس روایت سے استدلال کیا۔ "ہم گروہ انبیاء کرام کی وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، مگر اس نے "صَدَقَةً"

نصب کے ساتھ پڑھا۔ ابن المعلم نے اسے کہا: "اس روایت میں تم نے جو صَدَقَةٌ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صدقہ کے اعتبار سے جو کچھ چھوڑا اس میں آپ کی طرف سے وراثت نہ چلے گی۔ ہم بھی اس سے منع نہیں کرتے۔ ہم اس سے منع کرتے ہیں جو آپ صدقہ کے اعتبار کے علاوہ چھوڑیں۔" وہ اسی عجیب نکتہ پر اعتماد کر گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ابن شاذان اسے نہیں جانتا اور وہ حال وغیرہ میں فرق نہیں کر سکتا۔ جب اس نے ابن شاذان کو اپنی بات سنائی۔ اس نے کہا: آپ کے اس فرمان "ہماری وراثت نہیں چلتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔" یہ صَدَقَةً حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ تم بھی اس میں اسی حکم سے نہیں روکتے جسے انبیائے کرام اس اعتبار سے چھوڑ جائیں۔ ہمارے ہاں کوئی فرق نہیں خواہ صَدَقَةً ہو یا صَدَقَةٌ ہو۔"

لیکن میں اس مسئلہ میں اس امر کی معرفت کا محتاج نہیں ہوں۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ نہ ہی تجھے کوئی شبہ ہے کہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سارے عرب سے زیادہ فصیح تھیں۔ وہ اس فرق کو سب سے زیادہ جانتی تھیں جو "مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ" اور "مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً" میں ہے۔ اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خود کو وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اگر آپ موروث ہوتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ فصیح اور عالم تھے۔ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی (ﷺ) کی میراث طلب کی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیا۔ سیدہ سمجھ گئیں کہ ان کے لیے میراث میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ یہ تقاضا کرنے سے لوٹ گئیں۔ حضرت عباس، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی سمجھ گئے۔ اسی طرح سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سمجھ گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت سے استدلال کیا۔ بلاشبہ وہ بھی سارے عرب سے زیادہ فصیح تھے۔ یہ اس لفظ سے اسی کے ساتھ وارد ہے جو منع کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر یہ ایسے لفظ سے وارد ہوتا جو منع کا تقاضا نہ کرتا تو نہ تو اسے بطور دلیل ذکر کرتے نہ ہی اس سے استدلال کرتے۔ اگر یہ نصب سے ہوتا اور اس کا تقاضا وہ ہوتا تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہے۔ اس کا تقاضا رفع کے ساتھ ہی ہے۔ یہ رفع کے ساتھ ہی مروی ہے۔ اس میں نصب کا دعویٰ باطل ہے۔

۲- ابن اسحاق نے قصہ تبوک میں تحریر کیا ہے کہ آپ نے اہل ایلہ کو اپنے مکتوب گرامی کے ساتھ اپنی مبارک چادر بھی عطا کی تھی۔ اس مکتوب گرامی میں ان کے لیے امان بھی تھی۔ یہ مبارک چادر خلفاء کے پاس ہوتی تھی۔ اسے ابو العباس عبداللہ بن محمد نے تین سو دیناروں میں خرید لیا تھا۔ یہ ان کے پاس ہی رہی۔

❁❁❁

آپ کی زیارت مبارکہ اور اس کی فضیلت

پہلا باب

آپ کی زیارت کی فضیلت

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ''الشفاء'' میں لکھا ہے: ''آپ کی قبر انور کی زیارت سنن المرسلین میں سے ایک سنت ہے۔اس پر اجماع ہے۔اس کی فضیلت میں ترغیب ہے۔جب زائر مدینہ طیبہ کے قریب ہو تو وہ اپنی سواری سے اتر آئے۔ زائر کے لیے آپ کا یہ فرمان ہی کافی ہے۔''جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔جس نے میری زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

ابن رشید اور امام علامہ نے کہا ہے: ''جب ہم ۶۸۴ھ مدینہ طیبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔میرے ساتھ میرا رفیق راہ وزیر ابو عبداللہ بن ابی القاسم بن حکیم بھی تھا۔اسے آشوبِ چشم تھا۔جب ہم خلیفہ کے گھر کے قریب پہنچے تو ہم اپنی سواریوں سے اتر گئے۔مزارِ اقدس کے قریب ہونے کی وجہ سے عشق فراواں ہوگیا۔وہ نیچے اترا۔اس نے پیدل چلنے میں جلدی کی۔اس نے ان آثار کی وجہ سے اسے اجر و ثواب نصیب ہو سکے۔اس نے ان مکینوں کی تعظیم کی جو اس شہر میں اترے تھے۔اس نے دل میں شفاء محسوس کی اسے اسی وقت یہ اشعار کہے:

و لمّا رائینا من ربوع حبیبنا   بیثرب اعلاماً اثرن لنا الحبا

ترجمہ: جب ہم نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹیلوں کی زیارت کی جو مدینہ طیبہ میں تھے تو انہوں نے ہمارے لیے عطیات کے نشان چھوڑے۔

و بالقرب منھا اذ کحلنا عیوننا   شفینا فلا باساً نخاف ولا کربا

ترجمہ: ہم نے اس شہر خوباں کے قرب کے نشانات دیکھے جب ہم نے اپنی آنکھوں پر خاکِ شفاء لگائی تو ہمیں شفاء نصیب ہوگئی۔ہمیں اب نہ کسی اذیت کا خدشہ تھا نہ تکلیف کا خطرہ تھا۔

و حین تبدّی للعیون جمالھا   و من بعدھا عنا ازیلت لنا قربا

ترجمہ: جب مدینہ طیبہ کا جمال آنکھوں کے لیے عیاں ہوا۔ اس کے بعد جبکہ ہم سے قرب کی ضرورت پوری کر دی گئیں (جب آپ کا شہر مبارک قریب آگیا)۔

نزلنا علی الاکوار غشّی کرامۃً — لمن حلّ فیھا ان یلم بھا ترکبا

ترجمہ: توہم اپنے کجاووں سے نیچے اتر آئے۔ یہ کس کے لیے روا ہے کہ وہ اس شہر پاک میں سوار ہو کر جائے۔

فسحّ سجال الدمع فی عرصاتہ — و تلثم من حب لو اطئہ الترباً

ترجمہ: اس کے میدانوں میں آنسوؤں کے دول انڈیلے گئے اور اس کے آپ کے عشق وشوق کی وجہ سے اس کی خاکِ پاک کے بوسے لیے۔

و ان بقائی دونہ لخسارۃ — و لو ان کفی تلك الشرق والغربا

ترجمہ: بلاشبہ آپ کے بغیر میری بقاء خسارہ ہے۔ اگرچہ یہ کافی ہو کہ تم مشرق ومغرب کے مالک بن جاؤ۔

فیا عجباً ممّن یحب بزعمہ — یقیم من الدعوٰی و یستعمل الکذبا

ترجمہ: ہائے اس شخص پر تعجب جو اپنے گمان کے مطابق محبت کرتا ہے، پھر وہ اپنے دعویٰ کے باوجود (دور) مقیم رہتا ہے۔ وہ جھوٹ استعمال کرتا ہے۔

و زلات مثلی لا تعدد کثیرۃ — و بعدی عن المختار اعظمھا ذنبا

ترجمہ: اگرچہ میری لغزشیں اتنی ہیں جو از روئے کثرت شمار نہیں ہو سکتی، لیکن نبی مختار ﷺ سے میرا دور رہنا سارے گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

ایک شخص نے جب مدینہ طیبہ کو اوپر سے جھانکا تو اس نے اسے ذہن میں سجا کر یہ اشعار پڑھے:

دفع الحجاب لنا فلاح لناظری — قمر تقطّع دونہ الاوھام

ترجمہ: حجاب اٹھ گیا اور دیکھنے والے کے لیے ایک ایسا چاند طلوع ہوا۔ جس سے میرے سارے ازبان مسدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

و اذا المطیّ بنا بلغن محمّداً — فظھورھن علی الرجال حرام

ترجمہ: جب ہماری سواریاں ہمیں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ اب مردوں پر ان کی پشتیں حرام ہیں۔

قرّبننا من خیر من وطی الثری — ولھا علینا حرمۃ و ذمام

ترجمہ: وہ ہمیں لے کر اس ہستیٔ پاک کی بارگاہِ والا میں پہنچیں جو ان تمام لوگوں سے بہترین ہیں جنہوں نے مٹی کو روندھا اب ان کی ہم پر حرمت بھی ہے اور ذمہ بھی ہے۔

امام احمد نے صحیح کے راویوں سے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم ایک جگہ فروکش ہوئے حضور اکرم ﷺ آرام فرما ہو گئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا۔ وہ آپ پر چھا گیا پھر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ وہ درخت تھا جس نے اپنے رب تعالیٰ سے اذن طلب کیا تھا کہ وہ مجھے سلام عرض کرے۔ اس نے اسے اذن دے دیا۔" جب یہ درخت کا حال ہے تو اس مومن کی کیفیت کیا ہو گی جسے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے جس کا دل حضور اکرم ﷺ کے عشق و محبت سے معمور ہے۔"

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے حصولِ اجرو ثواب کے لیے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی میں روزِ حشر اس کا شفیع اور سفارشی ہوں گا۔" دارقطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔" اس روایت کو انہوں نے "امالیہ" حضرت عبید اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے، لیکن دولابی نے "الکنی" میں حضرت نافع سے۔ بزار نے یہ روایت عبد اللہ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے، لیکن وہ متروک ہے۔

ابو داؤد طیالسی نے اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جس نے میری قبر انور (یا میری) زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔"

دارقطنی نے حضرت حاطب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیات طیبہ میں میری زیارت کی۔" الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔"

دارقطنی نے ایک اور سند سے اس طرح روایت کیا ہے: "جس نے حج کیا اور میری قبر انور کی زیارت کی۔"

الطبرانی نے بھی انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔ عقیلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت کی (زیارت کے لیے سفر کیا) حتیٰ کہ وہ میری مرقد انور تک پہنچ گیا۔ میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔"

ابو الفتوح نے سعید بن محمد سے اپنے "حزب" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں زیارت کی۔ جس نے میری زیارت کی میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔" یحییٰ بن حسن اور ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ طیبہ میں میری زیارت کی۔ جس نے میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا کی۔"

یحییٰ بن حسن نے بکر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو مدینہ طیبہ میری زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ روز حشر اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔" اس کے راویوں میں کوئی حرج نہیں۔ اگر یہ بکر بن عبداللہ مدنی ہیں تو یہ جلیل تابعی ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ اگر ان سے مراد بکر بن عبداللہ بن ربیع الانصاری ہیں تو یہ صحابی ہیں۔

تنبیہات

۱- الحافظ یحییٰ بن علی القرشی نے راوی عبداللہ کے مکبر ہونے کو ضعیف قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کے مصغر (عبیداللہ) ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر میں اپنی تاریخ میں اسے مصغر لکھا ہے جیسے کہ یہ اس نسخہ میں ہے جو حافظ برزالی کے خط میں ہے۔" ابن عدی نے لکھا ہے کہ عبداللہ مکبر اصح ہے۔

امام سبکی نے لکھا ہے" اس میں اعتراض کی گنجائش ہے جس نے عبیداللہ ہونے کو ترجیح دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عبید بن محمد کی ساری روایات اس کی نصرت کرتی ہیں۔ ابن سمرہ کی کچھ روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ عنقریب تیسری روایت میں مسلمہ جہمی کی موسیٰ بن ہلالی کی متابعت میں ہوگی۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس موسیٰ نے عبداللہ اور عبیداللہ دونوں سے سنا ہو۔ اسے کبھی ایک سے اور کبھی دوسرے سے روایت کیا ہو۔ جنہوں نے موسیٰ سے اور انہوں نے عبداللہ (مکبر) سے روایت کیا ہے وہ فضل بن سہل ہیں۔ جب یہ امر صحیح ہوگیا کہ یہ دونوں سے مروی ہے تو پھر کوئی منافات نہیں کہ مکبر (عبداللہ) سے مسلم نے دوسرے راوی سے ملا کر روایت کی ہو۔" امام احمد نے لکھا ہے کہ یہ صالح تھے۔ ابوحاتم نے کہا: "میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا وہ ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔" یحییٰ بن معین نے کہا ہے: "ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کی روایات کو لکھ لیا جاتا تھا انہوں نے لکھا کہ یہ نافع میں تھے یہ صالح تھے۔ ابن عدی نے لکھا ہے: "ان میں کوئی حرج نہیں یہ صدوق تھے۔" ابن حبان نے لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان میں کلام اس لیے ہے کیونکہ غلبہ صلاح کی وجہ سے اس میں اغلاط کی کثرت تھی، حتیٰ کہ اخبار کے ضبط میں یہ مغلوب تھے۔

امام سبکی نے کہا ہے: "اس روایت میں سند اور متن کے حوالے سے التباس کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ یہ نافع میں تھے جیسے کہ انہیں اس میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا متن بہت کم اور زیادہ واضح ہے۔ اس میں خطاء کا احتمال بہت بعید ہے۔ موسیٰ تک اس کے راوی ثقہ ہیں۔ جن میں کوئی شک نہیں ہے۔ ابن عدی نے لکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے چھ افراد نے روایت کیا ہے۔ ان میں امام احمد اور محمد بن جابر محاربی بھی ہیں۔ ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے۔ وہ صرف ان سے روایت کرتے تھے جو ان کے نزدیک ثقہ تھے۔ اب اس سند میں صرف مبہم شخص باقی رہ گیا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے" اس طبقہ میں یہ امر قریب ہے بالخصوص جو طبقہ

تابعین کا طبقہ ہے۔ امام بیہقی کے اس قول "اس کی اسناد مجہول ہیں" کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس کا سبب اس شخص کا مجہول ہونا ہے جو آل عمر میں سے ہے تو یہ صحیح ہے۔ اس میں ہم امر کے قریب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر انہیں سوار بن میمون کے حالات نامعلوم ہوں تو ہم نے شعبہ کی ان سے روایت کا ذکر کر دیا ہے۔ یہی کافی ہے۔ اسے ابوحاتم الرازی کا یہ قول نقصان نہیں دیتا کہ یہ مجہول الحال ہے۔ اسی طرح عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی موافقت نہیں کی جائے گی۔ امام بیہقی نے کہا ہے "خواہ یہ عبداللہ ہوں یا عبیداللہ ہوں۔ انہوں نے حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے روایت نہیں کیا۔ اسی طرح دیگر اقوال جو اسی مفہوم کے ہیں۔ ان سے تمہیں یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ اس روایت کی ان کے نزدیک صرف علت یہ ہے کہ اس میں موسیٰ منفرد ہیں۔ وہ ان کے حال کے مخفی ہونے کی وجہ سے ان سے روایت قبول نہیں کرتے۔ ورنہ بہت سے ثقہ راوی بہت سے امور میں منفرد ہیں، جبکہ ان سے روایت قبول کر لی جاتی ہے۔ ابن عدی کا موسیٰ کے متعلق قول گزر چکا ہے۔ متابع وجود بھی ہے یہ ان کے قبول کو متعین کرتا ہے۔ رد نہ کرنے کے لیے کہتا ہے اسی لیے اس کا تذکرہ الحافظ عبدالحق نے احکام صغری اور وسطی میں کیا ہے۔ انہوں نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے جبکہ صغری میں لکھا یہ صحیح الاسناد ہے۔ نقادوں کے ہاں معروف ہے۔ علماء نے اسے نقل کیا ہے۔ ثقہ راویوں نے اسے لیا ہے۔ انہوں نے الوسطی میں لکھا ہے یہ آج کل الکبریٰ کے نام سے معروف ہے۔ حدیث پاک کے متعلق ان کا سکوت اس کی صحت کی دلیل ہے جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔" ابن السکن نے تیسری روایت کی صحت کی طرف جلدی کی ہے۔ جیسے ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ وہ اسی روایت کے معنی کو متضمن ہے۔ حدیث کے درجات کا کم سے کم درجہ حسن ہے کہ ہم اس کی صحت کے لیے دعویٰ کرتے ہیں۔ جیسے عنقریب اس کے شواہد کا تذکرہ آئے گا۔

یہ اور اسی طرح دیگر روایات کی تائید اس کی تقویت میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی سے حسن روایت صحیح کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ کے فرمان "وجبت" کا معنی ہے کہ یہ ثابت ہے۔ اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔ یہ سچا وعدہ ہے۔ زائر کے لیے آپ کا یہ فرمان یا تو اس کی تخصیص کے لیے ہے، یعنی زائر اس شفاعت کے ساتھ مختص ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی شفاعت کے لیے منفرد ہے جو کسی اور کے لیے حاصل نہ ہوگی۔ افراد تشریف کے لیے ہے۔ تقویت زیارت کی وجہ سے ہے۔" یا تو اس سے مراد زیارت اور شفاعت کی برکت ہے اسے بشارت ہے۔ بشرطیکہ حالت اسلام میں اسے وصال آئے۔ اسے بشارت دی جائے گی۔ یہ اپنے عموم پر جاری ہے۔ اس میں اسلام پر وفات کی شرط مضمر نہیں ہے۔ یہ پہلی دونوں روایتوں کے برعکس ہے۔

آپ نے فرمایا: "شفاعتی" یہ اضافت تشریفی ہے۔ ملائکہ، انبیاء اور اہل ایمان شفاعت کریں گے، جبکہ زائر کے ساتھ آپ کی یہ نسبت خصوصی ہے۔ آپ بذات خود اس میں شفاعت فرمائیں گے۔" شفاعت شافع کی عظمت

سے عظیم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شفیع مجرماں ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری قبر انور کی زیارت کی۔ اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔" اسے امام بزار نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔
امام سبکی نے فرمایا: "یہ حدیث بعینہٖ اول حدیث پاک ہے پہلی روایت میں وَجَبَتْ اور دوسری میں حَلَّتْ کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو صرف میری زیارت کے لیے آیا۔ اسے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی امر مدینہ طیبہ نہ لے کر آیا تو یہ میرے ذمہ کرم پر ہے کہ میں روز حشر اس کا شفیع بنوں۔" اس روایت کو الطبرانی نے "الاوسط" میں دارقطنی نے "امالیہ" میں۔ ابوبکر بن مقری نے اپنی معجم میں مسلمہ بن سالم الجہنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے عبید اللہ بن عمر (مصغر) نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ معجم ابن مقری میں یہ حضرات نافع اور سالم سے روایت ہے۔ مسلمہ جہنی نے موسیٰ بن ہلال کی اتباع کی ہے۔ ان کے شیخ بھی عبید اللہ عمری ہیں۔ الطبرانی کی ساری روایات عبید اللہ مصغر پر متفق ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ سوائے مسلم بن حاتم الانصاری کے انہوں نے مسلمہ (مکبر) سے روایت کیا ہے۔
اس سند کو حافظ ابو علی بن السکن نے باب "من زار قبر النبی ﷺ" میں ذکر کیا ہے۔ یہ ان کی کتاب "الصحاح الماثور" کا ایک باب ہے۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں جو شرط رکھی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ یہ روایت ان احادیث میں سے ہو جن کی صحت پر اجماع ہے یا تو یہ ان کے ہاں مسلمہ کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے مروی ہے۔ یا یہ روایت کثرت طرق کی وجہ سے اس تک پہنچی ہے۔ ان کی ابواب بندی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی زیارت سمجھی ہے۔ یا بعد الوصال اس کی عمومیت میں داخل ہے۔ علامہ ابن جملہ نے تحریر کیا ہے "یہ روایت درجہ حسن تک پہنچ گئی ہے جس سے احکام میں استنباط ہو سکتا ہے۔ پھر فضائل اور قرب کے باب میں اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ امام سبکی نے اسے صحیح کہا ہے۔"
حافظ ابن حجر نے "تخریج احادیث الرافعی الکبیر" میں لکھا ہے "اس روایت کے سارے طرق ضعیف ہیں، لیکن ابو علی بن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔ انہوں نے سنن الصحاح میں اسے وارد کیا ہے عبد الحق نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور متاخرین میں سے شیخ تقی الدین السبکی نے اس کے طرق کے مجموعہ کے اعتبار سے اسے صحیح کہا ہے۔

۲- امام بیہقی نے اس روایت کو "زیارۃ النبی ﷺ فی قبرہ" کے باب میں جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سابقہ روایت "باب حیاتہ فی قبرہ" میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اسی سے ابتداء کی ہے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے زیارت النبی ﷺ کے بارے میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں: "یہ اعتماد صحیح ہے کیونکہ اس کا قرینہ حضور شفیع المذنبین ﷺ کی قبر انور ہے۔ یہ عظیم مرتبہ اور بلند منصب ہے۔ یہ شرف ابدی ضرور حاصل کرنا چاہیے

بلکہ اس کا حریص ہونا چاہیے تاکہ آپ کے سلام کی برکت حاصل ہو سکے۔" امام احمد کے الفاظ ہیں: جو شخص بھی میری قبر انور پر آ کر مجھے سلام عرض کرتا ہے۔۔۔" اگر یہ روایت ثابت ہے تو یہ اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اس شخص کو فضیلت حاصل ہے جو آپ کی قبر انور کے پاس آپ پر سلام بھیجے ورنہ قبر انور کے پاس سلام کرنے والا ابتداء اور جواب کے بالکل سامنے ہے۔ اس میں غائب کے سلام کا جواب دینے سے زائد فضیلت پائی جاتی ہے۔"

❁❁❁

دوسرا باب

زیارت مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر کرنا جائز ہے

حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے جانا مشروع اور جائز ہے۔ اس مقصدِ حیات بخش کے لیے سفر کرنا کتاب و سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسولِ کریم ﷺ بھی تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

اس آیت طیبہ میں وجہ دلالت دو امور پر مبنی ہے:

۱- حضور اکرم نبی کریم ﷺ زندہ ہیں جیسے کہ یہ ابھی ابھی سابقہ باب میں ثابت ہو چکا ہے۔

۲- آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

جب اس کا علم ہو گیا تو اس وقت اس سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بتا دیا کہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا، پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے رب تعالیٰ کے لیے مغفرت طلب کی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اس کے لیے مغفرت طلب کر لی تو وہ رب تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائے گا۔ یہ سارے احوال اور زمانوں میں عام ہے، کیونکہ یہ شرط پر معلق ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں کون حاضر ہوا ہے، جو سلام عرض کرتا ہے آپ اس کا سلام سنتے ہیں، جو درود پاک پڑھتا ہے اس کا درود پاک سنتے ہیں۔ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ حیات کی کیفیت ہے جب بندہ یہ سوال کرتا ہے تو اس کی بخشش کر دی جاتی ہے کیونکہ آپ کے لیے یہ حالت دنیا اور آخرت میں ثابت

ہے۔آپ شفیع المذنبین ہیں۔دارین میں اس کا موجب نبوت کے ساتھ ساتھ حیات اور ادراک ہے آپ کے لیے یہ امور برزخ میں ثابت ہیں۔شرط کے مقتضی کے مطابق اس وقت دلالت صحیح ہے۔امام مالک نے اسی آیت طیبہ سے استدلال کیا ہے جیسے میں آپ کے وسیلہ کے جواز کے باب میں تذکرہ کیا ہے۔"

مصنفین نے"المناسک" میں اربابِ مذاہب نے ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبیداللہ بن عمرو بن معاویہ بن عمرو بن عتبہ بن ابی سفیان صخر بن حرب العتبی نے روایت کیا ہے۔یہ حضرت سفیان بن عیینہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔انہوں نے فرمایا:"میں شہر خوباں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔میں حضور خاتم المرسلین ﷺ کی قبر انور کے پاس آیا۔میں نے زیارت کا شرف سرمدی حاصل کیا۔قبر انور کے سامنے بیٹھ گیا۔ایک اعرابی آیا۔اس نے قبر انور کی زیارت کی۔اس نے عرض کی: "یا خیر الرسل!(صلی اللہ علیک وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتابِ صادق نازل کی ہے۔اس میں اس نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۞ (النساء:٦٤)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے اپنے آپ پر تو حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

میں اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔آپ سے عرض گزار ہوں کہ آپ میرے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے لیے دعا کریں، پھر وہ رونے لگا۔اس نے یہ اشعار پڑھے:

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه ... فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنه ... فيه العفاف و فيه الجود والكرم

ترجمہ: اے وہ بہترین ہستی جس کی مبارک ہڈیاں نرم و ہموار زمین میں دفن ہیں۔جن کی خوشبو سے ہموار زمین اور ٹیلے معطر ہو گئے ہیں۔میری جان اس قبر پر فدا! جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔اس قبر انور میں پاکدامنی اور اس میں جود و کرم جلوہ افروز ہے۔"

پھر اس اعرابی نے مغفرت طلب کی اور وہ چلا گیا۔حضرت عتبی نے فرمایا:"میں سو گیا۔میں نیند میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔آپ فرما رہے تھے"اس اعرابی کے پاس جاؤ۔اسے بشارت دو کہ رب تعالیٰ نے اسے میری شفاعت سے بخش دیا ہے۔"میں جاگا۔میں اس کی جستجو میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔

یہی واقعہ حضرت عتبی کی سند کے علاوہ بھی روایت کیا گیا ہے۔اسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے"الوفاء" میں حضرت محمد بن حرب الہلالی سے روایت کیا ہے۔ایک گروہ نے یہ پانچ اشعار روایت کیے ہیں۔ان میں

حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بنا احمد الاقفسہی بھی ہیں۔" الحافظ ابن نعمان نے مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام" حافظ ابن السمعانی کی سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور سراپا جود و کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تین روز گزر چکے تھے۔ اس نے خود کو قبر انور کے اوپر گرا لیا۔ خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالنے لگا۔ عرض پیرا ہوا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا، ہم نے آپ کے فرمان کو سنا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے یاد کیا۔ ہم نے آپ سے یاد رکھا۔ اس نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۞ (النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے تھے اپنے آپ پر تو حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" قبر انور سے صدا دی گئی: "تمہیں بخش دیا گیا ہے۔"

اس آیت طیبہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ کی بارگاہ میں استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کو بھی گناہ گاروں کے لیے مغفرت طلب کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ رتبہ آپ کے وصال سے منقطع نہیں ہوا۔ علماء کرام نے رقم کیا ہے کہ اس آیت طیبہ سے عموم کا معنی سمجھا ہے، جو آپ کی حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کو شامل ہے۔ انہوں نے مستحب سمجھا ہے کہ جو شخص آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کہ وہ اس آیت طیبہ کی تلاوت کرے اور رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔"

جہاں تک سنتِ پاک کا ذکر ہے تو یہ ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی قبور کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ زیارت باعث قرب ہے تو اسی طرح یہ سفر بھی جائز ہے۔ جب قریب کے لیے خروج جائز ہوا تو بعید کے لیے بھی جائز ہو گیا تو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ سلف اور خلف کے اتفاق کی وجہ سے اس پر اجماع واقع ہو گیا ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کرنا مسلمانوں کے درمیان سنت ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس میں رغبت رکھی جاتی ہے۔ علماء نے مردوں اور عورتوں کے لیے قبور کی زیارت پر اجماع کیا ہے جیسے امام نووی نے بیان کیا ہے، بعض ظاہریہ نے تو اس کے وجوب کا قول کیا ہے۔ خواتین کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ کی قبر انور خاص دلائل کے ساتھ ممتاز ہے۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے "اسی لیے میں کہتا ہوں" مردوں اور عورتوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔" جہاں تک قیاس

کا تعلق ہے تو یہ ثابت ہے کہ آپ اہلِ بقیع اور شہدائے احد کی قبور پر جلوہ افروز ہوتے تھے جب کسی اور کی قبر انور کی زیارت کرنا مستحب ہے تو آپ کی قبر انور کی زیارت بدرجہ اولیٰ مستحب ہے، کیونکہ آپ کا حق ثابت ہے آپ کی تعظیم واجب ہے۔ یہ زیارت صرف آپ کی تعظیم اور تبرک حاصل کرنے کے لیے ہے، تاکہ ہم آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کر کے رحمت میں سے اپنا نصیب لے لیں۔ قبر انور کے اردگرد فرشتے ہوتے ہیں انہوں نے آپ کی قبر انور کو گھیر رکھا ہے۔ یہ آپ کے لیے مشروع دعا ہے۔ کبھی زیارت صرف اس لیے ہوتی ہے کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے۔ یہ مستحب ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے قبور کی زیارت کیا کرو۔ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گی۔" کبھی اہل قبور کی دعا کے لیے زیارت ہوتی ہے۔ جیسے ثابت ہے کہ آپ اہلِ بقیع کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے بعض اوقات اہل قبور سے حصولِ تبرک کے لیے قبور کی زیارت کی جاتی ہے جبکہ وہ متقی اور پاکباز ہوں۔"

ابو محمد الشامساجی المالکی نے کہا ہے "میت سے انتفاع کا قصد کرنا بدعت ہے سوائے حضور اکرم ﷺ اور قبور انبیائے کرام علیہم السلام کے۔" امام سبکی نے تحریر کیا ہے "یہ استثناء صحیح ہے، لیکن کسی اور کے لیے بدعت کا حکم لگانا اس میں اختلاف ہے۔ کبھی زیارت اہلِ قبور کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "صاحب قبر کے لیے سب سے زیادہ مانوس زیارت اس شخص کی ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت کرتا ہے۔" امام سبکی نے لکھا ہے ان چار بنیادوں پر حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کسی اور شخص کی قبر انور کی زیارت کی مانند نہیں ہو سکتی۔"

تنبیہ

امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ نے مکروہ سمجھا ہے کہ یوں کہا جائے "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی۔" ائمہ نے اس کی مراد میں اختلاف کیا ہے۔ ابو عمران مالکی نے کہا ہے کہ اسے مکروہ اس لیے کہا گیا ہے کہ زیارت قبور جو چاہے کرلے جو چاہے ترک کر دے لیکن آپ کی قبر انور کی زیارت واجب ہے۔

عبد الحق الصقلی نے لکھا ہے "یعنی السنن الواجبہ میں سے ہے۔" ابن رشد نے لکھا ہے "امام مالک نے اسے صرف ایک اعتبار سے مکروہ سمجھا ہے کہ ایک کلمہ اس کلمہ سے بلند تر ہے، کیونکہ زیارت کا لفظ مردوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، تو اس طرح اس میں کراہت واقع ہوئی جو ہوئی۔ اسی لیے انہوں نے آپ کے لیے یہ لفظ مکروہ سمجھا ہے۔"

قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ امام مالک نے یہ لفظ اس لیے مکروہ سمجھا ہے کیونکہ اس میں زیارت کی اضافت قبر کی طرف ہے اگر یوں کہا جائے "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ حدیث پاک ہے: "مولا! میری قبر انور کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی پوجا کی جائے۔ اس قوم پر رب تعالیٰ کا غضب بہت شدید ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبور کو مساجد بنا لیا۔" انہوں نے اس لفظ زیارت کو قبر کی طرف منسوب کرنے سے بچا لیا تاکہ اس ذریعہ کو ہی ختم کر دیا جائے۔"

امام سبکی رقمطراز ہیں: "یہ حدیث پاک اس میں مشکل پیدا کر رہی ہے: "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ" آپ نے زیارت کو قبر کی طرف منسوب کر دیا۔ شاید یہ روایت امام مالک تک نہ پہنچی ہو یا شاید انہوں نے کہا ہو: "ممانعت آپ کے علاوہ کسی اور کے قول میں ہے۔" اس کے ساتھ ساتھ ابو عمر نے جماعت سے الگ مؤقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں "زرت النبی" اس سے بری بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ "النبی یزار"

❁❁❁

تیسرا باب

اس شخص کا رد جو یہ کہتا ہے کہ آپ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا معصیت ہے

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آپ کی زیارت کی تاکید پر اجماع منعقد ہے۔ یہ حدیث پاک اس کی دلیل ہے" کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے تین مساجد کی طرف۔" الحافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے۔ انہوں نے اسی حدیث پاک کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ آپ پیدل اور سوار ہو کر قباء تشریف لے جاتے تھے۔ قباء تشریف لے جانے میں ایسی کوئی چیز نہیں جو پہلی حدیث پاک کے معارض ہو، کیونکہ علماء کرام کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک میں نماز ادا کرے گا تو اس کے لیے نذر پورا کرنا لازم ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں۔" مسجد قباء اور رباط کے دیگر مقامات پر تشریف لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ قباء کی روایت اس کی دلیل ہے۔ علامہ ابن جملہ تحریر کرتے ہیں: "انہوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ حق ہے۔ اس سے مجالِ انکار نہیں ہے۔ اسی لیے تم پاؤ کہ فقہاء اور محدثین میں ائمہ اسے" باب النذور" میں ذکر کرتے ہیں۔ جہاد، علم واجب کے حصول کے لیے سفر کرنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بھائیوں کی زیارت کے لیے سفر کرنا، رب تعالیٰ کی کاریگری میں غور و فکر کرنے کے لیے سفر کرنا ساری انواع شارع علیہ السلام کو مطلوب ہیں۔ وہ یا مستحب ہیں یا واجب ہیں۔ تجارت اور دنیوی اغراض کے لیے سفر جائز ہے یہ سارے امور اس حدیث پاک سے خارج ہیں۔ باقی صرف وہ سفر رہ جاتا ہے جو معصیت کے لیے کیا جائے۔ یہ وہ نوع ہے جو کجاوے باندھنے کے ساتھ مختص نہیں ہے، یا سبحان اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کرنا اس قسم سے ہو۔ جس نے یہ قول کیا ہے اس نے آپ پر بہت جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ قول اہانت اور سوء ادب پر مبنی ہے۔ اس کے کہنے والے سے کفر کا تقاضا عیاں ہوتا ہے۔ ہم رسوائی سے اللہ رب العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ ہی اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ۔" یہ سابقہ کلام

کی معارض ہے، کیونکہ اس کے سیاق وسباق کا تقاضا ہے کہ اس شخص کے وہم کو دور کیا جائے، جو یہ گمان کرے آپ پر درود پاک پڑھنا صرف آپ کی قبر انور کے پاس ہی مؤثر ہوسکتا ہے۔ اس طرح آپ پر درود پاک پڑھنے والے کا ثواب فوت ہو جائے گا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا درود پاک مجھ تک پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" ہم کسی اہل علم کا اختلاف نہیں پاتے کہ دنیاوی مقاصد تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ جب یہ جائز ہے تو آپ کی قبر انور کے لیے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے کیونکہ یہ اخروی اغراض میں سے سب سے بڑی غرض ہے۔ یہ آخرت کے امر میں اصل ہے۔ خصوصاً اس مقام میں اخروی مقاصد کے لیے سفر کرنے میں کسی اہلِ علم کا اختلاف نہیں ہے، جسے اس کی مخلوقات سے عبرت پکڑنے، اس کی صنعت وکاری گری کے عجائب وآثار دیکھنے کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ اس پر کتاب زندہ کی بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ جیسے کہ اس نے ارشاد فرمایا:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (العنکبوت:۲۰)

ترجمہ: فرمائیے سیر وسیاحت کرو زمین میں اور غور سے دیکھو کس طرح اس نے خلق کی ابتدا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ (اس طرح) پیدا فرمائے گا دوسری بار بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

عبرت وہی حاصل کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ایسے سفر میں عبرت حاصل کرنے والی نظر عطا فرما دے۔ دانا مسلمان کے لیے بہت سی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے ہاں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ دنیا دار مقام نہیں ہے، بالآخر اس نے موت کے جام کو منہ سے لگانا ہے۔ وہ موت کی شدت اور اس کے سکرات کو یاد کرتا ہے۔ آپ کو اس ضمن میں کیا حاصل ہوا، حالانکہ آپ رب تعالیٰ کے حضور سارے مخلوق سے زیادہ معزز ہیں۔"

علامہ زین الدین المراغی نے لکھا ہے "ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ آپ کی قبر انور کی زیارت قربت کا باعث ہے کیونکہ اس کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں۔ رب تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر۔

کیونکہ آپ کی تعظیم آپ کے وصال سے منقطع نہیں ہوئی۔ نہ ہی یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا ان کے لیے استغفار آپ کی ظاہری حیات طیبہ تک محدود تھا۔ زیارت اس طرح نہیں ہے۔ بعض ائمہ محققین نے جواب دیا ہے کہ آیت طیبہ نے رب تعالیٰ کو تواب اور رحیم پانے کو تین امور کے ساتھ معلق کیا ہے۔ ان کا آنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے لیے مغفرت طلب کرنا۔ آپ کا استغفار تو سارے اہل ایمان کو شامل ہے کیونکہ آپ نے سب کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ (محمد:۱۹)

ترجمہ: اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے۔
جب ان کا آنا اور استغفار کرنا بھی پایا گیا تو وہ تینوں امور مکمل ہو گئے جو رب تعالیٰ کی رحمت اور توجہ کے موجب ہیں۔"
حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز میں شیخ تقی الدین سبکی، شیخ جمال الدین بن زملکانی، شیخ داؤد ابوسلیمان مالکی اور ابن جملہ وغیرہم نے عظیم کتب رقم کی ہیں۔ انہوں نے ان میں ابن تیمیہ کا بھرپور رد کیا ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں ایسی عجیب چیز کا ذکر کیا ہے جسے سمندر بھی دھو نہیں سکتی۔

واللہ تعالیٰ ولیّ التوفیق رب السموات والارض وما بینھما العزیز الغفار۔

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کی زیارت کے آداب

زیارت کے آداب میں سے ہے کہ زائر کی نیت میں اخلاص ہو۔ دل میں بھی خلوص ہو۔ بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کر کے رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت کرے۔ مستحب یہ ہے کہ زائر مدینہ طیبہ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی مسجد کی طرف سفر کرنے کی بھی نیت کرے۔ اس کی طرف کجاوہ کسنے اور اس میں نماز ادا کرنے کی سعادت عظمیٰ کی نیت کرے۔ جیسے ہمارے اصحاب وغیرہم نے کہا ہے۔

ابن صلاح نے لکھا ہے "اس سے آپ کی زیارت مبارکہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، جیسے کہ یہ مخفی نہیں ہے۔" شیخ الحنفیہ الکمال بن ہمام نے اپنے مشائخ سے روایت کیا ہے۔ "زائر قبر انور کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کر سکتا ہے۔" پھر انہوں نے فرمایا: "میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ زائر صرف آپ کی قبر انور کی زیارت کی نیت کرے، پھر اسے مسجد نبوی کی زیارت ہو جائے یا پھر بارِ دیگر اسے رب تعالیٰ کا فضل خاص شامل حال ہو جائے تو اس میں اس کی نیت کر لے، کیونکہ اس میں آپ کی تعظیم اور اجلال کی زیادتی ہے تا کہ وہ آپ کے اس فرمان کے ساتھ موافقت کر سکے" اسے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ لا سکے۔"

السید نے تحریر کیا ہے "اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ آپ نے اپنی مسجد کی زیارت کے لیے بھی ترغیب دی اس پر عمل پیرا ہونا بھی آپ کی تعظیم ہے وہ زیارت کے ساتھ ساتھ اس کے قصد کو بھی غنیمت سمجھے بلکہ اس میں اعتکاف کی نیت کرے خواہ ایک لمحہ بھر کے لیے ہی ہو۔ وہ اس میں کسی بھلائی کو سیکھ لے یا اسے سکھا دے اور رب تعالیٰ کا اس میں ذکر خیر کرے۔ آپ کا ذکر جمیل کرے۔ آپ پر کثرت سے درود و سلام عرض کرے۔ اگر آسانی ہو تو وہاں ایک قرآن پاک ختم

کرے۔آپ کے پڑوسیوں پر صدقہ کرے۔وغیرہ وہ امور سرانجام دے جن کا بجالانا زائر کے لیے مستحب ہے۔پہلے زائر تقرب کی نیت کرے، تاکہ اسے قصد کا ثواب مل سکے۔مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔وہ گناہوں سے اجتناب کی نیت کرے۔وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء کرتے ہوئے ناپسندیدہ امور سے بچنے کی نیت کرے۔"

اسی طرح آداب زیارت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں سے ہے کہ حبیب شفیع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے شوق فراواں رکھے۔اس جنابِ رفیع میں پہنچنے کے لیے عشق ومحبت رکھے۔آپ سے ملاقات کرنے کا شوق وذوق رکھے۔آپ کے محبت انگیز مقام تک پہنچنے کی جستجو ایمان کی علامات میں سے سب سے زیادہ واضح ہے۔یہ روزِ حشر امن وایمان کے ساتھ فوز وفلاح کی سب سے بڑی بشارت ہے۔عشق ومحبت کے ساتھ عزم میں اضافہ ہونا چاہیے جوں جوں حریم نبوی کا قرب نزدیک تر ہوتا جائے اس کے عزم وشوق میں اضافہ ہوتا جائے۔"زائر مدینہ طیبہ اپنے اس سفر مبارک میں بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت کرے، بلکہ فراغت کے اوقات میں اسی میں مستغرق ہو جائے۔جب وہ مدینہ طیبہ کے حرم پاک کے قریب ہو جائے اس کی علامات، درخت اور ٹیلے دیکھے تو اس پر خشوع وخضوع کے اثرات عیاں ہونے چاہئیں اسے منزل مقصود تک پہنچنے پر مسرت کا اظہار ہونا چاہیے اگر وہ سواری پر ہو تو اسے تیز چلائے۔اگر اونٹ پر ہو تو اسے خوشی کے اظہار میں تیز چلائے۔"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

قرب الديار يزيد شوق الواله	لا سيما ان لاح نور جماله
او بشر الحادي بان لاح النقا	و بدت على بعد رؤوس جباله
فهناك عيل الصبر عن ذى صبوة	و بدا الذى يخفيه من احواله

ترجمہ: شہر محبوب کا قریب آجانا عاشق کے شوق کو بڑھا دیتا ہے خصوصاً جبکہ آپ کے جمال کا نور چمک رہا ہو، یا حدی خواں یہ بشارت دے کہ مدینہ طیبہ کے ٹیلے جگمگا اٹھے ہیں جبکہ دور سے آپ کے شہر مبارک کے پہاڑ نظر آئیں۔اسی جگہ عاشق کو صبر بے بس کر دیتا ہے جو احوال وہ چھپائے ہوتا ہے وہ عیاں ہو جاتے ہیں۔

اس وقت درود وسلام میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے۔جب مدینہ طیبہ کی علامات اور آثار کے قریب تر ہو تو درود وسلام میں اضافہ کر دے۔اس مبارک جگہ میں سواری سے اتر کر پیدل چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔جیسے بعض عشاق دل فگار کرتے ہیں، کیونکہ عبد القیس کے وفد نے جب حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ اپنی سواریوں سے اتر گئے۔آپ نے ان کا انکار نہ فرمایا۔آپ کے وصال کے بعد آپ کی تعظیم اسی طرح ہے جیسے حیات ظاہری میں آپ کی تعظیم ہے۔ابو سلیمان داؤد المالکی نے "الانتصار" میں لکھا ہے۔"اس کے کرنے کی اس شخص کے لیے تاکید ہوتی ہے جسے اس پر قدرت حاصل ہو رب تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال کے لیے یہ مستحب ہے۔"

علامہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جب ابوالفضل الجوہری مدینہ طیبہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور اس کے گھروں

کے قریب ہوئے تو وہ سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ وہ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگے:

و لمّا رائینا رسم من لم یدع لنا   فؤادا لعرفان الرسوم ولا لبّا
نزلنا علی الاکوار نمشی کرامۃ   لمن بان عنه ان نلم به رکبا

ترجمہ: جب ہم نے اس ہستی کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کے عرفان کے لیے ہمارے پاس نہ دل چھوڑا نہ عقل تو ہم اپنے کجاوؤں سے اتر آئے اس کے لیے جو آپ سے دور ہوا کہ ہم سوار ہو کر آپ کے پاس قیام کریں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

رُفِع الحجاب لنا فلاح لنا ظری   قمر تقطّع دونه الاوهام
و اذا المطیّ بنا بلغن محمّدا   فظهورهن علی الرجال حرام
قرّبننا من خیر من وطی الثری   ولها علینا حرمة و ذمام

ترجمہ: ہمارے لیے پردے اٹھا دیے گئے۔ دیکھنے والوں کے لیے ایسا چاند طلوع ہوا جن تک رسائی سے ذہن عاجز ہیں۔ جب سواریاں ہمیں لے کر آپ کی خدمت میں پہنچیں تو مردوں پر ان کی کمریں حرام ہیں۔ انہوں نے ہمیں اس ذات پاک کے قریب کیا جو ان تمام لوگوں سے بہترین ہیں جنہوں نے مٹی کو روندھا۔ ان کے لیے ہم پر حرمت اور ذمہ ہے۔

کسی اور شاعر نے بھی تو کمال کر دی ہے:

اتیتك راجلا و وددت انّی   ملکت سواد عینی امتیطه
ومالی لا اسیر علی الاماقی   الی قبر رسول الله فیه

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی خدمت میں پیدل حاضر ہوا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ کاش میں اپنی آنکھ کی سیاہی کا مالک ہوتا تو میں اسی پر سوار ہوتا۔ مجھے کیا ہے کہ میں گوشہ چشم پر چل کر اس قبر انور کی طرف کیوں نہ جاؤں جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔

جب وہ مدینہ طیبہ کے حرم پاک کے قریب پہنچے تو درود و سلام کے بعد یہ دعا مانگے:

اللهم هذا حرم نبیك و رسولك الذی حرمته علی لسانه و دعاك ان تجعل فیه من الخیر والبرکة مثلی ما هو فی حرم مکة البیت الحرام فحرمنی علی النار و امنی من عذابك یوم تبعث عبادك وارزقنی من برکاته ما رزقت به اولیائك و اهل طاعتك ووفقنی فیه بحسن الادب و فعل الخیرا و ترك المنکرات۔

پھر وہ درود وسلام میں مصروف ہوجائے۔ اگر وہ ذوالحلیفہ کے رستہ پر گزر رہا ہو تو المعرس سے نہ گزرے، حتیٰ کہ وہاں سواری بٹھالے وہاں آپ کی مسجد میں اور مسجد ذوالحلیفہ میں نماز ادا کرے۔

آدابِ زیارت مصطفیٰ پاک ﷺ میں سے ہے کہ زائر بئرالحرہ (سقیا کے کنویں) پر غسل کرے، تاکہ وہ مدینہ طیبہ میں پاکیزہ حالت میں داخل ہوسکے۔ اپنے صاف ترین کپڑے پہنے۔ خوشبو لگائے۔ یہ مستحب ہے۔ جیسے کہ امام نووی نے ذکر کیا ہے۔ الکرمانی الحنفی نے لکھا ہے کہ اگر زائر مدینہ طیبہ سے باہر نہ غسل کرسکے تو اندر داخل ہونے کے بعد غسل کرلے۔ جیسے حضرت منذر بن ساوی التمیمی کی روایت میں ہے کہ وہ بحرین سے وفد کی صورت میں آئے۔ ان کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے۔ لوگ اپنا اسلحہ لے کر گئے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں سلام پیش کیا۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلحہ رکھا۔ وہ کپڑے پہنے جو ان کے پاس تھے داڑھی کو تیل لگایا پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگئے، بعض ان امور کو کرنے سے اجتناب کرے جسے محرم کرتا ہے تاکہ احرام کی جگہ کی مشابہت سے بچے۔

جب زائر گنبد خضریٰ کی زیارت سے مشرف ہو اور مدینہ طیبہ کے اندر داخل ہو تو آپ کی عظمت و توقیر کے پیش نظر خود پر خشوع وخضوع طاری کرلے۔ یہ وہ قطعۂ مبارکہ ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کریم، حبیب لبیب اور صفی اعظم ﷺ کے لیے منتخب کیا ہے۔ دل میں تصور کرے کہ ان مقامات پر حضور ﷺ اپنے قدم مبارک رکھ کر چلتے تھے۔ ہر ہر جگہ پر آپ کے قدمین شریفین لگے تھے۔ ہیبت اور سکون کے ساتھ ان مقامات پر قدم دھرے۔ چلتے وقت خود پر خشوع طاری کرے۔ رب تعالیٰ کی اس تعظیم کو یاد کرے جو اس نے آپ کو عطا کی ہے۔ اس نے اپنا ذکر آپ کے ذکر کے ساتھ ملا دیا۔ جس نے آپ کی حرمت میں سے کچھ چاک کیا اس کے اعمال برباد کردیے۔ خواہ وہ آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا ہے۔ وہ اس محرومی پر افسوس کرے کہ دنیا میں آپ کی زیارت نہ کرسکا۔ شاید وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے آخرت میں بھی آپ کی زیارت نہ کرسکے، پھر اپنے گناہوں کے لیے مغفرت طلب کرے۔ آپ کے راہِ مستقیم کو لازم پکڑے تاکہ ملاقات کے وقت بلند اقبالی کے ساتھ کامیاب ہوسکے۔ وہ ذوالبقاء سے قبولیت کا سلام حاصل کرے۔"

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے وہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ممکنہ حد تک کوشش کرے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ آپ کے حرم پاک کی حرمت پاک ہونے پر یا آپ کے حقوق میں سے کسی حق کے ضیاع ہوتے وقت غصے کا اظہار کرے۔ محب کی اپنے محبوب کے لیے غیرت محب کی علامات میں سے ہے۔ دیانت کے اعتبار سے قوی شخص وہ ہے جو غیوت کے اعتبار سے عظیم ہے۔ جب دل غیرت سے خالی ہوگیا تو وہ محبت سے خالی ہوگیا۔ اگر اس نے محبت کا گمان کیا تو وہ جھوٹا ہوگا۔

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ جب وہ شہر کے دروازے سے داخل ہو تو وہ یہ دعا کرے:

بسم اللہ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ رب ادخلنی مدخل صدق و

اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من ذلك سلطاناً نصیراً حسبی الله، آمنت بالله توکلت علی الله لا حول ولا قوۃ الا بالله اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك و بحق ممشای الیك فانی لم اخرج بَطَرًا و لا اشرًا ولا ریاء ولا سمعة و خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعیذنی من النار و ان تغفرلی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت۔

وہ اس دعا پر حریص ہو جائے جب بھی مسجد نبوی کا قصد کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "جس نے مسجد کی طرف جاتے وقت یہ دعا پڑھ لی۔ رب تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں، جو اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے وجہ کریم سے اس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

زائر کے دل میں مدینہ طیبہ کا شرف قوی ہونا چاہیے۔ یہ ساری روئے زمین سے افضل قطعہ کے ارد گرد ہے۔ اسی پر اجماع ہے، بعض علماء کرام نے فرمایا ہے "مدینہ طیبہ دنیا کے سارے مقامات سے افضل ہے۔ اسی سرزمین پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام چلے ہیں۔ رب تعالیٰ اسے مزید شرف عطا کرے۔ اس کی حفاظت کرے۔

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ وہ آپ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ دے۔ مسجد نبوی سے ابتداء کرے وہ کسی امر کی طرف متوجہ ہونے سے قبل صدقہ دے۔ وہ مجبوری اور اضطراب کے بغیر براہِ راست آپ کی خدمت میں ہے۔ جب زائر مسجد نبوی کی زیارت کرے تو اسے تصور کرنا چاہیے کہ حضرات جبرائیل و میکائیل انہی جگہوں پر اترتے تھے۔ یہ وہ مقام ہے جسے اللہ رب العزت نے وحی اور تنزیل کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس کے خضوع و خشوع میں اضافہ ہو جانا چاہیے۔ اس مسجد کا یہی تقاضا ہے جہاں پہنچ کر قدم لرز جاتے ہیں۔ زائر کوشش کرے کہ وہ تعظیم اور قیام کے حقوق ادا کرے۔"

آدابِ زیارت میں سے وہ بھی ہے جسے فضل اللہ بن نصر التوزی نے لکھا ہے کہ زائر کا باب جبرائیل سے داخل ہونا افضل ہے۔ عام زائرین کی عادت ہے کہ وہ باب السلام سے داخل ہوتے ہیں۔ جب وہ داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس کا دل (دنیاوی مشاغل سے) فارغ ہونا چاہیے۔ اس کا ضمیر پاک وصاف ہونا چاہیے۔ اپنا دایاں قدم مسجد نبوی میں پہلے رکھے۔ یہ دعا مانگے:

اعوذ بالله العظیم و بوجھه الکریم و بنورہ القدیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم والحمد لله ولا حول ولا قوۃ الا بالله ما شاء الله لا قوۃ الا بالله اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك و علی آله و صحبه وسلّم تسلیما کثیراً اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك ربّ و قفنی و سدّدنی و اصلحنی و اعنّی علی ما یرضیك عنی۔

وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حسن ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے، پھر آپ کی بارگاہِ والا میں یوں سلام عرض کرے:

والسلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته، السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔

مسجد نبوی میں آتے یا جاتے وقت یہ دعا ترک نہ کرے۔ سوائے اس کے کہ باہر نکلتے وقت ابواب رحمتك کی جگہ "ابواب فضلك" ذکر کرے۔"

آدابِ زیارت میں سے ہے "جب وہ مسجد نبوی میں چلے تو جتنی مدت وہاں رہنے کی سعادت حاصل کرے وہ اعتکاف کی نیت کرلے۔ اگرچہ تھوڑی سی مدت کے لیے ہی رکے۔ یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مؤقف ہے۔ یہ روا ہے کیونکہ یہاں فضل وکرم کی کوئی انتہاء نہیں، پھر گنبد خضریٰ کی طرف توجہ کرے اگر وہ باب جبرائیل سے داخل ہوا ہو تو حجرہ شریفہ کے پیچھے سے حاضر ہو جائے اس پر ہیبت، وقار، ملابسہ، خشیت، عاجزی، خضوع اور افتقار کی کیفیت طاری ہونی چاہیے، پھر آپ کے مصلّٰی میں کھڑا ہو جائے اگر یہ مقام خالی ہو ورنہ روضہ مبارکہ میں منبر کے پاس کھڑا ہو جائے ورنہ کسی اور جگہ کھڑا ہو جائے دو ہلکی سی رکعتیں تحیۃ المسجد ادا کرے۔ علامہ زین الدین المراغی نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ وہ تحیہ المسجد کے نفل کو زیارت سے پہلے ادا کرے۔ بشرطیکہ وجہ شریف کے سامنے سے نہ گزرے، ورنہ زیارت پہلے مستحب ہے۔ بعض مالکیہ نے زیارت کو نماز سے مقدم کیا ہے۔ ان سب میں وسعت ہے۔

آدابِ زیارت میں سے ہے "پھر قبر انور کی طرف توجہ کرے۔ رب تعالیٰ سے مدد طلب کرے کہ وہ اس عظیم مقام کے آداب کی رعایت میں مدد کرے۔ وہ چاندی کی اس کیل کے سامنے سراپا خضوع وخشوع بن کر کھڑا ہو جائے جو اس دیوار میں ہے جو حجرہ مقدسہ کی اردگرد ہے۔ اس سے باہر زیارت کے لیے کھڑا ہونے والا اس کیل کے مشاہدہ سے خارج ہوتا ہے، مگر اس استحکام کے ساتھ جو دل کو مشغول کر دیتا ہے، جو خشوع کو ختم کر دیتا ہے۔ اسے اس شگاف کی طرف قصد کرنا چاہیے اس کمرہ کے دروازہ سے علیحدہ ہے جو قبر انور کے سامنے سے دائیں طرف ہے۔ جب انسان اس کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ حجرہ کے اندر سے زیارت کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اسلاف اس جگہ کھڑے ہو کر زیارت کرتے تھے۔ منقول یہ ہے کہ زائر قبر انور کے سر کی طرف چار ذراع ہٹ کر کھڑا ہو۔ ابن عبد السلام نے تین ذراع کا قول کیا ہے۔ ہر حالت میں انسان بلاشبہ اس حجرہ کے اندر ہی ہوتا ہے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ زائر کو چاہیے کہ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو جیسے ہم نے بیان کر دیا ہے وہ بعد از وصال آپ کی اسی طرح زیارت کرے جیسے تم آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں زیارت کرو۔ قبر انور کے صرف اتنا قریب جاؤ جس قدر تم آپ کے اس وقت قریب ہو سکتے، جبکہ آپ حالت ظاہری میں ہوتے۔ زائر کو چاہیے کہ وقوف کی حالت میں حجرہ شریفہ کی سامنے کی دیوار کو دیکھے ظاہر و باطن میں حیاء اور ادب کی مکمل پاسداری کرے۔ الکرمانی الحنفی رقمطراز ہیں: "وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے جیسے نماز میں رکھا جاتا ہے۔" احیاء العلوم میں ہے: "خوب جان لو کہ حضور اکرم ﷺ تمہارے حضور، قیام اور زیارت

سے آگاہ ہیں۔ تمہارا صلوٰۃ و سلام آپ تک پہنچ رہا ہے۔ اپنے تصور میں آپ کا سراپا مبارک سجالو کہ آپ کو تمہارے سامنے قبر انور میں رکھا گیا ہے۔ اپنے دل میں آپ کے منصب عظیم کا تصور کرو۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ آپ کی امت میں سے جو آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ سلام آپ تک پہنچا دیتا ہے۔"

یہ فرمان مبارک اس شخص کے بارے میں ہے جو آپ کی قبر انور پر حاضر نہ ہو اس شخص کے بارے کیفیت کیا ہوگی جو اپنے وطن سے جدا ہوا۔ شوق فراواں کے ساتھ متفرق وادیوں کو عبور کیا۔ اس نے آپ کے کریم مشہد کے مشاہدہ پر اکتفاء کر لیا، جبکہ وہ آپ کی نبوت کریمہ کے مشاہدہ سے رہ گیا۔

پھر زائر آپ کو سلام عرض کرے۔ آواز کو نہ زیادہ بلند کرے اور نہ ہی پست کرے بلکہ معتدل رکھے۔ کم سے کم یوں سلام عرض کرے: "السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" اسلاف میں سے بعض مشائخ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اقتصار زیادہ عمدہ ہے۔ یہی امام مالک کا قول ہے، بعض نے سلام میں طوالت کو اختیار کیا ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے، پھر اگر کسی نے آپ کو سلام عرض کرنے کے لیے کہا تو وہ یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یا فلان بن فلان یسلّم علیك یا رسول الله۔

یا ایسی ہی عبارات استعمال کرے، پھر تھوڑا سا دائیں سمت ہٹ جائے۔ ایک ذراع کے برابر ہٹے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے چلا جائے۔ انہیں یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا ابابکر صفی رسول الله ﷺ و ثانیه فی الغار و رفیقهٗ فی الاسفار جزاك الله عن امة رسول الله ﷺ خیراً۔

پھر ایک ذراع کے برابر دائیں سمت ہو جائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے چلا جائے۔ انہیں یوں سلام عرض کرے:

السلام علیك یا عمر الفاروق الذی اعز الله بك الاسلام جزاك الله عن امة محمد (ﷺ) خیر الجزاء۔

پھر زائر اپنے پہلے موقف پر چلا جائے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور کے سامنے چلا جائے۔ اپنے حق میں آپ کے وسیلہ سے دعا کرے۔ رب تعالیٰ کے حضور آپ کو بطور شفیع پیش کرے۔ وہ عمدہ دعا کرے جن کو سارے مذاہب کے علماء کرام نے اپنی اپنی مناسک کی کتب میں تحریر کیا ہے۔ انہوں نے حضرت صخر بن حرب العتبی (یہ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ کے ساتھی تھے) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ میں آپ کی قبر انور پر حاضر ہوا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی آیا اس نے آپ کی قبر انور کی زیارت کی، پھر یوں عرض گزار ہوا: "یا خیر الرسل! رب تعالیٰ نے آپ پر کتاب صادق نازل کی ہے۔ اس میں اس نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء:٦٤)

میں اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میں آپ کو اپنے رب تعالیٰ کے ہاں بطور شفیع پیش کرتا ہوں، پھر رونے لگا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طيبهن القاع والاكم

نفسي لقبر انت ساكنه فيه العفاف و فيه الجود والكرم

پھر اس نے مغفرت طلب کی، پھر چلا گیا۔ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں آپ کی زیارت کر لی۔ آپ مجھے فرما رہے تھے: "اس اعرابی سے جا ملو۔ اسے بشارت دے دو کہ رب تعالیٰ نے میری شفاعت کی وجہ سے اس کے سارے گناہ بخش دیے ہیں۔" میں جاگا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا، مگر میں اسے نہ پا سکا۔"

اس روایت کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن الجوزی نے "مثیر العزم الساکن" میں روایت کیا ہے کہ ان کے لیے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا جیسے امام عتبی کے لیے پیش آیا تھا۔ یہ واقعہ امام عتبی کے علاوہ بھی منقول ہے۔ ابن سمعانی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا۔ اس نے خود کو آپ کی قبر انور پر گرا لیا۔ سر اقدس پر خاک پاک گرانے لگا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا ہم نے غور سے سنا۔ آپ کے فرامین یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرامین یاد رکھے، جو کلام مقدس آپ پر اتارا گیا ہے۔ اس میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء:٦٤)

قبر انور سے صدا آئی: "تمہارے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔"

اس مبارک مقام پر کھڑے ہو کر اپنی توبہ کی تجدید کرے۔ وہ رب تعالیٰ سے التجاء کرے کہ وہ اسے توبۃ نصوحا بنا دے وہ آپ کو بطور شفیع اللہ تعالیٰ کی درگاہ والا میں پیش کرے، تاکہ اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ وہ کثرت سے استغفار کرے۔ اسی آیت طیبہ کو تلاوت کر کے آہ وزاری کرے۔ وہ یوں عرض کرے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کا وفد ہیں۔ ہم آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ہم آپ کے حق کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کی زیارت کر کے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ کی درگاہ والا میں ہمارے شفیع بن جائیں خطاؤں نے ہماری کمروں کو بوجھل بنا دیا ہے آپ شافع اور مشفع ہیں۔ آپ کے ساتھ شفاعت عظمیٰ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ کے ساتھ مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں جانوں پر ظلم کرتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوئے

ہیں۔ہم آپ سے التجاء کرنے کے لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔آپ ہمارے نبی کریم اور شفیع عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت طلب فرمائیں۔اس سے التجاء کریں کہ وہ ہمیں آپ کی سنت مبارکہ اور محبت پر وفات دے۔آپ کے مبارک گروہ میں ہمیں اٹھائے۔آپ کے حوض کوثر پر ہمارا ورود کرے۔ہم نہ تو رسواء ہوں نہ ہی شرمندہ ہوں۔"

حضرت یحییٰ بن حسن علوی نے حضرت ابو فدیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"میں نے ایک شخص کو فرماتے ہوئے سنا۔اس نے کہا:"ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑا ہو، پھر یہ آیت طیبہ پڑھے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔

پھر وہ ستر بار یوں کہے:"صلى الله على سيدنا محمد وسلم۔" دوسری روایت میں ہے:"صلى الله عليك يا رسول الله" ستر بار کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے:"صلی اللہ علیک یا فلاں! آج تمہاری کوئی حاجت نہ رہے گی۔" اسے دعا اور توسل سے قبل مانگنا چاہیے۔"المجد اللغوی نے لکھا ہے کہ اصمعی نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے سامنے کھڑا ہوا۔اس نے عرض کی:"مولا! یہ تمہارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔میں تیرا (عاجز) بندہ ہوں۔شیطان تیرا دشمن ہے۔اگر تو نے مجھے معاف کر دیا تو تیرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوں گے تیرا بندہ کامیاب ہوگا۔تیرا دشمن غصے میں ہوگا۔اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے میں ہوں گے۔تیرا دشمن راضی ہوگا۔تیرا بندہ ہلاک ہو جائے گا، تو اس سے معزز ہے کہ تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرے، تو اپنے دشمن کو راضی کرے۔اپنے بندے کو ہلاک کرے۔مولا! کریم عربوں میں سے اگر کوئی سردار مر جاتا ہے تو لوگ اس کی قبر پر غلام آزاد کرتے ہیں۔یہ تو عالمین کے سردار ہیں مجھے ان کی قبر انور پر آزاد کر دے۔" اصمعی نے کہا:"میں نے کہا:"اے عرب کے بھائی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔تمہارے اس حسن سوال کی وجہ سے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔" المجد نے لکھا ہے:

"زائر وہاں بیٹھ جائے اگر اس کا قیام طویل ہو جائے حضور حامیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام عرض کرے۔وہ درود و سلام کی ساری انواع اور اکمل کیفیات میں درود و سلام پیش کرے۔اس میں اختلاف معروف ہے۔" جو درود پاک میں نے اپنے لیے منتخب کیا ہے وہ یہ ہے:

اللهم صل على سيدنا محمد و آله و اصحابه و ازواجه عدد ما خلقت و عدد ما انت خالق و زنة ما خلقت و زنة ما انت خالق و ملاء ما خلقت و ملاء ما انت

خالق و ملاء سمواتك و ملاء ارضك و مثل ذالك و اضعاف ذالك و عدد خلقك وزنة عرشك و منتهى رحمتك و مداد كلماتك و مبلغ رضاك حتى ترضى و عدد ما ذكرك به خلقك فيما مضى و عدد ما هم ذاكروك فيما بقي في كل سنة و شهر و جمعة و يوم و ليلة و ساعة من الساعات و لحظة من اللحظات و نفس و لمحة و طرفة من الابد الى الابد، ابد الدنيا و ابد الاخرة و اكثر من ذالك لا ينقطع اولاه ولا ينفذ اخراه۔

یہ درود پاک دو یا تین بار پڑھے، پھر یوں عرض کرے:

اللهم صل على سيدنا محمد و على آلِ سيدنا محمد۔

امام نووی نے اسی طرح کہا ہے، پھر دعا اور توسل سے فارغ ہونے کے بعد وجہ شریف سے قبر شریف کے سر کی طرف جائے۔ قبر انور اور اس ستون کے مابین کھڑا ہو جائے جو وہاں ہے۔ قبلہ رو ہو کر رب تعالیٰ کی حمد اور ثناء بیان کرے۔ اپنے لیے اہم اور پسندیدہ امور کا سوال کرے۔ اپنے والدین، اقارب، شیوخ، بھائیوں اور سارے مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ احناف کی کتب میں اسی طرح ہے۔ عز بن جماعۃ نے تحریر کیا ہے کہ علماء جو وجہ شریف کی طرف لوٹنے اور قبر انور کے سر کی طرف دعا کے لیے آنے کا تذکرہ کیا ہے تو یہ زیارت کے بعد ہی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین سے یہ فعل منقول نہیں ہے۔" السید نے لکھا ہے "البتہ اس جگہ دعا اور توسل کرنا۔ اس کی اصل ان سے منقول ہے لیکن یہ مخصوص ترتیب ان سے منقول نہیں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد شیخین پر سلام عرض کرنے سے دعا کو مؤخر کرنا ہے۔ سلف اول جو حجرہ مقدسہ میں داخل ہونے سے قبل ہے دوسرے سلف جو کہ اس کے بعد ہے سے ملا نا حسن ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے" پھر وہ روضہ مبارکہ میں جائے۔ وہاں دعا اور درود شریف کثرت سے پڑھے۔ منبر پاک کے پاس کھڑا ہو جائے اور دعا کرے۔" السید نے لکھا ہے:

"وہ وہاں کھڑا ہو جائے اسطوان المہاجرین کے پاس دعا مانگے۔ وہاں نماز ادا کر کے برکت حاصل کرے۔ اسی طرح اسطوان ابی لبابہ، اسطوان الحرس، السطوان الوفود اور اسطوان التہجد کے پاس جائے۔ پہلے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام عرض کرے۔ ان کی قبر انور اس محراب کے پاس ہے جو ان کے کاشانہ اقدس میں ہے۔ یہ مقصورہ (چار دیواری) کے اندر ہے۔ یہ اس مؤقف کے مطابق ہے کہ ان کی تدفین اسی جگہ ہوئی تھی۔

ان آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی تعظیم و توقیر کرے، کیونکہ یہ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد واجب ہے جیسے ظاہری حیات طیبہ میں تھی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ (الفتح: 8،9)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا تاکہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر تاکہ ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف:۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی امداد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔

اس نے بتایا ہے کہ فلاح اسی کو نصیب ہوتی ہے جو ایمان کے ساتھ آپ کی تعزیر کو ملا دے۔ بلاشبہ اس جگہ تعزیر سے مراد تعظیم ہے۔ ذرا اس جگہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی کس طرح تعظیم کی ہے۔

اس نے آپ کی تعظیم و تکریم کے ذکر کو اس نور کی اتباع سے مقدم کیا ہے جسے آپ کے ساتھ اتارا گیا۔ اس میں اس شخص کے لیے علو منزلت، ارتفاعِ رتبہ، اجلال، توقیر اور تعظیم کی علامات واضح ہیں جو رب تعالیٰ کے کلام کے مواقع کو سمجھتا ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور:۶۳)

ترجمہ: نہ بنالو رسول اللہ کے پکارنے کو آپس میں اس طرح جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔

رب تعالیٰ نے آپ کی عزت و توقیر کو واجب قرار دیا ہے۔ آپ کی تعظیم و تکریم کو لازم قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے:

یعزروہ ای یجلوہ۔

المبرد نے لکھا ہے: "آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔" الاخفش نے لکھا ہے: "آپ کی نصرت کرو۔" ایک قول یہ ہے کہ تعزیر، تعظیم کے ساتھ نصرت ہے۔ اسے یعزّروہ بھی پڑھا گیا ہے۔ سوءِ ادب اور بات کرنے میں آپ سے آگے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ امام ثعلب نے اسے اختیار کیا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ نے لکھا ہے: "تم آپ کے بات کرنے سے قبل بات نہ کرو۔ آپ کے فیصلہ کرنے سے قبل فیصلہ نہ کرو کسی دینی مسئلہ میں آپ کے حکم کے

بعد ہی فتویٰ دو۔ آپ کے آگے نہ بڑھو۔ ائمہ میں حضرات حسن، مجاہد، ضحاک اور سدی کا یہی قول ہے۔ رب تعالیٰ نے آپ کی مخالفت کرنے سے اس طرح ڈرایا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① (الحجرات:۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے: ''معنی عنہ میں تقدم کرنے سے اس ذات بابرکات سے ڈرو۔ سدی کا قول ہے: ''آپ کے حق میں غفلت کرنے اور حرمت کے ضیاع سے رب تعالیٰ سے ڈرو۔ وہ تمہاری باتوں کو خوب سننے والا اور تمہارا افعال سے خوب آگاہ ہے۔'' الخصائص میں ان آیات بینات پر گفتگو ہو چکی ہے۔ آپ کے ادب کی بنیاد آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، آپ کا حکم بجالانا، آپ کے ہر ہر فرمان کو قبول اور تصدیق کے ساتھ حاصل کرنا اس پر خیال باطل کے ساتھ اعتراض نہ کرے۔ اسے ہم معقول یا شبہ یا شک کا نام دیتے ہیں، یا لوگوں کی آراء یا ان کے ذہنوں کے اضافہ کو آپ سے مقدم کرے۔ فیصلہ کرنا، سر تسلیم خم کرنا، فرمانبرداری اور یقین اسی طرح پایا جائے جیسے عبادت، خضوع، انکساری، رجوع اور توکل کی طرف راہ نمائی کرنے والا پاتا ہے یہ دو توحید یں ہیں بندے ان کے ساتھ ہی رب تعالیٰ کے عذاب سے نجات پا سکتے ہیں۔ (۱) توحید المرسل (۲) توحید متابعۃ الرسل وہ آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ کروانے کے لیے حاضر نہ ہو۔ نہ ہی کسی اور کے حکم پر راضی ہو۔''

✿✿✿

فصل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم نبوی

امام مسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''کوئی شخص بھی مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبوب نہ تھا، نہ ہی میری نگاہوں میں آپ سے زیادہ کوئی جلیل تھا۔ میں آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔''

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کے پاس جلوہ افروز ہوتے تھے۔ صحابہ کرام بیٹھے ہوتے تھے۔ ان میں حضرات سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ کی سمت صرف حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہی نظر اٹھا کر دیکھ سکتے تھے۔ وہ آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے رہتے تھے۔ آپ انہیں دیکھ کر تبسم ریز ہوتے تھے وہ آپ کو دیکھ کر تبسم فشاں ہوتے تھے۔

ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں

حاضر ہوا۔ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام موجود تھے۔ ان پر سکون و وقار طاری تھا۔ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور میں بیٹھ گیا۔ جب قریش نے عروہ بن مسعود کو صلح حدیبیہ کے وقت بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس نے صحابہ کرام کی تعظیم ملاحظہ کی کہ جب آپ وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کے پانی کے حصول کے لیے جلدی کرتے۔ قریب تھا کہ وہ باہم الجھ پڑتے یونہی آپ لعابِ دہن پھینکتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتے۔ اسے اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے۔ گیسوئے پاک میں سے جو بال مبارک نیچے گرتا۔ وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے جلدی کرتے۔ جب وہ کسی چیز کا حکم دیتے تو وہ اسے بجالانے کے لیے جلدی کرتے۔ وہ آپ کی بارگاہ میں جب محوِ گفتگو ہوتے تو اپنی آواز کو پست کر لیتے۔ آپ کی تعظیم بجالاتے ہوئے آپ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے تھے۔ جب عروہ قریش کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: "اے گروہِ قریش! میں قیصر کے دربار میں، کسریٰ کی سلطنت میں اور نجاشی کے ملک میں گیا ہوں۔ بخدا! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اپنے ساتھی کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی تمہارے سپرد نہ کرے گی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور والیٔ بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ نائی آپ کی زلفِ معنبر کاٹ رہا تھا۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ ان کا ارادہ یہی تھا کہ ہر ہر بال مبارک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرے۔" صحیح میں ہے: "جب صلح حدیبیہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تو انہوں نے انہیں طواف کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے کہا: "میں بیت اللہ کا طواف نہ کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا طواف کر لیں۔"

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ارادہ کرتا کہ میں آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھ لوں۔ میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے اسے دو سال تک مؤخر کرتا رہتا۔" امام ترمذی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حسن روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ وہ آپ نے ان افراد سے پوچھے جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔ وہ آپ کی تعظیم اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اس نے آپ سے التجاء کی۔ آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اتنے میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے اپنا حصہ ادا کر دیا ہے۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے درِ اقدس پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔"

فصل

جان لوکہ حضور سید الانبیاء ﷺ کی تعظیم، توقیر اور تکریم آپ کے وصال کے بعد اسی طرح لازم ہے جیسے آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔ یہ تعظیم آپ کے ذکر مبارک، حدیث پاک کے ذکر، سنت مطہرہ کے ذکر، نام نامی سنتے وقت سیرت طیبہ سنتے وقت، آلِ پاک اور عترت پاک کے معاملہ کے وقت لازم ہے۔ اسی طرح آپ کے اہلِ بیت پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم بجالانا بھی ضروری ہے۔ ابو ابراہیم تجیبی نے تحریر کیا ہے کہ جب آپ کا ذکر جمیل کرنے یا اس کے پاس آپ کا ذکر مبارک کیا جائے کہ وہ خضوع وخشوع کا مظاہرہ کرے۔ اس کی حرکات پرسکون و وقار طاری ہونا چاہیے۔ اسے اسی طرح آپ کے ہیبت و وقار کو اپنا چاہیے۔ جیسے کہ اگر وہ آپ کے سامنے ہوتا تو اسے ہیبت اور وقار اپنا۔ وہ اسی طرح آپ کا ادب کرے جیسے رب تعالیٰ نے ہمیں آپ کے آداب سکھائے ہیں۔" گزشتہ ائمہ میں سے سلف الصالحین کی سیرت پاک اسی طرح تھی۔

قاضی نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ابن حمید نے کہا ہے کہ ابوجعفر نے امام مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں دیکھا۔ امام مالک نے کہا: "امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند نہ کرنا کیونکہ اللہ رب العزت نے قوم کو آداب نبوت سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:٢)

ترجمہ: اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔

اس نے ایک قوم کی تعریف کی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (الحجرات:٣)

ترجمہ: بے شک جو اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہوں۔

دوسری قوم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (الحجرات:٤)

آپ کے وصال کے بعد آپ کی تعظیم اسی طرح ہے جیسے آپ کی حیاتِ ظاہری میں تھی۔" اس نے عاجزی کا اظہار کیا۔ ابوجعفر نے کہا: "ابو عبداللہ! کیا میں قبلہ کی طرف رخ کروں اور دعا مانگوں یا آپ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں۔" انہوں نے کہا: "تم اپنا چہرہ آپ سے کیوں پھیرتے ہو؟ آپ تمہارا وسیلہ ہیں۔ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ آپ تا حشر وسیلہ ہیں۔ تم آپ کی طرف ہی رخ کرو اور آپ کے ذریعے ہی شفاعت طلب کرو۔ رب تعالیٰ آپ کو تمہارا شفیع بنا دے گا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول کریم بھی تو ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا۔

امام مالک نے فرمایا: "حضرت ایوب السختیانی جب حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کرتے تو رونے لگتے حتیٰ کہ ہمیں ان پر رحم آنے لگتا۔" حضرت مصعب بن عبداللہ نے فرمایا: "جب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو یاد کرتے تو ان کی رنگت متغیر ہو جاتی۔ وہ جھک جاتے حتیٰ کہ وہ اپنے ساتھیوں پر گراں ہو جاتے۔ ایک دن ان سے اس کے متعلق عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: "اگر تم وہ کچھ دیکھ لیتے جو میں دیکھتا ہوں تو میری اس حالت کا انکار نہ کرتے جسے تم دیکھتے ہو میں محمد بن منکدر کو دیکھتا تھا۔ وہ سید القراء تھے۔ جب بھی ہم ان سے کسی حدیث پاک کا سوال کرتے تو رونے لگ جاتے حتیٰ کہ ہمیں ان پر ترس آنے لگتا۔ میں نے جعفر بن محمد کو دیکھا وہ بہت زیادہ ظریف اور متبسم تھے۔ جب ان کے ہاں ذکر مصطفیٰ ﷺ کیا جاتا تو ان کی رنگت زرد ہو جاتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ طہارت کی حالت پر ہی آپ کی حدیث طیبہ بیان کرتے تھے۔" حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم حضور اکرم ﷺ کا ذکر پاک کرتے تھے۔ ہم ان کا رنگ دیکھتے تھے گویا کہ ان سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے ان کی زبان ان کے منہ میں خشک ہو جاتی۔ میں نے حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جب ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا وہ اتنا روتے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے تھے۔ میں حضرت امام زہری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ ملنسار اور قریبی تھے جب ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو گویا کہ تم انہیں اور وہ تمہیں نہیں جانتے۔ میں حضرت صفوان بن سلیم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ جب ان کے پاس حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ رونے لگتے۔ وہ لگاتار روتے رہتے حتیٰ کہ لوگ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے۔ حضرت ابن سیرین کبھی مسکرا لیتے تھے۔ جب ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کیا جاتا تو وہ خشوع وخضوع کا اظہار کرتے۔

حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث طیبہ بیان کی ان کی زبان سے ادا ہوا۔ "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔" انہیں کرب نے آلیا حتیٰ کہ میں نے پسینے کے قطرات دیکھے جو ان کے چہرے سے گر رہے تھے۔ آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگے۔ ان کی رگیں پھول گئیں، پھر فرمایا: "اسی طرح ان شاء اللہ! یا اس سے زائد یا اس سے کم یا اس کے قریب۔" حضرت مصعب نے فرمایا: "حضرت امام مالک علیہ الرحمہ آپ کی جلالتِ شان کے پیش نظر وضو کے بغیر حدیث پاک بیان نہ کرتے تھے۔"

اس باب میں آثار بہت سے ہیں۔ آپ کے حقوق کے ابواب میں ان میں سے بہت سے گزر چکے ہیں۔

فصل

آپ کی عزت وتوقیر، آپ کی آلِ پاک کی عزت وتکریم، ازواجِ مطہرات، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کی توقیر

ابن جریر نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین مقامِ خُمّ میں آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا: ''اما بعد! اے لوگو! میں اس امر کا منتظر ہوں کہ میرے پاس میرے رب تعالیٰ کا قاصد آئے اور اسے لبیک کہوں۔ میں تم میں دو بیش قیمت اشیاء چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک ''کتاب اللہ'' ہے۔ اس میں ہدایت اور صداقت ہے۔ کتابِ الٰہی کو مضبوطی سے تھام لو۔'' پھر فرمایا:

''دوسری گراں قدر چیز میرے اہل بیت ہیں۔'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ حضرت زید سے عرض کی گئی: ''آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، مگر آپ کے اہل بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔'' آپ سے عرض کی گئی: ''وہ کون ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''وہ آل عباس. آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔'' ان سے عرض کی گئی: ''کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں۔''

انہوں نے اس روایت کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے: ''میں بشر اکمل ہوں۔ عنقریب مجھے بلا لیا جائے گا۔ میں لبیک کہوں گا۔ ارے! میں تم میں دو نفیس اشیاء چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے یہ دراز رسی ہے۔ جس نے اس کی پیروی کر لی وہ ہدایت پر ہوگا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا۔ دوسری نفیس چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔'' یہ روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے'' میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔''

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ آغوشِ نبوت میں پروان چڑھے تھے کہ جب یہ آیت طیبہ اتری:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

یہ آیت طیبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں اتری تھی۔ آپ نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا،

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ان پر اپنی مبارک چادر پھیلا دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی کمر انور کے پیچھے تھے۔ آپ نے ان پر بھی اپنی مبارک چادر پھیلا دی، پھر یہ دعا مانگی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی دور فرما۔ انہیں خوب پاک صاف فرما۔" کچھ روایات پہلے گزر چکی ہیں۔

بعض علماء کرام نے تحریر کیا ہے: "ان کی معرفت کا انحصار ان کے اس مقام بلند کی پہچان پر ہے جو انہیں بارگاہِ نبوت میں حاصل ہے جب اس کا عرفان حاصل ہو گیا اسی وجہ سے ان کی حرمت وحق کے وجوب کا عرفان حاصل ہو گیا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے ساڑھے تین ہزار دراہم اور اپنے نور نظر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے تین ہزار دراہم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے اپنے والد گرامی سے عرض کی: "آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ بخدا! وہ کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت نہیں لے گئے۔" انہوں نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے باپ سے عزیز تر تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔"

امام اوزاعی نے لکھا ہے: "حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی نور نظر حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے پاس تشریف لے گئیں۔ ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا جو ان کا ہاتھ تھامے انہیں لے جارہا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں کے سامنے رکھا، جبکہ ان کے ہاتھ ان کے کپڑوں میں تھے۔ انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، پھر ان کی ساری ضروریات پوری کر دیں۔ کسی حاجت کو نہ چھوڑا۔"

آدابِ زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے زائر مسجد نبوی کی دیوار کو مس کرنے سے اجتناب کرے اسے چومنے سے اجتناب کرے، نہ تو اس کا طواف کرے نہ ہی اس پر نماز ادا کرے۔ امام نووی نے تحریر کیا ہے۔ "آپ کی قبر انور کا طواف کرنا جائز نہیں ہے۔ پیٹ اور کمر کو قبر انور کی دیوار کے ساتھ لگانا مکروہ ہے۔" امام حلبی وغیرہ کا یہی قول ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسے ہاتھ سے مس کرنا اور اسے بوسہ دینا مکروہ ہے، بلکہ ادب کا تقاضا ہے کہ انسان اس سے دور کھڑا ہو جائے جیسے اگر آپ حیاتِ ظاہری کے ساتھ زندہ ہوتے تو وہ آپ سے دور ہو کر کھڑا ہوتا۔ یہی وہ صحیح مؤقف ہے جو علماء کرام نے بیان کیا ہے۔ اسی پر ان کا اتفاق ہے۔ جس کے دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ اسے ہاتھ وغیرہ سے مس کرنے میں زیادہ برکت ہے وہ جاہل اور غافل ہے۔ برکت اسی میں ہے جو شریعت بیضاء کے اور علماء کے اقوال کے موافق ہو۔"

الاقفہسی نے لکھا ہے کہ زعفرانی نے اپنی کتاب الاحیاء میں ہے کہ مشاہد کو چھونا اور بوسہ دینا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔ میں لکھا ہے کہ قبر انور پر ہاتھ رکھنا، اسے چھونا اور اسے بوسہ دینا ان بدعتوں میں سے ہے جن کا انکار شرعی طور پر کیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کی قبر انور پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے

اسے منع کیا۔ ہم اسے (اتنا قریب ہونے کو) نہیں جانتے۔ کئی علماء کا موقف یہی ہے۔ امام عبداللہ بن امام احمد نے کتاب العلل والسوالات میں اپنے والدگرامی سے ابوعلی الصفوان کی روایت تحریر کی ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''میں نے اپنے والدگرامی سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو حضور اکرم ﷺ کے منبر پاک کو مس کرے۔ اسے چھو کر برکت حاصل کرے اور اسے بوسہ دے۔ اس کی نیت ثواب کا حصول ہو۔'' انہوں نے کہا: ''اس مین کوئی حرج نہیں ہے۔''

امام احمد نے حسن سند کے ساتھ اور ابوالحسن یحییٰ بن حسن نے اخبار المدینہ میں حضرت داؤد بن صالح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن مروان آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا ہوا تھا۔ مروان نے اسے گردن سے پکڑ لیا۔ پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟'' اس نے غور سے دیکھا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: 'ہاں! میں حجرات کے پاس نہیں آیا۔ میں نبی اکرم شفیع معظم ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دین متین پر اس وقت نہ روؤ جب اس کا اہل اس کا والی بنے اس پر اس وقت گریہ وزاری کرو جب غیر مستحق اس کا والی بنے۔'' مطلب نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا فعل مبارک ہے۔ ابن عسا کرنے جید سند سے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ شام سے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ قبر انور کے پاس حاضر ہوئے وہ رونے لگے اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے۔''

خطیب بن جملہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دایاں ہاتھ قبر انور پر رکھ لیتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنا رخسار بھی قبر انور پر رکھ لیتے تھے۔'' انہوں نے فرمایا: ''بلاشبہ محبت وعشق میں استغراق اس کے اذن پر ابھارتا ہے۔ ان تمام سے مقصود احترام اور تعظیم ہے۔ اس میں لوگوں کے متفرق مراتب ہوتے ہیں، جیسے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں لوگوں کے مختلف مراتب تھے۔ کچھ لوگ آپ کو دیکھ کر اپنے نفسوں پر گرفت نہ رکھ سکتے تھے، بلکہ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے کچھ لوگ وقار کی وجہ سے پیچھے رہتے تھے۔ یہ سارے مقامات بھلائی کے ہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے ہر اس چیز کو چومنے کا جواز نکالا ہے جو تعظیم کا مستحق ہے۔ خواہ وہ انسان ہو یا اور کچھ۔ آدمی ادب میں سابق ہے۔

جہاں تک امام احمد کی اس روایت کا تعلق ہے کہ ان سے آپ کی مرقد انور اور منبر مبارک کو چومنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے اس میں کوئی حرج نہ دیکھی۔ ان کے بعض پیروکاروں نے ان سے اس روایت کی صحت کو بعید سمجھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت ان سے ان کے لخت جگر حضرت عبداللہ نے نقل کی ہے۔

ابن ابی الصیف الیمنی نے نقل کیا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے شوافع علماء کرام میں سے ایک ہیں کہ مصحف مبارک احادیث پاک کے اجزاء اور صالحین کی قبور کو چومنا جائز ہے۔ الطیب الناشری نے حضرت محب الطبری سے روایت کیا ہے وہ حجر کو چومنا اور اسے چھونا جائز قرار دیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی پر صالحین علماء کا عمل ہے۔ انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امر علی الدیار دیار لیلی | اقبل ذالجدار و ذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی | ولکن حبّ من سکن الدیار

ترجمہ: میں شہروں کے پاس سے، لیلیٰ کے شہروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ میں کبھی اس دیوار کو اور کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ اس ذات کی محبت تھی جو ان شہروں میں سکونت پذیر تھی۔

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر سلام عرض کرتے وقت قبر انور کی طرف جھکنے سے اجتناب کرے۔ یہ بدعت ہے۔ جاہل اسے تعظیم کے شعار میں سے سمجھتا ہے۔ زمین کو چومنا اس سے قبیح ہے۔ سلف صالح یہ عمل نہ کرتے تھے۔ ساری خیر ان کی اتباع میں ہے جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ زمین چومنا زیادہ باعث برکت ہے۔ یہ اس کی جہالت اور غفلت کی وجہ سے ہے، کیونکہ برکت شریعت مطہرہ، احوال سلف الصالحین اور ان کے عمل کی موافقت میں ہے۔

ابن جماعہ نے لکھا ہے "مجھے تعجب اس شخص پر نہیں ہوتا جو جہالت کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے۔ مجھے تعجب تو اس شخص پر ہے جو اس کی تحسین کا فتویٰ دیتا ہے حالانکہ وہ اس کی قباحت سے آگاہ ہے یہ سلف صالحین کے عمل کی مخالفت بھی ہے۔"

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ زائر جب بھی قبر انور کے پاس سے گزرے تو وہ رک جائے۔ آپ کو سلام عرض کرے، خواہ وہ مسجد کے اندر سے گزرے یا باہر سے۔ وہ آپ کے قصد اور زیارت میں کثرت کرے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابی حازم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے عرض کی کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ ابو حازم سے کہنا: "تم مجھ سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہو۔ تم رکتے نہیں اور مجھ پر سلام پیش نہیں کرتے ہو۔" جب ابو حازمؒ تک یہ خواب پہنچا تو پھر یہ عمل ترک نہ کیا۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب میں کثرت سے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔ جب تک وہ وہاں قیام پذیر ہے درود و سلام کو دیگر اذکار سے ترجیح دے۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ وہاں جتنے ممکن ہو سکے روزے رکھے۔ خواہ تھوڑے سے ہی روزے رکھے۔ آدابِ زیارت میں سے یہ بھی ہے وہ اس امر پر حریص ہو کہ وہ پانچ وقت کی نماز باجماعت مسجد نبوی میں ادا کرے۔ زیادہ سے زیادہ نوافل ادا کرے مسجد نبوی کے اس حصے میں نماز ادا کرنے کی سعی کرے جو آپ کے عہد ہمایوں میں مسجد تھا، مگر یہ کہ وہ صف اول میں ہو۔ یہ اس سے خارج ہے۔ یہ اولیٰ ہے، ممکن ہو تو اسی جگہ کو لازم پکڑ لے۔ وہاں سے کسی حاجت یا مصلحت کی وجہ سے نکلے۔ یہ موقع غنیمت سمجھے۔ جب بھی مسجد نبوی کے اندر جائے اعتکاف کی نیت کی تجدید کرلے۔ کسی شخص نے کیا خوبصورت بات کی ہے۔ "اگر تم قرب محبوب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اس سے لطف اٹھاؤ۔ اس کے ذخیرہ میں سے جتنی استطاعت ہو حاصل کرو۔"

ابو مخلد نے لکھا ہے کہ علماء کرام مستحب سمجھتے تھے کہ جو ان تینوں مساجد میں جائے، تو ان میں سے نکل جانے سے قبل

ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرے۔ اس روایت کو سعید بن منصور نے نقل کیا ہے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے: ''وہ مسجد نبوی میں رات بسر کرنے پر حریص ہو اگرچہ ایک رات ہی اسے ذکر، دعا، تلاوتِ قرآن، آہ وزاری اور اس کا اس نعمت کبریٰ پر شکرادا کرنے میں بسر کردے۔''

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر نماز وغیرہ میں قبر انور کی طرف کمر نہ کرے۔ وہ اقوال وافعال میں شریعت و حقیقت میں ادب کو لازم پکڑے۔ الشیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہے: ''جب تم وہاں نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو تو آپ کا حجرہ مقدسہ کو نہ تو اپنی کمر کے پیچھے کرو اور نہ ہی سامنے رکھو۔ آپ کا ادب بعد از وصال اسی طرح پیش نظر رکھو جیسے آپ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں ادب ملحوظ ہو۔ آپ کا احترام واکرام، آپ کے سامنے سر جھکانا جھگڑا ترک کرنا ایسی باتوں میں غور وخوض ترک کرنا جن پر آپ کی محفل پاک میں غور وخوض نہ ہونا چاہیے۔ اگر تم انکار کرو تو تمہارا واپس آجانا تمہارا وہاں باقی رہنے سے بہتر ہے۔''

آدابِ زیارت میں سے ہے کہ زائر ان افعال سے اجتناب کرے جنہیں جاہل عوام سرانجام دیتے ہیں۔ انہیں باعثِ قرب سمجھتے ہیں۔ مثلاً مسجد نبوی میں صیحانی کھجوریں کھانا ان کی گٹھلیاں پھینکنا، وہاں بال کٹوانا اور انہیں بڑی قندیل میں پھینکنا۔ امام نووی نے لکھا ہے: ''یہ عوام کی جہالتوں میں سے ہے۔ ان کی عجیب وغریب بدعتوں میں سے ہے۔ آداب زیارت میں سے ہے کہ وہ حجرہ مقدسہ کی لگا تار زیارت کرتا رہے یہ عبادت ہے۔ یہ کعبہ معظمہ پر قیاس ہے، جو مدینہ طیبہ میں ہو جب وہ مسجد میں ہو تو لگا تار حجرہ مقدسہ کو دیکھتا رہے اور جب وہ مسجد سے باہر ہو تو گنبد خضریٰ کی زیارت کرتا رہے۔ اس پر ہیبت اور حضور کی کیفیت طاری ہونی چاہیے۔

اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ وہ ہر روز بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کرنے کے بعد جنت البقیع جائے خصوصاً جمعۃ المبارک کے دن ضرور وہاں حاضری دے۔ وہاں پہنچ کر یہ دعا مانگے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منکم والمستاخرین. اللھم اغفر اھل بقیع الغرقد اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم واغفرلنا ولھم۔

امام نووی نے لکھا ہے: ''بقیع میں پاکیزہ قبور کی زیارت کرے جیسے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور، حضرات عثمان غنی، عباس، امام حسن، امام زین العابدین، محمد بن علی بن جعفر، جعفر بن محمد وغیرہم رضی اللہ عنہم کی قبور مبارکہ کی زیارت کرے۔ حضرت صفیہ پر اختتام کرے۔'' علامہ فضل اللہ بن قاضی نصر الدین فوری حنفی نے لکھا ہے: ''جب وہ شہر خوباں کے دروازے سے باہر نکلے تو حضرت عباس اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے قبہ کے پاس جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھو جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کی زیارت پر اختتام کرے۔''

البرحان بن فرحون نے لکھا ہے: ''مشاہد میں سے سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت

کرے، کیونکہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد سارے لوگوں سے افضل ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ زائر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت سے ابتداء کرے۔ السید نے لکھا ہے کہ ابتداء کرنے کے بارے تینوں آراء ہیں۔

زائر واپسی پر حضرت اسماعیل بن جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے مشہد پر اختتام کرے، کیونکہ یہ مشہد مدینہ طیبہ کی فصیل میں داخل ہے، جبکہ بقیع کے دیگر سارے مشاہد فصیل سے باہر ہے۔ وہ حضرت مالک بن سنان والد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی قبر انور کی زیارت کے لیے جائے۔ حضرت نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کرے۔ یہ دونوں قبور بقیع میں نہیں ہیں۔ ان سے مراد حضرت سید شریف محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مشہد "سلع" کے دامن میں ہے۔"

آداب میں سے ہے کہ مستحب ہے کہ زائر غزوۂ احد کے شہداء کی قبور کی زیارت کے لیے جائے۔ علامہ ابن ہمام نے تحریر کیا ہے "وہ کوہِ احد کی بھی زیارت کے لیے جائے۔" صحیح میں ہے: "کوہِ احد ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" وہ صبح سویرے مسجد نبوی سے زیارت کے لیے جائے حتیٰ کہ وہ نماز ظہر تک واپس آجائے سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مزارِ اقدس سے ابتداء کرے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی زیارت کے لیے افضل دن جمعرات ہے گویا کہ روز جمعۃ المبارک کا وقت اس کے لیے تنگ ہے۔ حضرت محمد بن واسع نے لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مردے روز جمعۃ المبارک کو اپنے زائرین کو جان لیتے ہیں۔ ایک دن اس سے قبل اور ایک دن اس سے بعد بھی۔

آدابِ زیارت میں سے یہ بھی مستحب ہے کہ زائر مسجد قباء جائے۔ روز ہفتہ وہاں جانا زیادہ اولیٰ ہے۔ وہ اس کی زیارت سے تقرب الی اللہ اور اس میں نماز پڑھنے کی نیت کرے۔ جب وہاں جانے کا اردہ کرے تو وضو کرے اور اس کی سمت جائے وضو مؤخر نہ کرے حتیٰ کہ اس تک پہنچ جائے۔ اسی طرح ان بقیہ آثار کی طرف جائے جو مدینہ طیبہ میں آپ کی طرف منسوب ہیں، جو آپ کے دستِ اقدس نے سرانجام دیے یا آپ کی سمت سے سرانجام دے گئے۔ اسی طرح ان کنوؤں پر جائے جن کا آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی نوشِ جاں فرمایا، یا وضو فرمایا یا غسل فرمایا۔ ان کے پانی سے برکت حاصل کرے۔ شوافع میں سے ایک گروہ وغیرہ نے اسے مستحب کہا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز اور نزول اور گزرگاہ وغیرہ کے لیے ان مقامات کو منتخب کرتے تھے جہاں آپ نے نماز ادا کی ہوتی یا نزولِ اجلال فرمایا ہوتا یا گزرے ہوتے۔ امام مالک سے جو روایت منقول ہے، تو سد ذرائع کے لیے تھا۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع میں تھا۔ سعید بن منصور نے معرور بن سوید سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک حج میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ جب وہ حج سے واپس آئے تو لوگوں کو دیکھا وہ مسجد کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" لوگوں نے بتایا: "اس مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی تھی۔ انہوں نے فرمایا: "اسی طرح اہل کتاب ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو گرجے (کنیسے) بنالیا تھا۔ تم میں جسے نماز کا وقت ال...

میں ہو جائے وہ اس میں نماز پڑھ لے جسے نماز کا وقت نہ ہو وہ آگے گزر جائے۔"

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:"آپ کی تعظیم اور تکریم کا تقاضا ہے کہ آپ کے سارے اسباب کی تعظیم کی جائے۔ آپ کے سارے مشاہد، مقامات اور جگہوں کی تعظیم کی جائے جسے آپ نے دستِ اقدس سے مس کیا ہو یا آپ کی طرف سے معروف ہو۔ یہ مقصد مشاہد کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے بہت خوبصورت لکھا ہے:

خلیلیّ هذا ربع عزّة فاعقلا   قلو صیکما ثم انزلا حیث حلّت
و مسّا ترابًا طال ما مسّ جلدها   و ظلا و بیتا حیث باتت و ظلّت
ولا تیسأسا ان یمحو الله عنکما   ذنوبا اذا صلیتما حیت صلّت

ترجمہ: اے میرے دو دوستو! یہ عزت وتکریم کی جگہ ہے تم دو اپنی اونٹنیوں کو باندھو، پھر اسی جگہ اترو جہاں وہ اتری۔ اس کی خاک پاک کو مس کرو۔ اس کی جلد کو مس کیے طویل مدت گزر گئی ہے۔ اسی جگہ رات بسر کرو۔ اسی جگہ دن گزارو جہاں اس نے رات بسر کی اور دن گزارا۔ تم اس سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے جب تم اس جگہ نماز ادا کرو جہاں اس نے نماز ادا کی۔

اسی طرح آدابِ زیارت میں سے ہے۔ وہ اس زیارتِ عظمیٰ کا ہمیشہ ذوق وشوق رکھے۔ ان آثار کو دیکھنے کی تمنا رکھے۔ اس کا دل ان شہروں کی طرف معلق رہے۔ منقول آثار واخبار میں غور وفکر کر کے اس کا عشق بڑھتا رہے۔ اس ضمن میں جو عمدہ اشعار کہے گئے ہیں۔ ان میں سے عظیم، شیریں اور زیادہ تعجب خیز وہ قصیدہ ہے جسے امام ولی عارف باللہ ابو محمد عسکری نے تحریر کیا ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے:

دار الحبیب احق ان تهواها   و تهیم من طرب الی ذکراها

یہ سارا قصیدہ اس کتاب مستطاب کے آغاز میں مدینہ طیبہ کی فضیلت میں گزر چکا ہے۔ بدر بن فرحون نے لکھا ہے کہ ایک صالح شخص نے نیند میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ انہوں نے کہا:"مجھے شک ہے کہ شیخ یا کسی اور نے یہ قصیدہ پڑھا۔ جب وہ آخری مصرعہ تک پہنچے:

وهو ظنی انه یرضاها۔

ترجمہ: میرا گمان ہے کہ آپ اس قصیدہ سے راضی ہو گئے ہیں۔

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"ہم اس سے راضی ہیں، ہم اس سے راضی ہیں، ہم اس سے راضی ہیں۔"

❀❀❀

آپ سے توسل

پہلا باب

بارگاہِ ربوبیت میں آپ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے

امام سبکی نے لکھا ہے "حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کے ذریعہ استعانت اور شفاعت طلب کرنا، آپ کے بلند منصب اور برکت کا وسیلہ رب تعالیٰ کے حضور پیش کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا فعل اور سلف صالحین کا مبارک طریقہ ہے۔ یہ مبارک وسیلہ ہر حال میں پیش ہوتا رہا، ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ آپ کی تخلیق سے قبل اور بعد میں، دنیاوی حیات ظاہریہ میں، مدت برزخ، بعث کے بعد اور قیامت کی گھڑیوں میں آپ کا وسیلہ پیش ہوتا تھا اور ہوتا رہے گا۔ اس پر اجماع ہے اور اس کے بارے میں روایات متواتر ہیں۔ جب اعمال کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جیسے صحیح میں غار کی داستان ہے۔ اعمال مخلوق ہیں تو آپ کے طفیل دعا مانگنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یہ عادت ہے کہ جس شخص کی قدر و شرف ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کے ذریعے سے مانگا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ متوسل بہ کی عزت و اکرام کی وجہ سے وہ دعا قبول کر لیتا ہے کبھی کبھی محبوب یا معظم ہستی کا ذکر اجابت کا سبب ہوتا ہے۔ خواہ اسے توسل یا استعانت، تشفع یا تجوذ سے تعبیر کیا جائے اس کا معنی ہے ضرورت مند کی طرف توجہ دینا۔ کبھی کبھی اس چیز کے طفیل توجہ ہو جاتی ہے جو منصب میں اس سے اعلیٰ ہو۔ اس ہستی پاک ﷺ کو بطور شفاعت و توسل کیوں نہیں پیش کیا جا سکتا جو مقام محمود کی رفعتوں پر فائز ہو۔ رب تعالیٰ کے ہاں ان کا منصب عظیم ہو، بلکہ سارے صالحین سے توسل ہو سکتا ہے۔ جیسے امام سبکی نے لکھا ہے۔ بعض علماء نے ابن عبد السلام سے نقل کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے تعظیم کے لیے آپ کو مختص کیا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ تک مقصور ہو۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ کی تخلیق سے قبل آپ کی ذاتِ والا صفات سے توسل

حاکم، الطبرانی اور البیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "جب

حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا صدور ہو گیا، تو انہوں نے عرض کی: "مولا! میں محمد عربی ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تم نے محمد (عربی ﷺ) کو کیسے جان لیا، حالانکہ میں نے انہیں ابھی تک تخلیق نہیں کیا۔" انہوں نے عرض کی: "مولا! اس کی وجہ یہ ہے جب تو نے مجھے اپنے دستِ اقدس سے تخلیق کیا۔ مجھ میں اپنی روح پھونکی، تو میں نے اپنا سر بلند کیا۔ میں نے عرش کے پایوں پر مرقوم دیکھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام نامی کے ساتھ اسی ہستی کا اسم مبارک ملایا ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔" رب تعالیٰ نے فرمایا: "آدم! تم نے سچ کہا ہے وہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ تم نے ان کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اگر محمد عربی ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا۔" یہ روایت پہلے گزر چکی ہے ساری مخلوق کو آپ کے لیے پیدا کیا گیا وہاں اس کے شواہد بھی گزر چکے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے آپ کا ذکر جمیل تورات اور انجیل میں پایا تو انہوں نے آپ کی بشارت دی، جیسے رب تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے۔ یہ دونوں نبی آپ کے وسیلہ سے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔

❁❁❁
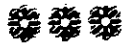
تیسرا باب

آپ کی حیاتِ طیبہ میں انسانوں کا آپ سے توسل

ترمذی، نسائی، بیہقی نے کئی طرق سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے لیے دعا کر دیتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو صبر کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" اس نے عرض کی: "آپ دعا مانگیں۔" آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو کرے۔ اس نے اچھی طرح وضو کیا۔ پھر یہ دعا مانگی:

اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی لتقفی لی. اللھم شفعه فی.

امام بیہقی نے کئی اسناد سے تحریر کیا ہے کہ جب وہ اٹھا تو اسے بصارت مل چکی تھی۔ دوسری روایت میں ہے: "اس شخص نے اسی طرح کیا تو وہ آپ کی برکت سے شفاء یاب ہو گیا۔"

❁❁❁

چوتھا باب

آپ کی حیاتِ طیبہ میں حیوانات کا آپ سے توسل

ابن شاہین نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بیٹھنے کے شرف سے بہرہ ور کیا۔ مجھے وہ بات بتائی جو میں کسی کو نہ بتاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ آپ کسی بلند جگہ کی اوٹ یا درختوں کے جھنڈ کے پیچھے قضائے حاجت فرمائیں۔ آپ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا جب اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو اس نے آواز نکالی۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی کوہان اور کانوں کے پیچھے ہڈیوں کو مس کیا تو وہ پرسکون ہو گیا'' دوسری روایت میں ہے: ''اسے سکون نصیب ہوا۔'' آپ نے فرمایا: ''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کی ملکیت میں ہے؟ ایک انصاری جوان حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا اونٹ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس اونٹ کے بارے میں رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو۔ جس نے تمہیں اس اونٹ کا مالک بنایا ہے۔ یہ میرے پاس شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور مشقت سے کام لیتے ہو'' اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن عبداللہ بن اسماء سے، ابوداؤد نے اسے مہدی بن میمون سے روایت کیا ہے۔ ابن ماجہ نے اس کا ابتدائی حصہ مہدی سے روایت کیا ہے۔ ابن النعمان نے اپنی سند سے ''مصباح الظلام'' میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ ایک اونٹ بھاگتا ہوا حاضر ہوا۔ وہ گھبرا کر آپ کے سراقدس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اونٹ! پرسکون ہو جا۔ اگر تو سچا ہے تو تیرا سچ تیرے لیے ہے۔ اگر تو جھوٹا ہے تو تیرا جھوٹ تیرے لیے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے ہم سے پناہ مانگنے والے کو امن دیا ہے۔ ہماری پناہ لینے والا خسارے میں نہیں ہوتا۔'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''اس کے مالک اسے ذبح کرنا اور کھانا چاہتے ہیں۔ یہ بھاگ کر آ گیا ہے۔ اس نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کی ہے۔'' ہم اسی حالت پر تھے کہ اس کے مالک بھاگتے ہوئے آئے۔ جب اونٹ نے انہیں دیکھا تو وہ آپ کی سمت آ گیا۔ وہاں پناہ لی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! تین دن سے ہمارا اونٹ ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے۔ یہ ہمیں آپ کے سامنے سے ملا ہے۔'' حضور والی بے کساں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شکایت کر رہا ہے۔ شکایت مایوس ہو گئی ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تمہارے ہاں پروان چڑھا۔ تم گرمیوں میں اس پر سوار ہو کر گھاس کی جگہ جاتے رہے۔ سردیوں میں اس پر سوار ہو کر اون کی جگہ جاتے رہے۔ جب یہ بڑا ہوا تو تم نے اسے سانڈ بنا دیا۔ رب تعالیٰ نے تمہیں اس سے چرنے والے اونٹ عطا کیے۔ جب یہ اس عمر کو پہنچ گیا تو تم نے اسے ذبح کرنے اور اس کا

گوشت کھانے کا ارادہ کرلیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ کی قسم! اسی طرح ہے۔"
آپ نے فرمایا: "یہ ایک عمدہ سلوک کی اس کے مالکوں کی طرف سے کیسی جزاء ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نہ ہم اسے بیچیں گے نہ ہی اسے ذبح کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے تم سے مدد طلب کی مگر تم نے اس کی مدد نہ کی۔ میں اس پر رحمت کرنے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں۔" آپ نے اسے خرید ا اور آزاد کر دیا۔" امام بیہقی نے دلائل میں عطیہ بن ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ہرنی کے پاس سے گزرے جو کسی خیمے کے ساتھ باندھی گئی تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے آزاد کر دیں حتیٰ کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں، پھر میں واپس آجاؤں تو آپ مجھے باندھ دینا۔" آپ نے فرمایا: "کسی قوم کا شکار کسی قوم کی باندھی ہوئی۔" آپ نے اس سے وعدہ لیا۔ اس نے آپ کو وعدہ دیا تو آپ نے اسے کھول دیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد وہ آگئی۔ اب اس کی کھیری خالی تھی۔ آپ نے اسے باندھ دیا، پھر اس خیمے کا مالک آیا۔ آپ نے ان سے ہرنی مانگ لی۔ انہوں نے آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر درندے موت کے متعلق اس طرح جانتے جیسے تم جانتے ہو تو تمہیں کھانے کے لیے موٹا جانور دستیاب نہ ہو سکتا۔" اس ضمن میں اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ آپ کے معجزات کے ابواب میں ہو چکا ہے۔

❁❁❁

پانچواں باب

وصال کے بعد آپ سے توسل

الطبرانی اور البیہقی نے متصل سند کے ذریعے ثقہ راویوں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص گاہے بگاہے اپنی ضرورت کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا تھا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے نہ ہی اس کی ضرورت میں غور و فکر کرتے۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور یہ داستان غم سنادی۔ حضرت ابن حنیف نے فرمایا: "وضو کرنے والا برتن لے آؤ۔ اس سے وضو کرو، پھر مسجد جاؤ دو رکعتیں ادا کرو پھر یہ دعا مانگو:

اللّٰھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبینا محمد نبیّ الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربّی فنقضی حاجتی۔

پھر اپنی ضرورت کا تذکرہ کرو چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ وہ شخص گیا۔ اسی طرح کیا جیسے حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا تھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ دربان آیا۔ اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔ حضرت عثمان غنی

ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا، پھر فرمایا: ''تمہاری حاجت کیا ہے؟'' اس نے ضرورت عرض کی تو انہوں نے فرمایا: ''تم نے ابھی تک مجھے اپنی حاجت بیان کیوں نہیں کی؟ اب تمہیں جو بھی ضرورت پیش ہو مجھے بتا دینا۔'' وہ شخص وہاں سے روانہ ہو کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اس نے ان سے عرض کی: ''رب تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ وہ تو نہ میری طرف توجہ کرتے تھے نہ ہی میری التجاء کو سنتے تھے حتیٰ کہ میں ان سے بات کرتا۔'' حضرت ابن حنیف نے فرمایا: ''بخدا! میں نے یہ کلمات اپنی طرف سے تمہیں نہیں بتائے، مگر میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ اپنی بصارت کے بارے میں عرض کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: ''کیا تم صبر کرو گے؟'' اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ساتھ لے کر آنے والا کوئی نہیں ہے؟ مجھ پر یہ گراں گزر رہا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''وضو کے برتن کے پاس جاؤ۔ وضو کرو۔ دو رکعتیں پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا مانگو۔'' حضرت ابن حنیف نے فرمایا: ''بخدا! ہم جدا نہ ہوئے تھے کچھ ہی وقت کے بعد وہ شخص ہمارے پاس آیا گویا کہ اسے کچھ تکلیف نہ تھی۔''

امام نووی نے اپنی ''تہذیب'' میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے شام کی فتوحات میں شرکت کی۔ یہ دمشق کی فتح کی بشارت لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سات ایام میں مدینہ طیبہ پہنچے جب کہ مدینہ طیبہ سے شام اڑھائی ایام میں پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کی قبر انور کے پاس دعا مانگی تھی اور آپ کا وسیلہ دے کر رستہ کے قریب ہونے کی دعا مانگی تھی۔''

شیخ تقی الدین ابن صلاح نے ''کلامہ علی بعض المسائل'' میں فرمایا ہے کہ بعض علماء کرام نے آپ کے معجزات کو شمار کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ انہوں نے معجزات کی تعداد ایک ہزار لکھی ہے۔ ہم نے مختصر شمار کیے تو یہ کئی گنا نکلے، کیونکہ یہ ان معجزات پر مشتمل نہیں ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں ظہور پذیر ہوئے، بلکہ یہ آپ کے بعد بھی لگاتار رونما ہوتے رہے کیونکہ آپ کے علماء کرام کی کرامات، سائلین کے سوالات برآنا اور ان کی امداد ہو جانا اور اپنی مشکلات میں آپ کا وسیلہ پیش کرنا ان کے لیے قاطع دلائل ہیں اور ساطع معجزات ہیں۔ جنہیں عدد شمار نہیں کر سکتا نہ ہی کوئی حد محدود کر سکتی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''امام علامہ سیدی ابو عبد اللہ بن نعمان نے اس موضوع پر ایک کتاب رقم کی ہے۔ اس کا نام انہوں نے ''مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام فی الیقظة والمنام'' انہوں نے عجیب العجائب واقعات تحریر کیے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر اس شخص کو کچھ بھی شک باقی رہتا۔ تم وہ کتاب ضرور پڑھو۔ وہ اس باب کی جامع کتاب ہے۔

''مولا! ہم تجھ سے التجاء کرتے ہیں۔ تیرے نبی کریم ﷺ کے طفیل تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ تو سارے امور میں ہماری عاقبت کو عمدہ فرما، تو ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا لے۔'' کچھ امور کا تذکرہ آپ کے معجزات میں گزر چکا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ان کی طرف رجوع کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❀❀❀

درود وسلام

پہلا باب

آیت کریمہ کے فوائد

۱۔ اس امر پر اجماع ہے کہ اس آیت طیبہ میں اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی تعظیم بیان کی ہے۔ آپ کے منصب کو اتنا رفیع کیا ہے جو کسی اور آیت طیبہ میں نہیں۔ یہ آیت طیبہ مدنیہ ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے حبیب لبیب ﷺ کے ملاء اعلیٰ میں منصب رفیع سے آگاہ کر رہا ہے کہ وہ ملائکہ مقربین آپ علیہ السلام کی تعریف کرتا ہے۔ ملائکہ آپ کے حضور درود وسلام پیش کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی کے باسیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر درود وسلام کے پھول نچھاور کیا کریں۔ سارے علوی اور سفلی عالمین کے باسیوں کی ثناء اور تعریف آپ کے لیے جمع ہو جائے۔" اللہ رب العزت نے "یصلّون" مضارع کا صیغہ استعمال کیا ہے، جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، تاکہ یہ اس امر پر دلالت ہو سکے کہ رب تعالیٰ اس کے سارے فرشتے ہمیشہ ہمیشہ سے آپ پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں۔ اولین و آخرین کے مطلوب کی انتہاء یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی درگاہ والا سے ایک دفعہ صلوٰۃ (رحمت) نصیب ہو جائے ان کے لیے یہ کہاں؟

۲۔ الصلاۃ کا مادہ اشتقاق اور اس کا لغوی اور شرعی معنی۔ الصلاۃ کے لغت میں دو معانی ہیں۔

۱۔ دعا، تبرک۔ اسی سے رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ (التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ: نیز دعا مانگئے ان کے لیے بیشک آپ کی دعا ہزار تسکین باعث ہے ان کے لیے۔

وَصَلَوٰتِ الرَّسُولِ ۚ (التوبۃ:۹۹)

ترجمہ: اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا (التوبۃ:۸۴)

ترجمہ: اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی۔

اس سے الصلاۃ علی الجنازۃ ہے یعنی میت کے لیے دعا۔ دعا کو صلاۃ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دعا مانگنے والے کا قصد تمام خوبصورت مقاصد کو شامل ہوتا ہے۔ یہ سائلین کے اختلاف کے حساب سے ہوتا ہے۔

۲۔ عبادت۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان اسی معنی پر دلالت کرتا ہے" جب تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف دعوت دی جائے تو اسے قبول کر لے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو اس کے لیے برکت کی دعا کر دے "فلیصل" "فلیدع" کے معنی میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی دعا ہے۔ اس سے وہ اشکالات دور ہو جاتے ہیں جو شرعی صلاۃ (نماز) کے نام پروارد ہوتے ہیں کہ کیا یہ لغت میں اپنے موضوع سے منقول ہے۔ اس طرح یہ حقیقت شرعی ہے نہ کہ مجاز شرعی۔ اس طرح صلاۃ لغت کے اعتبار سے اپنے مسمّٰی پر باقی ہے۔ یہ دعا ہے۔ دعا، دعائے عبادت ہے اور دعائے مسئلہ ہے۔ نمازی اپنی تکبیر سے لے کر سلام تک دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کے مابین ہوتا ہے۔ وہ صلاۃ حقیقیہ میں ہے نہ مجازی طور پر نہ ہی نقلی طور پر لیکن اس نے صلاۃ کے اسم کو اس مخصوص عبادت کے ساتھ مختص کیا۔ دیگر تمام الفاظ کو چھوڑ دیا جنہیں اہل لغت و عرف نے ان کے کچھ مسمیات کے ساتھ مختص کیا ہے جیسے دابہ، راس۔ یہ اس کی غایت ہے کہ لفظ کو مخصوص کرنا اور اس کو اس کے بعض موضوع تک قصور کرنا۔ یہ اس کے اصلی موضوع سے نقل اور خروج کو لازم نہیں کرتا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ دعاء عبادۃ۔ دعاء مسئلہ۔ عابد دعا مانگنے والے کی مانند سائل ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ان دونوں معانی کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (غافر:۶۰)

ترجمہ: مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے" میری اطاعت کرو۔ میں تمہیں ثابت قدم کر دوں گا۔" دوسرا معنی یہ ہے" تم مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں عطا کروں گا۔" ابن القیم نے لکھا ہے صحیح موقف یہ ہے کہ دعا دونوں انواع کو شامل ہے۔ صلاۃ مصلّی، مصلّی لہ اور مصلّی علیہ کے اعتبار سے مختلف حالات پر دلالت کرتی ہے۔ مصلّی کی حالت کے اعتبار سے ایک معنی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ملائکہ میں آپ کی تعریف کرتا ہے۔ فرشتوں کا درود پاک یہ ہے کہ وہ آپ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اسے امام بخاری نے ابو العالیہ سے روایت کیا ہے، دوسرا موقف یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے درود پاک سے مراد رحمت ہے، ملائکہ کا درود پاک استغفار ہے۔ اسے امام ترمذی نے حضرت سفیان اور دیگر اہل علم سے روایت کیا ہے۔ القرافی نے یہ ترجیح دی ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے درود پاک کا معنی مغفرت ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ رب تعالیٰ کا صلاۃ یہ ہے" سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" اسے ابن ابی حاتم نے عطاء بن ابی رباح سے اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے علامہ ماوردی نے لکھا ہے" یہ اظہر الوجوہ کے اعتبار سے رب تعالیٰ کی طرف سے رحمت، ملائکہ کی طرف سے استغفار اور مومنین کی طرف سے دعا ہے۔"

قاضی عیاض نے ابوبکر قشیری سے روایت کیا ہے کہ آپ پر درود پاک سے مراد تشریف اور عزت و تکریم کی زیادتی ہے۔آپ کے علاوہ کے لیے یہ رحمت ہے۔جہاں تک ہمارے درود پاک کا تعلق ہے تو اس سے مراد ایسے اسباب سے آپ کی تعظیم بجالانا ہے جو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول کے لیے چاہیے۔ہمارے اس قول کا معنی ہے:

اللهم صلّ على محمد. اللهم اعطه في الدنيا باعلاء ذكره و اظهار دنه و ابقاء شريعته و في الآخرة تشفيعه في امته و اجزال اجره و مثوبته و ابداء فضله لِلاولين و الآخرين بالمقام المحمود و تقديمه على كافّة المقربين الشهود۔

اگر یہ درود پاک ہم پر واجب ہے تو یہ درجات اور مراتب کا حامل ہے۔جب آپ کی امت میں سے کوئی ایک آپ پر یہ درود پاک پڑھتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔یہ بھی روا ہے کہ ہم جس جس چیز کا نام لیں۔رب تعالیٰ اس دعا کے ذریعے ہر ہر چیز میں اضافہ کر دے، کیونکہ ہم کسی ایسی چیز کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر ہیں جو آپ کے امر کو عظیم بنا دے۔آپ کی قدر و منزلت کو بلند کر دے، کیونکہ یہ رب تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے۔اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر درود و سلام پڑھیں۔آپ کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کریں۔رب تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ آپ کو ان مناصب رفیعہ تک پہنچا دے، تاکہ آپ کا حق ادا ہو سکے۔رب تعالیٰ کے حریم ناز میں آپ کو مزید قرب مل سکے۔آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کا بدلہ چکا دیں جو ہم پر احسان کرے۔اگر ہم عاجز آجائیں تو دعا دے کر اس کا بدلہ چکا دیں۔رب تعالیٰ نے ہماری راہ نمائی کی۔جب اسے علم ہو گیا ہم اس سے عاجز ہیں اس نے ہمیں حکم دیا کہ آپ کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں تاکہ اس احساس کا بدلہ چکا سکیں جو آپ نے ہم پر فرمایا ہے۔" یہ مؤقف ابن عبد السلام کا ہے۔

حضرت ابن عربی نے لکھا ہے کہ درود پاک کا فائدہ درود شریف پیش کرنے والے کی طرف ہی لوٹتا ہے، کیونکہ یہ عقیدہ کا اخلاص، نیت کا خلوص، اظہار محبت، اطاعت پر مداومت اور واسطہ کریمہ کے احترام پر دلالت کرتا ہے۔

امام سہیلی نے رقم کیا ہے۔" اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ہر اہل ایمان پر واجب ہے کہ آپ پر درود و سلام پیش کرے۔ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ آپ پر درود شریف پڑھنے میں مصروف ہو جائے۔آپ کے وصال کے بعد آپ پر درود شریف پیش کرنا اسی قبیل کے ساتھ ہے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں فرشتوں کا سلام اور متاخر زمانہ میں سلام دو امور کا احتمال رکھتا ہے۔

(۱) یا تو یہ علی سبیل الاوجب ہو۔یہ آپ کی نسبت کے اعتبار سے ہو۔(۲) یہ علی سبیل الافضل ہو یہ آپ کی نسبت کے اعتبار سے ہو۔یہ مؤقف زیادہ اقرب ہے دونوں احتمالوں پر خصوصیت ثابت ہے۔پہلے احتمال پر تو یہ ثابت ہے۔دوسرے احتمال پر اس لیے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کے حق میں اس کا فعل جملہ ہے۔یہ شرط نہیں ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ابن نعمان نے اپنے شیخ ابن عبد السلام سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنا ہماری طرف سے آپ

کے لیے شفاعت نہیں ہے۔ہم جیسے آپ جیسی عظیم ہستی پاک کے لیے کیسے شفاعت کر سکتے ہیں لیکن رب تعالیٰ نے ہمیں اس احسان کا بدلہ چکانے کے لیے ہمیں حکم دیا ہے جو آپ نے ہم پر انعام فرمایا ہے کیونکہ ہم آپ کا بدلہ چکانے سے عاجز ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے ہی التجاء کرتے ہیں وہ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔ جب ہم سید الاولین والآخرین ﷺ کا بدلہ چکانے سے عاجز ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کی طرف رغبت کرتے ہیں ہم آپ پر درود پاک پڑھتے ہیں، تاکہ آپ پر ہمارا درود پاک آپ کے احسان و افضال کا بدلہ بن سکے جو آپ نے ہم پر فرمائے ہیں، کیونکہ کوئی احسان آپ کے احسان سے افضل نہیں ہے۔"

امام سہیلی نے تحریر کیا ہے" درود پاک کے حکم میں کئی مذاہب ہیں (۱) مطلق مستحب ہے یہ ابن جریر الطبری کا قول ہے۔انہوں نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، بعض علماء کرام نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ جو ایک بار درود پاک سے زائد ہو۔یہ متعین ہے۔ابن القصار وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصر کے بغیر واجب ہے، لیکن وہ کم از کم وہ تعداد جس سے اجزاء حاصل ہوتا ہے وہ ایک بار ہے۔

ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ علماء کرام کا اجماع ہے کہ آپ پر درود شریف بھیجنا ہر مؤمن پر فرض ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو۔

ایک قول یہ ہے کہ درود شریف ساری زندگی میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔جیسے کلمہ توحید اور رب تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرنا۔ابن حزم اور احناف میں سے ابو بکر رازی نے اسی طرح لکھا ہے۔امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ زندگی میں ایک دفعہ آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ہر وقت آپ پر دورد پاک پڑھنا سنن مؤکدہ کے واجبات میں سے واجب ہے۔اس مؤقف کی طرف ابن عطیہ سبقت لے گئے ہیں کہ ہر حال میں آپ پر درود پاک پڑھنا سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔اس سے وہی غفلت برتتا ہے جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔"ابن القصار نے لکھا ہے "ہمارے اصحاب سے مشہور یہ ہے کہ یہ فی الجملہ انسان پر واجب ہے۔اس پر فرض ہے کہ وہ زندگی میں ایک بار آپ پر درود پاک پیش کرے، بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہو۔"

علامہ فاکہی نے لکھا ہے کہ یہ مشہور معنی میں ہے یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس سے اختلاف کیا ہو۔ایک قول یہ ہے نماز کے آخری قعدہ میں واجب ہے۔یہ امام شافعی اور ان کے پیروکار کا مذہب ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ تشہد واجب ہے۔یہ امام شعبی اور ابن راھویہ کا قول ہے۔ایک مؤقف یہ ہے کہ یہ محل کی تعیین کے بغیر نماز میں واجب ہے مالکیہ میں سے ابو بکیر نے اسے نقل کیا ہے۔ایک مؤقف یہ ہے کہ تعداد کی تقیید کے بغیر اس کی کثرت واجب ہے۔

بعض مالکیہ نے لکھا ہے "یہ مجمل اسلامی فرض ہے جو کسی معین تعداد یا معین وقت کے متعلق نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر خیر ہو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ یہ امام طحاوی، احناف میں سے ایک گروہ حلیمی اور شوافع میں سے ایک گروہ کا موقف ہے۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ زیادہ محتاط موقف یہی ہے۔ ایک موقف یہ ہے کہ ہر محفل میں ایک بار درود شریف پڑھا جائے خواہ اس میں آپ کا ذکر جمیل بار بار ہو۔ یہ زمخشری نے بیان کیا ہے۔ ایک موقف یہ ہے کہ ہر دعا میں آپ پر درود پاک پڑھا جائے۔ اسے بھی انہوں نے ہی بیان کیا ہے۔

۳- ایک فائدہ وہ بھی ہے جسے حضرت سہل بن محمد نے بیان کیا ہے کہ یہ شرف، آدم کو مسجود ملائک کرنے سے زیادہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ رب تعالیٰ ان فرشتوں کے ساتھ ہو۔ وہ شرف جس کا صدور اللہ رب العزت سے ہو وہ اس شرف سے افضل ہے جو ملائکہ کے ساتھ مختص ہو۔"

۴- ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو فدیک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اس شخص سے سنا جس کو میں نے پایا کہ جو آپ کی قبر انور کے پاس کھڑا ہوا۔ مذکورہ بالا آیت طیبہ پڑھے پھر یوں عرض کرے: "صلی اللہ علیك یا محمد (ﷺ)" "ستر بار یوں عرض کرے۔ تو ایک فرشتہ اسے ندا کرتا ہے اے فلاں! تیری کوئی حاجت نہ رہے گی۔"

۵- اس آیت طیبہ میں "النبی" کے مبارک لفظ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں مبارک اسم "محمد" کا تذکرہ نہیں کیا۔ جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا یا آدم، یا یحییٰ، یا عیسیٰ، یا ابراہیم علیہم السلام اس میں وہ شرف و قدر ہے جسے سارے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کے منصب بلند اور سارے انبیاء کرام سے افضل ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ جب ہمارے نبی کریم ﷺ کا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ذکر کیا گیا خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر نام لے کر کیا گیا۔ حبیب لبیب ﷺ کا ذکر پاک لقب کے ساتھ کیا گیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ (آل عمران:۶۸)

ترجمہ: بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم علیہ السلام سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی۔

جس جگہ آپ کا اسم گرامی ذکر کیا ہے وہ کسی مصلحت کی بنا پر ہے جو اس کا تقاضا کرتی ہے۔

۶- اولیٰ یہ ہے کہ یہ الف لام کے ساتھ ہو۔ یہ غالب حالت ہے جیسے المدینہ۔ گویا کہ آپ اس کے ساتھ معروف حقیقی ہیں۔ سارے انبیائے کرام سے مقدم ہیں۔

۷- سارے ملائکہ آپ پر درود شریف پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے سارے انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر صرف آپ کی ذات ستودہ صفات کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے۔

تنبیہ

اکثر یہ سوال ہوتا ہے کہ تسلیم کو تو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے، مگر صلاۃ کو اس طرح مؤکد نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب علامہ فاکہانی نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے "صلاۃ کا لفظ صلاۃ اللہ وملائکتہ سے مؤکد ہے، لیکن السلام کی کیفیت اس طرح نہیں ہے، لہٰذا اس کی لفظ کے ساتھ تاکید لگانا عمدہ ہے، کیونکہ وہاں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کے قائم مقام ہو۔"

الحافظ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ جب الصلاۃ کو السلام پر مقدم کیا یہ تقدیم اہتمام میں اضافہ کے لیے تھی تو عمدہ یہ تھا کہ السلام کا مرتبہ ذکر میں متاخر ہوتا کہ اہتمام کی قلت کا وہم نہ ہو سکے کہ یہ متاخر ہے۔ صحیح علم اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

۸۔ اعراب کے بارے میں گفتگو۔ الملائکۃَ پر نصب میں اختلاف ہے۔ العشرۃ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ شاذ روایت ہے جو ابو عمرو سے مروی ہے۔ اِنَّ کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اسے نصب دی گئی ہے۔ یہ اسم کریم ہے۔ کوفیین کے مذہب کے مطابق اِنَّ کے اسم کے محل کی وجہ اسے رفع بھی دیا گیا ہے۔ بصریوں کے ہاں یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی ملائکتہ یصلون' مذکور یصلون اسی پر دلالت کرتا ہے۔ مبتداء کا مفرد اور خبر کا جمع ہونا اسے نقصان نہیں دیتا، کیونکہ کبھی کبھی تعظیم کے لیے یہ جمع واقع ہوتا ہے، جیسے بعض نے اس کا تذکرہ کیا ہے بلاشبہ کبھی کبھی حرف نداء "ادعو" کے قائم مقام ہوتا ہے جبکہ منادی مفرد مبنی برضمہ ہوتا ہے امام نسائی کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا ضمہ اس اعراب کا ضمہ ہے جو اسے نداء کے ساتھ ملانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اس میں "ای" محل نصب میں ہے یہ ایک مبہم اسم ہے۔ یہ اس چیز کا محتاج ہے جو اس کے ابہام کو دور کر دے۔ اس کے پیچھے اسم جنس ہونا ضروری ہے، یا جو اس کے قائم مقام ہو سکے۔ جیسے اسم اشارہ جو اس سے متصف ہو حتیٰ کہ مقصود بالنداء صحیح ہو سکے، جو اس میں عمل کر رہا ہے، جو اس کی صفت ہے۔ وہ اس سے جدا نہ ہوگی کیونکہ اسے بنفسہٖ استقلال حاصل نہیں ہے۔

۹۔ اس کے نزول کا سبب۔ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم یہ جان گئے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

۱۰۔ اس کی ما قبل سے مناسبت۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ان حقوق کا تذکرہ کیا جو آپ کے ساتھ مختص ہیں امت جن میں شامل نہیں ہے۔ جیسے اس عورت سے نکاح حلال ہونا جو اپنا آپ آپ کو پیش کرے۔ آپ کی تعظیم و توقیر، آپ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام ہونا۔ ان کا ان کے باپ بیٹوں سے پردہ نہ کرنا۔ ان کا ان کے پاس اور ان کا ان کے پاس جانا تو رب تعالیٰ اس آیت طیبہ میں بیان فرما دیا کہ آپ ملاءِ اعلیٰ میں بھی محترم ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر۔

اس امر میں علماء کرام کا اجماع ہے کہ اس آیت طیبہ میں آپ کی وہ تعظیم وتکریم بیان کی گئی ہے جو کسی اور میں نہیں۔ آپ کا ذکر خیر ساتوں آسمانوں میں، مستوی، قلموں کے چلنے کی جگہ، عرش، کرسی سارے ملائکہ مقربین اور سارے آفاق میں پھیل گیا۔

۱۱۔ اس کے نزول کے اسباب۔ روایت ہے کہ یہ آیت طیبہ سورۃ الاحزاب میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے کاشانہ نبوی میں آنے کے بعد ہوا۔ اس کے بعد کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا۔ الحافظ ابوذر الہروی نے لکھا ہے کہ یہ آیت طیبہ ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ شب معراج نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق اس کا نزول پندرہ شعبان کو ہوا۔

۱۲۔ ملائکہ پر گفتگو۔ ملائکہ ملک کی جمع ہے۔ یہ کس سے مشتق ہے۔ اس میں چھ اقوال ہیں۔ ان کی ماہیت، حقیقت، عصمت اور انبیاء کرام پر فضیلت کے متعلق پر بہت سے اقوال ہیں۔ جمہور علماء کا موقف ہے کہ یہ لطیفہ ھوائیہ اجسام ہیں جو مختلف اشکال بنالینے پر قادر ہوتے ہیں یہ متفرق شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف ہے کہ انبیائے کرام ان سے افضل ہیں۔ "ملکۃ" میں الہاء تانیث الجمع کے لیے ہے جیسے صلادمہ۔ دوسرا قول ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے جیسے علامہ میں ہے اور یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کا حذف کرنا شاذ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: یا ابا خالد صلّت علیك الملائكة۔ ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ (المدثر:۳۱)

ترجمہ: اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے۔

"النبی" پر گفتگو اس کتاب کی ابتداء میں تفصیل سے ہو چکی ہے۔

۱۳۔ اس آیت طیبہ میں اسم جلالت ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ اکثر علماء کرام کے نزدیک اسم اعظم ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی۔ جیسے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر اسی کے ساتھ کی گئی ہے۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ۟ (مریم:۶۵)

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہم مثل ہے۔

اسی کی طرف مضاف ہوتا ہے کہا جاتا ہے "الرحمٰن الرحیم اسم اللہ" اس کے برعکس نہیں ہو سکتا۔ سارے اسماء حسنیٰ اسی طرح ہیں، کیونکہ اس کے حروف میں سے کسی حرف کے کم ہو جانے سے اس میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جب ہمزہ ساقط ہو جائے تو میں کہتا ہوں: "للہ الامر" اگر پہلی لام کو ساقط کر دو تو کر دو "لہ ملك السمٰوات والارض" اگر تم

دوسری لام کو ساقط کر دو تو کہو: "ھو الاول والآخر۔"
رب تعالیٰ نے فرمایا: "آمنوا" اور "یا ایھا الناس" نہ فرمایا۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس نے شریعت مطہرہ کی فروع سے کفار کو مخاطب کیا ہے، کیونکہ درود شریف قرب کا ذریعہ ہے، لہٰذا اہلِ ایمان کو اس کے ساتھ مختص فرمایا۔ اسے "علی" سے متعدی کیا۔ اس سے مراد "دعا" ہے، کیونکہ "صلوا علیه" سے مراد ہے کہ یوں کہو: "اللھم صلّ علی محمد" جیسے آپ نے اس عرض کے جواب میں فرمایا تھا: "ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یوں عرض کرو: "اللھم صلّ علی محمد"

۱۴- اللہ تعالیٰ نے صلاۃ کو مقدم فرمایا تا کہ اہل ایمان کو اس سے ترغیب مل سکے اور انہیں ترک کرنے پر ترہیب ہو سکے۔

۱۵- اللہ تعالیٰ کا آپ پر درود شریف پڑھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائک کے شرف سے زیادہ اعلیٰ ہے۔
علامہ فاکہانی نے لکھا ہے: "آپ پر درود شریف، اللہ تعالیٰ کی صلاۃ اور اس کے ملائکہ کے درود شریف سے مؤکد ہے، لیکن السلام کی کیفیت اس طرح نہیں ہے اسے مصدر سے مؤکد کر دیا۔
الحافظ نے لکھا ہے "جب الصلاۃ لفظ میں السلام سے مقدم ہے یہ تقدم اہتمام میں فضیلت پر دلالت کر سکتا تھا۔ السلام کو اس کے تاخر کی وجہ سے مؤکد کرنا بہت عمدہ ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

دوسرا باب

آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم

رب تعالیٰ نے آپ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب:۵۶)
ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور بڑے ادب و محبت سے سلام عرض کیا کرو۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔ تمہارا درود و سلام مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔" (الطبرانی، ابوداؤد اور نسائی)

آپ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔"

(مسلم، ابوداؤد اور ترمذی)

آپ نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔"

(مسلم، ابوداؤد اور ترمذی)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تمہارا مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے گناہوں کی بخشش ہے۔ میرے لیے درجہ اور وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ رب تعالیٰ کے ہاں میرا وسیلہ تمہارے لیے شفاعت ہے۔" ابن عساکر نے اسے امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھو۔ رب تعالیٰ تم پر اپنی رحمت بھیجے گا۔" ابن ابی حاتم نے جید سند سے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مرسلین پر درود پڑھو تو ان کے ہمراہ مجھ پر بھی درود شریف پڑھا کرو میں رب العالمین کا رسول ہوں۔"

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر اور سارے انبیائے کرام علیہم السلام پر درود شریف پڑھا کرو۔" ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ دس بار اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔" دیلمی نے اسناد کے بغیر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھا کرو اسے تمہارے لیے دوگنا چوگنا کر دیا جاتا ہے۔"

ابن بشکول نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے نصیحت کی کہ میں حضر و سفر میں نماز چاشت پڑھا کروں۔ میں وتر پڑھ کر سوؤں۔ آپ پر درود پاک پڑھا کروں۔"

ان سے ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ قبر میں تمہیں سب سے پہلے میرے متعلق پوچھا جائے گا۔" الحافظ السخاوی نے "القول البدیع" میں لکھا ہے "میں اس کی سند سے آگاہ نہیں ہوا ہوں۔" دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس بن مالک سے یا حضرت انس نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم مرسلین پر درود پڑھنے لگو تو مجھ پر بھی درود شریف پڑھو۔ میں بھی مرسلین میں سے ایک (عظیم الشان) رسول ہوں۔" اس روایت کو ابن ابی عاصم نے دوسرے الفاظ سے یوں روایت کیا ہے۔ "جب تم مجھ پر درود شریف پڑھو تو دیگر رسل عظام علیہم السلام پر بھی درود پڑھا کرو۔" المجد اللغوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ صحیحین میں اس کے راویوں کی وجہ سے اس سے استدلال ہوسکتا ہے۔

امام احمد، ابونعیم، بخاری نے الادب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے ہاں میرا ذکر خیر ہو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود شریف پڑھے جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ دس بار اس پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اسے الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے، لیکن اس میں مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔" امام احمد اور ابوشیخ نے "الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ضعف ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر دورود و سلام پڑھا کرو۔ مجھ پر تمہارا درود شریف پڑھنا تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ اس روایت کو حارث اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے "رب تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔" یا تو صحابہ کرام نے پوچھا یا آپ نے خود فرمایا: "وسیلہ جنت میں ایک بلندترین مقام ہے جو صرف ایک ہستی کو ملے گا مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔"

ابوالقاسم التیمی نے الترغیب میں لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ یہ جنت کا بلندترین درجہ ہے۔ یہ صرف ایک شخص کے لیے ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں۔"

"یصلّون" فعل مضارع کا صیغہ ہے جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ خصوصاً جبکہ رب تعالیٰ جل وعلا اور اس کے بارے فرشتے آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان آپ پر کثرت سے درود شریف نہ پڑھیں اور اس سے غافل ہو جائیں۔" یہ فاکہانی نے لکھا ہے۔

❁❁❁

تیسرا باب

جو صلاۃ و سلام عرض نہ کرے اس کے لیے وعید

حاکم نے مستدرک میں، انہوں نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ الطبرانی، بخاری نے "الادب المفرد" میں، اسماعیل القاضی اور بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء المقدسی نے ثقہ راویوں سے حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منبر لے کر آؤ۔" ہم نے منبر پاک حاضر کر دیا۔ جب آپ اس کی ایک سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: "آمین" دوسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: "آمین" جب تیسری سیڑھی چڑھے تو فرمایا: "آمین" جب آپ نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ سے وہ کچھ سنا ہے جو پہلے نہ سنتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "میرے سامنے حضرت

جبرائیل امین آئے۔" انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو رمضان المبارک کو پائے مگر اس کی مغفرت نہ ہو۔" میں نے کہا: "آمین" آپ نے فرمایا: "جب میں نے دوسری سیڑھی پر پاؤں مبارک رکھا تو انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا جائے مگر وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھے۔" میں نے کہا: "آمین" جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا: "اس شخص کے لیے ہلاکت جس نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے وقت اپنے پاس پایا۔ وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا (وہ اسے جنت میں داخل نہ کر سکے) میں نے کہا: "آمین"

حاکم نے مستدرک میں، الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے عمران بن ابان کے، ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے، جبکہ بعض محدثین نے انہیں ضعیف کہا ہے نے ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے "حضور اکرم رحمت عالم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، تو آپ نے فرمایا: "آمین" وہ ہلاک ہو گیا۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے اس کی بخشش نہ ہوئی۔" دوسرے الفاظ میں ہے "جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل امین نے کہا: "وہ شخص ہلاک ہو گیا جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔" میں نے کہا: "آمین"

امام بخاری نے الادب المفرد میں، الطبرانی نے اوسط میں، الطبری نے تہذیب میں اور دارقطنی نے "الافراد" میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حسن ہے۔ امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے جب پہلی سیڑھی پر چڑھے۔" یا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "وہ شخص بدبخت ہے جس نے رمضان المبارک پایا۔ رمضان المبارک گزر گیا مگر اس کی بخشش نہ ہوئی۔" حافظ سخاوی نے "القول البدیع" میں لکھا ہے "ضیاء نے اسے المختارہ میں طیالسی کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یہ میرے نزدیک امام مسلم کی سند پر ہے۔" لیکن اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ بخاری نے اسے الادب المفرد میں ذکر کیا ہے۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اسے حضرت ابوہریرہ سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "حضور اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔" آپ نے فرمایا: "آمین آمین آمین" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ منبر پر جلوہ نماز ہوئے ہیں۔ آپ نے آمین آمین آمین فرمایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔" انہوں نے کہا: "جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا۔ اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ وہ آگ میں داخل ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ آپ کہیں "آمین" میں نے آمین کہا۔" اسے امام بیہقی نے الدعوات میں اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اسے امام احمد، حاکم، انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "وہ شخص رسواء ہو گیا۔ جس کے پاس میرا ذکر خیر کیا گیا، مگر اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا۔"

الطبرانی اور الطبری نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا:

''جس کے پاس میرا ذکر خیر کیا گیا، مگر وہ مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔ وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔'' اسے ابن ابی عاصم، اسماعیل قاضی نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ المنذری نے لکھا ہے: ''یہ اس روایت سے مشابہ ہے ''جس کے ہاں میرا ذکر جمیل کیا گیا اور وہ مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔''

امام بیہقی نے الشعب میں اور السنن الکبریٰ میں، التیمی نے الترغیب والرشید والعطار میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند کو حسن کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔ وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔'' الحافظ ابوموسیٰ المدینی نے اسے اپنی الترغیب میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت حضرات علی المرتضیٰ، ابن عباس، ابوامامہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: ''وہ شخص رسواہ ہوگیا۔ جس کے پاس کا ذکر کیا گیا، مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔'' میں نے کہا: ''آمین۔''

امام بیہقی نے ''الشعب'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: ''جس کے سامنے آپ کا ذکر جمیل کیا گیا۔ اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔ وہ مرگیا تو اس کی بخشش نہ ہو وہ آگ کے حوالے ہو۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے۔ آپ کہیں: ''آمین'' میں نے کہا: ''آمین'' ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے کہا: ''جس کے پاس آپ کا ذکر خیر ہو وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے۔ وہ مرے تو آگ میں داخل ہو۔ رب تعالیٰ اسے ہلاک کرے آپ کہیں'' آمین'' میں نے کہا: ''آمین''۔

ابن ابی عاصم نے ''الصلاۃ'' میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ایک دن نکلا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں لوگوں میں سے بخیل ترین شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''ضرور! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''جس کے پاس میرا ذکر خیر ہو اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ وہ لوگوں میں سے بخیل ترین شخص ہے۔''

اس روایت کو اسماعیل القاضی نے عوف بن مالک کی سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: ''لوگوں میں سے بخیل ترین شخص وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر جمیل کیا جائے مگر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

امام احمد، الطیالسی، الطبرانی نے الدعاء میں، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب کوئی قوم کوئی محفل سجائے مگر اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر نہ ہو۔ نہ ہی اس میں اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا تو یہ محفل ان کے لیے حسرت ہوگی اگر وہ چاہے تو انہیں عذاب دے دے۔ اگر چاہے تو انہیں معاف کردے۔''

الطبرانی نے الکبیر اور الدعاء میں ثقہ راویوں سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: ”جو قوم بھی کسی مجلس میں بیٹھی، پھر وہ اٹھ گئی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر نہ کیا نہ ہی مجھ پر درود شریف پڑھا تو یہ مجلس ان کے لیے باعث حسرت ہوگی۔“ الدینوری نے المجالسہ میں، التیمی نے ترغیب میں، البیہقی نے الشعب میں، الضیاء نے مختارہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی قوم کسی محفل میں نہیں بیٹھی جس میں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھے تو یہ محفل ان کے لیے حسرت ہوگی۔ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گئے جو انہیں ثواب ملے گا۔ (وہ قلیل ہوگا)۔“

الضیاء نے المختارہ میں ابن عاصم کی سند سے، امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، امام بغوی نے الجعدیات میں اسے موقوف روایت کیا ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ الطیالسی، بیہقی نے الشعب میں، الضیاء نے المختارہ میں، النسائی نے ”الیوم واللیلۃ“ میں، تمام میں فوائد نے صحیح مسلم کی سند سے روایت لکھا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب بھی کوئی قوم اٹھی ہو پھر وہ ذکر الٰہی کے بغیر اٹھ گئے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے بغیر اٹھ گئے تو وہ مردار کی بو سے اٹھے۔“ الطبرانی نے ”الدعاء“ میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے ”جو قوم بھی کسی محفل میں بیٹھی پھر وہ منتشر ہوگئی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا تو وہ روزِ حشر ان پر حسرت ہوگی۔“

امام احمد نے اپنی ”مسند“ میں امام نسائی نے ”السنن الکبریٰ“ میں، امام بیہقی نے الدعوات میں، اور الشعب میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بخیل (یا مکمل) بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔“

تنبیہات

۱۔ روایت ”من نسی الصلاۃ“ کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا مشکل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ”میری امت سے خطاء اور نسیان کو اٹھالیا گیا ہے۔“ کیونکہ اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ وہ غیر مکلف ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اسے تارک پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ (التوبۃ:٦٧)

ترجمہ: انہوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں۔

۲۔ ”وان دخلوا الجنۃ“ یہ قیامت کے وقت ہوگا جو وہ ثواب سے محروم رہیں گے۔ اگرچہ وہ جنت میں چلے بھی گئے، کیونکہ انہیں دخولِ جنت سے قبل حسرت لازم ہوگی۔

۳۔ الطیبی نے لکھا ہے کہ آپ کے فرمان ”فلم یصل علی“ میں ”الفاء“ استبعادیہ ہے۔ اسی کا معنی ہے کہ یہ غافل سے بعید ہے بلکہ مؤمن سے بعید ہے کہ اس کی زبان پر معدود کلمات کا اجر و ثواب ہو۔ وہ اس پر قادر ہو۔ اسے رب

تعالیٰ کی طرف دس رحمتیں نصیب ہوں۔ اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں۔ اس کی دس خطائیں مٹادی جائیں۔ وہ اس ابر کرم کو غنیمت نہ سمجھے حتیٰ کہ وہ اس سے محروم ہو جائے یقیناً رب تعالیٰ اسے حقیر سمجھے گا۔ وہ اس پر ذلت و مسکنت طاری کر دے گا"

بعض علماء نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: "الفاء" "ثم" کے معنی میں ہے۔ یہ اس کی طرف داعی صرف اس وقت بن سکتی ہے جبکہ یہ تعقیب کے لیے ہو۔ یہ اس معنی کو اس مقام پر پست کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس سے تاخیر حاصل ہو جائے اور آپ کے ذکر خیر کے بعد آپ پر درود شریف پڑھے، بلکہ چاہیے کہ وہ آپ کے ذکر خیر کے فوراً بعد درود شریف پڑھے، حتیٰ کہ اگر اس نے تاخیر کی تو اس پر اس کی مذمت کی جائے گی۔

۴- انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا یعنی اس شخص نے والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا، جو اس کے جنت میں داخلے کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ اسناد مجازی ہے کیونکہ جنت میں دخول اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا۔

۵- "البخیل" کو الف لام کے ساتھ معرفہ ذکر کیا گیا تا کہ یہ اس امر پر دلالت کرے کہ وہ بخل میں کامل ہے جیسے مبتداء کا معرفہ ہونا تقاضا کرتا ہے علامہ فاکہانی نے لکھا ہے کہ یہ سب سے قبیح بخل اور سب سے بڑی کنجوسی ہے۔ اس کے بعد کلمۂ شہادت کا بخل باقی رہ جاتا ہے یہ اس مؤقف کو قوی کرتا ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، جیسے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے بلاشبہ آپ کا آگاہ فرمانا کہ وہ شخص رسواء ہو گیا جس کے پاس آپ کا ذکر خیر کیا گیا مگر اس نے آپ پر درود شریف نہ پڑھا۔ اس کے بخیل ہونے، بُعد، بد دعا اور بدبختی کا تقاضا وعید ہے ترک پر وعید وجوب کی علامات میں سے ہے۔ یہ امام طحاوی، بعض احناف، حلیمی، شیخ ابو کامل اسفرائینی، شوافع میں سے ایک جماعت اور حنابلہ میں سے ابن بطہ کا قول ہے۔ مالکیہ میں سے ابن ابی کا قول ہے یہ زیادہ محتاط مؤقف ہے۔ کیا نماز کے بعد درود شریف فرضِ عین ہے۔ یہ اکثر علماء کا مؤقف ہے یا فرض کفایہ ہے یہ احناف میں سے ابو اللیث سمرقندی کا مؤقف ہے انہوں نے اسے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ ہر محفل میں ایک بار واجب ہے۔ اگرچہ ذکر پاک بار بار ہو یہ زمخشری کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عمر میں ایک بار واجب ہے جیسے کہ بعض احناف کا یہ قول ہے۔ یہ امام مالک، ثوری اور اوزاعی کا قول ہے۔ قاضی عیاض اور ابن عبد البر نے اسے جمہور امت کا قول لکھا ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ عمر میں صرف ایک بار پڑھنا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے یہ ہر وقت سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔ ابن عطیہ نے لکھا ہے "حضور اکرم ﷺ پر ہر حال میں درود شریف پڑھنا سنن مؤکدہ کے وجوب کی طرح واجب ہے۔ اس کو صرف وہی ترک کرتا ہے اس سے وہی غافل رہ سکتا ہے جس میں بھلائی نہ ہو۔" ایک مؤقف یہ ہے کہ یہ حصر کے بغیر واجب ہے جس سے اجزاء حاصل ہو جائے وہ کم سے کم مقدار ایک بار ہے، بعض مالکیہ نے اس پر اجماع لکھا ہے۔ ان میں ابن القصار نے لکھا ہے "ہمارے اصحاب

سے مشہور ہے کہ یہ انسان پر واجب ہے اس پر فرض ہے کہ اس پر قدرت رکھتے ہوئے زمانہ میں ایک بار پڑھ لے۔" کچھ موقف یہ ہیں:

۱۔ آخری تشہد میں واجب ہے۔

۲۔ امام شافعی نے اسے نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا ہے۔

۳۔ یہ محل کی تعیین کے بغیر واجب ہے۔ یہ امام ابوجعفر باقر کا قول ہے۔

۴۔ تقید کے بغیر اس کی کثرت واجب ہے۔ یہ مالکیہ میں سے ابن بکیر کا موقف ہے۔

۵۔ یہ جملی اسلامی فرض ہے جو کسی تعداد کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے لیے معین وقت ہے، کیونکہ یہ افضل عبادات اور اجل الطاعات میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ رب العزت کی اطاعت کرے گا۔ اسے چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔"

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنی ذاتِ والا پر درود شریف پڑھیں۔ یہ امام شافعی کا موقف ہے یا واجب نہیں ہے۔ یہ احناف کی ہدایہ کی بعض شروح میں ہے "المشکوۃ" کے شارح نے کہا ہے کہ "البخیل" میں الف لام جنس کے لیے ہے۔ یہ کمال اور انتہاء پر دلالت کرنے کے لیے ہے۔ روایت ہے کہ بخیل وہ نہیں ہوتا جو اپنے مال میں بخل کرتا ہے، لیکن بخیل وہ ہے جو کسی اور کے مال میں بخل کرے۔ اس میں زیادہ بخیل وہ شخص ہوتا ہے جو فیاضی سے سب سے زیادہ نفرت کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ اس پر اسے جزاء دی جائے۔ جب کہ اس کے پاس رحمت عالمیاں ﷺ کا ذکر پاک کیا جائے مگر وہ آپ پر درود شریف نہ پڑھے تو اس نے خود کو روک دیا کہ اسے لبریز پیمانے سے دیا جائے۔ کیا تم اس سے بڑا بخیل کسی کو پا سکتے ہو؟ جملہ اسمیہ سے ابتداء کی ان کو تاکید کے لیے ذکر کیا ہے، پھر تاکید معنوی کے لیے "کل البخیل" کا ذکر کر دیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی بخل نہیں ہے۔

❀❀❀

چوتھا باب

صلوٰۃ وسلام کی فضیلت

امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) نسائی اور حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا رب تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل کرے گا۔" ابوموسیٰ المدینی نے اس سند سے روایت کیا ہے جس کے متعلق حافظ مغلطای نے لکھا ہے کہ اس میں

کوئی حرج نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس پر ایک ہزار رحمتیں نازل کرے گا۔ جس نے ذوق وشوق سے اضافہ کر دیا میں روز حشر اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔"

امام احمد نے حسن سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس نے حضور سرور کائنات ﷺ پر ایک بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر بار اس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ خواہ انسان قلیل درود پڑھے یا کثیر۔" امام احمد، ابن ابی عاصم، بیہقی، عبد بن حمید، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے اندر جلوہ نما ہوئے قبلہ رو ہو کر سجدہ ریز ہو گئے۔ طویل سجدہ کیا حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی ہے۔ میں آپ کے قریب گیا۔ آپ نے سر اقدس بلند کیا۔ فرمایا: "کون؟" میں نے عرض کی: "عبدالرحمان۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا کیا حال ہے؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے (اتنا طویل) سجدہ کیا ہے۔ میں نے گمان کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی۔ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ فرماتا ہے: "جو آپ پر درود شریف پڑھے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا، جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔" میں نے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ شکر ادا کیا۔"

ابویعلیٰ کے الفاظ یہ ہیں: "ہم میں سے پانچ یا چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ ہر وقت رہتے تھے کیونکہ دن یا رات کے وقت آپ کو ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔ آپ باہر تشریف لائے تھے میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ آپ بازار کے باغات میں سے ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے۔ سجدہ ریز ہو گئے۔ آپ نے طویل سجدہ کیا۔ میں رونے لگا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا ہے۔ آپ نے سر اقدس کو بلند کیا اور مجھے بلایا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی روح کو قبض کر لیا ہے۔ میں اب کبھی بھی آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا۔" آپ نے فرمایا: "میں نے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ شکر ادا کیا، کیونکہ اس نے میری امت کے بارے مجھے بشارت دی ہے۔ اس نے فرمایا: "میری امت میں سے جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے۔" ابن عساکر کے الفاظ یہ ہیں:

"میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں آپ کو وہ مژدۂ جانفزا نہ سناؤں جو رب تعالیٰ نے آپ کو آپ کی امت کے بارے بتایا ہے اور آپ میں سے آپ کی امت کو عطا کیا ہے ان میں سے جس نے آپ پر درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا جس نے آپ پر سلام بھیجا رب تعالیٰ اس

پر سلام بھیجے گا۔"

ابن قانع نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ میں اس پر دس بار رحمت نازل کروں گا۔ جو آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" الطبرانی نے الصغیر میں ضیاء نے المختارہ میں جید سند کے ساتھ حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ بعض علماء کرام نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور سراپا نظافت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے آپ نے کسی کو نہ پایا جو آپ کے پیچھے آتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے وہ برتن لے کر آپ کے پیچھے آئے۔ انہوں نے آپ کو حوض کے پاس سجدہ ریز دیکھا۔ وہ آپ کے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ حتیٰ کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس بلند فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "عمر! جب تم نے مجھے سجدہ ریز دیکھا تو تم ڈر گئے تھے مجھ سے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے انہوں نے فرمایا: "جو آپ کا امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔ اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں گے۔"

ابن ابی عاصم نے "الصلاۃ" میں، امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" اور السنن میں، امام بیہقی نے الدعوات میں حضرت ابو بردہ بن نیار سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا رحمت و رآفت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا جو امتی اپنے سچے دل سے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ اس کے دس درجات بلند کرے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔ اس کی دس برائیاں مٹا دے گا۔"

دارمی، امام احمد، امام حاکم نے اپنی صحیح میں، ابن حبان، نسائی، بیہقی نے الشعب میں اور الضیاء نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مسرت چہرۂ انور سے عیاں تھی۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔ میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ جو آپ کا امتی آپ پر ایک بار سلام عرض کرے گا۔ میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ جو آپ کا امتی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا۔ میں اس پر دس بار درود شریف پڑھوں گا، جو آپ پر ایک بار سلام عرض کرے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔" امام بغوی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت انس سے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے: "حضرت جبرائیل امین میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدۂ جانفزا لے کر آئے۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو بشارت دوں کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا آپ کا رب تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار رحمتیں نازل کریں گے۔"

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس حضرت

جبرائیل امین آئے۔انہوں نے کہا:''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم!رب تعالیٰ آپ سے فرما رہا ہے جو آپ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اور میرے فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں۔''

الطبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے کہ حضور سراپا لطف وعطا ﷺ نے فرمایا:''میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے۔انہوں نے کہا:''محمد مصطفی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا جو امتی آپ پر درود شریف پڑھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔اس کی دس برائیاں مٹادے گا۔اس کے دس درجات بلند کر دے گا۔''ایک فرشتے نے ان سے کہا۔کہا گیا:''انہوں نے آپ سے کیا کہا ہے؟''میں نے پوچھا:''جبرائیل امین!وہ فرشتہ کیسا ہے؟''انہوں نے فرمایا:''رب تعالیٰ نے آپ کی تخلیق سے لے کر آپ کی قبر انور سے نکلنے تک جو بھی آپ کا امتی آپ پر درود بھیجے تو اسے کہے گا:''رب تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔''

الطبرانی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے ہیں۔انہوں نے کہا:''اپنی امت کو بشارت دے دیں کہ جس نے آپ پر درود شریف پڑھا۔اس کے لیے اس کے بدلے دس درجات لکھ دیے جائیں گے۔''

الضیاء نے مختارہ میں،دارقطنی نے''الافراد''میں،ابن نجار نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔اچانک حضرت ابوطلحہ آئے۔وہ آپ کی طرف گئے اور آپ سے ملاقات کی۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!میرے والدین آپ پر فدا!میں آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔''آپ نے فرمایا:''ہاں!ابھی ابھی جبرائیل امین میرے پاس آئے ہیں۔انہوں نے کہا:''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم!جس نے آپ پر ایک بار درود پاک پڑھا رب تعالیٰ اس کے لیے اس کے عوض دس نیکیاں لکھ دے گا۔اس کے دس گناہ مٹادے گا اس کے دس درجات بلند کر دے گا۔''محمد بن حبیب کی روایت میں ہے:''میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا:''فرشتے دس بار رحمتیں اس پر نازل کرتے ہیں۔''

ابوالقاسم التیمی نے اپنی ترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''رب تعالیٰ کے کچھ سیاحین فرشتے ہیں جو ذکر کے حلقوں کے متلاشی ہوتے ہیں۔جب وہ کسی حلقہ کے پاس سے گزرتے ہیں۔وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں:''بیٹھ جاؤ۔جب وہ دعا مانگتے ہیں تو یہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔جب یہ درود شریف پڑھتے ہیں تو وہ ان کے ہمراہ درود شریف پڑھتے ہیں۔جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں:''ان کو بشارت ہو وہ اس طرح لوٹائیں گے کہ ان کی بخشش کر دی گئی ہوگی۔''

امام احمد اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں،امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے) امام حاکم نے اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر جاتا ہے۔دوسری روایت میں ہے:''جب

رات کا ایک ثلث گزر جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پسند ہے کہ میں آپ پر درود شریف پڑھا کروں۔ میں اپنے وقت کا کتنا حصہ آپ پر درود شریف پڑھنے کے لیے مختص کروں۔" آپ نے فرمایا: "جتنا چاہو۔" میں نے عرض کی: "چوتھائی۔" آپ نے فرمایا: "جتنا چاہو، مگر اگر اضافہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "اپنے وقت کا نصف حصہ۔" آپ نے فرمایا: "جو پسند کرو۔ اگر تم اضافہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "میں اپنے وقت کے دو ثلث آپ پر درود پاک کے لیے مختص کر دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "جو چاہو۔ اگر تم اضافہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔" میں نے عرض کی: "پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تمہارے غم مٹا دیے جائیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ تیری دنیا اور آخرت کے اہم امور کی کفایت کرے گا۔"

ابو عبداللہ بن نعمان نے کہا ہے کہ ابو جعفر عمر بن عبداللہ بن نزال نے یہ اشعار کہے ہیں:

ایا من اتی ذنبا و فارق ذلّة — و من یرتجی الرحمٰن من اللہ والقربا

ترجمہ: اے وہ شخص جو گناہ کے ساتھ آیا۔ ذلت کے ساتھ جدا ہوا، جو رب تعالیٰ سے رحمت اور قرب کا خواہاں ہے۔

تعاهد صلاۃ اللہ فی کل ساعة — علی خیر مبعوث و اکرم من نبا

ترجمہ: ہر لمحہ اس ذات بابرکات پر درود پاک پڑھا کرو جو تمام مرسلین سے بہترین اور تمام انبیاء سے معزز ہیں۔

فیکفیك همّا اتیّ هم تخافه — و یکفیك ذنبا حیث اعظم به ذنبا

ترجمہ: رب تعالیٰ تیرے تمام غموں کی کفایت کرے گا جس غم سے بھی تجھے اندیشہ ہوگا۔ خواہ وہ گناہ کتنا ہی بڑا ہو۔

و من لم یکن یفعل مان دعاءه — یجد قبل ان یرقی الی ربه حجبا

ترجمہ: جو آپ پر درود شریف نہیں پڑھتا تو اس کی دعا اس کے رب تعالیٰ کے پاس پہنچنے سے قبل حجاب پاتی ہے۔

ابن مندہ، حافظ ابو موسیٰ المدینی، انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی الرحمۃ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہر روز مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا۔ رب تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں اس کی دنیا کی پوری کرے گا۔"

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم حامل لواء الحمد ﷺ نے فرمایا: "روزِ حشر میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پاک

پڑھتا ہو گا۔اس روایت کو ابن ابی شیبہ، ابن حبان، ابونعیم، ابن ابی عاصم، ابن عدی، دینوری، دارقطنی اور التیمی نے ترغیب میں ذکر کیا ہے۔ امام سخاوی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اکثر اور اشہر ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت جبرائیل امین نے مجھے بتایا: ''جس نے آپ پر ایک دفعہ درود پاک پڑھا۔اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔''

ابوشیخ۔ابن حبان۔التیمی اور حارث نے مسند میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العزت کا ایک فرشتہ ہے جس کو اس نے ساری مخلوق کی سماعت عطا کی ہے جب میرا وصال ہو جائے گا تو وہ میری قبر انور پر کھڑا ہو جائے گا، جو شخص بھی مجھ پر درود شریف بھیجے گا وہ کہے گا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔رب تعالیٰ نے اس پر ایک دفعہ درود شریف کے بدلے میں دس رحمتیں نازل کی ہیں۔''

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب میں یہ روایت ان الفاظ سے تحریر کی ہے: ''اللہ رب العزت کا ایک فرشتہ ہے اس نے اسے ساری مخلوق کی قوت سماعت عطا کی ہے۔وہ تاحشر میری قبر انور پر کھڑا رہے گا۔میری امت میں سے جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا تو فرشتہ کہتا ہے: ''احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں بن فلاں (وہ شخص جو فلاں کا نورِ نظر ہے) نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔رب تعالیٰ نے میرے لیے اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا۔وہ اس پر دس بار رحمت نازل کرے گا۔اگر درود شریف میں اضافہ ہوا تو رحمت خداوندی میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔''

الطبرانی نے الکبیر میں اسی طرح روایت کیا ہے کہ ابوعلی حسین بن نصر الطوسی نے اپنی ''احکام'' میں بزار نے اپنی سند میں اس روایت کو اس طرح تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ میری مرقد انور پر ایک فرشتہ مقرر کرے گا۔جسے اس نے ساری مخلوق کی قوت سماعت دے رکھی ہے۔تاحشر جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا اس کا نام اور اس کے والد کا نام مجھ تک پہنچ جائے گا۔وہ فرشتہ عرض کرے گا: ''یہ فلاں بن فلاں ہے جس نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔''ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ''میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے تو اس پر دس بار اسی کی مثل رحمتیں نازل فرما۔اس نے مجھے یہ سعادت عطا فرمادی ہے۔''الحافظ السخاوی نے تحریر کیا ہے کہ ان تمام اسناد میں نعیم بن ضمضم ہیں۔انہوں نے عمران بن حمیری سے روایت کیا ہے۔''

منذری نے لکھا ہے: ''یہ معروف نہیں ہے۔''میں کہتا ہوں ''یہ امام بخاری کے لیے معروف ہے۔انہوں نے لکھا ہے: ''اس سے موافقت نہ کی جائے گی۔''ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ تابعین میں کیا ہے۔

التیمی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا جان قربان کرنا یا راہِ خدا میں شمشیر زنی سے بہتر ہے۔''امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن وھب، ابن بشکوال اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ابوشیخ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور حامیِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس مسلمان شخص کے پاس صدقہ نہ ہو۔وہ اپنی دعا میں یہ عرض کرے:

اللھم صلّ علیٰ محمد عبدك و رسولك و صلّ علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔

تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ (صدقہ) بن جائے گا۔'' دیلمی نے اسے دراج کی سند سے روایت کیا ہے۔یہ مختلف فیہ ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد اور ابوشیخ نے الصلاۃ النبویہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر درود شریف پڑھا کرو مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے لیے صدقہ بن جائے گا۔'' ابوالقاسم التیمی نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے:''مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو یہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔'' ابوموسیٰ المدینی نے ضعیف سند سے حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے افلاس، غربت اور تنگدستی کی شکایت کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جب تم اپنے گھر میں داخل ہوں۔اگر کوئی وہاں موجود ہو تو اسے سلام کرو ورنہ مجھ پر درود پاک بھیجو۔ایک مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھو۔'' اس شخص نے اسی طرح کیا۔رب تعالیٰ نے اس کا رزق کشادہ کر دیا حتیٰ کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی دینے لگا۔''

ابن بشکوال نے ضعیف سند سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا، درود شریف پڑھنے والے، اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو نفع دیتا ہے۔امام عبدالرزاق نے ضعیف سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جس نے مجھ پر درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھ دے گا۔قیراط کوہِ احد کی مثل ہوتا ہے۔'' امام احمد، ابونعیم اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''جس کے پاس میرا ذکر خیر ہو۔اسے مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل کرے گا۔'' اسے الطبرانی نے اوسط میں صحیح کے راویوں سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں۔''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔'' دوسری روایت میں ہے''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔اس کے دس گناہ مٹا دے گا۔''

الطبرانی نے الاوسط اور الصغیر میں ان الفاظ سے یہ روایت لکھی ہے''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا۔رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔جس نے مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر ایک سو رحمتیں نازل کرے گا۔جس نے مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا تو رب تعالیٰ اس کی آنکھوں کے مابین''نفاق سے برات'' اور''آگ سے نجات'' لکھ دے گا۔اسے روز حشر شہداء کے ساتھ ٹھہرائے گا۔'' ابن ابی عاصم نے ''کتاب الصلاۃ علی النبی'' میں اور التیمی

نے اپنی ترغیب میں یہ روایت اس طرح لکھی ہے: "مجھ پر درود شریف پڑھا کرو تمہارا مجھ پر درود شریف پڑھنا تمہارے لیے کفارہ ہے تمہارے لیے صدقہ ہے۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔" ابوالقاسم التیمی اور ابوموسیٰ المدینی نے صحیح سند سے ان الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ "مجھ پر تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے لیے درجہ ہے۔" ابوسعید محمد بن سلمی نے یہ اشعار کہے ہیں:

امّا الصلاۃ علی النبی فمنیرۃ ۔۔۔ مرضیۃ تمحی بھا الآثام
بھا ینال المرء عزّ شفاعۃ ۔۔۔ یثنی بھا الاعزاز والاکرام
کن للصلاۃ علی النبی ملازماً ۔۔۔ فصلاتہ لک جُنّۃ و سلام

ترجمہ: حضور نبیِ رحمت ﷺ پر درود پاک تاباں اور پسندیدہ امر ہے۔ اسی سے گناہوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اس سے ایک شخص شفاعت کا اعزاز پاتا ہے۔ اسی سے عزت و اکرام کئی گنا ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کو لازم پکڑو۔ آپ پر درود پاک تمہارے لیے ڈھال اور سلامتی بن جائے گا۔

حافظ الرشید العطار نے بھی کتنے خوبصورت اشعار لکھے ہیں:

الا ایھا الراقی المثوبۃ والاجر ۔۔۔ و تکفیر ذنب سالفٍ انقض الظھرا
علیک باکثار الصلاۃ مواظبا ۔۔۔ علی احمد الھادی شفیع الورٰی طرّا
و افضل خلق اللہ من نسل آدم ۔۔۔ و ازکاھم فرعا و اشرفھم فخرًا
فصلّی علیہ اللہ ما جنت الدّجی ۔۔۔ و اطلعت الافلاک فی افقھا فجرًا

ترجمہ: اے اجر و ثواب کے حصول کے لیے اوپر چڑھنے والے! جس کی تمنا ہے کہ اس کی سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں جنہوں نے اس کی کمر کو جھکا دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ تم احمد مجتبیٰ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو جو ہادی ہیں ساری مخلوق کے شفیع ہیں، جو نسل آدم میں سے ساری مخلوق سے افضل ہیں، جو فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ ہیں اور فخر کے اعتبار سے سب سے ذوشرف ہیں۔ رب تعالیٰ آپ پر اس وقت تک درود و سلام پڑھتا رہے جب تک اندھیر پھیلتا رہے، اور افلاک پر اپنے آفاق پر فجر کو طلوع کرتے رہیں۔

شیخ الاسلام الحافظ ابن حجر نے اپنے لیے کہا ہے:

یقول راجی الہ الخلق احمد من ۔۔۔ املی حدیث نبیّ الخلق متصلا

ترجمہ: مخلوق کے معبود سے امید لگانے والا احمد کہتا ہے کہ جن حضرات نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث پاک کو متصل روایت کیا ہے۔

تدنو من الالف ان عدّت مجالسه — فالسدس منها بلا قید لها حصلا

ترجمہ: وہ ایک ہزار کے قریب ہیں۔ اگر ان کی مجالس کو شمار کیا جائے، ان میں سے چھ کو بلا قید ثابت ہیں۔

یتلوہ تخریج اصل الفقه یتبعها — تخریج اذکار ربّ قدرنا و علا

ترجمہ: فقہ کی اصل کی تخریج اس کے بعد ہے۔ اس کے بعد رب تعالیٰ جل وعلا کے اذکار۔

دنا بوحشه للخلق یرزقهم — کما علا عن سمت الحادثات علا

ترجمہ: وہ اپنی دوری کے ساتھ مخلوق کے قریب ہوا وہ انہیں رزق دیتا ہے جیسے وہ حادثات کی سمت سے رفعت کے اعتبار سے بلند و برتر ہے۔

فی مدة نحو کجّ قد مضت هملا — ولی من العمر فی ذا الیوم قد کملا

ترجمہ: اس مدت میں جو کھیل وکود میں بے کار گزر گئی ہے۔ اس دن میری عمر کے مکمل ہوئے ہیں۔

ستًّا و سبعین عاما رحت احسبها — من سرعة السیر ساعاتٍ فیا خجلا

ترجمہ: چھہتر سال۔ میں وقت کی تیز رفتاری کے لمحات شمار کرنے لگا۔ ہائے افسوس!

اذا رائیت الخطایا او بقت عملی — فی موقف الحشر لو لا انّ لی املا

ترجمہ: جب میں نے وہ خطائیں دیکھیں جو حشر کے میدان میں میرے اعمال کو ضائع کر دیتی اگر مجھے کچھ امید نہ ہوتی۔

توحید ربی یقینا والرجاء له — و خدمتی والاکثار الصلاة علی

ترجمہ: اپنے رب تعالیٰ یقینی توحید کی۔ اس کے ساتھ رجا کی، اپنی خدمت کی اور میں نے۔

محمد فی صباحی والمساء و فی — خطّی و لطفی عساها تمحیه الزللا

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ پر کثرت سے صبح و شام جو درود پاک پڑھا ہے۔ میری کتابت اور نرمی۔ شاید یہ میری لغزشوں کو مٹا دیں۔

فاقرب الناس منه فی قیامته — من بالصلاة علیه کان منشغلا

ترجمہ: قیامت میں لوگوں میں سے آپ کے قریب وہ شخص ہوگا جو آپ پر درود شریف پڑھنے میں مصروف رہا۔

یا رب حقّق رجائی والا لی سمعوا — منّی جمیعا بعفو منك قد شملا

ترجمہ: اے میرے مولا! میری امید کو پورا فرما اور ان لوگوں کی امید بھی پوری فرما جنہوں نے مجھ سے سماعت کی۔ تیری طرف سے عفو و درگزر سب کے شامل حال ہو۔

تنبیہات

۱۔ آپ کا فرمان "من صلّی علیّ" شرطیہ ہے۔ مشروط "صلّی" ہے شرط کی جزاء آپ کا فرمان "دس" ہے۔ الطیبی نے کہا ہے: "آپ پر ہماری طرف سے درود شریف کا معنیٰ تعظیم طلب کرنا ہے۔ آپ کی درگاہ والا کی عزت بجالانا ہے۔ بندے پر رب تعالیٰ کی "الصلاۃ" کا معنیٰ اگر غفران کے معنیٰ میں ہوتو پھر یہ اس کے لفظاً اور معنیٰ موافق ہوگا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ غفران کے معنیٰ میں تکرار نہ آئے، پھر مخصوص اعداد کو مزید فضل اور ثواب پر محمول کیا جائے گا۔"

ابن القیم نے لکھا ہے: "شریعت مطہرہ میں مستقرہ کے قاعدہ کے موافق ہے کہ جزاء عمل کی جنس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی "الصلاۃ" اس کے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف کی جزاء ہے، جو حضور اکرم ﷺ کی تعریف کرتا ہے رب تعالیٰ اسی کے عمل کی جنس سے اسے جزاء دیتا ہے کہ رب تعالیٰ اس کی تعریف کرتا ہے وہ اس کے شرف وقدر میں اضافہ کرتا ہے۔"

القاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ "صلی اللہ علیہ" کا معنیٰ ہے کہ رب تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اس کا اجر وثواب دوگنا کرے۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰)

ترجمہ: جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی۔

بعض "الصلاۃ" اپنے ظاہر اور واضح اعتبار سے ہوتی ہے یہ وہ کلام ہوتا ہے جو درود شریف پڑھنے والے کی عزت و تکریم کے لیے ملائکہ سنتے ہیں۔ جیسے روایت میں ہے: "اگر بندہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس محفل میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے۔"

۲۔ قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰)

ترجمہ: جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی۔

یہ بات معلوم ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنا نیکی ہے۔ درود شریف پڑھنے والے کو دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ قرآن پاک کا تقاضا ہے کہ جو نیکی کرتا ہے۔ اس کا اجر دس گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا نیکی ہے۔ قرآن پاک کا تقاضا ہے کہ اسے جنت میں دس درجات عطا کیے جائیں جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ اس پر دس بار "الصلاۃ" بھیجتا ہے جو اس کے حبیب لبیب ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ کا اپنے بندے کو یاد کرنا سب سے بڑا اضافہ

ہے۔اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے ذکر کی جزاء اپنا ذکر ہی مقرر کی ہے۔اسی طرح اس شخص کی جزاء اپنا ذکر ہی مقرر کیا ہے، جو اس کے محبوب کریم ﷺ کو یاد کرے۔"یعنی جو بندہ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اگر کوئی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

الفاکہانی نے لکھا ہے:"یہ عمدہ نکتہ ہے جس میں انہوں نے عمدہ اور اچھی بات کی ہے۔"

العراقی نے فرمایا ہے:"رب تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا کہ جو شخص اس کے محبوب کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، بلکہ یہ اضافہ کرتا ہے کہ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے اس کی دس برائیاں مٹا دیتا ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

۳- آپ نے فرمایا:"بندہ چاہے کم تعداد میں درود شریف پڑھے یا زیادہ۔"درود پاک میں جو خیر و برکت رکھ دی گئی ہے اسے بتانے کے بعد اختیار دیا گیا ہے جو درود پاک میں کمی کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔یہ تہدید کے معنی کے قریب ہے۔

۴- اَمَا یُرۡضِیۡكَ شارح"المشکاۃ"نے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں جس رضا کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں اس کا کچھ تذکرہ ہے:

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حقیقت میں یہ بشارت امت کی طرف راجع ہے۔اسی لیے بشارت کا ظہور آپ کے چہرۂ انور سے ہوا۔اس طرح کہ آپ کے چہرۂ انور کو بشارت اور خوشی کے لیے ظرف اور مکان بنا دیا گیا یہ شفاعت کی ایک نوع کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ آپ پر درود پاک پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کرامت کا سبب بنتا ہے بڑی شفاعت کے لیے آپ کی تیاری اور قیام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔رب تعالیٰ ہم سب کو اس شفاعت سے بہرہ ور کرے۔

۵- آپ نے فرمایا:"روزِ حشر لوگوں میں سے میرے قریب وہ شخص ہوگا۔"ابن حبان نے لکھا ہے"اس حدیث پاک میں صحیح تفصیل ہے کہ قیامت کے روز آپ کے قریب اصحاب حدیث ہوں گے کیونکہ اس امت میں ان سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا اور کوئی نہیں۔"ابو نعیم نے لکھا ہے:"یہ عظیم فضیلت ہے جو آثار کے راویوں اور انہیں نقل کرنے والوں کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ علماء کا کوئی طبقہ اس گروہ سے زیادہ آپ پر درود پاک پڑھنے والا نہیں ہے۔"ان کے علاوہ ایک اور شخص نے لکھا ہے:اس روایت میں اصحابِ حدیث کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ وہ شب و روز فعل اور قول کے اعتبار سے قرأت اور کتابت کے وقت آپ پر درود پاک پڑھتے رہتے ہیں۔

وہ سارے لوگوں سے زیادہ آپ پر درود پاک پڑھتے ہیں۔اسی لیے دیگر علماء سے زیادہ وہ اس فضیلت کے ساتھ مختص کیے گئے ہیں۔"

۶۔ آپ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت غلام آزاد کے اجر وثواب میں آگ سے نجات کی فضیلت سے زیادہ ہے۔یہ فضیلت دخولِ جنت سے بھی زیادہ ہے۔آپ پر سلام بھیجیں تو حریم ناز سے سلام آتا ہے جو کروڑوں نیکیوں سے افضل ہے۔"

❁❁❁

پانچواں باب

آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی کیفیت

امام مسلم نے حضرت ابومسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں تھے۔حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود شریف پڑھیں۔ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں۔" یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے، حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ وہ آپ سے سوال نہ کرتے، پھر آپ نے فرمایا:"یوں عرض کیا کرو:

اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آلِ ابراھیم انك حمید مجید۔

سلام عرض کرنا تم جانتے ہو۔"

اس روایت کو امام مالک نے الموطا میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی سے دعوات میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس میں "فی العالمین انك حمید مجید" مروی ہے۔ابوداؤد میں یہ اضافہ نہیں۔"سلام اسی طرح عرض کیا کرو جیسے کہ تم جانتے ہو۔"امام احمد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، دارقطنی اور بیہقی نے اپنی اپنی "سنن" میں روایت کیا ہے۔انہوں نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔اسے امام ترمذی نے بھی صحیح کہا ہے۔

ابن خزیمہ، حاکم اور دارقطنی نے متصل حسن سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا، حتیٰ کہ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ہم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔اس نے عرض کی:"آپ پر سلام کیسے عرض کرنا ہے یہ تو ہم جانتے ہیں، لیکن آپ پر درود شریف کیسے بھیجنا ہے، جبکہ ہم اپنی نماز میں ہوں۔" آپ خاموش ہو گئے۔ہم نے پسند کیا کہ وہ شخص آپ سے سوال نہ کرتا۔آپ نے فرمایا:"جب تم نماز پڑھو تو یوں کہو:

اللهم صلّ على محمد النبي الامیّ و على آل محمد كما صليت على ابراهيم انك حميد مجيد۔

امام احمد، ابن حبان، دار قطنی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور امام بیہقی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: "جب تم مجھ پر درود پڑھنے لگو تو یوں عرض کیا کرو:

اللهم .....

اس روایت کو اسماعیل قاضی نے "فضل الصلاۃ" میں کئی اسناد سے حضرت عبدالرحمان بن بشیر بن مسعود سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام عرض کریں۔ آپ پر درود شریف بھیجیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں، لیکن آپ پر دورد شریف کیسے پڑھیں؟" آپ نے فرمایا:

اللهم بارك على آلِ محمد كما باركت على آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

شیخان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے حضرت کعب بن عجرہ ملے۔ انہوں نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تحفہ نہ دوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد۔

بخاری شریف میں دونوں جگہ "على ابراهيم و على آل ابراهيم" ہے۔ الطبرانی، امام احمد اور ائمہ اربعہ نے اسی طرح روایت کیا ہے مگر ابوداؤد اور ترمذی نے "الہدیۃ" کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے روایت حدیث پاک کی ابتداء اس طرح ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم......

اسے امام بیہقی نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی سند سے حضرت کعب بن عجرہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں کہتے تھے:

اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و آل ابراهيم و بارك على محمد و آل محمد كما باركت على ابراهيم و آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

امام احمد نے بعض طرق سے، اسماعیل قاضی، ابوعوانہ، بیہقی، الطبرانی نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ جب یہ

آیت طیبہ اتری:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ

تو ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجیں لیکن آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟"

امام بخاری، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور ابن ابی عاصم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں لیکن یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللهم صلّ علی محمد و علیٰ ازواجه و ذريته كما صليت علی آل ابراهيم و بارك علی محمد و ازواجه و ذريته كما باركت علی آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

امام احمد اور ابوداؤد نے دونوں جگہ علیٰ آلِ ابراهيم نقل کیا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اس میں ہے:

كما باركت علی آل ابراهيم فی العالمين۔

ابن ابی عاصم نے اس سند سے جس میں مسعودی ہے۔ یہ ثقہ تھے۔ حضرت ابن مسعود سے اختلاط کر لیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں لیکن یہ نہیں جانتے کہ آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللهم اجعل صلواتك و رحمتك و بركاتك علی سيد المرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك و رسولك امام الخير و قائد الخير و رسول الرحمة اللهم وابعثه مقاما محمودا يغبطه فيه الاولون والآخرون اللهم صل علی محمد و ابلغه الدرجة الوسيلة من الجنة اللهم اجعله فی المصطفين محبته و فی المقربين مؤدته و فی الاعلين ذكره او قال داره والسلام عليه و رحمة الله و بركاته اللهم صل علی محمد و علی آل محمد كما صليت علی ابراهيم و علی آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك علی محمد و علی آل محمد كما باركت علی ابراهيم و آلِ ابراهيم انك حميد مجيد۔

البزار اور ابن ابی عاصم، امام احمد، اسماعیل القاضی، الطبرانی نے الکبیر میں اور اوسط میں، ان کی بعض اسناد حسن ہیں، ان سب نے رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اس طرح عرض کیا:

اللھم صل علی محمد و انزلہ المقعد المقرب عندك یوم القیامۃ۔

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔ امام احمد نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ پر درود شریف کیسے عرض کریں؟'' آپ نے فرمایا: ''یوں کہو:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید و بارك علی محمد و آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

الطبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''میں نے رب تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اس نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ (الاحزاب:۵۶)

ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟

ابونعیم نے الحلیہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ یا ابن خارجہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ سے (اس کے متعلق عرض کی) آپ نے فرمایا: ''مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ دعا مانگنے میں خوب کوشش کیا کرو۔ یوں عرض کیا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

دوسری روایت میں ہے:

اللھم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید۔

اس روایت کو نسائی، احمد، ابونعیم، دیلمی نے حضرت زید بن خارجہ سے، ابن ابی عاصم نے موسیٰ کی سند سے، انہوں نے اسے خارجہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور علی بن المدینی نے زید کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

البزار اور السراج نے اس سند سے جو شیخین کی شرط پر ہے۔ الطبری نے ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ''یوں کہو:

اللھم صل علی محمد و صل علی آل محمد و بارك علی محمد و علی آل محمد کما صلیت و بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید۔

سلام کے متعلق تم جانتے ہو کہ کیسے عرض کرنا ہے۔

امام بخاری نے الادب المفرد، الطبری نے تہذیب میں صحیح کے راویوں سے ان الفاظ سے روایت لکھی ہے:

اللھم صلّ علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم و

ترحم علی محمد و علی آل محمد کما ترحمت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم۔

میں روزِ حشر اس کا گواہ ہوں گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا۔"

الحافظ سخاوی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اس میں حضرت سعید بن عبدالرحمن مولیٰ آل سعید بن عاص ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ شمار کیا ہے۔ ابوداؤد نے اپنی "سنن" میں عبد بن حمید نے اپنی مسند میں المجمر کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ بھرپور پیمانے سے لے تو جب وہ ہم اہل بیت پر درود شریف پڑھنے لگے تو یوں کہے:

اللھم صلّ علی محمد النبی الامی و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته و اهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

امام سخاوی نے لکھا ہے کہ ہم نے اسے نعیم کی سند سے محمد بن زید بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے۔ ابوحاتم، یہ اصح ہے۔

ابوالعباس السراج، احمد بن منیع، امام احمد اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں، معمری، اسماعیل القاضی نے ضعیف اسناد سے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ پر سلام کیسے بھیجیں۔ ہم آپ پر درود شریف کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: "یوں کہو:

اللھم اجعل صلواتك و رحمتك و برکاتك علی محمد و آلِ محمد کما جعلتها علی ابراهیم و علی آلِ ابراهیم انك حمید و مجید۔

تنبیہات

۱۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے پیش کریں۔" اس سے مراد وہ سلام ہے جو آپ ﷺ نے تشہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا تھا۔ وہ آپ کا یہ فرمان ہے:

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته۔

ان کی اس عرض "آپ پر درود شریف کیسے پیش کریں" یعنی تشہد کے بعد۔

امام سخاوی نے لکھا ہے کہ "السلام" کی یہ تفسیر ظاہر ہے۔ ابن عبدالبر اور عیاض وغیرہما سے ایک اور بھی احتمال نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہے جس سے نماز میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ پہلا قول درست ہے۔

۲۔ صحابہ کرام کے فرمان "کیف" میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس صلاۃ کا معنی کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کے

اس فرمان میں دیا گیا ہے۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: آپ پر رحمت بھیجا کرو۔

یہ رحمت، دعا اور تعظیم کا احتمال رکھتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کس لفظ سے ادا ہوگا؟ الباجی نے یہ ترجیح دی ہے کہ یہ سوال درود شریف کی جنس کے متعلق تھا صفت کے متعلق نہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی اظہر موقف یہ ہے، کیونکہ "کیف" کا لفظ صفت کے متعلق پوچھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جنس کے متعلق سوال "ما" سے ہوتا ہے۔ امام قرطبی نے اسے ہی یقین کے ساتھ لکھا ہے "اس سوال کی کیفیت جن پر مشکل ہوگئی وہ اس کی اصل کو سمجھنے سے محروم رہا، کیونکہ صحابہ کرام الصلوٰۃ کی مراد کو تو سمجھ گئے تھے مگر وہ اس کی مناسب صفت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے تاکہ وہ اس کو استعمال کرسکیں۔ انہیں اس امر پر اس چیز نے ابھارا کہ سلام جو کہ پہلے مخصوص الفاظ کے ساتھ گزر چکا ہے یعنی "السلام عليك ايها النبى" اس سے انہوں نے یہ بھی سمجھا کہ درود شریف بھی مخصوص الفاظ کے ساتھ ہے۔ انہوں نے قیاس سے انحراف کیا تاکہ ممکن ہے کہ وہ نص سے آگاہ ہوسکیں۔ خصوصاً اذکار کے الفاظ میں، کیونکہ یہ قیاس کے دائرہ سے خارج ہوتے ہیں، پھر معاملہ اسی طرح رونما ہوا جیسے انہوں نے سمجھا تھا۔ آپ نے دوسری صفت پر انہیں درود پاک سکھایا۔

۳- "آلہ" میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کا موقف ہے کہ اس سے مراد بنوہاشم اور بنومطلب ہیں۔ امام مالک نے صرف بنوہاشم مراد لیے ہیں، جبکہ "آلِ ابراہیم" سے مراد حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی اولاد ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ان کی حضرت سارہ اور ہاجرہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ بھی اولاد تھی تو وہ بھی اس میں داخل ہوگی۔ ان سے مسلمان مراد ہیں، بلکہ متقی مراد ہیں۔ اس میں انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین شامل ہوں گے۔

۴- اگر کہا جائے کہ آپ پر درود شریف پڑھنے اور اس پر درود شریف پڑھنے میں کیا فرق ہے جسے آپ پر معطوف کیا گیا ہے کہ یہ آپ پر واجب ہے جبکہ آپ کے علاوہ پر وہ واجب نہیں ہے۔ وجوب کی دلیل "قولوا" پر ہو تو پھر واجب یہ ہے کہ وجوب میں وہ امر معتمد ہے جو قرآن پاک میں ہے وہ "صلوا عليه" ہے۔ آپ کی آل پر الصلاۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا، البتہ آپ نے یہ حکم دیا اور ان کے لیے واجب کو بیان کیا۔ واجب پر ان کے کمال کے رتبہ میں اضافہ فرمایا۔ آپ نے جو جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بعض روایات میں زیادہ اور بعض میں کم ہیں۔ وہی مقدار وجوب پر محمول ہوگی جس پر اتفاق ہے۔

۵- الحافظ نے لکھا ہے کہ تشبیہ کے موقع کے بارے میں سوال معروف ہے "كما صليت على ابراهيم" طے شدہ امر یہ ہے کہ مشبہ، مشبہ بہ سے کم ہوتا ہے، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ

آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ کو علم نہ تھا کہ آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں لیکن اس سوال کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ اگر اس طرح ہوتا تو یہ علم ہونے کے بعد آپ درود شریف کی کیفیت کو بدل دیتے کہ آپ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے افضل ہیں یا آپ نے یہ از روئے تواضع فرمایا تھا۔ اسے امت کے لیے مشروع فرمایا تاکہ وہ فضیلت حاصل کریں۔" نیز یہ کہ تشبیہ اصل الصلاۃ کی اصل الصلاۃ کے ساتھ ہے قدر کی قدر کے ساتھ تشبیہ نہیں۔

امام قرطبی نے "المفھم" میں اسی جواب کو ترجیح دی ہے، یا یہ کاف تعلیل کے لیے ہے، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کو خلت میں سیدنا ابراہیم کی مانند بنا دے۔ وہ آپ کے لیے اسی طرح لسان صدق (سچی ناموری) بنا دے جیسے اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے بنائی ہے۔ یہ اس محبت میں اضافہ ہے جو آپ کو حاصل ہوئی۔" اس جواب پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو پہلے پر ہوا تھا کہ آپ فرمان "اللھم صلّ علی محمد" تشبیہ سے مقطوع ہے۔ تشبیہ آلِ محمد کے متعلق ہوگی۔ اس کا تعاقب اس طرح کیا گیا ہے کہ غیر انبیاء، انبیاء کرام کے برابر نہیں ہو سکتے، پھر صلاۃ کی مساوات کیسے برابر ہو سکتا ہے۔

الحافظ نے لکھا ہے: "یہ جواب بھی ممکن ہے کہ مطلوب وہ ثواب ہو جو انہیں حاصل ہو نہ کہ ساری صفات مطلوب ہوں، کیونکہ تشبیہ مجموع کی مجموع کے ساتھ ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "اس روایت کا رجحان بھی اسی طرف ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اللھم صلّ علی محمد کما صلیت علی ابراھیم۔

یا تشبیہ سے مراد وہ کچھ دیکھنا ہو جو محمد عربی ﷺ اور آپ کی آلِ پاک کو حاصل ہوتا ہو کیونکہ درود پاک سکھانے سے لے کر کثیر افراد صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہیں گے۔ یہ ان درود سے کئی گنا ہو گیا جو سیدنا ابراہیم اور آپ کی آل کو حاصل ہوا۔ ابن عربی نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے مراد دوام اور استمرار ہے۔"

یا تشبیہ اس امر کی طرف راجع ہے جو درود شریف پڑھنے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کی طرف نہیں جو حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہوتا ہے۔ الحافظ نے اس جواب کو ضعیف کہا ہے، کیونکہ یہ اسی طرح ہو گیا گویا کہ اس نے کہا:

اللھم اعطنی ثوابا علی صلاتی علی النبی کما صلیت علی ابراھیم۔

ممکن ہے اس کا جواب یہ ہو، درود شریف پڑھنے والے کے ثواب کی مثل ہے۔ جس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف پڑھا۔ نیز یہ کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے ارفع ہونا عام نہیں ہے کبھی کبھی تشبیہ مساوی اور کم سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ: ۲۶۱)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں

مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ (النور:۳۵)

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو۔

تشبیہ کو عمدہ فرمایا کیونکہ حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر صلوٰۃ کے ساتھ تعظیم سارے گروہوں کے نزدیک مشہور اور واضح ہے۔ یہ بہت عمدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی اولادِ اطہار کے لیے اسی طرح کا اجر و ثواب طلب کیا جائے۔ "فی العالمین"

ابن القیم نے اکثر جوابات کو باطل قرار دینے کے بعد لکھا ہے سوائے تشبیہ المجموع بالمجموع۔"اس سے عمدہ جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ بھی آلِ ابراہیم میں سے ہیں۔ جیسے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ (آل عمران:۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ محمد عربی ﷺ آلِ ابراہیم میں سے ہیں۔گویا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر خصوصی درود شریف بھیجیں جیسے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی اولاد پاک پر عمومی درود شریف بھیجتے ہیں۔آلِ پاک کو وہی کچھ حاصل ہوگا جو ان کے لیے مناسب ہے۔ باقی سب کچھ آپ کے لیے ہوگا۔ یہ مقدار اس سے زائد ہے جو آلِ ابراہیم سے آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے ہے۔اس وقت تشبیہ کا فائدہ ہوگا۔"

الحافظ المجد اللغوی نے بعض اہل الکشف سے روایت کیا ہے کہ تشبیہ مشبہ بہ لفظ کے غیر میں ہے اس کے عین میں نہیں۔ ہمارے اس قول "اللھم صلّ علی محمد" سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کے پیروکاروں میں سے وہ شخص پیدا فرما جو امر دین متین کو انتہاء تک پہنچا دے جیسے شریعت بیضاء کے علماء۔ وہ شریعت مطہرہ کو محکم کریں" کما صلیت علی آل ابراھیم" جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے انبیاء کرام مبعوث فرمائے جو شریعت مطہرہ کو قرار بخشتے تھے۔ "و علی آل محمد" سے مراد یہ ہے کہ آپ کے پیروکاروں میں سے کچھ محدث پیدا فرما جو غیب کی خبریں دیں۔ " کما صلیت علی ابراھیم" جیسے تو نے ان میں انبیائے کرام پیدا کیے جو غیب کی خبریں دیتے تھے۔ مطلوب و مدعا یہ ہے کہ آلِ محمد ﷺ کے لیے انبیائے کرام کی صفات حاصل ہو جائیں وہ دین حق میں آپ کے اتباع ہیں، جیسے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے سوال پر تمنا پوری ہوگئی تھی۔"الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ قول بہت عمدہ ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس جگہ "الصلوٰۃ" سے مراد وہ امر ہو جس کی آپ نے تمنا کی ہو۔" واللہ تبارک وتعالیٰ اعلم۔

۶۔ و بارك علی محمد میں برکت سے مراد خیر و کرامت میں زیادتی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عیوب سے

تطہیر اور تزکیہ ہے، یا اس سے مراد اس کا ثبوت اور استمرار ہے یہ اہل عرب کے قول "بَرَ کَتِ الْاِبِلُ" سے مشتق ہے۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا اسی سے بر کۃ الماء (تالاب) کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں پانی قرار پذیر ہوتا ہے۔

۷۔ ابن عربی نے ابن ابی زید المالکی پر "و ارحم محمدا" اعتراض کیا ہے اگر یہ اس جہت سے ہو کہ یہ صحیح نہیں تو یہ ظاہر ہے۔ اگر یہ اسی جہت سے ہو کہ یوں نہ کہا جائے "و ارحم محمدا" تو یہ مسلم نہیں، کیونکہ اس کے متعلق بہت سی روایات وارد ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں۔" ان میں سے صحیح ترین وہ ہے جو تشہد میں ہے۔ والسلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته" الحافظ نے لکھا ہے کہ ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی روایت ہے۔ "اللهم انی اسئلك رحمة من عندك" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "اللهم انی استغفرك لذنبی و اسئلك رحمتك" اسی طرح روایت ہے: "یا حیّ یا قیوم برحمتك استغیث۔" "اللهم ارجو رحمتك۔" الا ان یتغمدنی الله برحمته۔

۸۔ العالمین سے مراد مخلوق کی ساری اصناف ہیں، جیسے ابو مسعود وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ (۱) جسے بطن الفلک گھیرے ہوئے ہے۔ (۲) ہر پیدا کی گئی چیز ہر ذی روح چیز۔ (۴) جو عقلاء کو فائدہ دے۔

۹۔ "الحمید" الحمد سے فعیل کے وزن پر ہے۔ یہ محمود کے معنی میں ہے لیکن اس سے بلیغ ہے۔ اس سے مراد وہ ذات ہے جسے حمد کی ساری صفات اکمل صورت میں حاصل ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ الحامد کے معنی میں ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے افعال کی ستائش کرتا ہے۔ "المجید" یہ المجد سے مشتق ہے۔ یہ اکرام کی صفت ہے۔ دعا کو ان دو عظیم اسموں پر ختم کرنے میں مناسبت یہ ہے کہ مطلوب اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم آپ کی ستائش اور تعظیم کرنا ہے۔ قرب میں اضافہ کرنا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی حمد و مجد کی طلب کو مستلزم ہے۔

۱۰۔ بعض روایات میں الاعلین کا تذکرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد ملاء اعلیٰ ہے۔ یہ ملائکہ ہیں، کیونکہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں۔ جنات ملاء اسفل ہیں، کیونکہ وہ زمین پر رہتے ہیں۔

"المصطفون" جو اپنے جیسے افراد سے منتخب اور چیدہ ہیں۔ انبیائے کرام میں سے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سید ہیں۔ ملائکہ میں سے وہ بہت سے ہیں مثلاً حاملین عرش، جبرائیل، میکائیل اور جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ المصطفون سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اس نے صفائی اور پاکیزگی کے اعتبار سے منتخب کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کا عہد ہمایوں پایا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ ایک قول کے مطابق آپ کی امت مرحومہ ہے۔ المقربون۔ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں حاملین عرش کہا ہے۔ امام بغوی نے اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک

قول یہ ہے کہ اس سے مراد کروبیون فرشتے ہیں جو اس کے پاس ہیں جو عرشِ الٰہی کے ارد گرد ہیں جیسے حضرات جبرائیل، میکائیل جو ان کے طبقہ میں شامل ہیں۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمانی احوال کی تدبیر کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں وہی مراد ہیں:

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء:۱۷۲)

ترجمہ: ہرگز عار نہ سمجھے گا مسیح علیہ السلام کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ ہی مقرب فرشتے اس کو عار سمجھیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ مقربون سات فرشتے ہیں۔ حضرات اسرافیل، میکائیل، جبرائیل، رضوان، مالک، روح القدس اور ملک الموت علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جہاں تک نوعِ بشر میں سے مقربون کا تعلق ہے وہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ (الواقعۃ:۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: اور آگے رہنے والوں کا وہ آگے آگے ہوں گے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ عیش و سرور کے باغوں میں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام کی طرف پہل کرنے والے ہیں۔ مقاتل سے روایت ہے کہ سابقون سے مراد وہ بلند اقبال لوگ ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لانے میں سبقت لے گئے۔ ایک قول کے مطابق ان سے مراد صدیقین ہیں۔

۱۱- آپ نے فرمایا: "من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی" یعنی جو لبریز پیمانے سے اجر و ثواب لینے کا متمنی ہو۔ آپ نے اس سے مراد کثیر ثواب لیا کیونکہ "مکیال" کے ساتھ ماپنا غالباً کثیر اشیاء کے لیے ہوتا ہے۔ میزان کے ساتھ ماپنا قلیل اشیاء کے لیے ہوتا ہے۔ آپ نے "الاوفی" کے ساتھ اس کی قید لگائی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد حوضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز جام پینا ہو۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حضرت قاضی عیاض نے الشفاء میں حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو حوضِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز جام پینے کا متمنی ہو وہ یہ درود پاک پڑھا کرے:

اللھم صلّ علی محمد و علی آلہ و اصحابہ و اولادہ و ازواجہ و ذریتہ و اھل بیتہ و اصھارہ و انصارہ و اشیاعہ و محبیہ و امتہ و علینا معھم یا ارحم الراحمین۔

امام ابوزرعہ العراقی نے لکھا ہے کہ پہلا قول زیادہ اقرب ہے۔

۱۲- المجد اللغوی نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگ یہ درود پاک پڑھتے ہیں:

اللھم صلّ علی سیدنا محمد۔

اس میں ایک بحث ہے جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس طرح نہ کہا جائے تا کہ لفظ ماثور کی اتباع ہو جائے، اور صحیح روایت پر وقوف ہو جائے۔ جہاں تک نماز کے علاوہ کا تعلق ہے تو آپ نے اس کا انکار فرمایا جس نے آپ کو اس سے مخاطب کیا، جیسے کہ صحیح روایت میں ہے۔ اس انکار کو آپ کی عاجزی وانکساری پر محمول کیا جائے گا یا آپ نے ناپسند کیا ہو کہ آپ کی حمد وثناء آپ کے سامنے کی جائے یا یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا یا تعریف میں مبالغہ نہ ہو جائے جیسے کہ وہ کہیں:

انت سیدنا و مولانا و انت والدنا و انت افضلنا علینا فضلا و انت اطولنا علینا طولا و انت فرد علیھم۔

مگر شیطان تجھے اپنے جال میں نہ پھنسا لے۔ صحیح روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "انا سیّد ولد آدم" آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے لیے فرمایا: "میرا یہ لختِ جگر سید ہے۔" آپ نے حضرت سعد کے لیے فرمایا تھا: "قوموا الی سید کم" حضرت ابن مسعود سے روایت ہے: اللھم صلّ علیٰ سید المرسلین۔ یہ اس کے جواز کی واضح دلیلیں ہیں جبکہ مانع دلیل کا محتاج ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں: لا تسیدوا نی فی الصلوٰۃ۔

۱۳- اگر پوچھا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم عرض کرتے ہیں: اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمد۔ اس نے ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ ہمارے لیے مناسب تھا کہ ہم اس طرح کہیں: "اصلی علیٰ محمد" اس میں ایک قول یہ ہے کہ جب یہ واجب کی قدر تک پہنچ جائے تو ہم یہ رب تعالیٰ سے ہی عرض کرتے ہیں کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ آپ کے مناسب کیا ہے یہ آپ کے اس فرمان کی طرح ہے: لا احصی ثناء علیہ۔ یہ ابن ابی جملہ کا قول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب آپ طاہر اور پاکیزہ ہیں۔ آپ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہم میں بہت سے عیوب اور نقائص پائے جاتے ہیں۔ ہم اس قابل نہیں کہ ہم آپ کی ستائش کر سکیں۔ ہم رب تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ آپ پر درود شریف پڑھے، تا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے طاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہو سکے۔ یہ مؤقف ائمہ حنفیہ میں سے المرغینانی کا ہے۔"

۱۴- درود پاک میں آپ کے دیگر اسماء گرامی کو چھوڑ کر صرف اسم "محمد" کو استعمال کیا گیا، کیونکہ یہ سارے اسماء گرامی کو جامع ہے۔ یہ عَلَم اور صفت ہے۔ آپ کے حق میں اس میں دونوں امر جمع ہیں۔ اگر چہ یہ بہت سے لوگوں کے حق میں علم محض ہے۔ جس کے ساتھ دیگر لوگوں کا نام رکھا جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ، اس کی کتب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی کی شان ہے۔ یہ اعلام ہیں، جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اوصاف بھی ہیں۔

ان میں عَلَم ہونا وصف ہونے کے متضاد نہیں ہے، جبکہ دیگر مخلوق کے اسماء اس کے برعکس ہیں۔

۱۵- اگر تم یہ پوچھو کہ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو کیوں مختص کیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انہیں اس لیے مختص کیا گیا ہے کیونکہ وہ شریعت کے منادی تھے۔ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج:۲۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دین حق کے منادی ہیں۔ جیسے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ (آل عمران:۱۹۳)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں۔

یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم دیا۔ خصوصاً ارکانِ حج میں یا اس دعا کی وجہ سے مختص کیا گیا۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ (الشعراء:۸۴)

ترجمہ: اور بنادے میرے سچی ناموری آئندہ آنے والوں میں۔

یا انہیں اس لیے مختص کیا گیا کہ انہوں نے امت محمدیہ کے لیے یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ (ابراہیم:۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو اور جس دن حساب قائم ہوگا۔

۱۶- المقعد المقرب سے مراد مقام محمود ہے۔ آپ کا عرش پر جلوہ افروز ہونا مراد ہے۔ اس سے مراد وسیلہ ہے۔ الطیبی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں مقامات آپ کے ساتھ مختص ہیں۔ (۱) شفاعت کرنے کا مقام۔ رب تعالیٰ کے دائیں طرف وقوف۔ اِس مقام پر اولین و آخرین آپ پر رشک کریں گے۔ (۲) جنت میں مقام رفیع اس کے بعد آپ کسی اور جگہ نہ اتریں گے۔

۱۷- درود شریف کی کیفیت کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ علامہ بارزی نے لکھا ہے کہ یہ درود شریف افضل ہے:

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد افضل صلواتك عدد معلوماتك۔

یہ بلیغ ہے۔ یہی افضل ہے۔ القاضی حسین نے لکھا ہے کہ وہ یوں کہے:

اللھم صلّ علیٰ محمد کما ھو اھله و مستحقه۔

صاحب القاموس نے اپنی کتاب "الصلاۃ علی النبی ﷺ" میں لکھا ہے کہ انسان کو یہ درود شریف پڑھنا چاہیے:

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی و علیٰ کل نبی و ملك و ولیّ عدد الشفع والوتر و عدد کلمات۔ ربنا التامات المبارکات۔

بعض علماء نے یہ درود پاک پڑھنے کے لیے کہا ہے۔

اللهم صل على محمد عبدك و نبيك و رسولك النبي الامي و على آله و ازواجه و ذريته و سلم عدد خلقك و رضا نفسك و زينة عرشك و مداد كلماتك۔

حافظ السخاوی نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر کا رجحان اسی طرف تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ درود پاک پڑھنا چاہیے۔

اللهم صل على محمد و على آل محمد كلما ذكر الذاكرون كلما سها عنه الغافلون۔

اسے امام رافعی نے ابراہیم مروزی سے نقل کیا ہے۔ بعض نے یہ درود پاک لکھا ہے:

اللهم صل ابدا افضل صلواتك على سيدنا محمد عبدك و نبيك و رسولك و آله و سلم تسليما وزده شرفا و تكريما و انزله المنزل المقرب عندك يوم القيامة۔

ابن ہمام الحنفی نے ذکر کیا ہے "ان کی ذکر کردہ ساری کیفیات اس میں موجود ہیں"۔ ایک قول یہ ہے:

اللهم صلّ على محمد و على آل محمد افضل صلواتك عدد معلوماتك۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ درود پاک پڑھنا چاہیے:

اللهم صلّ على محمد و على آل محمد صلاةً دائمةً بدوامك۔

اسے قاضی مجد الدین شیرازی نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اسے پسند کیا ہے۔

❁❁❁

چھٹا باب

وہ اوقات جن میں آپ پر درود پاک پڑھنا مستحب ہے

۱۔ جمعۃ المبارک کا دن اور رات

امام احمد نے اپنی مسند میں، ابن ابی عاصم نے اپنی "الصلاۃ" میں، امام بیہقی نے "حیاۃ الانبیاء" میں اور شعب الایمان وغیرہ میں، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے (انہوں نے اسے امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے ایام میں سے افضل دن جمعۃ المبارک ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی روز ان کا وصال ہوا۔ اس میں نفخہ ہے۔ اسی میں صعقہ ہے۔ اس روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تمہارا درود

شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا درود و سلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ زمین کے اندر بوسیدہ ہو جائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام (مطہرہ) کو کھائے۔"

امام بیہقی نے حسن سند کے ذریعے جس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ ہر روز جمعۃ کو میری امت کا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا درود پاک سب سے زیادہ ہوگا وہ روز حشر مقام کے اعتبار سے میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔"

ابن ماجہ نے ثقہ راویوں سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس روز فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ تم میں سے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے عرض کی: "آپ کے وصال کے بعد بھی۔" آپ نے فرمایا: "میرے وصال کے بعد بھی۔ اللہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام (مطہرہ) کھائے۔" اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اسے اس کی قبر انور میں رزق دیا جاتا ہے۔"

امام حاکم نے صحیح الاسناد سے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور حیاۃ الانبیاء میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جو بھی روز جمعۃ کو درود شریف پڑھتا ہے۔ اس کا درود پاک مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

ابن بشکوال نے اپنی کتاب "الصلاۃ النبویۃ" میں ضعیف سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روشن رات اور منور دن میں مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارے لیے دعا مانگتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔"

الطبرانی نے المتابعات میں اس سند سے جس میں کوئی حرج نہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھا کرو، کیونکہ ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس آئے ہیں۔ اس نے فرمایا ہے: "روئے زمین پر جو مسلمان بھی آپ پر درود پاک پڑھتا ہے۔ میں اور میرے فرشتے اس پر درود پاک (رحمت) بھیجتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہے: "جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ جمعۃ المبارک کو بھی مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ جس نے یہ سعادت حاصل کر لی میں روزِ حشر اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔"

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "تم نور فشاں رات اور منور دن میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود شریف

پڑھا کرو۔" الطبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "روشن دن اور تاباں رات میں مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو تمہارا درود پاک مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔"

دارقطنی، ابن شاہین نے الافراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر درود شریف پڑھنا پل صراط پر نور ہوگا۔ جس نے جمعۃ المبارک کے روز مجھ پر اسی دفعہ درود شریف پڑھا۔ اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"

دیلمی نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے روز جمعۃ المبارک کو مجھ پر ایک سو بار درود شریف پڑھا اس کے ایک سو سال کے گناہ معاف کر دیے گئے۔" دیلمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک میں مجھ پر درود شریف پڑھا۔ روز حشر اس کی شفاعت میرے پاس (دامن کرم میں) ہوگی۔"

ابن شاہین نے ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے جمعۃ المبارک کو مجھ پر ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھا۔ اس وقت تک اس کا انتقال نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔" التیمی نے الترغیب میں اور دیلمی نے اپنی مسند میں ضعیف سند سے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھ پر جمعۃ المبارک کو چالیس بار درود شریف پڑھا۔ اس کے چالیس سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا اس سے قبول کر لیا گیا۔ رب تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیں گے۔ جس نے سورۃ الاخلاص پڑھی حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا۔ رب تعالیٰ اس کے لیے پل صراط پر مینار بنائے گا حتیٰ کہ وہ پل صراط کو عبور کر لے گا۔"

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے دن اور رات کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتا ہے۔" ابن عدی اور امام بیہقی نے الشعب میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جمعۃ المبارک کے دن اور رات کو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو جس نے اس طرح کیا میں روزِ حشر اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔" ادیب فاضل شعبان الآثاری نے ایک قصیدہ میں کہا ہے:

و جاء فی الجمعة الغرّاً و لیلتها	عنه بالخیر تاجیل و تعجیل
و قد امرنا باکثار الصلاة علی	محمد فیهما والفضل مامول
فمن یصلی علی المختار واحدة	یاتیه عشرا من المولی و تنفیل

ترجمہ: جمعۃ المبارک اور اس کی رات میں رب تعالیٰ کی طرف سے جلدی اور مدت مقررہ پر ملنے والی بھلائی آ گئی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھیں۔ فضل و کرم کی امید کی

جا سکتی ہے جو نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے تو رب تعالیٰ کی طرف سے اس پر دس بار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اسے ان سے زائد بھی ملتا ہے۔

۲-دن کی اطراف کے وقت

الطبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے وقت صبح دس بار اور وقت شام دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا۔ روزِ حشر اسے میری شفاعت نصیب ہو گی۔"

۳-وضو سے فارغ ہونے کے بعد

التیمی نے "الترغیب" میں، دارقطنی اور بیہقی نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنی پاکیزگی (وضو) سے فارغ ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے: اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

پھر مجھ پر درود شریف پڑھے۔ جب وہ اس طرح کرے گا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

الحافظ السخاوی نے لکھا ہے: "یہ روایت حضرت عمر فاروق اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے مشہور مروی ہے۔ یہ حضرات انس اور ثوبان سے بھی مروی ہے لیکن اس میں "الصلاۃ" کا لفظ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے ضعیف سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کا وضو نہیں جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا۔" بعض طرق میں یہ اضافہ ہے "اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے اس پر رب تعالیٰ کا ذکر نہ کیا۔"

۴-اذان اور اقامت کے بعد

امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام بیہقی اور امام ابوداؤد نے کعب بن علقمہ سے، انہوں نے عبدالرحمن بن جبیر سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو جو شخص بھی مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔ رب تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، پھر میرے لیے وسیلے کی دعا کیا کرو۔ یہ جنت میں ایک منصب (رفیع) ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو نصیب ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ (بلند اقبال) شخص میں ہی ہوں گا۔ جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔"

امام احمد، امام الطبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے اذن سن کر یوں کہا:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ (الدعوۃ) القائمۃ و الصلاۃ النافعۃ صلّ علیٰ محمد و ارض عنّی رضاء لا سخط بعدہ۔

رب تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالے گا۔

ابن وہب نے اپنی جامع میں تحریر کیا ہے۔ جس نے اذان سن کر یوں کہا:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ القائمۃ صلّ علی محمد عبدك و رسولك و اعطہ الوسیلۃ والشفاعۃ یوم القیامۃ۔

اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔ اس روایت کی سند میں ابن لہیعہ ہے، لیکن اس کی اصل "الصلاۃ" کے ذکر کے بغیر بخاری شریف میں ہے۔

امام احمد، ابن ابی عاصم، الطبرانی نے الدعاء میں اور الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ جب آپ مؤذن کی اذان سنتے تو یہ دعا مانگتے:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ صل علی محمد واعطہ سؤلہ یوم القیامۃ۔

آپ نے فرمایا: "جس نے اذان کے بعد یہ کلمات کہے رب تعالیٰ روزِ حشر اسے میری شفاعت نصیب کرے گا۔"

الحافظ السخاوی نے لکھا ہے "ان دونوں روایتوں میں صداقۃ ابن عبداللہ السمین ہے۔"

الحافظ عبدالغنی المقدسی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اذان سن کر یوں کہا: اللھم ربّ ھذہ الدعوۃ التامّۃ والصلاۃ القائمۃ اعط محمد سؤلہ۔ اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

۵۔ مسجد میں آتے اور جاتے وقت

امام نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح اسناد سے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک مسجد میں داخل ہو تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا مانگے: اللھم افتح لی ابواب رحمتك۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعا مانگے: اللھم انی اسئلك من فضلك۔

امام احمد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن کہا ہے، مگر اس کی سند متصل نہیں ہے) حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لے جاتے تو یوں کہتے: اللھم

صل علی محمد و آلہ، پھر یہ دعا مانگتے: اللھم اغفر لی ذنوبی و افتح لی ابواب رحمتك۔ جب آپ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے: صل علی محمد، پھر یہ دعا مانگتے: اللھم اغفر لی وافتح لی ابواب فضلك۔

امام نسائی نے "الیوم واللیلۃ" میں، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں (انہوں نے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرے، پھر یہ دعا مانگے: اللھم افتح لی ابواب رحمتك۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام و صلوٰۃ عرض کرے، پھر یہ دعا مانگے: اللھم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے: جس نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اس پر اس کی علت مخفی رہے۔ یہ اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔''

ابن ابی عاصم نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہیے پھر یہ دعا مانگنا چاہیے۔
اللھم اعصمنا من الشیطان۔

۶-نماز میں

ابو داؤد اور امام ترمذی نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، اسی طرح ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو اپنی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ اس نے نہ تو رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، نہ ہی آپ کی ذات والا پر درود پاک پڑھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس نمازی نے جلدی کی ہے۔'' پھر اسے یا کسی اور شخص کو بلایا۔ فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ پہلے اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے، پھر اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔'' امام نسائی کے الفاظ یہ ہیں: ''اس نمازی نے جلدی کی ہے۔'' آپ نے انہیں سکھایا، پھر ایک شخص کو سنا وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ سے دعا مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ اس سے سوال کرو وہ تمہاری التجاء قبول کرے گا۔''

امام ترمذی نے اس روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے ''حضور سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ اس نے آپ پر صلوٰۃ و سلام نہ پڑھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس نمازی نے جلدی کی ہے۔'' پھر اسے یا اس کے علاوہ کسی اور شخص کو بلایا۔ فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو رب تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے،

پھر مجھ پر درود شریف پڑھے، پھر بعد میں جو چاہے دعا مانگے۔" انہوں نے ایک اور روایت بھی لکھی ہے۔

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے سوائے رشدین بن سعد کے لیکن ان کی روایت "الرقائق" میں مقبول ہے اسی اثناء میں کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص اندر آیا۔ وہ نماز پڑھنے لگا۔ اس نے عرض کی: "مولا! مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر رحم فرما۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے نمازی! تم نے جلدی کی ہے۔ جب تم نماز ادا کر لو تو بیٹھ جاؤ۔ رب تعالیٰ کی اس طرح حمد و ثناء بیان کرو جس کا وہ اہل ہے، پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، پھر اس سے دعا مانگو۔" ایک اور شخص نے اس کے بعد نماز ادا کی۔ اس نے رب تعالیٰ کی تعریف و ستائش بیان کی۔ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے نمازی! اب دعا مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔" دوسری روایت میں ہے: "اب التجاء کرو تمہاری التجا قبول کی جائے گی۔"

۷-دعا کے اول، وسط اور آخر میں درود شریف پڑھنا

عبد بن حمید اور البزار نے اپنی اپنی مسند میں، عبدالرزاق نے اپنی جامع میں، ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب "الصلاۃ" میں، التیمی نے الترغیب میں، الطبرانی اور البیہقی نے الشعب میں، الضیاء، ابونعیم نے الحلیہ میں، ان سب نے موسیٰ بن عبیدہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے یہ حدیث غریب ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ بناؤ۔" عرض کی گئی: "سوار کے پیالے سے کیا مراد ہے؟" آپ نے فرمایا: "جب مسافر اپنی ضرورت سے فارغ ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیالے میں پانی ڈال لیتا ہے۔ اگر اسے ضرورت ہو تو اس سے وضو کر لیتا ہے یا اس سے پانی پی لیتا ہے ورنہ اسے انڈیل دیتا ہے۔" فرمایا: "مجھے دعا کے اول، وسط اور آخر میں رکھا کرو۔" امام عبدالرزاق نے الکبیر میں صحیح کے راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک رب تعالیٰ سے التجاء کرنا چاہے تو وہ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے جس کا وہ مستحق ہے، پھر حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر رب تعالیٰ سے اپنی التجاء عرض کرے۔ وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دعا قبول ہو جائے یا وہ کامران ہو جائے۔"

امام نسائی، ابوالقاسم بن بشکوال نے حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ساری دعا محجوب رہتی ہے حتیٰ کہ اس کی ابتداء میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جائے۔ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے پھر وہ دعا مانگے۔ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔"

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ساری دعائیں محجوب رہتی ہیں حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھ لیا جائے۔"

۸- کان بجتے وقت

الطبرانی، ابن عدی اور ابن السنی نے ''الیوم واللیلۃ'' میں، ابن ابی عاصم اور ابوموسیٰ نے ضعیف سند سے حضرت ابورافع (یہ حضور اکرم ﷺ کے خادم تھے) سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے کان بجیں تو وہ حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ اسے کہنا چاہیے: ''رب تعالیٰ اسے خیر سے یاد کرے جس نے مجھے یاد کیا ہے۔'' یا ''رب تعالیٰ اسے یاد کرے جس نے مجھے خیر کے ساتھ یاد کیا ہے۔''

تنبیہات

۱- آپ نے جمعۃ المبارک کو آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم کیوں دیا کیونکہ یہ ہفتے کے افضل دنوں میں سے ہے۔ آپ نے اس کا وصف الازہر لگایا۔ اس کی رات کا وصف الزہراء لگایا کیونکہ اس میں بہت سے ملائکہ اترتے ہیں۔ وہ نور ہیں یا اسے خصوصیات کی وجہ سے خاص شرف عطا کیا گیا ہے۔ اس میں غسل اور خاص نماز مشروع کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے دیگر ایام کو چھوڑ کر اسے مختص فرمایا۔ فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الجمعۃ:۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے دی جایا کرے اذان تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو۔

حضور اکرم ﷺ سید الانام ہیں۔ روز جمعۃ المبارک سید ایام ہے۔ اس میں آپ پر درود شریف پڑھنا وہ فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ ایک اور لطف آور بات بھی ہے وہ یہ کہ آپ کی امت مرحومہ نے دنیا اور آخرت کی جو بھی بھلائیاں حاصل کیں وہ آپ کے دستِ عطا سے حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا۔ سب سے عظیم عزت انہیں جمعۃ المبارک کو حاصل ہوتی ہے۔ اس سے مراد انہیں ان کی منازل اور جنت میں محلات کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ ان کے لیے نعمتوں والا یوم ہے۔ وہ اس روز جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے عید ہے۔ یہ سارے انعامات انہیں آپ کے سبب اور آپ کے دست جود وعطا سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کی تعریف وستائش اور تھوڑا سا حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس روز آپ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے۔

۲- اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے اس فرمان میں کیا حکمت ہے۔ ''زمین انبیائے کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ کو نہیں کھاتی۔ موت کے بعد ابلاغ کا تعلق اجساد اور ارواح کے ساتھ نہیں ہوتا۔''

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کیونکہ کلام وصال کے بعد آپ کی خصوصیت کے متعلق تھا، پھر دوسری خصوصیت کا ذکر کیا جو آپ کے ساتھ اور آپ کے علاوہ دیگر انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمین ان کے اجسام نہیں کھاتی۔

۳۔ "التامّة" التورپشتی نے لکھا ہے کہ اس کا وصف التمام کے ساتھ لگایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ رب العزت کا ذکر ہے۔ جس کے ذریعے انہیں عبادت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ یہ اشیاء اور وہ امور جن کو وہ شامل ہوتی ہیں وہ اس امر کی مستحق ہوتی ہیں کہ اس کے ساتھ کمال اور تمام کی صفت لگائی جائے۔ ان کے علاوہ دیگر دنیاوی امور نقص اور فساد کو شامل ہوتے ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ تمام کا وصف اس لیے لگایا گیا ہو کیونکہ یہ نسخ اور تبدیلی سے محفوظ ہے یہ روز حشر تک باقی ہے۔"

بعض نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تامہ ہے۔ یہ ایمان کے عقیدہ کو جامع ہے یہ عقلیات اور سمعیات میں اس کی ترغیب پر مشتمل ہے، کیونکہ اس میں تنزیہ و توحید کا اثبات ہے شرک کی نفی ہے۔ نبوت و رسالت کا اثبات ہے۔ عبادات اور صلاح کی طرف دعوت ہے۔ اس میں آخرت کے امور کی طرف بھی اشارہ ہے۔ "الصلاة القائمة" یعنی دائمہ۔ جسے نہ کوئی ملت متغیر کر سکتی ہے نہ کوئی شریعت منسوخ کر سکتی ہے۔ "الوسیلة" یعنی بالقرب۔ مقصد تک پہنچنے کا سبب ہے۔ توسل سے مراد کسی شخص کا قرب طلب کرنا ہوتا ہے۔ اس کا اطلاق منصب رفیع پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا: "یہ جنت میں ایک مقام ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ مقام بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لیے ہے۔" آپ نے اسے رجا کے لفظ سے تعبیر فرمایا اگرچہ یہ مقام قطعی طور پر آپ کے لیے ہی ہے۔ یہ ادب اور ارشاد کے لیے ہے یا اپنی امت کی تعظیم اور خوف کو یاد کرانے کے لیے ہے۔ خود کو رب تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کرنے کے اعتبار سے ہے تاکہ طالب رجا اور خوف کے مابین ہو سکے۔

"سؤله" سے مراد "جاحته" ہے، جو کوئی شخص طلب کرے۔ اس سے شفاعت عظمیٰ اور درجہ عالیہ مقام محمود، حوض مورود، لواء الحمد اور ساری مخلوق سے قبل جنت میں داخل ہونا مراد ہے۔ یہ ان تمام کرامات کو شامل ہے جن کے ساتھ رب تعالیٰ آپ کو اس روز مختص فرمائے گا۔"

المقام المحمود الذی وعدته سے مراد رب تعالیٰ کا اس فرمان میں اس کا وعدہ کرنا ہے۔

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ (الاسرائیل:۷۹)

ترجمہ: امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

رب تعالیٰ کی طرف سے عَسٰی اور لعلّ تحقیق اور وقوع کے لیے آتا ہے۔ مقام محمود کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ (۱) اس سے مراد آپ کا اپنی امت کے لیے گواہی دینا ہے۔ (۲) روز حشر لواء الحمد مراد ہے۔ (۳) رب تعالیٰ آپ کو الکرسی پر بٹھائے گا۔ (۴) شفاعت مراد ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس جگہ اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

"حلّت" یعنی وجبت جیسے بعض روایات میں ہے یا نزلت۔ یہ الحلّ سے مشتق نہیں ہے، کیونکہ اس سے قبل

شفاعت حرام نہ تھی۔ "لہ" "علی" کے معنی میں ہے، جیسے کہ دوسری روایت میں تذکرہ ہے۔ "کنت لہ شھیدا او شفیعا" میں "أو" شک کے لیے نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام نے اسے اسی طرح روایت کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ یہ بعید ہے کہ ان کا اتفاق شک کی وجہ سے ہو۔ یہ یا تو تقسیم کے لیے ہے آپ بعض کے لیے گواہ اور بعض کے لیے شفیع ہوں گے، یا گناہ گاروں کے لیے شفیع اور اطاعت گزاروں کے لیے گواہ ہوں گے یا جو آپ کی حیات طیبہ میں وصال کر گیا اس کے لیے گواہ جو آپ کے بعد انتقال کر گیا اس کے لیے شفیع ہوں گے یا یہ واؤ کے معنی میں ہے یعنی آپ اس کے لیے گواہ اور شفیع ہوں گے۔

۴۔ آپ نے مسجد میں دخول کے وقت رحمت اور خروج کے وقت "فضل" کا ذکر کیوں کیا؟ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو مسجد میں داخل ہوتا ہے وہ ایسے اعمال میں مصروف ہو جاتا ہے جو اسے اللہ رب العزت ثواب اور جنت کے قریب کر دیتے ہیں، لہٰذا رحمت کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ جب انسان مسجد سے باہر نکلتا ہے تو وہ رزق حلال میں سے اس کے فضل کی تلاش میں لگ جاتا ہے، لہٰذا فضل کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعۃ:۱۰)

ترجمہ: پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔

شرح المشکاۃ میں ہے کہ دخول مسجد میں اس دعا میں اشارہ یہ ہے کہ یہ رحمت کے دروازوں کو کھولنے کے دواعی میں سے ہے یعنی مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

❀❀❀

روزِ حشر آپ کے احوالِ مبارکہ

پہلا باب

سب سے پہلے آپ کو صاعقہ سے افاقہ ہوگا، سب سے پہلے آپ اپنی قبر انور سے اٹھیں گے، آپ براق پر سوار ہوں گے، اس روز آپ کے حشر کی کیفیت

شیخان اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صور پھونکا جائے گا سارے اہلِ زمین اور سارے اہل آسمان بے ہوش ہو جائیں گے۔ سوائے اس کے جسے رب تعالیٰ چاہے گا۔ میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تو مجھے سب سے پہلے افاقہ ہوگا۔" یا "مجھے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔" یا "میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو نفخہ اخیرہ کے بعد سر اٹھائے گا۔ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ وہ عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوں گے۔" دوسری روایت میں ہے: "وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑے ہوں گے۔ مجھے علم نہیں کہ کیا وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے جنہیں مجھ سے قبل افاقہ ہو گیا یا روز طور میں صعقۃ اولیٰ میں بے ہوش ہونا ہی ان کے لیے قائم مقام ہو گیا۔" دوسری روایت میں ہے: "وہ ان افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔" امام احمد اور شیخین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کے لیے روز حشر قبر انور سب سے پہلے شق ہوگی۔ یہ بات میں فخر کے لیے نہیں کر رہا۔"

امام احمد، نسائی، دارمی، ابن خزیمہ، ضیاء، ابو یعلی، بیہقی، ابو نعیم اور ترمذی نے (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبر انور سے نکلوں گا۔" ترمذی اور دارمی نے یہ اضافہ کیا ہے "جب وہ وفد کی صورت میں آئیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ اس دن لواء حمد میرے دست ہدایت میں ہوگا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ساری اولاد آدم سے معزز ہوں کوئی فخر نہیں۔" امام احمد، ابو یعلی اور الطبرانی نے الکبیر میں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کے لیے زمین شق ہو گی۔ یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔"

الطبرانی نے الکبیر میں اور الضیاء نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: "میں ہی وہ ہستی پاک ہوں جس کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہو گی۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جسے اٹھایا جائے گا۔

ابن المبارک، ابن ابی الدنیا، ابن النجار نے حضرت کعب الاحبار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر پر مارتے ہیں۔ اسے گھیر لیتے ہیں۔ وہ آپ کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ شام تک آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہتے ہیں۔ شام کے وقت وہ اوپر چلے جاتے ہیں۔ دوسرے ستر ہزار فرشتے نیچے اتر آتے ہیں۔ وہ تادم صبح اسی کیفیت میں رہتے ہیں، تا روزِ حشر ان کی یہی حالت رہے گی۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو حضور شفیع المذنبین ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔"

ابو بکر ابن ابی عاصم نے "السنہ" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف آپ کے دستِ عطا کو تھامے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف آپ کے دستِ حق نما کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ ان دونوں کے ساتھ ٹیک لگائے چل رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: "ہم اسی طرح (روزِ حشر) اٹھیں گے۔"

امام ترمذی (انہوں نے اسے حسن غریب کہا ہے) الطبرانی نے الکبیر میں، حاکم اور ابن عساکر نے اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے زمین میرے لیے، ابو بکر کے لیے اور عمر کے لیے شق ہو گی"، حاکم نے (انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے) اور ابن عساکر نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور شافع روزِ جزاء ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے زمین میرے لیے شق ہو گی، پھر یہ ابو بکر و عمر کے لیے شق ہو گی. پھر یہ حرمین مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے شق ہو گی۔ میں ان دونوں کے درمیان اٹھوں گا۔"

حارث بن ابی اسامہ نے حضرت سالم بن عبد اللہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ ابو نعیم نے ان کے والد گرامی سے موصولاً روایت کیا ہے خطیب نے مالک کی روایت سے حضرت عبد اللہ کی خادمہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں روزِ حشر ابو بکر اور عمر کے درمیان اٹھوں گا، پھر میں بقیع الغرقد جاؤں گا۔ انہیں میرے ہمراہ اٹھایا جائے گا، پھر میں اہل مکہ کو دیکھوں گا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آجائیں گے۔ میں دونوں حرموں کے باشندوں کے مابین اٹھوں گا۔

الطبرانی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر انبیاء کو سواریوں پر اٹھایا جائے گا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔ مجھے براق پر اٹھایا جائے گا۔ میرے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو جنت کی اونٹنیوں میں سے دو اونٹنیوں پر اٹھایا جائے گا۔ حضرت بلال کو جنت کی اونٹنیوں

میں سے ایک اونٹنی پر اٹھایا جائے گا۔ وہ عمدہ اذان اور حق شہادت کا اعلان کریں گے۔ جب وہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کہیں گے تو ان کے لیے اولین و آخرین میں سے اہل ایمان گواہی دیں گے۔ جس کی قبول کر لی گئی اس کی قبول کر لی جائے گی جس کی رد کر لی گئی اس کی رد کر دی جائے گی۔

ابن زنجویہ نے اپنی فضائل میں حضرت کثیر بن مرہ الحضرمی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو زندہ کیا جائے گا وہ اپنی قبر انور کے پاس اس پر سوار ہو جائیں گے۔ وہ انہیں لے کر محشر تک پہنچے گی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ اپنی ناقہ العضباء پر سوار ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں براق پر سوار ہوں گا۔ اس روز دیگر انبیاء کرام پر میری یہ خصوصیت ہوگی۔ بلال کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک ناقہ پر اٹھایا جائے گا۔ وہ اس کی کمر پر اذان دیں گے۔ جب انبیاء کرام اور ان کی امم یہ سنیں گی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ تو وہ کہیں گے: ہم بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔

❀❀❀

دوسرا باب

موقف میں آپ کی پوشاک مبارکہ، آپ ﷺ کا اور آپ کی امت کا مقام، لواء حمد اور لواء کرام آپ کے دستِ اقدس میں ہوں گے

امام احمد، ابن حزام، ابن منذر اور ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، البیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ابن المبارک، امام احمد نے الزہد میں، اسحاق، ابویعلی اور امام رافعی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے، مگر اس کا حکم مرفوع روایت کا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو خلعہ پہنایا جائے گا رب تعالیٰ فرمائے گا: میرے خلیل کو پوشاک پہنا دو۔ میں انہیں عریاں نہیں دیکھنا چاہتا۔ ان کے لیے دو سفید چادریں لائی جائیں گی۔ دوسری روایت میں ہے: سب سے پہلے روز قیامت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ انہیں پر دو چادریں ہوں گی، پھر حضور اکرم ﷺ کو حبرہ کی چادر پہنائی جائے گی۔ آپ عرش کے دائیں طرف ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: آپ کو جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ آپ اسے پہنیں گے۔ عرش کی طرف رخ انور کر کے بیٹھ جائیں گے، پھر جنت سے میری پوشاک لائی جائے گی۔ اسے عرش کے دائیں سمت سے پھینکا جائے گا، پھر اسے میرے پاس لایا جائے گا مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے: کوئی انسان اس کے لیے نہ اٹھے گا۔ میں عرش کے دائیں

طرف اس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوگا اس میں اولین و آخرین مجھ پر رشک کریں گے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت روز حشر ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ ہم مخلوق کو اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ لوگوں میں سے ہر ایک یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔ الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے، امام احمد، ابن جریر، ابن حبان اور حاکم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور شافع روز حشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ روز حشر حاضر ہوں گے۔ میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا پھر مجھے اذن دے گا۔ میں اس کی اس طرح حمد و ثناء بیان کروں گا جس کا وہ اہل ہے۔ دوسری روایت میں ہے: میں وہ کچھ کہوں گا جو رب تعالیٰ چاہے گا کہ میں کہوں۔ یہی مقام محمود ہے۔

امام احمد، ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر لواء حمد میرے دست اقدس میں ہوگا۔ کوئی فخر نہیں۔ آدم اور ان کے علاوہ سارے انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ حاکم، بیہقی نے کتاب الرؤیہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ حشر لوگوں کا سردار ہوں گا۔ میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ روز حشر سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ وہ آسائش کے منتظر ہوں گے۔ میرے پاس لواء حمد ہوگا میں چلوں گا لوگ میرے ساتھ چلیں گے حتیٰ کہ میں جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔ میں اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔ مجھے پوچھا جائے گا: کون ہو؟ میں کہوں گا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ کہا جائے گا: محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوش آمدید! میں اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کروں گا۔ میں اس کی زیارت کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔

حاکم اور ابن عساکر نے ان الفاظ سے یہ روایت نقل کی ہے: میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کوئی فخر و ریاء نہیں۔ روز حشر سارے لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے وہ آسائش کے منتظر ہوں گے۔ میرے دستِ ہدایت بخش میں لواء حمد ہوگا۔ امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر لواء کرام میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز حشر مجھے جنت کے حلوں میں سے ایک حلّہ دیا جائے گا، پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی بھی اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔

تنبیہ

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے عظیم فضیلت ہے۔ یہ ان کی خصوصیت ہے جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں عرش کے پایاں کے ساتھ معلق دیکھیں گے۔ اس سے ان دونوں حضرات کی آپ پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے پوشاک پہنانے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے کپڑے اتار کر انہیں آتش نمرود میں پھینکا گیا تھا۔ یہ رب تعالیٰ کی ذات بابرکات کے لیے تھا۔ انہوں نے صبر کیا۔ حصول ثواب کا ارادہ

کیا۔ انہیں اس کی جزاء یہ دی گئی کہ انہیں روز حشر سب کے سامنے پوشاک پہنائی جائے گی، پھر ہمارے نبی اکرم ﷺ کو وہ حلہ پہنایا جائے گا جو ان کی پوشاک سے بڑا ہوگا، تاکہ تاخیر کو حلہ کی نفاست سے پورا کیا جاسکے گویا آپ کو ان کے ساتھ ہی حلہ پہنایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے پاجامے سے ستر ڈھانپا یا ان سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والا کوئی نہ ہوگا، لہٰذا انہیں پوشاک پہنادی جائے گی تاکہ ان کا دل مطمئن ہو جائے۔ الحافظ نے لکھا ہے: ایک احتمال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ قبر انور سے انہی کپڑوں سے نکلیں گے جو آپ نے پہنے ہوں گے۔ آپ کی کرامت وعزت کے لیے آپ کو جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ اس طرح آپ سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام سے مقدم ہوں گے۔

❁❁❁

تیسرا باب

روز حشر سب سے پہلے آپ ﷺ کو بلایا جائے گا

حکیم ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ شخص ہوں جسے روز حشر سب سے پہلے بلایا جائے گا۔ حاکم، الخرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا۔ میرا رب تعالیٰ مجھے بلائے گا۔ میں عرض کروں گا:

لبيك و سعديك و الخير بيديك و الشرّ ليس اليك و المهديّ من هديت و عبدك بين يديك لا ملجأ و لا منجي منك الا اليك تباركت ربّ البيت۔

حکیم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا۔ میں اٹھوں گا کہ آؤں پھر سجدہ میں مجھے اذن دے دیا جائے گا۔

❁❁❁

چوتھا باب

اس روز سجدہ کرنا آپ کی خصوصیت ہے

الطبرانی نے الکبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا۔ امام احمد نے ان سے، حاکم، بیہقی نے الشعب میں حضرت ابو درداء اور ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا۔ مجھے ہی سب سے

پہلے سر (اقدس) اٹھانے کا اذن دیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا میں اپنے سامنے دیکھوں گا میں امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ میں اپنی بائیں طرف دیکھوں گا تو امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے دیکھوں گا۔ اپنی دائیں سمت دیکھوں گا۔ میں امم میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ وہ تاباں ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ یہ نشانی ان کے علاوہ کسی اور کے لیے نہ ہوگی۔ میں انہیں پہچان لوں گا۔ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ میں انہیں ان کے ان نشانات سے جان لوں گا جو سجدوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر ہوں گے۔ میں انہیں ان کے نور سے پہچان لوں گا جو ان کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہوگا۔ یہ نور ان کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں دوڑ رہا ہوگا۔

الطبرانی نے الکبیر میں ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے روز حشر سب سے پہلے سجدہ کرنے کا اذن دیا جائے گا، پھر مجھے اپنا سر اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ میں اپنے دائیں بائیں اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ﷺ آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تاباں ہوں گے۔ وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ ان کی اولاد ان کے سامنے ہوگی۔

❁❁❁

پانچواں باب

جب جہنم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا جائے گا تو صرف آپ مطمئن رہیں گے

ابن وہب نے کتاب الاھوال میں عطاف بن خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: روز حشر جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کا بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہوگا۔ ستر ہزار فرشتے اس کو ہانک رہے ہوں گے جب وہ لوگوں کو دیکھے گی تو وہ آواز نکالے گی۔ جیسے کہ اللہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫ (الفرقان: ۱۲)

ترجمہ: وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش و خروش سنیں گے۔

اسے دیکھ کر ہر نبی اور ہر صدیق گھٹنے کے بل بیٹھ جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: یارب! نفسی نفسی! حضور اکرم ﷺ: امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔

ابونعیم نے دو اسناد سے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: روز حشر اللہ رب العزت اولین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ فرشتے اتریں گے وہ صفیں بنا لیں گے۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے:

جبرائیل! جہنم کو لے کر آؤ۔ وہ ستر ہزار لگاموں کے ساتھ اسے ہانکتے ہوئے لائیں گے۔ جب وہ مخلوق سے ایک سو سال کی مسافت پر ہوگی تو وہ اس طرح آواز نکالے گی کہ مخلوق کے دل اڑ جائیں گے پھر وہ دوسری بار آواز نکالے گی تو سارے مقرب فرشتے اور نبی مرسل گھٹنوں کے بل جھک جائیں گے پھر وہ تیسری دفعہ آواز نکالے گی: دل حلقوم تک پہنچ جائیں گے۔ عقلیں بھول جائیں گی۔ ہر شخص گھبرا کر اپنے عمل کی طرف جائے گا، حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کہیں گے: میں اپنی خلت کے وسیلہ سے تجھ سے صرف اپنے نفس کا سوال کرتا ہوں۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔ آپ عرض کریں گے: ''میں آج تجھ سے اپنے نفس کے بارے میں سوال نہیں کروں گا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: آپ کی امت کے اولیاء پر نہ خوف ہے نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دوں گا، پھر فرشتے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ منتظر ہوں گے کہ انہیں کیا حکم دیا جاتا ہے۔

❀❀❀

چھٹا باب

فیصلہ ہونے اور وقوف کی طوالت سے آرام کے لیے شفاعت عظمیٰ

اسی شفاعت کی طرف ساری مخلوق کی رغبت ہوگی حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی اسی کی طرف رغبت کریں گے۔ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم سراپا لطف و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیسری دعا کو اس دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے جس میں ساری مخلوق میری طرف رغبت رکھے گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے۔ اسے امام احمد و شیخان نے، امام احمد نے ایک اور سند سے، ترمذی اور بیہقی نے مختصر روایت کیا ہے۔ امام احمد نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، ابو یعلی اور عوانہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ شیخین نے اسے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے امام احمد اور ابو یعلی نے اسے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ابن مبارک، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور الطبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر سے، امام ترمذی، ابن خزیمہ نے حضرت ابو سعید خدری سے، ابن خزیمہ اور الطبرانی نے صحیح سند سے حضرت سلمان سے، امام بخاری نے دو اسناد سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، امام مسلم، حاکم، بزار اور بیہقی نے حضرت حذیفہ سے، ابو یعلی نے ایک اور سند سے ان سے، امام حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت سے، امام مسلم اور الطبرانی نے حضرت کعب بن مالک سے، امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ہر حدیث پاک میں وہ فوائد ہیں جو دوسری میں نہیں۔ میں نے انہیں ایک دوسرے میں داخل کر دیا ہے میں نے ایک کا اضافہ دوسری کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

حضور شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں روز حشر لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی وجہ کیا ہے۔رب تعالیٰ ایک چٹیل میدان میں اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔داعی انہیں سنا سکے گا نگاہ انہیں دیکھ سکے گی سورج دس سال کی گرمی دے گا، پھر وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا، حتیٰ کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ رہ جائے گا، حتیٰ کہ پسینہ زمین پر قامت کے اعتبار سے گرے گا۔شیخین کی روایت جو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھی ہے اس میں ہے: ایک شخص اپنے کانوں کے نصف تک اپنے پسینے میں کھڑا ہوگا۔انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: لوگ روز حشر اپنے اپنے پسینے میں ڈوبے ہوں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ذراع تک پہنچے گا پسینہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

بزار اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے: موقف میں پسینہ انسان کو لازم ہوگا، حتیٰ کہ وہ عرض کرے گا: مولا! تیرا مجھے آگ میں بھیجنا مجھے اس تکلیف سے آسان ہے جو میں پا رہا ہوں حالانکہ وہی جان رہا ہوگا کہ اس میں عذاب کی شدت کیا ہے۔امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔لوگوں کو عریاں پاؤں، ننگے جسم، پیدل اور بے ست اٹھایا جائے گا۔وہ چالیس سال کھڑے رہیں گے۔وہ آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے۔شدتِ تکلیف کی وجہ سے ان کا پسینہ ان کے منہ تک ہوگا۔

امام مسلم نے حضرت مقداد سے روایت کیا ہے۔روز حشر سورج مخلوق کے اتنے قریب ہوگا حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔سلیم بن عامر نے فرمایا: بخدا! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے میل سے مراد زمین کی مسافت لی تھی یا اس سے مراد سرمچو لیا تھا۔لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے۔کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک کوئی دو کولہوں تک اور کوئی منہ تک پسینے میں ڈوبا ہوگا۔حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔لوگ غم واندوہ کی ناقابل برداشت حد تک پہنچ جائیں گے۔وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہیں کس دکھ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔کیا تم ایسا شخص تلاش کرو گے جو ہمارے لیے شفاعت کرے۔وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: تم اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو۔وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے۔عرض پیرا ہوں گے۔آدم! آپ ابو بشر ہیں۔رب تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ اقدس سے تخلیق کیا ہے۔اس نے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے۔فرشتوں کو اس نے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کو سجدہ کریں۔اس نے آپ کو ساری اشیاء کے نام سکھا دیے۔آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں حتیٰ کہ ہمیں اس جگہ سے راحت دے۔کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کس اذیت کا سامنا ہے۔وہ کہیں گے: میں تمہارے لیے شفاعت نہیں کر سکتا آج رب تعالیٰ اتنا غصے میں ہے کہ وہ پہلے تو کبھی اتنے غصے میں ہوا تھا نہ ہی بعد میں ہوگا۔اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا۔میں نے لغزش کر دی اور اپنی اس لغزش کی وجہ سے جنت سے نکل آیا۔

دوسری روایت میں ہے: تمہیں تمہارے باپ کی لغزش نے ہی جنت سے نکالا ہے۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا جائے یہی میرے لیے کافی ہے۔ نفسی نفسی۔ ایک اور روایت میں ہے: آج میرا نفس ہی میرے لیے باعث توجہ ہے میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ تو اپنے باپ کے بعد اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ عبد شکور ہیں وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف بھیجا۔

وہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ عرض گزار ہوں گے: نوح! آپ اہل زمین کی طرف رب تعالیٰ کے پہلے رسول ہو۔ رب تعالیٰ نے آپ کا نام عبد شکور رکھا ہے۔ اس نے آپ کو منتخب کیا ہے۔ آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ اس نے روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا۔ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں کیا آپ ملاحظہ نہیں کر رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے: آج میں اس منصب کے لیے نہیں ہوں۔ آج میرا رب تعالیٰ اس قدر غصے میں ہے کہ وہ نہ پہلے کبھی اتنا غصے میں تھا نہ بعد میں ہوگا۔ میرے لیے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی امت کے خلاف مانگ لی تھی۔ میں نے اس امر کے متعلق سوال کیا تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا گیا تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

ایک اور روایت میں ہے: میرے لیے آج توجہ کا مستحق میرا اپنا نفس ہی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں رب تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ عرض گزار ہوں گے: ابراہیم! آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور روئے زمین پر اس کے خلیل ہیں۔ آپ انہیں اور ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس دکھ میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ میں خلیل ہوں فلاں کے پیچھے (سوا) آج میرا رب تعالیٰ اتنا غصے میں ہے کہ نہ پہلے کبھی اتنا غصے میں ہوا تھا نہ بعد میں ہوگا۔ میں نے اسلام میں تین خلافِ واقع باتیں کی تھیں۔ بخدا! ان میں سے ایک بھی جھوٹ نہ تھا مگر اس کے ذریعے دین الٰہی کی ایک گرہ کھلی تھی۔ آج اگر مجھے معاف کر دیا جائے یہی کافی ہے نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: میرے لیے قابل توجہ آج میرا نفس ہی ہے تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ رب تعالیٰ نے انہیں اپنی رسالت اور کلام کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اسے سرگوشی کرتے ہوئے قرب عطا کیا تھا۔ لوگ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ عرض کریں گے: موسیٰ کلیم اللہ! آپ ہی وہ ذات ہیں جس کو اللہ رب العزت نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں تا کہ وہ ہمیں آرام پہنچائے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس اذیت میں ہیں۔ ہم کس حد تک پہنچ چکے ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں کہ آج میرا رب تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ وہ آج سے قبل کبھی نہ تو اتنے غصے میں تھا نہ ہی بعد میں غصے میں ہوگا۔ میں نے اس جان کو مار ڈالا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا گیا تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: آج میرا نفس ہی میرے لیے قابل توجہ ہے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ وہ روح اللہ ہیں۔ وہ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا۔

لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ عرض گزار ہوں گے: عیسیٰ! آپ روح اللہ ہیں۔ اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف پھینکا تھا۔ آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے بات چیت کی۔ ہمارے رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت کریں تاکہ وہ ہمیں نجات دے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہم کس اذیت میں ہیں۔ ہم دکھ کی کس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ فرمائیں گے: میں تمہارے اس مقصد کے لیے نہیں ہوں آج میرا رب تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ وہ نہ تو پہلے کبھی اتنے غصے میں تھا نہ ہی بعد میں اتنے غصے میں ہوگا۔ اگر آج مجھے معاف کر دیا جائے تو میرے لیے یہی کافی ہے۔ نفسی نفسی۔

دوسری روایت میں ہے: میرے لیے تو آج میرا نفس ہی قابل توجہ ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں: وہ فرمائیں گے: سارا سامان اس برتن میں ہے جس پر مہر لگا دی گئی ہے کیا انسان جو کچھ اس کے اندر ہے اس پر قادر ہو سکتا ہے حتیٰ کہ وہ مہر کو توڑ دے۔ لوگ عرض کریں گے: نہیں۔ وہ فرمائیں گے: محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں وہ سید ولد آدم ہیں۔ سب سے پہلے ان کے لیے ہی زمین شق ہوئی۔ ان کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پل صراط کے پاس کھڑا ہوں گا۔ میں منتظر ہوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے وہ کہیں گے: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ انبیاء کرام ہیں جو آپ کے پاس آئے ہیں وہ آپ سے التجاء کرتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ امم کے مابین فیصلہ کر دے جیسے چاہے کیونکہ لوگ بہت غم میں ہیں۔

دوسری روایت میں ہے: اے نبی اللہ! رب تعالیٰ نے آپ سے آغاز اور ختم کیا ہے۔ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ آج اسی مقام پر آپ امن سے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر کوئی مصیبت میں ہیں، رب تعالیٰ کے ہاں ہمارے لیے شفاعت فرمائیں۔ میں کہوں گا: میں تمہارا صاحب ہوں۔ میں ہی اس کے لیے ہوں میں ہی اس کے لیے ہوں۔ میں اٹھوں گا۔ میری جگہ سے ایسی عمدہ خوشبو نکلے گی کہ کسی نے اتنی عمدہ خوشبو نہ سونگھی ہو گی۔ لوگ بیٹھ جائیں گے۔ میں آگے بڑھوں گا۔ باب جنت کے حلقہ کو پکڑ لوں گا۔ دستک دوں گا مجھ سے پوچھا جائے گا: کون؟ میں کہوں گا: محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خازن کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ باب جنت آپ سے قبل کسی کے لیے نہ کھولوں۔ وہ میرے لیے باب جنت کھولیں گے۔ مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ حضرت جبرائیل امین آئیں گے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کی درگاہ والا میں حاضر ہو جائیں گے۔ وہ کہیں گے: مولا! انہیں اذن دے اور انہیں جنت کی بشارت دے۔ میں عرش کے نیچے آؤں گا۔ رب تعالیٰ میرے لیے تجلی فرمائے گا۔ مجھ سے قبل وہ کسی چیز کے لیے تجلی نہ فرمائے گا۔ جب میں اپنے رب تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ میں جمعہ کی مقدار اس کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کروں گا، پھر رب تعالیٰ میرے لیے محامد اور حسن

ثناء کھول دے گا، جو اس نے مجھ سے قبل کسی کے لیے نہ کھولے ہوں گے، پھر وہ فرمائے گا: سر اقدس اٹھائیے۔ آپ فرمائیں آپ کی بات سنی جائے گی۔ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ شفاعت کریں۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ دعا مانگیں آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھالوں گا۔ میں رب تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ ان کلمات کے ساتھ نہ تو مجھ سے قبل کسی نے حمد بیان کی ہو گی نہ ہی میرے بعد ان کے ساتھ کوئی اپنے رب تعالیٰ کی حمد بیان کر سکے گا۔ میں عرض کروں گا: مولا! تو نے میرے ساتھ شفاعت کا وعدہ کیا ہے اپنی مخلوق کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ ان کے مابین فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائے گا: میں نے ان کے لیے آپ کی شفاعت کو قبول کر لیا ہے۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں اور تمہارے مابین فیصلہ کرتا ہوں۔

❁❁❁

ساتواں باب

مقامِ محمود اور بقیہ شفاعت

۱- اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسرائیل:۷۹)

ترجمہ: یقیناً فائز فرمائے گا آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر۔

ساری مفسرین کا اتفاق ہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے عسی واجب کے لیے ہے، کیونکہ عسی اطماع کا فائدہ دیتا ہے۔ رب تعالیٰ اس سے عظیم ہے کہ وہ کسی کے لیے تمنا کرے اور پھر اسے وہ چیز نہ دے جس کے لیے وہ تمنا کرے۔ الحافظ نے لکھا ہے: جمہور کا موقف ہے کہ مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے۔ الواحدی نے اس میں مبالغہ کیا ہے انہوں نے اس میں اجماع نقل کیا ہے، لیکن انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جو مجاہد سے مروی ہے۔ اسے بے بنیاد قرار دیا ہے۔ ابن جریر نے لکھا ہے: اکثر اہل تاویل نے کہا ہے: مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوں گے تاکہ لوگوں کو موقف کے کرب سے نجات دلاسکیں۔ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ابن خزیمہ اور الطبرانی اور ابن جریر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت کے بارے رب تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا یہی مقامِ محمود ہے۔

امام احمد، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روز حشر رب تعالیٰ لوگوں کو زندہ کرے گا۔ میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ میرا رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا، پھر وہ مجھے اذن دے گا۔ میں وہ کچھ کہوں گا جو رب تعالیٰ چاہے گا کہ میں کہوں یہی مقامِ محمود ہے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔ ابن جریر اور الطبرانی نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ امام احمد، ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے اور ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ امام مسلم، ابن حبان، حاکم اور ابن جریر نے حضرت کعب بن مالک سے مرفوع روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ رب تعالیٰ مجھے سبز حلہ پہنائے گا، پھر وہ مجھے اذن دے گا۔ میں وہ کچھ کہوں گا جو کچھ وہ چاہے گا کہ میں کہوں۔ یہی مقام محمود ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج قریب ہوتا جائے گا، حتیٰ کہ پسینہ کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے۔ وہ کہیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے پھر وہ حضرت موسیٰ سے استغاثہ کریں گے۔ وہ بھی اسی طرح جواب دیں گے پھر وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کریں گے۔ آپ شفاعت فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آپ چلیں گے حتیٰ کہ بابِ جنت کے حلقہ کو پکڑ لیں گے۔ اسی روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرما دے گا۔ سارا مجمع آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوگا۔

۲- ایک قوم کے لیے جنت میں بلا حساب جانے کے لیے شفاعت۔ اس کی دلیل رب تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جو اس نے "امتی امتی" کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ اپنی امت کے ان لوگوں کو دائیں دروازے سے جنت میں داخل کرلیں جن پر حساب نہیں۔ الحافظ نے لکھا ہے: اسی طرح کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل آپ کی التجاء ہے کہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار سے زائد امتیوں کو بلا حساب جنت میں داخل کر دیا جائے۔ آپ کی یہ التجاء قبول کر لی گئی۔

امام احمد اور بیہقی نے جید سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد جنت میں ایسے جائیں گے کہ وہ ماہِ تمام کی طرح ہوں گے۔ ان پر حساب نہ ہوگا۔ میں نے رب تعالیٰ سے اضافہ کا سوال کیا اس نے مجھے ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔

الطبرانی اور البیہقی نے ضعیف سند سے حضرت عمرو بن حزم انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ میں ان تین دنوں میں اضافے کے لیے التجاء کرتا رہا۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ کو ماجد و کریم پایا ہے اس نے مجھے ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار عطا کر دیے ہیں۔

امام ترمذی، انہوں نے اسے حسن کہا ہے، الطبرانی، ابن حبان اور الضیاء نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد حساب و عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے اور میرے رب تعالیٰ کی لپوں میں سے تین لپیں۔ الطبرانی، ابن ابی عاصم وغیرہ نے ابوسعید الانماری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم نے بارگاہ رسالت مآب میں اس کا حساب کیا تو یہ چار ہزار ہزار اور نو سو ہزار تعداد بنی۔ الحافظ نے لکھا: یعنی لپوں کی تعداد کے اعتبار سے۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے ضعیف سند سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ روایت بھی سیدنا ابو ہریرہ سے منقول روایت کی مانند ہے۔ اس میں ہے: میں نے اضافے کے لیے التجاء کی۔ اس نے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کا اضافہ کر دیا۔ یہ اس باب میں مشہور روایات ہیں۔

۳- یہ شفاعت ان افراد کے حق میں ہوگی جن کا حساب و کتاب ہوگا۔ وہ عذاب کے مستحق بن جائیں گے کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔ اس کی وجہ وہ روایت ہے جسے الطبرانی، ابن ابی الدنیا اور حاکم (انہوں نے اس کی تصحیح کی ہے) اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیائے کرام کے لیے نور کے منابر بچھا دیے جائیں گے۔ وہ اس پر بیٹھیں گے۔ میرا منبر باقی رہ جائے گا۔ میں اس پر نہ بیٹھوں گا۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا رہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت میرے بعد رہ جائے۔ میں عرض کروں گا: مولا! امتی امتی۔ رب تعالیٰ مجھے فرمائے گا: آپ کا کیا ارادہ ہے کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا؟ میں عرض کروں گا: مولا! ان کا حساب جلدی لے لے۔ انہیں بلایا جائے گا ان کا حساب لیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ اس کی رحمت کے طفیل جنت میں چلے جائیں گے بعض میری شفاعت کے طفیل جنت میں جائیں گے۔ میں لگاتار شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کے نام دیے جائیں گے جنہیں آگ کی طرف بھیج دیا گیا ہوگا حتیٰ کہ خازن جہنم مالک مجھے کہے گا: محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے رب تعالیٰ کے غصے کے لیے سزا کے لیے کسی کو چھوڑا ہی نہیں۔

۴- ان گناہ گاروں کو باہر نکالنا جو آگ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ صحیح میں اس کے بہت سے دلائل ہیں معتزلہ کے شفاعت کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵- جنت میں درجات کی رفعت کے لیے شفاعت۔ اس کا تذکرہ قاضی اور نووی نے کیا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں سب سے پہلا شفیع ہوں گا۔

۶- انسانوں کے بچوں کے لیے۔ ابن ابی شیبہ، ابو یعلیٰ نے صحیح سند سے، دارقطنی نے الافراد میں اور الضیاء نے حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اولاد بشر میں سے لاہین کے بارے سوال کیا ہے۔ اس نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ ابو عمر نے فرمایا: ان سے مراد بچے ہیں کیونکہ ان کے اعمال سہو اور لعب کی مانند ہوتے ہیں۔ ان میں عزم یا عہد کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

ابو نعیم نے ان سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ میرے لیے مشرکین کے بچوں سے درگزر کرے۔ اس نے ان سے درگزر کیا اور انہیں جنت میں داخل کر دیا۔

❁❁❁

آٹھواں باب

اپنی امت کو جہنم سے نکالنے کے لیے جہنم پر تشریف لے جانا

حضرت عمران بن حصین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکلے گی۔ انہیں جہنمیین کہا جائے گا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہوں والوں کے لیے ہے۔

❁❁❁

نواں باب

آپ کا حوض مبارک

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا۔ فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے پڑھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ② إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ③ (الکوثر: ۱تا۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوثر عطا فرمائی۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ و رسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا: یہ نہر ہے جس کا وعدہ جنت میں رب تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر خیر کثیر ہے۔ یہ وہ حوض ہے روز حشر جس پر

میری امت آئے گی۔اس پرستاروں کی تعداد کے برابر برتن ہوں گے۔ وہاں ایک شخص جائے گا۔ میں عرض کروں گا: مولا! یہ میری امت میں سے ہے۔ کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد اس نے کیا کیا تھا؟

امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوثر عطا کر دی گئی ہے۔ وہ ایک رواں نہر ہے جسے شق نہیں کیا گیا۔ اس کے دونوں کناروں پر قبے ہوں گے ان میں شگاف نہ ہوگا۔ میں نے اس کی مٹی کو ہاتھ لگایا وہ مشک اذفر تھی۔ اس کے سنگریزے موتی تھے۔

شیخان نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں ایک ایسی نہر تھی جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے رواں پانی میں ہاتھ مارا تو اس کی تہ مشک اذفر کی تھی۔ میں نے پوچھا: جبرائیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ کوثر ہے جو اللہ رب العزت نے آپ کو عطا کی ہے۔

حوض کوثر کا تذکرہ پچاس سے زیادہ صحابہ سے منقول ہے۔ ان روایات اور راویوں کا تذکرہ ہمارے شیخ نے البدور السافرہ میں کیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا طول ایک ماہ کی مسافت ہے اس کا طول اس کے عرض کی مانند ہے۔ اس پر سونے اور چاندی کے برتن ہیں جن کی تعداد آسمان پر ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ اس کی خوشبو مشک اذفر سے عمدہ ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ شہد سے زیادہ شیریں ہے برف سے زیادہ ٹھنڈی ہے۔ اس کے جنت سے دو میزاب آتے ہیں۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔ اس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے: اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت کے محلات ہیں۔ اس کے سنگریزے یاقوت، مرجان، زبرجد اور موتی ہیں۔ اس کی مٹی مشک اذفر کی ہے۔ اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی مانند ہوں گی۔ جس نے وہاں سے ایک بار پی لیا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اس کا چہرہ کبھی سیاہ نہ ہوگا۔

اس سے وہ انسان نہ پی سکے گا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑا۔ نہ ہی وہ پی سکے گا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے کسی کو قتل کیا۔ سارے لوگوں میں سے پہلے وہاں مہاجرین فقراء آئیں گے۔

تنبیہات

۱۔ حوض کوثر کی وسعت کے بارے میں ایسی احادیث وارد ہیں جو قریب المعنی ہیں۔ ایک روایت میں ہے: ایک ماہ کی مسافت۔ ایک میں ایلہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک کی مسافت، ایک میں ایلہ سے صنعاء تک، ایک میں عدن سے عمان تک، ایک میں صنعاء سے مدینہ طیبہ تک، اس کے عرض کے متعلق ایک روایت میں صنعاء سے بصری تک، دوسری میں کوفہ سے حجر اسود تک، ایک روایت میں جرباء سے اذرح تک، ایک میں مدینہ طیبہ سے عمان تک، ایک میں ایلہ سے عدن تک اور ایک روایت میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا تذکرہ ہے۔

علماء کرام نے فرمایا: اس روایت میں اختلاف ان میں اضطراب کا موجب نہیں ہے کیونکہ یہ صرف ایک حدیث مبارک میں نہیں ہے بلکہ مختلف روایات میں ہیں۔ انہیں صحابہ کرام نے مختلف مقامات پر آپ سے سنا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حوض کے کناروں کی دوری اور وسعت کے لیے مثالیں دی تھیں تا کہ سامعین کے فہموں کے قریب تر ہو سکے کہ جتنی دوری ان مذکورہ شہروں کے مابین ہے آپ نے اس کی حدود بیان کرنے کے لیے اس طرح نہ فرمایا تھا، بلکہ سامعین کو اس شہروں کے مابین مسافت کی دوری اور حوض کی وسعت کے بارے میں فرمایا تھا۔ اس مسافتوں میں سے قلیل کثیر کو مانع نہیں ہے کثیر اپنے ظاہر پر ثابت ہوگا۔ اس کے متعلق روایات صحیح ہیں۔ قلیل اس میں داخل ہے ان کے مابین کوئی معارضہ اور منافات نہیں ہے۔ اسی طرح حوض کے برتنوں کے بارے میں فرمان ہے یعنی احادیث میں مذکور تعداد اپنے ظاہر پر ہے کہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں صحیح احادیث وارد ہیں۔

۲- امام الطبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انبیائے کرام باہم فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے امتی زیادہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس روز میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔ سارے حوض کوثر پر آئیں گے۔ ان میں سے ایک بھرے ہوئے حوض پر کھڑا ہوگا۔ اس کے پاس عصا ہوگا۔ وہ اپنی امت کے اس شخص کو بلائے گا جسے وہ جانتا ہوگا ہر ہر نبی اپنی اپنی امت کو جانتا ہوگا۔

امام ترمذی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا حوض ہوگا۔ وہ باہم فخر کریں گے کہ ان میں کس کے حوض پر کس کے امتی زیادہ ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔

❀❀❀

دسواں باب

سب سے پہلے آپ ﷺ ہی پل صراط کو عبور کریں گے۔ جنت کی چابیاں آپ ﷺ کے دست اقدس میں ہوں گی

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جہنم پر پل صراط لگا دیا جائے گا۔ میں اسے سب سے پہلے عبور کروں گا۔ دارمی اور امام ترمذی نے، انہوں نے اسے حسن کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابیاں میرے ہاتھوں میں ہوں گے۔

❁❁❁

گیارھواں باب

آپ ﷺ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے کے لیے فرمائیں گے۔آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔خازنِ جنت آپ ﷺ کے لیے قیام کرے گا

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں روزِ حشر جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔میں اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔خازن پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد عربی (ﷺ)۔وہ کہے گا: مجھے آپ ﷺ کے بارے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔اسے الطبرانی نے روایت کیا ہے۔اس میں یہ اضافہ ہے: خازن اٹھے گا: میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں گا نہ ہی میں آپ ﷺ کے بعد کسی اور کے لیے کھڑا ہوں گا۔اس کا بقیہ حصہ خصائص میں گزر چکا ہے۔

الطبرانی نے حسن سند سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جنت سارے انبیائے کرام پر حرام کر دی گئی ہے حتیٰ کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں اور ساری امم پر حرام کر دی گئی ہے حتیٰ کہ میری امت اس میں داخل ہو جائے۔ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور شفیع اعظم ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میرے ساتھ ہی شفاعت کو کھولا جائے گا۔میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا یہ میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔میں اس روز ان کا امام ہوں گا۔میری امت میرے پیچھے ہوگی۔

ابن جوزی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا، جو جنت کا دروازہ کھولے گا۔ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔کانوں نے اتنی حسین صدا نہیں سنی جتنی خوبصورت آواز جنت کے دروازوں کو کھٹکھٹانے سے آئے گی۔

امام احمد، دارمی اور ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم، سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑوں گا اور اس پر دستک دوں گا۔ابن خزیمہ نے ان سے ہی روایت کیا ہے۔میں

سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ، جسے امام منذری نے حسن کہا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور سروراں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت کے دروازے کو کھولوں گا، مگر ایک عورت مجھ سے پہل کرے گی یعنی وہ میرے ساتھ یا میرے بعد جنت میں داخل ہوگی میں اسے کہوں گا: تو کون ہے اور تجھے کیا ہے؟ وہ کہے گی: میں ایک عورت ہوں جو اپنے یتیموں پر توجہ دیتی تھی۔

❁❁❁

بارھواں باب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن جنت عدن، جنت میں رفیع منصب، حضرت مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے آپ کا نکاح اور آپ کے خدام کی کثرت

دیلمی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! کیا تم جانتی نہیں ہو کہ رب تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح (حضرت) مریم بنت عمران، کلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ امرأۃ فرعون سے کر دیا ہے۔

الطبرانی نے الکبیر نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران، آسیہ امرأۃ فرعون اور کلثوم اخت موسیٰ سے کر دیا ہے۔ یہی وہ آخری الفاظ ہیں جو "الفیشی" کے خط میں مکتوب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب۔

اس کتاب سے فراغت جمعۃ المبارک کی مقدس شب میں ہوئی، جبکہ صفر المظفر کے بیس دن گزر چکے ہیں۔ آج ۱۰۹۹ھ ہے۔

صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! حضور سید المرسلین، امام النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کتاب مستطاب "سبل الہدیٰ والارشاد فی سیرۃ خیر العباد" کے ترجمہ کے اختتام کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ یہ تصنیف لطیف سیرت طیبہ کا ایک بحر بے کراں ہے جسے دستگیریٔ خداوندی اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت کے بغیر پایاب کرنا ناممکن تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی توفیق اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہات کا صدقہ ہے کہ اس ہیمیرز، ہیچمدان اور اس علم و عمل سے بے بہرہ شخص کو اس عظیم تصنیف

تو اردو قالب میں ڈھالنے کی توفیق ابدی عطا کی۔

اے خالق اعصار و دھور، اے مالک بحر و بر میری اس سعیٔ ناتمام کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبولیت عطا فرما اسے سارے مسلمانوں کے لیے نفع رساں اور فائدہ بخش بنا تاکہ اسے پڑھ کر ایک طرف تو وہ باعث تکوین کائنات، فخر موجودات، سید مرسلاں ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں سے آشنا ہو سکیں کہ وہ ذات بابرکات کتنی بلند و برتر ہے اس کی رفعتوں کا مینار ہفت آسمان سے کتنا بلند ہے۔ جس کی غلامی کا وہ دم بھرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ آپ کے افعال مبارکہ اور اعمال مقدسہ پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہانوں میں سرخروئی کا تاج زرنگار اپنے سروں پر سجا سکیں۔

برادرم مکرم جناب محترم نجابت علی تارڑ صاحب نے اسے انتہائی حسین انداز میں زیور طباعت سے آراستہ کر کے عاشقین مصطفیٰ ﷺ کے سامنے بطور ارمغان پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعیٔ جمیل کو اپنی بارگاہ والا میں قبول کرے ان کے ادارہ کو مزید جولانیاں عطا کرے۔ انہیں توفیق دے کہ وہ مزید ایسے تحائف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو پیش کر سکیں۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

اے سلطان حسینانِ جہاں! اے سرور اورنگ نشینان عالم! ایک مفلس اور کنگال منگتا، خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لیے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغانِ عقیدت محبت پیش کرنے کا آرزومند ہے۔ اے میرے ذرہ پرور آقا، از راہ بندہ نوازی اسے قبول فرمائیے اور اپنے اس حقیر سے غلام کے تہی دامن کو اپنے سچے عشق اور پکی غلامی کی نعمت عظمیٰ اور دولت سرمدی سے بھر دیجئے۔

غبار راہ طیبہ، عبد مسکین، احقر:

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ء / صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

نظر ثانی

۱۲ مارچ ۲۰۱۵ء

بروز جمعرات

الخصائص الکبریٰ

جلد اوّل، دوم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہزار سے زائد معجزات و خصوصیات
اور سیرتِ مبارکہ کا حسین تذکرہ

تصنیف:

حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

Ph. Shop: 042-37248657 - 042-37249558
Mob:0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466
Email:zaviapublishers@gmail.com